مآثرالامرا

جلد سوم

(اردو ترجمہ)

جلد سوم

ف — تا — ی

مؤلف

صمصام الدولہ شاہنواز خاں

مترجم

پروفیسر محمد ایوب قادری

مرکزی اردو بورڈ ، لاہور

فہرست

ف

ق

ک - گ

ل

م

ن

ن

و

ہ

ی

ع

ضمیمہ جات

پیش لفظ

ماثرالامرا کی پہلی جلد ۱۹۶۸ء میں اور دوسری ۱۹۶۹ء میں شائع ہو چکی ہے ، اور اب تیسری جلد کا ترجمہ مکمل ہوا ۔ خاکسار مترجم اللہ تعالیٰ کے حضور میں شکرگزار ہے کہ پہلی دونوں جلدیں علمی و ادبی حلقوں میں پسند کی گئیں ۔ انشاء اللہ تیسری جلد بھی بنظر استحسان دیکھی جائے گی ۔ اس طرح یہ عظیم منصوبہ پورا ہوا ۔

پہلی جلد کے شروع میں کتاب اور مصنف کتاب کے متعلق مفصل اظہار خیال کیا جا چکا ہے لہذا یہاں اعادے کی ضرورت نہیں ۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس کتاب میں بڑی حد تک دور مغلیہ کے تفصیلی حالات ملتے ہیں اور یہ کتاب اس دور کا ایک مستند تاریخی ماخذ ہے ۔ اس سے ہمیں مغلیہ دور کے سیاسی ، علمی ، معاشرتی اور سماجی حالات کا بخوبی علم ہوتا ہے اب اردو ترجمے کی بدولت استفادے کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو گیا ۔

فارسی متن میں مقامات کے اکثر نام غلط طبع ہوئے ہیں ۔ انگریزی مترجمین نے حتی الوسع ان کی صحت کی ہے ، ہم نے بھی اردو ترجمے میں انگریزی مترجمین کے ناموں ہی کو اختیار کیا ہے اکثر جگہ اس کی صراحت بھی کر دی گئی ہے ۔

ترجمے کے سلسلے میں یہ عرض ہے کہ سلیس اور بامحاورہ ہونے کے ساتھ اصل کی پابندی کو بنیادی طور سے ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے ۔

حسب ضرورت حواشی بھی لکھے گئے ہیں ۔ اگر انگریزی مترجمین بیوریج اور بینی پرشاد کے حواشی کا اردو ترجمہ شامل کیا ہے تو اس کے آگے بیوریج کی رعایت سے حرف ''ب'' اور بنی پرشاد کی رعایت سے حرف ''پ'' لکھ دیا ہے ، اور جہاں مترجم نے خود حواشی لکھے ہیں وہاں قادری کی رعایت سے ''ق'' لکھ دیا ہے ۔

اصل مطبوعہ فارسی کتاب کے صفحے کا حوالہ ہر صفحے کے ختم پر قوسین میں دے دیا ہے تاکہ اصل سے مطابقت کرنے میں سہولت رہے ۔

فہرست حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کرکے لگا دی گئی ہے ۔ حوالہ کتب کی ایک فہرست اور آخر میں اشاریہ بھی شامل کیا گیا ہے ۔

کتاب کے آخر میں ہم نے چند ضمیمے بھی شامل کیے ہیں جن میں ، شاہان مغلیہ اور برصغیر کے بعض دوسرے خود مختار اور نیم خود مختار خانوادوں کے حکمرانوں کے نام اور مدت حکومت ظاہر کی گئی ہے ۔

A/174/N
نارتھ ناظم آباد
کراچی ۳۳

محمد ایوب قادری
(۱) ۳۱ جنوری ۱۹۷۰ء
(۲) ۲۳ جولائی ۱۹۷۰ء

کتب حوالہ جات

۱- آثار رحمت ، امداد صابری دہلی ۱۹۶۷ء
۲- آثار الصنادید ، سر سید احمد خاں
(مرتبہ ڈاکٹر معین الحق) کراچی ۱۹۶۶ء
۳- آئین اکبری ، ابو الفضل
(بہ تصحیح سر سید احمد خاں) دہلی ۱۲۷۳ھ
۴- ابجدالعلوم ، نواب صدیق حسن خاں بھوپال ۱۲۹۶ھ
۵- اخبار الاخیار ، شیخ عبدالحق دہلوی دہلی ۱۳۳۲ھ
۶- اخبار الصنادید ، نجم الغنی خاں رام پوری لکھنو ۱۹۱۸ء
۷- اسلامک کلچر ، حیدر آباد دکن اکتوبر ۱۹۳۸ء
۸- اقبال نامہ جہانگیری ، معتمد خاں نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۸۲ء
۹- اکبر نامہ ، ابوالفضل لکھنؤ ۱۸۸۲ء
۱۰- اکبر نامہ ، ابوالفضل
(بہ تصحیح آغا احمد علی و مولوی عبدالرحیم کلکتہ ۸۶-۱۸۷۷ء
۱۱- الناظر (ماہنامہ) لکھنؤ ۱۹۱۱ء
۱۲- امرائے ہنود ، محمد سعید احمد مارہروی کان پور ۱۹۱۰ء
۱۳- بادشاہنامہ (سہ جلد) ، عبدالحمید لاہوری
(بہ تصحیح مولوی کبیرالدین) کلکتہ ۶۸-۱۸۶۷ء
۱۴- برہان پور کے سندھی اولیاء ، محمد مطیع اللہ راشدی کراچی ۱۹۵۷ء

۱۵- بزم تیموریہ، صباح الدین عبدالرحمٰن — اعظم گڑھ ۱۹۴۸ء

۱۶- بوستان اخیار، محمد سعید مارہروی — آگرہ ۱۳۳۱ھ

۱۷- تاریخ اودھ (جلد اول)، نجم الغنی خاں رام پوری — لکھنؤ ۱۹۱۸ء

۱۸- تاریخ برہان پور، مولوی خلیل الرحمٰن — دہلی ۱۳۱۷ھ

۱۹- تاریخ خان جہاں، نعمت اللہ ہروی (مرتبہ امام الدین) ڈھاکہ ۱۹۶۰ء

۲۰- تاریخ شیر شاہی، عباس خاں سروانی (مرتبہ ڈاکٹر معین الحق) کراچی ۱۹۶۳ء

۲۱- تاریخ فرخ آباد، ولیم اروِن — فتح گڑھ ۱۸۸۷ء

۲۲- تاریخ فرشتہ، محمد قاسم ہندو شاہ — لکھنؤ ۱۸۸۳ء

۲۳- تاریخ محمدی، مرزا محمد بن رستم (مرتبہ امتیاز علی عرشی) علی گڑھ ۱۹۶۰ء

۲۴- تاریخ معصومی، میر معصوم بھکری (مرتبہ ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ) پونا ۱۹۳۸ء

۲۵- تاریخ میوات، مولوی ابو محمد عبدالشکور میواتی — دہلی

۲۶- تاریخ ہندوستان (جلد نہم)، شمس العلماء ذکاء اللہ — دہلی ۱۸۹۸ء

۲۷- تحفۃ الکرام، علی شیر قانع ٹھٹوی (اردو ترجمہ اختر رضوی) کراچی ۱۹۵۹ء

۲۸- تحقیقات چشتی، مولوی نور احمد چشتی — لاہور ۱۹۶۴ء

۲۹- تذکرہ امیر خانی، پیر حسام الدین راشدی — کراچی ۱۹۶۱ء

۳۰- تذکرہ علمائے ہند، رحمان علی (مترجمہ و مرتبہ محمد ایوب قادری) کراچی ۱۹۶۱ء

۳۱- تذکرۃ الواصلین، محمد رضی الدین بسمل — بدایوں ۱۹۴۵ء

۳۲- تزک جہانگیری، نور الدین جہانگیر (مرتبہ مرزا محمد ہادی) نول کشور پریس لکھنؤ

۳۳- جہاں کشائے نادری، ایشیاٹک سوسائٹی — کلکتہ ۱۸۴۵ء

۳۴- حدائق الحنفیہ، فقیر محمد جہلمی — لکھنؤ ۱۹۰۶ء

۳۵- حیات حافظ رحمت خاں، سید الطاف علی بریلوی — بدایوں ۱۹۳۳ء

۳۶- خزانۂ عامرہ ، غلام علی آزاد بلگرامی کان پور ۱۸۷۱ء

۳۷- خلاصۃ التواریخ ، سجان رائے بھنڈاری (مرتبہ ظفر حسن)
دہلی ۱۹۱۸ء

۳۸- دربار اکبری ، شمس العلما محمد حسین آزاد لاہور ۱۹۳۷ء

۳۹- دربار اکبری ، شمس العلما محمد حسین آزاد لاہور ۱۹۴۷ء

۴۰- ذخیرۃ الخوانین ، شیخ فرید بھکری (مرتبہ ڈاکٹر معین الحق)
کراچی ۱۹۶۱ء

۴۱- ذکر المعارف ، شوکت حسین الہ آباد ۱۳۴۲ھ

۴۲- راحت افزا ، سید محمد علی (مرتبہ خورشید علی)
حیدر آباد دکن ۱۹۴۷ء

۴۳- روز روشن ، مظفر حسین بھوپال ۱۲۹۷ھ

۴۴- رہبائے قلعۂ دہلی ، ظفر حسن دہلی ۱۹۲۰ء

۴۵- سبحۃ المرجان ، غلام علی آزاد بلگرامی بمبئی ۱۳۰۳ء

۴۶- سرو آزاد ، غلام علی بلگرامی آگرہ ۱۹۱۰ء

۴۷- سفر نامہ ، مفتی احمد یار خاں (گجرات) لاہور ۱۹۶۱ء

۴۸- شجرہ نجیب الدولہ ، (مرتبہ عزیز احمد خاں) راولپنڈی ۱۹۴۸ء

۴۹- شروانی نامہ ، عباس خاں سروانی علی گڑھ ۱۹۵۳ء

۵۰- طبقات اکبری ، خواجہ نظام الدین ہروی کلکتہ ۱۹۳۱ء

۵۱- عالم گیر نامہ ، محمد کاظم (بہ تصحیح خادم حسین) کلکتہ ۱۸۶۸ء

۵۲- عبرت (ماہنامہ) ، اڈیٹر مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی
نجیب آباد ۱۹۱۶ء

۵۳- عقد ثریا ، غلام ہمدانی مصحفی (بہ تصحیح مولوی عبدالحق)
اورنگ آباد فروری تا مئی ۱۹۳۴ء

۵۴- عمل صالح ، محمد صالح کمبوہ (بہ تصحیح ڈاکٹر غلام یزدانی)
کلکتہ ۱۹۳۵ء

۵۵- عہد بنگش کی سیاسی ، علمی و ثقافتی تاریخ ، مفتی ولی اللہ فرخ آبادی
(مرتبہ محمد ایوب قادری) کراچی ۱۹۶۵ء

ت

۵۶- فال آف دی مغل امپائر ، سر جادو ناتھ سرکار کلکتہ ۱۹٦۴ء

۵۷- فرحت الناظرین (اقتباس) ، محمد اسلم سپروری
اورینٹل کالج میگزین لاہور اگست ۱۹۲۸ء

۵۸- قانون ہمایونی ، خواند میر (مرتبہ مولوی ہدایت حسین)
کلکتہ ۱۹۴۰ء

۵۹- کاسف الاستار (قلمی) ، شاہ حمزہ مارہروی
(مملوکہ محمد ایوب قادری کراچی)

٦۰- کلمات الشعرا ، محمد افضل سرخوش (بہ تصحیح صادق علی دلاوری)
لاہور ۱۹۴۲ء

٦۱- کنز التاریخ ، محمد رضی الدین بسمل بدایوں ۱۹۰۷ء

٦۲- گلستان رحمت (قلمی) ، محمد مستجاب خاں
(مملوکہ محمد ایوب قادری کراچی)

٦۳- لاہور کی کہانی آثار کی زبانی ، ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی
کتب خانہ نورس لاہور

٦۴- مآثرالامرا (جلد اول) صمصام الدولہ شاہ نواز خاں
اُردو ترجمہ از محمد ایوب قادری ، مرکزی اُردو بورڈ لاہور ۱۹٦۸ء

٦۵- مآثرالامرا (جلد دوم) صمصام الدولہ شاہ نواز خاں
اُردو ترجمہ از محمد ایوب قادری ، مرکزی اُردو بورڈ لاہور ۱۹٦۹ء

٦٦- مآثرالامرا (جلد اول و دوم) صمصام الدولہ شاہ نواز خاں
کلکتہ ۱۸۸۸-۹۰ء

٦۷- مآثر عالم گیری ، محمد ساقی مستعد خاں (بہ تصحیح آغا احمد علی)
کلکتہ ۱۸۷۱ء

٦۸- مآثرالکرام (دفتر اول) ، غلام علی آزاد بلگرامی
حیدر آباد دکن ۱۹۱۰ء

٦۹- مجالس المؤمنین ، قاضی نور اللہ شوستری تہران ۱۳۷۵ء

۷۰- مجاہد معمار ، محمد سلیم — کراچی ۱۹۵۲ء
۷۱- محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن (دو جلد)
مولوی عبدالجبار خاں ملکاپوری حیدر آباد دکن ۱۳۲۹ھ
۷۲- محمد خانی تاریخ (قلمی) ، حسام الدین گوالیاری
(مملوکہ محمد ایوب قادری کراچی)
۷۳- مخدوم جہانیاں جہاں گشت ، محمد ایوب قادری
ادارہ تحقیق و تصنیف کراچی ۱۹۶۳ء
۷۴- مرقع اکبر آباد ، محمد سعید احمد مارہروی — آگرہ ۱۹۳۱ء
۷۵- مرقع یوسفی ، (مع مقدمہ محمد ایوب قادری)
مکتبہ معاویہ کراچی ۱۹۶۷ء
۷۶- مظہر شاہجہانی ، یوسف میرک (مرتبہ پیر حسام الدین راشدی)
کراچی ۱۹۶۲ء
۷۷- مقالات احسانی ، مولانا مناظر احسن گیلانی — کراچی ۱۹۵۹ء
۷۸- مقالات ، حافظ محمود شیرانی (مرتبہ مظہر محمود شیرانی)
لاہور ۱۹۶۶ء
۷۹- مقالات الشعرا ، میر علی شیر قانع تتوی (مرتبہ پیر حسام الدین راشدی)
کراچی ۱۹۵۷ء
۸۰- مقالات یوم عالم گیر ، مرتبہ محمد ایوب قادری — کراچی ۱۹۶۰ء
۸۱- منتخب التواریخ ، ملا عبدالقادر بدایونی
(ترجمہ مولوی احتشام الدین مراد آبادی) لکھنؤ ۱۸۷۴ء
۸۲- منتخب التواریخ (سہ جلد) ملا عبدالقادر بدایونی — کلکتہ ۶۹-۱۸۶۵ء
۸۳- منتخب اللباب (جلد اول و دوم) ، محمد ہاشم خافی خاں
کلکتہ ۷۴-۱۸۶۹ء
۸۴- میر محمد مومن ، محی الدین قادری زور — حیدر آباد دکن ۱۹۴۱ء
۸۵- نجیب التواریخ (قلمی) ، مرزا نصیر الدین
(مملوکہ محمد ایوب قادری ، کراچی)

۸۶- نزہۃ الخواطر (جلد ششم) حکیم عبدالحئی لکھنوی

دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن

۸۷- نقوش ، لاہور نمبر ، ایڈیٹر محمد طفیل لاہور ۱۹۶۲ء

۸۸- نگار ، (ماہنامہ) ایڈیٹر اکبر علی رام پور اگست ۱۹۶۳ء

۸۹- نگارستان فارس ، محمد حسین آزاد لاہور ۱۹۲۳ء

۹۰- نواب فرید ، سلطان حیدر جوش بدایون ۱۹۱۷ء

۹۱- واقعات دارالحکومت دہلی ، بشیر الدین آگرہ ۱۹۱۹ء

۹۲- ہسٹری آف اورنگ زیب (۵ جلد) ، سر جادو ناتھ سرکار کلکتہ ۱۹۵۲ء

۹۳- ہسٹری آف بنگال ، چارلس اسٹیوارٹ کلکتہ ۱۹۱۰ء

۹۴- ہسٹری آف جہانگیر ، بنی پرشاد الہ آباد ۱۹۴۰ء

۹۵- ہسٹری آف شاہجہاں ، بنارسی پرشاد سکسینہ الہ آباد ۱۹۵۸ء

۹۶- ہمایوں ، بزمی

۹۷- یادگار مراد علی ، مولوی مراد علی

مطبع چراغ راجستھان اجمیر ۱۳۱۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ف

۱

فرحت خاں

اس کا نام مہتر مکئی تھا اور وہ ہمایوں بادشاہ کے خاصہ خیل (خدام خاص) میں سے تھا۔ مرزا کامراں کی لڑائی میں نفاق سرشت امرا سازش کر کے اس (مرزا کامراں) سے مل گئے اور بیگ بابا کولابی نے پیچھے سے آ کر ہمایوں پر تلوار ماری۔ اگرچہ تلوار خطا کر گئی مگر فرحت خاں وہاں پہنچ گیا اور اس نے ایک ہی حملے میں اس (بیگ بابا) کو بھگا دیا۔

جس زمانے میں ہمایوں بادشاہ، سکندر سور سے جنگ کرنے کے ارادے سے لاہور سے سرہند کی طرف روانہ ہوا تو اس (فرحت خاں) کو لاہور کا شقدار مقرر کیا۔ جب شاہ ابوالمعالی اس صوبے پر مقرر ہوا تو اس نے اس (فرحت خاں) کو (ہمایونی) حکم کے بغیر تبدیل کر کے اپنے آدمیوں کو اس کام پر مقرر کر دیا۔ اس کے بعد جب شاہزادہ محمد اکبر اس صوبے کی طرف روانہ ہوا تو خانِ مذکور نے خود کو شہزادے کی خدمت میں پہنچایا اور آفریں کا مستحق ٹھہرا۔ اکبر بادشاہ کی سلطنت کے زمانے میں [۱] وہ

قصبہ کوراہ[۱] کی اقطاع داری (جاگیرداری) پر مقرر ہوا ، اور جب بادشاہ (اکبر) پورب کے علاقے سے واپس ہوا تو اس نے اس (فرحت خاں) کی ضیافت منظور کر لی اور اس کے گھر کو اپنی تشریف آوری سے عزت بخشی۔

محمد حسین مرزا کی لڑائی میں کہ جو احمد آباد کے متصل ہوئی ، اس نے اچھی خدمات انجام دیں ۔ جب مرزا (محمد حسین) گرفتار ہو گیا اور اس نے پینے کے لیے پانی مانگا تو فرحت خاں نے نہایت طیش میں آ کر اپنے دونوں ہاتھ مرزا کے سر پر مارے اور کہا کہ کون سے آئین کی رو سے یہ بات جائز ہے کہ تجھ جیسے باغی کو پانی دیا جائے ؟ بادشاہ نے اس بات پر اعتراض کیا اور آب خاصہ طلب کر کے مرزا کے پینے کے لیے دیا ۔

انیسویں سال جلوس اکبری میں وہ (فرحت خاں) ایک جماعت کے ساتھ رہتاس کے قلعے کو فتح کرنے کے لیے مقرر ہوا ۔ یہ ایک ایسا قلعہ ہے کہ جو استحکام اور مضبوطی میں بے نظیر ہے ۔ پہاڑی کے اوپر کچھ دیہات آباد ہیں اور بہت سے میٹھے چشمے ہیں ۔ ان سے اس قدر چورا ؟ مہیا ہو جاتی ہے کہ جو وہاں (قلعے) کے محافظوں کے لیے کافی ہوتی ہے ۔ جب وہ محاصرے میں مشغول ہوا اور چند روز گزرے تھے کہ فرمان شاہی مظفر خاں کے نام ان فتنہ پرداز افغانوں کی تنبیہ کی غرض سے صادر ہوا کہ جو صوبہ بہار میں ہنگامہ آرائی کرتے تھے ۔ اس مہم (رہتاس) میں مظفر خاں کو اس کی غرور سکی کی وجہ سے فرحت خاں کی تعیناتی میں رکھا گیا تھا ۔ جب اس علاقے (بہار) کے افغانوں سے مظفر خاں کی جنگ ہوئی تو فرحت خاں بائیں طرف کی فوج کا سردار تھا ۔

جب راجا گج پتی نے قصبہ آرہ کے قرب و جوار میں [۲] کہ جو اس (فرحت خاں) کی جا گیر میں تھا ، شورش برپا کی تو اس (فرحت خاں) نے مقابلہ مناسب نہ سمجھا اور وہ قلعہ بند ہوگیا ۔ جب اس کے بیٹے فرہنگ خاں نے باپ کی محصوری کی خبر سنی تو وہ باپ کی مدد کے لیے آیا ۔ میدان جنگ

۱۔ یہ مقام کوڑا ہے جو الہ آباد کے ضلع میں واقع ہے ۔ ملاحظہ ہو امپیریل گزیٹیر ، جلد چہاردہم ، ص ۲۱۶ ۔ (ب)

میں چانک دست تلوار چلانے والوں نے اس کے گھوڑے کو بے کار کر دیا ۔ اس نے پیادہ ہو کر دادِ مردانگی دی اور ملکِ عدم کی راہ لی ۔

فرحت خاں کو جب یہ دل گداز واقعہ معلوم ہوا تو محبتِ پدری نے اس کے دل میں جوش مارا ۔ وہ قلعے سے باہر آیا اور وفا داروں کی طرح اس نے اپنی جان نچھاور کر دی ۔ یہ واقعہ اکیسویں سال جلوس اکبری مطابق ۹۸۴ھ (۷۷ - ۱۵۷۶ع) میں ہوا ۔

۲

فتح خاں

مشہور ملک عنبر حبشی کا لڑکا ہے ۔ وہ اپنے باپ کی زندگی ہی میں مردانگی ، شجاعت ، بخشش اور سخاوت کے لیے مشہور ہو گیا ۔ اپنے باپ کے مرنے کے بعد وہ نظام شاہی خاندان کا ناظم و مختار بن گیا اور اس نے مرتضیٰ نظام شاہ ثانی کے ہاتھ میں بالکل اختیار نہ چھوڑا ۔ اس (مرتضیٰ نظام شاہ) نے مجبوراً لوگوں کی ترغیب و تحریک سے ہنگامہ بپا کر دیا اور فتح خاں کو قید کر کے جنیر بھیج دیا ۔

کہتے ہیں کہ اس نے ایک منہاری کی مدد سے زنجیر کو کاٹا اور اپنی ہمت سے آزاد ہو گیا ۔ اپنی فوج میں آ گیا اور احمد نگر کی طرف نکل گیا ۔ نظام شاہ نے ایک فوج بھیج دی ۔ اتفاق سے لڑائی میں زخمی ہو کر وہ گرفتار ہو گیا اور دولت آباد میں قید کر دیا گیا ۔ نظام شاہ [۳] کو کچھ مدت کے بعد اندازہ ہوا کہ ترک غلام مقرب خاں کہ جس کو اس (فتح خاں) کی بجائے میر شمشیر اور سپہ سالار لشکر بنایا تھا اور حمید خاں حبشی وکیل السلطنت ، دونوں جیسے کہ ان کو اپنے کام انجام دینے چاہییں ویسے نہیں دے رہے ہیں ۔ (پس نظام شاہ نے) فتح خاں کو بدستور سابق وکیل اور سپہ سالار مقرر کر دیا ۔

کہتے ہیں کہ اس مرتبہ فتح خاں نے اپنی بہن کے توسط سے کہ جو

نظام شاہ کی ماں تھی رہائی پائی ۔ وہ سپاہیانہ انداز سے رہتا تھا ۔ حمید خاں
کے مرنے کے بعد مدارالمہامی بھی اس کو مل گئی ۔

بالآخر وہ سابقہ حالات سے متنبہ ہوا ، عمری حبشیوں کی تربیت
میں مشغول ہوا ، اور ان کو اپنا یار و مددگار بنایا ۔ جب اسے یہ معلوم ہوا
کہ قید سے اس کی رہائی اضطراری (ضرورت کی وجہ سے) تھی اور جب وہ
دھوکے باز (نظام شاہ) مضبوط ہو جائے گا تو پھر اسے (فتح خاں کو) قید
کر دے گا ۔ لہٰذا اس نے پہل کر کے ۱۰۴۱ھ (۱۶۳۲ء) میں نظام شاہ
کے پاگل ہونے کی شہرت دے دی اور جس طرح اس کے باپ (ملک عنبر)
کو نظر بند کر دیا گیا تھا اسی طرح اس کو قید کر دیا اور بیس پچیس
معتبر قدیم امیروں کو ختم کر دیا اور اس نے شاہجہاں بادشاہ کے حضور میں
عرض داشت بھیجی کہ چونکہ نظام شاہ کوتاہ بینی اور بد سگالی کی وجہ
سے (شاہی) ملازموں کی خلاف ورزی کرتا تھا اس لیے میں نے اس کو قید
کر لیا ۔ اس کے جواب میں فرمان بھیجا کہ اگر یہ بات صحیح ہے تو اس
(نظام شاہ) کے وجود بے سود سے دنیا کو پاک کر دینا چاہیے ۔ فتح خاں
نے اس (نظام شاہ) کو پوشیدہ طور سے ختم کر دیا[1] اور مشہور کر دیا کہ
وہ طبعی موت سے مر گیا اور اس کے [۴] دس سالہ لڑکے حسین کو اس کا
جانشین بنا دیا ۔

جب اس نے دوبارہ حقیقت حال (بادشاہ شاہجہاں کو) لکھی تو
شاہجہاں نے نظام شاہ کے ہاتھی ، نفیس جواہر اور مرصع آلات طلب کیے ۔
اس (فتح خاں) نے اطاعت اور فرماں برداری کے باوجود پیش کش کے
بھیجنے میں سستی برتی ، لہٰذا پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں برہان پور سے
وزیر خاں دولت آباد کی تسخیر کے لیے روانہ ہوا ۔ فتح خاں نے نہایت
عجلت سے اپنے بڑے لڑکے عبدالرسول کو جواہر اور ہاتھیوں کے ساتھ کہ

---

۱ - ملاحظہ ہو خافی خاں ، جلد اول ، ص ۴۶۱ - (ق)

جن کی مجموعی قیمت آٹھ لاکھ روپے تھی ، بطور پیش کش بھیج دیا[1] ۔ جعفر خان نے اس کا استقبال کیا اور اس کو بادشاہ کے حضور میں لایا اور اس طرح سے وہ بادشاہ کے غضب و غصہ سے محفوظ رہا ۔

چوں کہ فتح خان نے حکومت کی مہم میں بغیر کسی شریک و سہیم کے استقلال بہم پہنچا لیا ، لہٰذا عادل شاہ بیجاپوری نے چاہا کہ اس کو درمیان سے ہٹا کر دولت آباد پر قبضہ کر لے ۔ اس نے فرہاد خان کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ متعین کر دیا ۔ فتح خان نے دکن کے ناظم مہابت خان کو لکھا کہ میرے باپ کی وصیت یہ ہے کہ بیجا پور کی عظیم حکومت کے مقابلے میں سلاطین تیموریہ کی درگاہ کی خاکروبی بہتر ہے ، لہٰذا عادل شاہیوں کے آنے سے پہلے خود کو پہنچائیے ۔ چنانچہ اس کا ذکر مہابت خان کے احوال میں مفصل آیا ہے ۔

خان مذکور مہابت خان کے برہان پور سے پہنچنے کے بعد فتح خان کہ جس کے قول و فعل لائق اعتماد نہ تھے ، سرداران بیجاپور کی چاپلوسی سے اپنی بات پر قائم نہ رہا اور (مہابت نے) اسے محصور کر لیا ۔ رسد ختم ہونے کی وجہ سے وہ تھوڑی ہی مدت میں عاجز آ گیا اور عہد و پیمان کے ذریعے [د] قلعہ سپرد کر دیا ۔ وہ نظام الملک کے لڑکے اور اس خاندان کے دوسرے متعلقین کے ہمراہ کہ ایک سو سنتالیس (۱۴۷) سال تک اس علاقے کی حکومت ان سے متعلق رہی تھی ، مہابت کے ساتھ روانہ ہوا ، خان مذکور (مہابت خان) نے بغیر کسی سبب کے اپنا عہد توڑ دیا اور ظفر نگر میں فتح خان کو قید کر دیا اور اس کے مال و اسباب کو ضبط کر لیا ۔ (بادشاہ کے) حسب الحکم ، اسلام خان ، گجرات کی صوبیداری سے تبدیل ہو کر برہان پور آیا اور اس نے اس برباد خانوادے کو بادشاہ کے حضور میں پہنچایا ۔ نظام الملک گوالیار میں قید کر دیا گیا ۔

فتح خان نوازش کا مستحق ٹھہرا ۔ ابھی عمدہ منصب کی تجویز زیر غور

۱۔ خافی خان لکھتا ہے کہ تیس ہاتھی ، نو گھوڑے اور آٹھ لاکھ روپے کے جواہر بھیجے ، خافی خان جلد اول ص ۴۶۷ ۔ (ق)

تھی ، شاید اس زخم کی وجہ سے کہ جو اس کے سر پر لگا تھا دماغ میں کچھ خلل پیدا ہو گیا ۔ اس سے نامناسب حرکت عمل میں آئیں اور وہ نظر سے گر گیا ۔ لیکن اس کے مال (کی ضبطی) مسترد کر دی اور (اس کے لیے) دو لاکھ روپیہ سالانہ مقرر ہوا ۔ لاہور میں گوشہ نشین ہو گیا اور ایک مدت تک فراغت و آسودگی سے زندگی گزاری ۔ یہاں تک کہ طبعی موت سے مر گیا ۔ کہتے ہیں کہ وہ عرب کے لوگوں کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتا تھا اور ان کو روپیہ دیتا تھا ۔

اس کا بھائی چنگیز اس سے دو سال پہلے (سابق) ملازمت میں پہنچ گیا تھا ؛ اسے دو ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب اور منصور خاں کا خطاب مرحمت ہوا اور اس کے اکثر عزیز و اقارب عمدہ مناصب پر سرفراز ہوئے ۔

چونکہ ملک عنبر نے بادشاہی نوکری اختیار نہیں کی تھی لہٰذا اس کا حال اس کتاب میں مذکور نہیں ہوا لیکن چونکہ وہ [۶] مردان کار اور جوانان روزگار سے تھا لہٰذا ضمناً اس کا مختصر سا حال لکھنا ضروری سمجھا گیا ۔

وہ بیجا پوری غلام ہے ۔ چند بہادر اور شجاع حبشیوں کے ساتھ وہ نظام شاہی ملازمون میں داخل ہوا ۔ اور اپنی بہادری اور کارگزاری کی بنا پر امتیاز حاصل کیا ۔ چونکہ ملکہ چاند سلطان ۱۰۰۹ھ (جولائی ۱۶۰۰ع) میں بعض کوتاہ اندیش دکنیوں کی سازش کی تلوار سے قتل ہوئی اور قلعہ احمد نگر جبراً قہراً اکبر بادشاہ کے قبضے میں پہنچ گیا ، بہادر نظام شاہ گرفتار کرکے گوالیار کے قلعے میں قید کر دیا گیا ، نظام شاہی سلطنت کے حالات کہ جو برہان شاہ کے زمانے سے خراب ہو رہے تھے ، پورے طور سے بگڑ گئے اور اس خانوادے میں کوئی امیر صاحب اثر و رسوخ نہ رہا ۔

ملک عنبر اور راجو میاں دکنی نے استقلال کا جھنڈا بلند کیا ۔ پہلے (ملک عنبر) نے تلنگ کی سرحد سے ، احمد نگر سے چار کوس تک اور دولت آباد سے آٹھ کوس تک (کا علاقہ) اپنے قبضے میں کیا اور دوسرے (راجو میاں) نے شمالی دولت آباد سے گجرات کی سرحد تک اور جنوب میں احمد نگر سے چھ کوس تک (کا علاقہ) حاصل کر لیا اور انھوں (ملک عنبر

و راجو میاں) نے مرتضیٰ نظام شاہ ثانی ولد شاہ علی کو قلعہ اوسا اور چند گاؤں اخراجات کے لیے چھوڑ دیے ۔

چونکہ ان دونوں سرداروں (ملک عنبر و راجو میاں) میں سے ہر ایک چاہتا تھا کہ ایک دوسرے کا ملک چھین لے لہذا ہمیشہ ایک دوسرے کے درمیان لڑائی کی آگ بھڑکتی رہتی تھی ۔ ۱۰۱۰ھ (۲-۱۶۰۱ء) [۷] میں نانڈیر کے مضافات میں ملک عنبر اور میرزا ایرج پسر خانخاناں عبدالرحیم کے درمیان ایک سخت جنگ رونما ہوئی ۔ لوگ ملک عنبر کو میدان جنگ سے زخمی اٹھا کر لے گئے ۔ خانخاناں نے جو اس کے عزائم سے واقف تھا موقع پا کر صلح کے لیے تیار ہو گیا ۔ ملک عنبر نے بھی غنیمت سمجھا اور ملاقات کی اور وفاداری و دوستی کے عہد و پیمان مضبوط کیے ۔

چونکہ راجو اکثر غالب رہتا تھا ، اس موقع پر ملک عنبر نے خانخاناں کی مدد سے اس کو ہرا کر مرتضیٰ نظام کو اپنے اختیار میں لے آیا اور جنیر میں اس کو رکھا ۔ اس کے بعد ایک فوج راجو کے لیے بھیج دی کہ جس نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس کا علاقہ بھی چھین لیا ۔

جب (شمالی) ہندوستان میں شہزادہ سلطان سلیم کے دعویٰ سلطنت ، اکبر بادشاہ کے انتقال اور سلطان خسرو کی بغاوت اختیار کرنے کے واقعات تھوڑے سے وقفے کے ساتھ وقوع پذیر ہوئے تو ملک عنبر نے نہایت اطمینان خاطر کے ساتھ اپنی شان و شوکت کو بہت بڑھایا اور خوب فوج اکٹھی کر لی اور بہت سے بادشاہی محالات پر قبضہ کر لیا ۔ خانخاناں اقتضائے وقت کی بنا پر طرح دے گیا ۔ جب جہانگیر بادشاہ کی سلطنت کو استقلال نصیب ہو گیا تو ایک بڑی فوج (ملک عنبر پر) تعینات ہوئی ۔ ملک عنبر جو کبھی غالب اور کبھی مغلوب ہوتا تھا ، مقابلے سے دست کش نہیں ہوتا تھا ۔ اس کے بعد شاہزادہ ولی عہد شاہجہاں دو مرتبہ دکن پر مقرر ہوا تو اس علاقے کے تمام حکام نے اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا ۔ ملک عنبر نے [۸] بھی مقبوضہ علاقے کے علاوہ کچھ زیادہ ہی شاہی وکیل کے سپرد کر دیا اور آخر تک اطاعت و فرمانبرداری میں ثابت قدم رہا ۔

عادل شاہیوں اور قطب شاہیوں کے ساتھ وہ ہمیشہ جھگڑوں میں مشغول

رہتا تھا اور دو مرتبہ ان پر غالب آیا اور بطور خراج رقم لیتا تھا ۔
۱۰۳۵ھ (۱۶۲۶ء) میں اسّی (۸۰) سال کی عمر میں طبعی موت مر گیا اور دولت آباد کے روضے میں شاہ منتجب الدین زرزبخش اور شاہ راجو قتال کی درگاہ کے درمیان دفن ہوا ۔ (اس کا) ایک بڑا گنبد اور احاطہ ہے ۔ ان تمام انقلابات کے باوجود اب تک ایک گاؤں انعام میں بحال ہے کہ اس کے مزار کے چراغ کے تیل کے خرچ کے لیے روپیہ وہاں سے آتا ہے ۔
(ملک عنبر حبشی) فنون سپہ گری ، سرداری ، قواعد درست اندیشی اور کارگزاری میں بے مثل و بے نظیر تھا ۔ قزاقی طریقہ جنگ میں کہ جس کو دکن کی اصطلاح میں برگی گری کہتے ہیں وہ بہت مہارت رکھتا تھا ۔ اس ملک کے سرکشوں اور بدمعاشوں کو خوب درست رکھتا تھا ۔ رعایا کی بہبود اور ملک کی آباد کاری میں بہت کوشش کرتا تھا ۔ اس بنا ، اور ہنگامے کے باوجود کہ جو ہمیشہ مغل فوج اور دکن (نظام شاہی وغیرہ) کے لشکر کے ساتھ رہتا تھا ، اس نے دولت آباد سے پانچ کوس کے فاصلے پر کھرکی کو کہ جو آج کل خجستہ بنیاد اورنگ آباد کے نام سے موسوم ہے ، تالاب ، باغات اور بڑی بڑی عمارات بنوا کر ایک بڑا شہر بنا دیا ۔
کہتے ہیں کہ خیرات و صدقات ، عدل و انصاف اور مظلوموں کی داد رسی میں [۹] وہ بہت کوشش کرتا تھا ۔ جس قدر ہو سکتا تھا وہ تقویٰ اور نیکی کے طریقے کو اختیار کرتا تھا ۔ کسی شاعر نے اس کی تعریف میں کہا ہے :

بیت

در خدمتِ رسولِ خدا یک بلال رض بود
بعد از ہزار سال ، ملک عنبر ، آمدہ

۳

فدائی خاں

میر ظریف نام ، شاہجہاں بادشاہ کا خدمت گزار ملازم تھا ۔ چوں کہ

شاہجہاں بادشاہ کو گھوڑوں کے جمع کرنے کی طرف بہت توجہ تھی ، اس لیے مشار الیہ کو ایران کے سفیر کے ہمراہ عراق گھوڑے خریدنے کی غرض سے بھیجا ۔ چوں کہ وہ ایک گھوڑا بھی ایسا نہیں لایا کہ جو بادشاہ کی مشکل پسند طبیعت کے لائق ہوتا ، لہذا اس کی تلافی کے لیے اس نے درخواست کی کہ اگر ملک عرب اور علاقہ روم کی طرف اس کو جانے کی اجازت ملے تو وہ سواری خاصہ کے لیے گھوڑے خرید کر لائے اور اپنی اس شرمندگی کو مٹائے ۔ لہذا محبت و خلوص کا ایک خط بیش قیمت مرصع خنجر کے ساتھ اس کے ذریعے قیصر روم کے لیے بھیجا گیا کہ اگر اتفاق سے اس کو سلطان روم کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت پڑے تو اس دستاویز سے وہ اپنا کام نکال لے ۔

دسویں سال جلوس شاہجہانی میں لاہری بندر سے سمندر کے ذریعے وہ حجاز گیا ۔ زیارت حرمین شریفین کے بعد وہ مصر گیا ، وہاں سے موصل پہنچا اور سلطان مراد خان سے کہ جو بغداد کو فتح کرنے کی غرض سے آیا تھا ، ملاقات کی ۔ سلطان نے اعزاز کے ساتھ (شاہجہانی) خط لیا اور ترکی زبان میں پوچھا کہ اس دور و دراز کے سفر کی کیا ضرورت تھی ؟ (فدائی خان) نے سبب بتانے کے بعد مرصع خنجر [۱۰] سلطان کی نذر کیا ۔ سلطان نے خوش ہو کر کہا کہ عظیم‌الشان بادشاہ (شاہجہان) کی طرف سے ایلچی کا آنا اور مرصع خنجر لانا فتح و نصرت کا شگون ہے ۔

دوسرے دن میر طریف نے اپنی طرف سے ہزار پارچے (سلطان مراد کے) حضور میں نذر گزرانے ۔ سلطان نے ہندوستان کے اسلحہ کے بارے میں دریافت کیا ۔ اس کے پاس ایک قیمتی ڈھال تھی ، اس نے کہا کہ اس میں سے تیر اور گولی نہیں گزر سکتی ہے ۔ قیصر نے متعجب ہو کر اپنی پوری قوت کے ساتھ ایک تیر ڈھال پر مارا جو اس میں سے نہ گزر سکا ۔ دس ہزار قروش کہ جو بیس ہزار روپے کے برابر ہوتے ہیں ، اس کو دیے اور کہا کہ بغداد کی مہم کے بعد (تم کو) رخصت کروں گا ، ابھی موصل جا کر اپنی مطلوبہ چیزیں خریدو ۔

اس کے بعد سلطان مراد نے جبراً و قہراً بغداد کے قلعے کو قزلباشوں

کے قبضے سے نکال لیا اور موصل واپس آیا ۔ اس نے میر طریف کو رخصت کیا اور خط (شاہجہاں) کا جواب ارسلان آقا کے ذریعے بھیجا ۔ ایک خوش رفتار عربی گھوڑا مع زین مرصع الماس اور روم کے انداز پر مروارید کی سلی ہوئی عبا بطور تحائف بھیجی ۔ میر ظریف سفیر مذکور (ارسلان آقا) کے ہمراہ بصرہ سے جہاز پر سوار ہو کر ٹھٹھہ پہنچا ۔

تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ لاہور پہنچا ، پھر اکیلا کشمیر کی طرف گیا کہ جہاں بادشاہ ٹھہرا ہوا تھا اور شاہی ملازمت سے مشرف ہوا ۔ اس نے باون (۵۲) گھوڑے جو اس ملک (روم) سے خریدے تھے ان دو گھوڑوں کے ساتھ کہ جن کو روم کے امیر اور بادشاہ (روم) نے سلسلہ دار نے [۱۱] دیا تھا ، بادشاہ (شاہجہاں) کی نظر سے گزرانے ۔ اچھی طرح خدمات انجام دینے کی وجہ سے وہ تحسین و آفرین کا مستحق ٹھہرا ۔ اسے ایک ہزار ذات اور دو سو سوار کا منصب اور 'فدائی خاں' کا خطاب مرحمت ہوا اور ترتیب خاں کی تبدیلی کے بعد وہ آختہ بیگی کی خدمت پر مقرر ہوا اور اسی زمانے میں اسے لاہری بندر کی حکومت ملی ۔

ابھی وہ ترقی کے پہلے ہی زینے پر پہنچا تھا کہ بےمہر زمانے نے اسے ناکامی کا مزہ چکھایا ۔ چودھویں سال جلوس شاہجہانی یعنی ۱۰۵۱ھ کے آغاز (۱۶۴۰ع) میں اس کا پیمانۂ زندگی لبریز ہو گیا[۱] ۔

۴

فدائی خاں

(اس کا نام) مرزا ہدایت‌اللہ (تھا) ۔ وہ چار بھائی تھے کہ ان میں سے ہر ایک اپنی قابلیت اور شجاعت کی بدولت عہد جہانگیری میں صاحب ثروت و حیثیت ہوا اور (حکومت میں) اعتبار حاصل کیا ۔

۱۔ فدائی خاں لاہری بندر میں فوت ہوا ۔ پادشاہ نامہ ، جلد دوم ، ص ۲۲۹ ۔ (ب)

پہلا مرزا محمد تقی تھا کہ جو جہانگیر کے آغاز جلوس ہی میں مہابت خاں کے ہمراہ رانا امر سنگھ کی مہم پر تعینات ہوا - چوں کہ وہ نہایت مغرور اور بد دماغ تھا اور اس کی زبان پر ہمیشہ گالی رہتی تھی کہ جو بہت بری عادت ہے : اس نے لشکر کے لوگوں کے ساتھ بدسلوکی کی ۔ اس لیے ان سب نے اکٹھے ہو کر ہوزماسدل کے مقام پر بر سر عدالت (مرزا کو) مار ڈالا[1] -

دوسرا مرزا عنایت اللہ تھا کہ جو تجربے اور معاملہ فہمی میں مشہور زمانہ تھا اور فن سیاق میں بے مثل ، وہ سلطان پرویز کا دیوان مقرر ہوا [۱۲] -

اس نے تمام کام ضبط و ربط کے ساتھ انجام دیے اور نہایت شان و شوکت حاصل کر لی - لیکن اپنی سخت گیریوں کی وجہ سے سارے جہان کو ناراض کر دیا - اپنی استغنا مزاجی کی وجہ سے وہ کسی سے دبتا نہیں تھا - آخر کار وہ اس مرتبے اور خدمت سے گر گیا -

کہتے ہیں کہ جب اس کا آخری وقت آیا تو وہ سلطان (پرویز) کی خدمت میں پہنچا ، اپنی تقصیر کی معافی اور اولاد کی سفارش چاہی - جب گھر لوٹ کر آیا تو مر گیا -

تیسرا مرزا روح اللہ تھا - بہت خوبصورت جوان ، چوگان بازی میں ممتاز رہتا تھا - صید و شکار کے فن میں اسے ''میر شکاراں'' کہہ سکتے ہیں - جہانگیر بادشاہ کی خدمت میں اسے بہت قرب و اعزاز حاصل تھا -

یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس زمانے میں جہانگیر بادشاہ مانڈو کے قلعے میں ٹھہرا ہوا تھا تو اس نے اس (مرزا روح اللہ) کو ایک بڑی فوج کے ہمراہ ارد گرد کے مفسدوں کی تنبیہ و تادیب کے لیے متعین کیا - جب وہ جیت پور پہنچا تو وہاں کے راجا نے اس کا استقبال کیا ، شہر کے باہر ایک درخت کے نیچے ٹھہرایا اور ضیافت کا انتظام کیا - اچانک ایک کالا

۱- متن میں گشتند چھپ گیا ہے - یہ لفظ کشتند ہونا چاہیے - (ق)

سانپ اس درخت کے پاس سے ظاہر ہوا ۔ مرزا (روح‌اللہ) کی زبان سے نکلا ۔ مار ! مار ! (یعنی سانپ ! سانپ !) اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے سمجھا کہ راجا کے قتل کے لیے حکم دیتا ہے ؛ لہذا اس نے راجا کو زخمی کر دیا ۔ راجا نے یہ حالت دیکھ کر چستی و چالاکی کی اور ایک وار سے مرزا کو ختم کر دیا[1] ۔ بے سردار لشکر بھاگ [۱۳] کھڑا ہوا ۔ راجا نے اس کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا اور کوہستان کی طرف نکل گیا ۔ اس کے بعد اس کے ملک کو بادشاہی لشکر نے روند ڈالا اور اس کو سزا دی ۔

چوتھا مرزا ہدایت‌اللہ ہے کہ جو سب سے چھوٹا ہے ۔ شروع زمانے میں وہ نوارے (بحری بیڑہ) کا میر بحر تھا ۔ مہابت خاں کی وکالت کی وجہ سے مشہور ہوا ۔ بادشاہ کے حضور میں ہمیشہ حاضر رہا اور شاہانہ عنایات سے سرفراز ہوتا اور اس نے بادشاہ کے حضور میں بہت قرب و اعزاز حاصل کیا ۔

چوں کہ مہابت خاں نے اس کی تربیت کی ، اس لیے تھوڑی سی مدت میں وہ امارت کے درجے پر پہنچ گیا لیکن مہابت خاں کی شورش کے موقع پر اس نے نمک حلالی اور فدویت کے تقاضے کی بنا پر سر اور جان دینے سے بھی دریغ نہیں کیا ۔

اس کا بیان یہ ہے کہ جب جہانگیر بادشاہ دریائے جہلم کے کنارے ٹھہرا ہوا تھا اور امرا غفلت اور نا تجربہ کاری سے تمام فوج لے کر پل سے اتر گئے اور شاہی دولت خانہ دریا کے اس طرف رہ گیا تو مہابت خاں نے جو موقع کا منتظر تھا ، ڈھیٹ پن سے اسی وقت شاہی دولت خانے کو اپنی نگرانی میں لے لیا ۔ فدائی خاں نے زمانے کی فتنہ پردازی کا اندازہ کر لیا ۔ چوں کہ پل کو جلا دیا گیا تھا ، لہذا وہ (بادشاہی خدمات کے لیے) خود کو

---

[1] ۔ تزک جہانگیری (ص ۱۹۳ - ۱۹۴) میں روح‌اللہ خاں کی موت کا واقعہ دوسری طرح بیان ہوا ہے اور بارھواں سال جلوس جہانگیری مستنبط ہوتا ہے ۔ (ب)

فدا کرتے ہوئے شاہی دولت خانے کے مقابل دریا میں کود پڑا ۔ اس کے ساتھیوں میں سے کئی ڈوب گئے ، کچھ (شاہی دولت خانے کے) مقابل سے ڈھال کی طرف بہہ گئے اور وہ نیم جاں ہو کر ساحل پر سلامتی کے ساتھ پہنچ گئے۔ وہ خود سات سواروں کے ساتھ آیا [۱۰۴] اور مردانہ ہمتوں کا مظاہرہ کیا ۔ اس کے ساتھیوں میں سے چار آدمی کام آئے ۔ جب اس نے دیکھا کہ کام نہیں بنتا ہے اور دشمن کے ہجوم کی وجہ سے وہ جہانگیر بادشاہ تک نہیں پہنچ سکتا ہے ۔ جیسے ہتھ کا ٹکڑا آہنی دیوار سے ٹکرا کر واپس آتا ہے اسی پھرتی اور چالاکی سے وہ واپس ہوا اور دریا پار کر لیا ۔

دوسرے دن امرا نے نور جہاں کے اتفاق رائے سے اس باغی (مہابت خاں) کے دفعیہ کا ارادہ کیا اور دریا میں کود پڑے لیکن راجپوتوں کے حملوں کی وجہ سے کچھ پیش نہ گئی ۔ فدائی خاں نے حمیت و غیرت کی بنا پر تیر اندازوں کی ایک جماعت کے ساتھ دریا پار کیا اور دشمن کی فوج کے قدم اکھاڑ دیے۔ وہ سلطان شہریار کی قیام گاہ پر پہنچا جہاں بادشاہ (جہانگیر) مقیم تھا ۔ چوں کہ سرا پردے کے اندر سوار اور پیادوں کی بھیڑ تھی لہذا اس نے دروازے پر کھڑے ہو کر تیر اندازی شروع کر دی ۔ چنانچہ تخت شاہی کے نزدیک اس کے تیر پہنچتے تھے ۔ مخلص خاں بادشاہ (جہانگیر) کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنے کو تیر قضا کا نشانہ بنا دیا ، یہاں تک کہ فدائی خاں نے بڑی دیر تک کوشش کی ، اس کا داماد عطاءاللہ اور دو تین منصب دار کام آئے لیکن وہ (فدائی خاں) بادشاہ (جہانگیر) تک نہ پہنچ سکا ۔ وہ رہتاس دوڑا ہوا گیا ۔ اپنے اہل و عیال کو لیا اور جرجھاک بنداہ میں کہ جو کوہ کانگڑہ کے پاس ہے (برائے عافیت) مقیم ہو گیا ۔ چوں کہ پرگنہ مذکور کے زمین دار زر بخش جنوبہ (جنجوعہ؟) سے خلوص کے تعلقات تھے ، اپنے متعلقین کو وہاں چھوڑ کر تنہا [۱۱۵] راہی ہندوستان (شمالی) ہوا ۔

چوں کہ بائیسویں سال جلوس جہانگیری میں بنگالہ کا حاکم مکرم خاں کشتی میں سوار ڈوب گیا لہذا فدائی خاں اس ملک کا حاکم مقرر ہوا اور طے ہوا کہ پانچ لاکھ روپے بادشاہ کی پیش کش کے طور پر اور پانچ

لاکھ روپے بیگم کی نذر کے طور پر کل دس لاکھ روپے شاہی خزانے میں داخل کیے جائیں اور اس وقت سے ، بنگالہ کے حکام کو پیش کش گزراننا معمول بن گیا ۔

شاہجہاں بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد وہ چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں اُسے علم و نقارہ مرحمت ہوا اور اسی سال جون پور کی جاگیر ملی ۔ اس کے بعد گورکھ پور کی فوج داری پر مقرر ہوا ۔

جب بہار کے صوبے دار عبداللہ خان نے پرتاب اجینیہ کی بربادی کا ارادہ کیا تو فدائی خاں اپنی شجاعت کی وجہ سے اس کی مدد کے لیے پہنچا حالانکہ اس کے پاس کوئی حکم نہیں بھیجا تھا ۔ بھوج پور کے فتح کرنے میں بھی کہ جو اس علاقے (حکومت پرتاب اجینیہ) کا صدر مقام تھا ، نہایت کوشش و ہمت سے شریک و مددگار رہا ۔

کہتے ہیں کہ وہ سپاہ دوست تھا ، افغانوں کو نوکر رکھتا تھا ۔ تکبر اور استغنا سے خالی نہ تھا کہ جو ان (تمام) بھائیوں کی طبیعت میں رسا بسا تھا ۔

کہتے ہیں کہ جب وہ بنگالہ سے تبدیل ہو کر بادشاہ کے حضور میں بھیجا تو ایک دنیا نے اس کے خلاف دعویٰ کیا کہ اس نے ان سے بڑی دولت حق و ناحق طور سے حاصل کی ہے ۔ جب لوگوں نے بادشاہ کے حضور میں استغاثہ کیا تو متصدیوں نے اس کو پیغام بھیجا کہ دارالعدالت پہنچے اور [۱۶] جواب دے ۔ اس نے جمدھر ہاتھ میں لے کر کہا کہ ان کا جواب اس جمدھر کی نوک پر ہے ، اور میرا وہاں آنا ایک خیالِ محال ہے : کبھی یہ بات سوچیں بھی نہیں ۔ جب (یہ کیفیت) بادشاہ کے حضور میں عرض کی گئی تو بادشاہ نے چشم پوشی فرمائی اور پہلے سے زیادہ مہربانیاں فرمائیں ۔

تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب طریف خان کو 'فدائی خان' کا خطاب ملا تو اس کو جاں نثار خاں کا خطاب مرحمت ہوا ۔ چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس نے اپنی جاگیر سے دو ہاتھی بادشاہ کے حضور میں بھیجے اور چونکہ اسی سال ظریف فدائی خان کا انتقال ہو گیا تھا

اس لیے وہ اپنے قدیم خطاب (فدائی خاں) سے سرفراز ہوا ۔
پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ جاگیر سے آکر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اسی سال وہ دارا شکوہ کے ہمراہ گیا کہ جو والی ایران کے قندھار پر حملہ آور ہونے کے احتمال کی وجہ سے کابل میں تعینات ہوا تھا ۔ اور (پھر) وہاں سے واپس آنے کے بعد اسے اپنی جاگیر گورکھپور کو جانے کی اجازت ملی ۔
انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ پھر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ جب راجا جگت سنگھ کے مرنے کے بعد قلعہ تارا گڑھ پر قبضہ کرنے کے لیے مرشد قلی خاں کو اشارہ ہوا تو فدائی خاں بھی فوج کے ساتھ [۱۷] اس مہم کو انجام دینے کے لیے متعین ہوا ۔ اگرچہ مرشد قلی خاں نے فدائی خاں کے پہنچنے سے پہلے ہی قلعہ مذکور پر قبضہ کر لیا تھا اور فدائی خاں کے پہنچنے کے بعد قلعہ اس کے حوالے کر دیا اور بادشاہ کے حضور میں فدائی خاں کی عرض داشت پہنچنے کے بعد ، قلعہ (تارا گڑھ) بہادر کنبو کے حوالے ہوگیا ۔ کچھ دنوں کے بعد اسی سال (فدائی خاں) فوت ہو گیا ۔

۵

فاضل خاں

(اس کا نام) آقا افضل اصفہانی ہے ، وہ ولایت سے ہندوستان آیا اور شیخ فرید مرتضیٰ خاں سے وابستہ ہو گیا ۔ شیخ (فرید) نے اس کے فہم و دانش کے مطابق اس کی قدر و منزلت میں اضافہ کیا ، اور ایک لاکھ روپیہ اس کا سالیانہ مقرر کر دیا ۔ بلکہ شیخ (فرید) نے کہ جو ہمت و کرم کا دریا اور قدر شناسی کا منبع تھا ، اکثر لوگوں کو ایک لاکھ روپیہ اور اسی ہزار روپیہ سالیانہ دیا ۔ چنانچہ وہ فاضل خاں مذکور کے بھائی امیر بیگ کو اسی ہزار روپیہ (سالیانہ) دیتا تھا ۔
جب صوبہ پنجاب کی حکومت جہانگیر بادشاہ کے حضور سے شیخ

(فرید) کو تفویض ہوئی تو لاہور کی نائب صوبے داری آقا افضل کو مرحمت ہوئی ۔ مشار الیہ کار شناسی اور معاملہ فہمی کی بنا پر نظامت کے کاموں میں مشغول رہتا تھا ۔ شیخ (فرید) کے مرنے کے بعد وہ صوبہ (پنجاب) اعتمادالدولہ کی جاگیر میں مقرر ہوا ۔ اس نے بھی نیابت (نائب صوبے داری) بدستور سابق مشار الیہ کے لیے تفویض کی ۔ اس کا اعتبار زیادہ سے زیادہ بڑھتا گیا ۔

اس کے بعد وہ شاہزادہ سلطان پرویز کی دیوانی پر [۱۰۸] سرفراز ہوا ۔ اس کے بعد بادشاہ کے حضور سے اسے مناسب منصب اور 'فاضل خان' کا خطاب مرحمت ہوا ۔ جس زمانے میں کہ مہابت خان کی اتالیقی کے ساتھ سلطان پرویز شاہزادہ ولی عہد (شاہجہاں) کے تعاقب پر متعین ہوا تو اس لشکر کی بخشی گری اور واقعہ نویسی مشار الیہ (فاضل خان) کے سپرد ہوئی ۔

بیسویں سال جلوس جہانگیری میں اسے ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کا منصب ، گھوڑا اور ہاتھی مرحمت ہوا اور دکن کی دیوانی بھی ملی ۔ زمانہ سازی کی بنا پر وہ وہاں (دکن) کے صوبے دار خان جہاں لودی کے ساتھ بہت گھلا ملا رہتا تھا اور اس کے مالی و ملکی مشوروں میں بھی شریک رہتا تھا ۔

جب جہانگیر بادشاہ کا انتقال ہو گیا تو شاہجہاں نے کہ جو اس زمانے میں جنیر ، دکن میں مقیم تھا ، جان نثار خاں کو دکن کی صوبداری کی بحالی کے فرمان کے ساتھ خان جہان (لودی) کے پاس بھیجا اور اس راستے سے (شاہجہاں نے) اپنے آنے کا ذکر کیا تھا ۔ فاضل خان نے کہ جس کا بھائی سلطان شہریار کا نوکر تھا ، خان جہان کی رائے کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا کہ دربار کے امرا نے داور بخش کو تخت پر بٹھا دیا ہے اور شہر یار لاہور میں سلطنت کا دعویٰ کر چکا ہے اور فوج کو بہت روپیہ دے رہا ہے ۔ بہت سے عظیم سردار شاہجہاں سے متوہم ہیں کہ شاید تخت نشیں ہونے کے بعد (امرا سے) بدلہ لے ۔ تم قبیلہ و جمعیت کے مالک [۱۰۹] اور شاہی لشکر میں منتخب ہو ، تم تو اس کے نوکر ہونا جو ہندوستان کے تخت سلطنت پر قابض ہو جائے ۔ یہ بات بھی ہے کہ شاہجہاں نے تمہاری اسی سال کی

خدمت کے حقوق کو نسیاً منسیاً کر دیا اور مہابت خان کو جو کل اس کی خدمت میں پہنچا ہے ، تمہارا سپہ سالاری کا خطاب اس کو دے دیا ۔ یہ بات اعیان (خان جہان لودی) پر اس کی دانش اور سنجیدہ مزاجی کے باوجود اثر انداز ہوئی اور اس نے فرمان (شاہی) کا جواب دیے بغیر رخصت کر دیا ۔

شاہجہاں برہان پور کے راستے کو چھوڑ کر گجرات کے راستے سے آگرہ پہنچا ۔ سلطنت کے استقلال ، احکام کے نفاذ اور اہم مہمات کو انجام دینے کے بعد خان جہان اور فاضل خان کو حضور میں طلبی کا فرمان بھیجا گیا ۔ فاضل خان دریائے نربدا کے بندیہ گھاٹ سے جدا ہو کر پہلے ہی روانہ ہو گیا ۔ اس زمانے میں شاہی فوجیں جھجھار سنگھ بندیلہ کی تنبیہ کے لیے متعین ہوئی تھیں اور شاہجہاں بادشاہ بھی گوالیار تک سیر کے جانے سے آیا تھا ، جب خان مذکور (فاضل خان) نوروز پہنچا ، بادشاہ کے حکم کے مطابق اس کو قید کر لیا اور اس کے کارخانے بھی ضبط کر لیے ۔ اس نے کچھ مدت شدید قید میں گزاری ۔

جس زمانے میں کہ خان جہان بھی بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا تو چھ لاکھ روپے کے بدلے اس کی رہائی طے ہوئی ۔ اکثر امرا نے اپنے حال کے مطابق (اس کی) مدد کی ۔ خان جہان نے بھی ایک لاکھ روپیہ دیا ۔ ایک زمانے تک معتوب [۲۰] رہا اور منصب و عزت سے محروم ۔

اس کے بعد صوبہ گجرات میں بڑودہ کی جاگیر پر سرفراز ہوا ۔ نویں سال جلوس شاہجہانی میں جب شاہجہاں بادشاہ دولت آباد سے دارالخلافہ کو واپس ہو رہا تھا تو مشارٌ الیہ (فاضل خان) کو طلبی کا فرمان بھیجا ۔ وہ نہایت عجلت سے روانہ ہوا اور برہان پور کے حدود میں بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا ۔ بادشاہ نے اس کو دوبارہ شاہی عنایات سے سرفراز کیا اور اعتماد خان کا خطاب اور دکن کی دیوانی سے مفتخر فرمایا ۔

پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں بنگالہ کی دیوانی اور وہاں کے ناظم شاہزادہ محمد شجاع کی سرکار سے متعلق ہوا ، اور وہیں پر اکیسویں سال جلوس

شاہجہانی میں انتقال کر گیا۔ وہ ایک ہزار پانسو ذات اور چھ سو سوار کا منصب رکھتا تھا۔ اس کا لڑکا مرزا داراب سن تمیز کو پہنچ چکا تھا اور ہمیشہ بادشاہی خدمت میں مصروف رہتا تھا۔

۶

فیروز خاں خواجہ سرا

جہانگیر بادشاہ کا معتمد تھا۔ بادشاہ (جہانگیر) کے دار آخرت کو سفر کرنے کے بعد جب آصف خاں ابوالحسن نے خسرو کے بیٹے بلاقی کو بادشاہ بنا کر شہریار سے لڑائی کی اور شہریار حواس باختہ ہو کر دارالسلطنت آیا اور محل سرا میں گھس گیا تو خان مذکور (آصف خاں) کے اشارے سے وہ (فیروز خاں) بھی محلات کے اندر چلا گیا اور اس (شہریار) کو تلاش کر کے لایا اور اسے آصف خاں کے سپرد کر دیا۔

شاہجہاں بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں شاہی ملازمت سے سرفراز ہوا، اور اسے دو ہزاری ذات اور پانسو سوار کا منصب جو وہ سابق سے رکھتا تھا [۲۱] ملا۔ دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں تین سو سوار کا اضافہ ہوا اور آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔ بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار دو سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔ اور تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا۔

اٹھارویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ (شاہجہاں) کی بڑی بیٹی بیگم صاحبہ کے جشن صحت کے موقع پر اصل و اضافہ کے بعد وہ تین ہزاری ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔ کیوں کہ شمع کا شعلہ شہزادی کے دامن تک پہنچا تھا کہ جس سے کسی قدر بدن جل گیا اور وہ کچھ مدت تک بستر پر بیمار پڑی رہی۔

اکیسویں سال جلوس شاہجہانی ، ۱۸ رمضان ۱۰۵۷ھ (اکتوبر ۱۶۴۸ء) کو اس کا انتقال ہوا ۔ شاہی محلات کی دیکھ بھال اس کے سپرد تھی ۔ شاہجہاں بادشاہ کے حضور میں اس کو اعتماد اور خصوصیت حاصل تھی ۔ دریائے جہلم کے کنارے اس کا لگایا ہوا باغ خوبی اور آراستگی میں مشہور ہے ۔

۷

فتح جنگ خاں روہیلہ

اس کا باپ زکریا خاں ، عثمان خاں روہیلہ کا بھائی ہے کہ جو مدتوں سے دکن کے کومکیوں (فوجی مدد گاروں) میں شامل تھا اور کم منصب ہونے کے باوجود لوگوں کے دلوں میں اعتبار و اعزاز رکھتا تھا ۔ شاہجہاں بادشاہ کی حکومت کے تیسرے برس میں وہ خاندیس کی فوجداری پر مقرر ہوا ۔ پسندیدہ ضوابط کے اجرا اور روہیلوں کی جمعیت کی نگہداشت [۲۰] کی وجہ سے اس کا نام دنیا میں مشہور ہوا ، اور اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ (عثمان خان) اجل طبعی سے مر گیا ۔ ایک ہزاری ذات اور آٹھ سو سوار کا منصب رکھتا تھا ۔

زکریا خاں بھی شجاعت اور بہادری میں اپنے زمانے میں مشہور تھا ۔ فتح خاں اپنے باپ اور چچا سے بھی آگے بڑھ گیا اور اپنی کوشش اور جوانمردی سے شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں اس نے اپنے چچا (عثمان خاں) کے برابر منصب پایا ۔

چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ خاندیس کے مضاف نوبدا پور کا کہ جو بالاگھاٹ کا کنارہ ہے ، فوجدار مقرر ہوا اور اس کے بعد وہ صوبہ مذکور (خاندیس) کے مضاف جوہرہ کی فوجداری پر سرفراز ہوا اور ایک ہزاری ذات اور آٹھ سو سوار کا منصب ملا ۔

کہتے ہیں کہ مشارٌ الیہ (فتح جنگ) بہت خوش وضع تھا اور قلیل منصب کے باوجود ، امارت میں ممتاز تھا ۔ اس کے مرتبے سے زیادہ اس کی سرکار

میں ساز و سامان تھا ۔ وہ با مروت آدمی تھا اور داد و دہش کرتا تھا ۔ اگرچہ فہم و فہراست سے بیگانہ نہ تھا لیکن نرمی اور خاکساری ایسی برتتا تھا کہ اگر کسی کم حیثیت آدمی سے اس کا سابقہ پڑ جاتا تو وہ اس کے گھر جا کر اس کی اس قدر خوشامد اور چاپلوسی کرتا کہ دوسرے لوگوں کو حیرت ہوتی ۔ وہ قبیلہ نروری میں بے نظیر اور فوج کی سر براہی میں مشہور تھا ۔ بھائی اور جوان بھتیجوں کا خرچ کہ جن میں ہر ایک شجاعت اور مردانگی میں ایک دوسرے سے بڑھا ہوا تھا ، خود برداشت کرتا تھا ۔

بادشاہ زادہ محمد اورنگ زیب بہادر ناظم دکن کی جانب میں وہ عقیدت و خدمت باحسن وجوہ انجام دیتا تھا ۔ [۲۳] اس مہم میں کہ جس میں شاہی عمال نے بدر و کلیان[1] کا قلعہ فتح کیا ، وہ میر ملک حسین کوکہ کے ہمراہ نیلنگہ پر تعینات ہوا ، اور نہایت کوشش و جرأت سے بہت جلد اس پر قبضہ کر لیا ۔

جس زمانے میں کہ شاہزادہ (اورنگ زیب نے) ہندوستان کی حکومت حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو مشار الیہ نے اپنے بھائیوں اور عزیزوں کے ساتھ کمر ہمت باندھی اور شہزادے کے ہم رکاب رہا ۔ دہاں پور سے گزرنے کے بعد اسے 'خان' کا خطاب ملا ۔ مہاراجا جسونت سنگھ کی لڑائی کے بعد اسے 'فتح جنگ خان' کا خطاب ، علم ، نقارہ ، دو ہزار پانسو ذات اور دو ہزار پانسو سوار کا منصب مرحمت ہوا ۔

ان لڑائیوں اور مقابلوں میں کہ جو سلطنت کے دعویداروں کے ساتھ ہوئے ، اس نے اپنے بھائیوں کی ہمراہی میں نہایت بہادری اور کوشش کا مظاہرہ کیا اور جنگ کھجوہ کے بعد وہ معظم خان خانخاناں کے ہمراہ شجاع کے تعاقب میں متعین ہوا ، اور اس سپہ سالار (معظم خان) کی ہراولی میں اس نے نمایاں کارنامے اور مناسب کارگزاریاں دکھائیں ۔

---

۱ ۔ شاید یہ بیدر اور کلیان کے قلعے ہوں اور یہ واقعہ اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں واقع ہوا ۔ ایلیٹ ، جلد ہفتم ، ص ۱۲۴ ۔ (ب)

سال جلوس (عالم گیری) کے آخر میں خانخاناں (معظم خان) اکبر نگر سے سوتی کی طرف کہ جو اکبر نگر سے چودہ کوس کے فاصلے پر واقع ہے، گیا[1] اور فتح مند لشکر کے بہادروں کی ایک جماعت کو مشہور لوگوں کے ہمراہ کشتیوں میں بٹھا کر دریا کے اس طرف بھیجا کہ جہاں دشمن کی مور چال تھی[2] ۔ وہ تھوڑا سا گئے ہوں گے کہ لڑائی شروع ہوگئی ۔ [۲۴] دشمن کے بیڑے کی چند جنگی کشتیاں آگے بڑھیں اور دریائی لڑائی شروع ہوگئی ۔ بہت سے بغیر لڑے ہوئے لوٹ آئے ۔ اس کے بھائی حیات بے کہ جس کا خطاب زبردست خاں تھا ، اور جو اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ کشتی میں تھا ، بہت سوں کو مقتول اور زخمی کیا ۔ گولی کا ایک زخم اور تیر کے دو زخم کھا کر لڑائی لڑتا ہوا وہ (زبردست خاں) دشمن کی جنگی کشتیوں سے بچ کر نکل آیا ۔ خاں مذکور (فتح جنگ) کے بھائی شہباز اور شریف اور بھتیجے رستم اور رسول اپنے اقربا اور ماتحتوں کی ایک جماعت کے ساتھ دوسری کشتی میں تھے ، وہ لوگ پورے طور سے کشتی سے نہیں اترے تھے کہ دشمن نے لڑائی شروع کر دی ۔ شہباز ہاتھی کے حملے سے مر گیا ۔ رستم اور رسول نے ایک جماعت سے مقابلہ کیا اور مارے گئے ۔ دوسرے زخموں کی وجہ سے کچھ نہ کر سکے اور گرفتار ہو گئے ۔

اس کے بعد جب خانخاناں (معظم خاں) نے مخلص خاں کو اکبر نگر کی فوجداری پر مقرر کیا تو اس (مخلص خاں) کے ساتھ وہاں زبردست خاں اور خاں مذکور (فتح جنگ) کو بھی چھوڑا ۔ شجاع کی مہم انجام پانے کے بعد وہ بنگالہ سے بادشاہ کے حضور میں آیا ۔ چونکہ وہ دکن میں تعیناتی

۱۔ متن میں سولی ہے اور اکبر نگر کی بجائے جہانگیر نگر ہے مگر عالم گیرنامہ (ص ۴۰۶) میں سوتی ہے اور یہ اکبر نگر ہونا چاہیے جہانگیر نگر نہیں ہونا چاہیے۔ نیز دیکھیے ہسٹری آف بنگال مرتبہ اِسٹیوارٹ ، ص ۲۷۱ ۔ (ب)

۲۔ مئی ۱۶۵۹ع کا واقعہ ہے ۔ دیکھیے عالم گیرنامہ ، ص ۵۰۵ ۔ (ب)

چاہتا تھا اس لیے وہاں کا کومکی (فوجی مددگار) مقرر ہو گیا ۔

بیجا پور کی مہم میں وہ مرزا راجا جے سنگھ کے ہمراہ فوج کے بائیں حصے کی سرداری پر مقرر ہوا ۔ جب وہ بیجا پور کے نواح میں پہنچا تو سرزہ خاں مہدوی اور سیدی مسعود نے شاہی علاقوں میں آ کر گڑ بڑ کی ۔ اتفاق سے اس دوران خان مذکور (فتح جنگ) کا بھائی اسکندر کہ جس کا خطاب صلابت خاں تھا ، [۲۵] پرینده سے چار کوس کے فاصلے پر آ گیا تھا تاکہ مرزا راجا (جے سنگھ) کے لشکر میں شامل ہو جائے ۔ شرزہ خاں نے چھ ہزار سواروں کے ساتھ اس پر حملہ کر دیا ۔ مشارٌ الیہ (صلابت خاں) نے سپاہ گری کے حفظ ناموس کی بنا پر راہ فرار مناسب نہ سمجھی اور اپنے ماتحت چالیس سواروں کے ساتھ سر کی بازی لگا کر سرفرازی حاصل کی ۔ اس کے بھائیوں میں سے ہر ایک شجاعت ، ظاہری بہادری ، دلیری اور دلاوری میں یکتا تھا ۔

خاندیس کا پرگنہ جامیرہ[۱] اس کی جاگیر میں تھا اور اس نے وہاں کے اکثر دیہات مقدمی میں لے لیے تھے ۔ اس نے پیپری کو اپنا وطن قرار دیا تھا جو فردا پور سے آٹھ کوس کے فاصلے پر برہان پور کے راستے میں واقع ہے ۔ اس نے اس (پیپری) کی آباد کاری میں بہت کوشش کی ۔ اس کی اولاد وہاں رہتی ہے ۔ عہد عالم گیری کے آخر تک اس کا لڑکا تاج خاں زندہ تھا اور ایک وقار رکھتا تھا ۔ اس کے بعد امتیاز و اختصاص ختم ہو گیا ۔ حالات کی خرابی کی وجہ سے قریب دس سال ہوئے کہ وہ موضع ان کی جاگیر سے نکال لیا گیا مگر بطور زمینداری ان کا دخل ہے ۔ اس کا داماد الهداد خاں قصبہ منگلور شاہ بدرالدین میں سکونت رکھتا ہے اور اس نے اپنی حویلی کے دروازے کو بہت عظمت کے ساتھ بنایا ہے ۔ اس کی اولاد وہاں رہتی ہے ۔

۱۔ اختلاف نسخ میں جامنیاہ دیا ہے جو جامنیر سے زیادہ قریب ہے ۔ (ب)

۸

فاخر خاں

باقر خاں نجم ثانی کا لڑکا ہے - تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں جب کہ بادشاہ دکن میں مقیم تھا [۲۶] وہ اپنے باپ کی طرف سے پیش کش میں مرصع پردلہ[۱] اور کچھ جواہر لے کر آیا - اس کا باپ اڑیسہ کا حاکم تھا - بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ، مناسب منصب سے سرفراز ہوا ، اور باپ کے مرنے کے بعد اس کے منصب میں اضافہ ہوا اور دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر پہنچا - کسی خطا کی وجہ سے کچھ مدت تک بغیر منصب اور جاگیر رہا -

اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اپنے سابقہ منصب پر بحال ہوا - 'خاں' کا خطاب ملا اور نوازش خاں کی تبدیلی کے بعد اسے میر توزکی کا عہدہ ملا - چونکہ اس سے بعض باتیں (شاہی) مرضی کے خلاف صادر ہوئیں لہذا وہ کورنش سے محروم رہا -

ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سلطان دارا شکوہ کے حسب التماس اسے دوبارہ قدیم منصب ملا اور وہ خوش ہوا - سموگڑھ کی جنگ میں وہ دارا شکوہ کی میسرہ (فوج) کا سردار تھا - جب بھگدڑ مچی تو وہ لاہور چلا گیا -

جب عالم گیری سلطنت کا آغاز ہوا تو وہ آگرہ کے نواح میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا - منصب سے معزول ہوا مگر وظیفہ مقرر ہو گیا اور وہ دارالخلافے میں رہنے لگا - تیئیسویں سال جلوس عالم گیری تک وہ زندہ تھا - اس کے بعد وقت موعود پر اس نے دارالبقا کی راہ لی -

اس کا لڑکا افتخار تیسویں سال جلوس شاہجہانی تک سات سو ذات اور ایک سو بیس سوار تک پہنچا - اس کے بعد جب عالم گیر تخت [۲۷]

۱- یہاں پرتلہ' شمشیر سے مراد ہے - (ب)

سلطنت پر جلوہ افروز ہوا تو پانچویں سال جلوس عالم گیری میں اسے مفاخر خاں کا خطاب مرحمت ہوا ۔ اور نویں سال جلوس عالم گیری میں وہ ایک ہزاری ذات اور چار سو پچاس سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ وہ اسد خان کا داماد تھا ۔

۹

فیض اللہ خاں

زاہد خاں کوکہ کا لڑکا ہے ۔ اپنے باپ کی وفات کے وقت دس سال کا تھا ۔ شاہجہاں بادشاہ نے مرتبہ شناسی اور قدر دانی کے اعتبار سے اس کو ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کے منصب پر سرفراز فرمایا ۔ اگرچہ بظاہر اس کی دادی حوری خانم[1] اس کی تربیت کی نگران تھی لیکن حقیقت میں نواب بیگم صاحب کی رعایت خاطر سے شاہانہ عاطفت میں اس کی پرورش ہوتی تھی ۔ چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے 'خاں' کا خطاب ملا اور متواتر اضافوں کے بعد وہ دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں امیرالامرا علی مردان خان کی بیٹی کے ساتھ اس کی شادی ہو گئی ۔ بادشاہ نے از راہ بندہ پروری اور کرم گستری جملۃ الملکی سعد اللہ خاں سے فرمایا کہ موتیوں کا سہرا اس کے سر پر باندھے ۔ اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سر بلند خاں کی بجائے وہ آختہ بیگی کے عہدے پر مقرر ہوا ۔

دارا شکوہ کی شکست کے بعد وہ عالم گیری بارگاہ میں حاضر ہوا ۔ اس کے منصب میں ایک ہزار ذات اور پانسو سوار [۲۸] کا اضافہ ہوا ، اور اسی زمانے میں نوازش خاں کی تبدیلی کے بعد وہ قراول بیگی (میر شکار) کی

۱۔ حوری خانم ، بیگم صاحب (جہاں آرا) کی انا تھی ۔ بادشاہ نامہ ، جلد دوم ، ص ۳۳۴ ۔ (ب)

خدمت پر سرفراز ہوا ۔ اس کے منصب میں پانسو ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہوا ۔ ساتویں سال جلوس عالم گیری میں وہ چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر پہنچا ۔

نویں سال جلوس عالم گیری میں اس نے منصب سے استعفا دے دیا اور گوشہ نشینی اختیار کر لی ۔ اس کے بعد اس نے پھر شاہی خدمت گزاری کا اعزاز حاصل کیا اور قوش بیگی (میر شکار پرندگان) کی خدمت پر سرفراز ہوا ۔

تیرھویں سال جلوس عالم گیری میں سنبھل ، مراد آباد کی فوجداری پر مقرر ہوا ، اور مدتوں اسی خدمت پر رہا ۔ ہر سال بادشاہ کے حضور میں آتا تھا اور گرانقدر شاہی نوازشوں سے سرفراز ہوتا تھا پھر شاہی اجازت کے بعد وہ اپنے تعلقے کو جاتا تھا ۔ عالم گیر بادشاہ کو بھی اس کی خانہ زادگی کے علاوہ اس کے حال پر خاص عنایت اور مخصوص توجہ تھی ۔ وہ بھی بادشاہ سے قرب کی عجیب نسبت اور بیگم صاحب کی خدمت میں (شرف اختصاص) رکھتا تھا ۔

آخر میں اس کو فیل پا کی بیماری ہو گئی تھی ۔ ہاتھی پر سوار ہوتا تھا ۔ جب کبھی حضور میں آتا تھا تو دربار میں نہیں جا سکتا تھا ، سواری پر ہی سے مجرا کر لیا کرتا تھا ۔ چوبیسویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۹۲ھ (۱۶۸۱ء) میں مراد آباد میں فوت ہوا[۱] ۔ نیک اور آزاد منش آدمی تھا ۔ دنیا کے کاموں میں کوئی دل چسپی نہیں رکھتا تھا اور کسی آدمی سے نیاز مندی کے ساتھ نہیں ملتا تھا ۔

اس کی صحبت ، چوپایوں ، درندوں ، جنگلی جانوروں ، پرندوں ، گھاس چرنے والے جانوروں [۲۹] اور عجیب و غریب کیڑے مکوڑوں کے سوا کہ جو دور دور کے شہروں اور بندرگاہوں سے اس کے لیے لائے جاتے

۱۔ فیض اللہ اپنے باپ کے انتقال ۱۰۵۵ھ (۱۶۴۵ء) میں دس سال کا تھا ، لہٰذا انتقال کے وقت اس کی عمر ۴۶ سال ہوئی ۔ (ب)

تھے اور کسی کے ساتھ نہیں ہوتی تھی - کہتے ہیں کہ شاید ہی کوئی وحشی ، پالتو ، مشہور اور غیر مشہور جانور ہو گا کہ جو اس کی سرکار میں موجود نہ ہو - یہاں تک کہ پسو، مچھر ، پتنگا ، (کپڑے کاٹنے والا کیڑا) اور جوں کو لکڑی اور تانبے کے برتنوں میں رکھا جاتا تھا اور پرورش کی جاتی تھی - اس حالت کے باوجود مستحق لوگوں کی مدد کرتا تھا[1] - اس کی کوئی اولاد لائق نہ ہوئی[2] -

۱۰

فتح جنگ خاں میاں

حسین خاں نام (ہے) - عادل شاہیہ کے مشہور امیروں میں سے ہے - اگرچہ مشہور بہلول خاں میانہ سے قرابت قریبہ نہیں رکھتا ہے لیکن بزرگی اور والاحسبی میں بیجا پور کے مشہور لوگوں میں سے ہے - چونکہ عادل شاہی خاندان کے نوکر اپنے بادشاہ کا خیال نہیں رکھتے تھے ، سرکشی کرتے تھے اور ایک دوسرے کی دشمنی میں لگے رہتے تھے اس لیے سلطنت کا کام بگڑ گیا اور دشمن کے حوصلے بڑھ گئے -

عالم گیر بادشاہ جو ایک زمانے سے قطب شاہی اور عادل شاہی حکومتوں کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتا تھا ، جس وقت دکن کی سرزمین میں تشریف فرما ہوا تو اس کا پرانا ارادہ بہت زیادہ پختہ ہو گیا - مشار الیہ (فتح جنگ خاں) نے مآل اندیشی اور عاقبت بینی کی بنا پر الہی قسمت کی رہنمائی اور توفیق سے بادشاہ (عالم گیر) کے حضور میں حاضری کا ارادہ کیا اور [۳۰] چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ اورنگ آباد کے قلعے میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا -

---

۱- دیکھیے مآثر عالم گیری ، ص ۲۱۰ - (ق)

۲- مراد آباد (یو - پی) میں فیض اللہ خاں کے نام پر 'فیض گنج' اور 'فیض بازار' آباد ہیں - (ق)

شاہی حکم کے مطابق آتش خاں روز جہانی عسل خانے (دولت خانے) کے دروازے تک پذیرائی کے لیے گیا اور اشرف خاں میر بخشی چبوترے تک جا کر اس کو لایا ۔ پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب ، علم ، نقارہ ، فتح جنگ خاں کا خطاب اور چالیس ہزار روپے انعام ملے۔ ہم عصروں کو حسد ہوا ۔ اس کے بھائیوں اور عزیزوں میں سے ہر ایک کو خلعت اور مناسب منصب ملے ۔

اسی زمانے میں ایک عجیب اتفاق ہوا[۱] ۔ شاہزادہ اعظم شاہ کو کہ جو اجازت (شاہی) سے بیجا پور جا رہا تھا ، دریائے بھیرا کے کنارے بادشاہ کے حضور میں حاضری کا حکم پہنچا ۔ جس دن کہ وہ شاہزادہ شہر کے مضاف میں پہنچا تو گھوڑے پر سوار آ رہا تھا کہ خاں مذکور (فتح جنگ خاں) کا ہاتھی مستی سے اس (دستہ) فوج پر دوڑ پڑا اور شہزادے کے نزدیک پہنچ گیا ۔ اس نے ایک تیر چھوڑا ، وہ اور نزدیک آ گیا ۔ گھوڑے کی سواری نے بیتابی کی ۔ شاہزادہ گھوڑے سے اتر آیا اور اس نے مقابلہ کیا اور ہاتھی کی سونڈ پر ایک تلوار ماری ۔ اسی دوران میں ہم رکاب آدمیوں نے کہ جو پریشان تھے ، کاری زخموں سے ہاتھی کا کام تمام کر دیا ۔

جب شاہزادہ مذکور (محمد اعظم شاہ) بیجا پور کی مہم پر متعین ہوا تو وہ (فتح جنگ) بھی اس کے ساتھ مقرر ہوا ، اور اس نے وہاں مورچال کی لڑائی میں بہت بہادری دکھائی اور زخم کھا کر سرخ رو ہوا ۔ اس کے بعد رابیری کی قلعہ داری [۳۱] پر مقرر ہوا ۔ ایک مدت تک وہاں رہا اور اس علاقے میں اس نے دوبارہ دشمنوں (مرہٹوں) سے نمایاں مقابلہ کیا ۔ ایک مرتبہ وہ لڑائی میں گرفتار ہو گیا ۔ سنبھا اعزاز کے ساتھ پیش آیا اور اس کو رابیری پہنچا دیا ۔ وہیں وہ فوت ہو گیا ، صالح ۔ عبادت گزار اور اوراد و وظائف میں مشغول رہنے والا شخص تھا ۔

اس کے لڑکوں میں سے کہ اکثر اس کی زندگی ہی میں انتقال کر گئے ،

۱۔ ملاحظہ ہو مآثر عالم گیری ، ص ۲۳۰ ۔ (ق)

قدرت اللہ خاں فوجدار تالی کوٹہ تھا ۔ پچاسویں سال جلوس عالم گیری میں تالی کوٹہ ، صوبیداری بیجاپور کا ضمیمہ ہو کر حسین قلی خاں بہادر کے سپرد ہوا ۔

خان مذکور (قدرت اللہ خاں) مہکر ، بالا گھاٹ برار کی فوجداری پر مقرر ہوا ۔ اس کی عملداری کے زمانے میں دشمن (مرہٹے) اس قصبے پر چڑھ دوڑے اور اسے لوٹ لیا ۔ اس کے بھائیوں میں سے یٰسین خاں کرو کا تھانیدار تھا اور اس ضلع میں فوجداری کے عہدے پر بھی رہا ۔ بہادر شاہ اول کے زمانے میں اس کی بجائے بردل خاں افغان آیا ۔ ان دونوں کی عمل داری میں جھگڑا ہوا ، نوبت جنگ تک پہنچی اور اس میں یٰسین مارا گیا ۔

۱۱

فاضل خاں شیخ مخدوم صدر

اس کی اصل (سہر) ٹھٹہ سے ہے ۔ ابتدا میں محمد اعظم کا منشی تھا اور منشی گری ہی سے ترقی پائی ۔ چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب ابو الفتح خاں والا شاہی کا بھائی قابل خاں میر منشی کسی وجہ سے عتاب میں آ گیا تو اسے شاہی دارالانشا کی خدمت [۳۲] پانسو ذات اور تیس سوار کا منصب ، مرصع دگگڑی ، کمر بند (پٹکا) ، جامہ کم خواب[۱] مرحمت ہوا ۔ شریف خاں کے انتقال کے بعد چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں (دارالانشا کی ذمہ داری کے ساتھ) صدارت کل کا منصب بھی مرحمت ہوا[۱] ۔ اٹھائیسویں سال جلوس عالم گیری میں فاضل خاں کا خطاب ملا اور سنگ یشم کی دوات عنایت ہوئی اور اسے ہم عصروں میں فوقیت

۱۔ مآثر عالم گیری (ص ۱۹۱) میں ہے : ''پانسو ذات ، تین سو سوار کا منصب ، جمدھر سادہ کار ، دو ہزار روپے ، مرصع پگڑی ، تہ بند اور جامہوار و کم خواب کا لباس مرحمت ہوا اور ایک ہزار پانسو کے منصب تک ترقی'' ۔ (ق)

حاصل ہوئی ۔

انتیسویں سال جلوس عالم گیری میں خدمت خاں کی تبدیلی کے بعد (سابقہ ذمہ داریوں کے ساتھ) داروغگئی عرائض کی خدمت بھی سپرد ہوئی ۔ بتیسویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۹۹ھ (۱۶۸۸ء) میں وہ طاعون کے اثر سے فوت ہو گیا کہ جو عالم گیر کے بادشاہی لشکر میں پھیلی ہوئی تھی ۔

۱۲

فدائی خاں محمد صالح

(وہ) اور صفدر خاں محمد جلال الدین ، اعظم خاں کوکہ کے لڑکے تھے ۔ اکیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب اعظم خاں بنگالہ کی نظامت سے معزول ہوا ، اور ڈھاکہ پہنچا تو وہیں اس کا انتقال ہو گیا[1] ۔ بادشاہ (عالم گیر) نے اس کے ہر ایک لڑکے کو خلعت تعزیت بھیجا ۔

پہلا (فدائی خاں محمد صالح) باپ کی زندگی ہی میں مناسب منصب اور 'خاں' کے خطاب سے سرفراز ہو گیا تھا ۔ تیئیسویں سال جلوس عالم گیری میں صلابت خاں کی بجائے وہ فیل خانے کا داروغہ مقرر ہوا ، اور چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں شہاب الدین خاں کی تبدیلی کے بعد احدیوں کا بخشی مقرر ہوا ، اور اٹھائیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ بریلی کی فوجداری اور دیوانی پر مقرر ہوا ۔ اس کے بعد [۳۳] اسے گوالیار کی فوجداری ملی ۔

اڑتیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ اپنے باپ کے سابق خطاب 'فدائی خاں' سے مخاطب ہوا ۔ شائستہ خاں کے انتقال کے بعد اکبر آباد کی فوج داری پر مقرر ہوا ۔ اس کے بعد کچھ دنوں تک بہار کا ناظم رہا ۔

۱۔ ناظم بنگال کی حیثیت سے وہ ڈھاکہ میں رہتا تھا اور شاید وہیں مرا ۔ (ہسٹری آف بنگال ، از اسٹیوارٹ ، (ص ۳۰۲) ، مآثر عالم گیری (ص ۱۶۸) میں ہے کہ وہ بہار جا رہا تھا ۔ (ب)

چوالیسویں سال جلوس عالمگیری میں بربت اور دربھنگہ کی فوج داری ملی اور پھر اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔

دوسرا (صفدر خاں محمد جمال الدین) خان جہان بہادر کوکلتاش کا داماد تھا۔ شروع میں اپنے مناسب منصب اور 'خاں' کا خطاب ملا اور پھر ستائیسویں سال جلوس عالمگیری میں صفدر خاں کا خطاب مرحمت ہوا اور اس کے بعد گوالیار کی فوج داری ملی۔ بتیسویں سال جلوس عالمگیری میں جب اس تعلقہ (گوالیار) کی کسی گڑھی پر اس نے حملہ کیا تو بندوق کی گولی سے اس کا کام تمام ہو گیا۔

۱۳

فاضل خاں برہان الدین

فاضل خاں ملا علاء الملک تونی کا بھتیجا ہے۔ اپنے چچا کے انتقال کے قریب زمانے میں نیا نیا ایران سے آیا تھا۔ اس کے بعد فاضل خاں کا انتقال ہو گیا۔ چونکہ وہ لا ولد تھا اس لیے عالمگیر بادشاہ نے کہ جو گوہر اخلاص کا قدر داں اور جوہر عبودیت کا قیمت سنج تھا، مشار الیہ (فاضل خاں برہان الدین) کو اپنی عنایات سے نوازا، اور خلعت عنایت کر کے سوگواری کے لباس کو ترک کرایا۔ آٹھ سو ذات اور ایک سو پچاس [۳۲] سوار کا منصب مرحمت ہوا۔ وہ اکثر کمالات روحانی سے آراستہ، بہت باوقار، مہذب اور مستقیم الاحوال تھا۔ کارگزاری اور معاملہ فہمی کی صفات سے متصف تھا اور دیانت دار و امین بھی تھا۔ قدر شناس بادشاہ (عالمگیر) نے تھوڑی ہی مدت میں اس کے منصب میں اضافہ کیا اور فاضل کا خطاب مرحمت فرمایا۔

اٹھارویں سال جلوس عالمگیری میں جب قدیمی منشی ابوالفتح قابل خاں والا شاہی کا بھائی محمد شریف منشی، داروغہ ڈاک و دارالانشا بعض تعلقات کی بنا پر 'قابل خاں' کے خطاب سے سرفراز ہوا تو برہان الدین کو

اعتماد خاں کا خطاب ملا ۔ بائیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب بادشاہ (عالم گیر) نے اجمیر کا قصد فرمایا تو وہ دوبارہ دارالخلافہ شاہجہاں آباد کی دیوانی پر مقرر ہوا۔ اس کے بعد دیوانیٔ تن کی خدمت اس کے سپرد ہوئی اور بتیسویں سال جلوس عالم گیری میں کامگار خاں کی بجائے سرکار والا کی خانسامانی کی خدمت اس کے سپرد ہوئی ۔ اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا اور اسے دو ہزاری ذات اور چار سو سوار کا منصب اور (سنگ) یشم کی کلگی مرحمت ہوئی اور اسی سال اسے 'فاضل خاں' کا خطاب ملا ۔ اس کے بعد اس کے منصب میں پانسو سوار کا اور اضافہ ہوا ۔

اڑتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ خانسامانی کی خدمت سے مستعفی ہوا ، اور شائستہ خاں امیرالامرا کے لڑکے ابو نصر خاں کی بجائے صوبۂ کشمیر کا ناظم مقرر ہوا ، اور چوالیسویں سال جلوس عالم گیری میں دربار شاہی سے حکم ہوا کہ شاہزادہ محمد معظم کی نیابت میں [د۳] وہ لاہور کا انتظام سنبھالے ، لیکن مشارٌ الیہ (فاضل خاں برہان الدین) نے اس کو قبول نہ کیا اور حضور میں حاضری کی درخواست کی ۔ حسب طلب جب وہ سفر کرتا ہوا برہان پور پہنچا تو سال مذکور ۱۱۱۲ھ (۱-۰۰-۱۷ء) میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

اس کا لڑکا عبدالرحیم ، اپنے باپ کے مرنے کے بعد ، بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور سینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں شاہی بیوتاتی کے عہدے، خاں کے خطاب اور منصب میں اضافے سے سرفراز ہوا ۔ اور قدر شناس بادشاہ (عالم گیر) نے اپنی زبان سے فرمایا کہ فاضل خاں علاءالملک اور فاضل خاں برہان الدین کے حقوق خدمت ہماری جناب میں بہت ہیں ۔ ہم اس خانہ زاد (عبدالرحیم) کی تربیت فرمائیں گے ۔ اور حقیقت میں وہ جوان (عبدالرحیم) قابلیت اور استعداد کا مالک تھا ۔ اگر اس کی زندگی وفا کرتی تو بہت ترقی کرتا لیکن چند ہی روز میں اس بے چارے نے جوانی و زندگانی کو خیر باد کہہ دیا ۔

جب اس خاندان میں فاضل خاں برہان الدین کے بھتیجے اور داماد ضیاء الدین کے سوا کوئی اور باقی نہ رہا تو بادشاہ نے اس (ضیاءالدین) کو

علاقہ چینا پٹن کی دیوانی سے اپنے حضور میں طلب فرمایا ۔ منصب میں اضافے کے ساتھ 'خان' کا خطاب اور بیوتاتی کی خدمت سپرد کی ۔

سچی بات یہ ہے کہ اخلاص مند قدردان آقاؤں کے حضور میں ، اسلاف کی اچھی خدمات ، اخلاف کے حق میں کیمیا سے کم نہیں [۳۶] ہیں ۔ خان مذکور (ضیاءالدین) بہادر شاہ اول کے زمانے میں بھی کچھ مدت تک شاہی بیوتاتی کے عہدے پر رہا اور اس کے بعد بنگالہ کی دیوانی پر چلا گیا ۔

جب محمد فرخ سیر کے زمانے میں دکن کا ناظم امیرالامرا میر حسین علی خاں بادشاہ کے حضور سے عہدوں کے عزل و نصب کا مختار و مختار ٹھہرا اور دکن پہنچنے کے بعد ہر جگہ اس کا تسلط ہو گیا تو اس نے اپنے متوسلین کو بڑھایا ۔ جو کوئی بادشاہ کے حضور سے مقرر ہو کر آتا تھا اس کو دخل نہیں ملتا تھا ۔ اس بات سے بادشاہ بھی بہت ناراض ہوا ، اور اس بات کی شکایت قطب الملک عبداللہ خاں سے کی گئی ۔ اس نے معذرت تو کی مگر (واقعہ سے) انکار کیا ۔

آخرکار یہ طے پایا کہ دیوان اور بخشی کہ اعلیٰ عہدیدار ہیں ، بادشاہ کے حضور سے مقرر ہوں ۔ اس لیے امانت خاں مرحوم کے پوتے دیانت خاں کی بجائے ضیاءالدین دکن کا دیوان مقرر ہوا ، اور عبدالرحمٰن خاں ابن عبدالرحیم خاں ابن اسلام خاں مشہدی کے انتقال کی وجہ سے ، متوفیٰ مذکور (عبدالرحمٰن) کا بھائی فضل اللہ خاں (دکن کی) بخشی گری پر نامزد ہوا ۔ دونوں ساتھ ساتھ اورنگ آباد پہنچے ۔

امیرالامرا (حسین علی خاں) نے رفع بدنامی اور شہرت عام کی وجہ سے کہ بادشاہ کے مقرر کردہ عہدیداروں کو دخل نہیں دیا جاتا ہے ، ضیاءالدین کو اس کے عہدے پر کام کرنے دیا[1] ۔ اور دوسرے (فضل اللہ خاں)

۱- خافی خاں جلد دوم (ص ۷۹۰) میں ہے کہ وہ بے اختیار و مجبور تھا ۔

کی طرف [۳۷] کہ جو سازش سے خالی نہ تھا ، توجہ بھی نہیں کی ۔ اس کے بعد خان مذکور (ضیاءالدین) امیرالامرا (حسین علی خان) کے ہمراہ دہلی گیا ۔ فرخ سیر کے تخت سلطنت سے معزول ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ بھی بادشاہ سے خط و کتابت رکھتا تھا لہٰذا اس کا اعتبار جاتا رہا اور اسی زمانے میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

۱۴

فضائل خان میر ہادی

بادشاہزادہ محمد اعظم شاہ کے دیوان ، وزیر خان میر حاجی کا بڑا لڑکا ہے ۔ وہ بلند استعداد اور درست حیثیت کا مالک تھا ۔ اس نے فضائل و کمالات شیخ عبدالعزیز اکبر آبادی کی خدمت میں حاصل کیے تھے اور اپنے ہم عصروں کے مقابلے میں شاہزادے کی بارگاہ میں اسے قرب و سرلت حاصل ہوئی ۔

ستائیسویں سال جلوس عالمگیری کے شروع میں جب شاہزادہ محمد اعظم پہلی مرتبہ بیجاپور کی مہم پر متعین ہوا تو کسی وجہ سے میر مذکور (میر ہادی) سے بادشاہ کا مزاج منحرف ہوگیا ۔ آتش خان روز بہانی مقرر ہوا کہ شاہزادے کے لشکر میں جا کر مشار الیہ (میر ہادی) کو لائے ۔ پہلے وہ (ہادی) روح اللہ خان کے حوالے ہوا ، اور پھر صلابت خان کے سپرد ہوا ، اور چھبیسویں سال جلوس عالم گیری کے رمضان میں (شاہی) حکم کے مطابق دولت آباد کے قلعے میں قید کر دیا گیا ۔

اس کے بعد شاہی فرمان کے مطابق وہ اکبر آباد پہنچا اور گوشہ نشین ہو گیا ۔ شاگردوں اور طلبہ کے استعادے میں زندگی گزارنے لگا ۔ یہاں تک کہ اس کی آرزو پوری ہوئی ۔ اس کا سویا ہوا نصیبہ جاگا ۔ زمانہ موافق ہو گیا ۔ وہ اپنی [۳۸] قابلیت و جامعیت کی وجہ سے بادشاہ کے حضور میں طلب ہوا ، اس کا اعتبار و اعزاز بڑھا اور وہ میر منشی گری اور شاہی کتاب خانے کی داروغگی کے عہدے پر سرفراز ہوا ، اور چوالیسویں سال

جلوس عالم گیری میں خدا بندہ خاں کی بجائے منشی گری کے ساتھ شاہی بیوتاتی کی خدمات بھی اس کے سپرد ہوئیں اور اس کے بعد مذکورہ خدمت کے ساتھ ساتھ خانسامانی کی نیابت بھی اس کو مل گئی ۔ سینتالیسویں سال جلوس عالم گیری ۲ ذی قعدہ ۱۱۱۴ھ (۱۳ مارچ ۱۷۰۳ع) کو اِس کا انتقال ہوا ۔

طبیعت کی رسائی اور دنیا کی نادر معلومات کے اعتبار سے وہ یکتائے زمانہ تھا ۔ وہ اپنے بارے میں خود کہا کرتا تھا ، مرد حاضر ہے ، کون سا کام ہے ؟ اور بادشاہ اس کے متعلق فرماتا تھا کہ خانسامانی کی نیابت اس نے اس طرح انجام دی کہ گویا ہمارا گھر روشن کر دیا ۔

جس زمانے میں کہ دارالانشا اس کے سپرد ہوا ، ایک دن اس نے بادشاہ کے حضور میں عرض کیا کہ ہندی زبان اور اس کے رسم الخط میں کسی کلمے کے آخر میں حرف ہا (ہائے مختفی) نہیں آیا ہے اور الف خود اگرچہ ان حروف میں موجود ہے کہ جو اس زبان (ہندی) میں قطعاً متروک ہیں ، مگر اس کے عوض اور عین اور ہمزہ کے بدلے جو حروف کہ وہ رکھتے ہیں اس کو کلمے کے اول ، وسط اور آخر میں لاتے ہیں کہ بارہ اعراب میں سے کہ جن کو انھوں نے وضع کیا ہے اور ان سے مرکب حروف بنائے جاتے ہیں ، ان میں سے ایک کا نام ''کانا'' ہے اور جس کو لفظ کے آخر میں لاتے ہیں وہ صورت اور مخرج کے اعتبار سے حرف ''الف'' [۳۹] ہے ۔ شروع اسلام میں (ہندوستان میں) مترجمین اور فارسی لکھنے والوں نے سہواً اس الف کو ہا (ہائے مختفی) کر دیا مثلاً بنگالا اور مالوا کو بنگالہ اور مالوہ لکھتے ہیں ۔ ہمہ دان بادشاہ (عالم گیر) نے کہ جو ہندی جانتا تھا (اس کو) پسند کیا اور اہل دفتر کو حکم ہوا کہ اس طرح کے الفاظ ''الف'' سے لکھے جائیں[1] ۔

خان مذکور (فضائل خاں) کا نواسا میر مرتضیٰ خاں ، سنجیدہ جوان ، سپاہی منش اور اس خاندان کی یادگار تھا ۔ اس نے کچھ مدت حیدر آباد کے

۱- ملاحظہ ہو خافی خاں ، جلد دوم ، ص ۴۹۹ ۔

ناظم مبارز خاں کی رفاقت میں صوبہ مذکور (حیدر آباد) کے مضاف میدک کی فوجداری میں گزاری ۔ اس کے بعد وہ نواب جاہ سے متعلق ہو گیا اور سرکار ایلکندل کا عامل مقرر ہوا ، اور شمسی زمیندار کے اوپر کہ جو کالا پہاڑ کے نام سے مشہور ہے ، فوج لے کر چڑھ دوڑا اور وہ خود تیزی کو کام میں لایا اور تنہا گڑھی کے نزدیک پہنچ گیا ۔ ایک گولی اس کے سینے میں لگی اور اس کا کام تمام ہوا ۔ کہتے ہیں کہ چونکہ بہت زیادہ سرکاری مال اپنے قبضے میں لے آیا تھا لہذا اس نے خودکشی کر لی ۔

۱۵

فتح اللہ خاں بہادر عالم گیر شاہی

محمد صادق نام ، حوست کے سادات میں سے ہے کہ جو بدخشاں کے مضاف میں ایک قصبہ ہے ۔ وہ پرانے سپاہیوں میں سے اچھا تھا اور بہادران شمشیر زن کا سردار تھا ۔ شروع میں خاں فیروز جنگ کی ہمراہی میں وہ بادشاہی منصب سے سرفراز ہوا ۔ [۳۰] بہادری اور انفرادی مقابلے میں کہ جو جسارت و شجاعت کی نشانی تھے ، وہ اپنے زمانے کے مشہور لوگوں میں سے تھا ۔

ستائیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب فیروز جنگ دشمنوں (مرہٹوں) سے سخت مقابلوں اور مکرر یورشوں کی وجہ سے شہاب الدین خاں کی بجائے غازی الدین خاں بہادر کے خطاب سے سرفراز ہوا تو مشارٌ الیہ (فتح اللہ خاں) کہ جس نے ان لڑائیوں میں کارنامے انجام دیے تھے ، ’صادق خاں‘ کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ وہ ایک مدت تک خان فیروز جنگ کی تعیناتی میں رہا ۔ اس سے نمایاں کوششیں ظہور میں آئیں اور ’فتح اللہ خاں‘ کا خطاب ملا ۔ اس کے بعد وہ خان مذکور (فیروز جنگ) کی رفاقت سے علٰحدہ ہوا ۔ شاہی عنایات سے سرفراز ہوا ۔ امتیاز و سرداری حاصل کی ۔ وہ ہمیشہ ملک کی حفاظت اور دشمنوں کی تادیب پر مامور رہتا تھا ۔

تینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں اسلام پوری میں چار سال کے

قیام کے بعد بادشاہ (عالم گیر) نے سنہا کے قلعوں کو فتح کرنے کا ارادہ کیا ۔ خان مذکور (فتح اللہ خان) قلعہ گیری کے سلسلے میں مورچال لگانے اور نقب زنی کرنے میں بہت تیزی دکھاتا تھا اور اپنے ہم عصروں سے بازی لے جاتا تھا ۔

قلعہ ستارا کے محاصرے میں ، کہ جو ایک پہاڑ کی بلندی پر واقع ہے ، جس کی چوٹی ثریا تک پہنچتی ہے اور جس کی بنیادیں تحت الثریٰ (پاتال) سے بھی گزر گئی ہیں ، اس (فتح اللہ خان) نے روح اللہ خان ثانی کی سرداری میں قلعے کے دروازے کے عین مقابل ایک مورچال قائم کی ۔ کوشش اور بہادری سے وہ قلعے کے دروازے کے نزدیک پہنچ گیا اور چاہتا تھا کہ پھنہ آہنی کی ایک ضرب سے [۲۱] دروازے کو اکھاڑ ڈالے ۔ دوسرے مورچالوں کے رعب و ہراس سے کہ جو قریب پہنچ چکے تھے ، قلعہ فتح ہو گیا ۔

پرلی کے قلعے کی تسخیر[1] میں کہ جو وسعت اور بلندی میں قلعہ ستارا کے برابر ہے ، (فتح اللہ خان) شریک غالب تھا ۔ جب بادشاہ قلعہ ستارا کی فتح سے فارغ ہوا تو خان مذکور (فتح اللہ خان) کو قلعہ پرلی کے محاصرے کے لیے بطور ہراول متعین فرمایا ۔ بادشاہ خود دس دن میں وہاں پہنچ گیا اور قلعے کے دروازے کے سامنے خیمے لگا دیے ۔ خان مذکور (فتح اللہ خان) اس قلعے کے استحکام اور مضبوطی کو خاطر میں نہیں لایا ۔ اس نے مورچال قائم کرنے اور دمدمے پر توپیں لگانے میں ایسی کارستانی دکھائی کہ جو کام برسوں میں ہوتا وہ دنوں میں کر دیا ۔ یہاں تک کہ اس نے مورچال کو ایک لمبی چوڑی چٹان کے نیچے تک پہنچا دیا کہ جو قلعے کی کھڑکی کے بالکل مقابل تھی لیکن اس چٹان پر پہنچنا بہت دشوار تھا ۔ اور اگر اس چٹان پر قبضہ ہو جاتا تو قلعہ کا فتح کرنا بہت آسان تھا ۔ جرأت مند خان (فتح اللہ خان) اپنی شجاعت اور بہادری سے دلیروں کی ایک جماعت لے کر چٹان پر پہنچ گیا اور دشمن پر اس میدان میں کہ جو قلعے کی

۱- پرلی کے قلعے کی تسخیر کے لیے دیکھیے مآثر عالم گیری ، ص ۴۲۴-۴۲۸ - (ق)

کھڑکی تک پہنچتا تھا ، تلواروں سے حملہ کر دیا ۔ وہ مقابلے کی تاب نہ لاسکا اور کھڑکی میں سے (قلعے کے اندر) چلا گیا ۔ مغلوں نے تعاقب کیا ۔ چونکہ خاں مذکور (فتح اللہ خاں) کا یہ ارادہ نہ تھا کہ وہ قلعے میں [۳۲] داخل ہو بلکہ وہ چاہتا تھا کہ (دشمن کو) چٹان پر لے آئے ، اپنے آدمیوں کو قائم رکھے اور ایک توپ اوپر (چٹان پر) لا کر (قلعے کی) دیوار کو ڈھا دے ۔ کفار نے کھڑکی کو مضبوط کر لیا اور دیوار کے اوپر سے بندوق اور گولہ باری کا طوفان برپا کر دیا ۔ انہوں نے اس باروت میں جو قلعے کے دروازے پر اسی دن کے لیے جمع کی تھی ، آگ لگا دی ۔ خان مشارٌالیہ (فتح اللہ خاں) کا بھتیجا فقیراللہ خان دوسرے سڑسٹھ آدمیوں کے ہمراہ مارا گیا ۔ کوئی پناہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ چٹان پر نہ ٹھہر سکے (چٹان سے) نیچے آ کر اپنی پہلی جگہ پر قائم ہو گئے ۔ لیکن مقابلے سے کافروں کی جان پر آ بنی اور ان کے دل سے دھواں نکلنے لگا ۔ الاماں کہہ کر فریاد کرنے لگے ۔ چوالیسویں سال جلوس عالم گیری میں ڈیڑھ مہینے کے عرصے میں قلعہ فتح ہو گیا[1] اور ھذا نصراللہ اس (فتح) کی تاریخ ہوئی ۱۱۱۲ھ (۱۷۰۰ء) ۔

اور اس مناسبت سے کہ ابراہیم عادل شاہ نے (یہ قلعہ ۱۰۳۵ھ (۱۶۲۶ء) میں بنوایا تھا اور وہ ہر نئی بنی ہوئی چیز کو 'نورس' کہتا تھا[2] لہٰذا اس قلعے (پرلی) کو 'نورس تارا' کا نام دیا گیا ۔ خان مذکور (فتح اللہ خاں) کے منصب میں اضافہ ہوا ، اور وہ اپنے آدمیوں کی کمی کو پورا کرنے کی غرض سے اجازت لے کر اورنگ آباد گیا ۔

پرنالہ کے محاصرے کے زمانے میں وہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا ۔ حکم ہوا کہ ایک طرف سے تربیت خاں میر آتش مورچال قائم کرے اور دوسری طرف سے شاہزادہ بیدار بخت کی سرکردگی میں منعم خاں کے ساتھ

۱- اس قلعے کے فتح کرنے میں برسات اور موسم کی خرابی کا بھی دخل تھا جس کا یہاں کوئی ذکر نہیں ہے اگرچہ مآثر عالم گیری (ص ۴۲۵ - ۴۲۶) میں مذکور ہے ۔ (ق)

۲- اشیا کے نام کے لیے دیکھیے مآثر عالم گیری، ص ۴۲۸ ۔ (ق)

(فتح اللہ خان) دوسرا مورچہ [۴۳] بنائے ۔ اس فرمانبردار نے ایک مہینے کے عرصے میں اس پتھریلی زمین کو خاک سے بھی آسان کاٹتے ہوئے دیوار تک کوچہ بنا دیا کہ کوچہ بنانے والوں کی عقل حیران رہ گئی ۔ قلعے کے محصورین رعب و ہراس سے مغلوب ہو گئے اور پناہ کے طالب ہوئے ۔ خان مشارٌ الیہ (فتح اللہ خان) کو 'بہادر' کا خطاب ملا ۔

جب بادشاہ پرنالہ سے کوچ کر کے کھتاؤں کی طرف جھاؤنی ڈالنے کے ارادے سے متوجہ ہوا کہ جہاں چارا اور رسد کافی تھی تو اس نے اس بہادر (فتح اللہ خان) کو درداں گڑھ کے فتح کرنے کے لیے پہلے سے بھیج دیا ۔ (درداں گڑھ) موضع مذکور (کھتاؤں) سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے ۔ محصورین (قلعہ) اس کی لڑائی کے رعب سے قلعے کو خالی کر گئے اور انھوں نے اپنی جانوں کو سلامت لیے جانا غنیمت جانا ۔ وہ قلعہ خان بہادر (فتح اللہ خان) کے نام کی مناسبت سے 'صادق گڑھ' مشہور ہوا ۔

کھتاؤں سے بخشی الممالک بہرہ مند خان کی سرکردگی میں نانڈگیر ، چندن اور مندن (کے قلعوں) کو (اسے) فتح کرنے کا حکم ہوا ۔ تھوڑے ہی دنوں میں تینوں قلعوں کے محصورین نے پناہ طلبی اور بھاگنے کے سوا کوئی اور چارہ نہ دیکھا ۔ پہلا (قلعہ) گیرو کے نام سے ، دوسرا مفتاح کے نام سے اور تیسرا مفتوح کے نام سے مشہور ہوا ۔

پینتالیسویں سال جلوس عالمگیری میں بادشاہی جھنڈے قلعہ صادق گڑھ سے قلعہ کھیلنا کی طرف روانہ ہوئے ۔ (قلعہ کھیلنا) سراسر پہاڑوں ، دشوار گزار جھاڑیوں اور گھنے کانٹے دار جنگل میں تھا اور چند روز کی [۴۴] مسافت کے بعد شاہی فوج وہاں پہنچ گئی ۔ پتھروں ، گھاٹیوں ، نالوں اور گڑھوں کی کثرت کی وجہ سے راستہ بہت دشوار گزار تھا ۔ خاص طور سے چار کوس کا فاصلہ ، کہ اس گزرگاہ کی دشواری کی شہرت ہی مخلوق کو ہلاکت میں ڈال دیتی تھی ۔ اس تہور نشان خان (فتح اللہ خان) کے اہتمام تبرداروں ، سنگتراشوں اور پتھر پھوڑنے والوں کی کوشش سے ساری مشکلات آسانی میں بدل گئیں ۔ خان مذکور (فتح اللہ خان) کو بادشاہ کے حضور سے 'ترکش خاصہ' مرحمت ہوا ۔

وہ (فتح اللہ خاں) امیر الامرا جملۃ الملک (اسد خاں) کی سرکردگی اور حمید الدین خاں ، منعم خاں اور راجا جے سنگھ کی رفاقت میں (قلعہ کھیلنا کے) محاصرے پر متعین ہوا ۔ اس بہادر خان (فتح اللہ خاں) نے اسی روز قلعے کے دمدمے کے پشتے کو دشمنوں کے ہاتھ سے چھین لیا اور وہاں مورچال قائم کر دی ۔ دوسرے دن دوسرے پشتے پر قبضہ کر کے آتش بار توپیں وہاں لگا دیں ۔ نہایت کوشش اور محنت کر کے مورچال اور مورچے قائم کر دیے اور فرہاد کی طرح (پہاڑ کاٹ کر) راستے بنانے یہاں تک کہ قلعے کے برج کے نیچے پہنچا دیے اور سب طرف سے کوچے بنا دیے ۔ دن بھر سونا لٹایا جاتا تھا اور (فتح اللہ خاں) خود مزدوروں کے ساتھ کام کرتا تھا ۔ چونکہ قلعے سے متواتر اور مسلسل سو من دو سو من کے پتھر گر رہے تھے ، اچانک یہ پتھر ایک چوڑے تختے پر گرا اور اس کو توڑ دیا ۔ خان (فتح اللہ خاں) اس صدمے سے کہ جو اس کے سر کو پہنچا تھا بے ہوش ہوگیا اور لڑھکتا لڑھکتا ایک گہرے غار میں گر پڑا ۔ وہ کجاوہ کہ جس پر وہ بیٹھا تھا ، اس کے اندر [۵۳] بند ہو گیا ۔ لوگوں میں کہرام مچ گیا اور ہر ایک کے چہرے پر نا امیدی چھا گئی ۔ بیہوشی کی حالت میں لوگ اس کو لائے ۔ بہت دن کے بعد وہ صحت یاب ہوا ۔ سر اور کمر تو اس قدر متاثر ہوئے تھے کہ ایک ماہ تک بستر پر پڑا رہا ۔ اس کے بعد پھر مہم پر گیا[۱] اور سوچا کہ ایسے برج کی طرف سے حملہ کیا جائے کہ جس کا خیال نہ ہو ۔ اس دوران میں شاہزادہ بیدار بخت کی کوشش سے قلعہ فتح ہو گیا ۔ خان بہادر (فتح اللہ خاں) کو انعام میں جیغہ ملا اور اس کے خطاب میں 'عالم گیر شاہی' کے لفظ کا اضافہ ہوا ۔

اگرچہ وہ کارگزاریاں اور خدمات جو قلعوں کے فتح کرنے اور دشمنوں کو ختم کرنے میں اس سے ظاہر ہوئیں ، دوسروں سے عمل میں نہ آئیں لیکن

۱۔ اس سلسلے میں ملاحظہ ہو مآثر عالم گیری ، ص ۴۵۵ ، و خافی خاں ، جلد دوم ، ص ۴۹۷ ۔ (ق)

بادشاہ کے حضور سے مصلحت سنجی اور مآل اندیشی کی بنا پر (فتح اللہ خاں کے) مرتبے اور منصب میں مناسب اضافہ نہ ہوا ۔ بادشاہ سپاہگری ، بہادری اور بے باکی کی بنا پر اس کو ایک باتدبیر سردار اور صاحب عزیمت شخص سمجھتا تھا -

ایک دن اس نے (بادشاہ کے حضور میں) عرض کیا کہ وہ عہد کرتا ہے کہ اگر پانچ ہزار سوار اس کو دے دیے جائیں تو دکن سے مرہٹوں کا نام و نشان ختم کر دے ۔ بادشاہ نے فرمایا کہ پہلے اس کے مثل دوسرا سردار پانچ ہزار سواروں کے ساتھ چاہیے ، اس کے بعد اس کو پانچ ہزار سوار کی سرداری دینی چاہیے ۔ ان ہی وجوہ کی بنا پر خان مذکور (فتح اللہ خان) بادشاہ کے حضور میں نہیں رہنا چاہتا تھا ۔ کابل میں تعیناتی کے لیے کہ جو اس کے وطن کا قرب ہے ، بار بار درخواست کی -

سینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں اصل و اضافہ کے بعد اسے تین ہزاری ذات [۴۶] اور ایک ہزار سوار کا منصب ملا اور کابل کی طرف روانہ ہوا ، اور اڑتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں اللہ یار خان کی بجائے وہ صوبۂ مذکور (کابل) کے مضاف لوہ گڑھ کی تھانیداری پر متعین ہوا ، اور اس کے منصب میں دو سو سوار کا اضافہ ہوا ۔

عالم گیر بادشاہ کے انتقال کے بعد جب بادشاہزادہ بہادر شاہ نے اس صوبے کے تمام کومکی امرا کے ہمراہ پشاور سے کوچ کیا تو خان مذکور (فتح اللہ خان) کے نام کہ جو اسی وقت وطن کو گیا ہوا تھا ، طلبی کا حکم بھیجا ۔ لاہور کے قریب (بہادر شاہ کے حضور میں) عرض کیا گیا کہ باوجودیکہ فتح اللہ خاں کو حکم پہنچا دیا گیا ، اس نے (اپنے کو) تعمیل سے باز رکھا اور رفاقت سے پہلو تہی کی - (بہادر شاہ نے) فرمایا کہ جاں نثار خاں کہ جو بہادری میں فتح اللہ خان سے کم نہیں ہے ، بڑے لشکر کے ساتھ آگرہ پہنچ چکا ہوگا ، اگر خان مشارٌالیہ (فتح اللہ خاں) نہیں آیا (تو کیا ہوا) ۔

بہادر شاہ بادشاہ کی تخت نشینی کے شروع میں (فتح اللہ خاں کا) انتقال ہو گیا ۔ وہ خالص اور بالکل سپاہی تھا ؛ نڈر اور منہ پھٹ ۔

ایک دن کوئی بات عالم گیر بادشاہ کی مرضی کے خلاف ہو گئی ، چنانچہ سرزنش آمیز پیغام خواجہ سرا کے ذریعے اس کے پاس پہنچا ۔ اس نے جواب میں کہا کہ کامل العقل انسان جب اسّی سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اس کے عقل و ہوش ختم ہو جاتے ہیں ۔ میں خود سپاہی ہوں ، خدا سے اور رد خلق سے سو فرسخ دور ہوں ، بلا وجہ اس معاملے میں (کیوں) جان ہلکان کروں[1] ۔ اس خواجہ سرا نے اس گفتگو کی برائی پر اس کو متنبہ کیا اور ملائم اور عجز آمیز جواب لایا ۔

۱۔ یہ واقعہ خافی خاں ، جلد دوم (ص ۴۹۸) میں نہایت وضاحت سے تحریر ہے ۔ مرتب نے اختصار کرنے میں صورت ہی مسخ کر دی ہے ۔ (ق)

ق

۱۶

قرا بہادر خاں

وہ مرزا حیدر گورگاں کے چچا کا لڑکا ہے کہ جو سلطان کاشغر کی نسل سے تھا ۔ اس کا باپ محمد حسین ، بابر بادشاہ کا خالہ زاد بھائی ہوتا تھا ۔ وہ کاشغر سے بدخشاں کے راستے لاہور پہنچا ۔ جب مرزا کامران نے قندھار کو حاصل کرنے کا ارادہ کیا کہ جو خواجہ کلاں بیگ کے ہاتھ سے ایران کے بادشاہ کے قبضے میں چلا گیا تھا تو اس نے مرزا حیدر[1] کو اپنے نائب کی حیثیت سے لاہور میں چھوڑا ۔ اس کے بعد جس زمانے میں کہ مرزا کامران آگرہ آیا وہ بھی وہاں پہنچ گیا اور ہمایوں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔

شیر خاں سور سے دوسری لڑائی کے بعد جب بادشاہی فوج کو شکست ہوئی اور ہمایوں بادشاہ وقت کے تقاضے کے مطابق لاہور کی طرف متوجہ ہوا تو چونکہ مرزا حیدر ، سلطان ابو سعید خاں کاشغری کے زمانے میں اس کے لڑکے کے ہمراہ کشمیر گیا تھا ، لہٰذا وہاں کے حالات سے اطلاع اور

۱۔ مرزا حیدر کے تفصیلی حالات اکبر نامہ میں موجود ہیں ۔ (پ)

وہاں کے لوگوں سے تعارف رکھتا تھا اور اس علاقے کے رہنے والوں کے خطوط اس کے وہاں پہنچنے کے متعلق برابر آتے رہتے تھے ۔ وہ ہمیشہ ان تحریرات کو ہمایوں بادشاہ کو دکھاتا تھا اور اس علاقے کو فتح کرنے کی ترغیب دیتا تھا ۔ لہٰذا (ہمایوں نے) لاہور سے اس کی معیت میں کچھ آدمی دے کر اس کو کشمیر کے لیے روانہ [۴۸] کیا ۔ چونکہ وہاں کے صدر مقام پر کوئی مستقل حاکم نہ تھا اور ہر طرح کی بد انتظامی اور بے ترتیبی تھی لہٰذا میرزا (حیدر) نے بغیر جنگ و جدل کے کشمیر پر قبضہ کر لیا ؛ استقلال کے ساتھ دس سال حکومت کی اور آخر میں ہمایوں بادشاہ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا ، یہاں تک کہ وہاں (کشمیر) کے آدمی مکر و فریب کے ساتھ کہ جو اس سر زمین کے لوگوں کی جبلت ہے ، پیش آئے اور ۹۵۸ھ (۱۵۵۱ء) میں شب خون مار کر مرزا کو قتل کر دیا ۔ تاریخ رشیدی اس کی تالیف ہے کہ جو ابو سعید خاں مذکور کے بیٹے عبدالرشید کے نام پر لکھی گئی ۔ وہ موزوں طبع تھا ۔ یہ رباعی اس کے نام سے مشہور ہے :

عاشق شده را اسیر غم باید بود
محنت کش و در داد ستم بدید بود
یا از سر کوئے یار باید برخاست
یا از سگ کوئے یار کم باید بود

قرا بہادر خاں کے باپ کا نام مرزا محمود ہے ۔ اکبر بادشاہ نے اس لحاظ سے کہ خاں مذکور (قرا بہادر خاں) مرزا حیدر کے ہمراہ اس علاقے (کشمیر) میں تھا اور اس علاقے کا واقف کار ہے ، پانچویں سال جلوس میں اس کو ایک بڑی فوج دے کر کشمیر کی تسخیر کے لیے متعین فرمایا ۔

چونکہ روانگی میں بہت دیر ہوئی ، سخت گرمی میں وہ راجوری پہنچا ۔ وہاں کے حاکم غازی خاں نے راستوں اور گھاٹیوں کو مضبوط و محفوظ کر لیا ۔ راجوری کے پاس [۴۹] چند روزہ محاربے کے بعد خان مذکور (قرا بہادر) شکست کھا کر لوٹ آیا ۔

نویں سال جلوس اکبری میں جب کہ بادشاہ (اکبر) صوبہ مالوہ میں مندو تک جا کر دارالخلافے کو واپس آ گیا تو اس کو مندو کی حکومت

پر مقرر فرمایا ۔ روز موعود پر طبعی موت سے مر گیا ۔ ہفت صدی منصب رکھتا تھا ۔

۱۷

قاسم محمد خان نیشا پوری[۱]

نیشاپور کے اکابر میں سے ہے ۔ چونکہ اس علاقے میں اوزبکوں نے ہنگاموں سے لوگوں کو پریشان کر رکھا تھا خان مذکور (قاسم محمد خان) اپنے وطن سے آنکھیں بند کر کے بیرام خان کے ہمراہ چلا آیا ۔ اس لڑائی میں جو سکندر خان سور کے ساتھ ہوئی تھی اس نے بیرام خان کی ہمراہی میں اچھی خدمات انجام دیں ۔

پہلے سال جلوس اکبری میں وہ ہمو کی لڑائی میں علی قلی خان زمان کی ہراولی میں مقرر ہوا ۔ اس نے بہت سی کوششوں کا مظاہرہ کیا اور اسی سال ایک فوج کے ہمراہ شیر خان افغان (سور) کے غلام حاجی خان کی تنبیہ کے لیے متعین ہوا ۔ (حاجی خان) شجاعت اور ہوش مندی میں بہت ممتاز تھا اور اسی زمانے میں اس نے میواڑ کے زمیندار رانا اودے سنگھ سے جنگ کر کے اجمیر اور ناگور پر قبضہ کر لیا تھا ۔ حاجی خان کے آدمی بادشاہی لشکر کے رعب سے تتر بتر ہوگئے اور ہر کوئی کہیں نہ کہیں بھاگ گیا ۔ حاجی خان گجرات چلتا بنا ۔ خان مذکور (قاسم محمد خان) اجمیر [۵۰] پہنچا اور اس علاقے کا انتظام سنبھالا ۔

جب پانچویں سال جلوس اکبری میں بیرام خان کے ادبار کا زمانہ آیا تو خان مذکور (قاسم محمد خان) خانخاناں (بیرام خان) سے جدا ہو کر، بادشاہی خدمت میں منسلک ہو گیا اور اسی سال شمس الدین محمد خان اتکہ

۱۔ بلاک مین نے آئین اکبری (جلد اول ، طبع دوم ، ص ۳۷۹) اکبر نامہ ، منتخب التواریخ اور طبقات اکبری کے حوالے سے اس کا نام محمد قاسم خان لکھا ہے ۔ (پ)

کی ہم راہی میں بیرام خاں کے مقابلے کے لیے مقرر ہوا - لڑائی کے دن دائیں طرف کی فوج کی سرداری اس سے متعلق تھی ، فتح حاصل ہونے کے بعد اس نے ملتان میں جاگیر پائی اور اجازت لے کر اس طرف چلا گیا -

نویں سال جلوس اکبری میں جب کہ اکبر بادشاہ نے عبداللہ خاں اوزبک کی تنبیہ کا ارادہ کیا تو وہ ہاتھیوں کے شکار کی تقریب سے مالوہ گیا اور جب بادشاہ سارنگ پور میں پہنچا تو خان مذکور کہ اس زمانے میں اسی علاقے میں حاکم تھا ، نہایت تیزی سے بادشاہ کے استقبال کے لیے آیا ، بادشاہ سے اپنے یہاں تشریف فرما ہونے کی درخواست کی اور نیازمندی اور ایثار کا اظہار کیا - تقریباً سات سو گھوڑے اور خچر اس نے اپنے اور اپنے ملازموں کے پاس سے لے کر بادشاہ کو پیش کیے اور ان کو امرا میں اور لشکر کے ملازمین میں تقسیم کر کے نیک نامی حاصل کی - اس مہم میں فتح کے آثار بتدریج ظاہر ہو رہے تھے -

جب عبداللہ خاں اوزبک کو اکبر بادشاہ کا ارادہ معلوم ہوا تو وہ مندو کے راستے سے فرار ہو گیا - بادشاہ نے خان مذکور (قاسم محمد خاں) اور چند دوسرے (امرا) کو پہلے سے آگے بھیج دیا تاکہ جلدی سے آگے بڑھ کر اس سرکش (عبداللہ خاں اوزبک) کے راستے کو روک لیں - راستے میں عبداللہ خاں نے کھلم کھلا بغاوت [۵۱] کا اظہار کر دیا اور لڑائی کے لیے تیار ہوگیا - آخر جب بادشاہ تعاقب کرتا ہوا پہنچا تو اس نے راہ فرار اختیار کی - اس کے بعد خان مذکور (قاسم محمد خاں) چند دوسرے (امرا) کے ساتھ اس کے تعاقب کے لیے روانہ ہوا - وہ نہایت تیزی سے آگے بڑھا اور ایک ٹیلے کے نزدیک کہ وہاں سے جاپانیر نظر آتا تھا ، عبداللہ خاں کے لشکر پر ٹوٹ پڑا - جب عبداللہ خاں اپنے لڑکے کے ہمراہ بھاگ گیا تو اس نے اس کے تمام مال و اسباب کو سمیٹا اور وہاں ٹھہر گیا - یہاں تک کہ بادشاہ وہاں پہنچ گیا اور اس پر نوازش و عنایت فرمائی - اس کا بقیہ حال نظر سے نہیں گزرا -

۱۸

قتلق قدم خان[1] قراول

شروع میں مرزا کامران کا ملازم تھا ۔ اس کے بعد وہ ہمایوں بادشاہ کی خدمت سے وابستہ ہو گیا اور اکبر بادشاہ کے زمانے میں وہ امارت کے درجے پر پہنچا ۔ انیسویں سال جلوس اکبری میں منعم بیگ خانخاناں کے ہمراہ بنگالہ کی مہم پر تعینات ہوا ۔ وہاں وہ شاہی خدمات میں مصروف رہا اور ایک ہزار کے منصب تک ترقی کر کے وقت موعود پر ختم ہو گیا ۔

اس کے لڑکے اسد خاں کو شاہزادہ سلطان مراد کے ہمراہ دکن کی مہم پر جانے کا حکم ہوا ۔ چھیالیسویں سال جلوس اکبری میں جب کہ شیخ ابوالفضل حوض قتلغ کے متصل ٹھہرا ہوا تھا ، وہ ہمراہ تھا ۔ اسی دوران میں قلعہ دولت آباد میں توپ کا ایک گولہ اس پر پڑا ۔ اس کا پیٹ ایسا پھٹا کہ آنتیں باہر آ پڑیں ۔ اس نے اپنی خودداری کو ہاتھ سے نہیں دیا [۵۲] آدھی رات کو اس کا انتقال ہو گیا ۔

۱۹

قمر خاں

میر عبداللطیف قزوینی کا لڑکا ہے ۔ اٹھارویں سال جلوس اکبری میں جب بادشاہ پورب کے علاقے کی طرف متوجہ تھا تو وہ شاہی رکاب میں تھا ۔ انیسویں سال جلوس اکبری میں جب کہ خانخاناں منعم بیگ بنگالہ کی تسخیر کے لیے روانہ ہوا تو وہ بھی اس کے ساتھیوں میں تھا ۔ خان خاناں نے اس کو محمد قلی خاں برلاس کے ساتھ سانگام کی طرف بھیجا ۔ اس نے

۱۔ بلاک مین نے (آئین اکبری ، جلد اول ، طبع دوم ، ص ۴۷۷-۴۷۸) قتلغ قدم خان آختہ بیگی لکھا ہے ۔ (ب)

اس صوبے میں بہت اچھی خدمات انجام دیں ۔ بائیسویں سال جلوس اکبری میں شہاب الدین احمد خاں کی مدد کے لیے روانہ ہوا کہ جو مالوہ سے گجرات کی حکومت پر مقرر ہوا تھا ۔

چوبیسویں سال جلوس اکبری میں راجا ٹوڈرمل کے ہمراہ کہ جو صوبہ پٹنہ کے سرکشوں کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا تھا ، تعینات ہوا ۔ جب شاہی امرا بدبخت سرکشوں کی زیادتی اور (شاہی) آدمیوں کی کمی کی وجہ سے قلعہ بند ہو گئے تو دشمنوں نے اپنے بیڑے کو دریا میں ڈال دیا اور رسد کے آنے جانے کے رستے کو بند کرنے کا منصوبہ بنایا ۔ اس (قمر خاں) کو ایک جماعت کے ساتھ دریا پار کر دیا گیا ۔ اس نے ایک جماعت دریا کے راستے اور ایک جماعت اسی طرف سے بھیجی ۔ چنانچہ بد نصیبوں (دشمن) کے تیں سو بیڑے شاہی آدمیوں کے قبضے میں آ گئے ۔ اس کے بعد اس کا حال نظر سے نہیں گزرا ۔

اس کے لڑکے کوکب سے [۵۳] عہد جہانگیری میں کوئی خطا سرزد ہوئی ؛ بادشاہ نے اپنے سامنے بلا کر کوڑے لگوائے اور قید کر دیا ۔

۲۰

قیا خاں کنک

ہمایونی امرا میں سے ہے ۔ اس عالی قدر بادشاہ کے آخری زمانے میں وہ کول جلالی اور اس کے حدود میں (شاہی) خدمت انجام دیتا تھا ۔ جب ہیمو کے ہنگامے نے دور و نزدیک انتشار پیدا کر دیا تو وہ دہلی گیا اور تردی بیگ خاں سے مل گیا ۔ لڑائی کے دن اس نے ہراول فوج میں نہایت بہادری دکھائی ۔ چونکہ تقدیر کے قلم نے ناکامی کا نقش احوال کی تختی پر منقش کر دیا تھا لہٰذا جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا ۔

اس کے بعد جب وہ ادبار زدہ بد نصیب (ہیمو) اکبر کی تیغ اقبال سے

ختم ہو گیا[1] تو بادشاہ کے حضور سے قیا خاں کو دارالخلافہ آگرہ اور اس کے مضافات کا انتظام سپرد ہوا ، اور وہ پنج ہزاری منصب پر سرفراز ہوا ۔ چونکہ گوالیار کے نواح کے پرگنے اس کی جاگیر میں تھے لہٰذا جس ساز و سامان کی ضرورت ہوتی تھی نہایت استقلال و جرأت سے وہاں سے فراہم کرتا تھا ۔

دوسرے سال جلوس اکبری میں اس (قیا خاں) نے گوالیار کے قلعے کا محاصرہ کر لیا جو کہ ہندوستان کے مشہور قلعوں میں سے ہے اور جس کو سلیم شاہ نے اپنی سلطنت کا صدر مقام بنایا تھا ۔ سلیم شاہ کے غلام بھیل خاں نے کہ جو اس قلعے کی حفاظت پر مقرر تھا ، یہ خیال کیا کہ چونکہ شاہی عملداری قریب ہے اس لیے قلعہ (گوالیار) کو مستقل طور سے (قبضے میں) رکھنا ناممکن ہے ، اس نے راجا رام ساہ کو کہ جو راجا مان سنگھ کی نسل سے [۵۴] تھا اور جو قدیم زمانے میں اس قلعے (گوالیار) کا حاکم تھا ، پیغام بھیجا کہ یہ تیرا موروثی قلعہ ہے ، میں قلیل رقم کے عوض میں تجھ کو چھوڑتا ہوں ۔ رام ساہ نے اس کو غیر متوقع لطیفہ سمجھا اور اس طرف چلا ۔

قیا خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ مقابلے کے لیے دوڑا اور اس کو جنگلوں میں بھگا دیا ۔ رام ساہ ، رانا کی ولایت میں چلا گیا ۔ تیسرے سال جلوس اکبری ۹۶۶ھ (۱۵۵۹ء) میں جب بادشاہ دارالخلافہ آگرہ میں رونق افروز ہوا تو اس نے ایک فوج (قیا خاں کی) مدد کو بھیجی ۔ بھیل نے مجبوراً اطاعت قبول کر لی اور قلعے کو سپرد کرنے کے لیے امرائے شاہی سے رجوع کیا ۔ حاجی محمد خاں سیستانی اس کی درخواست کے مطابق قلعے میں پہنچا اور بھیل کو بادشاہ کے حضور میں لایا[2] ۔

۱- اکبر بادشاہ نے ہیمو کو قتل کرنے سے انکار کر دیا تھا لہٰذا بیرام خاں نے اس کو قتل کیا تھا ۔ (ب)

۲- قلعہ گوالیار کی فتح کے سلسلے میں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اکبر نامہ ، جلد دوم ، ص ۵۷ ، ص ۱۱۸-۱۱۹ - (ب)

جب دسویں سال جلوس اکبری میں خان زماں کی شورش بھڑکی اور پورب کی طرف متوجہ ہوا تو قیا خاں قنوج کی منزل پر خانخاناں منعم کی سفارش سے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ وہ باغیوں کے زمرے میں شامل ہو گیا تھا ۔ بادشاہ نے اس کی خطائیں معاف کر دیں اور نوازشوں سے سرفراز فرمایا ۔

جب بنگالہ فتح ہو گیا تو وہ (قیا خاں) اڑیسہ کے انتظام پر مقرر ہوا اور بنگالہ میں باغیوں نے شورش برپا کی تو وہ یہ ہمت نہ کر سکا کہ شورش کو ختم کرکے امن قائم کرے لیکن کچھ ہم راہ بہادروں کے ساتھ [۵۵] اس نے کچھ مدت اس علاقے (اڑیسہ) میں گزاری اور اس سرزمین (اڑیسہ) کو مخالفت و شورش سے پاک رکھا ۔

جب پچیسویں سال جلوس اکبری میں وہ ملک (بنگالہ) شاہی فوج سے خالی ہو گیا تو قتلو لوہانی نے فساد برپا کیا ۔ بہت سے مقابلے کیے یہاں تک کہ غالب آیا ۔ اس نے اڑیسہ پر بھی حملہ کیا ۔ قیا خاں نے مقابلہ کیا ، پھر قلعہ بند ہو گیا ۔ جنگ کے جاری رہنے اور ہمراہیوں کی جدائی کی وجہ سے وہ ناکام ہو کر بیٹھ رہا ۔ آخر کچھ ناموس پرست (ہمراہیوں) کے ساتھ ۹۸۹ھ (۱۵۸۱ء) میں مارا گیا اور ہمیشہ کی نیک نامی حاصل کی ۔

۲۱

قطب الدین خاں

شمس الدین خاں اتکہ[۱] کا بھائی اور اکبری دور کے بڑے امیروں میں سے ہے ۔ پانچ ہزاری منصب پر سرفراز تھا ۔ اس نے پنجاب کی جاگیرداری

۱۔ شمس الدین خاں اتکہ کے لیے ملاحظہ ہو ماثرالامرا ، جلد دوم (اردو ترجمہ از محمد ایوب قادری) ، ص ۵۳۲-۵۳۷ (مرکزی اردو بورڈ ، لاہور ۱۹۶۹ء) ۔

کے زمانے میں شہر لاہور میں مراکز خیر (بصورت عمارات) بنوائے جو کہ اس کی بقا اور ذکر خیر کا سبب ہیں ۔

نویں سال جلوس اکبری میں وہ مرزا محمد حکیم کے موحی مددگار کی حیثیت سے کابل گیا اور عزنیں پہنچ کر کہ حو اس کا وطن مالوف تھا ، انپے ہم قوم اور دور و نزدیک کے احباب پر عنایات فرمائیں ۔ وہاں ایک عمارت اور باغ بنوایا اور واپس آ گیا ۔ حب پنجاب اتکہ خیل (والوں) سے لے لیا گیا تو مالوہ کی سرکار [۵۶] خان مذکور (قطب الدین) کو مرحمت ہوئی ۔

گجرات کی فتح کے بعد وہ سرکار بھروچ کی جاگیرداری پر مقرر ہوا کہ جو احمد آباد کے حنوب میں (واقع) ہے ۔ وہاں ایک قلعہ ہے کہ حس کے نیچے سے دریائے نربدا گزرتا ہے اور سمندر میں مل جاتا ہے اور وہ (بھروچ) اس صوبے کی ایک بندرگاہ ہے ۔ اس کے بعد وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور پانچ ہزاری منصب پایا ۔

چونکہ بزرگی اور کارشناسی کے آثار اس کی پیشانی سے ظاہر تھے ، چوبیسویں سال جلوس اکبری میں وہ شاہزادہ سلطان سلیم کی اتالیقی پر مقرر ہوا ۔ اسے 'داقو' کی گراں قدر خلعت کہ تیموریہ خاندان میں اس کا بڑا مرتبہ ہے ، اور بیگلر بیگی کا خطاب کہ حو اس خاندان (تیموریہ) کے بڑے القاب میں سے ہے ، مرحمت ہوا حس سے اس کا اعزاز بہت بڑھ گیا ۔ اس نے اس عظیم بخشش کی شکرگزاری میں ایک عالی شان جشن ترتیب دیا اور اس میں بادشاہ (اکبر) سے تشریف آوری کی درخواست کی ۔ بادشاہ (اکبر) نے اس جشن شادمانی میں شاہزادے کو اس کے کندھوں پر بٹھا دیا اور اس طرح اس کی بزرگی اور مرتبے میں اور اضافہ کر دیا ۔

کچھ دنوں کے بعد نذر بار تک سرکار بھروچ کا انتظام اس کے سپرد ہوا اور وہ وہاں پہنچا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس اکبری ۹۹۱ھ (۱۵۸۳ء) میں سلطان مظفر نے گجرات میں شورش برپا کر دی ۔ وہ درست اندیشی اور عاقبت بینی کے باوجود اپنی بد قسمتی سے غفلت میں رہا اور کوئی تدبیر نہیں کی ۔ اگرچہ پٹن کے امیروں نے [۵۷] اس کو لکھا کہ سرکش لوگ جاگیر و منصب کے لیے آپس میں لڑ رہے ہیں لہذا نہایت چستی اور چالاکی سے

روانہ ہو جانا چاہیے تاکہ ان کا ہنگامہ ختم ہو جائے ۔ اس نے دیر کی اور کوئی کام نہ بن سکا ۔ جب بادشاہ کے حضور سے تنبیہ ہوئی تو اس نے دشمن پر ایک فوج بھیج دی جو شکست کھا کر لوٹ آئی ۔ اس وقت وہ قلعہ بھروچ کو ساز و سامان سے درست کیے بغیر ، قلعے سے باہر نکل آیا ۔ اس کے ہی خواہوں نے کہا کہ اتنی بڑی مہم کو آسان کیوں سمجھا اور سپاہیوں کی دل دہی میں کیوں مشغول نہیں ہوئے ؟ یہ وقت روپیہ خرچ کرنے کا ہے ۔ (روپیہ دے کر) سپاہیوں کے دلوں کو جیتنا چاہیے ۔ اس نے (یہ مشورہ) نہ سنا ۔

جب سلطان مظفر نزدیک پہنچا اور دونوں طرف سے فوجیں آراستہ ہوئیں تو (اس) کے بہت سے آدمی دشمن کی طرف چلے گئے ۔ مجبوراً قطب الدین خاں نے اپنے خاصہ خیلوں کے ساتھ خود کو فصیل سے گھرے ہوئے شہر بڑودہ میں پہنچایا ۔ اس کو وہاں محاصرے میں لے لیا ۔ قطب الدین خاں زر پرستی اور جاں دوستی کی وجہ سے لڑنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا ، لہٰذا اس نے صلح کرنے کا خیال کیا ۔ اس نے زین الدین کمبو کو بھیجا کہ اس کو مال و اسباب کے ساتھ حجاز جانے کی اجازت دے دی جائے ۔ وہ یہ نہیں سمجھا کہ آبرو کی حفاظت کے لیے روپیہ جمع کیا جاتا ہے اور عمدہ زندگی وہی ہے جو عزت کے ساتھ گزاری جائے ۔ اس نے ہمیشہ کی بے غیرتی کو اپنے لیے پسند کیا اور سراسر فریب سے بھرے ہوئے عہد نامے کو لے کر وہ سلطان مظفر کے روبرو گیا ۔ اس نے بد طینتی کی وجہ سے نقض عہد کیا اور اس کو کناسوں کے سپرد کر دیا کہ جنھوں نے اس کو مار ڈالا [۵۸] ۔

لوگ کہتے ہیں کہ سلطان (مظفر) کی بیوفائی اور بد عہدی قطب الدین خاں کو معلوم تھی لیکن اجل موعود نے اس کی بصیرت کی آنکھ کو بند کر دیا تھا کہ اس نے ایسے ڈھیلے عہد کرنے والے شخص (سلطان مظفر) کی بات پر اعتماد کیا اور اپنی جان کو بیکار میں گنوا دیا :

اجل چوں بخونش بیازید دست
قضا چشم باریک بینش ببست

اس کے لڑکوں میں ایک نورنگ خاں تھا کہ جو کچھ دنوں بادشاہ کے حضور میں رہا ۔ اس کے بعد اسے مالوہ میں جاگیر ملی ، پھر وہ گجرات کے جاگیرداروں میں (شامل) ہو گیا ۔ اس نے اس صوبے میں اچھے کام انجام دیے ۔ انتالیسویں سال جلوس اکبری میں پیٹ کے درد کے مرض میں وہ مر گیا ۔

دوسرا لڑکا گوجر خاں تھا ؛ اس کے لیے بھی صوبۂ گجرات میں جاگیر مقرر ہوئی ۔ خان اعظم کوکہ کے ہمراہ وہ اس صوبے کے کاموں میں مشغول رہا ۔

۲۲

قاسم علی خاں

دسویں سال جلوس اکبری میں جب اکبر بادشاہ نے علی قلی خان زماں کے اوپر چڑھائی کی تو وہ غازی پور میں متعین ہوا ۔ سترھویں سال جلوس اکبری میں جب بادشاہ گجرات کی فتح کے بعد قلعہ سورت کی تسخیر کے لیے متوجہ ہوا اور محصورین کو عاجز کر دیا تو انھوں نے امان طلب کی ۔ بادشاہ نے خان مذکور (قاسم علی خاں) کو کہ جو اپنے ہم عصروں میں (سب سے زیادہ) شاہی قرب سے مفتخر تھا ، روانہ کیا ۔ اٹھارھویں سال جلوس اکبری میں خان عالم وغیرہ کے ساتھ [۵۹] منعم خان خانخاناں کی مدد کے لیے پٹنہ کی تسخیر کی غرض سے بھیجا ، اور پھر وہ کسی تقریب سے بادشاہ کے حضور میں آ گیا ۔

اسی سال شجاعت خاں محمد مقیم کو خان مذکور (قاسم علی خاں) کے ہمراہ خانخاناں (منعم خان) کے پاس بھیجا کہ جس نے منعم خان کی غیبت میں کوئی ناشائستہ بات اس کے متعلق کہی تھی اور شاہی مجلس کے آداب کو نظرانداز کر دیا تھا ۔ جب دوسرے سال میں جب کہ الہ آباد کے نزدیک شاہی لشکر ٹھہرا ہوا تھا تو وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور شرف باریابی حاصل کیا ۔

بائیسویں سال جلوس اکبری میں وہ صادق خاں کے ہمراہ مدھکر بندیلہ[1] کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا ، اور چھبیسویں سال جلوس اکبری میں خان اعظم کوکہ کے ہمراہ پورب کے علاقے میں متعین ہوا - چھبیسویں سال جلوس اکبری میں ہمایوں بادشاہ کی والدہ کی ماموں زاد بہن حاجی بیگم کے متعلقین کی تسلی اور دلاسے کے لیے اس کو بھیجا کیونکہ وہ بادشاہ (اکبر) سے بہت مہر و شفقت رکھتی تھی اور بادشاہ کو بھی بچپن سے اس کے ساتھ بہت الفت و محبت تھی اور حجاز کے سفر سے آنے کے بعد وہ ہمایوں بادشاہ کے مقبرے میں رہتی تھی اور اسی زمانے میں اس کا انتقال ہوا تھا -

اکیسویں سال جلوس اکبری میں جب بادشاہ نے ہر صوبے کی حفاظت کے واسطے دو امیر تجویز کیے تو صوبہ اودھ فتح خان کی شرکت میں اس سے متعلق ہوا - پینتیسویں سال جلوس اکبری میں وہ خیرآباد سے بادشاہ کے حضور میں آیا اور شرف ملازمت سے شاد کام ہوا ، اور اسی سال کے آخر میں کالپی جانے کی اجازت پائی کہ جو اس کی جاگیر میں تھی [۹۰] - آخرکار اس کا انجام کہاں ہوا یہ معلوم نہ ہو سکا -

۲۳

قریش سلطان کاشغری

کاشغر اقلیم ششم کی ایک نہایت بارونق ولایت ہے - اس کے اُتّر میں مغلستان کے پہاڑ ہیں - اس کی ایک حد شاش (تاشقند) سے ملی ہوئی ہے اور ایک حد طرفان سے گزرتی ہے اور قلماق کی سرزمین تک آتی ہے - شاش سے طرفان تک کا تین ماہ کا راستہ ہے - اس کے پچھم میں بھی ایک طویل پہاڑی سلسلہ ہے کہ مغلستان کی پہاڑیاں اس سے نکلتی ہیں - اس کے پورب اور دکھن میں ایک بیابان صحرا ہے اور ریگ رواں کے ٹیلے ہیں -

---

۱- متن کتاب 'مدیکر بندیلہ' اور اختلاف نسخ میں 'مدھکر بندیلہ' دیا ہے - آخرالذکر صحیح ہے - (ق)

(قریش سلطان کاشغری) کا نسب قاآن بزرگ (چنگیز خاں) تک پہنچتا ہے اور وہ اس طرح ہے :— قریش سلطان ابن عبدالرشید خاں ابن سلطان ابو سعید خاں ابن سلطان احمد خاں مشہور بہ الایحہ خاں ابن یونس خاں ابن اویس خاں ابن شیر علی اغلان ابن خضر حواجہ خاں ابن تغلق تیمور خاں ابن السانوقا خاں ابن دوا خاں ابن براق خاں ابن یسون خاں توا ابن مواتکاں ابن چغتائی خاں ابن چنگیز خاں قتلغ[۱] ۔

بابر بادشاہ کی ماں نگار خانم ، یونس خاں کی لڑکی تھی ۔ جب عبدالرشید خاں مر گیا تو کاشغر کی حکومت قریش سلطان کے بڑے بھائی عبدالکریم خاں کو مل گئی ۔ اس نے باپ کی وصیت اور اپنے نیک طینت ہونے کی وجہ سے دوسرے بھائیوں کے ساتھ خیر اندیشی کا برتاؤ [۶۱] کیا ۔ اسی دوران میں قریش سلطان کے لڑکے خدا بندہ اور اس کے چچا محمد خاں کے درمیان جھگڑا ہو گیا ۔ خدا بندہ قرغز چلا گیا اور اس نے وہاں کے لوگوں کی مدد سے طرفان اور اس کے نواحی علاقے پر قبضہ کر لیا ۔ خاں اس سے مشکوک ہو گیا اور اس نے قریش سلطان کو حجاز جانے کی اجازت دے دی ۔ وہ اپنے بیوی اور بچوں کے ساتھ بدخشاں آ گیا ۔ وہاں سے بلخ چلا گیا اور پھر عبداللہ خاں کی اجازت سے عازم ہندوستان ہوا ۔ چونتیسویں سال جلوس اکبری میں اکبر بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور شاہی عنایات سے سرفراز ہوا ۔ سینتیسویں سال جلوس اکبری مطابق ۱۰۰۰ھ (۱۵۹۲ء) میں وہ حاجی پور میں فوت ہو گیا ۔ ہفت صدی کے منصب تک پہنچا تھا ۔

اس کے بعد اس کے لڑکوں نے اپنی حالت کے مطابق روزگار پایا ۔

۱- بیوریج نے آئین اکبری ، تاریخ رشیدی اور اکبرنامہ کے مطابق نام اختیار کیے ہیں ۔ وہی نام ہم نے لیے ہیں اگرچہ بر اسے نام اختلاف ہے ۔ (ق)

۲۴

قاسم خاں میر بحر

راستی ، کامرانی ، دلاوری اور سہم سازی میں وہ اپنے زمانے کے مشہور لوگوں میں سے تھا ۔ دوست مرزا کا بھانجا ہے کہ جو اس عالی خاندان (تیموریہ) کی قدیم خدمت گزاری کی خصوصیات رکھتا تھا ۔ جب ۹۵۴ھ (۱۵۴۷ء) میں مرزا کامراں کابل کے قلعے میں قلعہ بند ہو گیا اور ہمایوں بادشاہ نے کوہ عقابین پر کہ جو قلعے کے مشرق میں ہے ، قیام کیا اور وہاں توپ خانہ لگا دیا تو قاسم خاں نے اپنے بھائی خواجگی محمد حسین کے ساتھ اپنی خوش نصیبی [۶۲] سے اس برج سے خود کو نیچے گرا دیا کہ جو آہنی دروازے اور برج قاسم برلاس کے درمیاں میں ہے ، اور ہمایوں بادشاہ کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کی ۔

اکبر بادشاہ کے تخت نشیں ہونے کے بعد آہستہ آہستہ امارت کے درجے کو پہنچا اور تین ہزاری منصب پر سرفراز ہوا ۔ آگرہ کا رفیع الشان قلعہ کہ جو مضبوطی اور شان و شوکت کے اعتبار سے تمام دنیا میں اپنی نظیر اور مثال نہیں رکھتا ہے ، قاسم خاں کے حسن انتظام سے آٹھ سال کے عرصے میں سات کروڑ ٹنکے کی لاگت سے کہ جو پینتیس لاکھ روپیہ کے برابر ہوتے ہیں ، مکمل ہوا ۔

دسویں سال جلوس اکبری ۹۷۲ھ (۶۵-۱۵۶۴ء) میں دریائے جمنا کے کنارے شہر (آگرہ) سے پورب کی طرف ، پرانے قلعے کی جگہ پر کہ جو مرور زمانہ اور حوادث روزگار کی وجہ سے ختم ہو گیا تھا ، (نیا قلعہ) تعمیر ہوا[1] ۔ دیوار کی چوڑائی تیس گز اور اس کی اونچائی بنیاد سے لے کر

۱۔ قلعہ اکبرآباد کی تفصیل کے لیے دیکھیے (۱) منتخب التواریخ ، جلد دوم ، ص ۷۳ و اکبر نامہ ، جلد دوم ، ص ۲۴۶-۲۴۷ و طبقات اکبری ، جلد دوم ، ص ۱۷۹ و منتخب اللباب ، جلد اول ، ص ۱۶۵ و مرقع اکبرآباد از سعید احمد مارہروی (آگرہ ۱۹۳۱ء) ، ص ۶۴-۸۱ ۔ (ق)

کنگرے تک ساٹھ گز ہے ، اور سرخ پتھروں کو کاٹ کر باہم اس طرح پیوست کیا گیا ہے کہ بال برابر بھی ان میں درز نہیں ہے - اور (قلعے کی) بنیاد کو ہر جگہ پانی کی سطح تک پہنچایا گیا ہے - اور مزید احتیاط کے لیے پتھروں کو آہنی حلقوں سے کس کر ایک دوسرے کے ساتھ پیوست کیا گیا ہے -

بتیسویں سال جلوس اکبری میں قاسم خاں دارالخلافہ آگرہ کی نظامت پر سرفراز ہوا اور تیسویں سال جلوس اکبری کے شعبان [۶۳] ۵۹۹۵ھ (جولائی ۱۵۸۷ء) میں کشمیر کی فتح کے لیے مامور ہوا[1] -

یہ (کشمیر) ایک ایسا ملک ہے کہ راستے کی دشواری اور پہاڑوں کی تکلیف کی وجہ سے (دہلی کے) سابق حکم رانوں نے اس کی فتح کا ارادہ نہیں کیا - اس کے چاروں طرف پہاڑ آسمان تک سر اٹھائے ہوئے پاسبانی کرتے ہیں - اگرچہ اس کے چھ سات راستے ہیں لیکن (صرف) تین (راستوں) سے بڑے لشکر گزر سکتے ہیں لیکن ان میں ہر ایک پر اگر ایک بوڑھی عورت پتھر لڑھکانے کے لیے بیٹھ جائے تو آدمی اس (راستے) سے نہیں گزر سکتے ہیں -

قاسم خاں نے کار شناسی اور ہمت کی وجہ سے نہایت کشادہ پیشانی سے اس خدمت کو قبول کیا - یعقوب خاں ولد یوسف خاں چک ، کہ جو اس زمانے میں کشمیر کی حکومت پر قابض تھا ، بڑے اطمینان کے ساتھ لڑائی کے لیے تیار ہو گیا - وہ کم زیل کے درے کو مستحکم کر کے بیٹھ گیا -

---

۱- اس مہم کی تاریخ اور سنہ میں اختلاف ہے - اکبر نامہ (جلد سوم ، ص ۵۲۷) میں ۵۹۹۴ھ (۱۵۸۶ء) ، منتخب التواریخ (انگریزی ترجمہ ، جلد دوم ، ص ۳۶۴) میں شروع شعبان ۵۹۹۴ھ (وسط جولائی ۱۵۸۶ء) اور طبقات اکبری (انگریزی ترجمہ جلد سوم ، ص ۶۱۶) میں شعبان ۵۹۹۵ھ (جولائی ۱۵۸۷ء) دیا ہے - اس مہم کی تفصیل کے لیے دیکھیے اکبر نامہ ، جلد دوم ، ص ۵۰۶ - ۳۰۲ - متن میں درہ کم زیل ہے - اکبر نامہ میں کپرتال اور منتخب التواریخ میں کتریل ہے ، بیوریج کے خیال میں در ہال ہے - (پ)

چونکہ اس کے علاقے کے لوگ اس کی سرداری سے پریشان اور رنجیدہ تھے لہٰذا کچھ لوگ (اس سے) جدا ہو کر قاسم خاں سے مل گئے اور کچھ لوگوں نے سری نگر میں مخالفت کی ۔ مجبوراً یوسف خاں اس آگ کو بجھانے کے لیے کہ جو گھر میں بھڑک اٹھی تھی ، متوجہ ہوا ۔ قاسم خاں کسی روک ٹوک کے بغیر اس مملکت میں داخل ہو گیا ۔ اس نے اپنے میں مقابلے کی طاقت نہ دیکھی اور پہاڑوں میں بھاگ گیا ۔ اس کے بعد دوبارہ فوج فراہم کر کے لایا اور جنگ کی لیکن کوئی کام نہ بنا اور مجبوراً اطاعت و فرمانبرداری اختیار کی اور بادشاہی اطاعت گزاروں میں شامل ہو گیا [۶۴] ۔

چونکہ اس سرزمین (کشمیر) کے باشندوں کی طینت پورے طور سے شرارت اور سرکشی سے عبارت ہے لہٰذا کوئی ایسا دن نہ ہوتا تھا کہ فتنہ نہ اٹھے اور کوئی مہینہ ایسا نہ گزرتا تھا کہ فساد برپا نہ ہو ۔ قاسم خاں روز روز کے جھگڑوں اور مقابلوں سے تنگ آ گیا اور اس نے وہاں کی حکومت سے استعفا دے دیا ۔

چونتیسویں سال جلوس اکبری میں (قاسم خاں) دارالملک کابل کے انتظام پر مقرر ہوا اور وہاں کا انتظام کرتا رہا ۔ ایک اندجانی نوجوان نے بدخشاں میں خود کو شاہرخ مرزا کا بیٹا مشہور کر دیا اور کچھ دنوں تک وہ (اپنے مقصد میں) کامیاب رہا ۔ اس کے بعد جب توران شاہ نے اس پر غلبہ حاصل کر لیا تو اس نے ہزارہ کے افغانوں کے ساتھ دوستی کر لی ۔ جس زمانے میں کہ قاسم خاں بادشاہ کے حضور میں روانہ ہوا تو وہ اس ارادے سے آیا کہ ان قبائل (افغانان ہزارہ) سے مل جائے ۔ چند لوگوں کے ہمراہ اس علاقے (افغانستان) میں آیا اور راہداروں کو ایسا ظاہر کیا کہ گویا وہ بادشاہی دربار میں جا رہا ہے ۔

قاسم خاں کے لڑکے ہاشم بیگ نے کہ جو باپ کی نیابت میں اس صوبے کا منتظم اور کارپرداز تھا ، ایک جماعت پہلے سے بھیج دی تاکہ رہبری کر کے اس کو لے آئے ۔ جب وہ بدنصیب پنج شیر سے گزر گیا تو تیزی سے ہزارہ کے ٹھکانے کو چلا گیا ۔ ہاشم بیگ بھی تیزی سے آگے بڑھا ،

ہلکے سے مقابلے کے بعد اس کو گرفتار کرکے کابل لے آیا -
اس کے بعد جب قاسم خان (دربار سے) واپس آیا تو اس نے اپنی سادہ لوحی سے اس کو اپنے پاس جگہ دی اور کوئی خاص نگرانی نہ رکھی - اس کے ساتھیوں کو بھی نوکری دے دی - اگرچہ اس کے خیر اندیش بہی خواہوں نے [۶۵] اس کو سمجھایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا - اس بد کردار نے پانسو بدخشیوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور اس (قاسم خان) کی جان لینے کی گھات میں رہا -
جس دوران میں کہ بادشاہی حکم کے مطابق اس کو حضور میں بھیج رہے تھے ، وہ ایک روز دوپہر کو کچھ آدمیوں کے ساتھ اٹھا اور قاسم خان کی خواب گاہ میں کہ جہاں سوائے چند کنیروں کے کوئی اور نہ تھا ، داخل ہو گیا - اس نے مردانہ وار جان دی - اس (قاسم خان) کے سر کو نیزے پر اٹھا لیا -
ہاشم بیگ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو وہ قلعے کی طرف دوڑا اور اس نے داخل ہونا چاہا - تیر و بندوق چلنے لگے - بہت سے (آدمی) مارے گئے اور اسی درمیان میں وہ فتنہ پرداز (اندجانی) بھی ختم ہو گیا - یہ واقعہ انتالیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۲ھ (۹۴-۱۵۹۳ء) میں وقوع پذیر ہوا -

۲۵

قطب‌الدین خان شیخ خوبن

وہ شیخ سلیم فتح پوری (سیکری) کا نواسا ہے - اس کا باپ بداؤں کے شیخ زادوں میں سے ہے[1] - جہانگیر بادشاہ کے ساتھ اس کا رضاعی بھائی کا

۱- قطب‌الدین شیخ خوبن کے باپ کا نام شیخ اعظم فاروقی تھا - ملاحظہ ہو تذکرۃالواصلین از محمد رضی‌الدین بدایونی (بدایوں ۱۹۴۵ء) ، ص ۲۱-۲۲ - کنزالتاریخ از محمد رضی‌الدین بدایونی (بدایوں ۱۹۰۷) ، ص ۷۰ -

رشتہ تھا ۔ جب شہزادگی کے زمانے میں وہ (جہانگیر) الہ‌آباد کو چلا گیا اور اپنی خودسری اور بے‌راہ روی سے ملک کا منتظم بن بیٹھا تو اس نے اس (شیخ خوبن) کو قطب‌الدین خاں کا خطاب دیا اور بہار کی صوبے‌داری پر نامزد کیا ۔ (جہانگیر کی) تخت نشینی کے بعد وہ پنج ہزاری منصب اور بنگالہ کی نظامت پر فائز ہوا[۱] ۔

جب شیر افگن خاں استجلو کی کہ جو بردوان ، بنگالہ میں جاگیر رکھتا تھا ، شورش پسندی اور فتنہ پردازی کی خبر مکرر (جہانگیر کے) حضور [۶۶] میں پہنچی یا اس کی بیوی مہر نساء بیگم کے سبب سے کہ جس کا خیال بادشاہ (جہانگیر) کی طبیعت میں تھا ، چنانچہ (یہ بات) شیر افگن خاں کے حال میں تفصیل سے لکھی گئی ہے ، (جہانگیر نے بنگالہ) جاتے وقت قطب‌الدین خاں کو اشارہ کر دیا کہ اگر اس (شیر افگن) کو فرمانبردار اور اطاعت گزار پاوے تو چھوڑ دے ، ورنہ حضور (شاہی) میں بھیج دے ، اور اگر آنے میں وہ سستی کرے تو سزا دے ۔

جب قطب‌الدین خاں وہاں پہنچا تو وہ اس کے سلوک اور زندگی گزارنے کے طریقے سے بھی بدگمان ہو گیا ۔ ہر چند اس نے اپنے پاس بلایا ، شیر افگن خاں جو اپنے وکیل کی تحریر سے تمام حالات سے آگاہ ہو چکا تھا ، دور از کار عذر پیش کرتا رہا ۔ قطب‌الدین خاں یلغار کرکے بردوان کی طرف چلا ۔ اس (قطب‌الدین خاں) نے اپنے بھانجے شیخ غیاثا کو پہلے سے بھیج دیا تاکہ وہ اس کے مافی‌الضمیر کو معلوم کرے اور اس سے کہے کہ ہم اس علاقے کے زمینداروں سے پیش کس وصول کرنے آئے ہیں ، تم بھی ہماری رفاقت کرو ۔ غیاثا نے اس قدر فریب اور چاپلوسی دکھائی کہ شیر افگن خاں کو یقین ہو گیا کہ اس معاملے میں بے‌وفائی نہیں ہے ۔

وہ (شیر افگن خاں) اکیلا استقبال کے لیے روانہ ہو گیا ۔ جب قطب‌الدین خاں اس کی آمد سے مطلع ہوا تو اس نے معتبر جماعہ داروں سے کہا کہ جب میں کوڑا اٹھاؤں تو تم اس کو ختم کر دینا ۔ شیر افگن

---

۱ - ملاحظہ ہو تزک جہانگیری (لکھنؤ ایڈیشن) ، ص ۳۷-۳۸ ۔

خاں دو آدمیوں کے ہمراہ آیا اور تواضع کے ساتھ ملاقات کی ۔ چاروں طرف سے لوگ اکٹھے ہو گئے ۔ اس نے کہا کہ مجلس کا یہ کیا طریقہ ہے ؟ قطب الدین خاں نے آدمیوں کو منع کر دیا ، تنہا اس کے ساتھ چند قدم [۶۷] چلا اور باتیں کرتا رہا ۔ شیر افگن نے اس کے چہرے سے شورش کا اندازہ کر لیا اور خود پہل کر دی ۔

کہتے ہیں کہ قطب الدین نے اس کی ملاقات کی وجہ سے کہ جو اس (شیر افگن) نے آدمیوں کی طرح کی ، اپنے دل سے شورش کا ارادہ نکال دیا تھا ۔ جب اس نے ہجوم سے منع کرنے کے لیے ہاتھ اٹھایا تو وہ مقررہ اشارہ سمجھے اور کارروائی شروع کر دی ۔ مجبوراً شیر افگن خاں نے تلوار کھینچ کر قطب الدین خاں کے پیٹ پر کہ جو بہت موٹا تھا ، ایسی ماری کہ آنتیں اور پیٹ کا سارا مسالہ باہر نکل پڑا ۔ قطب الدین خاں نے دونوں ہاتھوں سے اپنے پیٹ کو تھاما اور بلند آواز سے کہا کہ اس غدار (شیر افگن خاں) کو چھوڑنا نہیں کہ بھاگ جائے ۔ ابہ خاں کشمیری کہ جو سردار تھا اور شجاعت و بہادری کا مالک تھا ، گھوڑے پر سوار ہو کر گیا اور اس نے اس کے سر پر تلوار ماری ۔ شیر افگن خاں نے تلوار پوری گرفت سے ابہ خاں کے ایسی ماری کہ اس کا کام تمام ہو گیا[۱] ۔

اس دوران میں قطب الدین خاں کے ملازم ہر طرف سے دوڑے اور انھوں نے انتقام میں (شیر افگن خاں کا) کام تمام کر دیا ۔ قطب الدین خاں گھوڑے پر سوار اتنی دیر کھڑا رہا کہ اس (شیر افگن خاں) کے مرنے کی خبر اس تک پہنچ گئی ۔ اس کا حال خراب ہونے لگا ۔ غیاثا کو اس (شیر افگن) کے مال ضبط کرنے اور بیوی بچوں کو لانے کے لیے بھیجا اور خود پالکی میں سوار ہو کر چل دیا ۔ تھوڑا سا راستہ گزرا ہوگا کہ مر گیا ۔ اس کے جنازے کو فتح پور سیکری لائے ۔ دوسرے سال جلوس جہانگیری

۱۔ ملاحظہ ہو تزک جہانگیری (لکھنؤ اڈیشن) ، ص ۵۵-۵۶ ۔

۱۰۱۶ھ (۱۶۰۷ء) میں یہ واقعہ ہوا[1] [۶۸]۔

۲۶

قلیج خان اندجانی

وہ جانی قربانی کے قبیلے سے ہے ۔ اس کے باپ دادا سلاطین چغتائیہ کی خدمت میں صاحب نسب رہے ہیں ۔ خاص طور سے اس کا دادا سلطان حسین مرزا بایقرا کے یہاں امارت کا درجہ رکھتا تھا ۔

اس (قلیج خان اندجانی) نے اکبر بادشاہ کی خدمت میں خوب قرب و اعتبار حاصل کیا ۔ سترھویں سال جلوس اکبری ۹۸۰ھ (۷۳-۱۵۷۲ء) میں اکبر بادشاہ نے سورت کے مضبوط قلعے کو فتح کرنے کا ارادہ کیا ۔ یہ قلعہ دریائے تاپتی کے کنارے سمندر کے قریب واقع ہے ۔ اس کے دو طرف دریا ہے اور دوسری دونوں طرف ایک گہری خندق میں (دریا سے) پانی پہنچایا گیا ہے ۔ سلطان محمود گجراتی کے ترک غلام صفر آقا مخاطب بہ خداوند خان نے ۹۴۷ھ (۱۵۴۰ء) میں اس کو بنوایا ۔

سد بود برسینہ و جان فرنگی این بنای

تاریخ ہے[2] ۔

اکبر بادشاہ نے ایک ماہ اور سترہ روز کے محاصرے میں (قلعے پر)

۱۔ یہ واقعہ تزک جہانگیری سے ماخوذ ہے ، لیکن اس سلسلے میں دیکھیے ہسٹری آف جہانگیر از بینی پرشاد (ص ۱۷۴-۱۷۵) ۔ شیر افگن کا مقبرہ بردوان میں ہے ۔ ملاحظہ ہو عبدالولی کا مقالہ (جنرل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال جلد سیزدھم ، ۱۹۱۷ء ، ص ۱۸۴-۱۸۶) نیز دیکھیے بینی پرشاد کا مقالہ (انڈین ہسٹاریکل ریکارڈس کمیشن پروسیڈنگ کلکتہ ۱۹۲۲ء ، جلد ۴ ، ص ۱۹-۲۵) ۔ (پ)

۲۔ مؤلف تاریخ فرشتہ نے اس کا نام غضنفر آقا ترک لکھا ہے ۔ تعمیر

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

قبضہ کر لیا اور اس عالیشان قلعے کی حفاظت و انتظام کے لیے قلیج خاں مقرر ہوا ۔ تیئیسویں سال جلوس اکبری کے آخر میں بادشاہ کے حضور سے اسے گجرات جانے کا حکم ہوا کہ اس علاقے (گجرات) کے عمال کی مدد کرے اور اپنی جاگیر کی آبادکاری میں مصروف ہو ۔ چھبیسویں سال جلوس اکبری میں شاہ منصور دیوان کے مارے جانے کے بعد وزارت کی ذمہ داری بھی اس کو سونپ دی گئی ۔

اٹھائیسویں سال جلوس اکبری میں جب [٦٩] سلطان مظفر خان

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ)
قلعہ کی تاریخ ملا محمد استرآبادی رضائی نے کہی ہے ۔ مکمل قطعہ تاریخ درج ذیل ہے :

پادشاه بحر و بر محمود شاه بے ہمال
ناصر دنیا و دین و خسرو جمشید رائے
قلعہ در بندر سورت مرتب شد کرو
گشت خیره دیدهٔ گردوں و شد حیرت فزائے
خان اعظم خان دریا دل غضنفر بیگ ترک
بانی آں قلعہ محکم بتوفیق خدائے
آفریں آمد ز سیاحان افلاک و زمین
ایں چنیں کارے بباشد غیر ایزد رہنمائے
سد اسکندر بود بر روئے یاجوج فرنگ
کامده از غیب و دارد برلب این بحر جائے
از پئے سال بنا اندیشہ شد اندر طلب
در رہ عجز اندر آمد عقل را سر زیر پائے
ایں ندا آمد ز غیب از بہر تاریخش بگوش
سد بود بر سینہ و جان فرنگی این بنائے ٩٤٧ھ

دیکھیے: تاریخ فرشتہ (لکھنؤ ١٨٨٤ء) جلد دوم ، ص ٢٢٦-٢٢٧ - (ق)

کھراں کی شورش گجرات کے علاقے میں ظاہر ہوئی اور شہاب‌الدین احمد خاں اور اعتماد خاں بری طرح شکست یاب ہوئے تو بادشاہ کے حضور سے مرزا خاں اور قلیج خاں اس قرارداد کے ساتھ متعین ہوئے کہ پہلا (مرزا خاں) تو سیدھے راستے سے جائے اور سرکشوں کی تادیب کرے اور دوسرا (قلیج خاں) مالوہ کے جاگیرداروں کو لے کر اس وسیع مملکت (گجرات) میں داخل ہو۔ چنانچہ قلیج خاں نے ایک مدت اس وسیع مملکت (گجرات) کے انتظام میں گزاری اور چونتیسویں سال جلوس اکبری میں سنبھل کی سرکار اس کی جاگیر میں مقرر ہوئی۔

جب بادشاہ نے کشمیر کا ارادہ فرمایا تو اس کو راجا بھگونت داس اور راجا ٹوڈر مل کے ہمراہ لاہور میں ٹھہرنے کا حکم ہوا تاکہ ایک دوسرے کے مشورے سے ملکی معاملات انجام پائیں اور راجا ٹوڈر مل کے مرنے کے بعد وہ ایک مدت تک دیوانی (مالیات) کے کام انجام دیتا رہا [۱]۔ انتالیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۲ھ (۹۴-۱۵۹۳ء) میں جب کابل کا حاکم قاسم خاں مارا گیا تو قلیج خاں اس ملک کی نظامت پر مقرر ہوا۔ جب روسائیوں نے صوبے دار کے مارے جانے کی وجہ سے سرکشی اختیار کی تو قلیج خاں تیراہ پہنچا، لیکن رسد کی کمی کی وجہ سے جلد ہی کابل لوٹ آیا، اور چونکہ اس نے افغانستان کا اچھا انتظام نہیں کیا اس لیے معزول ہو گیا۔

بیالیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۵ھ (۹۷-۱۵۹۶ء) میں شاہزادہ سلطان دانیال سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور صوبہ الہ آباد کی جاگیر پر روانہ ہوا۔ قلیج خاں کہ اس کی لڑکی [۷۰] شاہزادے کے رشتۂ ازدواج میں منسلک تھی، چار ہزار پانسو کے منصب پر سرفراز ہو کر شاہزادے کی اتالیقی سے مفتخر ہوا۔ ینتالیسویں سال جلوس اکبری میں شاہزادے کی خدمت سے کبیدہ خاطر ہو کر بادشاہ کے حضور میں آ گیا۔

۱- ٹوڈرمل کی موت ۸ نومبر ۱۵۸۹ء کو ہوئی۔

چوالیسویں سال جلوس اکبری میں جب بادشاہ نے خاندیس کا ارادہ کیا تو دارالخلافہ آگرہ کی حکومت اس کے سپرد ہوئی ۔ آسیر سے اکبر بادشاہ کی واپسی کے بعد چھیالیسویں سال جلوس اکبری میں قلیج خاں کو پنجاب کی حکومت سپرد ہوئی ۔ کیونکہ وہاں کوئی بزرگ امیر نہ تھا ، اس نے کابل کی بھی درخواست کی جو منظور ہو گئی ۔

جہانگیر بادشاہ کی تخت نشینی کے آغاز میں اسے گجرات کی صوبیداری ملی اور دوسرے سال جلوس جہانگیری ۱۰۱۶ھ (۸-۱۶۰۷ء) میں دوبارہ پنجاب کا صوبے دار مقرر ہوا ۔ جب چھٹے سال جلوس جہانگیری میں لاہور، مرتضٰی خاں شیخ فرید کی جاگیر میں مقرر ہوا تو قلیج خاں دربار میں آ گیا ۔ خان دوراں کے تبادلے کے بعد وہ کابل کی نظامت ، احداد روشنائی کے استیصال اور افغانستان کے انتظام پر مقرر ہوا ۔ اس کا سال انتقال ''الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب'' سے نکلتا ہے - ۱۰۲۳ھ

قلیج خاں بہت پرہیزگار اور متقی تھا اور وہ متصلب سنی تھا ۔ ہمیشہ علوم کے درس اور طلبہ کے افادے میں مشغول رہتا تھا ۔ کہتے ہیں کہ پنجاب کی صوبے داری کے زمانے میں ایک پہر تک وہ مدرسے میں فقہ ، تفسیر اور حدیث کے لیے ٹھہرتا تھا ۔ اور وہ [۱۷] علوم شرعیہ کی ترویج و اشاعت میں بہت کوشش کرتا تھا ۔ وہاں (پنجاب) کے لوگ اس سے تعارف اور اپنے مقاصد کے پورے ہونے کی امید میں بہت شوق سے تحصیل علوم کرتے تھے ۔ قلیج خاں موزوں طبع تھا ۔ الفتی تخلص کرتا تھا ۔ یہ رباعی اسی کی ہے[۱] :

رباعی

عاشق ہوس وصال در سر دارد
صوفی زرقے ز خرقہ در بر دارد
من بندۂ آنکسم کہ فارغ ز ہمہ
دانم دل گرم ، دیدۂ تر دارد

۱- منتخب التواریخ (جلد سوم ، ص ۱۸۸-۱۸۹) میں الفتی کے کچھ اشعار بھی دیے ہیں ۔ (ب)

کہتے ہیں کہ (اکبر کے) آخری دنوں میں بادشاہ کے حسب طلب وہ لاہور سے آگرہ چھ دن میں پہنچا - اس زمانے میں خواجہ ابوالحسن تربتی[1] کی ترقی کا آغاز تھا ؛ ایک دن خواجہ (تربتی) نے عرض کیا کہ حضرت (بادشاہ) کے جامے کا دامن سری صاف (باریک کپڑے کی ایک قسم) کی دوہری مقدار سے بنا ہے اور میرے جامے کا دامن ایک سے بنا ہے اور کس قدر کشادہ اور بڑا ہے - قلیج خان نے کہا کہ اے خواجہ ! تیرے دامن کے تلے تو چند گدھے اور اندھے ہیں اور حضرت (شہنشاہ) کے زیر سایہ ایک عالم ہے - اسی لیے بادشاہ کا دامن پھیلا ہوا ہے - یہ وضاحت بالکل آسان ہے -

ذخیرۃ الخوانین[2] میں تحریر ہے کہ قلیج خان کے بھتیجے محمد سعید پسر میرم قلیج سے میں (مؤلف) نے سنا ہے (محمد سعید) صدق و صلاح اور راستی و درستی میں یکتائے روزگار تھا - اس کو لوگ بہت متقی اور دین اسلام کی ترویج و اشاعت میں نہایت کوشش کرنے والا سمجھتے تھے - [۲ے] (محمد سعید) بیان کرتا تھا کہ ۱۰۰۰ھ (۹۲-۱۵۹۱ء) میں جب کہ جونپور قلیج خان کی جاگیر میں مقرر ہوا تو قلیج نے ایک عمارت بنوانی شروع کی - اتفاق سے بنیاد کے گڑھے میں ایک پختہ گنبد کا سر ظاہر ہوا - میری (محمد سعید کی) موجودگی میں دس دن تک صبح سے شام تک قلیج خان اس شہر (جونپور) کے تمام اشراف و عمائد کے ساتھ وہاں رہتا تھا - یہاں تک کہ پورا گنبد نکل آیا - قلیج خان نے ایک من کے تالے کو کہ جو اس کے لوہے کے دروازے پر لگا ہوا تھا ، توڑا اور ایک ہجوم کے ساتھ گنبد میں داخل ہوا - وہاں ایک بھوری داڑھی والا گیہواں رنگ کا آدمی قبلہ رخ جوگیوں کی طرح آسن جمائے ہوئے بیٹھا تھا - دروازے کھلنے کی آواز اور آدمیوں کے شور

۱- خواجہ ابوالحسن تربتی کے حالات کے لیے دیکھیے مآثرالامرا ، جلد اول (اُردو ترجمہ) ، ص ۲۳۱-۲۳۳ - (ق)

۲- ملاحظہ ہو ذخیرۃ الخوانین (کراچی ۱۹۶۰ء) جلد اول ، ص ۱۷۳-۱۷۵ - (ق)

سے اس نے سر اٹھایا اور ہندی زبان میں پوچھا کہ کیا اوتار راجا رام چندر ہو گئے ؟ لوگوں نے جواب دیا ، ہو گئے ۔ اس نے پھر پوچھا کہ کیا سیتا کہ جن کو راون لے گیا تھا ، رام چندر کو مل گئیں ؟ لوگوں نے کہا کہ مل گئیں ۔ اس نے (پھر) پوچھا کہ کیا اوتار کرشن متھرا میں ظاہر ہو چکے ؟ لوگوں نے کہا کہ چار ہزار سال گزر گئے اور وہ ظاہر بھی ہوئے اور ختم بھی ہو گئے ۔ اس نے (پھر) پوچھا کہ کیا خاتم انبیا حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عرب میں ظاہر ہو گئے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک ہزار سال ہوئے کہ اس دنیا سے رحلت فرما ہو گئے اور ان کے دین (اسلام) سے تمام (سابقہ) دین باطل ہو گئے ۔ اس نے (پھر) پوچھا کہ کیا دریائے گنگا جاری ہے ؟ لوگوں نے کہا کہ اس سے دنیا کی رونق ہے ۔ اس نے کہا کہ مجھے (یہاں) سے نکالو ۔

قلیج نے سات خیمے پاس پاس لگوائے اور وہ (شخص) روزانہ ایک خیمے سے دوسرے میں منتقل ہو جاتا تھا ۔ آٹھویں دن وہ باہر آیا ۔ وہ اہل اسلام کے طریقے سے نماز پڑھتا تھا ۔ کھانے اور سونے میں دوسرے لوگوں کی طرح تھا ۔ چھ ماہ زندہ رہا ۔ اس نے کسی سے بات نہیں کی ۔

اگرچہ خدا تعالیٰ کی دنیا میں ان حکایات کی مثالیں اور ان سے بڑھ کر ہونا ناممکن [۳۷] نہیں ہیں بلکہ وہ خدائے بزرگ و برتر نادر واقعات کے ظہور پر قادر ہے ۔ لیکن یہ کہانی ایسی نہیں کہ جو عادةً محال ہو اور کوئی اس کو نادر بات سمجھے بلکہ عقل کے خلاف ہے ۔ چونکہ راوی قابل اعتبار تھا اس لیے اس کو نقل کر دیا ۔

قلیج خاں صاحب اولاد تھا ۔ اس کے اکثر لڑکوں نے امارت کا درجہ پایا ۔ اس کے لڑکوں میں سے مرزا سیف اللہ اور مرزا چین قلیج نے اکبر بادشاہ کے زمانے میں معقول منصب پائے ۔ مرزا چین قلیج کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے ۔

٢٧

قاسم خان میر ابوالقاسم خان نمکین

وہ حسینی ہروی سادات سے ہے - ابتدا میں مرزا محمد حکیم کا ملازم تھا - اپنی خوش بختی سے اکبر بادشاہ کی ملازمت میں آ گیا - جب بھیرہ اور خوشاب میں اس کو جاگیر ملی تو نمکسار (نمک کی کان) کے قریب ہونے کی وجہ سے اس نے نمک کی رکابی اور پیالے تیار کرا کے بادشاہ کے حضور میں بھیجے اس لیے اس کا لقب 'نمکین' ہو گیا[1] -

نمکسار (نمک کی کان) ایک پہاڑ ہے کہ جس کی لمبائی بیس کوس ہے اور صوبہ پنجاب کے قریب دوآبہ سندھ ساگر میں کہ جو دریائے جہلم اور سندھ کے درمیان اس نام سے موسوم ہے ، واقع ہے ، وہاں سے نمک کے ٹکڑے کاٹ کر علیحدہ کر لیتے ہیں اور اٹھا کر کنارے پر لے آتے ہیں - جو کچھ اس سے حاصل ہوتا ہے اس کا تین حوتھائی کان والوں کو ملتا ہے اور ایک حصہ برآرندگان کا ہوتا ہے - سوداگر نصف دام سے لے کر دو دام تک میں ایک من (نمک) حریدتے ہیں اور دور تک بھیجتے ہیں اور سترہ من پر ایک روپیہ سرکار کو ادا کرتے ہیں - کاریگر اس (نمکدار) پتھر سے طبق ، سرپوس ، اور دوسرے برتن بناتے ہیں -

میر (ابو القاسم نمکین) اکبر بادشاہ کے حضور میں بہت قرب و اعزاز رکھتا تھا - داؤد خاں کررانی کی لڑائی میں [۹۸۲] اس کے گھر سے ہاتھی کی طلائی زنجیر برآمد ہوئی لہٰذا اس کا مرتبہ گھٹا دیا گیا -

بتیسویں سال جلوس اکبری میں جب کہ سواد (سوات) ، بجور اور تیراہ کے افغان اپنے اہل و عیال کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں آ گئے تو بادشاہ نے میر (نمکین) کو وہاں کا کروری اور فوج دار مقرر کیا اور اس قوم (افغان) کے آدھے سرداروں کو نگرانی میں رکھا اور بقیہ نصف کو میر کے

۱- ذخیرۃ الخوانین ، جلد اول ، ص ۱۹۸ - (ق)

ساتھ جانے کی اجازت دے دی ۔ چالیسویں سال جلوس اکبری تک وہ سات سو صدی کے منصب تک پہنچا تھا ۔

تینتالیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۷ھ (۹۹-۱۵۹۸ء) میں وہ بھکر کی حکومت پر سرفراز ہوا اور وہاں پہنچا ۔ سکھر میں اسی کی بنوائی ہوئی عالی شان مسجد ہے ۔ چونکہ اس نے وہاں کی رعایا اور باشندوں کے ساتھ بد سلوکی اور نامناسب طریقہ اختیار کیا لٰہذا ان کی فریاد پر وہ معزول ہوا ۔

کہتے ہیں کہ جب وہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو مظلوم ، لشکر کے قاضی ، قاضی عبدالحئی کی عدالت میں فریادی ہوئے ۔ اس نے (میر ممکین کو) عدالت میں طلب کر لیا ۔ میر حاضر نہیں ہوا ۔ قاضی نے اکبر بادشاہ سے عرض کیا کہ میر نے شریعت کے حکم اور بادشاہ کی فرمانبرداری کو قبول نہیں کیا ۔ (شاہی) حکم ہوا کہ ہاتھی کے پیر سے باندھ کر اس کی تشہیر کی جائے ۔ جب میر کو معلوم ہوا تو اس نے بھکر کے صدر شیخ معروف[1] کے مشورے سے کہ جو وہاں موجود تھا ، تمام داد خواہوں کو روپیہ دے کر راضی کر لیا ، اسی دن سب کو بھکر روانہ کر دیا اور صبح ہی دربار میں پہنچا اور عرض کیا کہ قاضی نے خلاف واقعہ رپورٹ کی ۔ نہ تو کوئی بھکر کا آدمی فریادی ہے اور نہ مجھ کو عدالت میں طلب کیا گیا ہے ۔ جب قاضی سے پوچھا گیا تو اگرچہ اس نے مظلوموں کو حاضر کرنے کی ہر چند [۵۷] کوشش کی لیکن کوئی بھی نہ ملا ۔ اس دن سے یہ طے پایا کہ قاضی مستغیث کا حلیہ لکھے اور اس کو بادشاہ کے حضور میں بھیجے ۔ اس کے بعد میر (ممکین) کے منصب میں اضافہ ہوا ۔ اس کو خان کا خطاب ملا اور وہ گجرات کی جاگیر پر مقرر ہوا ۔

جب پہلے سال جلوس جہانگیری میں سلطان خسرو نے بغاوت کی اور شیخ فرید بخاری سے شکست کھا کر تباہ حال و پریشان ہوا اور (سمجھ میں نہیں آتا تھا) کہ کدھر جائے ، افغانوں کی ایک جماعت نے کہ جو اس باغی

۱۔ ذخیرۃ الخوانین کے مؤلف شیخ فرید کا باپ ہے ۔ یہ واقعہ ذخیرۃالخوانین سے ماخوذ ہے ۔ ملاحظہ ہو ، جلد اول ، ص ۱۹۸-۱۹۹ ۔ (ق)

کے ساتھی ہو گئے تھے ، کہا کہ دوآبے کے علاقے کو تاخت و تاراج کرتے ہوئے دارالخلافے کو چلنا چاہیے - اگر کام بن جائے تو اچھا ہے ورنہ پورب کی طرف نکل جائیں کہ جو ایک وسیع ملک ہے - حسن بیگ بدخشی نے کہا کہ یہ مشورہ غلط ہے ، تم کو کابل جانا چاہیے - چونکہ خسرو نے اختیار اس کو دے دیا تھا لٰہذا اس کے مشورے کو ترجیح دیتے ہوئے اسی طرف (کابل) کا ارادہ کر لیا -

چونکہ دربار شاہی سے (تمام) صوبوں کو فرامین جا چکے تھے کہ جاگیردار اور کروری اپنے متعلقہ حدود سے خبردار رہیں ، جہاں کہیں وہ (خسرو) پہنچے اس کو گرفتار کرنے کی کوشش کریں - لٰہذا راستوں (گھاٹوں) پر بہت احتیاط ہوتی تھی - خسرو نے حسن بیگ اور چند دوسرے لوگوں کے ساتھ چاہا کہ دریائے چناب کو پار کر لے - وہ سودھرہ کے گھاٹ پر پہنچا - رات کے وقت کشتی تلاش [۷۶] کر رہا تھا - ایک کشتی ، ملاح کے بغیر ، ہاتھ لگ گئی - اچانک دوسری کشتی بھی ایندھن اور گھاس سے لدی ہوئی پہنچ گئی - حسن بیگ نے چاہا کہ وہ اس کشتی کے ملاحوں کو زبردستی خالی کشتی پر لے آئے - لٰہذا شور و غوغا ہوا - سودھرہ کے چودھری کو جب معلوم ہوا تو وہ دریا کے کنارے پہنچا اور ملاحوں کو (ان لوگوں کو) پار کرانے سے منع کر دیا - یہاں تک کہ صبح ہو گئی - میر ابوالقاسم نمکین ان منصب داروں کے ہمراہ کہ جو اس علاقے میں تھے ، گجرات سے وہاں پہنچ گیا اور اس سرکش (خسرو) کو گرفتار کرکے قصبے میں لے آیا اور نظر بند کر دیا - یہ نیک خدمت بادشاہ کے حضور میں ترقی کا سبب ٹھہری اور وہ اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری منصب پر سرفراز ہوا اور دوبارہ بھکر کی حکومت پر نامزد ہوا -

میر نے اس (بھکر) کو اپنا وطن قرار دیا اور اس چٹان پر کہ جو بھکر کے قلعے کے مقابل ہے ، قصبہ لوہری (روہڑی) سے جنوب کی طرف دریائے پنجاب سے متصل کہ جو کھار مالری کے نام سے مشہور ہے ، اپنا قبرستان بنوایا اور صفہ صفا اس کا نام رکھا - چاندنی رات میں یہ جگہ (نظارے میں) ایسی (دلکش) ہوتی ہے کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی -

وہیں وہ دفن ہوا[1] -

کہتے ہیں کہ وہ بھوک بہت رکھتا تھا - ایک ہزار آم ، ایک ہزار میٹھے سیب اور ایک ایک من کے دو تربوز کھا جاتا تھا - اس کے اولاد بہت تھی - بائیس تو لڑکے تھے - ان میں میر ابوالبقا امیر خاں کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے[2] - مرزا کشمیری نے سلطان خسرو کی بغاوت میں حصہ لیا تھا ! لہٰذا بادشاہ کے حکم سے اس کے عضو تناسل کو کاٹ دیا گیا - اور مرزا حسام‌الدین [۷۷] ترقی کرکے جوانی ہی میں مر گیا - مرزا یداللہ کے پاس کوئی منصب نہ تھا - وہ خان جہاں لودی کا نوکر تھا[3] -

۲۸

قاسم خاں

میر مراد جوینی کا لڑکا ہے - پرانے زمانے میں جوین[4] ، ولایت بیہق میں شامل تھا کہ جس کا (خاص) شہر سبزوار ہے اور آج کل یہ علاقہ درختوں اور نہروں کی کثرت کے لیے مشہور ہے - وہاں بڑے بڑے نیک آدمی پیدا ہوئے ہیں ؛ مثلاً شیخ سعدالدین حموی ، امام الحرمین ابوالمعالی ، خواجہ

۱- ملاحظہ ہو تذکرہ امیر خانی از پیر حسام‌الدین راشدی (کراچی ۱۹۶۱ء) ، ص ۵۷ ، ۵۸ - (ق)

۲- ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد اول (اُردو ترجمہ ، ص ۱۷۴- ۱۷۷ - (ق)

۳- میر ابوالقاسم خاں نمکین کے تین فرزند یوسف میرک ، لطف‌اللہ اور نور اللہ بھی تھے جن میں سے اول‌الذکر مظہر شاہجہانی کا مؤلف ہے - یہ قابل قدر کتاب ۱۹۶۲ء میں پیر حسام‌الدین کی ترتیب و تہذیب کے ساتھ سندھی ادبی بورڈ کی طرف سے شائع ہو چکی ہے - ملاحظہ ہو تذکرہ امیر خانی ، ص ۵۹-۶۰ - (ق)

۴- جوین ، خراسان کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے -

شمس‌الدین صاحب دیوان - میر مراد بھی وہیں کے بزرگ سادات میں سے ہے - چونکہ وہ بہت مدت تک دکن میں رہا اس لیے دکنی مشہور ہو گیا - شجاعت اور بہادری میں امتیاز رکھتا تھا - تیر اندازی کے فن میں لوگ اس کو ماہر استاد سمجھتے تھے - اکبر بادشاہ نے سلطان خرم کی تعلیم کے لیے اس کو مقرر فرمایا - چھیالیسویں سال جلوس اکبری میں وہ لاہور کی بخشی گری کے زمانے میں فوت ہو گیا -

قاسم خاں شعر خوب کہتا تھا اور رواں عبارت لکھتا تھا - شروع میں وہ اسلام خاں چشتی فاروقی کی بنگالہ کی صوبے داری کے زمانے میں وہ اس صوبے کا خزانچی تھا - اسلام خاں نے اس کی اور اس کے بھائی ہاشم خاں کی تربیت میں بہت کوشش کی - اس نیک عادت امیر کی سرپرستی میں اس نے خوب ترقی کی -

اس کے بعد جب نور جہاں کی بہن منیجہ بیگم [۷۸] اس سے منسوب ہوئی تو وہ ترقی کرکے امارت کے عالی رتبے پر پہنچا اور اس کو طبل و علم ملا - دربار کے ظریف لوگ (اس کو) قاسم خاں منیجہ کہتے تھے - جہانگیر بادشاہ کی مصاحبت کا شرف رکھتا تھا - ایک دن بادساہ نے پینے کا پانی طلب کیا - مٹی کا پیالہ اس قدر نازک تھا کہ پانی کی حرکت کی تاب نہ لا سکا اور ٹوٹ گیا - بادشاہ نے قاسم کی طرف دیکھا اور فرمایا :

ع کاسہ نازک بود آب آرام نتوانست کرد

اس نے فوراً دوسرا مصرع پڑھ دیا :

ع دید حالم را و چشمش ضبط اشک خود نکرد

اس عالی جاہ بادشاہ (جہانگیر) کے آخر زمانے میں وہ صوبۂ آگرہ کی انظامت ، قلعے اور وہاں کے خزانوں کی حفاظت پر مقرر ہوا - جس زمانے میں کہ جہانگیر بادشاہ کا انتقال ہوا ، اور شاہجہان تخت نشینی کی غرض سے جنیر ، دکن سے دارالخلافہ (اکبر آباد) کے لیے روانہ ہوا اور وہ باغ دہرہ میں ، کہ جو نورالدین محمد جہانگیر کے نام کی نسبت سے نور منزل مشہور ہے ، مقیم ہوا تو قاسم خاں اس کے حضور میں حاضر ہوا اور شاہی عنایات سے سرفراز ہوا -

پہلے سال جلوس شاہجہانی میں وہ پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ، اور فدائی خاں کی بجائے صوبۂ بنگالہ کا ناظم مقرر ہوا[1] ۔ جب شاہجہاں بادشاہ تخت نشینی سے پہلے اس علاقے میں گیا تھا تو وہ بندرگاہ ہوگلی کے فرنگیوں (پرتگالیوں) کے مظالم سے آگاہ ہوا کہ انھوں نے (ہوگلی کے) اطراف کے پرگنوں [۷۹] کو ٹھیکے پر لے لیا ہے اور وہاں کی رعایا کو ظلم و جور اور کچھ لوگوں کو لالچ سے عیسائی بنا کر فرنگستان (پرتگال) بھیج دیتے ہیں ، اور بغیر ٹھیکے والے پرگنوں میں بھی یہ کارروائی کرتے ہیں اور وہ (ہوگلی) نیا بنا ہوا بندرگاہ ہے ۔ سمندر سے ایک کھاڑی نکل کر بیس کوس تک راج محل تک آ گئی ہے اور راج محل سے آگے بہہ کر دریاے گنگا اس کھاڑی سے مل جاتا ہے اور مقام اتصال سے دائیں جانب جو تہائی کوس کے فاصلے پر خلیج گنگا کے کنارے بندرگاہ سات گاؤں واقع ہے ۔ بنگالہ کے سابق سلاطین کے زمانے میں فرنگی سوداگروں کی ایک جماعت نے کہ جو سراندیپ (لنکا) میں رہتے تھے ، وہاں آمد و رفت شروع کی اور بندرگاہ مذکور (سات گاؤں) سے ایک کوس کے فاصلے پر کھاڑی کے کنارے اس بہانے سے کہ خرید و فروخت کے لیے کوئی جگہ ہونی چاہیے ، انھوں (فرنگیوں) نے بنگالیوں کی طرح چند گھر بنا لیے ۔ اس ملک کے حکام کی بے پروائی سے زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ بہت سے فرنگی وہاں آ بسے ۔ اس جگہ اور ایک بڑی بستی بن گئی ۔ ایک طرف تو سمندر تھا ، دوسرے تین طرف خندق کھود کر کھاڑی کا پانی اس میں پہنچا دیا ۔ توپ اور بندوقوں سے اس کو مستحکم کیا اور ہوگلی بندر اس کا نام رکھا ۔ اور فرنگ کے جہازوں کی آمد و رفت وہاں سے شروع ہو گئی اور بندرگاہ سات گاؤں اجڑ گیا ۔

جب قاسم (نظامت بنگالہ پر) گیا تو اس کو حکم ہوا کہ ہم اس

۱۔ اس سے قبل وہ آگرہ کا ناظم تھا ۔ ملاحظہ ہو بادشاہنامہ ، جلد اول حصۂ اول ، ص ۱۲۵-۱۲۶ - (پ)

بندرگاہ (ہوگلی) کے معابد نصاریٰ کے ضلالت آلود معابد کو ڈھانا چاہتے ہیں - پس اس نے اس صوبے کی ضروری مہمات کے انتظام کے بعد اس تباہ کیش گروہ (پرتگالیوں) کی بنیاد کو اکھاڑنے کی پوری پوری کوشش کی - چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں قاسم خاں نے اپنے لڑکے عنایت اللہ کو [۸۰] اللہ یار خاں کے ساتھ کہ جو حقیقت میں اس کا سردار تھا نیز منصب داروں کی ایک جماعت کے ہمراہ اس طرف روانہ کیا[۱] -

کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گروہ خبر پا کر اور کشتیوں میں بیٹھ کر اس ہلاکت سے نکل جائے ، اس لیے مشہور کر دیا گیا کہ ہجلی کو برباد کرنے کے لیے جا رہے ہیں - اور کچھ لوگوں کو کشتیوں کے ایک بیڑے کے ساتھ متعین کر دیا کہ ان کے راستے کو بند کر دیں - جن لوگوں کو بھیجا گیا تھا انھوں نے ایک دم یلغار کرکے ہوگلی کا محاصرہ کر لیا - تقریباً ساڑھے تین ماہ یہ محاصرہ جاری رہا - فرنگی کبھی تو لڑائی اور مقابلے میں مشغول ہو جاتے اور کبھی یورپ سے امداد آنے کے انتظار میں صلح کی سلسلہ جنبانی کرکے ٹال مٹول کرتے تھے - مجاہدین نے گرجا کی خندق کے سامنے کہ جس کی چوڑائی اور گہرائی کم تھی ، بند باندھ کے پانی سکھا دیا اور نقب کو بارود سے بھر کر آگ لگا دی - وہ عمارت مع بہت سے گمراہوں (فرنگیوں) کے ، ایسی اڑی کہ آسمان تک جا پہنچی - بہادروں نے یورش کرکے (ہوگلی) کو فتح کر لیا - (اس مہم میں) شروع سے آخر تک دس ہزار فرنگی مرد و زن قتل ہوئے - چار ہزار چار سو آدمی قید ہوئے - اور رعایا میں سے تقریباً دس ہزار آدمیوں نے کہ جو ان کی قید میں تھے ، رہائی پائی اور ایک ہزار مسلمانوں نے شہادت پائی -

---

۱- پرتگالیوں کے خلاف ہوگلی کی مہم کا واقعہ بادشاہنامہ ، جلد اول ، حصہ اول ، ص ۴۳۴-۴۳۹ سے ماخوذ ہے- مزید وضاحت کے لیے دیکھیے ، ہسٹری آف بنگال از اسٹیوارٹ ، ص ۲۴۰-۲۴۳ - منوچی (اسٹوریا ڈوموگر) ، جلد اول ، ص ۱۸۲-۱۸۳ - ہسٹری آف شاہجہاں از بنارسی پرشاد سکسینہ ، ص ۱۰۴-۱۱۳ - (پ)

اس فتح کے بعد تین روز گزرے ہوں گے کہ قاسم خاں ۱۰۴۱ھ (۳۲-۱۶۳۱ء) میں اپنی طبعی موت سے [۸۱] مر گیا ۔ وہ صاحب دیوان اور صاحب منشآت (خطوط) ہے ۔ وہ نیک طبیعت اور شعرا کو دوست رکھنے والا تھا ۔ اس کے یہ دو شعر مشہور ہیں :

قطعہ

بعد ازیں در عوض اشک دل آید بیروں
آب جوں کم شود از چشمۂ گل آید بیروں
عشقت آمد پۓ دل بردن و در سینہ نیافت
دزد از خانۂ مفلس خجل آید بیروں

آگرہ کی جامع مسجد جو اتکہ خاں کے بازار میں ہے وہ اسی کی بنوائی ہوئی ہے ۔

۲۹

قبچاق خاں اماں بیگ شقاول

وہ قبچاق قبیلے کا بزرگ اور بلخ کے مضاف کا رہنے والا تھا ۔ جب بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس شہر میں ہندوستان کا لشکر قیام پذیر ہوا اور وہاں کا حاکم نذر محمد خاں اپنی بیوقوفی اور کوتاہ اندیشی سے بدگمان ہو کر بھاگ گیا تو مشارٌ الیہ (قبچاق خاں) اس سے جدا ہو کر چچکتو اور ماروچاق کے درمیان مقیم ہو گیا اور وقت گزارنے لگا ۔ بہادر خاں روہیلہ اور اصالت خاں میر بخشی نے کہ جو اس علاقے کے انتظام کے لیے بادشاہ کے حضور سے مقرر ہوئے تھے ، بادشاہ کے حکم کے مطابق ایک تسلی نامہ مشارٌ الیہ کو بھیجا اور بادشاہ کی خیر خواہی اختیار کرنے کی ترغیب دی ۔ اس نے اپنی درست اندیشی اور سعادت منشی سے اس بات کو قبول کر لیا اور بلخ پہنچ گیا ۔ عالی نے سرکار والا سے چھ ہزاری شاہی کے عطیے [۸۲] اور دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب کی خوش خبری سنائی ۔

مشارٌ الیہ (قبچاق خاں) اپنے متعلقین کو بلخ میں چھوڑ کر سرداروں کی اجازت سے گزرواں[1] کی طرف گیا تاکہ اپنے قبیلے کو جمع کر کے لائے اور بعض دوسرے گروہوں کو کہ جو فساد اٹھا رہے ہیں ، بادشاہی عنایات کا امید وار کر کے اپنے ساتھ متفق کرے ۔ اس کے لیے جو منصب تجویز ہوا تھا ، بادشاہ نے اس میں اضافہ کر کے اپنے التفات کا اظہار کیا اور قبچاق خاں کا خطاب اور عنایت کیا ۔ چچکتو ، میمنہ ، غرحستان ، گزرواں ، خارباب اور خیراب کے کچھ محال اس کی جاگیر میں مقرر ہوئے ۔

جب بلخ و بدخشاں کی ولایات نذر محمد خان کو بحال ہو گئیں تو اندخود کا صوبیدار رستم خاں ، درساح کے راستے سے کہ جو گزرواں کے مضاف میں ہے ، ہندوستان روانہ ہوا ۔ وہ (قبچاق خاں) بھی اس کے ساتھ ہو گیا اور اس نے یکہ اولنگ کے راستے سے چند منزلیں طے کی ہوں گی کہ اس کے قبیلے کے سردار پیچھے سے آئے کہ ہم بھی اوزبکوں سے دل برداشتہ ہو چکے ہیں اور اس سلطنت (ہندوستان) کی خیر خواہی اور خدمت گزاری کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن سامان سفر کی تیاری کی غرض سے کچھ مدت ٹھہرنا ضروری ہے ۔ جب رستم خاں کو معلوم ہوا کہ خان مذکور (قبچاق خاں) کے قبیلے کا سامان ایسا نہیں ہے کہ جاڑے میں ہمراہ چل سکے اور اس کا موسم بہار کے آغاز تک ٹھہرنا لازمی ہے لہٰذا اس نے شاہی خزانے سے بطور مدد خرچ پانچ ہزار روپے اس کو دلوائے اور روانگی کی اجازت دی ۔

اس نے جاڑے کا موسم چار حد میں کہ جو قندھار کے حدود میں [۸۳] واقع ہے ، گزارا اور اس کے بعد بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں خواجہ اوجین کے راستے سے وہ قندھار آیا ۔ بادشاہ کے حضور سے اس کی طلبی کا فرمان پہنچا اور حکم ہوا کہ قندھار کے خزانے سے اس کو پچاس ہزار روپے بطور انعام دیے جائیں ۔

چونکہ اس دوران میں شاہ عباس (والی ایران) کے قندھار پر حملہ کرنے کی خبر تحقیق ہو گئی ، اس نے کار شناسی کی بنا پر (قندھار کے)

۱۔ شاید یہ گجرواں ہو ۔ (ب)

قلعدار سے کہا کہ میں اس مہم کے خاتمے تک بادشاہی حکام کے ساتھ یہیں شریک کار رہوں گا ۔ اس نے اس کو غنیمت سمجھا اور نہایت احسان مند ہوا ۔ ابھی ایک مہینہ نہیں گزرا تھا کہ شاہ ایران نے قندھار آ کر محاصرہ کر لیا ۔ دونوں طرف سے جنگ و پیکار کی آگ بھڑک اٹھی ۔ یہاں تک کہ شادی خان اوزبک کہ جو قلعے کے فوجی مدد گاروں میں سے تھا اور (قلعے کے دروازے) ویس قرن کی حفاظت اس کے ذمے تھی ، بددلی اور خوف کی وجہ سے غنیم سے مل گیا ۔ اس نے قبچاق خان کو کہ شاہی (خدمت) میں بہت مخلص تھا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونے کی بہت خواہش رکھتا تھا ، گمراہ کر دیا ۔ اگرچہ وہ دل سے اس کام کو اچھا نہیں سمجھتا تھا لیکن اس کے ساتھیوں نے کہ جن کے اہل و عیال ہمراہ تھے ، مال ، جان اور عزت کی بربادی کے خوف سے پریشانی کا اظہار کیا اور اس کو اس کی رائے پر نہ رہنے دیا ۔ مجبوراً اس نے اس نمک حرام (شادی خان اوزبک) سے اتفاق رائے کر لیا ۔ چنانچہ شادی خان کے احوال میں یہ واقعات لکھے گئے ہیں[1] کہ اس نے ویس قرن کے دروازے کو [۸۴] قزلباشوں (ایرانیوں) کے لیے کھول دیا اور قبچاق خان کے ہمراہ جا کر شاہ ایران کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ چونکہ وہ ہندوستان نہیں آیا اور وہیں رہا ، اس کے حال کا انجام معلوم نہیں کہ کہاں خاتمہ ہوا ۔

۳۰

قزلباش خان افشار

طہماسپ بیگ ابن قادر آقا کا لڑکا ہے کہ جو کچھ دنوں تک شاہ اسماعیل صفوی والئی ایران کا وکیل رہا ۔ وہ سمندر کے راستے سے ہندوستان آیا اور بیجا پور پہنچا ۔ ابراہیم عادل خان نے اس کو 'اعتماد خان' کا خطاب دیا اور فوج کا سردار بنا دیا ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا (اردو ترجمہ) ، جلد دوم ص ، ۶۵۹-۶۶۱ ۔

پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ بادشاہ (شاہجہاں) کی ملازمت سے مشرف ہوا - اسے دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب ، قزلباش خاں کا خطاب اور بیس ہزار روپے انعام ملے - چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں وہ شاہزادہ شجاع کے ہمراہ پرینڈا ، مضاف دکن کی تسخیر کے لیے مقرر ہوا - برہان پور میں پہنچنے کے بعد ، چونکہ شہزادے نے خانزماں کو بطور پیش قدمی آگے روانہ کر دیا تھا اور وہ خود بھی اس طرف گیا تھا ، لٰہذا (قزلباش کو) ایک ہزار سواروں کے ساتھ شاہ گڑھ میں راستے کی حفاظت کے لیے چھوڑا -

نویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ (شاہجہاں) دکن پہنچا اور تین سرداروں کی سرکردگی میں تین فوجیں ساہو بھونسلہ کی تنبیہ اور عادل خانی ملک کی پامالی کے لیے مقرر ہوئیں تو اس کے بعد (قزلباش کو) دو ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کا منصب ملا اور وہ خاندوراں کے ہمراہ وابستہ ہوا - دسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل [د ۸] و اضافہ کے بعد وہ تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور اسے برار کے مضاف پاتھری کی تھانیداری ملی - تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں ایک ہزار سوار کا اضافہ ہوا ، اور سید مرتضٰی خان کی بجائے احمد نگر کے قلعے کی حفاظت پر مقرر ہوا - پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے نقارہ مرحمت ہوا اور اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں خان دوراں کی درخواست پر اس کے ماتحت پانسو سوار دو اسپہ ، سہ اسپہ بنا دیے گئے - بائیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۵۸ھ (۴۸-۱۶۴۷ء) میں وہ احمد نگر میں فوت ہو گیا -

وہ ظاہری رعب و جلال رکھتا تھا ، اور ستودہ منش اور نیک باطن تھا - دنیا کے کام نہایت دانش مندی سے انجام دیتا تھا - دوسروں کی رہنمائی کے بغیر کاموں کو بخوبی انجام دیتا تھا - وہ تکلف سے زندگی گزارتا تھا - کھانوں پر بہت خرچ کرتا تھا - اس کے زیادہ تر نوکر ایرانی تھے - سب کو اچھی تنخواہ (دیتا تھا) لٰہذا اس کی آمدنی اس کے خرچ کو کفایت نہیں کرتی تھی اور قرض دار رہتا تھا - اس کے مرنے کے بعد اس کے لائق فرزند

ایرج خان نے اس کا قرض ادا کیا ۔

اس کا بڑا لڑکا مرزا نجف علی ولایت (ایران) میں پیدا ہوا تھا ۔ تازہ ایران سے (ہندوستان) آیا ۔ جب اس کا باپ مر گیا تو اصل و اضافہ کے بعد وہ ایک ہزاری ذات و سوار کے منصب اور بالا پور برار کی فوجداری پر سرفراز ہوا ، اور بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں ظفر نگر ، بالا گھاٹ برار کی قلعہ داری کے زمانے میں وہ فوت ہوا ۔

ایرج خاں کہ جو قزلباس کے لڑکوں میں سب سے زیادہ ممتاز ہے[1] ، (وہ) اور اس کے چار بھائی ہندوستان میں پیدا ہوئے اور [۸۶] خان مذکور (قزلباس خان) کی ایک ہی بیوی سے پیدا ہوئے ۔ باپ کے مرنے کے بعد (ایرج خاں) ایک ہزار اور پانسو ذات کے منصب اور خان کے خطاب سے مفتخر ہوا اور باپ کی بجائے احمد نگر کی حفاظت اس کے سپرد ہوئی ۔

مرزا رستم سنگم نیر کی فوج داری پر فائز ہوا ، اور عالمگیری عہد میں اس کو 'غضنفر خاں' کا خطاب ملا ۔

مرزا بہرام بالا گھاٹ برار کے مضاف دیول گاؤں کا تھانے دار تھا ۔ عالم گیر بادشاہ کی معیت کے شرف کی وجہ سے اس کو باپ کا خطاب ملا ۔

ایک اور مرزا ہاشم تھا جو علم اور خوش خطی میں دستگاہ رکھتا تھا ۔ محمد رضا بچپن ہی میں ختم ہو گیا ۔

قزلباش خاں کے دامادوں میں ایک مرزا سکندر بیگ ہے کہ جو مرزا بایسنقر کا لڑکا ہے کہ وہ خان مذکور (قزلباس خان) کے چچا کا لڑکا تھا ۔ (مرزا بایسنقر) شاہ عباس صفوی کی طرف سے مقازبرو کا قلعہ دار تھا کہ جو ایران کی سرحد پر واقع ہے ۔ شاہ صفی کے زمانے میں اس پر رومیوں کے ساتھ سازباز کی تہمت لگائی گئی اور بلا وجہ اس کا خون بہا دیا گیا ۔ اس کا بڑا لڑکا گرفتار ہو کر روم چلا گیا اور وہ وہاں خوندکار (شاہ روم) کے ملازموں

۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد اول (اردو ترجمہ از محمد ایوب قادری ۔ مرکزی اردو بورڈ ، لاہور ۱۹۶۸ء) ، ص ۲۶۳-۲۶۷ ۔

میں شامل ہو گیا ۔ سکندر بیگ دکن چلا آیا اور بادشاہی منصب پر سرفراز ہوا ۔

دوسرا داماد مرزا اویس بیگ ہے کہ جو دکن کے فوجی مدد گاروں میں تھا ۔ چوں کہ یہ خاندان ملک دکن میں مدتوں مشہور و معروف رہا ہے لہٰذا ان کے کچھ حالات بھی یہاں تحریر کر دیے گئے [۸۷] ۔

۳۱

قزاق خاں باقی بیگ اوزبک

وہ خسرو بے[۱] اوزبک کا بھائی ہے کہ جو جہانگیری امرا میں سے تھا ۔ جب وہ (خسرو بے) رانا کی مہم میں طبعی موت سے مر گیا تو باقی بیگ نے نوکری اور منصب چھوڑ کر حجاز جانے کا ارادہ کیا ۔ جہانگیر بادشاہ نے اس کے منصب اور حیثیت میں اضافہ کیا اور شاہی عنایات سے اس کے غم و اندوہ کو دور کیا ۔ وہ ایک مدت تک جالور کا جاگیر دار رہا اور اس علاقے میں اس کی شجاعت و بہادری کی دھوم رہی ۔ آباد کاری اور کارگزاری میں سلیقہ مند تھا ۔

نویں سال جلوس شاہجہانی میں خان دوراں بہادر کے ہمراہ ججھار سنگھ کے تعاقب میں اس نے اچھی خدمات انجام دیں ۔ بادشاہ کے حضور سے قزاق خاں کا خطاب اور اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار اور پانسو ذات اور آٹھ سو سوار کا منصب ملا ۔ اس کے بعد وہ سیوستان کی فوج داری پر مقرر ہوا ۔ وہاں بیمچہ وغیرہ قوم کے سرکشوں کے ساتھ خوب مقابلے اور لڑائیاں رہیں ۔ اس نے اس سرزمین میں (شاہی) اقتدار و تسلط کو قائم کر دیا اور اسے دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ملا ۔

۱۔ متن میں خسرولی چھپ گیا ہے ۔ وہ خسرو بے قمچی مشہور تھا ۔ (پ)

محمد اورنگ زیب بہادر کی صوبے داری کے زمانے میں وہ گجرات میں متعین ہوا ۔ چوں کہ اس کے اخراجات زیادہ تھے اور جاگیر کی آمدنی کم تھی اس لیے اس نے سپاہیوں کے ہاتھوں مصیبت اٹھائی ۔ اور اسلام خان مشہدی کی حکومت کے زمانے میں وہ دکن میں متعین ہوا، اور پتھری کی تھانے داری اور [۸۸] جاگیر داری پر مامور ہوا ۔ اس پرگنے کو خوب آباد کر دیا اور خود آسودہ حال اور مطمئن ہو گیا ۔ ہمیشہ حج کی آرزو رکھتا تھا ۔ چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۶۱ھ (۱۶۵۱ء) میں اس کا انتقال ہو گیا اور وہ پتھری میں دفن ہوا ۔

وہ بڑا خوش گفتگو تھا اور اہلیت و مروت سے پیش آتا تھا ۔ اس نے چھوٹے چھوٹے دو لڑکے چھوڑے ۔ ان کے لیے بادشاہی سرکار سے یومیہ مقرر ہوگیا تھا ۔

کہتے ہیں کہ اس کی ماں ایک سو بیس سال کی عمر میں کھڑے ہوکر نماز پڑھتی تھی اور اس کی خوراک یخنی تھی ۔ اس کو اپنے بیٹے سے اس قدر محبت تھی کہ جب وہ دربار میں جاتا تھا تو وہ (ماں) بے تاب اور بےحواس ہو جاتی تھی ۔ اس (قزاق خاں) کے مرنے کے بعد بھی وہ اپنی سخت جانی سے چند سال زندہ رہی ۔

۳۲

قاضی محمد اسلم

مولانا خواجہ کوہی کی اولاد میں ہیں ۔ وہ شہر ہرات میں پیدا ہوئے اور انھوں نے دارالملک کابل میں توطن اختیار کیا ۔ جہانگیر بادشاہ کی سلطنت کے آغاز میں وہ لاہور آئے اور شیخ بہلول کی خدمت میں کہ جو وہاں کے مشہور علما میں سے تھے، شاگردی اختیار کی ۔ رسمی علوم حاصل کرنے کے بعد وہ آگرہ پہنچے اور جہانگیر کی ملازمت سے باریاب ہوئے اور اس قرابت کے تعلق سے کہ جو ان کو مولانا میرکلاں محدث سے تھی شاہی عنایات سے سرفراز ہوئے اور کابل کا منصب قضا ان کے سپرد ہوا [۸۹] ۔

مولانا مذکور (میر کلاں محدث) مولانا خواجہ کوہی کے نواسے ہیں۔ انھوں نے علم حدیث کی سند سید میرک شاہ ولد میر جمال الدین محدث سے حاصل کی۔ جب وہ ہندوستان آئے تو اکبر بادشاہ کو ان سے اعتقاد و اخلاص پیدا ہو گیا اور اس نے جہانگیر کی تعلیم ان کے سپرد کر دی۔ بہت سے آدمیوں نے ان سے علم حدیث حاصل کیا۔ آگرہ میں ان کا انتقال ہوا[1]۔

چوں کہ قاضی محمد اسلم مدتوں مقررہ خدمت (کابل کے عہدۂ قضا) پر مامور رہے، ایمان داری اور پرہیز گاری میں مشہور ہوئے۔ جہانگیر نے ان کو اپنے حضور میں طلب کیا اور لشکر کا قاضی مقرر کر دیا۔

شاہجہاں بادشاہ نے تخت نشیں ہونے کے بعد انھیں اس عظیم القدر کام (لشکر کے عہدۂ قضا) پر بحال رکھا اور اپنی عنایت سے ایک ہزاری منصب مرحمت فرمایا۔ سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں ان کو سونے میں تول کر چھ ہزار پانسو روپے عنایت فرمائے۔ وہ تقریباً تیس سال اسی خدمت پر رہے۔

چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۶۰ھ (۱۶۵۰ء) میں ایک[2] دن کچھ گھوڑے بادشاہ کے معائنے سے گزر رہے تھے کہ ایک چابک سوار نے گھوڑے کو کاوے دینے شروع کر دیے۔ جب وہ (چابک سوار) قاضی کے نزدیک آیا تو خوف زدہ ہو کر ان (قاضی) کا پیر پھسل گیا اور زمین پر گر پڑے۔ چنانچہ تقریباً چار ماہ تک بستر پر پڑے رہے۔ اس کے بعد جب تکلیف میں کمی ہوئی [۹۰]۔ تو بادشاہ کے حضور سے مکۂ معظمہ جانے، عربہ کے لیے سامان لے جانے اور اس کو حرمین شریفین میں تقسیم کرنے کا حکم ہوا۔ انھوں نے اس سعادت کے حاصل کرنے کی توفیق نہ پائی۔ لنگڑے

۱۔ مزید حالات کے لیے ملاحظہ ہو تذکرہ علماے ہند (رحمان علی) مترجمہ و مرتبہ محمد ایوب قادری (کراچی ۱۹۶۱ء)، ص ۵۰۴، ۵۰۵ - حدائق الحنفیہ، ص ۳۸۵ - بوستان اخیار، ص ۱۹۲ - ابجدالعلوم، ص ۹۰۴ - (ق)

۲۔ عمل صالح، جلد سوم، (ص ۱۱۳-۱۱۴) میں تحریر ہے کہ یہ واقعہ تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں ہوا - (پ)

ہونے کی وجہ سے انھوں نے کابل جانے کی اجازت چاہی - ان کو اجازت مل گئی - کابل کی جاگیر کہ جس سے دس ہزار روپے سے زیادہ حاصل ہوتا تھا اور منصب جو بطریق انعام تھا ، ان پر بحال رہا - وہاں ۱۰۶۱ھ (۱۶۵۱ء) میں انتقال ہو گیا[1] -

کہتے ہیں کہ وہ اپنے مذہب میں متشدد اور متصلب تھے - چنانچہ مشہور ہے کہ انھوں نے کابل میں کلینی[2] کی کتاب کو کہ جو امامیہ مذہب کی حدیث کی چار کتابوں سے ایک ہے ، آگ میں ڈلوا دیا تھا -

ان کے خلف ارشد میر محمد زاہد مشہور ہیں - وہ اکثر علوم مثلاً کلام و حکمت میں اپنے ہم عصروں سے بڑھ گئے اور اپنے عہد کے علما میں ممتاز ہوئے - انھوں نے شرح مواقف اور دوسری درسی کتابوں پر مفید حواشی لکھے ہیں - ان کے صحیح افکار اور بلند خیالات ان کتابوں (حواشی) کے ذریعے سے اہل فکر و ذکا پر روشن ہیں - ان کی صحبت اور تربیت سے بہت طلبہ ، شاگرد سے استاد بن گئے -

اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ کابل کی واقعہ نویسی کی خدمت پر مقرر ہوئے - آٹھویں سال جلوس عالمگیری میں قادر خاں کے انتقال کے بعد وہ بادشاہی لشکر کے محتسب [۹۱] بنائے گئے اور اس کے بعد وہ کابل کے صدر مقرر ہوئے کہ جو ان کا وطن مالوف تھا[3] -

---

۱- مزید حالات کے لیے دیکھیے تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۲۱۰-۲۱۱ - بزم تیموریہ ، ص ۲۱۴-۲۱۵ و حدائق الحنفیہ ، ص ۴۱۲ و نزہۃ الخواطر ، جلد پنجم ، ص ۳۵۷-۳۵۸ و ابجدالعلوم ، ص ۹۰۴ - (ق)

۲- ابو جعفر محمد ابن یعقوب الکلینی کی کتاب ''الکافی فی علم الدین''- (ق)

۳- میر زاہد کا انتقال ۱۱۰۱ھ (۱۶۸۹-۹۰ء) میں ہوا - ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۴۲۸-۴۲۹ - مآثرالکرام دفتر اول ، ص ۲۰۶-۲۰۹ - حدائق الحنفیہ ، ص ۳۲۸-۳۲۹ - نزہۃ الخواطر ، جلد ششم ، ص ۳۰۶-۳۰۸ - سبحۃالمرجان ، ص ۶۴ و ابجدالعلوم ، ص ۹۰۳-

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

ان کا لڑکا محمد اسلم خاں ہے کہ جو مرتبے میں اپنے باپ دادا سے بھی بڑھ گیا ۔ اس کا حال علیحدہ تحریر ہوا ہے ۔

۳۳

قلیج خاں تورانی

وہ اپنے شروع زمانے میں عبداللہ خاں زخمی[1] کا ملازم تھا اور اس کے ہم‌نشینوں میں شامل تھا ۔ اس کے بعد اپنی قسمت کی یاوری سے بادشاہ زادہ ولی عہد شاہجہاں کی شاہزادگی کے زمانے میں اس کا ملازم ہو گیا ۔

جب شاہجہاں بنگالہ کے قصد سے تلنگانہ پہنچا تو اس کے بڑے بھائی خان قلی بہادر نے کہ جو منصب اور رتبے میں اس سے بڑھا ہوا تھا ، افضل خاں کے لڑکے مرزا محمد کی لڑائی میں بہت بہادری اور جاں فشانی دکھائی اور دشمن کے ساتھ وہ بھی مارا گیا ۔ (مرزا محمد) شاہجہاں سے علیحدہ ہو کر بیجا پور جا رہا تھا ۔

قلیج ہر لڑائی اور معرکے میں شاہجہاں کے ساتھ رہا ۔ جب شاہجہاں تخت نشیں ہوا تو اسے دو ہزار اور پانسو ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ملا اور مختار خاں کی بجائے وہ دہلی کا صوبے دار مقرر ہوا ۔ دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں اسے الہ آباد کی حکومت ملی اور پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں صوبۂ ملتان کا ناظم مقرر ہوا [۹۲] ۔

جب گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں علی مردان خاں زیک نے ایران کے بادشاہ کے ساتھ نمک حرامی کی اور قندھار کا قلعہ شاہجہاں بادشاہ

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ)

۹۰۳ و فرحت الناظرین (اورینٹل کالج میگزین لاہور ، اگست ۱۹۲۸ء) ص ۸۰ ۔ (ق)

۱۔ غالباً اس سے عبداللہ خاں فیروز جنگ مراد ہے (ب) اس کے حالات کے لیے دیکھیے ۔ مآثرالامرا ، جلد دوم (اُردو ترجمہ) ، ص ۷۷۱ - ۷۸۳ ۔ (ق)

کو نذر گزرانا تو بادشاہ کے حضور سے قلیج خان کو پنج ہزاری اعلیٰ منصب ملا اور وہ اس سرحدی ملک کی حکومت پر مقرر ہوا ۔ وہ ایک زمانے تک اس ملک کے انتظامات پر مامور رہا اور اچھا نظم و نسق کیا ۔ اس علاقے کے قلعے اور گڑھیاں فتح کیں اور سرکشوں اور دشمنوں کے دفع کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا ۔

بیان کرتے ہیں کہ جب قلیج خان زمین داور کی تسخیر کے بعد قلعہ بست کی طرف متوجہ ہوا تو نے محراب خاں کہ جو بادشاہ (ایران) کے غلاموں میں سے تھا اور بہادری و شجاعت میں مشہور تھا ، قلعہ داری کے سارے لوازم کو ملحوظ خاطر رکھا ۔ اس نے توپ و تفنگ کے چلانے اور آتش بازی کے آلات کے استعمال میں بالکل دیر نہیں کی ۔ قلیج خان نے نہایت بہادری و شجاعت سے چڑھائی کی ۔ سب سے پہلے خود قلعے میں داخل ہوا ، اور قزلباشوں میں سے جس کسی نے ہمت کر کے مقابلہ کیا ، وہ قتل ہوا ۔ محراب خاں کچھ آدمیوں کے ساتھ ایک گڑھی میں جا کر محصور ہو گیا ۔ جب شیر حاجی میں نقب لگا کر ایک راستہ بنایا گیا تو محراب خان نے امان طلب کی اور (گڑھی سے) نکل آیا ۔ قلیج نے مروت و مہربانی کا سلوک کیا اور اس کی خواہش کے مطابق اس کو ایران جانے کی اجازت دے دی ۔

تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں قندھار کے زمین دار عبدل کے بھکانے اور بھڑکانے سے سیستان کے حاکم ملک حمزہ نے [۹۳] ایک جماعت بھیج کر اس علاقے میں بد امنی اور شورش پھیلائی ۔ قلیج خان نے ایک جماعت متعین کر دی کہ جس نے ان کا تعاقب کیا ۔ (وہ جماعت) اس بند کو کہ جو ولایت سیستان کی آبادی کا سبب تھا ، توڑ کر واپس آ گئی ۔ عبدل کو گرفتار کر کے اس کو ختم کر دیا ۔

چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ قندھار سے بادشاہ کے حضور میں پہنچا ۔ دوبارہ اس کو ملتان کی حکومت ملی ۔ سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں سید خاں ظفر جنگ کی تبدیلی کے بعد وہ پنجاب کی صوبے داری پر مامور ہوا اور بلخ و بدخشاں کی مہم میں اس نے اچھی خدمات انجام دیں ۔ جب شاہزادہ مراد بخش کابل آ گیا تو مدارالمہام سعداللہ خاں کی تجویز سے ولایت

بدخشاں کی حکومت اس کو ملی ۔ الانیوں کو تنبیہ کرنے میں اس نے نمایاں بہادری دکھائی ۔

تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کی ہم راہی میں وہ قندھار کی مہم پر متعین ہوا ، اور رستم خاں دکنی کے ساتھ قزلباشوں کے مقابلے اور جنگ میں اس نے بہادری و شجاعت کے وہ کارنامے انجام دیے جو دنیا پر روشن ہیں ۔ بادشاہ کے حضور سے اپنے اصل و اضافہ کے بعد پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار دو اسپہ ، سہ اسپہ کا منصب اور دارالملک کابل کی نظامت مرحمت ہوئی ۔

ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۶۳ھ (۱۶۵۳ء) میں وہ اپنی جاگیر بھیرہ میں کہ جو دوآبہ سندھ ساگر سے متعلق ہے ، فوت ہوا ۔ اس کے کوئی لڑکا نہ تھا ۔

اس کے داماد خنجر خاں کو اصل و [۴۹] اضافہ کے بعد ایک ہزار اور پانسو ذات و سوار کا منصب ملا اور پس ماندگان کو ان کے حال کے مطابق یومیہ مقرر ہو گیا ۔

کہتے ہیں کہ ایک ہزار اصلی اوزبک قرقرہ دار کلغی پہنے ہمیشہ اس کے نوکر رہتے تھے۔ جس طرح اس کے لشکر میں نماز روزے کی کثرت تھی اسی طرح حوا ، اعلام ، شراب اور زنا بھی خوب ہوتا تھا ۔ اس کے لشکر میں ہمیشہ رنڈیاں رہتی تھیں۔ اس نے لاہور سے ملتان تک سرائیں بنوائیں۔ شیخ الاسلام شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی[1] کے روضے کو کہ جو بہت تنگ تھا ، لوگوں سے گرد و نواح کے مکانات خرید کر وسیع اور خوبصورت بنوا دیا ۔

کہتے ہیں کہ اعلیٰ منصب پر پہنچنے اور ترقی کرنے کے بعد بھی عبداللہ خاں کا ویسا ہی ادب کرتا تھا جیسا کہ چاہیے اور عرض داشت کے سوا کچھ نہیں لکھتا تھا ۔

۱- بہاءالدین زکریا ملتانیؒ وفات ۶۶۱ھ (۱۲۶۲ء) ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۱۳۱ - ۱۳۲ و اخبارالاخیار ، ص ۶۲-۶۳ ۔

۳۴

قاسم خاں

محمد قاسم نام ، قاسم خاں میر بحر کا پوتا ہے ۔ وہ میر آب مشہور تھا اور یہ میر آتش ۔ اس کا باپ ہاشم خاں بھی جہانگیر کے زمانے میں کشمیر کا صوبے دار تھا ۔ خانہ زاد ہونے کی وجہ سے شاہجہاں بادشاہ اس سے روشناس تھا اور اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کے منصب پر مقرر ہوا ، اور توپ خانے کا داروغہ اور شاہی لشکر کا کوتوال بھی اس کو بنایا گیا ۔ چوں کہ بہادری کے آثار اس کے چہرے سے ظاہر تھے اس لیے بلخ کی مہم میں وہ سعداللہ خاں کی تجویز سے رستم خاں فیروز جنگ کی ہم راہی میں اند خود گیا ، اور اس نے خدمات [۹۵] بجا لانے میں سرگرمی دکھائی ۔ اس کو معتمد خاں کا خطاب ملا ، اور جب وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تو اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب اور آختہ بیگی کے عہدے پر سرفراز ہوا[1] ۔

بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا ، اور وہ تین ہزاری منصب اور 'قاسم خاں' کے خطاب سے مفتخر ہوا ۔ شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ وہ بیس ہزار توپ خانہ لے کر قندھار کے محاصرے پر مقرر ہوا ۔ پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب کے سواروں میں اضافہ ہوا اور اس کو نقارہ مرحمت ہوا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں پانصدی منصب کے اضافے کے بعد وہ چار ہزاری ذات اور دو ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ قلعہ سانتور کی ضبطی کے لیے

۱۔ عمل صالح (جلد سوم ، ص ۶۹) میں ہے کہ اسے تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ملا ۔ (پ)

چار ہزار بہادر سواروں کے ساتھ متعین ہوا ، کیوں کہ سری نگر کے زمین دار نے از سر نو (قلعے میں) ترمیم شروع کر دی تھی ، اور فساد برپا کرنے والوں کی ایک جماعت اپنے پاس رکھ کر اس (قلعے) کے ارد گرد کے دیہات میں غارت گری کرتا تھا ۔ اس نے اتنی تیزی سے اپنے کو وہاں پہنچایا اور محاصرے میں مددگار ہوا کہ وہ بد نصیب ثابت قدم نہ رہ سکے اور پریشانی کے عالم میں گھروں کو آگ لگا کر بھاگ کھڑے ہوئے ۔ قاسم خاں قلعے کو ڈھا کر لوٹ آیا ۔

جب شاہجہاں بادشاہ کے آخری زمانے میں سلطنت کی تمام کارفرمائی اور اختیار دارا شکوہ کو مل گیا اور دوسرے بھائیوں کو خود سری کا عذر ہاتھ آ گیا تو ہر ایک اپنے راستے پر چلنے لگا [۹۶] ۔ مراد بخش نے نہایت تیزی اور عجلت سے گجرات میں اپنی سلطنت کا اعلان کر دیا ۔ شاہجہاں بادشاہ نے دارا شکوہ کے مشورے سے بتیسویں سال جلوس شاہجہانی کے شروع ۱۰۶۸ھ (۱۶۵۸ء) میں قاسم خاں کو پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار دو اسپہ ، سہ اسپہ کے منصب ، ایک لاکھ روپے نقد اور احمد آباد گجرات کی صوبے داری سے نوازا ، اور مہاراجا جسونت کے ہمراہ کہ جو اس زمانے میں مالوہ کی صوبے داری پر متعین ہوا تھا رخصت فرمایا ، اور طے پایا کہ دونوں سردار اجین کے قریب ٹھہریں اور مراد بخش کو خوف دلائیں اور نصیحت کریں ، اور اگر وہ اپنے عذروں پر قائم رہے ، شاہی حکم کے مطابق گجرات سے دست بردار نہ ہو ، برار کی جاگیر قبول نہ کرے اور سرکشی و بغاوت کرے تو خان مذکور (قاسم خاں) بلا تاخیر و سستی کے مہاراجا کی ہم راہی میں اس پر یورش کریں ۔ اس کے اخراج اور اس ولایت (گجرات) کی بحالی میں پوری کوشش کریں اور اگر مصلحت وقت (کچھ اور) ہو تو مہاراجا کے مددگار ہو کر جو مہم بھی پیش آئے سر کریں ۔

جب وہ مقررہ قیام گاہ پر پہنچے اور سنا کہ شہزادہ مراد بخش گجرات سے صوبۂ مالوہ کو چلا گیا تو قاسم خاں مہاراجا کے ہمراہ لڑائی کے ارادے سے بانس برلہ (بانسوارہ) کے راستے سے آگے بڑھا ۔ جب وہ کھاچرود سے تین کوس کے قریب پہنچے تو شاہزادہ (مراد بخش) اٹھارہ کوس سے [۹۷] واپس

لوٹا اور اجین سے سات کوس کے فاصلے پر اپنے بڑے بھائی محمد اورنگ زیب بہادر[ؒ] سے مل گیا کہ جو دکن سے بادشاہ کے حضور میں آ رہا تھا ۔

مہاراجا اس بات سے آگاہ ہو کر حیرت میں پڑ گیا کیوں کہ محمد اورنگ زیب[ؒ] کے آنے کا تو اس کو گمان بھی نہیں تھا ۔ مجبوراً اس نے صف آرائی کا ارادہ کیا ۔ قاسم خان نے دس ہزار سواروں کے ساتھ بطور ہراول میدان جنگ آراستہ کیا ۔ جب جنگ کا آغاز ہو گیا تو بہادر راجپوتوں کی ایک جماعت نے ایک دم آگے بڑھ کر حملہ کیا اور عالم گیری توپ خانے سے گزر کر اس کے ہراول دستے پر ٹوٹ پڑے ۔ اس طرف سے درمیان کی فوج ہراول سے مل گئی اور اس نے محفوظ اور ہراول فوج کے ساتھ مل کر حملہ کر دیا ۔ سخت جنگ برپا ہوئی ۔ بادشاہی لشکر کے لائق سردار مارے گئے ۔ راجا جسونت نے فرار کا ننگ اپنے لیے پسند کرکے وطن کی راہ لی ۔ قاسم خان اور تمام فوج نے اپنی جانوں کو اس مہلکے سے نکلنا ہی غنیمت جانا اور شکست خوردہ بھاگ کھڑے ہوئے[1] ۔ دارا شکوہ کی پہلی لڑائی (سموگرھ) میں خان مذکور (قاسم خان) بائیں طرف کی فوج کے انتظام پر مقرر تھا ۔

جب عالم گیر کو کامیابی حاصل ہوئی اور وہ نورمنزل کے باغ میں قیام پذیر ہوا تو قاسم خان بادشاہ کی ملازمت سے سرفراز ہوا ۔ اور اپنی خوش قسمتی سے [۹۸] سنبھل اور مراد آباد کی جاگیرداری پر مقرر ہو کر اس طرف روانہ ہوا ۔ وہ عمدہ محال ، اور سرکش مفسدوں کا گڑھ ہے ۔ اس سے پہلے (وہ محال) رستم خان دکنی کی جاگیر میں تھا کہ جس نے اس جنگ (سموگڑھ) میں اپنی جان نچھاور کی ۔

اسی زمانے میں سلیمان شکوہ نے سری نگر کے پہاڑوں میں پناہ لی ۔ خان مذکور (قاسم خان) مامور ہوا کہ اگر وہ (سلیمان شکوہ) پہاڑوں سے باہر نکلے تو نہایت احتیاط و ہوشیاری سے قریب کے فوجداروں کے ہمراہ مقابلہ

۱- یہ جنگ دھرمت میں ۲۶ اپریل ۱۶۵۸ء کو ہوئی ۔ ملاحظہ ہو ہسٹری آف اورنگ زیب از جادو ناتھ سرکار (جلد اول ، ص ۳۵۸-۳۶۹) ۔ (پ)

کر کے اس کو گرفتار کر لیا جائے ۔

تیسرے سال جلوس عالم گیری میں وہ چکلہ (پرگنہ) متھرا کی مہمات کے انتظام پر مقرر ہوا ۔ جب وہ اپنے فرض منصبی کی غرض سے جا رہا تھا تو ۱۰۷۱ھ (۶۱-۱۶۶۰ء) میں اس کے بھائیوں میں سے ایک نے کہ جو کسی قدر سوریدہ دماغ تھا ، اور اس سے کچھ کبیدہ خاطر بھی تھا ، اپنی ذاتی جہالت اور عارضی جنون کی وجہ سے جمدھر سے اس کو ختم کر دیا اور وہ بد اطوار بھی بادشاہی حکم سے (قصاص میں) مارا گیا ۔

۳۵

قباد خاں میر آخور

بلخ و بدخشاں کے حاکم نذر محمد خاں کا داروغۂ اصطبل ہے ۔ نذر محمد خاں کی حکومت کے آخر زمانے میں وہ قلعہ غوری کی حفاظت و حکومت پر مقرر ہوا ۔

بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ مراد بخش بدخشاں و بلخ کی تسخیر کے ارادے سے کابل سے روانہ ہوا اور اس ولایت میں پہنچا [۹۹] ۔ اس نے قلیج خاں اور خلیل اللہ خاں کو قلعہ کہمرد اور غوری کی فتح کے لیے متعین کیا کیونکہ (یہ قلعے) کابل کی حدود میں واقع ہیں ۔ (قلیج خاں اور خلیل اللہ خاں نے) پہلے سے ایک جماعت غوری کے لیے روانہ کر دی ۔ قباد ان آدمیوں کو ہزارہ جات کی فوج سمجھا اور تین سو سواروں کے ساتھ قلعے سے نکل کر صف آرا ہو گیا ۔ تھوڑے سے مقابلے کے بعد ہی وہ قلعے میں چلا گیا اور مدافعت میں مشغول ہو گیا ۔ جب سردار قلعے کے قریب پہنچے ، قباد کے ہمراہ پانسو آدمیوں سے زیادہ نہ تھے اور کسی طرف سے کمک کی امید نہ تھی ، لہٰذا وہ گڑھی میں پناہ گزیں ہو گیا ۔ بالآخر امان کا خواستگار ہوا اور (گڑھی سے) نکل آیا ۔ قلیج خاں نے اس کو اس کے چاروں لڑکوں اور تمام اہل و عیال کے ہمراہ ابراہیم حسین ترکمان کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا ۔ وہ کابل میں بادشاہ کے حضور میں حاضر

ہوا ۔ ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کا منصب اور بیس ہزار روپے انعام ملے ۔ آکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اپنی جاگیر سے حضور میں آیا اور اس کو قوش بیگی (میر شکار پرندگان) کی خدمت ملی اور اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا ۔

بائیسویں سال، جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ نے سفیدون میں شکار کھیلنے کا ارادہ کیا تو بادشاہ پہلے کانودہ کی شکارگاہ میں کہ جو 'خاص شکار' کے نام سے مشہور ہے ، گیا ۔ (کانودہ) دارالخلافہ سے ساڑھے چھ کوس کے فاصلے پر ہے اور اس کے نواح میں خوبصورت عمارتیں بنی ہوئی ہیں ۔ بادشاہ نے اس شکار گاہ میں نیل گائے کا شکار کھیلا اور وہاں سے بادشاہ نہر بہشت کے کنارے کے راستے سے سفیدوں گیا ۔ تمام جگہ حوشی حوشی شکار کرتا ہوا موضع جھجرانہ کے پاس [. . ۱] کہ جو سفیدون سے دس کوس کے فاصلے پر ہے ، پہنچا ۔ اس کے بعد وہ واپس آ گیا ۔ مذکورہ خدمت (شکار) کے تعلق سے قباد خاں کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا ۔

رستم خاں دکنی اور قلیج خاں کی جو لڑائی قندھار کے گرد و نواح میں قزلباشوں سے ہوئی تھی ، اس میں اس (قباد خاں) نے بہت بہادری دکھائی اور اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا ۔

شاہجہاں بادشاہ کی سلطنت کے تیسرے دور کے دسویں سال جلوس شاہجہانی تک وہ دو ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کے منصب تک پہنچا ۔ دارا شکوہ کی پہلی لڑائی (سمو گڑھ) میں طاہر خاں اور تمام تورانیوں کے ساتھ خلیل خاں کی ہمراہی میں وہ دائیں جانب کی فوج میں تھا اور دارا شکوہ کی شکست کے بعد وہ عالم گیر کے حضور میں حاضر ہوا ۔

جب عالم گیر بادشاہ نے مظفر و منصور دارا شکوہ کے تعاقب میں ملتان میں پڑاؤ ڈالا تو خان مذکور (قباد خاں) شیخ میر کی ہمراہی میں دارا شکوہ کے پیچھے روانہ ہوا ۔ جب وہ بدنصیب (دارا شکوہ) دریائے ٹھٹھہ (سندھ) کو عبور کر کے گجرات کی طرف چلا گیا ، تو شیخ میر خان مذکور

(قباد خاں) کو وہاں چھوڑ کر ، کیونکہ وہ ٹھٹہ کی صوبیداری پر نامز
ہو گیا تھا ، واپس لوٹ آیا اور خان مذکور کا منصب چار ہزاری ذات ا
تین ہزار سوار قرار پایا[1] ۔ مرآۃ العالم سے ظاہر ہوتا ہے کہ تیسرے سا
جلوس عالم‌گیری میں [۱۰۱] اس کی بجائے لشکر خاں متعین ہوا ، او
عالم گیر نامہ میں تحریر ہے کہ ساتویں سال جلوس عالم گیری میں وہ ٹھ
کی حکومت سے معزول ہوا اور اس کی بجائے غضنفر خاں مقرر ہوا ۔ اید
معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو مرتبہ اس علاقے کے انتظام پر مامور ہوا ہوگا او
دربار میں پہنچنے کے بعد وہ دکن کی مہم پر متعین ہوا ۔

جب مرزا راجا جے سنگھ اپنے آپ سیوا کے قلعوں کی تسخیر کے لیے
متوجہ ہوا تو اس نے اس (قباد) کو احتشام خاں کے انتقال کے بعد کچھ
منصب داروں کے ساتھ پونا کی تھانیداری پر مقرر کر دیا ۔ وہ بہادری کی بنا
پر اپنے لڑکوں ابوالقاسم اور عبداللہ کو ارد گرد کے دشمنوں کی تنبیہ کے
لیے بھیجتا تھا ، وہ صحیح و سلامت مال غنیمت لے کر آتے تھے ۔ سیوا کی
اطاعت قبول کرنے اور وہاں شاہی اقتدار قائم ہو جانے کے بعد راجا اس
مہم سے واپس آ گیا اور ولایت بیجا پور کو تاخت و تاراج کرنے کا
منصوبہ بنایا ۔ راجا نے خان مذکور (قباد) کو مغلوں کے ہمراہ قراولی
(چھوٹی چھوٹی لڑائیوں) کے لیے نامزد کیا ۔ اس نے پھر بہت بہادری کا
مظاہرہ کیا ۔

نویں سال جلوس عالم گیری میں وہ حسب طلب بادشاہ کے حضور
میں حاضر ہوا ، اور دسویں سال جلوس عالم گیری میں جب محمد امین خاں
میر بخشی یوسف زئی افغانوں کی تنبیہ کی غرض سے روانہ ہوا ، تو خان
مذکور (قباد) بھی اس کے مددگاروں میں شامل ہوا اور ایسا سنا گیا کہ
اس کے بعد اس کو اڑیسہ کی حکومت ملی اور وہ وہیں فوت ہو گیا ۔

۱- یہ غلط ہے اس لیے کہ ٹھٹہ سے واپس آنے کے بعد چوتھے سال
جلوس عالم گیری میں اس کا منصب تین ہزاری ذات اور دو ہزار اور پانسو
سوار کا تھا ۔ ملاحظہ ہو عالم گیر نامہ ، ص ۹۵ ۔ (پ)

۳۶

قطب الدین خاں خویشگی

نظر بہادر کا دوسرا لڑکا ہے ۔ جب جونا گڑھ [۱۰۲] سورتھ کی فوجداری میں جو اس کے بڑے بھائی شمس الدین خاں کی شرکت میں تھی ، آپس میں جھگڑا ہوا تو شاہجہاں بادشاہ نے شمس الدین خاں کو دکن میں متعین کر دیا ، اور اس کو ٹٹی گجرات کی فوجداری اور جاگیرداری بخشی ۔

جب عالم گیر بادشاہ کی تخت نشینی کے موقع پر گجرات کے صوبیدار شاہزادہ مراد بخش نے اپنی کم ظرفی سے سلطنت کا دعویٰ کیا اور اس صوبے کے جاگیر دار اور اجارہ داروں نے خار و ناچار اس کی اطاعت کی تو مشارٌ الیہ (قطب الدین خاں) بھی اس کے پاس پہنچا[1] اور اس کی رفاقت اختیار کی ۔ جسونت سنگھ اور دارا شکوہ کی لڑائی میں اس نے بہت بہادری دکھائی اور جب وہ بد دماغ اور نا فہم ، عالم گیر بادشاہ کی تدابیر سے ۴ شوال (۲۵ جون ۱۶۵۸ء) کو متھرا میں گرفتار ہو گیا تو اس واقعہ کے دوسرے دن قطب الدین خاں عالم گیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سورتھ کی فوجداری پر سرفراز ہوا ۔

جب دارا شکوہ بھاگا ہوا ٹھٹہ پہنچا اور اس نے صوبہ گجرات کا ارادہ کیا ، کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ گجرات میں لشکر یا کوئی ایسا سردار نہیں ہے کہ اس سے مقابلہ کر سکے ، لہذا وہ بیاباں اور دشوار گزار جنگل میں پہنچ گیا ۔ کسی نے راہنمائی کی کہ سمندر کے کنارے سے [۱۰۳] ایک راستہ ہے جو غیر آباد ، بہت دشوار گزار اور مشکل ہے ۔ وہ (اسی راستے سے) گجرات میں داخل ہوا ۔ دوسری مرتبہ بھی اس (دارا شکوہ) نے خود سری کی اور شورش برپا کی ۔ اس علاقے کے متصدی اور سارے فوجی مددگار اس سے مل گئے ۔ خان مذکور (قطب الدین خاں) نے عالم گیری اطاعت اور

۱۔ ملاحظہ ہو ہسٹری آف اورنگ زیب ، از سرکار ، جلد اول ، ص ۲۹۴ - (پ)

خیرخواہی نہ چھوڑی اور دارا شکوہ سے نہ ملا ۔ اجمیر کی لڑائی کے بعد کہ جس میں دارا شکوہ دوبارہ شکست کھا کر بھاگا ، قطب‌الدین خاں کے منصب میں اضافہ ہوا اور خان کا خطاب ملا ۔

جب ولایت جام کے زمیندار ریمل کے بھائی رائے سنگھ سرکش نے بغاوت کی ۔ ریمل بادشاہ کا باج گزار اور اطاعت شعار تھا ۔ اس کے مرنے کے بعد اس علاقے کی زمینداری بادشاہ کے حضور سے اس کے لڑکے ستر سال کو ملی ۔ رائے سنگھ نے سرکشی کر کے اپنے بھتیجے کو قید کر دیا اور خود اس کے ملک پر قبضہ کر کے اس کی جگہ بیٹھ گیا ۔ کچھ کے زمیندار تماجی کی مدد سے بہت قوت حاصل کر لی اور قطب‌الدین کے آدمیوں کو کہ جو ولایت میں پیش کس کی وصولی کے لیے گئے تھے ، تمام جگہوں سے بھگا دیا ۔ خان مذکور (قطب‌الدین خاں) تقریباً آٹھ ہزار سواروں اور بہت سے پیادوں کے ہمراہ پانچویں سال جلوس عالم‌گیری میں جونا گڑھ سے روانہ ہوا ۔ جب شہر جام کے قریب پہنچا تو وہ بدبخت بھی چار کوس کے فاصلے سے مقابل ہوا ، اور مورچہ قائم کر لیا[۱] ۔ دو مہینے [م . ۱] تک توپ اور بندوق کی لڑائی ہوتی رہی ۔ یہاں تک کہ ایک دن قطب‌الدین خاں نے فوجیں ترتیب دے کر کفار پر حملہ کر دیا ، بہت کوشش اور جد و جہد کی ، رائے سنگھ جو قطب الدین کے سامنے تھا ، اپنے لڑکے ، چچا ، اقربا ، اور دوسرے سرداروں کے ساتھ کہ جو سب مل کر تین سو ہوں گے ، مارا گیا ۔ ہر طرف کفار تلوار کا شکار ہوئے اور جو تلواروں سے باقی بچے وہ بھاگ گئے شہر جام کا نام اسلام نگر رکھا گیا ۔ قطب‌الدین خاں پر شاہی نوازشیں ہوئیں ۔

اس کے بعد قطب‌الدین دکن کی مہم پر تعینات ہوا ، اور مرزا راجا جے سنگھ کے ہمراہ اس نے سات ہزار سواروں کا سردار ہو کر سیوا کے علاقے کو تاخت و تاراج کرنے میں بہت کوشش کی ۔ جب سیوا نے

۱- ملاحظہ ہو عالم‌گیر نامہ ، ص ۷۶۸-۷۷۵ - (پ)

اطاعت اختیار کر لی اور مرزا راجا عادل شاہی مملکت کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے قطب‌الدین کو فوج کے پچھلے حصے میں رکھا ۔ اس نے دوبارہ دشمنوں کے ساتھ مقابلے میں خوب بہادری دکھائی ۔ نویں سال جلوس عالم گیری میں وہ بادشاہ کے حضور میں طلب ہوا اور باریابی کا شرف حاصل کیا ۔ اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا ۔

دسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ محمد امین خان میر بخشی کے ہمراہ یوسف زئی افغانوں کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا ۔ اس کے بعد دوسری مرتبہ دکن کی مہم پر روانہ ہوا ، اور وہ اپنی عمر کے آخر تک اسی علاقے میں رہا ۔

چونکہ وہ اس ولایت کا پرانا عامل تھا لہٰذا وہاں کے صوبے داروں کے ساتھ [۱۰۵] نرم گرم گزارتا تھا ۔ خاص طور سے خان جہان بہادر کے ساتھ کہ جو اس سے بہت کبیدہ خاطر رہتا تھا ، اور دونوں ایک دوسرے کی شکایت بادشاہ کو بھیجتے تھے ۔ بیسویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۸۸ھ (۱۶۷۷ء) میں جب کہ دکن کی صوبے داری خان جہان کی بجائے دلیر خان کو تفویض ہوئی اور قطب الدین خان نئے صوبے دار کے ہمراہ بیجا پوریوں سے مقابلے میں مشغول ہوا تو اس کا انتقال ہو گیا ۔ اس کے جنازے کو قصبہ قصور (پنجاب) میں کہ جو اس کا وطن تھا ، منتقل کیا گیا ، وہ مدبر اور دانا سردار تھا ۔ اس کی تدبیر تزویر کے ساتھ ہوتی تھی ۔ خان جہان بہادر اس سے خوف کھاتا تھا ۔

کہتے ہیں کہ آخر میں اس کی نظر کمزور ہو گئی تھی ۔ خان جہان نے عداوت کی وجہ سے بادشاہ کے حضور میں لکھا کہ قطب‌الدین خان بوڑھا ہو گیا ہے اور آنکھیں جاتی رہی ہیں ۔ قطب‌الدین خان جو محتاط اور ہوشیار تھا ، اسی وقت اس بات سے آگاہ ہو گیا ؛ فوراً اس نے ایک میل بان کی لڑکی سے عشق کیا ، اس کو اپنے نکاح میں لے آیا اور اس انداز سے اس واقعہ کا اعلان کیا گیا کہ یہ بات سوانح نگاری میں داخل ہو گئی اور خان جہان کی تحریر عداوت پر محمول سمجھی گئی ۔

اس کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں ۔ اس کا بڑا لڑکا محمد خان لائق

تھا ۔ باپ کے مرنے کے بعد وہ اسی زمانے میں مل کھیر کی لڑائی میں [۱۰۶] مارا گیا ۔ دوسرا لڑکا مصطفیٰ خاں تھا کہ جس نے ترک منصب کرکے درویشی اختیار کر لی ۔ ان دونوں سے اولاد ہوئی ۔ دو دوسرے لڑکے نظام‌الدین اور فتح‌الدین تھے ۔ ان کی کوئی اولاد نہ تھی ۔

قطب پورہ کہ جو اورنگ آباد کا مشہور محلہ ہے ، اس کے نام سے مشہور ہے ۔ کہتے ہیں کہ یہ محلہ راجا جے سنگھ کے لڑکے کیرت سنگھ کے قبضے میں تھا ۔ اس میں جو عمارت اور بڑا حوض بنا ہوا ہے وہ اسی کا تعمیر کردہ ہے ۔ قطب خاں نے اپنے اقتدار کے زمانے میں اس محلے پر اپنا موروثی دعویٰ کیا کہ اس کا باپ نظر بہادر دولت آباد کے محاصرے کے زمانے میں جب یہاں آیا تھا ، تو اس نے یہ محلہ آباد کیا تھا ۔ اس نے چاہا کہ راجا مذکور (کیرت سنگھ) اس کو چھوڑ دے ۔ جھگڑا بڑھا ۔ بادشاہ سے اس نے اپیل کی ۔ بادشاہ کے حضور سے اس محلے کی زمین قطب خاں کو بطور انعام مرحمت ہوئی اور اس نے عمارت کی قیمت راجا کے حوالے کر دی ۔ آج تک اس کی اولاد کہ ان میں سے کوئی نامور نہ ہوا ، اسی محلے کی آمدنی سے گزارہ کرتے ہیں مگر اس کے نواسوں نے معاش کے لیے جد و جہد کی اور آخر کار حیثیت پیدا کر لی ۔

اس کا نواسا دوست محمد تھا کہ جو نیک ، وسیع مشرب اور فقیر دوست تھا ۔ تانکلی ، برار مدتوں اس کی جاگیر میں رہا ۔ چنانچہ وہ پرگنہ اس کے نام سے لوگوں میں مشہور ہے ۔ اس کے بعد اس کے لڑکے کو باپ کا خطاب ملا اور وہ پرگنہ بھی ملا ۔ وہ صاحب ہمت شخص تھا ۔ چند سال ہوئے کہ وہ فوت ہو گیا [۱۰۷] ۔

اسی دوران میں اس کے بھتیجے خویشگی خاں نے اس محال کو بطور وراثت حاصل کیا ۔ قطب پورہ کا اکثر حصہ مع عمارات قدیمہ ، اس کے قبضے میں پہنچا ، کچھ وراثتاً اور کچھ خرید کر حاصل کیا ۔ اس کے ورثا کے احوال کے پیش نظر یہ محلہ (قطب پورہ) اپنی شہرت ختم کر چکا تھا کہ مرحوم و مغفور متہور خاں خویشگی جو لائق ، حسن اخلاق سے آراستہ ، خوبیوں میں مشہور اور یکتائے روزگار امیر تھا ، امیرالامرا حسین علی خاں

کے ہمراہ دکن میں آیا تو (قطب‌الدین خاں) کے ہم قوم اور دور دراز کا رشتہ رکھنے کی وجہ سے اسی محلہ (قطب پورہ) میں ٹھہرا اور تقریباً یہاں تیس سال گزارے - اس لیے ہر روز اس کی آبادی میں اضافہ ہوا اور اس کی کوشش کی وجہ سے اس محلے کی ترقی ہوئی - متہور خاں کی وفات پہلی ربیع‌الثانی ۱۱۵۶ھ (۳ مئی ۱۷۴۳ء) کو ہوئی - وہ اسی قطب پورہ میں اپنے مکان کے پاس دفن ہوا - چونکہ اس کا اصلی نام رحمت خاں ہے اس لیے میر غلام علی آزاد بلگرامی نے راقم (مؤلف) کی درخواست پر اس کے نام کی مناسبت کے ساتھ اس کے انتقال کی تاریخ اس طرح نظم کی ہے :

قطعہ

وعدہ آمد متہور خاں را
گشت بستان بقا منزل او
گفت تاریخ وفاتش ہاتف
رحمت ایزد حق شامل او [۱۰۸]
۱۱۵۶ھ

۳۷

قوام‌الدین خاں اصفہانی

ایران کے مشہور وزیراعظم خلیفہ سلطان کا بھائی ہے - اصل کے اعتبار سے یہ سلسلہ مازندرانی ہے - وہ میر قوام‌الدین کی نسل سے ہے کہ جو میر بزرگ مشہور ہیں اور سادات مرعشیہ سے ہیں - انھوں (میر بزرگ) نے ۷۶۰ھ (۱۳۵۹ء) میں مازندران اور طبرستان کی حکومت حاصل کی - زمانہ گزرنے کے بعد میر مذکور کی اولاد میں سے ایک شخص امیر نظام‌الدین حوادثِ روزگار کی وجہ سے صفاہان آ گیا اور اس نے محلہ گلبار میں سکونت اختیار کر لی اور آہستہ آہستہ ملک و جائداد کا مالک ہو گیا - اس کے بعد خلیفہ سید علی کا زمانہ آیا کہ جو امیر مذکور (نظام‌الدین) کے پوتوں میں سے ہے

اور لوگ اس کو خلیفہ سلطان کہتے تھے ، اس لیے عوام میں یہ لوگ خلیفہ سادات کے لقب سے مشہور ہو گئے ۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ شاہ طہماسپ صفوی نے اس کو خلیفہ سلطان کا خطاب دیا اور طبل و علم سے سرفراز کیا ۔ اس کے بعد اس کا لائق فرزند شجاع الدین محمد ہوا کہ جو خلیفہ اسداللہ کا نواسا ہے وہ صفاہان کے سادات کے مشہور لوگوں میں سے تھا ۔ یہ رباعی اسی کی ہے :

رباعی

شمعے کہ بسوحت جان غم پروردم
تا گفت کہ پروانۂ خویشت کردم [۱۰۹]
می میرم اگر نمی روم نردیکش
می سوزم بگرد او می گردم

میر شجاع الدین محمد ، فضل و دانش اور عزت و بزرگی میں مشہور تھا ۔ اس ریاست کی وجہ سے کہ جو اس کو باپ دادا سے بطور وراثت ملی تھی ، امیرانہ زندگی گزارتا تھا ۔ اس کا لڑکا میر رفیع الدین محمد کہ جو علوم معقول و منقول میں دستگاہ رکھتا تھا ، شاہ عباس کا منظور نظر ہوا ۔ شاہ (عباس ماضی) کے اکتیسویں سال جلوس ۱۰۲۶ھ (۱۶۱۷ء) میں وہ (شجاع الدین) قاضی سلطان موسوی تربتی کے انتقال کے بعد صدارت کے منصب پر فائز ہوا کہ جو قاضی خان سیفی حسینی کی بجائے (صدر ہوا تھا) کیونکہ قاضی سیفی حسینی ایران کی صدارت پر فائز ہونے کے آٹھ دن بعد بیماری سے مر گئے تھے ۔ اس (شجاع الدین) نے اس کام میں نہایت دیانت برتی اور ۱۰۳۴ھ (۲۵-۱۶۲۴ء) میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

اس کے فرزند ارجمند خلیفہ سلطان نے اس کے جنازے کو کربلائے معلٰی بھیجا ۔ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے روضۂ مقدسہ میں دفن ہوا ۔ اور جب خلیفہ سلطان کو شاہ عباس ماضی کے خسر ہونے کا شرف حاصل ہوا تو وہ ایران کی وزارت سے سرفراز ہوا اور اس کے بھائی میر قوام الدین

کو ایران کی صدارت کا منصب ملا جو اس ملک کا بہترین منصب ہے۔ بھائی کے مرنے ، سلطنت کے انقلاب اور بادشاہ وقت کی بے استقلالی سے [۱۱۰] اپنا وطن (ایران) چھوڑ کر وہ ہندوستان چلا آیا۔[1]

سترھویں سال جلوس عالم گیری میں وہ بادشاہ کی ملازمت میں حاضر ہوا اور الطاف شاہانہ سے سرفراز ہوا۔ اس کو خلعت خاصہ جمدھر مرصع مع پھول کٹارہ ، علاقہ مروارید ، شمشیر مع ساز طلا ، سپھر مع گل مرصع ، یشم کی کلگی ، دس ہزار روپیہ نقد انعام ، تین ہزاری ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کا منصب اور خان کا خطاب مرحمت فرمایا[1] ۔

اس سے پہلے بھی اس خاندان کے لوگ خلیفہ سلطان کے رشتے کے تعلق سے مغل دربار میں آئے اور اپنے رتبے کے اعتبار سے کامیاب ہوئے۔ مثلاً اس کا بھانجا میر جعفر اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں کہ اس زمانے میں خلیفہ سلطان زندہ تھا ، سورت کی بندرگاہ پر اترا ، اور وہاں (سورت) کے خزانے سے اس کو نقد چھ ہزار روپیہ مرحمت ہوا ، اور اس کے بعد وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تو اسے ایک ہزار اور پانسو ذات اور پانسو سوار کا منصب ملا اور دس ہزار روپے نقد مرحمت ہوئے اور اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور صوبۂ بہار کے مضاف حسین پور کی فوجداری اورجاگیرداری ملی۔

تیسرے سال جلوس عالم‌گیری میں مشارٌ الیہ (خلیفہ سلطان) کا داماد میر عماد الدین بادشاہ کی ملازمت سے سرفراز ہوا اور اسے بتدریج رحمت خان کا خطاب اور بیوتات کی دیوانی [۱۱۱] ملی[2] ۔

چھٹے سال جلوس عالم گیری میں اس کا داماد سید صدر جہاں حاضر ہوا ، اور اس کو مناسب منصب ملا۔

۱۔ مآثر عالم گیری ، ص ۱۳۰ ۔ (ق)

۲۔ عالم گیر نامہ (ص ۱۰۳۴) میں تحریر ہے کہ اس کو رحمت خاں کا خطاب دسویں سال جلوس عالم گیری میں ملا ۔ (پ)

اب ہم قوام الدین کے حال کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔ اسی زمانے میں اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا ۔ انیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب بادشاہ حسن ابدال سے دارالسلطنت واپس آیا تو وہ (قوام الدین) کشمیر کی نظامت پر مقرر ہوا[1] ۔ اکیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ وہاں سے تبدیل ہو کر دربار میں آ گیا اور لاہور کی صوبیداری پر مقرر ہوا ۔ اس کے بعد اسے جموں کی فوجداری بھی مل گئی[2] ۔

اتفاقاً اسی زمانے میں شہروں اور قصبوں کے قاضیوں کا حال یہ ہو گیا تھا کہ وہ حکام اور صوبیداروں کا مقابلہ کرتے تھے کیونکہ بادشاہ (عالم گیر) احکام شرعیہ کے اجرا کی وجہ سے ان لوگوں (قضاۃ) کا خیال رکھتا تھا ۔ خاص طور سے لاہور کا قاضی سید علی اکبر الہ آبادی دیانت ، تیزی‌مزاج اور بہادری کی وجہ سے کہ جو اس کی طبیعت میں داخل تھی ، کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا ۔

قوام الدین جب لاہور پہنچا تو اس نے قاضی کا حال دریافت کیا ۔ وہ (قوام الدین) خود اپنے فضل و کمال ، حسب و نسب کی بزرگی اور ولایت (ایران) کی امارت کا خیال رکھتا تھا ۔ پہلی ہی مرتبہ صحبت برہم ہو گئی اور آہستہ آہستہ [۱۱۲] (دونوں میں) دشمنی ہو گئی ۔

اتفاق سے قاضی مذکور (علی اکبر) کا ایک بھانجا سید فاضل تھا جو دست دراز اور بد زبان تھا اور کوتوال اس کے ہاتھ اور زبان سے اس قدر پریشان تھا کہ وہ اس کی جان کے درپے ہو گیا اور بات یہاں تک بڑھی کہ ناظم (صوبہ) نے کوتوال کو کہ جس کا نام نظام الدین عرف مرزا بیگ تھا ، ایک جماعت کے ساتھ بھیجا کہ قاضی کو گرفتار کر کے لے آئیں ۔ قاضی نے اپنے گھر کو مضبوط کر لیا اور مقابلے کے لیے تیار ہو گیا ۔ اس پکڑ دھکڑ میں قاضی اور اس کا بھانجا نہایت ذلت و خواری سے مارا گیا اور

۱۔ ملاحظہ ہو مآثر عالم گیری ، ص ۱۵۱ ۔ (ق)
۲۔ ایضاً ، ص ۱۶۶ ۔

اور اس کا لڑکا زخمی ہوا -

اس طرح کے معاملات میں لاہور کے باشندے دینداری اور اسلام کی حمایت کے اظہار میں فساد پر آمادہ ہو جاتے ہیں اس لیے اہل بازار اور حروف شناس کہ جو چند حروف پڑھ کر اپنے کو عالم سمجھتے ہیں اور جاہلوں سے بھی کم تر ہوتے ہیں ، ہزاروں کی تعداد میں اکھٹے ہو گئے اور عام بلوہ کر دیا - ناظم (صوبہ) اور کوتوال اپنے گھروں کے دروازے بند کر کے جنگ کے لیے تیار ہو گئے - بہت دنوں تک شہر میں یہ ہنگامہ برپا رہا - ہنگامے کی وجہ سے لوگ بازار کے راستوں سے نہیں گزر سکتے تھے یہاں تک کہ بادشاہ کے حضور سے وہ دونوں (ناظم و کوتوال) منصب اور خدمت سے برطرف ہو گئے اور (پنجاب کی) صوبیداری بادشاہزادہ محمد اعظم شاہ کو ملی ، اور لطف اللہ خاں اس کا نائب مقرر ہوا -

جب تک کہ وہاں لطف اللہ خاں پہنچا اس کے بھائی حفظ اللہ خاں کو کہ جو حنیوٹ (پنجاب) کا فوجدار تھا ، حکم ملا کہ وہ فوراً لاہور پہنچ کر کوتوال کو لاہور کے قاضی کے ورثاء کے سپرد کرے اور وہاں کے صوبیدار کو دربار [۱۱۳] روانہ کر دے - اس نے حکم کی تعمیل کی - نظام‌الدین لاہور میں قصاص میں مارا گیا - اور اہل فساد کے ہجوم و انبوہ کی وجہ سے قوام الدین خاں کے لیے سلامتی سے آنا ممکن نہ تھا ، مجبوراً خاموشی سے پردہ دار پالکی میں بٹھا کر دریا کے کنارے تک کہ جو شہر کے قریب بہہ رہا ہے ، لائے ، اور وہاں سے کشتی میں سوار کر کے روانہ کیا -

تیئیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ اجمیر میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا - قاضی کا لڑکا بھی ایک جماعت کے ہمراہ حاضر ہوا اور اس نے اپنے باپ کے خون کا دعویٰ کیا - بادشاہ نے فرمایا کہ (محکمہ) شرع سے رجوع کرو - خان مذکور (قوام الدین خاں) نے محکمہ شرعیہ میں بہت خفت اٹھائی - چونکہ قاضی شیخ الاسلام نے نیک نفسی کی وجہ سے قتل کے اثبات کا حکم نہیں دیا اس لیے ایک زمانے تک یہ مقدمہ چلتا رہا - (قوام الدین خاں) غم و غصہ کی وجہ سے جسمانی اور روحانی امراض میں مبتلا ہو گیا -

مدعیوں نے چھوڑا نہیں اور کوشش کی کہ اس کا وکیل جواب دہی کے لیے محکمہ (شرعیہ) میں آئے بلکہ وہ خود بھی پالکی میں سوار ہو کر آئے [۱]۔
جب وہ (قوام الدین) اس طرح بہت رسوا ہوا تو دربار کے سربرآوردہ حضرات کی سفارش اور شفاعت سے سید علی اکبر (قاضی) کے لڑکے نے اس کو معاف کر دیا اور قصاص طلبی سے در گزر کیا۔ خان (قوام الدین) اسی زمانے میں مر گیا، گویا اس نے اپنے تباہ حال پر رحم کیا۔
اس کے دو لڑکے تھے، ایک صدر الدین، کہ جو باپ کے ساتھ ولایت (ایران) سے آیا تھا۔ اس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے[۲]۔ دوسرا محمد شجاع کہ جو انیسویں سال جلوس عالم گیری میں ایران سے (ہندوستان) آیا اور ایک ہزاری منصب پر سرفراز [۳۰۱] ہوا۔ چونکہ اس کا بھائی بادشاہ کی عنایت سے 'شجاعت خاں' کی بجائے 'صف شکن خاں' کے خطاب سے سرفراز ہوا تو اس (شجاع) کو وہ خطاب (شجاعت خاں) مرحمت ہوا۔ وہ اپنے بھائی کی ہمراہی میں گولکنڈہ کے محاصرے میں زخمی ہوا اور بادشاہ نے اس پر نوازش فرمائی۔

۳۸

قلعہ دار خاں مرحوم

اس کا نام مرزا علی عرب ہے اور وہ عرب خاں مرحوم کا فرزند ارجمند ہے۔ اس نے اپنے والد کے زیر سایہ تربیت حاصل کی اور صفات حمیدہ و عادات پسندیدہ سے مزین ہوا۔ اس نے زمانے میں خوب ترقی کی۔ اعلیٰ حضرت صاحبقران ثانی (شاہجہاں) کے زمانے میں پانسو ذات اور دو سو پچاس سوار کا منصب ملا۔ چوبیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ اپنے باپ کی اجازت سے دکن سے دارالخلافے پہنچا اور بادشاہ کے حضور میں

۱۔ یہ واقعہ ماثر عالم گیری (ص ۱۸۸) سے ماخوذ ہے۔ (ق)
۲۔ ملاحظہ ہو ماثرالامرا، جلد اول، (اردو ترجمہ)، ص ۷۴۰-۷۴۲۔ (ق)

باریاب ہوا ۔ بادشاہ کی عنایت سے مناسب مرتبہ ملا اور اس کے ہمراہ اس کے باپ کے لیے خلعت اور نقارہ بھیجا گیا ۔

عرب خان کے انتقال کے بعد انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں فتح نصیب بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب ، صوبیدار دکن کی درخواست پر اس کو ترنگ و ہریس کی تھالیداری ملی کہ یہ دونوں قلعے قریب قریب واقع ہیں اور سنگم نیر کے بڑے اور مضبوط قلعے ہیں [۱۱۵] ۔

عالم گیر کے پہلے جلوس کے بعد وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شجاع کی لڑائی میں اجمیر کے مورچے پر اس نے بہت بہادری اور ہمت دکھائی اور بہادروں کے ساتھ بائیں طرف کی فوج میں مقرر ہوا ۔ اس کے بعد وہ دکن کا کومکی (فوجی مددگار) مقرر ہوا کیونکہ وہ ملک دکن کے طریقوں اور وہاں کے رسم و رواج سے واقف تھا یہاں تک کہ وہیں اس کا انتقال ہوا ۔ اس کے منصب میں اضافہ ہوا اور 'قلعدار خاں' کا خطاب ملا ۔ وہ کچھ دنوں اورنگ آباد کی فوجداری اور حکومت پر بھی مقرر رہا ۔ اس کے بعد اس کو فتح آباد دھارور کی قلعہ داری تفویض ہوئی ۔

پچیسویں سال جلوس عالم گیری میں جس زمانے میں کہ بادشاہ (عالم گیر) اجمیر سے برہان پور میں آئے اور وہاں تین چار مہینے آخر ماہ صفر تک ، ۱۰۹۳ھ (آخر فروری ۱۶۸۲ء) مقیم رہا تو اس دوران قلعہ دار خاں کا دھارور میں انتقال ہو گیا اور وہ اپنے باپ کی قبر کے پاس دفن ہوا ۔

اس کی والدہ ماجدہ سیدانی ہے اور میر سید شریف ولد میر سید ابراہیم ساکن یزد کی لڑکی ہے ۔ جب اس عصمت مآب کا [۱۱۶] انتقال ہو گیا تو عرب خاں مرحوم نے مرزا جمشید بیگ یزدی کی لڑکی کے ساتھ نکاح کر لیا اور یہ مرزا جمشید بیگ ، میر معصوم عاصی کا داماد ہے ۔ اس کی ماں صفوی شاہزادوں کی لڑکیوں میں ہے ۔

اس کا باپ میر معین پسر میر ملا ہے کہ جو شاہ طہماسپ صفوی کے زمانے میں استر آباد کی وزارت کا منصب رکھتا تھا ۔ اس (میر ملا) کا باپ خلیفہ میر تھا کہ شاہ اسماعیل ماضی کی بارگاہ سے اس کو خلیفہ کا خطاب

ملا تھا اور وہ (خلیفہ میر) خراسان کے مشہور واعظ اور معارج النبوہ کے مصنف ملا معین کا بیٹا ہے ۔

مرزا جمشید بیگ مرحوم کی دوسری لڑکی کی شادی اس (عرب خاں) نے اپنے لڑکے قلعدار خاں مرحوم کے ساتھ کر لی ۔ اس عفت مآب سے چار نیک سیرت لڑکیاں اور ایک لڑکا مرزا داراب پیدا ہوا ۔ ان عفت مآب اور بزرگ نژاد چاروں لڑکیوں میں سے ایک لڑکی اس راقم سطور (شاہنواز خاں) کی حقیقی دادی ہے ۔ اللہ اس کو بخشے ۔

مشارٌ الیہ (مرزا داراب) نے اپنے باپ سے تربیت حاصل کی اور قابلیت و شجاعت میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوا ۔ جب اس کا زمانہ آیا تو اس نے مناسب منصب پایا اور شاہی خدمات میں مصروف ہوا ۔ کچھ مدت تک وہ شاہزادہ محمد اعظم شاہ کی فوج کا بخشی اور اس کے بعد کرناٹک کا بخشی اور پھر ذوالفقار خاں نصرت جنگ کی فوج کا بخشی رہا ۔ وہ باری باری دھارور ، کالنہ اور قندھار کی قلعداری پر سرفراز ہوا ۔ پہلے عرب خاں کا خطاب [۱۱ے] اور پھر نور محمد خاں کا خطاب پایا ۔

قندھار کی قلعداری کے زمانے میں موسوی خاں مرزا معز نے کہ جو اس زمانے میں دکن کا دیوان تھا ، کسی فرمائش کے لیے ایک خط لکھا اور سہل انگاری یا مرتبہ نہ پہچاننے کی وجہ سے اس نے دفتری القاب لکھ دیا ۔ خان مذکور عرب خاں نے عرب حمیت اور غیرت کی وجہ سے کہ جو اس کی پیشانی سے ظاہر تھی جواب میں وہی القاب لکھ دیا ۔ موسوی خاں نے اس کو خان مشارٌ الیہ عرب خاں کے جنوں کی دلیل ٹھہرایا اور معاملہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا ؛ وہ معزول ہوا ۔ خان مذکور بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور اس نے چاہا کہ موسوی خاں سے دو دو ہاتھ ہو جائیں ۔ اس نے امرا کو درمیان میں ڈالا اور بادشاہ کے حضور میں بھی اصل کیفیت پہنچ گئی ۔ وہ ازسرنو شاہی نوازشوں سے سرفراز ہوا ۔

عالم گیر کے انتقال کے بعد وہ اورنگ آباد میں سکونت پذیر ہو گیا اور آرام سے زندگی گزار رہا تھا کہ اچانک شعبدہ باز آسمان نے اس کے

اطمینان کو غارت کر دیا ۔ اسی زمانے میں نواب آصف جاہ ، محمد امین خان بہادر کے ہمراہ محمد اعظم شاہ کی ہمراہی سے علیحدہ ہو گئے اور وہ اس شہر (اورنگ آباد) میں آ کر ٹھہر گئے ۔ ناسازگاری روزگار کی وجہ سے ، جس شخص پر ان کو دولت مند ہونے کا گمان ہوا ، اس سے سختی کے ساتھ روپیہ طلب کیا ۔ خان مذکور (عرب خان) کو بھی گھر سے بلا لیا کہ جو باپ اور دادا کی دولت کی شہرت رکھتا تھا [۱۱۸] اور اس سے بہت سا روپیہ طلب کیا ۔

اس دن سے خان مذکور (عرب خان) نے ترک دنیا کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور اس بے عزتی کی وجہ سے کہ جو غیرت مندوں کو موت سے بد تر ہے ، اس کا دماغ خراب ہو گیا ، اور اس نے (اپنے) جوہر (لطیف) کو تاریک کر لیا ۔ مگر اس کا جنون بھی عجیب تھا کہ ایک دن سونے اور خاموشی میں گزارتا تھا اور کسی کو اس کے پاس جانے کی اجازت نہ تھی اور دوسرے دن لوگوں سے ملتا جلتا تھا اور ہر طرح محبت سے پیش آتا تھا ۔ ایک زمانے تک یہی حالت رہی یہاں تک کہ اس کا وقت آخر آ گیا اور وہ مر گیا ۔ اس کا لڑکا مرزا علی رضا شعر و انشا میں کمال رکھتا تھا ۔

عبرت

آسمان کی گردشوں میں سے ہر گردش اگر ایک چیز کی کثرت اور افراط کا سبب ہوتی ہے تو دوسری چیز کی کمی اور زوال (کا باعث ہوتی ہے) ۔ گویا گزرے ہوئے دن دولت و ثروت کے دن تھے ۔ عرب خان مرحوم اور قلعہ دار خان مغفور کی شان و شوکت ، قدرت اور ساز و سامان کی کثرت اور ان کے پنج ہزاری اور ہفت ہزاری منصب کے متعلق جو ہم سنتے ہیں ، اس کو عقل قبول نہیں کرتی اور افسانہ معلوم ہوتا ہے ۔

موسوی خان میر ہاشم تخلص جرأت ، قلعہ دار خانی ہے ۔ موسوی خان تین سال سے نواب آصف جاہ کے ہم رکاب [۱۱۹] ہے ۔ اگرچہ بہ ظاہر میر منشی ہے لیکن اس کو بہت قرب حاصل ہے ۔ اس امیر کبیر (آصف جاہ) نے

اپنی وزارت کے ابتدائی زمانے میں بادشاہ (محمد شاہ) سے عرض کیا کہ یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ مجھے ایسے مرد کی رفاقت حاصل ہے کہ جو سید ، فاضل ، حکیم ، منشی ، شاعر ، مصاحب اور راز دار مشیر ہے۔ اگرچہ اس (موسوی خاں) کی سپہ گری کا امتحان نہیں ہوا ۔ لیکن جرأت اس کے نام سے ظاہر ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اس کی اصل نشو و نما قلعہ دار خاں نے کی ہے۔ اس کے دادا سید علی گیلانی نے ایک زمانہ اس خان مغفرت نشان (قلعہ دار خاں) کی نوکری میں گزارا ہے ۔ سچی بات یہ ہے کہ خان مذکور (موسوی خاں) مجموعۂ کمالات ہے ۔ اس زمانے میں جامع کمالات ہونے کے اعتبار سے صوبۂ دکن میں وہ اپنی نظیر نہیں رکھتا ہے ۔ یہ دل چسپ شعر اسی کا ہے :

بیت

لذت ہمہ در مناسبتہا ست

از شیر دل شکر کشاید

لیکن وہ اخلاق سے خالی ہے ۔ خدا اس کو (اخلاق) عطا فرمائے ۔

۳۹

قلیج خاں خواجہ عابد

عالم شیخ کا لڑکا ہے کہ جو سمرقند کے افاضل و اکابر میں تھا ۔ (عالم شیخ) الہداد بن عبدالرحمان[1] شیخ عزیزان کا فرزند ہے کہ جو شہر مذکور (سمرقند) میں ارشاد کے سجادے پر بیٹھ کر ارادت مندوں کی تربیت کرتا تھا ۔ کہتے ہیں کہ اس کا نسب شیخ شہاب‌الدین سہروردی رحمۃاللہ علیہ پر منتہی ہوتا ہے [۱۲۰] ۔

خان مذکور (قلیج خاں) نے سمرقند میں علوم کی تحصیل کی ، پھر بخارا پہنچا ۔ شروع میں وہاں کا قاضی رہا اور پھر شیخ‌الاسلام ہوا ۔ انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس نے حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ کیا ۔ پہلے کابل اور پھر ہندوستان آیا اور بادشاہ کی ملازمت کا شرف حاصل کیا ۔ خلعت

۱۔ اختلاف نسخ میں ''عبدالرحیم'' ہے ۔

اور چھ ہزار روپے نقد ملے اور پھر (حج) جانے کی اجازت پائی اور حج کرنے کے بعد واپس آ گیا ۔

جس زمانے میں کہ عالم‌گیر نے باپ کی عیادت کی غرض سے دکن سے (شمالی) ہندوستان آنے کا ارادہ کیا تو اس کو تین ہزاری ذات اور پانسو سوار کا منصب اور 'خاں' کا خطاب مرحمت فرمایا اور مہاراجا جسونت سنگھ کی جنگ کے بعد اسے اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری ذات اور سات سو سوار کا منصب ملا ۔ چوتھے سال جلوس عالم گیری میں صدارت کل کے منصب پر فائز ہوا ۔ ساتویں سال جلوس عالم گیری میں اصل و اضافہ کے بعد وہ چار ہزاری ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔

دسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ خدمت مذکور (صدارت کل) سے معزول ہوا اور اجمیر کی صوبے داری پر مقرر ہوا ۔ خلعت اور ہاتھی اس کو عطا ہوا ۔ چودھویں سال جلوس عالم گیری میں صوبۂ ملتان کا ناظم مقرر ہوا ۔ اٹھارویں سال جلوس عالم‌گیری میں وہ وہاں سے تبدیل ہو کر حضور میں پہنچا اور مکۂ معظمہ کے قافلے کا میر حاج مقرر ہو کر [۱۲۱] وہاں گیا ۔ تیئیسویں سال جلوس عالم گیری میں اسے غائبانہ 'قلیج خاں' کا خطاب ملا ۔

اس کے بعد وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور چوبیسویں سال جلوس عالم گیری میں شاہ عالم بہادر کے ہمراہ سلطان محمد اکبر کے تعاقب پر مامور ہوا کہ جس نے بغاوت کر کے راہ فرار اختیار کی تھی ۔ چوں کہ بادشاہ زادے کی بغیر اجازت بادشاہ کے حضور میں آ گیا تھا اس لیے کچھ دنوں مورد عتاب رہا ۔ پھر قصور کی معافی کے بعد اسی سال رضوی خاں کے انتقال کے بعد صدارت کل کے منصب پر دوبارہ سرفراز ہوا ۔ چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں دکن کی مہم پر مامور ہوا ، اور اسے نقارہ مرحمت ہوا ۔ جب بادشاہ (عالم گیر) دکن میں پہنچا تو اس کے بعد انتیسویں سال جلوس عالم گیری میں ظفر آباد بیدر کی صوبے داری پر مقرر ہوا ۔

جس زمانے میں کہ عالم گیر بادشاہ شولا پور سے بیجا پور کی تسخیر کے ارادے سے اس طرف چلا تو (قلیج خاں) بادشاہ کے حضور میں باریاب

ہوا ۔ اس کے بعد جب بادشاہ بیجا پور کے نواح میں پہنچا تو اسے ترکش اور کمان عنایت ہوئے اور وہ مورچال پر متعین ہوا اور قلعہ (بیجا پور) صلح کے ذریعے فتح ہو گیا ۔

تیسویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۹۷ھ (۸۶ - ۱٦۸۵ء) میں جب کہ عالم گیر نے حیدرآباد کی جانب توجہ فرمائی اور قلعہ گول کنڈہ کے قریب پہنچا تو لوگوں کو حکم ہوا کہ محصورین (قلعہ) کے ملازمین وغیرہ کو جو قلعے کی دیوار کے باہر آ گئے ہیں ، نیست و نابود کر دیا جائے ۔ خان مذکور (قلیج خان) نے نہایت بہادری سے [۱۲۲] اس مقابلے میں پیش قدمی کی اور وہ قلعے تک پہنچ گیا ۔ اس دوران میں چھوٹی توپ کا گولہ اس کے کندھے پر پڑا اور اس کو علیحدہ کر دیا ۔ وہ وہاں سے گھوڑے پر سوار ہو کر نہایت استقلال سے اپنے ڈیرے پر آیا ۔

جملۃالملک اسد خان کہ جو دل جوئی کی عرض سے عیادت کے لیے مقرر ہوا تھا (اس کے پاس) گیا ۔ اس وقت جراح اس کے کندھے سے ہڈیوں کے ٹکڑے بین رہے تھے اور وہ نہایت استقلال سے پالتی مارے بیٹھا ہوا بغیر کسی اضطراب کے حاضرین سے گفتگو میں مصروف تھا اور دوسرے ہاتھ سے قہوہ پی رہا تھا اور کہتا تھا کہ ٹانکے لگانے والا خوب ملا ہے ۔ ہرچند علاج میں پوری کوشش کی گئی لیکن موت نے نہ چھوڑا ۔

اس کا بڑا لڑکا غازی‌الدین خان فیروز جنگ ہے کہ اس کا[1] اور اس کے دو بھائیوں معزالدولہ حمید خان بہادر اور نصیرالدولہ عبدالرحیم خان بہادر کا حال علیحدہ علیحدہ لکھا گیا ہے ۔

اس کا ایک لڑکا مجاہد خان خواجہ محمد عارف ہے کہ جو فیروز جنگ مذکور کے ساتھ رہتا تھا اور اس نے مناسب ترقی کی ۔ ایک دوسرا مجاہد خان ہے کہ جس نے کچھ ترقی نہیں کی ۔ دونوں جلدی مر گئے ۔

۱۔ مآثرالامرا ، جلد دوم (اُردو ترجمہ از محمد ایوب قادری) مرکزی اُردو بورڈ ، لاہور ۱۹٦۹ء ، ص ۸٦۷-۸۷۳ ۔

۳۰

قاسم خاں کرمانی

ولایت (ایران) میں اس کی پیدائش ہوئی ۔ اپنی خوش قسمتی سے عالم گیر بادشاہ کے ملازموں میں داخل ہو گیا ۔ چوں کہ بہادری و شجاعت [۱۲۳] سے بے بہرہ نہ تھا اس لیے اس نے ترقی کی اور وہ بادشاہ کے حضور سے خدمات پر مقرر ہوا ۔ بیسویں سال جلوس عالم گیری میں بیجا پور کی فتح کے بعد وہ کامگار خاں کی بجائے میر توزک اول مقرر ہوا[1] ۔ اسی سال وہ بیسواپٹن کی طرف سرکش باغیوں کی تنبیہ کے لیے تعینات ہوا[2] اس کے بعد وہ سرا کی فوج داری پر مقرر ہوا کہ جو ایک وسیع علاقہ ہے اور اس کو کرناٹک بیجا پوری کہتے ہیں ۔ اس نے اس علاقے میں ایسی کوشش وسعی سے کہ جس سے حسن جرأت و جسارت ظاہر ہوتا ہے ، سرکشوں اور باغیوں پر رعب بٹھا دیا ، یہاں تک کہ چیتل درگ اور رائے درگ کے زمیں دار کہ جن میں سے ہر ایک شیخی اور غرور میں ایک دوسرے سے آگے تھا ، قاسم خاں کے ہاتھوں عاجز ہو گئے ۔ (قاسم خاں) اپنی کارگزاری سے ذرا دم نہیں لیتا تھا اور سارے علاقے میں دھاک بٹھائے رہتا تھا ۔

انتالیسویں سال جلوس عالم گیری ۱۱۰۷ھ (۱۶۹۵-۹۶ء) میں وہ کسی سلسلے سے ادونی کے قریب پہنچا تھا کہ اس کو شاہی حکم ملا کہ وہ خانہ زاد خاں وغیرہ امرائے حضور کے ساتھ شامل ہو جائے کہ جو بدبخت سنتا کی تادیب کے لیے اس علاقے میں پہنچ رہے ہیں کیوں کہ اس منحوس (سنتا) کے گھومنے پھرنے سے شاہی ملک تباہ و غارت ہو گیا تھا اور شاہی فوج سے جو کوئی اس کے مقابلے کے لیے جاتا تھا وہ شکست کھاتا تھا ۔ [۱۲۴] قاسم خاں اس راستے سے کہ جہاں سے دشمن گزر رہا تھا ، چھ کوس پر

۱- مآثر عالم گیری ، ص ۲۸۱ ۔
۲- ایضاً ، ص ۲۸۳ ۔

شاہی فوج سے آ ملا[۱] اور اس نے چاہا کہ امرا کی خاطر خواہ ضیافت کرے۔ چوں کہ کرناٹک کا سفری سامان استعمال میں نہیں آیا ، سونے ، چاندی ، چینی غرض ہر قسم کے برتن ادونی میں رہ گئے تھے ، وہاں سے منگوائے اور دوسرے دن اپنے پیش خانہ (کیمپ) کو تین کوس آگے بھیج دیا ۔ دشمن کو یہ بات معلوم ہوگئی۔ اس نے اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا اور ایک حصے کو فوج کے اگلے حصے پر بھیج دیا اور ایک حصے کو لشکر سے مقابلے کے لیے رکھا اور ایک حصہ محفوظ رکھا ۔ اس جماعت نے بےخبری میں فوج کے اگلے حصے پر حملہ کر دیا ۔ بہت سوں کو مار ڈالا اور بہت سوں کو زخمی کیا اور جو کچھ تھا لوٹ کر لے گئے ۔

اچانک یہ خبر قاسم خاں کو پہنچی ، خانہ زاد خاں کو خواب سے بغیر بیدار کیے ہوئے مقابلے کے لیے دوڑ گیا ۔ وہ ایک کوس سے آگے نہ بڑھا تھا کہ دشمن کی فوج ظاہر ہوئی ۔ جب خانہ زاد خاں خواب سے بیدار ہوتا ہے اور یہ خبر سنتا ہے تو بہیر و بنگاہ اور سامان و اسباب کو وہیں چھوڑ کر فوراً (قاسم خاں کے پاس) دوڑتا ہے ۔ کارزار عظیم واقع ہوا اور دونوں طرف سے سخت مقابلہ ہوا ۔ دونوں میں سے کسی کے قدم نہیں اُکھڑتے تھے ۔ عین معرکۂ کارزار میں خبر ملی کہ فوج کی جس ٹکڑی کو دشمن نے محفوظ رکھا تھا ، اس نے فوجی اسباب و سامان کو لوٹ لیا ۔ (اس خبر سے) ہمتیں پست ہو گئیں ۔ جنگ کرتے ہوئے ایک کوس کے فاصلے پر کہ جہاں دودھیری کی گڑھی ہے ، خود کو پہنچایا اور ایک تالاب کے کنارے پر [۱۲۵] کہ جو وہاں تھا ٹھہر گئے ۔ دشمن نے ان کا محاصرہ کر لیا ۔ تین دن تک دشمن کی فوج آتی رہی مگر جنگ نہیں کی اور یہاں تالاب کے پانی کے سوا کسی نے کھانے کا نام تک نہیں سنا ۔

چوتھے دن دشمن نے بڑی تعداد میں چیونٹی اور ٹڈی دل کی طرح حملہ کر دیا ۔ توپ کے گولے اولوں کی طرح گر رہے تھے ۔ اس طرف (شاہی) کے توپ خانے کا تمام سامان غارت ہو گیا ، مجبوراً کچھ ہاتھ پاؤں مارے۔ جب

۱- تفصیل کے لیے دیکھیے ، مآثر عالم گیری ، ص ۳۷۸-۳۷۵ ۔

انھوں نے چاروں طرف سے باہر نکلنے کا راستہ مسدود پایا تو گڑھی کے آدمیوں کے منع کرنے کے باوجود زبردستی اس میں داخل ہو گئے ۔ دشمن نے چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا اور دھرنا دے دیا ۔ پہلے دن محصوریں کو قلعے کے ذخیرے سے جوار اور باجرے کی روٹی ملی اور جانوروں (گھوڑوں وغیرہ) کو نیا اور پرانا پھونس ۔ دوسرے دن یہ چیزیں بھی نہیں ملیں ۔ چوں کہ خان مذکور (قاسم خان) افیون بہت کھاتا اور اس کی زندگی اسی پر منحصر تھی ، افیون کا نہ ملنا اس کی ہلاکت کا سبب ہوا ۔ تیسرے دن وہ مر گیا ۔ وہ دشمن کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا ، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے زہر کھا لیا ۔

۳۱

قطب الدین خاں خویشگی

عرف بایزید ہے ۔ اس کا باپ سلطان احمد حلف زئی ، مشہور ظفر بہادر کا نواسا اور جانباز خاں خویشگی کا داماد ہے ۔ اس نے بادشاہزادہ محمد اعظم شاہ کی نوکری میں شہرت اور اعتبار حاصل کیا ، کسی وجہ سے نوکری چھوڑ دی اور اپنے وطن مالوف (قصور) میں رہنے لگا ۔ [۱۲۶] آخر بادشاہ نے اس کو طلب کیا ۔ وہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں روانہ ہوا ۔ راستے میں اس کا دماغ خراب ہو گیا اور راستے ہی میں مر گیا ۔

اس کے چار لڑکے تھے : (۱) حسین خاں کہ اس کا احوال تفصیل سے لکھا گیا ہے[۱] (۲) بازید خاں (۳) پیر خاں (۴) علی خاں ۔ تیسرے نے ترقی نہیں کی ۔ دوسرے (بازید خاں) نے بہادر شاہ کے زمانے میں عمدہ منصب پایا اور جلد ہی مر گیا ۔ اس کے لڑکے نور خاں کو شمس خاں کا خطاب ملا اور وہ دوآبہ بھٹہ جالندھر کی فوجداری پر مامور ہوا ۔

۱۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۵۹۶ - ۵۹۹ - (ق)

جس زمانے میں کہ گمراہ سکھ لاہور سے دہلی کے قریب تک آبادیوں
و عارت اور برباد کر رہے تھے اور ان کے ظلم و جور کا دور دورہ
ا ، سرہند کے فوجدار وزیر خاں جیسے صاحب جمعیت شخص کو انھوں
، اکھاڑ ڈالا اور خود قصبہ (سرہند) پر قابض ہو گئے ۔ جب مشارٌ الیہ
مس خاں) سرہند کا فوجدار مقرر ہوا ۔ تو وہ پانچ ہزار سواروں اور مسلم
فا اور ہر قسم کے اہل حرفہ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ کہ جو جہاد
شہادت کی آرزو میں جمع ہوئے تھے ، اور کفار سے لڑائی میں ایک
سرے سے سبقت لے جا رہے تھے ، آگے بڑھا ۔
راہوں کے نزدیک کہ جو سلطان پور سے سات کوس کے فاصلے پر
، سخت مقابلہ ہوا ۔ توپوں کی گولہ باری اور گوپھنوں کی سنگ باری
بعد کفار (سکھ) ہجوم کر کے قلب لشکر پر ٹوٹ پڑے لیکن بہت سے
رے گئے - [۱۲۷] وہ ظالم (سکھ) خوف زدہ و مرعوب ہو کر راہوں کے
ے میں چلے گئے ۔ چند روز قلعہ بند ہو کر بلا وجہ ہاتھ پاؤں مارے اور
کو فرار ہو گئے ۔ اس کے بعد بہادری و شجاعت کی بنا پر بلکہ اقبال
ا داد کی مدد سے اس نے بائیس لڑائیوں میں فتح حاصل کی ۔
جس زمانے میں کہ محمد امین خاں چین بہادر بادشاہ کے حضور سے
ر ہراول مقرر ہو کر سرہند پہنچا تو خاں مذکور (شمس خاں) نے گھمنڈ
عرور کی وجہ سے اس کے مرتبے کا لحاظ نہیں کیا اور اپنی خود سری
دشمنوں کی تنبیہ اور قلعہ سرہند کی تسخیر میں مشغول رہا ۔ بہادر
کور (محمد امین خاں) نے بادشاہ کو لکھا کہ شمس خاں کے ساتھ ایک
ہی فوج ہے ۔ اس کے ارادے کچھ اچھے نہیں ہیں اور اس پر اعتماد نہیں
نا چاہیے ۔ سلطنت کے کارپردازوں نے اس کی حق شناسی کو نظر انداز
کے اس کو معزول کر دیا حالانکہ وہ اپنی بہادری کی بنا پر التفات کا
تحق تھا ۔
بازید خاں دنیا کو برتنے والا اور زمانہ ساز آدمی تھا ۔ قلیل منصب
تے ہوئے فوجداری کا کام کرتا تھا ۔ جس زمانے میں کہ بہادر شاہ ،
اعظم شاہ سے جنگ کے لیے متوجہ ہوا تو وہ بہادر شاہ کے حضور میں حاضر

ہوا اور اس کی رفاقت اختیار کی - فتح کے بعد اس کو عمدہ منصب اور قطب‌الدین خاں کا خطاب ملا ، پھر وہ شاہزادہ عظیم‌الشان سے وابستہ ہوگیا اور جمو کی فوجداری پر فائز ہوا -

جب (سکھوں کا) گرو (بندا بیراگی) کہ جو سکھوں کا سرغنہ تھا ، لوہ گڑھ سے [۱۲۸] برف کے پہاڑ میں چلا گیا ، وہ وہاں شاہی فوج کی وجہ سے نہیں ٹھہر سکتا تھا اس لیے بہت سے ٹیلوں اور گڑھوں کو پھلانگتا ہوا رائے پور اور بہرام پور کے راستے سے گزرا - قطب الدین خاں رائے پور سے سولہ کوس کے فاصلے پر مغرب و شمال کی طرف تھا ، اتفاق کی بات یہ ہوئی کہ اس کا بھتیجا شمس خاں دوآبہ سے تبدیل ہو کر رخصت کی عرض سے اپنے چچا کے پاس پہنچا - جب اس معاملے کی اطلاع ہوئی تو شمس خاں کے بہنوئی شہداد خاں کو پندرہ سو سواروں کے ہمراہ بھیجا. رائے پور کی حفاظت کے لیے بھیجا گیا ، اور خود (قطب الدین خاں) شمس خاں کے ہمراہ نو سو سوار لے کر آیا اور آدھا راستہ طے کیا ہو گا کہ شکار میں مشغول ہو گیا - پھر خبر ملی کہ وہ ظالم گرو (سکھ) قریب آ گیا ہے -

خاں مذکور (قطب الدین خاں) کی یہ رائے ہوئی کہ رائے پور کے راستے سے جا کر پوری فوج کے ساتھ سکھوں پر حملہ کر دیا جائے - شمس خاں جس نے ان کو بار بار پورے طور سے تنبیہ کی تھی ان کا خیال بھی نہیں کیا اور اس طرف کو چل پڑا - اس نے توپ خانے کو بھی استعمال نہیں کیا اور نہایت اطمینان سے چلا - جیسے ہی کہ دونوں گروہ مقابل ہوئے اور اس (شمس خاں) کا نام ان (سکھوں) کے کان میں پڑا تو جان بچانے کی ان کو یہی سبیل نظر آئی کہ بھاگ کھڑے ہوں ، اور وہ بھاگ لیے - شمس خاں نے ان کا تعاقب کیا -

ہر چند قطب الدین خاں نے کہا کہ اس غیبی فتح کو غنیمت سمجھو اور اب فوج کو جمع کر لینا چاہیے اور پھر ان (سکھوں) کا خاتمہ کرنا چاہیے - لیکن اس نے جوانی کی مستی اور بہادری کے غرور میں بات نہیں مانی - وہ بد طینت (سکھ) آدمیوں کی کمی [۱۲۹] کی وجہ سے واپس لوٹ پڑے ، دست بدست لڑنے لگے - سخت مقابلہ و مجادلہ ہوا - آخرکار نوبت یہ پہنچی کہ

کام بگڑ گیا ۔ دونوں طرف کے لوگوں نے تلواریں پھینک دیں اور ایک دوسرے کو ڈھونڈنے لگے اور دانتوں سے پکڑتے تھے ۔ یہاں تک کہ شمس خاں شہید ہو گیا اور قطب الدین خاں سخت زخموں کی وجہ سے بےہوش ہو گیا ۔

چند افغان دونوں سرداروں کے ہاتھیوں کے ساتھ رہ گئے ۔ کافر (سکھ) جب دونوں ہاتھیوں کو کھینچ کر لیے جا رہے تھے اور افغان حملہ کر کے (ہاتھیوں کو) ان کے ہاتھ سے چھین کر لا رہے تھے ، اسی دوران میں شہداد خاں کہ جو رائے پور سے (قطب الدین خاں و شمس خاں) کے استقبال کے لیے آیا تھا اور اس نے یہ خبر سنی تو آگے بڑھا اور بقیۃ السیف کے پاس ٹھیک وقت پر پہنچ گیا ۔ ان بد نصیبوں (سکھوں نے) خیال کیا کہ شمس خاں اب آیا ہے؛ لٰہذا بنات النعش کی طرح منتشر ہو گئے اور جدھر سینگ سمائے چلے گئے ۔

شہداد خاں نے واپس ہونا مناسب سمجھا، للہذا رائے پور آ گیا ۔ تین دن کے بعد قطب الدین خاں کا بھی انتقال ہوگیا ۔ دونوں (قطب الدین خاں و شمس خاں) کے جنازے وطن لے جا کر دفن کر دے ۔ اس شہداد خاں نے اس زمانے میں بہت ترقی کی ۔ اس کا حال (علیحدہ) لکھا گیا ہے[1] ۔ قطب الدین خاں کے کوئی لڑکا نہ تھا ۔

۴۲

قطب الملک سید عبداللہ خاں

اس کا نام حسن علی تھا ۔ محمد فرخ سیر بادشاہ کا وزیر تھا اور اس کا بھائی سید حسین علی خاں [۱۳۰] امیر الامرا کا منصب رکھتا تھا ۔ اس کا حال لکھا جا چکا ہے ۔[2] قطب الملک کو عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں

۱۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا، جلددوم (اردوترجمہ)، ص ۷۰۵-۷۰۹ - (ق)

۲۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا، جلد اول (اردو ترجمہ)، ص ۳۱۴-۳۳۲ -

'خان' کا خطاب اور ندر بار اور سلطان پور کی فوجداری کہ جو نکلانہ کے مضافات ہیں ، ملی - اس کے بعد اورنگ آباد کا حاکم مقرر ہوا -

جب شاہزادہ محمد معز الدین ابن شاہ عالم ، عالم گیر بادشاہ کی طرف سے ملتان کا صوبیدار مقرر ہوا تو حسن علی خان شہزادے کے ہمرکاب گیا - شہزادے سے اس کی موافقت نہ ہو سکی - وہ دل گرفتہ ہو کر لاہور آ گیا -

جب عالم گیر بادشاہ کا انتقال ہو گیا اور شاہ عالم پشاور سے لاہور آیا تو حسن علی خان کو تین ہزاری منصب ، نقارہ اور فوج کی بخشی گیری مرحمت ہوئی - محمد اعظم شاہ کی جنگ میں وہ محمد معز الدین کی ہراول فوج کے ساتھ کہ جو بادشاہ کے تمام لشکروں کی ہراول فوج تھی ، مقرر ہوا - جس وقت کہ جنگ فیصلہ کن مرحلے میں تھی ، حسن علی خان ، حسین علی خان اور نور الدین علی خان ، تینوں بھائی ہندوستان کے بہادروں کی طرح ہاتھی سے اتر آئے - سادات بارہہ کی جماعت کی ہمراہی میں انھوں نے نہایت بہادری دکھائی اور دست بدست لڑنے لگے - نور الدین علی خان مارا گیا اور دوسرے بھائیوں کو بھی خاصے زخم لگے - انھوں نے فتح و ظفر کی عزت [۱۳۱] حاصل کی - حسن علی خان کو چار ہزاری ذات کا منصب اور اجمیر کی صوبیداری ملی اور اس کے بعد وہ الہ آباد کا صوبیدار مقرر ہوا -

جب محمد معز الدین کو بادشاہت ملی تو وہ الہ آباد کی حکومت سے معزول ہوا ، اور راجی خان حاکم الہ آباد مقرر ہوا - سید صدر جہاں صدرالصدور پھانوی کے پوتوں میں سے سید عبدالغفار ، راجی خان کی نیابت میں الہ آباد پہنچا - سید حسن علی خان ایک فوج لے کر مقابلے کے لیے آ گیا اور الہ آباد کے قریب لڑائی ہوئی - سید عبدالغفار خان (پہلے) غالب ہوا ، پھر مغلوب ہو گیا اور لوٹ آیا - محمد معز الدین نے غفلت اور عیاشی کی وجہ سے اس کا کچھ تدارک نہیں کیا اور سید حسن علی کی دلدہی کی طرف متوجہ ہوا - الہ آباد کی (صوبیداری کی) بحالی کا فرمان بھیجا اور منصب میں اضافہ کیا لیکن اس کے بھائی سید حسین علی خان ناظم عظیم آباد ، پٹنہ

ے کہ جو شجاعت ، وقار اور بردباری میں مشہور زمانہ تھا ، محمد فرخ سیر سے پیمان رفاقت مضبوط کیا ، چنانچہ اس کے حالات میں یہ بات لکھی گئی ہے -

اس نے اپنے بڑے بھائی حسن علی خاں کو بھی (فرخ سیر کی) رفاقت کی ترغیب دی - حسن علی خان نے محمد معزالدین کی چاپلوسی کی طرف توجہ نہیں کی کیونکہ وہ ملتان کی صوبیداری کے وقت سے اس کی کم التفاتی کو جانتا تھا [۱۳۲]- وہ دل سے محمد فرخ سیر کی طرف ہو گیا ، اور اس نے (محمد فرخ سیر کو) الہ آباد آنے کی دعوت دی - محمد فرخ سیر نے ایسے موقع پر ان دونوں بہادر بھائیوں کی رفاقت کو کہ جو فوج بھی رکھتے تھے ، اپنی اقبال مندی سمجھا اور شہر پٹنہ سے الہ آباد آ گیا - حسن علی خاں سے بالمشافہ از سر نو عہد و پیمان کیا اور اس کو مزید عنایات کا امید وار بنایا (فرخ سیر نے) اس کو ہراول فوج پر مقرر کیا اور آگے روانہ ہوا -

محمد معز الدین کا بڑا لڑکا عز الدین ، خواجہ حسین ، مخاطب بہ خان دوراں کی اتالیقی میں دارالخلافہ شاہجہاں آباد سے محمد فرخ سیر کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا - کھجوہ کے قریب کہ جو الہ آباد کے مضافات میں ہے ، پہنچ کر دشمن کا انتظار کرنے لگا - محمد فرخ سیر کی فوج کے قریب آتے ہی عزالدین سامان جنگ کو استعمال کیے بغیر آدھی رات کو بھاگ کھڑا ہوا - محمد فرخ سیر کی فوج نے کہ جو نہایت پریشانی اور بے سامانی کی حالت میں تھی ، عز الدین کے پڑاؤ کو لوٹ لیا اور اپنی حالت ٹھیک کر لی - (فوج) آگے بڑھی اور اکبر آباد کے نواح میں سرگرم سفر رہی - محمد معزالدین بھی دارالخلافہ (دہلی) سے کوچ کر کے اکبر آباد آ گیا - وہ دریائے جمنا کے پار کرنے کی فکر میں تھا کہ حسن علی خاں نے پیش قدمی کی اور اکبر آباد سے چار کوس کے فاصلے پر روز بھانی سرائے کے قریب اس نے دریائے جمنا کو عبور کر لیا ، اور اس کے بعد محمد فرخ سیر نے دریا پار کیا - محمد فرخ سیر کے بہت سے آدمی [۱۳۳] پریشانی اور کم سامانی کی وجہ سے منتشر ہو گئے - تھوڑے سے اس کے ساتھ پہنچے -

۱۳ ذی الحجہ ۱۱۲۳ھ (۱۱ جنوری ۱۷۱۲ء) کو دونوں فریقوں

میں مقابلہ ہوا ۔[۱] محمد فرخ سیر فتح یاب ہوا ۔ محمد معز الدین بھیس بدل کر دہلی پہنچا ۔ اس جنگ میں دونوں بھائیوں (حسن علی خاں و حسین علی خاں) نے بہت بہادری دکھائی ۔ چھوٹا بھائی حسین علی خاں کاری زخم کھا کر میدان میں گر پڑا ۔ فتح حاصل کرنے کے بعد بڑا بھائی حسن علی خاں نہایت تیزی سے دارالخلافہ (دہلی) روانہ ہوا ، اور بادشاہ (فرخ سیر) بھی ایک ہفتے کے بعد دہلی پہنچ گیا ۔ حسن علی خاں کو سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کا منصب ، سید عبداللہ خاں قطب الملک بہادر یار وفادار ظفر جنگ کا خطاب اور وزارت ملی ۔

جب ان دونوں بھائیوں کا رتبہ حد سے بڑھ گیا تو حاسد ان کی شکست کے درپے ہوئے اور دکار افترا پردازیوں سے بادشاہ فرخ سیر کے مزاج کو بھڑکا دیا ۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں بھائی گوشہ نشین ہو گئے ۔ سورچال ترتیب دے کر اور سامان اکٹھا کرکے لڑائی کے لیے تیار ہو گئے ۔ بادشاہ کی والدہ کہ جو ان دونوں (بھائیوں) سے اخلاص رکھتی تھی اور قدیم سے اچھے روابط تھے ، قطب الملک کے گھر آئی اور از سرنو عہد و پیماں [۱۳۴] استوار کیا ۔ دونوں بھائی بادشاہ کے پاس پہنچے اور محبت آمیز شکوے ہوئے ۔ کچھ دن اچھے گزرے ۔

مطلب پرستوں نے بادشاہ (فرخ سیر) کے مزاج کو پھر بگاڑ دیا ۔ روزانہ معاملات خراب ہونے لگے ۔ نفاق کا مادہ جو پرانی سلطنت کو اکھاڑ پھینکنے والا ہے ، بڑھنے لگا ۔ یہاں تک کہ امیرالامرا دکن کی صوبے داری پر روانہ ہو گیا ؛ قطب الملک عیش و عشرت میں پڑ گیا اور

۱۔ متن کتاب میں ۱۱۲۳ھ غلط ہے ، ۱۱۲۴ھ ہونا چاہیے ۔ ملاحظہ ہو لیٹر مغلس از ارون (جلد اول ، ص ۲۲۹) سنہ عیسوی کے اعتبار سے تاریخ ۱۱ جنوری ہونی چاہیے ۔ ۱۰ جنوری جو ارون نے لیٹر مغلس میں لکھ دی ہے وہ صحیح نہیں ہے ، کیونکہ اس روز بدھ کا دن تھا (خافی خاں ، جلد دوم ص ۷۲۱) اگرچہ مؤخر الذکر (خافی خاں) میں بھی ۱۱۲۳ھ دیا ہے جو صحیح نہیں ۔ (پ)

وزارت کا کام راجا رتن چند کے ہاتھ میں دے دیا ۔ اعتقاد خاں کشمیری بادشاہ (محمد شاہ) کا ہم راز و دمساز بن گیا ۔ سادات کے خاتمے کا مشورہ (سب جگہ) مشہور ہو گیا ۔

قطب‌الملک نے امیرالامرا کو لکھا کہ کام خراب ہوگیا ہے ؛ قبل اس کے کہ جان و آبرو کو کچھ نقصان پہنچے فوراً (دہلی) پہنچو ۔ امیرالامرا بڑی شان و شکوہ اور دبدبے کے ساتھ دکن سے روانہ ہوا ۔ دہلی کے قریب فوجیں ڈال دیں اور بادشاہ کو پیغام بھیجا کہ جب تک قلعے پر ہمارا اختیار نہیں ہوگا ہمیں حاضر ہونے میں خدشہ ہے ۔ بادشاہ نے قلعے کی خدمات امیرالامرا کے متوسلین کو سپرد کر دیں ۔ قلعے کے استحکام کے بعد امیرالامرا بادشاہ کے پاس پہنچا ۔ ۸ ربیع‌الآخر (۱۷ فروری ۱۷۱۹ء) کو وہ دوبارہ ملاقات کی غرض سے فوجیں آراستہ کرکے شہر میں داخل ہوا اور شائستہ خاں کی حویلی میں مقیم ہوا ۔ قطب الملک اور راجا اجیت سنگھ قلعے میں پہنچ کر پہلے دن کی طرح حسب دستور قلعے کے بند و بست میں مشغول ہو گئے اور دروازے کی کنجی قبضے میں کر لی ۔ وہ [۱۳۵] رات اور دن اسی طرح گزرا ۔ شہر کے لوگوں کو معلوم نہیں ہوا کہ رات قلعے میں کیا گزری ۔ جب صبح ہوئی تو قطب الملک کے قتل کی افواہ مشہور ہوئی ۔ بادشاہی فوجیں ہر طرف سے جمع ہوئیں اور چاہا کہ امیرالامرا پر پر حملہ کر دیں ۔ امیرالامرا نے قطب الملک کو پیغام بھیجا کہ اب کیا دیر ہے ، فوراً (بادشاہ) کو ہٹا دینا چاہیے ۔

بالآخر ۹ ربیع‌الآخر ۱۱۳۱ھ کو قطب الملک نے بادشاہ کو قید کر لیا اور رفیع الدرجات ابن رفیع الشان ابن شاہ عالم کو قید سے نکال کر تخت پر بٹھا دیا ۔ اس کے جلوس کے نقارے کی آواز نے اس ہنگامے کو ختم کر دیا جو شہر میں برپا تھا ۔ رفیع‌الدرجات قید خانے میں تپ دق کے مرض میں مبتلا ہو گیا تھا ، جب اسے بادشاہت ملی تو اس نے احتیاط کا دامن چھوڑ دیا ، تین ماہ اور کچھ دن کے بعد فوت ہو گیا ۔

اس کی وصیت کے مطابق اس کے بڑے بھائی رفیع‌الدولہ کو تخت پر بٹھا دیا اور اسے شاہجہاں ثانی کا لقب دیا ۔ کچھ دنوں کے بعد نیکو سیر

نے آکبر آباد کے قلعے میں بغاوت کی ۔ امیرالامرا بادشاہ کے ہمراہ فوراً وہاں پہنچا اور قلعے کو فتح کر لیا ۔ اچانک ایک اور فتنہ کھڑا ہو گیا ۔ جے سنگھ سوائی نے مخالفت کا اعلان کر دیا ۔ قطب الملک شاہجہان ثانی کے ہمراہ اس کے دفعیہ کے لیے فتح پور سیکری پہنچا اور جے سنگھ سے مصالحت ہو گئی ۔

شاہجہان ثانی بھی تین ماہ اور کچھ دن کے بعد [۱۳۶] مرض اسہال میں فوت ہوگیا ۔ مجبوراً روشن اختر ابن جہان شاہ بن شاہ عالم کو دارالخلافے سے بلا کر ۱۵ ذی قعدہ ۱۱۳۱ھ (۱۸ ستمبر ۱۷۱۹ء) کو تخت سلطنت پر بٹھایا ۔ اس کا لقب محمد شاہ ہوا ۔

سبحان اللہ اگرچہ سادات (قطب الملک و امیرالامرا) نے سلطنت کا دعویٰ نہیں کیا اور تیمور کی اولاد کو تخت پر بٹھایا لیکن وہ حرکت جو انھوں نے محمد فرخ سیر کے ساتھ کی ، ان کو راس نہ آئی ۔ ایک دم آرام سے نہ گزرا تھا اور ایک سانس اطمینان سے نہ لی تھی کہ ہر چہار طرف سے فتنے اٹھ کھڑے ہوئے اور سلطنت کے زوال کے اسباب پیدا ہو گئے ۔

خبر پہنچی کہ شروع رجب ۱۱۳۲ھ (شروع مئی ۱۷۲۰ء) میں مالوہ کے ناظم نواب نظام الملک نے دریائے نربدا کو پار کر کے قلعہ آسیر اور شہر برہان پور پر قبضہ کر لیا ہے ۔ امیرالامرا نے اپنے بھتیجے سید دلاور خان کو بھاری فوج کے ساتھ نواب نظام الملک کی طرف بھیجا ۔ لڑائی کے بعد دلاور خاں مارا گیا ۔ دکن کے نائب صوبیدار عالم علی خان نے کہ بہادر نوجوان تھا ، مقابلہ کیا اور وہ بھی مردانہ وار ختم ہو گیا ۔

امیرالامرا (حسین علی خاں) نے بادشاہ کے ہمراہ دکن کا ارادہ کیا ۔ قطب الملک نے چند امرا کے ہمراہ ۱۹ ذی قعدہ (۱۱ ستمبر ۱۷۲۰ء) کو جب کہ وہ اکبر آباد فتح پور سے چار کوس کے فاصلے پر تھا ، دہلی کا رخ کیا اور وہ ابھی دہلی نہیں پہنچا تھا کہ ۷ ذی الحجہ [۱۳۷] (۲۹ ستمبر ۱۷۲۰ء) کو امیرالامرا (حسین علی خاں) کے مارے جانے کی خبر اس کو ملی ، جس سے اس کی کمر ٹوٹ گئی ۔

قطب الملک نے اپنے حقیقی چھوٹے بھائی سید نجم الدین علی خاں کو

کہ جو دہلی کی حفاظت پر مقرر تھا ، لکھا کہ کسی شہزادے کو (قید سے) نکال کر تخت پر بٹھا دو ۔ ۱۵ ذی الحجہ ۱۱۳۲ھ (۷ اکتوبر ۱۷۲۰ء) کو سلطان ابراہیم ابن رفیع الشان ابن شاہ عالم کو دہلی کے تخت پر بٹھا دیا ۔ دو دن کے بعد قطب الملک بھی پہنچ گیا اور وہ قدیم و جدید امرا کی دلدہی میں مصروف ہو گیا اور فوج کی ترتیب میں لگ گیا ۔ اس نے جو کچھ وزارت کے زمانے میں نقد و جنس کی صورت میں اکٹھا کیا تھا کہ اللہ کے علم کے سوا کسی کو اس کا اندازہ نہیں ہے ، سب کچھ سپاہیوں ، یاروں اور دوستوں پر خرچ کر دیا اور کہا کہ اگر زندہ رہے تو پھر حاصل کر لیں گے اور اگر اللہ کی مرضی کچھ اور ہے تو (یہ مال) کیوں دوسروں کے ہاتھ لگے ۔

ماہ مذکور کی ۱۷ تاریخ (۹ اکتوبر) کو وہ دارالخلافے سے مقابلے کے لیے نکلا اور ۱۳ محرم ۱۱۳۳ھ (۳ نومبر ۱۷۲۰ء) کو موضع حسن پور پہنچا ۔ ۱۴ (محرم) کو جنگ ہوئی ۔ محمد شاہی توپ خانہ حیدر قلی خاں میر آتش کے اہتمام میں کام کر رہا تھا ۔ بارہہ کے لوگوں نے سینہ سپر ہو کر بار بار توپ خانے پر حملے کیے لیکن بد قسمتی سے کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ جب رات ہوئی تو توپ ، بندوق اور شترنال کے لوگوں نے کہ جو ذرا دیر بھی آرام کا موقع نہیں دیتے تھے ، قطب الملک کی فوج کو منتشر کر دیا اور صبح ہونے تک [۱۳۸] تھوڑے سے آدمی قطب الملک کے ہمراہ رہ گئے ۔

جیسے ہی کہ صبح کو مشرق سے آفتاب طلوع ہوا ، محمد شاہی فوجوں نے حملہ کر دیا اور سخت مقابلہ ہوا ۔ سادات کی طرف سے بہت سے لوگ زخمی ہوئے اور سید نجم الدین علی خاں کو کاری زخم لگے ۔ قطب الملک نے خود کو ہاتھی سے نیچے گرا دیا ۔ تیر کا زخم اس کی پیشانی پر اور تلوار کا زخم ہاتھ پر لگا ۔ حیدر قلی خاں ایک جماعت کے ساتھ موقع پر قطب الملک کے پہنچ پاس گیا اور اس کو اپنے ہاتھی پر بٹھا لیا اور بادشاہ کے پاس لے آیا ۔ بادشاہ نے جان بخشی کر کے اس کو حیدر قلی خاں کے حوالے کر دیا ۔ وہ بادشاہی قید میں حسرت و یاس کے ساتھ دن گزار رہا تھا ، آخر اس کو زہر دے دیا ۔ پہلی دفعہ تو اس کے خدمت گار نے زہر مہرہ پیس کر اس کو چٹا

دیا - قے ہو جانے سے بہت کچھ زہر کا اثر دفع ہو گیا - دوسرے دن پھر شاہی خواجہ سرا زہر ہلاہل کی گولی لایا - قطب الملک نے تازہ وضو کیا اور قبلہ رخ بیٹھ گیا اور کہا کہ :

''اے خدا تو جانتا ہے کہ اس حرام شے (زہر) کو میں اپنے اختیار سے نہیں کھا رہا ہوں -''

جیسے ہی کہ وہ (زہر) حلق سے نیچے اترا ، حالت خراب ہو گئی - اور اس نے جان ، جاں آفرین کے سپرد کر دی -

یہ واقعہ سلخ ذی الحجہ ۱۱۳۵ھ (۱۹ ستمبر ۱۷۲۳ء) کو واقع ہوا[1] - اس کی قبر شاہجہاں آباد میں زیارت گاہ [۱۳۹] خلائق ہے -

اس کی نشانیوں میں سے دہلی میں پت پر گنج کی نہر ہے کہ جو پانی نہ ہونے کی وجہ سے کربلا کا حکم رکھتی تھی - قطب الملک نے ۱۱۲۷ھ (۱۷۱۵ء) میں شاہجہانی نہر سے ایک اور نہر کاٹ کر نکلوائی اور اس علاقے کو پانی کی کثرت سے سرسبز و شاداب کر دیا - (اس سلسلے میں) علامہ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی کہتے ہیں :

قطعہ

بحر جود و فیض قطب الملک عبداللہ خاں
نہر خیرے کرد جاری آں وزیر محتشم
بہر آں عبدالجلیل واسطی تاریخ گفت
نہر قطب الملک مد بحر احسان و کرم

اور علامہ مرحوم (عبدالجلیل) مثنوی میں بھی اس کی مدح کرتے ہیں :

۱- لیٹر مغلس (جلد دوم ، ص ۹۵ - ۹۶) میں اس واقعہ کی تاریخ یکم محرم ۱۱۳۵ھ (۱۱) اکتوبر ۱۷۲۲ء دی ہے - (پ)

بیت

ارسطو فطرتے کاصف نشان است
یمین‌الدولہ عبداللہ خان است
بدیوان چو نشیند نوبہار است
بمیداں چوں درآید ذوالفقار است

۴۳

قادر داد خاں بہادر

شیخ نور اللہ نام ہے ۔ وہ قادر داد خاں ابن رشید خاں انصاری شاہجہانی کا لڑکا ہے کہ جس کا حال علیحدہ تحریر ہوا ہے[1]۔ وہ عالم گیر کے زمانے میں چار سو کے منصب اور [۱۳۰] دکن کے قلعوں میں سے کسی قلعے کی قلعداری پر مقرر ہوا ۔ بہادر شاہ اول کے زمانے میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری منصب اور اپنے باپ کے خطاب سے سرفراز ہوا اور اس کو خاندیس کے صوبے میں جامود کی فوجداری ملی ۔

محمد فرخ سیر کے زمانے میں جب نظام الملک آصف جاہ دکن کا صوبیدار مقرر ہوا اور اس علاقے (دکن) میں پہنچا[2] تو چونکہ وہ (قادر داد خاں) ماں کی طرف سے اس سے قرابت رکھتا تھا اس لیے ملاقات کے لیے آیا اور اس کی رفاقت اختیار کی ۔ سید دلاور علی خاں اور عالم علی خاں کی جنگ میں اس نے بہت بہادری دکھائی اور اصل و اضافہ کے بعد اسے تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ، بہادر کا خطاب اور علم و نقارہ

۱۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد دوم (اُردو ترجمہ) ، ص ۲۴۴-۲۵۲ - (ق)

۲۔ نظام الملک اس وقت دکن کا وائسرائے مقرر نہیں ہوا تھا ۔ ملاحظہ ہو خافی خاں ، جلد دوم ، ص ۸۵۲-۸۶۰ - (پ)

مرحمت ہوا۔

مبارز خاں کی لڑائی میں وہ ہراول فوج کا سردار تھا۔ جنگ کے خاتمے کے بعد کہ جب آصف جاہ کو فتح نصیب ہو گئی تو وہ اصل و اضافہ کے بعد پانچ ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔ اس کے بعد اس کے ایک نوکر نے اس کو دغا سے قتل کر دیا۔

چونکہ وہ لاولد تھا لہٰذا آصف جاہ نے صوبہ اورنگ آباد میں قصبہ جل گاؤں اور صوبہ خاندیس میں موضع اباره اور اس کے جاگیر کے محالات بھی بطور انعام اس کے متعلقین کو دے دیے۔ اس تصنیف کے زمانے تک اس کا کچھ حصہ ان کے قبضے میں ہے۔

۴۴

قطب الدولہ محمد انور خاں بہادر

وہ شاہ عیسیٰ جند اللہ[۱] کے نواسوں میں سے ہے جو شاہ لشکر [۱۳۱] محمد عارف کے مرید تھے۔ اور شہر برہان پور میں ان کا مقبرہ ہے اور شاہ لشکر محمد (عارف) شاہ محمد غوث گوالیاری کے مرید تھے اور ان (شاہ لشکر) کا مقبرہ بھی شہر (برہانپور) کے باہر ہے[۲]۔

مشارٌ الیہ (قطب الدولہ) شروع میں شاہ نور اللہ درویش کا منظور نظر تھا کہ قطب الملک اور حسین علی خاں کو اِن (شاہ نور اللہ) سے بہت اخلاص و اتحاد تھا۔ درویش مذکور (شاہ نور اللہ) کی سفارش سے سادات مذکور (قطب الملک و امیرالامرا) نے اس کی مدد کی اور محمد فرخ سیر کے

۱۔ المتوفیٰ ۱۰۲۲-۱۶۲۱ء (۱۰۳۱ھ)۔ ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند (اُردو ترجمہ)، ص ۳۶۰ و برہان پور کے سندھی اولیا، ص ۳۱-۱۰۳۔ (ق)

۲۔ شاہ لشکر عارف المتوفیٰ ۹۹۳ھ۔ ملاحظہ ہو تاریخ برہان پور، ص ۱۲۲ - ۱۲۳ - (ق)

زمانے میں شاہی نوکری دلوائی ۔ اسے عمدہ منصب اور 'خان' کا خطاب ملا ۔

جس زمانے میں کہ عالم علی خان نائب صوبیدار کی حیثیت سے اورنگ آباد میں رہتا تھا تو وہ دکن کا بخشی اور برہانپور کا نائب صوبیدار مقرر ہوا ۔ اس کا خالہ زاد بھائی محمد انور اللہ خاں کہ جو اس صوبے کا دیوان تھا اس کی طرف سے شہر مذکور (برہان پور) کی حفاظت پر مقرر تھا ۔

جب خبر مشہور ہوئی کہ نظام الملک فتح جنگ بہادر نے دریائے نربدا پار کر لیا ہے تو عالم علی خاں نے اس کو سکرا ملہار نامی برہمن کے ساتھ برہان پور کے انتظام کے لیے بھیجا ۔ جب نظام الملک وہاں پہنچا تو شہر مذکور (برہان پور) سے باہر آ کر اس نے (نظام الملک سے) ملاقات کی ۔ اس کے بعد وہ نظام الملک کی رفاقت میں رہا ۔

ناصر جنگ شہید کے زمانے میں وہ دکن کی بخشی گری پر مقرر ہوا اور صلابت جنگ [۱۳۲] کے زمانے میں اسے قطب الدولہ کا خطاب ملا ۔ اس کے بعد وہ شہر مذکور (برہان پور) میں ۱۱۷۱ھ (۱۷۵۸ء) میں فوت ہو گیا ۔

وہ خلیق تھا اور عبادت روزانہ پابندی سے کرتا تھا لیکن زمانہ سازی میں بے مثال تھا ۔ اس کے اولاد نہ تھی ۔ اس کا خالہ زاد بھائی محمد انور اللہ خاں ایک مدت تک نواب آصف جاہ کا دیوان رہا ۔ وہ راست کردار تھا اور دینداری کے لیے مشہور تھا ۔ اس کے دوسرے بھائیوں کی اولاد باقی ہے ۔ [۱۳۳]

ک

۴۵

کمال خان گکھر

سلطان سارنگ کا لڑکا ہے کہ جو سلطان آدم کا چھوٹا بھائی تھا ۔ گکھروں کے بہت سے گروہ ہیں اور وہ دریائے جہلم اور سندھ کے درمیان ، پہاڑوں کی گھاٹیوں ، ٹوٹے پھوٹے مکانوں اور غاروں میں رہتے ہیں ۔ سلطان زین الدین کشمیری کے زمانے میں غزنین کا ایک امیر ملک کد ، کہ جو کابل کے حاکم کا رشتہ دار تھا ، (ادھر) آیا اور اس نے اس علاقے کو کشمیریوں کے قبضے سے نکال لیا ۔ دریائے نیلاب (سندھ) کے کنارے سے کوہ سوالک کے دامن اور کشمیر کی حد تک تمام علاقہ کچھ مدت کے گزرنے کے بعد اس نے اپنے قبضے میں کر لیا ۔ اگرچہ دوسرے قبیلے[1] مثلاً کھتر ، جانوبہ ایوان (آوان) ، چترنیہ ، بھوکیاں ، جھچہ ، ناریہ اور میکوال بھی اس علاقے میں رہتے ہیں لیکن وہ سب گکھروں کے مطیع و ماتحت ہیں ۔

جب ملک کد مر گیا تو اس کا لڑکا ملک کلاں جانشین ہوا ، اور اس کے بعد اس کے لڑکے بیر کو قبیلے کی سرداری ملی ۔ اس کے بعد [۱۴۴] تتار

۱۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ۳۲۳-۳۲۹ ۔ (ب)

اپنے قبیلے کا ناظم ہوا ۔ ہندوستان کی فتح کے زمانے میں اس نے بابر بادشاہ کے ساتھ نہایت عمدہ خدمات انجام دیں ۔ خاص طور سے رانا سانگا کی لڑائی میں اس نے خوب بہادری دکھائی ۔ اس کے دو لڑکے تھے : سلطان سارنگ اور سلطان آدم ۔ ریاست پہلے (سلطان سارنگ) کو ملی ۔ اس کا شیر شاہ اور سلیم شاہ سے سخت جھگڑا ہوا ۔ اس نے مردانہوار مقابلے کیے ۔ بہت سے افغانوں کو گرفتار کرکے اس نے فروخت کر دیا ۔

شیر شاہ نے اس قوم کی تنبیہ کے ارادے سے اس (قوم) کے ملک کے قریب رہتاس کا قلعہ بنوایا[۱] ۔ آخر تقدیر کے نوشتے کے مطابق اس (سلطان سارنگ) کو گرفتار کرکے قتل کر دیا اور اس کے لڑکے کمال خاں کو گوالیار کے قلعے میں قید کر دیا ۔ سیاسی عدم استحکام کے باوجود وہ ان کے ملک کو اپنے قبضے میں نہ لا سکا ۔ قبیلہ گکھر کی حکومت ، سلطان سارنگ کے بھائی سلطان آدم کو ملی ۔ سلیم شاہ نے بھی اس ملک کو لینے کی پوری پوری کوشش کی لیکن کچھ حاصل نہ ہوا ۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ سلیم شاہ نے گوالیار کے قلعے کے قیدیوں کے خاتمے کا عام حکم دے دیا ۔ قید خانے کے نیچے زمین خالی کرکے اس کو باروت سے بھر دیا اور اس میں آگ لگا دی ۔ آگ اور باروت کے زور سے وہ مکان (زندان خانہ) ہی اپنی جگہ سے اکھڑ گیا اور قیدیوں کے ساتھ ہوا میں اڑ گیا ۔ ان (قیدیوں) کے بدن کے عضو عضو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر منتشر ہو گئے ۔ کمال خاں اس (قید خانے) میں تھا ، قادر مطلق نے اس کو [۱۵۳] اس مہلکہ سے محفوظ رکھا اور جیل خانے کے اس کونے میں کہ جہاں وہ تھا ، آگ کا دھواں بھی نہیں پہنچا ۔ جب سلیم شاہ کو معلوم ہوا کہ وہ خدا کی طرف سے مامون و محفوظ رہا تو اس نے عہد لے کر اس کو رہا کر دیا ۔ کمال خاں اپنے وطن گیا ۔ چونکہ اس کا چچا سلطان آدم پورے طور سے

۱۔ ملاحظہ ہو تاریخ شیر شاہی (عباس خاں سروانی مترجمہ مظہر علی خاں ولا) ؛ ترتیب ڈاکٹر معین الحق (کراچی ۱۹۶۳ء) ، ص ۱۱۲ (ق) ۔ شیر شاہ از قانونگو ، ص ۴۰۵ ۔

(علاقے پر) قابض ہو گیا تھا ، وہ (کمال خاں) اپنے بھائی سعید خاں کے ساتھ پریشان حال زندگی گزارتا تھا اور بے دلی سے اس کی اطاعت کرتا تھا ۔

اکبر بادشاہ کی تخت نشینی کے شروع زمانے میں جالندھر میں وہ اپنی قدیم دولت خواہی کے وسیلے سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور امیروں کی جماعت میں شامل ہوگیا ۔ اس نے ہیمو کی لڑائی میں اور مانکوٹ میں عمدہ خدمات انجام دیں اور شاہی عنایات سے سرفراز ہوا ۔ تیسرے سال جلوس اکبری میں وہ میانہ کے افغانوں کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا کہ جنھوں نے صوبہ مالوہ کے مضاف سرونج کے علاقے میں فساد برپا کر رکھا تھا اور لڑائی اور مقابلے کا ارادہ رکھتے تھے ۔ وہ ایک اچھی فوج کے ہمراہ ان کے سر پر پہنچا اور مقابلہ کیا اور مظفر و منصور واپس آیا ۔ اکبر بادشاہ نے قصبہ کڑہ ، فتح پور ہنسوہ اور کچھ دوسرے محال اس کی جاگیر میں مرحمت فرمائے ۔

چھٹے سال جلوس اکبری میں سارز خاں عدلی کے لڑکے کے مقابلے میں کہ جس کو افغانوں نے اپنا سردار بنا لیا تھا ، کمال خاں ایک شائستہ فوج لے گیا اور خان زماں سیبانی کے ہمراہ شریک خدمت رہا ۔ اس سخت لڑائی میں اس نے خوب کارنامے دکھائے ۔ اکبر بادشاہ نے اس کی بہادری اور خدمت گزاری کو سن کر فرمایا کہ کمال خاں اپنا فرض [۱۳۶] بجا لایا ، اب ہماری عنایات کا وقت ہے ۔ اس کی جو خواہش ہوگی اس میں وہ کامیاب ہوگا ۔

جب وہ ۹۷۰ھ (۶۳-۱۵۶۲ء) میں دربار میں پہنچا تو اس نے امرائے دربار کے توسط سے بادشاہ کے حضور میں عرض کیا کہ وطن کی محبت کے تقاضے کی بنا پر میں اپنے باپ کے ملک کا امیدوار ہوں ۔ چونکہ میں پریشان حال تھا اس لیے میرے چچا نے موروثی ملک پر قبضہ کر لیا تھا ۔ اکبر بادشاہ نے خان کلاں اور پنجاب کے دوسرے امیروں کو لکھا کہ گکھروں کا ملک کہ جس پر سلطان سارنگ قابض تھا اور اب وہ سلطان آدم کے قبضے میں ہے ، دو حصے کرکے ایک اس (سلطان آدم) کے قبضے میں رہے اور دوسرا حصہ کمال خاں کو دیا جائے ۔ اگر سلطان آدم اس حکم کی تعمیل نہ کرے تو اس کو نافرمانی کی سزا دی جائے ۔

جب یہ حکم سلطان آدم کو پہنچا تو اس نے اور اس کے لڑکے لشکری نے کہ جو اس کے معاملات کا سربراہ تھا ، شاہی (حکم) کے ماننے سے سرتابی کی ۔ پنجاب کی فوجیں کمال خان کے ساتھ گکھروں کے ملک میں آ گئیں ۔ قصبہ ہیلان کے قریب سخت لڑائی ہوئی اور بڑا قتل عام ہوا ۔ سلطان آدم گرفتار ہوا اور اس کا لڑکا لشکری بھاگ کر کشمیر کے کوہستان میں چلا گیا ۔ اس کو بھی گرفتار کرکے لے آئے اور گکھروں کے سارے ملک کو کہ جو ہندوستان کے کسی فرمانروا کے قبضے میں نہیں آیا تھا ، فتح کر لیا اور کمال خان کو استقلال کے ساتھ [۱۳۷] قابض کردیا ۔ سلطان آدم اور اس کے لڑکے کو اس کے سپرد کر دیا گیا ۔ کمال خاں نے لسکری کو مروا دیا اور سلطان آدم کو قید کرکے نگرانی میں رکھا یہاں تک کہ وہ اپنی طبعی موت سے مر گیا ۔

طبقات اکبری میں لکھا ہے[۱] کہ کمال خان پنج ہزاری امیر تھا ۔ شجاعت و بہادری اور سخاوت و بخشش کی نیک صفات میں اپنے ہم عصروں سے ممتاز تھا ۔ کہتے ہیں کہ ۹۷۰ھ (۱۵۶۲-۶۳ء) میں اس کا انتقال ہو گیا ۔ یہی اس کی کامیابی کا سال تھا ۔ واللہ اعلم

۳۶

کاکر علی خاں

ہمایوں بادشاہ کے یکہ تازوں میں سے ہے ۔ جس سال کہ ہمایوں نے ہندوستان کے فتح کرنے کا ارادہ کیا تو وہ بادشاہ کے ہمراہ ہندوستان آیا اور اکبر بادشاہ کے زمانے میں دو ہزاری منصب پر سرفراز ہوا ۔ گیارھویں سال جلوس اکبری میں جب گڑھ کا تعلقہ دار مہدی قاسم خاں شاہی اجازت کے بغیر حجاز کو چلا گیا تو اکبر نے اس کو ایک جماعت کے ہمراہ اس علاقے میں

۱۔ طبقات اکبری (جلد دوم ، ص ۳۳۸) میں تاریخ انتقال ۹۷۲ھ تحریر ہے ۔ (ب)

متعین کیا ۔ ابراہیم حسین مرزا کی لڑائی میں کہ جو صوبہ احمد آباد کے مضاف سرنال کے قریب واقع ہوئی[1] ، وہ بادشاہ کے ہم رکاب تھا [۱۴۸] ۔

اس کے بعد وہ منعم بیگ خان خاناں کے ہمراہ پورب کی مہم پر متعین ہوا ۔ جس زمانے میں کہ شاہی فوج پٹنہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھی[2] ایک روز وہ اپنے لڑکے کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہوا اور بڑا بہادرانہ کارنامہ انجام دیا ۔ انھوں نے ایک جماعت کو تہ تیغ کر دیا اور ۹۸۰ھ (۱۵۷۳ء) میں وہ خود بھی ختم ہو گیا ۔

۴۷

کنور جگت سنگھ

وہ راجا مان سنگھ کا بڑا لڑکا اور لائق فرزند ہے ۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں سرداری کے درجے پر پہنچا اور مناسب خدمات انجام دیں ۔ بیالیسویں سال جلوس اکبری میں مرزا جعفر خاں آصف کی کومک پر متعین ہوا کہ جو مئو اور پٹھان (کوٹ) کے زمیندار راجا باسو کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا تھا اور امرا کے نفاق کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکا ۔ اس (جگت سنگھ) نے عمدہ خدمات انجام دیں ۔

چوالیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۸ھ (۱۵۹۹ء) میں جب بادشاہی فوجیں دکن کے ارادے سے مالوہ پہنچیں اور شاہزادہ سلطان سلیم رانا امر سنگھ کے استیصال کے لیے مقرر ہوا تو راجا مان سنگھ ، کہ جو بنگالہ کے نظم و نسق کو خاطر خواہ انجام دے کر دربار میں آ چکا تھا ، شاہزادہ

۱۔ یہ لڑائی وسط شعبان ۹۸۰ھ (۱۵۷۲ء) میں ہوئی ۔ آئین اکبری (انگریزی ترجمہ) طبع دوم ، جلد اول ، ص ۳۵۳ و ۴۴۷ ۔ (ب)

۲۔ اکبر نامہ (جلد سوم ، ص ۸۲) میں پٹنہ کی مہم کا سال اکیسواں سال جلوس اکبری ، ۹۸۱ھ (۱۵۷۴ء) دیا ہے ۔ (ب)

کے ہمراہ متعین ہوا ، اور باپ کی نیابت میں اس وسیع مملکت (بنگالہ) کی پاسبانی جگت سنگھ کو سونپی گئی - ابھی وہ دارالخلافہ آگرہ کے قریب ، راستے کے سامان [۱۰۰۹] کی تیاری میں تھا کہ شراب پینے کی کثرت کی وجہ سے عین عالم شباب میں فوت ہوگیا اور اس کی موت نے کچھواہہ راجپوتوں کو غم سے دوچار کر دیا -

اکبر بادشاہ نے شاہانہ نوازش سے اس کے کم عمر لڑکے مہا سنگھ کو اس کی بجائے بھیج دیا اور اس کی امیدوں کا چمن سرسبز و شاداب ہو گیا - وہاں کے سرکش فتنہ پرداز اور کچھ افغان کہ جو ہمیشہ فرمانبردار رہے اس کم عمر (مہا سنگھ) سے نہ دبے اور شورش اٹھائی - مہا سنگھ نے اپنی نا تجربہ کاری سے اس کا علاج آسان سمجھا اور لڑائی کے لیے تیار ہوگیا[۱] - پینتالیسویں سال جلوس اکبری میں قصبہ بھدرک میں لڑائی اور مقابلہ ہوا اور بادشاہی فوج کو کسی قدر نقصان پہنچا - مخالفین نے کچھ مقامات پر قبضہ بھی کر لیا - راجا مان سنگھ شہزادہ (سلطان سلیم) سے جدا ہو کر بڑی تیزی سے بنگالہ پہنچا اور اس شکست کی تلافی میں اس نے خوب کارنامے انجام دیے - مہا سنگھ بھی آغاز شباب میں اپنے باپ کے برے طریقے پر شراب کا شیفتہ ہو گیا اور اپنی ہستی خراب کر دی اور مے نوشی میں مر گیا -

۴۸

کشن سنگھ راٹھور

مشہور راجا سورج سنگھ کا بھائی[۲] اور شاہجہاں بادشاہ کی والدہ کا

۱- یہ لڑائی ۱۰۰۸ھ (مئی ۱۶۰۰ء) میں ہوئی - اس وقت مہا سنگھ کی عمر دس سال تھی اور وہ ۳۲ سال کی عمر میں فوت ہوا - تزک جہانگیری انگریزی ترجمہ ، جلد اول ، ص ۳۷۷ - (ب)

۲- تزک جہانگیری (انگریزی ترجمہ ، جلد اول ، ص ۲۹۱) میں اس کو سگا بھائی بتایا ہے - (ب)

حقیقی بھائی تھا ۔ اس اعلیٰ نسبت کی برکت سے اس نے جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں خوب ترقی کی ۔ [۱۵۰] وہ بڑے بھائی کے ساتھ نہایت کینہ اور نفاق رکھتا تھا کہ جو سلطنت کا رکن اور ایک باحیثیت و جمعیت امیر تھا ۔ اتفاق سے گوبند داس بھاٹی نے کہ جو راجا سورج سنگھ[1] کا وکیل مطلق اور حکومت کا خاص رکن تھا ، راجا کے بھتیجے گوپال داس کو کسی جھگڑے میں قتل کر دیا ۔ چونکہ راجا (سورج سنگھ) اس کو بہت چاہتا تھا اس لیے خون کی پوچھ گچھ نہ ہوئی ۔ کشن سنگھ مذکور اس چشم پوشی سے بہت کبیدہ خاطر ہوا ، بھتیجے کا انتقام لینے کا موقع رہا اور قابو پانے کا موقع دیکھتا رہا ۔

دسویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۴ھ (۱۶۱۶ء) میں جب کہ بادشاہی فوجیں دارالخیر اجمیر کے قریب ٹھہریں تو جس دن جہانگیر پھکر کے تالاب کی سیر کے لیے گیا ، کشن سنگھ صبح سے پہلے ہی قصاص کے ارادے سے سوار ہو کر اس جگہ پہنچا کہ جہاں راجا سورج سنگھ ٹھہرا ہوا تھا اور اس نے اپنے کچھ بہادر اور آزمودہ کار آدمیوں کو پیدل گوبند داس کے گھر بھیجا ۔ انھوں نے اس جماعت کو کہ جو اس (گوبند داس) کے گھر کے چاروں طرف حفاظت و نگرانی کی غرض سے مقرر تھی ، قتل کر دیا ۔ اس ہنگامے اور شور و شغب سے گوبند داس بیدار ہو گیا اور چونکہ اسے پہلے سے کچھ خبر نہ تھی لہٰذا وہ گھر کے ایک جانب سے نکلا تاکہ حالات معلوم کرے ، کشن سنگھ کے آدمیوں نے کہ جو اس کی تلاش میں پریشان تھے ۔ جیسے ہی اس کو دیکھا ، اس کو قتل کر دیا ۔ کشن سنگھ جو ابھی تک [۱۵۱] اس ماجرے سے واقف نہ تھا ، نہایت غصے اور اضطراب کی حالت میں پیدل آیا اور حویلی میں داخل ہو گیا ۔ ہر چند لوگوں نے منع کیا لیکن اس نے نہ سنا ۔ اسی دوران میں راجا سورج سنگھ بھی بیدار ہو گیا اور ہاتھ میں تلوار لے کر گھر سے نکل آیا اور اپنے آدمیوں کو

۱۔ راجا سورج سنگھ کے حالات کے لیے دیکھیے مآثرالامرا ، جلد اول ، (اردو ترجمہ) ، ص ۱۸۱-۱۸۵ ۔ (ق)

مدافعت کے لیے مقرر کیا ۔ اسی بھیڑ میں کشن سنگھ اپنے کچھ آدمیوں کے ساتھ مارا گیا ، جو باقی بچ رہے وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر نکل آئے ۔ راجا کے آدمیوں نے تعاقب کیا ۔ بادشاہی جھروکے کے سامنے کشت و خون کا ہنگامہ گرم ہوا ۔ چمکتی ہوئی تلوار جس کے سر پر پڑتی تھی کمر تک پہنچتی تھی ، اور ہندوستان کی فولاد کی تلوار جس کی کمر پر پڑتی تھی اس کے دو برابر حصے کر ڈالتی تھی ۔ اڑسٹھ (٦٨) راجپوت دونوں طرف سے اس ہنگامے میں مارے گئے ۔

لوگ کہتے ہیں کہ اس دن سے سروہی[1] کی تلوار کی دھاک بیٹھ گئی اور دوسرے لوگ بھی اس کے خواہش مند ہوئے ۔ جہانگیر نے اس واقعے کے بعد اس کے منصب کو اس کے لڑکوں میں تقسیم کر دیا اور اس کے وطن کشن گڑھ کو ان پر بحال کر دیا ۔

۳۹

کاکر خاں عرف خان جہاں کاکر

وہ شاہجہاں کے والا شاہیوں (محافظ دستے) میں تھا ۔ جب شاہجہاں تخت سلطنت پر رونق افروز ہوا تو اسے ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کا منصب اور چھ ہزار [۱۵۲] روپے انعام ملے اور تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہی فوجیں دکن میں پہنچیں تو ان متعینہ افواج میں کہ جو خاں جہاں لودی کی تنبیہ اور نظام الملک دکنی کے ملک کی پامالی کے لیے متعین ہوئی تھیں راجا گج سنگھ کے ہمراہ گیا ۔

آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں سید خان جہاں بارہہ کے ساتھ ججھار سنگھ بندیلہ کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا ۔ دسویں سال جلوس شاہجہانی

۱۔ کشن سنگھ راٹھور کی راجدھانی ، آبو سے شمال میں ۲۸ میل اور اجمیر سے ۱۱۷ میل ہے ۔ امپیریل گزیٹیر ، جلد بست و سوم ، ص ۳۷ ۔ یہ مقام تلوار کی صنعت کے لیے مشہور ہے ۔ (ب)

میں اس کے منصب میں پانسو ذات اور چھ سو سوار کا اضافہ ہوا - تیرھویں سال جلوس ساہجہانی میں وہ اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذاب اور ایک ہزار سوار کے منصب اور کاکر خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا - اس کے بعد قندھار کے قلعے پر متعین ہوا ، مدتوں وہاں رہا - جب بائیسویں سال جلوس ساہجہانی میں ساہ ایران نے آ کر زبردستی قلعے کو لے لیا تو وہاں کے قلعدار خواص خاں کے ہمراہ (ساہ ایران) کی حدمت میں حاصر ہوا اور ہندوستان کی اجازت حاصل کرکے چل دیا -

سلطان اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ کہ جو دوسری مرتبہ وہاں کی مہم پر نامزد ہوا تھا ، وہ متعین ہوا ، اور چھبیسویں سال حلوس ساہجہانی میں سلطان دارا شکوہ کے ہمراہ اس مہم پر روانہ ہوا - اس کے بعد اس کا حال نظر سے نہیں گزرا -

۵۰

کار طلب خاں

اصل کے اعتبار سے وہ مرہٹہ ہے - اس کا نام سونت راؤ تھا - جہانگیر بادساہ کے زمانے میں وہ ساہی نوکری میں آیا اور دکن کے تعیناتیوں [۵۳ا] میں سامل ہوا - دو ہراری ذات اور ایک ہرار سوار کا منصب ملا - جب اس نے اسلام قبول کر لیا تو اسے کار طلب خاں کا خطاب ملا -

تیسرے سال جلوس ساہجہانی میں حب کہ ساہی فوجیں دکن پہنچیں تو اصل و اضافہ کے بعد وہ تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا - نویں سال جلوس شاہجہانی میں جب کہ دوسری مرتبہ بادساہ دکن میں گیا اور اس نے ساہو بھونسلہ کی تنبیہ اور عادل خاں کے ملک کی پامالی کے لیے فوجیں مقرر کیں تو وہ خان زماں کے ہمراہ (اس مہم پر) روانہ ہوا - اس کے بعد وہ ہمیشہ دکن کے ناظموں کے ساتھ رہا -

تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر

کے ہمراہ قطب الملک[۱] کی سرکوبی کے لیے گیا - اس (قطب الملک) کے جھگڑے کے خاتمے کے بعد وہ دیو گڑھ کے زمیندار کسیر سنگھ کے ہمراہ بادساہزادہ (اورنگ زیب) کی احازت سے تحصیل زر کی غرض سے گیا کہ اس (کسیر سنگھ) کے دیے واجب‌الادا تھا -

اس کے بعد جب قضا و قدر نے دوسری تمہید ڈالی اور بادشادہ زادہ (اورنگ زیب) عالی قدر باپ (شاہجہاں) کی عیادت کے لیے دکن سے عازم (سہالی) ہندوستاں ہوا تو اس کی دلدہی کی اور اس کو اپنے ہمراہ لیا - مہا راجا جسونت سنگھ کی لڑائی اور دارا سکوہ کے مقابلے میں وہ (اورنگ زیب کے) ہمراہ تھا - وقت مقررہ پر فوت ہو گیا [۱۵۴] -

۵۱

گنج علی خاں عبداللہ بیگ

علی مردان امیر الامرا کا بڑا لڑکا ہے - چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ، اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو ذات کا اضافہ ہوا ، اور انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں ایک سو سوار کا اور اضافہ ہوا - تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ ایک ہزار پانسو ذات اور آٹھ سو سوار کے منصب پر فائز ہوا -

جب اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کا باپ (امیرالامرا علی مردان) فوت ہوگیا تو اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر پہنچا اور اس کو تسلی دی گئی - اس کے بعد سلیمان شکوہ کے ہمراہ محمد شجاع کی تادیب کے لیے مقرر ہوا -

---

۱- یہ اس مہم کی طرف اشارہ ہے کہ جو گولکنڈہ کے خلاف ۱۶۵۵ء میں روانہ ہوئی - ملاحظہ ہو جادو ناتھ سرکار ، ہسٹری آف اورنگ زیب ، جلد اول ، ص ۲۰۴-۲۱۲ - (ب)

جب زمانے نے نیا رنگ اختیار کیا اور عالم گیر بادشاہ تخت نشین ہوگیا تو وہ عالم گیری دربار میں آیا اور شرف باریابی سے مشرف ہوا - پہلے سال جلوس عالم گیری میں اسے نقارہ مرحمت ہوا اور وہ خلیل اللہ خاں کے ہمراہ دارا شکوہ کے تعاقب پر مقرر ہوا - اس کے بعد اس کو گنج علی خاں کا خطاب ملا - شجاع کی لڑائی اور دارا شکوہ کے دوسرے مقابلے میں وہ (عالم گیر کے) ہمراہ تھا -

نویں سال جلوس عالم گیری میں اصل و اضافہ کے بعد وہ تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ، اور دارالملک کابل کے کومکیوں (فوجی مددگاروں) میں مقرر ہوا ، اور خیبر کے افغانوں کی لڑائی[1] میں اس نے خوب داد شجاعت دی - اس کے بعد اس کا حال نظر سے نہیں گزرا [۱۵۵]-

۵۲

کیرت سنگھ

مرزا راجا جے سنگھ کا دوسرا لڑکا ہے - کاماں پہاڑی اور کھوہ مجاہد کے فساد پیشہ میو[2] مستقر الخلافہ اکبر آباد اور دارالخلافہ آگرہ کے راستے کے کانٹے تھے اور اس علاقے کے مسافروں اور باشندوں کو ایذا

۱- وہ جنگ جو ٦ مئی ۱۶۷۲ء کو ہوئی ، جس میں محمد امین خاں نے شکست کھائی - (ب)

۲- اختلاف نسخ میں 'میواتی' ہے اور خافی خاں (جلد اول ، ص ۱۰۷) میں بھی 'میواتی' لکھا ہے - 'میو' کے سلسلے میں دیکھیے امپیریل گزیٹیر ، جلد ہفدہم ، ص ۳۱۳ (ب) - میوانیوں کے سلسلے میں ملاحظہ ہو تاریخ میوات از مولوی ابومحمد عبدالشکور میواتی مطبوعہ محبوب المطابع دہلی و 'مرقع یوسفی' کا مقدمہ از محمد ایوب قادری (مرقع یوسفی ، مکتبہ معاویہ' کراچی ۱۹۶۷) ، ص ۱۲-۳۲ - (ق)

پہنچاتے تھے اور ان کی لوٹ مار کی وجہ سے پرگنے ویران تھے ، اور اس علاقے کے جاگیردار اسی وجہ سے نقصان اٹھاتے تھے ، تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حضور سے کیرت سنگھ کو آٹھ سو ذات اور آٹھ سو سوار کا منصب[1] ملا اور مذکورہ محال بطور وطن اس کو جاگیر میں مرحمت ہوا ۔ مرزا راجا کو حکم ہوا کہ وہ اس واجب الدفع اور لازم الاستیصال گروہ (میو) کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے ۔ ان کے برباد کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑے اور اس سرزمین کو اُن نبہ کار مفسدوں (میو) کے کانٹے سے پاک کر دے اور ان کے بجائے اپنے آدمیوں کو لا کر آباد کرے ۔

راجا اپنے وطن گیا اور وہ چار ہزار سواروں اور چھ ہزار بندوقچیوں اور تیراندازوں کے ساتھ آیا اور جنگل کٹوانے میں لگ گیا ۔ فتنہ پردازوں (میو) میں سے بہت سوں کو تہ تیغ کر دیا اور ایک جماعت کو قیدی بنایا ۔ بہت سے مویشی اس کے ہاتھ آئے ۔ جو تلوار سے بچے وہ تباہ و برباد ہو گئے ۔

راجا (مرزا) کے منصب میں سے ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ بنا دیے گئے اور چال کلیان[2] کا پرگنہ [۱۵٦] کہ جس کی جمع آٹھ لاکھ درم تھی ۔ اس کی تنخواہ میں اضافے کے طور پر دیا گیا اور کیرت سنگھ کے منصب میں بھی اضافہ ہوا اور اس کو میوات کی فوجداری ملی ۔

چونکہ اس کی پرورش اور تربیت اس کے باپ مرزا راجا جے سنگھ نے کی تھی ، اس لیے تھوڑی ہی مدت میں اس نے اپنی معاملہ فہمی اور کارگزاری کو بادشاہ کے خاطر نشیں کر دیا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب کہ شاہی فوجیں دارالخیر اجمیر کی طرف آئیں تو اس کو اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور نو سو سوار کا منصب ملا اور وہ شہر دارالخلافہ (دہلی) کی حفاظت پر روانہ ہوا ۔

۱۔ خافی خاں (جلد اول ، ص ۷۰۱) میں کسیری سنگھ نام ہے ۔ (ق)

۲۔ یہ مقام چال کلیانہ ہونا چاہیے جو اس وقت نارنول سرکار میں تھا اور (تقسیم ملک ۱۹۴۷ء سے قبل) ریاست جند میں تھا ۔ (ب)

تیسویں سال جلوس شاہجہانی کے آخر میں فیض آباد معروف بہ مخلص پور کی عمارتیں تکمیل کے قریب پہنچیں ، (فیض آباد) سرکار سہارن پور کے پرگنہ مظفر آباد کے مضاف میں دریائے جمنا کے کنارے کوہ داماں شمالی کے متصل کہ جو کوہ سرمور کے نزدیک ہے ، واقع ہے اور بادشاہ اس دل نشیں مقام کی سیر کے لیے کہ جو دارالخلافہ (دہلی) سے سیتالیس جریبی کوس کے فاصلے پر ہے ، گیا - کیرت سنگھ شاہجہان آباد کے باہر کی حفاظت پر مقرر ہوا -

جب اس کے باپ (مرزا راجا) نے سلیمان شکوہ کی رفاقت سے جدائی اختیار کر کے عالم گیر کے حضور میں حاضری کا ارادہ کیا تو کیرت سنگھ کہ جو دارا شکوہ کی لڑائی کے بعد وطن چلا گیا اور اسے باپ کے پاس بھیجا [۱۵۷] اس کے ہمراہ اس نے بادشاہ کی ملازمت کی سعادت حاصل کی اور اس کو علم مرحمت ہوا ، اور وہ میوات کے فسادیوں کی سرزنش کے لیے روانہ ہوا - وہ کچھ دنوں تک دارالخلافہ (دہلی) کے نواح کی فوج داری پر مقرر رہا - اس کے بعد اس نے اپنے باپ کے ہمراہ سیوا کے ملک فتح کرنے میں نمایاں کارگزاریاں دکھائیں اور اس نے تین ہزار آدمیوں کے ہمراہ قلعہ پورندھر کے سامنے مورچال بنائی -

جب سیوا نے اطاعت اختیار کر لی اور اس لشکر کے تمام سرداروں پر شاہانہ عنایات ہوئیں تو کیرت سنگھ کو دو ہزار اور پانسو ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ملا - اس کے بعد جب مرزا راجا ، بیجا پور کی ولایت کے استیصال کی غرض سے روانہ ہوا تو ہراول فوج پر بہادر کیرت سنگھ کو مقرر کیا - اس نے لڑائی کے معرکوں میں بیجا پور کے لشکر کے سپاہیوں سے بہادرانہ مقابلے کیے -

جب اس کا باپ مرزا راجا برہانپور میں طبعی موت سے مر گیا تو وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا - اسے نقارہ اور اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذت اور دو ہزار پانسو سوار کا منصب مرحمت ہوا - اس کے بعد وہ دکن کا کومکی (فوجی مددگار) مقرر ہوا ، اور ایک مدت اس ولایت (دکن) میں بسر کر دی - سولھویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۸۳ھ (۱۶۷۳ء)

میں اس کی موت ہوئی[1] [۱۵۸] -

۵۳

کامگار خاں

جعفر خاں کا دوسرا لڑکا ہے - عالم گیر بادشاہ کی سلطنت کے آغاز میں اسے مناسب منصب ملا - ساتویں سال جلوس عالم گیری میں اصل و اضافہ کے بعد وہ ایک ہزاری ذات اور دو سو سوار کے منصب اور 'خان' کے خطاب سے سرفراز ہوا - دسویں سال جلوس عالم گیری میں لطف اللہ خاں کے تبدیل ہونے کے بعد وہ احدیوں کی بخشی گری پر مقرر ہوا ، اور بارھویں سال جلوس عالم گیری میں جواہر بازار کا داروغہ بنا - اور انیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ کسی وجہ سے منصب سے بر طرف ہو گیا -

اکیسویں سال جلوس عالم گیری میں رحمت خاں کی تبدیلی کے بعد بیوتاتی کی خدمت پر مقرر ہوا - بائیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب کہ بادشاہ دارالخلافہ (دہلی) سے اجمیر کو روانہ ہوا تو وہ دارالخلافہ (دہلی) کی قلعہ داری پر مقرر ہوا - چوبیسویں سال جلوس عالم گیری میں اشرف خاں کی تبدیلی پر واقعہ خواں ، پچیسویں سال جلوس میں عبدالرحیم کے انتقال پر بخشی سوم ، ستائیسویں سال جلوس میں مغل خاں کے معزول ہونے کے بعد آختہ بیگی کی خدمت پر ، اٹھائیسویں سال جلوس میں داروغہ جلو ، تیسویں سال جلوس میں بہرہ مند خاں کی بجائے داروغہ غسل خانہ (دولت خانہ) اور اسی سال کے آخر میں محمد علی خاں کے انتقال پر خانساماں مقرر ہوا -

اس کے بعد وہ مذکورہ خدمت سے معزول ہو گیا اور تینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ مامور ہوا کہ محمد معظم کے محل کی خواتین کو شاہجہاں آباد پہنچائے - تینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں اصل و

۱- اس سلسلے میں دیکھیے جادو ناتھ سرکار ، جلد چہارم ، ص ۱۲۸-۱۲۹ - (ب)

اضافہ کے بعد وہ تین ہزاری منصب پر سرفراز ہوا ۔ کچھ دنوں تک اکبرآباد کی قلعہ داری [۱۵۹] پر بھی رہا ۔ اس کی سادہ لوحی کی باتیں مشہور ہیں ۔ بے کمال ہونے کے باوجود اپنے خاندان کی بڑائی پر بہت نظر رکھتا تھا اور کسی سے دبتا نہیں تھا ۔

کہتے ہیں کہ ایک دن بادشاہ نے کوئی پیغام امیر خان ٹھٹوی[1] سے کہا کہ وہ کامگار خان کو پہنچا دے ۔ اس نے اپنے کسی معتمد کے ذریعے خان مذکور (کامگار خان) کو اس بات سے اطلاع دی اور اس (کامگار خان) سے اپنے گھر آنے کی درخواست کی ۔ خان مذکور (کامگار خان) نے بطور تجاہل عارفانہ پوچھا کہ کون امیر خان ؟ امیر خان ہمارے خانہ زاد بھائیوں میں ہے ۔ اس نے کہا کہ امیر خان عبدالکریم ٹھٹوی (سے مراد ہے) (پھر) اس نے کہا کہ (اچھا) عبدالکریم فراش (ہے) ، اس سے کہہ دو کہ ہم فراشوں کے گھر نہیں آتے ہیں ۔ اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میر عبدالکریم ایک زمانے تک بادشاہی جانماز خانے کا داروغہ رہا تھا ۔ جب امیر خان نے یہ بات بادشاہ کے سامنے عرض کی تو بادشاہ نے فرمایا کہ آخر وہ جعفر خان کا پوت ہے ، اس کو گھر نہیں بلانا چاہیے تھا ۔ نعمت خان عالی کے قطعے کا پہلا شعر (کہ جو اس نے کامگار خان کے لیے کہا ہے) ۔

بیت

کتخدا شد بار دیگر خان عالی منزلت
با کمال عز و تمکین و وقار و زیب و زین [۱۶۰]

۱۔ ملاحظہ ہو ماثرالامرا ، جلد اول ، (اردو ترجمہ) ، ص ۲۹۶۔ ۳۰۳ - (ق)

ل

۵۴

لشکر خاں

محمد حسین نام ، خراسانی ہے ۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں دو ہزاری منصب ، میر بخشی‌گری اور میر عرضی کی خدمت پر مامور ہوا ۔ گیارھویں سال جلوس اکبری میں مظفر خان ترتبی کے چغلی کھانے سے معزول ہوا ۔ سولھویں سال جلوس اکبری میں اپنی بےعقلی اور غرور کی وجہ سے دن دہاڑے شراب میں مست دربار میں آیا اور جھگڑا کرنے لگا ۔ جب بادشاہ کو معلوم ہوا تو اس نے امارت اور عظیم الشان منصب کے باوجود اس کو گھوڑے کی دم سے بندھوا کر پھرایا اور کچھ دنوں قید میں رکھ کر چھوڑ دیا ۔

بہار و بنگالہ کی تسخیر میں خان خاناں منعم خاں کے ہمراہ متعین ہوا ۔ داؤد کرانی کی لڑائی میں کہ جو اس ملک کی وراثت کا دعویدار تھا ، وہ پچھلی فوج میں سپہ سالار کی رفاقت میں ثابت قدم رہا اور خوب زخم برداشت کیے ۔ اگرچہ زخم اچھے ہو گئے لیکن اپنی بےپروائی اور سہل انگاری سے [۱۶۱] ۹۸۲ھ (۷۵-۱۵۷۴ء) میں وہ بنگال میں فوت ہو گیا ۔ وہ صاحب جمعیت تھا ۔ ایک ہزار سوار خود اس کے اپنے نوکر تھے ۔

اگرچہ سزا کی یہ زیادتی کہ جو بادشاہ کی طرف سے اس کے سلسلے میں سرزد ہوئی بظاہر قوت غضبی کا غلبہ ظاہر کرتی ہے ، لیکن دانش آئین سلاطین کی کہ جو سیاست و تنبیہ کو انتظام کے لیے ضروری سمجھتے ہیں ، یہ عادت اور طریقہ ہے کہ کسی آدمی کو سخت سزا دیتے ہیں ، کسی کو کڑی نظر سے دیکھ کر اور کسی سے ناراض ہو کر ، کسی کو سختی سے اور کسی کو سخت زبانی سے کسی کو تھپڑ سے اور کسی کو مکے سے اور کسی کو کوڑے سے اور کسی کو لکڑی سے سزا دیتے ہیں ۔ کیا خوب کسی نے کہا ہے :

رباعی

بادیبی اگر ضرورت افتد بہوس
یکدست خطاست گوشمال ہمہ کس
اے مطرب قانون بساط انصاف
دف را طپانچہ کوب و نے را نفس

لیکن اگر ہم اس جاہ پرست آدمی کی شخصیت پر نظر ڈالیں تو یہ (سزا) ٹھیک ہے ۔ اس امارت کے باوجود اس نے ایسی ذلت و خواری اٹھائی اور نفس کی رذالت اور ہمت کی دنائت سے وہ نوکری اور ملازمت کو نہ چھوڑ سکا لیکن بہت سے (اس سے) کم رتبہ لوگ ہوتے ہیں کہ جو ابرو کی کجی اور پہلو دار بات پر عزت نفس کے لیے جان تک دے ڈالتے ہیں اور ہمیشہ کی عزت اور نیک نامی حاصل کرتے ہیں [۱٦۲] ۔

تنبیہ

چونکہ ہر آدمی کی شخصیت اس شخص سے قطع نظر دوسرے کے مفہوم میں جدا گانہ ہوتی ہے ، شریعت کے احکام کہ جو نہایت ہمہ گیر اور مفید تر واقع ہوئے ہیں ، شخص کی طرف رجوع نہیں ہوتے ہیں ، بلکہ فعل پر مترتب ہوتے ہیں اور اس کے اندازے سے سزا اور جزا کا تعین ہوا ہے : ع

ہر عمل اجرے و ہر کردہ جزائے دارد

۵۵

لشکر خاں ابوالحسن مشہدی

شروع میں شہزادہ سلطان مراد کا دیوان تھا - اس کے مرنے کے بعد وہ دکن سے آیا - شہزادہ سلطان سلیم کی خدمت میں باریاب ہوا اور خدمت گزاری کی سعادت حاصل کی - جہانگیر کے تخت نشین ہونے کے بعد اسے لشکر خاں کا خطاب اور عمدہ منصب ملا اور ایک زمانے تک صوبہ کابل کی دیوانی اور بخشی گری کی خدمات انجام دیتا رہا - جب وہاں کے ناظم خان دوراں نے مخالفت کی تو وہ بادشاہ کے حضور میں آ گیا - اس کے بعد وہ افغانوں کی تنبیہ کے لیے کہ جو ہندوستان اور کابل کے مسافروں کے لیے رکاوٹ تھے ، مامور ہوا اور جہاں تک ممکن ہوا ان ڈاکوؤں اور لٹیروں کو سزا دینے میں پوری کوشش کی یہاں تک کہ پورے طور سے یہ راستہ پر امن ہو گیا -

چودھویں سال جلوس جہانگیری میں جب کہ پہلی مرتبہ بادشاہ کشمیر کی سیر کے لیے گیا تو اس کو علم اور نقارہ مرحمت ہوا اور دارالخلافہ [۱۶۳] آگرہ کی حفاظت پر وہ مقرر ہوا - جب بادشاہی فوجیں شاہزادہ پرویز کی ہمراہی اور مہابت خاں کی سپہ سالاری میں شاہزادہ شاہجہاں کے تعاقب میں متعین ہوئیں تو لشکر خاں بھی کومکی (فوجی مددگار) مقرر ہوا -

جب بیجا پور کے والی عادل شاہ نے ملک عنبر کی دشمنی کی وجہ سے مہابت خاں سے دوستی کی اور اپنے سپہ سالار ملا محمد کو پانچ ہزار منتخب سواروں کے ساتھ برہان پور بھیجا تو مہابت خاں نے راؤ رتن سر بلند رائے کو شہر کی حفاظت کے لیے چھوڑا اور لشکر خاں کو امرا کی ایک جماعت کے ساتھ اپنے ہمراہ لیا - وہاں کی مہم کی انجام دہی ملا محمد کے سپرد کی اور خود شاہزادہ پرویز کے ساتھ الہ آباد کی طرف چلا گیا -

ملک عنبر جو موقع کا منتظر تھا ، بیجاپور پہنچا اور اس نے محاصرہ

کر لیا ۔ عادل شاہ نے قلعے کو مضبوط کیا اور ملا محمد کی طلبی کے لیے
تیز رفتار آدمی دوڑائے اور سعادت خاں کو لکھا کہ بادشاہی خیر خواہی
کے طور پر میں تم سے مدد کا امیدوار ہوں اور تین لاکھ ہون بھی کہ جو
تقریباً بارہ لاکھ روپے کے برابر ہوتے ہیں ، مدد خرج کے طور پر بھیجے ۔
چنانچہ تحریر کے مطابق ، سعادت خاں نے سربلند رائے کو کچھ لوگوں کے
ساتھ شہر میں چھوڑا اور لشکر خاں کو دکن کی فوج کے ساتھ ، ملا محمد
کی رفاقت میں ملک عنبر کی بربادی کے لیے بھیجا ۔

ملک عنبر کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اس نے لشکر خاں کو لکھا
کہ میں نے بادشاہی ملازموں کے باب میں کوئی گستاخی نہیں کی ہے پھر
کس لیے میں واجب التخریب ہوں ؟ چونکہ عادل شاہ کے ساتھ ایک زمانے
سے ملکی حدود کے سلسلے میں [۱۳۶] جھگڑا ہے ، لہٰذا مجھ کو مدعی
سے نپٹنے دیجیے اور جو کچھ مقدر میں ہے وہ ظہور میں آوے ۔ (لشکر خاں
نے) اس کی بات پر مطلق توجہ نہ کی اور وہ بیجا پور کے حدود میں پہنچ گیا
مجبوراً ملک عنبر نے محاصرہ اٹھا لیا اور وہ اپنے علاقے کو چلا گیا ۔ ملا
محمد نے اس کا تعاقب کیا ۔ جس قدر وہ طرح دیتا تھا اور نرمی دکھاتا تھا ،
ملا محمد اس کی اس بات کو عاجزی اور کمزوری پر محمول کرتا تھا اور
اس پر اتنا ہی سخت اور شدید ہوتا تھا ۔ جب وہ عاجز آ گیا اور پریشان
ہو گیا تو مجبوراً احمد نگر سے پانچ کوس کے فاصلے پر بھاتوری کی منزل پر
مقابلے کے لیے آمادہ ہو گیا اور میدان جنگ آراستہ کر دیا ۔ اتفاق سے
ملا محمد لاری مارا گیا اور عادل شاہی فوج کا انتظام خراب ہو گیا ۔
بادشاہی امرا میں سے جادو رائے اور اودا رام بغیر لڑے ہوئے بھاگ
گئے ۔ بیجا پور کے سرداروں میں سے اخلاص خاں وغیرہ پچیس آدمی کہ جن
پر عادل شاہی حکومت کا دار و مدار تھا ، گرفتار ہوئے ۔ ان میں سے میاں
فرہاد خاں کو کہ جو اس (ملک عنبر) کے خون کا پیاسا تھا ، تلوار سے مار
دیا ۔ بادشاہی امرا میں سے لشکر خاں مرزا منوچہر و عقیدت خاں وغیرہ
چالیس منصبداروں کے ہمراہ ملک عنبر کے ہاتھوں قید ہوئے اور تقدیر کے
لکھے کے مطابق دولت آباد کے قلعے میں قید رہے ۔

سلطان پرویز کے انتقال کے بعد جب دکن کی مہمات اصالتاً خان جہاں لودی کے سپرد ہوئیں تو لشکر خاں نے دوسرے امرا کے ساتھ رہائی پائی [۱۶۵] اور وہ برہان پور آیا ۔ شاہجہاں بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد اس کی سابقہ خدمات پر نظر کرتے ہوئے ، کہ شاہزادگی کے زمانے میں اس نے ضرورت کے وقت (شاہجہاں کو) دس لاکھ روپیہ دیا تھا ، مبلغ مذکور (دس لاکھ روپیہ) اس کو مرحمت ہوا ۔ اس کے منصب میں دو ہزار کا اضافہ ہوا اور اس طرح وہ پانچ ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ، اور خواجہ ابوالحسن تربتی کی تبدیلی کے بعد اس کو کابل کی صوبیداری ملی ۔

اتفاق سے ابھی وہ اپنے منصب (صوبیداری کابل) پر پہنچا نہیں تھا کہ بلخ و بدخشاں کے والی نذر محمد خاں نے جہانگیر بادشاہ کے انتقال کو اپنی کوتاہ بینی اور کم ہمتی سے اپنی مطلب برآری کا ذریعہ سمجھ لیا ۔ تسخیر کابل کی غرض سے وہ ایک بڑا لشکر لے کر اس شہر (کابل) کے قریب پہنچا اور شورش شروع کر دی ۔ لشکر خاں نے بادشاہ کے حضور سے پہنچنے والی کمک کا کہ مہابت خاں سپہ سالار (کمک پر) مامور ہوا تھا ، انتظار نہیں کیا ۔ بغیر سستی کے نہایت پھرتی دکھائی ۔ جب وہ باریک آب کے پاس کہ جو شہر سے بارہ کوس کے فاصلے پر ہے ، پہنچا تو نذر محمد خاں قلعے کے پاس سے ہٹ گیا اور لڑائی کے لیے تیار ہو گیا ۔ لشکر خاں ، غیرت اور بہادری کی وجہ سے فوراً لڑائی کے لیے روانہ ہو گیا ۔ جب نذر محمد خاں نے دیکھا کہ لشکر خاں نہایت دلیری اور شجاعت سے آتا ہے اور اس کے پاس ماہوار ملازمت پر کام کرنے والے نوکر کم ہیں کہ جو مصیبت میں کام آ سکیں ۔ لہٰذا اس نے اس (مقابلے) میں کوئی فائدہ نہ سمجھا اور ۹ محرم ۱۰۳۸ھ (۱۶۲۸ء) کو وہ لوٹ آیا اور اس سفر کے نشیب و فراز کہ جو اس نے ایک ماہ میں طے کیے تھے ، [۱۶۶] چار دن میں طے کر کے بلخ پہنچ گیا ۔

لشکر خاں شہر کابل میں داخل ہوا اور شہر کے باشندوں اور قرب

و جوار کی رعایا کی دلدہی اور رفاہ کے کاموں میں مشغول ہوا کہ جن کو اوزبکوں نے غارت کر دیا تھا اور ان پر ظلم ڈھائے تھے اور جہاں کہیں مناسب سمجھا ، فوج بھیج کر سرکشوں کا استیصال کیا[۱]۔

چونکہ صوبۂ کابل کے رہنے والے کہ جو سنی حنفی ہیں ، مذہبی مخالفت کی وجہ سے لشکر خاں کے سلوک سے راضی نہیں تھے ، اس لیے چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں وہ معزول ہوا اور پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں مہابت خاں کے تبدیل ہونے کے بعد وہ دہلی کی حفاظت پر مقرر ہوا ۔ چونکہ بڑھاپے کی وجہ سے وہ مفوضہ خدمات انجام نہیں دے سکتا تھا ، اس لیے چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں وہ دعاگروؤں کی جماعت میں شامل ہو گیا ۔ (شاہی خدمات سے سبکدوش ہو گیا) ۔ وہ اور اس کے لڑکے (سلطنت) کے آستان بوس تھے ۔

اگرچہ بادشاہنامہ میں اس کی گوشہ نسینی کا سبب پیرانہ سالی کے علاوہ کوئی اور بیان نہیں ہوا ہے لیکن قرائن حال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اتنا بوڑھا نہیں ہوا تھا کہ نوکری سے معاف رکھا جائے مگر کسی وجہ سے بادشاہ کا مزاج اس سے منحرف ہو گیا ہوگا ۔

کہتے ہیں کہ نوکری سے مستعفی ہونے کے بعد وہ حج کے لیے گیا ۔ مقامات مقدسہ کی زیارت کے بعد اور ان مقامات پر گرانقدر رقم خرچ کرنے کے بعد وہ اپنے وطن مالوف (مشہد) گیا ۔ جناب علی رضا (امام ہشتم)رح کے روضۂ مقدس کی جاروب کشی پر مقرر ہوا ۔ اس نے اس شہر میں سرائے اور مسافر خانہ بنوایا ، بہت جائداد خریدی اور [۱٦٧] وہیں وہ فوت ہوا ۔

اس کی اولاد ہندوستان میں رہی ۔ اس کا لائق فرزند سرفراز خاں ہے کہ جس کا حال اس کتاب میں لکھا گیا ہے ۔

۱۔ ملاحظہ ہو بادشاہنامہ ، جلد اول ، ص ۲۰٦ ، فتح کی تاریخ 'فتح لشکر' سے نکلتی ہے ۱۰۳۸ھ ۔ (ب)

دوسرا لڑکا مرزا لطف‌اللہ ہے کہ جس نے اہل سنت و جماعت کا مذہب اختیار کر لیا اور دکن کا بخشی ہوا ۔ ایک رات کو وہ پالکی میں بیٹھا ہوا سفر کر رہا تھا کہ اچانک ایک آدمی اس کے پاس پہنچا اور خنجر سے اسے ہلاک کر دیا ۔ وہ بھاگ گیا ۔ کسی کو معلوم نہ ہوا کہ کون تھا ۔

اس کے داماد بابا میرک نے جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں ترقی کی اور کانگڑہ کے دامن کوہ میں نمایاں کارنامے انجام دیے ۔ جس زمانے میں کہ شاہزادہ شاہجہاں نے برہان پور کا محاصرہ کیا تھا ، وہ راؤ رتن کے ہمراہ تھا ۔ جس دن کہ شاہ قلی خان شہر میں داخل ہوا ، وہ جنگ کرتا ہوا مارا گیا ۔ اس کا لڑکا لطیف میرک دکن کے قلعہ راکی تکی کی تلعداری پر بسر کرتا تھا ۔ فصیل کے باہر اس نے ایک باغیچہ لگوایا اور اس میں اپنا مقبرہ بنوایا تھا ، وہیں دفن ہوا ۔

۵۶

لشکر خاں عرف جاں نثار خاں

اس کا نام یادگار بیگ ہے ۔ وہ شاہجہاں بادشاہ کے والا شاہی زبردست خاں کا لڑکا ہے ۔ باپ کی زندگی میں بادشاہ کے حضور میں روشناس ہو گیا تھا اور عمدہ خدمات انجام دیں ۔ ایسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور دو سو سوار کے منصب اور گرز برداروں اور منصب داروں کی داروغگی پر مقرر ہوا [۱۶۸] ۔ اسی سال اس کے منصب میں پانسو ذات اور تین سو سوار کا اضافہ ہوا اور جاں نثار خاں کا خطاب ملا ۔

چونکہ سلاطین تیموریہ ہند اور ایران کے صفوی بادشاہوں کے درمیان اتحاد و یگانگی کے تعلقات تھے اور دونوں طرف نامہ و پیام اور ہدایا و تحائف آتے جاتے تھے ، شاہ صفی اپنی حکومت کے آخری زمانے میں قندھار کے سلسلے میں پریشان ہوا ، اور اس نے محبت کا سلسلہ توڑ دیا ۔ جب وہ مر گیا تو شاہجہاں بادشاہ نے اس بات کو پسند نہیں کیا کہ پرانے تعلقات

ایک دم ختم ہو جائیں ۔ اس نے اسی سال جاں نثار خاں کو کہ جو سفارت کے لائق تھا ، دو سال کی تنخواہ مرحمت فرمائی ، اس کے ساتھیوں کو خزانے سے نقد روپیہ دیا اور ساڑھے تین لاکھ روپے کے تحائف اور خط دے کر ایران روانہ کیا ۔ (اس خط میں) شاہ صفی کی تعزیت اور شاہ عباس ثانی کے جلوس کی کہ جو (شاہ صفی کا) بیٹا اور جانشین تھا ، تہنیت کا مضمون تھا ، اور (اس خط میں) علی مرداں خاں بہادر کے ہندوستان آنے کے سلسلے میں بھی معذرت کی گئی تھی کہ وہ حب جاہ اور نوکری کی آرزو کی وجہ سے (ہندوستان) نہیں آیا بلکہ حاسدوں کی سرارت کی وجہ سے اس نے (ادھر کا) رخ کیا ۔

خان مذکور (لشکر خاں) اکیسویں سال جلوس شاہجہانی کے آخر میں، دو ہزاری ذات اور سات سو سوار کے منصب اور آختہ بیگی کی خدمت پر مقرر ہوا ، اور تئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں [۱۰۶۹] میر توزک کی خدمت ملی ۔ چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سیادت خاں کی تبدیلی کے بعد وہ بخشی گری دوم کی خدمت پر سرفراز ہوا ، اور پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو ذات اور تین سو سوار کا اضافہ ہوا اور اسے لشکر خاں کا خطاب ملا ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ تین ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا اور شاہزادہ دارا شکوہ کی اس فوج کا بخشی مقرر ہوا کہ جو قندھار کی مہم پر مامور ہوئی تھی ۔

ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حسب حکم حضور میں حاضری کی سعادت سے مشرف ہوا ، اور حسب سابق ارادت خاں کی بجائے بخشی گری دوم کی خدمت پر مقرر ہوا ۔ انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں چند معاملات ایسے ظاہر ہوئے کہ جو اس کے عدم تدین پر دلالت کرتے تھے اور ان سے معلوم ہوا کہ اس نے بخشی گری میں خیانت برتی ہے ۔ اس کو خدمت سے ہٹا دیا گیا اور اس کے منصب میں کمی کر دی گئی ۔

اس کے بعد وہ حصار اور بیکانیر کے گرد و نواح کے سرکشوں کی تادیب کے لیے مقرر ہوا ۔ اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں علی مردان

خاں امیر الامرا کے انتقال کے بعد کشمیر کی صوبے داری پر فائز ہوا اور اس کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا ۔

عالم گیر پادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد اس کو خلعت بھیجا گیا اور اس کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور اس طرح وہ تین ہزاری ذات اور دو ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ اس کو ملتان کی صوبیداری [۱۰۷۰] بھی ملی اور تیسرے سال جلوس عالم گیری میں قباد خاں کے تبدیل ہونے کے بعد وہ ٹھٹھہ کی صوبیداری پر مقرر ہوا ۔ اس کے بعد وہ صوبہ بہار کی نظامت پر مامور ہوا ۔ گیارھویں سال جلوس عالم گیری میں بہار سے معزول ہو کر طاہر خاں کی بجائے ملتان کی صوبیداری پر سرفراز ہوا ۔ تیرھویں سال جلوس عالم گیری میں وہ ملتان سے بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور دانش مند خاں میر بخشی کے انتقال کے بعد وہ بخشی گری اول کی خدمت پر مقرر ہوا ، اور اس کے منصب میں ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا اضافہ ہوا، اور اس طرح وہ پانچ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر پہنچا ۔

اسی سال (۱۰۸۱ھ) کے آخر میں اس کا انتقال ہو گیا ۔ اس کے لڑکوں میں سے کسی نے ترقی نہیں کی ۔ اس کی لڑکی لطف اللہ خاں ابن سعد اللہ خاں مرحوم کے نکاح میں تھی ۔

۵۷

لطف اللہ خاں

جملۃ الملک سعد اللہ خاں کا بڑا لڑکا ہے[1] کہ اس کے فضائل و کمالات کے نقوش لوگوں کی زبانوں پر ایک زمانے تک رہیں گے ۔ جب مسند وزارت

۱۔ اس کی ماں کریم داد پسر جلال الدین روشنائی کی لڑکی تھی ۔ کریم داد ۱۰۴۷ھ (۳۸-۱۶۳۷ع) میں مارا گیا ۔ مآثرالامرا ، جلد دوم (اردو ترجمہ) ، ص ۲۵۰ ۔ (ق)

کو زیب دینے والے (جملۃ الملک سعد اللہ خاں) کا انتقال ہوا تو لطف اللہ خاں کی عمر گیارہ سال تھی۔ اس کو سات سو ذات اور ایک سو سوار کا منصب مرحمت ہوا ۔ اس کے بعد جب ہندوستان کے تخت سلطنت پر عالم گیر متمکن ہوا [۱۰۷۱] ۔ تو چونکہ اس کا باپ (سعد اللہ خاں) تمام شہزادوں کی نسبت ، بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کی خدمت میں دلی تعلق اور قلبی اخلاص رکھتا تھا ، لہٰذا عالم گیر نے اس پر بہت نوازش کی اور ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کے منصب پر سرفراز فرمایا ۔ ہمیشہ اس کی تربیت پیش نظر رہی ۔ منصب میں اضافہ اور خالصہ خدمات پر مقرر ہوتا رہا ۔ بادشاہ کے حضور کے اعلیٰ مناصب کی داروغگیوں میں سے کم داروغگیاں ہوں گی کہ جن پر اس کا تقرر نہ ہوا ہو ۔

بارھویں سال جلوس عالم گیری میں عاقل خاں کی بجائے وہ ڈاک چوکی کی خدمت پر مقرر ہوا ، اور تیرھویں سال جلوس عالم گیری میں حاجی احمد سعید خاں کی بجائے عرض مکرر کا داروغہ مقرر ہوا ۔ چودھویں سال جلوس عالم گیری میں لشکر خاں میر بخشی کی لڑکی کے ساتھ کہ جس کا حال اس سے پہلے گزر چکا ہے ، اس کی شادی ہوئی ۔ انتیسویں سال جلوس عالم گیری میں حسن ابدال سے لاہور لوٹنے کے بعد وہ فیض اللہ خاں کی بجائے فیل خانہ کا داروغہ مقرر ہوا ۔ اکیسویں سال جلوس عالم گیری میں شیخ عبد العزیز اکبر آبادی کے انتقال کے بعد وہ دوبارہ عرض مکرر کی خدمت پر فائز ہوا ، اور اسی سال اسے یہ اعزاز ملا کہ وہ قلعے میں پالکی میں سوار ہو کر آئے اور اس اعزاز سے وہ اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوا ۔

تیئیسویں سال جلوس عالم گیری میں لاہور کی صوبیداری پر قوام الدین خاں کی بجائے شاہزادہ محمد اعظم شاہ فائز ہوا ۔ خان مذکور (لطف اللہ خاں) شاہزادے کی نیابت میں مقرر ہو کر وہاں گیا ۔ اگلے سال وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا [۱۰۹۲] اور عبد الرحیم کی بجائے غسل خانہ (دولت خانہ) کا داروغہ مقرر ہوا ۔ پچیسویں سال جلوس عالم گیری میں کامگار خاں کی بجائے واقعہ خواں مقرر ہوا اور اگلے سال جلو خاص و چوکی خاص کی داروغگی پر مقرر ہوا ۔

چونکہ خان مذکور (لطف اللہ خاں) کی قابلیت اور کمال شہرۂ آفاق تھا؛ وہ جودت طبع، صفائی ذہن اور رسائی فکر خوب رکھتا تھا، گولکنڈہ کے محاصرے میں اس نے اپنی شجاعت و مردانگی کا سکہ اپنے ساتھیوں پر بٹھا دیا اور خوب بہادری دکھائی۔ خاص طور سے اس آدھی رات کو جب کہ محصورین نے بادشاہی دمدمے کو کہ جو قلعے کے کنگرے کے قریب پہنچا ہوا تھا، توڑ کر توپ کو بیکار کر دیا۔ سید عزت خاں میر آتش کو جلال کے چیلے سربراہ خاں کے ساتھ باندھ کر لے گئے، لطف اللہ خاں کہ جو چوکی خاص کی جماعت کے ساتھ اس کی محافظت پر متعین تھا، تین دن تک دریا کے اندر کہ جو قلعے کے نیچے بہتا ہے، بہادری اور دلاوری کے ساتھ ڈٹا رہا۔ یہاں تک کہ دوسری جماعت آ گئی اور غنیم کے قدم اکھڑ گئے۔ اس نے دمدمہ قائم کیا اور خان مذکور (لطف اللہ خاں) کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا۔ اس کی بہادری امتحان کی کسوٹی پر پوری اتری۔ چوبیسویں سال جلوس عالم گیری میں بہانہ کھتاؤں کی طرف دشمن کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا۔ اگلے سال صلابت خاں کی بجائے دوبارہ چوکی خاص کی داروغگی پر مقرر ہوا۔ [۱۷۳] اسی سال وہ منصب سے معزول ہو کر معتوب ہوا اور چند دن کے بعد وہ اپنی نوکری پر بحال ہو گیا۔

انتیسویں سال جلوس عالم گیری میں صف شکن خاں کی بجائے وہ آختہ بیگی کی خدمت پر اور خانہ زاد خاں کی بجائے چوکی خاص کی داروغگی پر مقرر ہوا۔ بیتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور نقارہ ملا اور بیجا پور کی صوبیداری پر فائز ہوا۔ پینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہاں سے معزول ہوا۔ اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا۔ اور وہ اورنگ آباد کی حفاظت پر مقرر ہوا۔

چھیالیسویں سال جلوس عالم گیری میں قلعہ کھیلنا کی فتح کے بعد وہاں کی صوبیداری پر شاہزادہ بیدار بخت مقرر ہوا۔ خان فیروز جنگ برار سے بادشاہ کے پڑاؤ کی حفاظت کے لیے مقرر ہو کر آیا اور وہاں (کھیلنا) کی صوبیداری کی نیابت لطف اللہ خاں کو ملی کہ جو خان فیروز جنگ کا

برادر نسبتی (سالا) تھا ۔ خان مذکور (لطف اللہ) اپنے تعلقے (کھیلنا) پر نہ پہنچا تھا کہ ۱۱۱۴ھ (۳-۱۷۰۲ء) میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

وہ فضل و کمال کے ساتھ شجاع اور بہادر بھی تھا ۔ اس نے بار بار نمایاں کارنامے انجام دیے ۔ حتیٰ ترقی کہ اسے کرنی چاہیے بھی اور امارت کا جتنا رتبہ اس کا بڑھنا چاہیے تھا شاید اس میں اس کی وضع کی سستی اور بے جا تکلف مانع رہا کہ جو اس کے مزاج میں تھا [۱۷۴] ۔

مشہور ہے کہ ایک دن بادشاہ کسی کی عرضی کہ جس میں خفیہ امور درج تھے ؛ پڑھ رہا تھا اتفاق سے بادشاہ نے ابھی تک ان باتوں کا ذکر نہیں کیا تھا کہ ایک طرف سے (ان امور کے سلسلے میں) بادشاہ کے پاس عرضی آ گئی ۔ تحقیقات شروع ہوئی کہ ان امور کا راز کس طرح افشا ہوا ۔ آخر بادشاہ نے اپنی تیزیٔ ذہن سے صحیح فرمایا کہ سوائے لطف‌اللہ خاں کے کسی دوسرے کا یہ کام نہیں ہے ۔ بعد کو معلوم ہوا کہ خان مذکور نے اس عرضی کی پشت سے سب مطلب سمجھ لیا اور لوگوں کو بتا دیا ۔ اس لیے وہ چند روز تک بادشاہ کی خلوت میں باریاب ہونے سے محروم رہا ۔

غیر مانوس الفاظ پر مشتمل محاورے اور مکالمے اس کو بہت یاد تھے کہ (جن کے سمجھنے کے لیے) فرہنگ اور لغت کی ضرورت ہوتی ہے اور جن میں سلاست و روانی کا نام نہیں ہوتا ہے ۔ اس کی بنائی ہوئی عبارتیں اور تراشیدہ ہوئی مغلق تراکیب لوگوں میں مشہور ہیں ۔

اس کا لڑکا محمد خلیل عنایت خاں کہ جو کچھ دنوں برہان پور کی حفاظت پر بھی متعین رہا ، سپاہی وضع اور مرزا منش تھا ۔ ہندی راگ میں کمال رکھتا تھا ۔ جاجو کی جنگ[1] میں جو شاہ عالم اور محمد اعظم شاہ کے درمیان ہندوستان کی سلطنت کے سلسلے میں ہوئی تھی ، خان مذکور (محمد خلیل عنایت خاں) جہاں دار شاہ معزالدین کی فوج میں تھا ۔ جب سادات بارہہ نے کہ جو

۱- جاجو کی جنگ ۱۸ جون ۱۷۰۷ء کو ہوئی ۔ لیٹر مغلس ، جلد اول ، ص ۲۵-۳۴ ۔

ہراول فوج میں تھے ، کچھ لوگوں کے ہمراہ تیزی دکھائی اور لڑائی میں گتھ گئے تو عنایت خاں ان کی مدد کے لیے پہنچ گیا ۔ جب اس نے دشمن کا غلبہ دیکھا [۱۷۵] تو ہاتھی سے اتر آیا ۔ حسن علی خاں اور حسین علی خاں کے بھائی نورالدین علی خاں نے جب اس کو دیکھا تو اپنے بھائیوں سے کہا کہ افسوس یہ شیخ زادہ ہم سے آگے بڑھ گیا اور ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ بھی ہاتھیوں سے اتر آئے اور امان اللہ خاں ، سید اولاد محمد ، ابراہیم بیگ بسری اور محمد اعظم شاہ کے دوسرے قدیم نوکروں سے کہ جو مدت سے اپنی شجاعت و مردانگی کے لیے مشہور تھے ، بھڑ گئے ۔ خوب مڈ بھیڑ اور عجیب مقابلہ ہوا کہ اس بہادری کے نظارے سے مریخ کا خون خوار ترک حیران رہ گیا ۔

عنایت کو سخت زخم لگے اور وہ میدان میں گر پڑا ۔ ذرا سی جان تھی ، تھوڑی دیر کے بعد مر گیا ۔ بہادر شاہ اول نے اس کو عنایت خاں شہید کے لقب سے پکارا اور اس کے لڑکوں کے ساتھ کہ جو چھوٹے تھے ، (شاہانہ) نوازش فرمائی ۔

محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں کہ جب نواب آصف جاہ نظام‌الملک دکن سے دارالخلافہ (دہلی) آیا اور محمد امین خاں وزیرالملک کے انتقال کے بعد مسند وزارت پر متمکن ہوا تو اس نے خان شہید (عنایت خاں) کی لڑکی کے ساتھ ، کہ وہ بلند اقبال امیر زادی اس کے ماموں کی لڑکی تھی ، شادی کی اور اس کو صاحب بیگم کے نام سے پکارا اور اس جدید تعلق کی وجہ سے اس (عنایت خاں) کے لڑکوں کو اور بھی امتیاز و اعتبار حاصل ہوا ۔

حفیظ‌الدین اور محمد سعید کہ جو حقیقی بھائی تھے ، آصف جاہ کے ہمراہ دکن آ گئے اور مبارز خاں کی جنگ کے بعد[1] ان میں سے ہر ایک عمدہ

۱۔ شکر کھیرا کی لڑائی جو اورنگ آباد سے ۸۰ میل ہے ، ۱۱ اکتوبر ۱۷۲۴ء کو عمادالملک مبارز خاں اور نظام‌الملک آصف جاہ کے درمیان ہوئی ۔ لیٹر مغلس ، جلد دوم ، ص ۱۴۵ - ۱۵۰ - (ب)

فوج داری پر [۱۷٦] مقرر ہوا، اور اس کو ضلع وغیرہ مرحمت ہوا ۔ اس کے بعد حفیظ‌الدین خان برہان پور کا نائب صوبے دار مقرر ہوا ۔ ۱۱۵۰ھ (۱۷۳۷ء) میں جب آصف جاہ دوبارہ دارالخلافہ (دہلی) روانہ ہوا تو دونوں بھائیوں نے دکن کے قیام کو پسند نہیں کیا اور اس کی رفاقت اختیار کی ۔ چوں کہ وہ دہلی میں رہنا پسند کرتے تھے ، اس لیے آصف جاہ کے ساتھ دکن واپس نہ ہوئے اور بادشاہی ملازمت اختیار کر لی ۔ اس قرابت کے شرف کی وجہ سے بادشاہ کے حضور میں معزز و محترم تھے ۔ دونوں خوش وضع اور رنگین مزاج ہیں ۔ خاص طور سے محمد سعید خان بہادر واقعی امیر زادہ ہے ۔ اگرچہ منصب کے اعتبار سے باپ اور دادا سے بڑھ گئے لیکن ویسی حالت و حیثیت اس زمانے میں نہیں رکھتے ہیں ۔

دو دوسرے بھائی (۱) محی‌الدین قلی خان اور (۲) معین‌الدین قلی خان بھی دہلی میں رہتے تھے کہ جو نادر شاہ کے قتل عام میں مارے گئے ۔

۵۸

لطف‌اللہ خان صادق

انصاری شیخ زادوں میں سے ہے ۔ اس کا وطن پانی پت ہے ۔ بہادر شاہ اول کے زمانے میں بادشاہی دربار میں اس کی آمد و رفت ہوئی اور کم رتبے سے امارت کے رتبے پر پہنچا ۔ جہاں دار شاہ کے زمانے میں معتوب ہوا اور اس کا گھر بار ضبط ہو گیا ۔ اسی وجہ سے اس نے محمد فرخ سیر کے ساتھ [۱۷۷] تعلق قائم کیا ۔

اس کے بعد جب فرخ سیر ہندوستان کا بادشاہ ہوا تو جہاں دار شاہ پر فتح پانے کے بعد وہ سید عبداللہ خان کے ہمراہ دارالخلافہ (دہلی) کے بند و بست کے لیے مقرر ہوا ۔ قطب‌الملک نے اس کے لیے دیوانیٔ خالصہ تجویز کی ۔ بادشاہ نے یہ خدمت چھبلہ رام ناگر کے لیے مقرر کی تھی ، اس وجہ سے بادشاہ اور وزیر کے درمیان کدورت ہو گئی ۔ قطب‌الملک نے کہا کہ جب

وزیر کی پہلی تجویز منظور نہ ہو تو حیثیت معلوم ہو گئی[۱] (کہ کچھ نہیں ہے) آخر مذکورہ خدمت (دیوانیٔ خالصہ) خان مسطور (لطف‌اللہ خان صادق) کو ملی -

محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں اسے خانسامانی کی خدمت ، چھ ہزاری منصب اور شمس‌الدولہ بہادر متہور جنگ کا خطاب ملا - نادر شاہ کے آنے کے بعد حوں کہ بادشاہ (محمد شاہ) کی مرضی کے خلاف اس سے حرکات ظاہر ہوئیں اس لیے وہ معتوب ہوا[۲] - احمد شاہ کے زمانے میں فوت ہو گیا - اس کے لقب میں جو لفظ 'صادق' کا اضافہ ہوا ہے[۳] اس کی وجہ عوام میں مشہور ہے[۴] -

---

۱- خافی خان ، جلد اول ، ص ۷۳۰ -

۲- جب بہادر شاہ اول نے اپنے بھائیوں پر فتح پائی تو وزارت کا سوال پیدا ہوا - وہ منعم خان خانخاناں کو وزارت دینی چاہتا تھا ، مگر اسد خان نے اپنے حقوق ظاہر کیے - وہ عالم گیر کے عہد میں وزیر رہ چکا تھا - تذبذب کے عالم میں بادشاہ نے لطف‌اللہ خان سے پوچھا ، اس نے اسد خان کے حق میں رائے دی - بادشاہ خوش ہوا اور اس نے اسے 'خان صادق' کا خطاب دیا - (ملاحظہ ہو نگار ، رام پور اگست ۱۹۶۳ء) -

۳- صادق خان کو شعر و شاعری کا بھی ذوق تھا ، یہ رباعی اسی کی ہے :

گہے چو شانہ بہ زلف سیاہ می پیچم گہے چو سرمہ بہ پائے نگاہ می پیچم
چناں بہ دیدن روئے خوس تو شتافتم کہ نامہ را بہ حریر نگاہ می پیچم

(نگار ، رام پور ، اگست ۱۹۶۳ء)

۴- نادر شاہ کے حملے کے وقت وہ دہلی کا گورنر تھا - اس نے بغیر لڑے بھڑے شہر حوالے کر دیا - لیٹر مغلس (سرکار اڈیشن) جلد دوم ، ص ۳۶۲ - (ب)

دلیر دل خاں اس کا بھائی ہے کہ جو امیرالامرا (حسین علی خاں) کے ہمراہ رہتا تھا اور تین ہزاری منصب (رکھتا تھا) ۔

اس کا تیسرا بھائی شیر افگن خاں ہے کہ جو الہ آباد کے مضاف کڑہ کی فوج داری پر سرفراز ہوا ۔

اس کے لڑکوں میں سے عنایت خاں راسخ اور شاکر خاں نے کسی قدر ترقی پائی [۱۷۸] ۔

م

۵۹

مصاحب بیگ

خواجہ کلاں بیگ کا لڑکا ہے جس کا باپ مولانا محمد صدرا ، مرزا عمر شیخ کے بڑے ارکان دولت میں سے تھا ۔ اس کے چھ لڑکوں نے بابر بادشاہ کی خدمت میں اپنی جانیں نچھاور کر دیں ۔ ان تمام حقوق کے باوجود خواجہ (کلاں) اپنی نیکی ، فراست ، سنجیدگی اور شائستگی کی وجہ سے بابر کا منظور نظر ٹھہرا اور بڑے امرا میں اس کا شمار ہوا ، اس کا دوسرا بھائی کیچک خواجہ (بابر کا) مہر دار اور خاص معتمد تھا ۔

۸ رجب[1] ۹۳۲ھ (۲۰ اپریل ۱۵۲۶ء) بروز جمعہ ہندوستان فتح ہوا اور اس کے بعد بابر بادشاہ نے آگرہ میں نزول اجلال فرمایا ۔ مغل سپاہ کو اہل ہند کے ساتھ ہم قومی اور اُنس نہیں تھا ۔ گرم ہوا ، باد سموم کا غلبہ اور طاعون اس پر مستزاد تھا ۔ راستوں کی نا ہمواری اور سامان کے دیر سے پہنچنے کی وجہ سے غلہ اور اجناس کی کمی ہوئی ، لٰہذا اسی دوران میں امرا

۱۔ متن میں فتح کی تاریخ ۲۰ رجب دی ہے جو غلط ہے ۔ یہ ۸ رجب ہونی چاہیے (اکبر نامہ ، ص ۹۵) ۔

نے مجبوراً واپسی کا ارادہ کیا اور بہت سے بہادر جوان [۱۷۹] بغیر اجازت کابل چلے گئے -

جب خواجہ خاں کلاں نے بھی کہ جو تمام معرکوں اور موقعوں پر اور خاص طور سے اس مہم میں بہادری اور عالی ہمتی کی باتیں کرتا تھا ، واپسی کا ارادہ کیا تو بابر نے کہ جو ہندوستان میں اقامت کا ارادہ رکھتا تھا کہا کہ یہ ایسا ملک کہ جو اس قدر کوشش اور اہتمام سے ہاتھ لگا ہے ، تھوڑی سی تکلیف اور کلفت کی وجہ سے کہ جو پیش آ گئی ہے ، چھوڑ دینا ہوس مند ہمتین کا طریقہ نہیں ہے - لیکن خواجہ کی دلدہی کی وجہ سے کہ جو واپسی پر اصرار کر رہا تھا ، اس کے نام غزنین اور گردیز کی جاگیر مقرر کر کے وہاں جانے کی اجازت دے دی -

واقعات بابری میں کہ جو اس بادشاہ (بابر) کی تصنیف ہے ، صاف لکھا ہے کہ ہندوستان کی فتح خواجہ (کلاں) کی مساعی جمیلہ سے میسر آئی - بابر نے ہمایوں کو وصیت فرمائی کہ خواجہ (کلاں) کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے اور اس کی گستاخیوں سے چشم پوشی کی جائے -

بابر کے انتقال کے بعد خواجہ (کلاں) نے مرزا کامران کی رفاقت اختیار کی اور اس کی طرف سے قندھار کی حکومت پر مقرر ہوا - ۹۴۳ھ (۱۵۳۶ء) میں شاہ طہماسپ صفوی کے بھائی سام مرزا نے قندھار پر حملہ کر دیا اور اس کا محاصرہ کر لیا - آٹھ ماہ تک یہ سلسلہ چلا - جب دوسری مرتبہ بادشاہ (شاہ طہماسپ) خود (قندھار) آیا تو وہ مجبوراً قلعہ سپرد کر کے لاہور میں مرزا کامران کے پاس آ گیا -

جوسا کی لڑائی کے واقعے کے بعد خواجہ (کلاں) ہمایوں بادشاہ کی ہمراہی [۱۸۰] میں رہا - جب بادشاہ (ہمایوں) زمانے کی نا موافقت کی وجہ سے سندھ کی طرف متوجہ ہوا تو خواجہ (کلاں) سیالکوٹ سے چلتا بنا اور مرزا کامران کے پاس پہنچ گیا -

جب خواجہ (کلاں) کا انتقال ہو گیا تو اس کے لڑکے مصاحب بیگ نے اپنے بزرگوں کی شائستہ خدمات کو وسیلہ بنا کر (ہمایوں کا) قرب و اعتبار حاصل کر لیا لیکن چوں کہ اس کی فطرت بدی اور خباثت کی طرف

مائل تھی اور اس کا مزاج شرارت اور بدکاری سے عبارت تھا بار بار اس سے نا پسندیدہ حرکات عمل میں آتی تھیں ، چنانچہ ہمایوں بادشاہ اس کو 'مصاحب منافق' کہتا تھا ۔

اس کے بعد جب اکبر بادشاہ کا دور سلطنت آیا تو اس نے اپنی حماقت اور بے وقوفی سے کچھ مدت شاہ ابوالمعالی ترمذی کی صحبت میں گزاری ۔ کچھ دنوں پورب کے علاقے میں رہ کر خان زماں کا مصاحب بن گیا ۔

دوسرے سال جلوس اکبری میں وہ برے ارادے سے دہلی آیا ۔ بیرام خاں نے اس کو قید کرکے حجاز روانہ کر دیا ۔ ناصرالملک نے بہت کوشش سے بیرام خاں کو اس پر تیار کر لیا کہ کاغذ کے ایک قرعے پر 'قتل' اور دوسرے پر 'نجات' لکھ کر ڈالا جائے اور جو نقش (تحریر) نکل آئے اس کے مطابق عمل کیا جائے ۔ اتفاق سے تقدیر نے تدبیر کی موافقت کی (قتل کا قرعہ نکلا) ؛ اسی وقت آدمی بھیجے گئے اور اس کو قتل کرا دیا ۔ کہتے ہیں کہ اس واقعے سے سارے مغل امیر اور امیر زادے بیرام خاں سے خوف زدہ ہو گئے اور اس کے خلاف سازش کی [۱۸۱] ۔

۶۰

مُلّا پیر محمد خاں شروانی

پنج ہزاری اکبری امیر ہے ۔ فضل و کمال کا مالک تھا ۔ شروع میں قندھار میں بیرام خاں کا ملازم رہا ۔ اکبر بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد خان مذکور (بیرام خاں) کے وسیلے سے امارت اور سرداری کے مرتبے پر پہنچا اور خانِ مشارٌ الیہ (بیرام خاں) کی طرف سے وکالت پر مقرر ہوا ۔ ہیمو کی فتح کے بعد کہ اس نے جنگ میں بہت بہادری دکھائی تھی ، ناصرالملک کے خطاب سے سرفراز ہوا ، اور رفتہ رفتہ اس کو ایسا استقلال نصیب ہوا کہ تمام مالی اور ملکی مہمات کو خود انجام دیتا تھا ، گویا خود وکیل سلطنت ہے ۔ اس کے اقتدار و شوکت کا یہ عالم ہوا کہ ارکان سلطنت اور مغل امرا اس کے گھر جاتے تھے اور اکثر باریابی کا موقع نہ پا کر لوٹ آتے تھے ۔

وہ اپنے کردار کی راستی و درستی کی بنا پر کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا بلکہ اس کی سختی اور تشدد کی وجہ سے دوسرے اس سے خوف زدہ رہتے تھے - چوں کہ وہ کسی کے مرتبے کی طرف اعتنا نہیں کرتا تھا لٰہذا حاسدوں اور سازشیوں نے عاجز ہو کر بیرام خاں کے مزاج کو نامناسب باتیں لگا کر اس سے متنفر کر دیا ۔

اتفاقاً چوتھے سال جلوس اکبری میں ناصرالملک چند روز کے لیے بیمار پڑا ۔ خان خاناں (بیرام خاں) عیادت کے لیے گیا ۔ ترک غلام نے کہ جو دربان تھا ، نا دانستگی میں کہا کہ ٹھہریے ، میں خبر کر دوں ۔ خان خاناں کو غصہ آ گیا ۔ جب ملا پیر محمد کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو گھر سے نکل کر آیا ، نہایت عاجزی اور سرمندگی سے معذرت چاہی اور کہا کہ اس غلام نے نواب کو پہچانا نہیں ۔ [۱۸۲] خان خاناں نے جواب دیا کہ تم نے ہمیں کیا پہچانا جو وہ پہچانے ۔ اس کے باوجود بیرام خاں تو اندر گیا ، سدت اہتمام کی غرض سے اس (خان خاناں) کے ساتھیوں میں سے تھوڑے بھی اندر داخل نہ ہو سکے ۔ خان خاناں بہت دنوں تک کبیدہ خاطر رہا ۔

فتنہ پرداز خود غرضوں نے موقع پا کر پہلے سے بھی زیادہ (خان خاناں کو) بھڑکا دیا ۔ چناں چہ اس نے پیغام بھیجا کہ ہم نے تجھ کو ملا سے امیر بنا دیا ۔ چوں کہ تو تنگ حوصلہ تھا اس لیے (اقتدار) کے ایک پیالے ہی سے ہوش کھو بیٹھا ۔ اب مصلحت یہ ہے کہ گوشہ نشین ہو جا ۔ مُلاؔ (سروانی) چوں کہ آزاد آدمی تھا ، یہ پیغام پا کر خوش دلی سے گوشہ نشین ہو گیا ۔ چند روز کے بعد شیخ گدائی کنبو اور دوسرے بد خواہوں کی کوشش سے بیرام خاں نے مُلا کو بیانہ کے قلعے میں بھیج کر قید کر دیا اور اس کے بعد حجاز جانے کی اجازت دے دی ۔

مُلا (شروانی) گجرات جا رہا تھا کہ راستے میں ادھم خاں وغیرہ امرا کی تحریر ملی کہ جہاں کہیں پہنچے ہو وہیں ٹھہر جاؤ اور لطیفۂ غیبی کا انتظار کرو ۔ (مُلا شروانی) رنتھمبور میں ٹھہر گیا ۔ جب بیرام خاں کو یہ معلوم ہوا تو اس نے ایک جماعت بھیجی کہ اس کو باندھ کر لے آئیں ۔ اس کے بعد کہ طرفین سے مقابلہ ہو مُلا اپنے سامان و اسباب کو چھوڑ کر کچھ

لوگوں کے ہمراہ بھاگ گیا ۔

حقیقت یہ ہے کہ بیرام خاں نے کوتاہ نظر حاسدوں کے بھکانے سے ایسے مخلص کارگزار کو اپنے سے علیحدہ کر دیا اور اپنے ہاتھ سے اپنے اقبال کے پاؤں میں کلہاڑی ماری ۔ جب اکبر بادشاہ کو یہ قضیہ معلوم ہوا تو اسے سخت نا پسند آیا ۔ ابھی مُلاّ (سروانی) [۱۸۳] گجرات نہیں پہنچا تھا کہ اس نے بیرام خاں کے زوال کی خبر سنی اور وہ نہایت عجلت سے بادشاہ کے حضور میں پہنچا ۔ اسے خان کا خطاب ، علم اور نقارہ مرحمت ہوا ۔ اس کے بعد وہ ادھم خاں کے ہمراہ مالوہ کی فتح کے لیے مقرر ہوا ۔

چھٹے سال جلوس اکبری میں ادھم خاں کوکہ دربار میں بلا لیا گیا اور مالوہ کی حکومت مستقل طور سے مُلاّ (سروانی) کو مل گئی ۔ باز بہادر اس کو خاطر میں نہیں لایا اور ساتویں سال جلوس اکبری میں اواس کے قریب ایک جمعیت فراہم کر کے مقابلے کا ارادہ کیا ۔ پیر محمد خاں نے ایک فوج مرتب کر کے اس پر چڑھائی کر دی اور تھوڑے سے مقابلے کے بعد اس کو شکست دے دی ۔ اس کے بعد وہ بیجا گڑھ کے قلعے کی طرف متوجہ ہوا کہ اس کو زبردستی اعتماد خاں کے قبضے سے کہ باز بہادر کی طرف سے اس کے انتظام پر مامور تھا ، نکال لیا اور شاہی مملکت میں شامل کر لیا ۔

چونکہ خاندیس کے حاکم میراں محمد شاہ فاروقی نے باز بہادر کی مدد کرنے میں بہت کوشش کی تھی ، اس وجہ سے پیر محمد خاں نے ایک ہزار بہادر جوان ہمراہ لے کر چالیس کوس کا فاصلہ ایک رات میں بطور یلغار طے کیا ۔ چونکہ وہ آسیر کے قلعے میں تھا لہٰذا شروانی برہان پور پہنچ گیا ۔ شہر کو لوٹا ، غارت کیا اور قتل عام کا حکم دے دیا ۔ بہت سے سادات اور علما کو اپنے سامنے مروایا ۔

جب وہ بہت سا مال غنیمت لے کر لوٹ رہا تھا تو اس نے سنا کہ باز بہادر راستے میں قریب ہی ہے ، وہ جنگ کے لیے تیار ہو گیا ۔ تجربہ کار لوگوں نے جنگ کا مشورہ نہ دیا اور کہا کہ ہندیہ جانا بہتر ہے ۔ پیر محمد خاں نے [۱۸۴] کہ جس پر عقل و تدبیر کے مقابلے میں شجاعت کا غلبہ تھا ، ان باتوں کو نہیں سنا اور جنگ کا ارادہ کر لیا ۔ ساتھیوں نے حق

رفاقت ادا نہیں کیا - تھوڑے سے مقابلے کے بعد اُن کے قدم اُکھڑ گئے - اس کے بعض بہی خواہ اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اس کو میدان جنگ سے باہر لے آئے -

جب وہ دریائے نربدا کے کنارے آیا تو شام کا وقت تھا - لوگوں نے کہا کہ غنیم دور ہے، آج رات یہاں ٹھہرنا چاہیے - اس نے سنا نہیں اور گھوڑے پر سوار ہو کر دریا میں کود گیا - اتفاق سے اونٹوں کی ایک قطار بھی دریا سے گزر رہی تھی، اس نے خان (پیر محمد شروانی) کے گھوڑے کو ضرب لگائی وہ گھوڑے سے گر گیا - قریب کے ساتھیوں نے بد طینتی کی وجہ سے اس کو (پانی سے) باہر نکالنے کی کوشش نہیں کی، وہ ڈوب گیا -

بیت

چو رو آورد روز در تیرگی
دو چشم جہاں بین کند خیرگی

برہان پور کے بے گناہوں کے خونِ ناحق نے اپنا کام کر دکھایا -

بیت

خون ناحق مکن حو یابی دست
کر مکافات آں نساید رست

یہ سانحہ ۹٦۹ھ (۱۵٦۲ء) میں ہوا - اکبر بادشاہ نے ایسے مخلص کار گزار، جواں مرد اور عالی ہمت نوکر کے مرنے پر بہت رنج کیا[1] -

کہتے ہیں کہ پیر محمد خاں دولت و ثروت کی اس بلندی کو پہنچ تھا کہ روزانہ [۱۸۵] کھانے کے ایک ہزار خوان تیار ہوتے تھے - جبر نخوت کے باوجود وہ سخی تھا - بارہا اس نے ایک دن میں پانسو گھوڑے ا آدمیوں کو بخش دیے - لیکن وہ جو کچھ بھی تھا قہر کی نشانی تھ

۱- "ملا" پیر محمد شروانی کے حالات کے لیے دیکھیے سروانی نامہ حاجی عباس خاں شروانی (علی گڑھ ۱۹۵۳ء)، ص ۹۰-۹۲ - ذخیرۃ الخوانی جلد اول، ص ۱۰۱-۱۰۳ -

سپاہ گری کے غرور کے ساتھ ملائیت کی عصبیت بھی شامل ہوگئی ۔ دولت و جاہ نے مغرور کر دیا ۔ مزید کیا کہا جائے ۔

جس زمانے میں کہ وہ سلطنت کا مدارالمہام تھا ، بادشاہ کے حضور سے خان زماں شیبانی کو تنبیہ ہوئی کہ وہ ساربان کے لڑکے شاہم کو کہ جس کو اس نے معشوق بنا لیا ہے اور اسے بادشاہم ، بادشاہم (میرا بادشاہ ، میرا بادساہ) کہتا ہے یا تو حضور (شاہی) میں بھیج دے یا اپنے پاس سے علیحدہ کر دے ۔ خان زمان نے اپنے معتمد نوکر برج علی کو بادشاہ کے غصے کو ٹھنڈا کرنے اور دربار کے معاملات کو درست کرنے کے لیے بھیجا ۔ وہ پیر محمد خان کے مکان پر آیا اور کچھ عرض معروض کرنے کے لیے پیغام بھیجا ۔ ملا (سروانی) کو غصہ آگیا ۔ اس نے اس کو لاٹھی سے پٹوایا اور قلعے کے برج سے پھکوا دیا اور قہقہہ لگاتے ہوئے کہا کہ اب یہ شخص اپنے اسم کا مظہر ہو گیا ۔

۶۱

میر شاہ ابوالمعالی

ترمذ کے سادات سے ہے ، شباب کے آغاز میں ۹۵۸ھ (۱۵۸۱ء) میں خواجہ محمد سمیع کے وسیلے سے کابل میں ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ خوش رو اور قبول صورت ہونے کی وجہ سے بادشاہ کا منظور نظر ہو گیا [۱۸۶] ۔ بادشاہ کی تربیت و عنایت سے درجہ امارت کو پہنچا اور بادشاہ نے 'فرزندی' کا خطاب دیا ۔ ہندوستان کی مہم میں اس نے بہت بہادری اور مردانگی دکھائی اور فتح کے بعد کچھ امیروں اور سرداروں کے ساتھ پنجاب پر مقرر ہوا کہ والی ہند سکندر خاں سور کہ جو جنگ سے بھاگ کر کوہستان کے دامن میں چلا گیا ہے ، آ کر دست اندازی کرے تو اس کے تدارک میں مشغول ہو ۔ اور اس علاقے (پنجاب) کے سارے معاملات اس کے سپرد ہوئے ۔ لیکن امرا کے ساتھ اس کی بے اعتدالی اور غرور کا یہ اثر ہوا کہ شہزادہ اکبر کو بیرام خاں کی اتالیقی میں دے کر اس مملکت

(پنجاب) کی طرف روانہ کیا اور سرکار حصار کی حکومت اس (ابوالمعالی) کے نام مقرر ہوئی ۔

جب وہ دریائے بیاس کے کنارے شہزادے سے ملا تو شہزادہ (اکبر) نے ہمایوں کی عنایات پر نظر کرتے ہوئے مجلس میں اس کو بیٹھنے کی اجازت دی اور بہت نوازش فرمائی ۔ اس مرتبہ نہ پہچاننے والے شخص (شاہ ابو المعالی) نے اپنے ٹھکانے پر پہنچ کر شاہزادے کو پیغام بھیجا کہ بادشاہ (ہمایوں) سے میرا تعلق سب کو معلوم ہے اور تم کو تو خاص طور سے (معلوم ہے) کہ فلاں دن میں نے اور بادشاہ نے ایک برتن میں کھایا اور تم کو پس خوردہ ملا ۔ اس تعلق کے باوجود تعجب ہے کہ جب میں تمھارے یہاں پہنچا تو تم نے تکیہ اور نمدہ میرے لیے علیحدہ رکھوا دیا ۔ شاہزادے نے کم عمری کے باوجود جواب دیا کہ تورۂ سلطنت (سلطنت کا آئین) دوسری چیز ہے اور قانون عشق اور ہے ۔ اور جو تعلق کہ بادشاہ کو تم سے ہے مجھ کو نہیں ہے ۔ تعجب ہے کہ تم نے ان دونوں [۱۸۷] (تورۂ سلطنت و قانون عشق) میں فرق نہیں کیا اور شکایت کی ۔

اس کے بعد جب اکبر بادشاہ تخت نشین ہوا تو بیرام خاں نے اس کے حالات سے فتنہ و فساد کا اندازہ لگا لیا اور تخت نشینی کے تیسرے دن بادشاہ کے سامنے اس کو گرفتار کر کے لاہور بھیج دیا اور وہاں کے کوتوال گل گز کے سپرد کر دیا ۔ وہ ایک دن محافظوں کی بے پروائی سے قید خانے سے فرار ہو گیا اور گکھروں کے ملک میں پہنچ گیا ۔ کمال خاں گکھر نے اس کو قید کر لیا ۔ وہاں سے بھی بھاگ گیا ۔ وہ چاہتا تھا کہ کابل پہنچ جائے ۔ جب وہاں کے حاکم منعم خاں کو اس کا فرار ہونا معلوم ہوا تو اس نے اس (شاہ ابو المعالی) کے بھائی میر ہاشم کو کہ جو غور بند وغیرہ کا جاگیر دار تھا ، حیلے بہانے سے بلا کر قید کر دیا ۔ وہ (شاہ ابو المعالی) اس طرف نہیں گیا اور نوشہرہ میں کشمیریوں سے مل گیا کیونکہ وہ اپنے حاکم غازی خاں کے ستائے ہوئے تھے ۔ ان کو مکر و حیلہ سے اپنے ساتھ متفق کر لیا ۔ کشمیر کے حاکم سے جنگ کی اور شکست کھائی ۔

بعض لوگوں نے لکھا ہے[۱] کہ جب وہ کمال خاں کے پاس پہنچا تو وہ ملک اس کے چچا آدم گکھر کے قبضے میں تھا ۔ کمال خاں نے میر پر اعتبار کیا اور ایک فوج جمع کر لی اور دونوں مل کر کشمیر پر حملہ آور ہوئے ۔ شکست کے بعد معذرت کی ۔

میر (ابو المعالی) مخفی طور سے پرگنہ دیبال پور پہنچا کہ جو بہادر شیبانی کی جاگیر میں تھا اور خاں مذکور (بہادر خاں) کے ملازم مرزا تولک کے گھر میں چھپ گیا ۔ (مرزا تولک) پہلے میر (ابو المعالی) کا نوکر رہ چکا تھا ۔ اتفاق سے ایک روز تولک نے اپنی بیوی سے لڑائی کی [۱۸۸] اور اس کو بہت تکلیف پہنچائی ۔ وہ بہادر خاں کے پاس پہنچی اور اس نے ساری کیفیت ظاہر کردی اور کہا کہ (تولک نے) خان (بہادر خاں) کے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا ہے ۔ بہادر خان فوراً سوار ہو کر پہنچا ، تولک کو قتل کر دیا اور میر ابوالمعالی کو قید کر کے بیرام خاں کے پاس بھیج دیا ۔ اس نے ولی بیگ کے سپرد کر دیا کہ وہ بھکر کو بھیج دے ۔ اس نے گجرات کو چلتا کیا تاکہ وہاں سے حجاز چلا جائے ۔ اس نے گجرات میں ایک ناحق خون کیا اور خان زماں کے پاس بھاگ گیا ۔ اس نے پھر حسب طلب بیرام خاں کے پاس بھیج دیا ۔ اس مرتبہ بیرام نے اس کو چند روز اعزاز کے ساتھ رکھا اور آخرکار بیانہ کے قلعے میں قید کر دیا[۲] ۔

(بیرام خاں نے) اپنے زوال کے زمانے میں شاہ ابو المعالی کو ایلور (الور) سے رہا کر کے دوسرے امرا کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں روانہ کر دیا ۔ قصبہ جھجر میں تمام امرا بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے ۔ شاہ (ابوالمعالی) بھی پہنچا اور اس نے سواری کے اوپر سے سلام کیا ۔

---

۱ - یہ فرشتہ کی روایت ہے ۔ (ب)

۲ - شاہ ابوالمعالی بیانہ کے قلعے سے رہا کیا گیا ۔ اس موقع پر بیرام خاں الور جا رہا تھا ، اسی لیے یہاں مصنف کو غلط فہمی ہوئی ہے ۔ دیکھیے اکبر نامہ ، جلد دوم (انگریزی ترجمہ) ، ص ۱۵۲ ۔ (ب)

.شاہ کو یہ بات اچھی نہیں لگی ۔ پھر قید کر کے شہاب الدین احمد خاں
، سپرد کر دیا کہ وہ اس کو حجاز بھیج دے ۔

دو سال کے بعد آٹھویں سال جلوس اکبری میں وہ مقامات مقدسہ
حجاز) سے واپس آیا اور فساد انگیزی کے خیال سے گجرات سے جالور میں
ا کر مرزا شرف الدین حسین احراری سے ملا کہ جو باغی ہو گیا تھا ۔
ں نے ایک جماعت اس کے ہمراہ کر دی کہ وہ جا کر آگرہ اور دہلی کے
ب و جوار میں فساد کرے ۔ وہ نڈر (ابو المعالی) پہلے نارنول پہنچا اور
ہوڑا سا بادشاہی خزانہ لوٹ لیا ۔ پھر وہ جھنجھنوں پہنچا اور وہاں
ے فیروزہ کے قلعے میں آیا ۔ اس نے دیکھا کہ کام نہیں بن رہا ہے اور بادشاہی
ج [۱۸۹] چاروں طرف سے اس کے تعاقب میں ہے ، لہٰذا وہ کابل چلا گیا ۔
ں نے مرزا محمد حکیم کی والدہ ماہ چوچک کو کہ جو کابل کا انتظام اور
صرام سنبھالے ہوئے تھی ، اپنا حال لکھ بھیجا اور یہ شعر بھی لکھا :

بیت

ما بدیں در نہ پئے حشمت و جاہ آمدہ ایم
از بد حادثہ ایں جا بہ پناہ آمدہ ایم[۱]

بیگم لوگوں کی باتوں سے فریب میں آ گئی ۔ (انھوں نے کہا) کہ
بوالمعالی شریف اور شجاع جوان ہے ۔ ہمایوں بادشاہ نے تمھاری بڑی لڑکی
ی نسبت اس کے ساتھ کی تھی ۔ اگر تم اس کی تربیت کرو تو بہت سے

۱۔ مولوی محمد حسین آزاد نے یہ شعر اس طرح لکھا ہے :
ما بریں در نہ پے عزت و جاہ آمدہ ایم
از بد حادثہ اینجا بہ پناہ آمدہ ایم
ملاحظہ ہو دربار اکبری (لاہور ۱۹۴۷ء) ، ص ۷۴۶ ۔ (ق)

کاموں کے لیے مفید ہوگا۔ اس نے جواب میں لکھا[۱] :

ع کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست

اعزاز کے ساتھ اس کو کابل میں لائے ۔ مرزا محمد حکیم کی بہن فخرالنساء بیگم کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا ۔ اب وہ اس رشتے کی وجہ سے صاحب اختیار ہو گیا ۔ اس نے اپنی بدطینتی اور کچھ فتنہ پردازوں کے بہکانے سے (کہ انھوں نے جتایا) کہ جب تک بیگم زندہ ہے تیرا اقتدار قائم نہ ہوگا لہٰذا وسط شعبان ۹۷۱ھ (اپریل ۱۵۶۴ء) میں وہ دو بدبخت آدمیوں کے ہمراہ بیگم کے مکان میں داخل ہوگیا اور اس مظلومہ کو شہید کر دیا ۔ اکثر امیروں کو کہ جن میں حیدر قاسم کوہبر بھی ہے قتل کر دیا ۔ (حیدر قاسم کے) باپ دادا اس عالی خاندان (تیموریہ) میں بڑے بڑے امیر [۱۹۰] ہوئے اور وہ وکالت کا منصب رکھتا تھا ۔ (اس کے بعد ابو المعالی) حکومت پر قابض ہو گیا ۔

مرزا سلیمان جو ہمیشہ کابل پر قبضہ کرنے کا خواہش مند تھا ، مرزا محمد حکیم کی پوشیدہ درخواست اور بعض اہل کابل کی عرضداشت پر بدخشاں سے چل دیا ۔ شاہ ابوالمعالی نے مرزا محمد حکیم کو ساتھ لیا اور مقابلے کے لیے آیا ۔ دریائے غوربند کے نزدیک فریقین میں مقابلہ ہوا ۔ جب لڑائی فیصلہ کن مرحلے میں تھی تو کچھ بہی خواہ مرزا (محمد حکیم) کے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے مرزا سلیمان کے پاس لے آئے ، تمام کابلی منتشر ہو گئے اور شاہ ابو المعالی پریشان ہو کر بھاگ گیا ۔ بدخشیوں نے اسی کا تعاقب کیا اور موضع چاری کاراں میں اس کو گرفتار کر لیا ۔ کابل میں اسی سال عید کے دن (۱۳ مئی ۱۵۶۴ء) (مرزا حکیم کے) حکم سے پھانسی پر لٹکا دیا گیا اور قصاص لے لیا گیا ۔

۱۔ مولوی محمد حسین آزاد لکھتے ہیں یہ پورا شعر لکھا گیا تھا :

رواق منظر چشم من آشیانۂ تست
کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست

ملاحظہ ہو دربار اکبری ، ص ۷۴۶ ۔ (ق)

ابیات

بچشم خویش دیدم در گزر گاہ
کہ زد مرغے بجان مورکے راہ
ہنوز از صید منقارش نپر داخت
کہ مرغ دیگر آمد کار او ساخت
چو بد کردی مباش ایمن ز آفات
کہ واجب شد طبیعت را مکافات

شاہ ابو المعالی خوش طبع تھا ۔ شعر و شاعری کا شوق رکھتا تھا ۔ شہیدی تخلص کرتا تھا [۱۹۱] ۔

۶۲

محمد سلطان مرزا

ویس مرزا کا لڑکا ہے کہ جو بایقرا بن منصور بن بقراء کا لڑکا ہے ۔ سلطان حسین مرزا بایقرا کی حکومت کے زمانے میں کہ جو اس کا نانا ہوتا تھا ، وہ صاحب اکرام و اعزاز ہوا ۔ اس بادشاہ کے انتقال کے بعد کہ جس سے خراسان میں بڑا ہنگامہ بپا ہوا وہ بابر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عنایت و رعایت کا مستحق ٹھہرا اور بدستور سابق ہمایوں بادشاہ کے زمانے میں عنایات کا مستحق رہا ۔

اگرچہ اس نے بار بار سرکشی کی کوشش کی مگر ہمایوں بادشاہ نے انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود کمال مروت سے اسے معاف کر دیا ۔ اس کے دو لڑکے تھے : الغ مرزا اور شاہ مرزا ، انھوں نے بھی ہمایوں بادشاہ کے ساتھ بار بار بغاوت کی اور پھر اس کی نوازش سے سرفراز ہوئے یہاں تک کہ الغ مرزا ہزارہ کی لڑائی میں مارا گیا اور شاہ مرزا اپنی طبعی موت سے مر گیا ۔

الغ مرزا کے دو لڑکے تھے : سکندر اور محمود سلطان ۔ ہمایوں بادشاہ نے پہلے کو الغ مرزا اور دوسرے کو شاہ مرزا کا خطاب دیا ۔ جب اکبر تخت نشین ہوا تو اس نے محمد سلطان مرزا کو اس کے پوتوں اور متعلقین کے

ساتھ خاص عنایات سے نوازا - عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کو نوکری سے معاف رکھا اور سنبھل کی سرکار میں پرگنہ اعظم پور اس کو خرچ کے لیے مرحمت فرمایا - وہاں بڑھاپے میں مرزا کے چند لڑکے ہوئے: ابراہیم حسین مرزا ، محمد حسین مرزا ، مسعود حسین مرزا ، عاقل حسین مرزا - اور یہ سب بادشاہ کے منظور نظر ہوئے اور سبھل کی سرکار میں خوب جاگیریں پائیں - [۱۹۲]

گیارھویں سال جلوس اکبری میں مرزا محمد حکیم کے دفعیے کے لیے کہ جس نے کابل سے آکر لاہور کا محاصرہ کر لیا تھا ، (اکبر) متوجہ ہوا - الغ مرزا اور شاہ مرزا نے ابراہیم حسین اور محمد حسین کے ساتھ مل کر بغاوت کر دی اور غارت گری و بربادی میں مشغول ہوگئے اور وہاں سے خان زماں کے پاس جونپور پہنچ گئے - چونکہ اس کے ساتھ نبھ نہ سکی اس لیے لوٹ مار کرتے ہوئے دہلی کے حدود میں آ گئے اور وہاں سے مالوہ پہنچے کہ جو محمد قلی خان برلاس سے متعلق تھا اور وہ (اس وقت) دربار میں گیا ہوا تھا ، (مالوہ پر) قبضہ کر لیا - اس وجہ سے محمد سلطان بیانہ کے قلعے میں قید کر دیا گیا اور اسی قید میں وہ مر گیا -

بارھویں سال جلوس اکبری میں خان زماں کے استیصال کے بعد اکبر بادشاہ چتوڑ کی فتح کی طرف متوجہ ہوا اور شہاب الدین احمد خان کو مالوہ کی ریاست اور مرزاؤں کی تنبیہ کے لیے مقرر کیا - اسی دوران میں ماندو میں الغ مرزا فوت ہو گیا - دوسرے مقابلہ نہ کر سکے اور سلطان محمود گجراتی کے غلام چنگیز خاں کے پاس چلے گئے کہ جس نے اس کے بعد اس ملک کے بعض شہروں پر قبضہ کر لیا تھا - وہ اس زمانے میں اعتماد خاں گجراتی کے ساتھ لڑائی میں متوجہ تھا کہ جس نے احمد آباد پر قبضہ کر لیا تھا - اس نے مرزاؤں کے آنے کو غنیمت سمجھا اور چونکہ انھوں (مرزاؤں) نے اس لڑائی میں نمایاں کارنامے انجام دیے ، چنگیز خاں نے بھروچ مرزاؤں کی جاگیر میں مقرر کر دیا - چونکہ وہ پیدائشی فتنہ پرداز تھے لہٰذا اس ضلع میں پہنچ کر بھی انھوں نے اتنا ظلم و جور ڈھایا کہ مجبوراً چنگیز خاں نے [۱۹۳] فوج معین کی - اگرچہ

انھوں نے ان آدمیوں کو شکست دے دی لیکن اپنے میں چنگیز خاں سے مقابلے کی طاقت نہ دیکھی اور خاندیس کو چلے گئے - وہاں سے پھر مالوہ میں آ گئے اور شورش کرنے لگے -

اشرف خاں اور صادق خاں وغیرہ امرا نے کہ جو رنتھمبور کی تسخیر کے لیے متعین ہوئے تھے تیرھویں سال جلوس اکبری میں (شاہی) حکم کے مطابق (مرزاؤں) کا تعاقب کیا - مرزا سراسیمہ ہو کر بھاگے اور دریائے نربدا کو عبور کر لیا - ان کے ہمراہیوں میں سے اکثر ڈوب گئے - اور جب ان کو معلوم ہوا کہ چنگیز خاں ، جھجھار خاں حبشی کی غداری کی وجہ سے مارا گیا اور گجرات میں کوئی مستقل حاکم نہیں ہے تو پھر وہ وہاں پہنچ گئے اور چاپانیر ، بھروچ اور سورت کے قلعوں پر بغیر لڑے بھڑے قبضہ کر لیا -

جب سترھویں سال جلوس اکبری میں احمد آباد پر بادشاہی قبضہ ہوگیا اور اکبری جھنڈے وہاں لہرائے تو مرزاؤں کی جماعت منتشر ہو گئی - ابراہیم حسین بھروچ سے نکلا اور وہ شاہی لشکر سے آٹھ کوس کے فاصلے سے گزر رہا تھا کہ (بادشاہی) امرا ایک روز پہلے محمد حسین مرزا کے دفعیے کے لیے سورت کی طرف روانہ ہوئے تھے - جب اکبر کو یہ خبر (آمد ابراہیم حسین) معلوم ہوئی تو اس نے شہباز خاں کو امرا کو واپس بلانے کے لیے بھیجا اور خود یلغار کر دی - جب مہندری (ندی) کے کنارے کہ جو قصبہ سرنال کے قریب ہے پہنچا (اس کے ساتھ) کل چالیس سوار تھے کہ ان میں سے اکثر کے پاس زرہ بھی نہ تھی - وہاں اتنی دیر ٹھہرا کہ [۱۹۴] چند خاص زرہیں تقسیم ہوئیں - اسی اثنا میں امرا بھی آ گئے اور سب مل کر دو سو آدمی ہو گئے - اس قصبے میں سخت مقابلہ ہوا - ابراہیم حسین بھاگ کر آگرے کی طرف چلا گیا اور اس کی بیوی گلرخ بیگم (دختر مرزا کامران) اپنے بیٹے مظفر حسین کے ساتھ سورت سے دکن پہنچی -

اکبر بادشاہ نے اسی سال سورت کی فتح کا ارادہ کیا اور مرزا عزیز کوکہ کو احمد آباد میں چھوڑا اور قطب الدین وغیرہ امرا کو مالوہ سے

بلا کر مدد کے لیے بھیج دیا ۔ محمد حسین مرزا اور شاہ مرزا نے کہ جو پٹن کے قرب و جوار میں تھے ، شیر خاں فولادی کے ساتھ مل کر اس قصبے کا محاصرہ کر لیا ۔ مرزا کوکہ لڑائی کے ارادے سے روانہ ہوا ۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی ۔ چونکہ ناشکر گزاروں کا انجام ناکامی ہے ، مرزاؤں کی فتح کی صورت ظاہر ہوئی تھی کہ پھر شکست ہو گئی ۔ محمد حسین مرزا دکن کو بھاگ گیا ۔ ابراہیم حسین مرزا نے مسعود حسین مرزا کے ہمراہ کہ جس نے ناگور میں شورش برپا کر رکھی تھی اور جس کو سزا دی گئی تھی ، پنجاب کا رخ کیا ۔

اسی زمانے میں وہاں کے حاکم حسین قلی خاں نے کہ جس نے نگر کوٹ کا محاصرہ کیا ہوا تھا ، راجا سے صلح کرکے فوراً ان کا تعاقب کیا ۔ مسعود حسین مرزا لڑائی میں گرفتار ہوا ۔ ابراہیم حسین مرزا ملتان کو بھاگ گیا اور بلوچیوں کے ہاتھوں زخمی ہو کر گرفتار ہوا ۔ ملتان کے صوبے دار سعید خاں جغتا کو جب معلوم ہوا تو اس نے (ابراہیم حسین مرزا) کو اپنی نگرانی میں لے لیا [۱۹۵] ۔ وہ اسی زخم سے مر گیا ۔

محمد حسین مرزا بادشاہ کے گجرات سے آگرہ لوٹنے کے بعد دولت آباد کے حدود سے واپس آ گیا اور اس نے گجرات کے کچھ محالات پر ازسر نو قبضہ کر لیا ۔ کھنبایت کے قریب نورنگ خاں پسر قطب‌الدین خاں وغیرہ امرائے شاہی سے شکست کھا کر اختیار الملک اور شیر خاں فولادی کے لڑکوں کے ساتھ کہ جنھوں نے فساد برپا کر رکھا تھا ، مل گیا اور سب نے مل کر احمد آباد میں مرزا عزیز کوکہ کا محاصرہ کر لیا ۔

جب اکبر بادشاہ نے یہ خبر سنی تو وہ آگرہ سے نو دن میں کہ (اس کے اکثر ساتھی) تیز رو اونٹنیوں پر سوار تھے ، یلغار کر کے ۵ جمادی‌الاولیٰ ۹۸۱ھ (۲ ستمبر ۱۵۷۳ء) کو احمد آباد سے تین کوس کے فاصلے پر پہنچ گیا ۔ اس کے ہمراہ ایک ہزار سے بھی کم سوار تھے ۔ محمد حسین مرزا کے ساتھ بادشاہ کا سخت مقابلہ ہوا کیونکہ اس نے اختیار الملک کو شہر کے محاصرے پر چھوڑ دیا تھا اور خود جنگ کے لیے تیار ہو گیا تھا ۔ بادشاہ نے خود سو سواروں کو محفوظ رکھا اور بہ‌نفس نفیس

کوشش کی ۔ محمد حسین مرزا نے زخمی ہو کر راہ فرار اختیار کی کہ اچانک اس کے گھوڑے کا پیر تھوہڑ کی جھاڑی میں پھنس گیا اور وہ زمین پر گر پڑا ۔ (شاہی لشکر کے) دو آدمی فوراً وہاں پہنچ گئے اور اس کو گھوڑے پر سوار کرکے بادشاہ کے حضور میں لے آئے ۔ ان میں سے ہر ایک صلہ کی امید پر اس (مرزا کی گرفتاری) کو اپنا کارنامہ بتاتا تھا ۔ راجا بیربر نے (بادشاہ کے) حکم سے [۱۹۶] مرزا سے پوچھا کہ کون سا آدمی لایا ہے ؟ اس نے کہا کہ مجھ کو بادشاہ کا نمک لایا ہے ، ورنہ ان بیچاروں کو کیا طاقت تھی ۔ اس کے بعد لوگ لوٹ مار کے لیے منتشر ہو گئے ۔

اقبال مند بادشاہ کے ساتھ چند آدمی رہ گئے ۔ اختیار الملک نے پانچ ہزار آدمیوں کے ساتھ مرزا کا گرفتار ہونا سنا تو وہ بھاگ کھڑا ہوا ۔ چونکہ خیال تھا کہ مقابلہ ضرور ہوگا لہٰذا عجب ہنگامہ برپا ہوا ۔ ڈر کے مارے نقارچیوں کے ہاتھ پیر پھول گئے ۔ کبھی سختی سے اور کبھی نرمی سے ان کو نقارہ بجانے پر آمادہ کیا جاتا تھا لیکن دشمن ایسے پریشان ہو کر بھاگتے تھے کہ بادشاہی لشکر کے سپاہی ان کے پاس پہنچے تھے اور ان کے ترکشوں سے تیر نکال کر ان کو ختم کرتے تھے ۔ اختیار الملک اپنی فوج سے علیحدہ ہو کر تھوہڑ کی جھاڑیوں میں چلا گیا ۔ اس نے چاہا کہ گھوڑا دوڑائے کہ زمین پر گر گیا ۔ سہراب ترکمان کہ جو اس کا تعاقب کر رہا تھا ، اس کا سر کاٹ کر لے آیا ۔ اس ہنگامے کے وقت محمد حسین مرزا کو رائے سنگھ نے کہ جو اس کا محافظ تھا ، ختم کر دیا اور شاہ مرزا میدان جنگ سے بھاگ کر فرار ہو گیا ۔

اس کے بعد بائیسویں سال جلوس اکبری میں مظفر حسین مرزا نے کہ اس کی والدہ اس کو دکن لے گئی تھی ، مفسدوں کی ایک جماعت کی کوشش سے گجرات پہنچ کر شورش برپا کی ۔ چونکہ اس سے پہلے راجا ٹوڈرمل وزیر خاں کی مدد کے لیے اس مملکت کے انتظام کی غرض سے پہنچ چکا تھا لہٰذا خان مذکور (وزیر خاں) کی ہمراہی میں (راجا ٹوڈرمل نے) اس پر چڑھائی کی اور اس کو شکست فاش دی ۔ مرزا [۱۹۷] جوناگڑھ کی طرف چلا گیا ۔ جب راجا ٹوڈرمل بادشاہ کے حضور میں چلا آیا تو مرزا نے پھر احمد آباد

آکر وزیر خاں کا محاصرہ کر لیا اور اس کے آدمیوں سے سازش کر کے شہر (احمد آباد) کے اندر آنے کی کوشش میں تھا کہ اچانک مہر علی کولابی کے بندوق کی ایک گولی لگی اور وہ ختم ہو گیا ۔ (مہر علی ہی) وہ شخص تھا کہ جس نے کم عمر مرزا کو قبضے میں کر کے فساد برپا کر رکھا تھا اور ایسے ہنگامے برپا کر رہا تھا ۔ مرزا (مظفر حسین) نے جب یہ حال دیکھا تو عین معرکے میں بھاگ کر ندر بار کی طرف چلا گیا ۔

جب وہ خاندیس پہنچا تو اس ملک کے والی راجا علی خاں نے اس کو قید کر کے اکبر بادشاہ کے پاس بھیج دیا ۔ کچھ دنوں قید رہا ۔ جب مرزا نے ندامت اور اخلاص کا اظہار کیا تو اس پر شاہی نوازش ہوئی ، اور اڑتیسویں سال جلوس اکبری میں اکبر نے اپنی لڑکی خانم سلطان کی شادی مرزا کے ساتھ کر دی اور سرکار قنوج اس کی جاگیر میں مقرر کر دی ۔ جب اس کی بادہ پیمائی اور موروثی فاسد خیالات بادشاہ کے گوش گزار ہوئے تو اس کو جاگیر سے بلا کر قید کر دیا ۔

پینتالیسویں سال جلوس اکبری میں آسیر کے محاصرے کے زمانے میں مرزا (مظفر حسین) کو ایک فوج کے ساتھ قلعہ للنگ کی تسخیر کے لیے بھیجا ۔ مرزا نے اپنی سابقہ خطاؤں کو دھیان میں بھی نہیں رکھا اور اپنی بد سرستی اور بادہ مستی کی بنا پر خواجہ فتح اللہ کے ساتھ بھڑ گیا ۔ [۱۹۸] اور ایک دن موقع دیکھ کر گجرات کو چلتا بنا ۔ ساتھیوں نے ساتھ چھوڑ دیا ۔

اس بدنصیب نے سورت اور بگلانہ کے درمیان پھٹے پرانے (فقیرانہ وضع کے) کپڑے پہن لیے ۔ (اس کی) اس پریشان حالی میں خواجہ ویسی کہ جو اس کا تعاقب کر رہا تھا ، اس کے پاس پہنچ گیا اور اس کو قید کر کے بادشاہ کے حضور میں لے آیا ۔ بادشاہ نے اس کی کوتاہ بینی کی وجہ سے اس کو معاف کر دیا اور (کچھ دنوں کے لیے) زندان خانے بھیج دیا ۔ چھیالیسویں سال جلوس اکبری میں وہ پھر قید خانے سے رہا کر دیا گیا اور اس پر شاہی نوازش ہوئی ۔ اس کے بعد وہ اپنی طبیعی موت سے مر گیا ۔

مرزا (مظفر حسین) کی بہن نورالنساء بیگم شاہزادہ سلطان سلیم کو

منسوب تھی ۔ کہتے ہیں کہ گل رخ بیگم کہ جو جہانگیر بادشاہ کی ساس تھی، ۱۰۲۳ھ (۱۶۱۴ء) میں اجمیر میں بیمار ہوئی ۔ جہانگیر بادشاہ عیادت کی غرض سے اس کے گھر گیا ۔ بیگم نے ایک خلعت پیش کی ۔ بادشاہ نے سلطنت کی عظمت کے مقابلے میں تورہ (چنگیزی) کی نگہداشت کو مقدم سمجھتے ہوئے (بیگم) کو تسلیمات عرض کی اور خلعت پہن لیا ۔

۶۳

مہدی قاسم خاں

وہ اپنے ابتدائی زمانے میں بابر بادشاہ کے تیسرے لڑکے مرزا عسکری[۱] کی ملازمت میں تھا اور صاحب اعتبار و اعزاز تھا بلکہ مرزا کے دودھ شریک ہونے کی وجہ سے امتیاز رکھتا تھا ۔ اس کا بھائی غضنفر کوکہ اس زمانے میں (مرزا عسکری کے ساتھ) تھا جب کہ ہمایوں بادشاہ نے گجرات کو فتح کر کے احمد آباد مرزا عسکری کو عنایت کیا اور وہ خود ماندو کی طرف چلا گیا تو مرزا (عسکری) نے [۱۹۹] ایک دن شراب کی مجلس میں مستی (شراب کے نشے) میں کہا کہ ہم بادشاہ اور ظل اللہ ہیں ۔ غضنفر نے کہا کہ تم مست ہو اور تمھیں اپنا ہوش نہیں ہے ۔ ساتھی بھی ہنسے ۔ مرزا (عسکری) نے غصے ہو کر اس کو قید کر دیا ۔ جب (غضنفر کوکہ) رہا ہوا تو وہ والی گجرات سلطان بہادر کے پاس چلا گیا ۔ کہ جو بندر دیپ (ڈیو) میں بھاگ کر پناہ گزیں تھا ۔ (غضنفر کوکہ) نے اس سے کہا کہ میں مغلوں کے منصوبے سے واقف ہوں ، وہ فرار کے لیے آمادہ ہیں ۔ اور اسے احمد آباد جانے کی اتنی ترغیب دلائی کہ سلطان نے فوج فراہم کر کے دوبارہ اس علاقے پر قبضہ کر لیا ۔

۱- مرزا عسکری بابر کا تیسرا فرزند اور ہمایوں سے چودہ سال چھوٹا تھا ۔ وہ ۱۵۳۵ء میں گجرات کا گورنر ہوا جس کا صدر مقام احمد آباد تھا ۔ ملاحظہ ہو ہمایوں بادشاہ از بنرجی ، ص ۱۵۴ ۔

مختصر یہ کہ جب مہدی قاسم خاں ، ہمایوں بادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوا تو اس کے بعد اس نے عمدہ خدمات انجام دیں ۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں امارت کے اعلٰی درجے پر پہنچا اور اسے چار ہزاری منصب ملا ۔ دسویں سال جلوس اکبری میں جب آصف خان عبدالمجید[1] ، کہ جو خان زماں کے تعاقب پر مامور ہوا تھا ، خوف زدہ ہو کر چلا گیا اور اس نے بغاوت کا راستہ اختیار کیا ، وہ گڑھ کٹنکہ کی ولایت[2] کو کہ جس کا انتظام اس کے سپرد تھا ، بھاگ گیا ۔

گیارھویں سال جلوس اکبری ۹۷۳ھ (۱۵۶۵-۶۶ء) میں جب اکبر بادشاہ جونپور سے لوٹ کر آگرہ آیا تو اس نے مہدی قاسم خاں کو اس ولایت (گڑھ کٹنکہ) کی حکومت پر متعین [۲۰۰] کیا کہ وہ اس ملک کا انتظام کرے اور آصف خاں کو گرفتار کرے کہ جس سے ایسی خطا کا صدور ہوا ہے ۔ خان مذکور (مہدی قاسم خاں) نے کمر عزیمت آئین شائستہ کے ساتھ چست باندھی اور نہایت ہمت سے اطاعت کا اظہار کیا ۔

آصف خاں بادشاہی لشکر کے پہنچنے سے پہلے نہایت حسرت اور افسوس کے ساتھ اس ملک کو چھوڑ کر سراسیمہ اور پریشان حال بھاگ گیا ۔ مہدی قاسم خاں نے اس ملک میں داخل ہو کر آصف خاں کے تعاقب میں بہت کوشش کی جو اپنی تباہ حالی سے خان زماں کے پاس چلا گیا ۔ (مہدی قاسم خاں نے) تعاقب سے ہاتھ کھینچ لیا اور اس ملک کے انتظام میں مصروف ہو گیا ۔ چونکہ وہ ملک بغیر مصیبت اورکوشش کے مل گیا تھا لہٰذا ملک کی وسعت اور وہاں کی خرابیوں کی وجہ سے اس ملک کا جیسا انتظام ہونا چاہیے تھا ویسا انتظام نہ ہو سکا ۔ وہ بد حال اور پریشان ہوا ۔ اسی سال کے وسط میں اس کے دماغ پر ایک وحشت سی ہو گئی بلکہ دماغ

۱۔ آصف خاں عبدالمجید کے لیے دیکھیے دربار اکبری ، ص ۵۸۷ - ۵۸۸ ۔ (ق)

۲۔ گڑھ کٹنکہ کی ولایت سے مراد گونڈوانہ کا علاقہ ہے جو وسط ہند میں ہے ۔ (ب)

بگڑ گیا ۔ بادشاہ کی اجازت کے بغیر وہ (وہاں) سے چل پڑا اور سرحد دکن کے راستے سے حجاز کے لیے روانہ ہو گیا ، اور وہاں سے عراق کے راستے سے قندھار پہنچا ۔

تیرھویں سال جلوس اکبری کے آخر میں خجالت اور ندامت کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ عراق گھوڑے اور نفیس تحفے حضور میں نظر گزرانے ۔ چونکہ سابقہ خدمات اور اس کی اطاعت شعاری کا نقش بادشاہ کے دل پر تھا ، لہذا اکبر نے ازراہ مروت اس پر بہت نوازش فرمائی اور امارت کے اسی مرتبے [۲۰۱] اور سرکار لکھنؤ اور اس کے حدود کی جاگیر داری پر سرفراز فرمایا ۔ اس کے بعد اس کا حال نظر سے نہیں گزرا ۔

۶۴

محمد قاسم خاں بدخشی

موجی تخلص ہے ۔ وہ میر محمد جالہ بان کا داماد ہے کہ جو بدخشاں میں جالہ بانی[1] کی خدمت پر مقرر تھا ۔ جس زمانے میں کہ اپنے باپ کے حکم سے ہمایوں بادشاہ ہندوستان سے بدخشاں گیا اور وہاں چند روز ٹھہرا تو اس کے حال پر اس نے عنایت کی ۔ اس نے اس عالی جاہ (ہمایوں) کی غلامی کو اپنی دائمی سود و بہبود کا سرمایہ جانا اور ہمیشہ اس کی خدمت میں رہا ۔

بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ وہ بچپن میں بابر بادشاہ کی خدمت میں تھا اور جب لڑکپن کا زمانہ آیا تو ہمایوں بادشاہ کی ملازمت میں آ گیا ۔ غرض وہ عراق (ایران) کے سفر میں کہ جو زمانے کی بے مہری اور چرخ دوار کی بے مددگاری سے نہایت بدحالی اور پریشانی میں پیش آیا تھا ، بادشاہ (ہمایوں) کے ساتھ رہا اور بادشاہ کی ہم رکابی سے باز نہیں رہا ۔

۱- شہتیر وغیرہ کے بیڑے کو جلہ بانی کہتے ہیں ۔ (ب)

عراق سے واپسی اور کابل کی تسخیر کے بعد ۹۵۴ھ (۱۵۴۷ء) میں مصالح ملکی کی غرض سے جب ہمایوں کچھ دنوں کے لیے بدخشاں میں ٹھہر گیا تو مرزا کامران کہ جو موقع کی تلاش میں تھا ، ہمایوں کی عدم موجودگی کو غنیمت جان کر فتنہ کی غرض سے کابل میں آ گیا اور اس پر قبضہ کر لیا [۲۰۲] ۔ ہمایوں نہایت عجلت سے لوٹا اور اس نے محاصرہ کر لیا ۔ مرزا (کامران) نے اپنی بے وقوفی اور کم ہمتی سے بے گناہ بچوں اور پاک دامن عورتوں پر سختی کی اور نہایت بے رحمی اور سخت دلی سے شاہزادہ محمد اکبر کو کہ جو چار سال کی عمر میں کابل کے قلعے میں تھا ، توپ کے برابر بٹھا دیا۔ وہ خدا کی حفاظت سے کہ جو اس کی نگہبانی کا ذمہ دار تھا ، محفوظ رہا ۔ (مرزا کامران نے) ایک دن قاسم خاں موجی کی بیوی کو چھاتیاں باندھ کر لٹکا دیا - لیکن اس بری حرکت سے اس سچے خادم کا مزاج خلوص اور اطاعت سے باز نہیں رہا ۔ بلکہ اس کی درست اخلاصی میں اور اضافہ ہو گیا ۔

اس کے بعد اکبر بادشاہ کے زمانے میں اپنے قدیم کام جالہ بانی کی سبب سے ہندوستان کا میر بحر مقرر ہوا ۔ اور دارالخلافہ (اکبر آباد) میں دریائے جمنا کے کنارے ایک دلکشا حویلی بنوائی[1] ۔ آخر میں ملازمت سے

۱۔ اب آگرہ میں اس حویلی کا نام و نشان موجود نہیں ہے - مولوی سعید احمد مارہروی کا خیال ہے یہ حویلی باغ وزیر خاں اور روضہ افضل خاں میں شامل ہوگئی ۔ (مرقع اکبر آباد ، ص ۹۲) اب صرف قاسم خاں کے مقبرہ کا گنبد باقی ہے ۔ اس کی تاریخ وفات ایک پتھر پر نصب تھی جو اب روضہ ممتاز محل کے عجائب خانے میں رکھا ہوا ہے ۔

یا قدوس یا صبوح (قطعہ فی التاریخ المناجات) یا رزاق یا فتاح

الٰہی چوں ازیں غم خانہ موجی	طناب خیمہ امید برکند
اگر باشد خطائے رفتہ از وے	دریں دہر خراب آباد یک چند

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

استعفا دے دیا اور وہیں گوشہ نشین ہو گیا - ۹۷۹ھ (۱۵۷۲ء) کے آخری مہینوں میں اس کا انتقال ہوا - اس نے یوسف زلیخا (جامی) کے تتبع میں چھ ہزار اشعار کی ایک کتاب (بصورت مثنوی) لکھی - یہ دو اشعار اس کے ہیں :

بیت

نموده دست صنعش از تفنن
ہلال و بدر در یک روئے ناخن [۲۰۳]
میانش برتر از حد بیان است
کہ این جا نازکیہا درمیان است

اور یہ شعر بھی اس کا ہے :

بیت

ساقیا تا کے ز دوراں شرح بد حالی کنم
شیشہ برکش تاکہ یک ساعت دلے خالی کنم

۶۵

محمد قلی خاں توقبائی[۱]

اکبر بادشاہ کے ایک ہزاری امیروں میں سے تھا - پانچویں سال جلوس

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ)

بتاریخ وفاتش ہیں کہ گفتم — گنہ از بندہ و عفو از خداوند
۹۷۹ھ
بروح قاسم موجی ہر آں کس — کہ خواند فاتحہ از روئے اخلاص
خدا او را بحفظ خویش دارد — بہ حق محرمان جلوۂ خاص

قایلہ سعداللہ کتبہ عرب محمد بخاری (مرقع اکبر آباد ، ص ۹۲)
نیز دیکھیے منتخب التوارخ (اُردو ترجمہ) ، ص ۵۲۳ - ۵۲۴

۱- توقبا ، چغتا (مغلوں) کی ایک شاخ ہے - (ب)

اکبری کے آخر میں ادھم خاں کوکہ کے ہمراہ مالوہ کی تسخیر کے لیے متعین ہوا ۔ آٹھویں سال جلوس اکبری میں حسین قلی خاں کی مدد کے لیے مقرر ہوا کہ جو مرزا شرف‌الدین حسین کے بھاگنے کے بعد اس کی جاگیر پر قابض ہوا تھا ۔ سترھویں سال جلوس اکبری میں وہ میر محمد خاں کلاں کے ہمراہ ہراول فوج کے ساتھ گجرات کی طرف روانہ ہوا ۔ گجرات کی یلغار کے سفر میں جن لوگوں کو پہلے سے بھیجا گیا تھا وہ ان میں سے تھا ۔ اس کے بعد خانخاناں منعم بیگ کے ہمراہ بنگالہ کی مہم پر روانہ ہوا ۔ اس کا انجام کار نظر سے نہیں گزرا ۔

٦٦

محمد قلی خاں برلاس

وہ برلتی نسل سے ہے ۔ اس کے بزرگ قبیلے کے لوگ ہمیشہ سلاطین چغتا [۳.۲] (مغل بادشاہوں) کے یہاں صاحب اعتبار و اعزاز رہے ہیں ۔ اس کا مورث اعلیٰ ، امیر جاکو برلاس ، امیر تیمور کے بڑے امیروں میں سے تھا ۔ خان مذکور (محمد قلی برلاس) فاضل ، نیک رائے ، پسندیدہ اطوار اور شجاعت و بہادری میں اپنے زمانے کے امرا میں ممتاز تھا ۔ پرانا خدمت‌گزار اور قدیم غلام ہونے کی وجہ سے اس نے ہمایوں بادشاہ کے زمانے میں ترقی کی ، امارت کے درجے پر پہنچا اور ملتان کی جاگیر پائی ۔

اکبر بادشاہ کے آغاز سلطنت میں شمس‌الدین خاں اتکہ کے ہمراہ بیگمات ، امرا اور تمام ملازمین کے اہل و عیال کو لانے کے لیے وہ اس طرف (کابل) بھیجا گیا کیونکہ (یہ لوگ) گھر بار کی عدم موجودگی اور اہل و عیال کی مفارقت کی وجہ سے افسردہ دل تھے ۔ شاید (اہل و عیال کے آنے کے بعد) ہندوستان میں ٹھہرنے کے لیے تیار ہو جائیں اور کابل جانے سے باز رہیں ۔ اس کے بعد ناگور اور اس کے قرب و جوار کی جاگیر داری پر مقرر ہوا اور کچھ دنوں مالوہ کی حکومت پر بھی متعین رہا ۔

چونکہ وہ خود بادشاہ کے حضور میں رہتا تھا اور اس کا داماد خواجہ ہادی معروف بہ خواجہ کلاں اس کی نیابت میں اس ولایت (مالوہ) کا انتظام کرتا تھا، باغی مرزاؤں نے اس پر حملہ کر دیا ۔ اگرچہ خواجہ (ہادی) کی بزرگ زادگی کی وجہ سے اسے کوئی جانی نقصان نہیں پہنچایا لیکن (علاقہ) بالکل تباہ و برباد کر دیا ۔ بارھویں سال جلوس اکبری میں وہ سکندر خان اوزبک کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا کہ جس نے مغرور ہو کر علم سرکشی بلند کر دیا تھا ۔

اسی زمانے میں خان زماں اور بہادر خاں سیبانی کہ جو باغیوں کے سرگروہ تھے ، اپنے اعمال کی پاداش میں [۵ . ۲] گرفتار ہوگئے ۔ اسکندر خان[1] فرار ہو کر سرگرداں و پریشان پھرنے لگا ۔ اودھ کی سرکار محمد قلی خاں کو ملی ۔ بہار و بنگال کی فتح میں اس نے خان خاناں منعم کی ہمراہی میں عمدہ خدمات انجام دیں ۔ خدا کی تائید سے انیسویں سال جلوس اکبری میں بنگالہ فتح ہو گیا اور داؤد کرانی سات گاؤں اور اڑیسہ کی طرف بھاگ گیا ۔ خانخاناں (منعم) راجا ٹوڈر مل کے مشورے سے ٹانڈہ میں کہ جو اس علاقے کا صدر مقام ہے ، مقیم ہوگیا اور ملکی و مالی معاملات کے انتظام میں مصروف رہا ۔ اور اس نے تمام امرا کو محمد قلی خاں برلاس کی سرکردگی میں سات گاؤں کی طرف بھیج دیا کہ داؤد کو موقع نہ دیں اور گرفتار کرکے لے آئیں ۔

جب خان مذکور (محمد قلی خاں) سات گاؤں سے بیس کوس کے فاصلے پر پہنچا تو اس (داؤد) کی ہمت اکھڑ گئی اور وہ اڑیسہ کی طرف بھاگ گیا ۔ اس لشکر کے سردار نے چاہا کہ اس علاقے کی بد انتظامی کو دور کیا جائے کہ راجا ٹوڈرمل محمد قلی خاں کے پاس آیا اور اس نے اڑیسہ کی طرف جانے اور داؤد کے استیصال کی ترغیب دی اور رہنمائی کی ۔ قصبہ منڈل پور میں رمضان ۹۸۲ھ (دسمبر ۱۵۷۴ء) میں محمد قلی خاں کا انتقال

۱- ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۹۴-۹۷ ۔

ہو گیا ۔ افطار کے وقت اس نے روٹی[1] کھائی تھی کہ اس کو بخار چڑھ گیا ۔ اس کے سوا (اس کی موت کا) کوئی اور سبب نہیں ہوا ۔ کچھ تجربہ کار لوگ اس (اس کی موت) کو غلام حواجہ سراؤں کی سازش کا نتیجہ [۲۰٦] قرار دیتے ہیں ۔

محمد قلی خاں پنج ہزاری امیر تھا اور اس عہد کا صاحب جاہ و جمعیت (امیر) تھا ۔ اس کی متانت اور استقلال زمانے میں مشہور تھا ۔ اس کا لڑکا فریدوں خاں برلاس ہے کہ جس کا حال لکھا گیا ہے ۔

٦۷

مجنوں خاں قاقشال

(وہ) عمدہ امیر اور تمن دار تھا ۔ ہمایوں بادشاہ کے زمانے میں نارنول کی جاگیرداری پر مقرر ہوا ۔ جب ہمایوں بادشاہ کا انتقال ہوا تو حاجی خاں نے کہ جو شیر شاہ کے عمدہ غلاموں میں سے تھا ، ایک بڑی فوج کے ساتھ قلعے کا محاصرہ کر لیا ۔ مجنوں خاں سخت پریشان ہوا ۔ راجہ بھارامل کچھواہہ کہ جو اس وقت حاجی خاں کے ہمراہ تھا ، مروت و مردمی کو کام میں لایا ۔ اس نے صلح کے ذریعے مجنوں خاں کو عزت کے ساتھ قلعے سے نکالا اور دہلی بھیج دیا ۔

جب اکبر بادشاہ تخت نشین ہوا تو مانک پور اسے جاگیر میں ملا ۔ جس زمانے میں کہ خان زماں اور اس کے بھائی نے علم بغاوت بلند کیا اور شورش برپا کر دی تو ان کے مقابلے میں وہ (مجنوں خاں) ثابت قدم رہا ۔ اس نے اخلاص کا مظاہرہ کیا اور دشمن کی بہی خواہی کو دل میں جگہ نہیں دی ۔ اس جنگ میں کہ جس میں خان زماں اپنے بھائی کے ساتھ قتل ہوا ، مجنوں خاں بادشاہ کے ہمراہ تھا اور اس نے شائستہ خدمات انجام دیں ۔

۱۔ متن کتاب میں 'نان' دیا ہے لیکن اکبر نامہ (انگریزی ترجمہ ، ص ۱۷۲) میں 'پان' ہے ۔ (پ)

چودھویں سال جلوس اکبری میں وہ (شاہی) حکم کے مطابق کالنجر کے قلعے کے محاصرے پر مقرر ہوا کہ جو ہندوستان کے مشہور قلعوں میں سے ہے [۲۰۷]۔ اس قلعے کو پنا کے[1] راجا رام چند نے افغانوں کے انحطاط کے زمانے میں بہار خان کے لیے پالک بجلی خان کو بڑی رقم دے کر حاصل کیا تھا اور وہ اس پر قابض تھا۔ جب چتوڑ اور رنتھمبور کی فتح کی شہرت اطراف و جوانب میں پھیلی تو راجا نے قلعے کو مجنوں خان کے سپرد کر دیا اور اس کی کنجیاں ۲۹ صفر ۹۷۷ھ (۷ جنوری ۱۵۶۹ء) کو بادشاہ کے حضور میں بھیج دیں۔ بادشاہ کے حضور سے اس مضبوط قلعے کی حفاظت اور وہاں کی حکومت بھی (مجنوں خان) کو مرحمت ہوئی اور سترھویں سال جلوس اکبری میں خان خاناں منعم کے ہمراہ وہ گورکھپور کے آزاد کرانے کے لیے مقرر ہوا۔

جس سال گجرات پر چڑھائی ہوئی اتفاق سے اسی سال کے شروع میں بابا خان قاقشال نے بادشاہ کے حضور میں شہباز خان میر توزک سے کسی وجہ سے سخت گفتگو کی اور سزا پائی۔ کذاب بد گویوں نے خان خاناں (منعم) کے لشکر میں جھوٹی خبر اڑا دی کہ بابا خان، جباری، مرزا محمد اور دوسرے قاقشالوں نے شہباز خان کو مار ڈالا ہے۔ باغی، مرزاؤں سے مل گئے ہیں اور بادشاہ نے لکھا ہے کہ مجنوں خان کو قید کر لیا جائے۔

خان مذکور (مجنوں خان) راستے میں تمام قاقشالوں کے ہمراہ خانخاناں کے لشکر سے جدا ہو گیا، ہر چند سپہ سالار نے تسلی دی کہ اس خبر میں ذرا بھی صداقت نہیں ہے۔ اس کے بعد جب بادشاہ کا فرمان پہنچا کہ بابا خان اور جباری کو ان کی نیک خدمات کے صلے میں شاہی نوازشوں کا مستحق گردانا جاتا ہے تو مجنوں خان [۲۰۸] اپنے کرتوت سے نادم ہوا اور جس وقت کہ خانخاناں (منعم) گورکھپور کی فتح سے واپس ہوا تو وہ جا کر اس سے مل گیا۔

۱۔ متن میں ٹھٹھہ ہے جو صحیح نہیں۔ یہ پنا ہے جو وسط ہند کی ریاست ہے۔ ملاحظہ ہو امپیریل گزیٹیر جلد بست و سوم، ص ۲۵۰۔ (پ)

اس کے بعد سپہ سالار کی ہمراہی میں اس نے بنگ و بہار کی تسخیر میں نمایاں خدمات انجام دیں ۔ ۹۸۲ھ (۱۵۷۴-۷۵ء) میں خانخاناں کی حسن سعی سے بنگال فتح ہو گیا ۔ داؤد خاں کرانی اڑیسہ کی طرف اور کالا پہاڑ ، سلیمان اور بابو منگلی گھوڑا گھاٹ کی طرف بھاگ گئے ۔ خانخاناں نے ٹانڈہ میں قیام کیا کہ جو اس علاقے کا صدر مقام ہے اور اس نے فتحمند فوج کو اطراف و جوانب میں متعین کر دیا ۔ تاکہ وہ ولایت دسمن کی مخالفانہ سرگرمیوں سے ایک دم پاک و صاف ہو جائے ۔ مجنوں خاں دوسری فوج کے ساتھ گھوڑا گھاٹ کی طرف روانہ ہوا ۔ قاقشالوں نے اس علاقے میں لڑائیاں لڑیں اور بہت بہادری دکھائی اور خوب مال غنیمت لوٹا ۔ سلیمان منگلی ، کہ جو گھوڑا گھاٹ کی حکومت کا دعویدار تھا ، مارا گیا ، افغانوں کے قبائل و عشائر قید ہو گئے اور وہ آباد ملک (شاہی) قبضے میں آ گیا ۔

مجنوں خاں نے سلیمان خاں منگلی کی لڑکی کے ساتھ اپنے لڑکے جباری بیگ کا نکاح کر دیا اور اس ملک کو قاقشالوں میں تقسیم کر دیا ۔ اسی سال کہ بیسواں سال الٰہی تھا ، خان خاناں (منعم) داؤد خاں کی تنبیہ کے لیے کٹک (گنگا) یا (کٹک ؟) کی جانب بڑھا ۔ [۲۰۹] بابو منگلی اور کالا پہاڑ کہ جو کوچ (بہار) کی طرف بھاگ گئے تھے ، جلال الدین سور کی اولاد کے ہمراہ از سر نو شورش برپا کرنے لگے اور انھوں نے قاقشالوں پر تاخت کر دی ۔ انھوں نے حیا و شرم کو خاک میں ملا کر کہیں ہمت نہ دکھائی اور ٹانڈہ کی طرف چلے گئے ۔ مجنوں خاں نے معین خاں کے ہمراہ ٹانڈہ میں کچھ دن خانخاناں کے انتظار میں گزارے ۔ سپہ سالار ، داؤد کرانی سے مصالحت کے بعد فوراً واپس ہوا اور دوسری مرتبہ ایک فوج مجنوں خاں کی سرکردگی میں گھوڑا گھاٹ بھیجی ۔ اس نے از سر نو اس ملک کو فتح کر لیا ۔ وہاں مناسب انتظام کیا ۔ اور اسی زمانے میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

وہ تین ہزاری منصب رکھتا تھا ۔ صاحب طبقات (اکبری) نے لکھا ہے کہ پنج ہزاری منصب دار تھا ۔ کہتے ہیں کہ پانچ ہزار سوار اس کے اپنے ملازم تھے ۔

اس کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا جباری بیگ نوکری اور کارگزاری کے فرائض انجام دیتا رہا ۔ جب (گھوڑوں کے) داغنے کے سلسلے مں ہنگامہ ہوا تو قاقشالوں کا گروہ خوف زدہ ہوا اور انھوں نے بغاوت کی وہ (جباری) بھی اس کام میں ان کا شریک ہو گیا ۔ مظفر خاں ترتبی کے قتل کے بعد کہ جو (بغاوت میں) کچھ دنوں کامیاب رہا ، اور جس نے ہر ایک کو خطاب دیا ، خان جہاں کا خطاب (جباری کو) ملا ۔ یہ گروہ معصوم خاں کابلی سے علیحدہ کر دیا گیا اور پناہ میں آ گیا ۔ بادساہ (اکبر) کے حضور میں حاضر ہونے کے بعد (جباری) کو ایک زمانے تک قید میں [۲۱۰] رکھا گیا ۔ انتالیسویں سال جلوس اکبری میں جب اس نے اظہار ندامت کیا تو اس کی رہائی عمل میں آئی ۔

۶۸

میر محمد خاں مشہور بہ خان کلاں

شمس الدین محمد خاں[1] اتکہ کا بڑا بھائی ہے ۔ سجاعت و بہادری میں یگانہ[2] روزگار تھا ۔ مرزا کامران کی ہمراہی اور ہمایوں بادساہ کی ہم رکابی میں اس نے نمایاں کارنامے انجام دیے اور اکبری دور میں بھی اس سے عمدہ خدمات ظہور میں آئیں ۔ ایک زمانے تک پنجاب کا صوبیدار رہا ۔ اور اس صوبے (پنجاب) کے اکثر محالات اتکہ خیل کی جاگیر مں تھے کہ جس سے اتکہ خاں مذکور کے بھائی ، لڑکے اور رشتہ دار مراد ہیں ۔ گکھر کی ولایت کی فتح ، سلطان آدم کا استیصال اور اس علاقے کی حکومت پر کمال خاں کو بٹھانا ، یہ سارا کام خان کلاں کا تھا ۔ اس نے اپنے بھائیوں کے ساتھ مردانگی اور شجاعت دکھائی اور وہ فتح (ولایت گکھر) دہلی کے سابق بادشاہوں کو جس کی آرزو رہی ، اکبر کے اقبال سے اس (خان کلاں) کو نصیب ہوئی ۔

۱۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد دوم (اردو ترجمہ) ، ص ۵۳۳-۵۳۲ - (ق)

نویں سال جلوس اکبری میں اکبر بادشاہ کا سوتیلا بھائی اور کابل کا حاکم مرزا محمد حکیم ، بدخشاں کے حاکم مرزا سلیمان کے ظلم اور بے انصافی سے پریشان ہو گیا ۔ اس نے اکبر سے درخواست کی اور مدد کے لیے دریائے نیلاب (سندھ) سے آگے بڑھ آیا ۔ بادشاہ نے خان کلاں کو امرائے پنجاب کے ساتھ مرزا (محمد حکیم) کی ہمراہی میں نامزد کر دیا اور حکم دیا کہ امرا (پنجاب) [۱ ، ۲] کابل کی حکومت سے مرزا سلیمان کے قبضے کو ختم کر کے مرزا محمد حکیم کو خان کلاں کے چھوٹے بھائی قطب الدین خاں کی اتالیقی میں (کابل کی حکومت) سپرد کردیں اور پھر اپنے ٹھکانوں پر واپس آ جائیں ۔

جب خان کلاں پنجاب کے لشکر کو لے کر (مرزا حکیم کی) رفاقت میں کابل کے قریب پہنچا تو اس کے بعد مرزا سلیمان محاصرہ چھوڑ کر بدخشاں کی طرف چلا گیا ۔ مرزا محمد حکیم بادشاہی امرا کے ساتھ کامیاب و کامران کابل میں داخل ہوا ۔ خان کلاں نے مرزا (محمد حکیم) کی وکالت اور اس ملک کے معاملات کی انجام دہی اپنے لیے مناسب سمجھی لہٰذا وہاں ٹھہر گیا اور قطب الدین خاں کو دوسرے امرا کے ساتھ ہندوستان بھیج دیا ۔

چونکہ مرزا (محمد حکیم) کم عمری کی وجہ سے کچھ زیادہ معاملہ فہم نہ تھا ، لہٰذا وہ کابل کے فتنہ پردازوں کی بے بنیاد باتوں پر کان رکھتا تھا کہ جو اپنی بدطینتی کی وجہ سے فتنے بپا کرتے رہتے تھے ۔ خان کلاں ، درستی اخلاص کے باوجود تیز مزاج تھا اور وہ دلدہی کی پالیسی پر نہیں چلتا تھا بلکہ ذرا سی بات پر جھلا جاتا تھا اور بات کو بڑھا دیتا تھا ، لہٰذا مرزا (محمد حکیم) اور کابلیوں کے ساتھ اس کی نبھ نہ سکی ۔ اگرچہ مرزا محمد حکیم کسی قدر اس کا لحاظ کرتا تھا لیکن بہت سے بڑے بڑے کام خان کلاں کے مشورے کے بغیر کر ڈالتا تھا ۔

نوبت یہاں تک پہنچی کہ (مرزا محمد حکیم نے) اپنی اس بہن کی شادی کہ جو پہلے شاہ ابوالمعالی سے منسوب تھی ، خواجہ حسن نقشبندی کے ساتھ کہ جو کابل میں رہتا تھا [۲ ، ۲] خان کلاں کے مشورے کے بغیر کر دی ۔ جب وہ (خواجہ حسن) اس عالی نسبت سے مفتخر ہو گیا تو اس نے مرزا

(محمد حکیم) کے معاملات کو سرانجام دینا شروع کر دیا ۔ خان کلاں شورش پسند ہونے کے باوجود مزاج داں ، دقیقہ سنج اور باریک بین تھا ، اس نے سمجھ لیا کہ آخر میں معاملہ بگڑ جائے گا ۔ لہٰذا مستقبل کا اندازہ لگاتے ہوئے ایک رات کو بلا کسی کے علم و اطلاع کے کابل سے کوچ کر دیا ، ہندوستان کا رخ کیا اور لاہور پہنچ کر دم لیا ۔

چونکہ عقلمندوں اور دانشوروں نے بادشاہی کو باغبانی سے نسبت دی ہے ؛ چنانچہ باغبان باغ کی آرائش کی غرض سے درختوں کو کاٹتے ، ایک جگہ سے دوسری جگہ لگاتے ، (درختوں کے) ہجوم کو پسند نہیں کرتے ، اعتدال کے ساتھ سیراب کرتے ، مناسب اندازے کے مطابق نشو و نما میں کوشش کرتے ، خراب درختوں کو اکھاڑتے ، بے ڈول شاخوں کو کاٹتے ، بڑے بڑے درختوں کو متفرق کرتے اور بعض کو بعض سے پیوند کرتے ، مختلف قسم کے ور رنگا رنگ کے پھولوں کو حاصل کرتے ، ضرورت کے وقت سایہ کرتے اور اسی قسم کے دوسرے کام جو علم فلاحت کی رو سے ضروری ہیں ، انجام دیتے ہیں ۔ اسی طرح دوربین بادشاہ اپنے ملازموں کے حالات کے مطابق (ان کی) تہذیب ، تادیب اور سیاست فرماتے ہیں اور حکمت کے چراغ کو روشن اور ہدایت کے جھنڈے کو بلند کرتے ہیں ۔ جب کبھی کوئی جماعت ایک دل اور ایک زبان ہو کر مل بیٹھے اور ان کا ہجوم وازدحام معلوم ہوجائے تو پہلے [۲۰۳] تو ان کے اصلاح حال ہی کی غرض سے اور دوسرے ملک کے رہنے والے عوام کی بہبود کے لیے اس اجتماع کو متفرق کر دیتے ہیں اگرچہ اس کثرت سے کوئی نامناسب بات ظہور میں نہ آوے ۔ اس افتراق کو (بادشاہ) اطمینان کا سرمایہ سمجھتے ہیں ۔ دنیا کی مرد افگن شراب کے آسوب سے اور اس ہوش ربا شراب خانے کے کم ظرف سراپیوں کی بد مستی سے بے خوف نہیں بیٹھ سکتے ۔ خاص طور سے اس وقت جب کہ فتنہ پرداز ، سازشی اور تباہ کار کثرت سے ہوں ، اور پھر غفلت انسان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے ۔

اس بنا پر اتکہ خیل کے اخلاص شعار امرا کو کہ جو مدت سے

پنجاب میں اکٹھے تھے ، اور اس علاقے کا انتظام کر رہے تھے ، تیرھویں سال جلوس اکبری میں (اکبر نے) معزول کر کے ان کو اپنے حضور میں طلب کر لیا ، ۹۷۶ھ (۱۵۶۸ء) میں وہ دارالخلافہ آگرہ میں بادشاہ کے حضور میں باریابی سے مشرف ہوئے اور ہر ایک کو منتخب اور سیر حاصل جاگیر ملی - سنبھل کی سرکار کہ جو ہندوستان کا بہترین علاقہ ہے ، میر محمد خاں کی جاگیر میں مقرر ہوئی اور سرکار ناگور کا جاگیردار حسین قلی خاں پنجاب کی حکومت پر نامزد ہوا اور وہ وسیع علاقہ خان کلاں کو مقرر ہوا[1] -

سترھویں سال جلوس اکبری میں جب بادشاہ اجمیر پہنچا اور گجرات کی فتح کا مصمم ارادہ کیا تو خان کلاں ممتاز امرا کے ساتھ ہراول کے طور پر اس طرف روانہ ہوا - جس وقت خان کلاں قصبہ بہادراجن میں کہ [۲۱۳] جو سروہی کے نزدیک ہے ، پہنچا تو رائے مان سنگھ دیوہرہ نے کہ جو وہاں کا زمیندار تھا ، فریب و مکاری کی اور کچھ راجپوتوں کو بطور ایلچی بھیج کر صلح کی بات چیت شروع کر دی - جب یہ آنے والے لوگ خان کلاں سے مل لیے تو رخصت کے وقت خان کلاں ہندوستان کی سفارت کی رسم کے مطابق ہر ایک کو بلا کر پان دیتا تھا اور رخصت کرتا تھا - ان سرکشوں (راجپوتوں) میں سے ایک نے خان کلاں کی ہنسلی کی ہڈی کے نیچے ایسا جمدھر مارا کہ کندھے میں بقدر تین انگشت اندر چلا گیا - (خاں کلاں کے) دوسرے آدمیوں نے اس راجپوت کو اس کے رفقا کے ہمراہ ختم کر دیا - اگرچہ زخم سخت تھا لیکن محض خدا کے فضل سے پندرہ دن میں ٹھیک ہو گیا -

جب اسی سال گجرات کی مملکت اکبر بادشاہ نے فتح کر لی تو خان

۱- معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ناگور کا علاقہ خان کلاں کو مل گیا ، اور اگر ایسا نہیں ہوا تو سنبھل کے تقرر کا ذکر تو پہلے ہی ہو چکا ہے ، یہاں دوبارہ ذکر کرنے سے کیا فائدہ - (ق)

کلاں سرکار پٹن کی حکومت پر مقرر ہوا کہ جو قدیم شہر ہے اور نہرواله کے نام سے موسوم ہے - پہلے یہ اس ولایت کا پایہٴ تخت تھا - بیسویں سال جلوس اکبری ۹۸۳ھ (۱۵۷۵ء) میں اس کا انتقال ہو گیا -

صاحب کمال آدمی تھا - ترکی اور فارسی میں شعر کہتا تھا - قصائد اور غزلیات پر مشتمل اس نے ایک دیوان مرتب کیا تھا - غزنوی تخلص کرتا تھا - موسیقی میں بھی مہارت رکھتا تھا - کہتے ہیں کہ کبھی اس کی مجلس فضلا و شعرا سے خالی نہیں رہی - ہمیشہ وہ دل چسپ باتوں اور دلنشیں نغموں سے اہل ذوق کو خوش کرتا تھا - یہ اس کے اشعار ہیں [۲۱۵] -

بیت

در جوانی حاصل عمرم بنادانی گزشت
آنچہ باقی بود آں ہم در پیشانی گزشت

فرد

کس آب بجز مردم چشم ندید
حز آہ سحر ہم نفسے نیست مرا

اس کا لڑکا افضل خاں ایک بڑا ی منصب رکھتا تھا - جس زمانے میں کہ مرزا عزیز ، احمد آباد میں محصور تھا اور روزانہ بہادر جوان باہر نکل کر مقابلہ کرتے تھے تو اس (افضل خاں) نے بھی بہادری دکھائی اور ختم ہو گیا -

دوسرا لڑکا فرخ خاں ہے کہ جو چالیسویں سال جلوس اکبری تک پانسو کے منصب تک پہنچا -

۶۹

معین الدین احمد خاں فرنخودی

جس سال کہ ہمایوں کابل سے ہندوستان کی فتح کے لیے متوجہ ہوا تو وہ بادشاہ کی سر پرستی میں اس کے ہم رکاب تھا - چھٹے سال جلوس اکبری

میں جب بادشاہ نے پورب کے علاقے کی طرف توجہ کی تو اس کو آگرہ کی حفاظت پر مقرر کیا ۔ ساتویں سال جلوس اکبری میں جب کہ عبداللہ خاں مالوہ کی تسخیر کے لیے مقرر ہوا تو اس کو کہ وہ وزرائے بیوتات میں لائق اور کارگزار تھا ، خان کا خطاب مرحمت فرما کر (مالوہ) روانہ کیا تاکہ فتح کے بعد وضیع و شریف کی دلدہی میں مصروف ہو ۔ عمال خالصہ (متعین کرے) اور امرا کو کہ جو اس مہم میں تعینات ہوئے تھے ان کے مناسب [۲۱۶] حال جاگیریں دے کر بادشاہ کے حضور میں آ جائے ۔ وہ وہاں گیا اور اس نے نہایت شائستہ طریقے پر کام کو انجام دیا اور واپس آ گیا اور اس پر مزید شاہی عنایات ہوئیں ۔

اٹھارویں سال جلوس اکبری میں وہ منعم خاں کے پاس گیا[۱] کہ وہ شاہی حکم کے مطابق پٹنہ فتح کرنے گیا تھا ۔ اس کے بعد وہ خان مذکور (منعم خاں) کے ہمراہ بنگالہ کی مہم پر روانہ ہوا ۔ بیسویں سال جلوس اکبری میں جب کہ جنت آباد گوڑ میں چھاؤنی ہوئی اور آب و ہوا کی خرابی کی وجہ سے عام وبا پھیلی تو ۹۸۳ھ (۱۵۷۵ء) میں وہ فوت ہو گیا ۔

۷۰

مہر علی خان سلدوز[۲]

ایک ہزاری امیروں میں سے ہے ۔ پانچویں سال جلوس اکبری کے آخر میں ادھم خاں کے ہمراہ مالوہ کی تسخیر پر متعین ہوا اور باز بہادر کی لڑائی میں نمایاں بہادری دکھائی ۔ سترھویں سال جلوس اکبری میں میر محمد خان کلاں کے ہمراہ ہراول فوج میں مقرر ہو کر گجرات کی طرف گیا ۔ محمد حسین مرزا کی جنگ میں وہ ہراول فوج کے سرداروں میں تھا ۔ اس کے بعد وہ قطب الدین محمد خاں کے ہمراہ مرزا (محمد حسین) کے تعاقب پر روانہ ہوا ۔

۱۔ اکبر نامہ ، جلد سوم ، ص ۴۰ ۔
۲۔ سلدوز ، چغتائی قبیلے کی ایک شاخ ہے ۔ (ب)

بائیسویں سال جلوس اکبری میں جب کہ اکبر بادشاہ شکار کی غرض سے
صار کے قرب و جوار میں گیا اور اس بستی میں ٹھہرا تو بادشاہ نے اس
ے گھر پر جا کر اس کو معزز و مفتخر کیا ۔ بیئیسویں سال جلوس اکبری
ں سکینہ بانو بیگم (خواہر مرزا حکیم) کے ہمراہ کہ جو مرزا حکیم کو
مجھانے کی غرض سے کابل گئی تھی ، روانہ ہوا [۲۱ے] ۔ چوبیسویں سال
لوس اکبری میں راجا ٹوڈر مل کے ہمراہ عرب کی تنبیہ کے لیے کہ جس
نے پورب کے علاقے میں ہنگامہ مچا رکھا تھا ، کمر خدمت باندھی اور اچھی
رح خدمات انجام دے کر معزز ہوا ۔ اس کا آخر حال معلوم نہیں ہوا ۔

۷۱

مرزا میرک رضوی

رضوی مشہدی سادات میں سے ہے ۔ سروع میں علی قلی خان زمان
ی رفاقت میں تھا ۔ دسویں سال جلوس اکبری میں اس کی طرف سے معذرت
خواہی کے لیے بادشاہ کے حضور میں آیا اور خان زماں کی خطا معاف
و گئی ۔ بارھویں سال جلوس اکبری میں جب بادشاہ کو خان زماں کی
غاوت کا حال معلوم ہوا تو مرزا (میرک) کو گرفتار کر کے خان باقی خان
کے سپرد کر دیا ۔ مرزا موقع کی تلاش میں رہا اور قید سے فرار ہو گیا ۔
ان زماں کے مارے جانے کے بعد وہ گرفتار ہو گیا ۔ بادشاہ کے حکم سے
س کو روزانہ مست ہاتھی کے سامنے ڈالا جاتا تھا لیکن فیل بان کو اشارہ تھا
کہ قدرے نقصان پہنچے ۔ پانچویں دن درباریوں کی سفارش سے اس کی جان
بشی ہوئی ۔ کچھ دنوں کے بعد شاہی نوازش سے سرفراز ہوا ۔ مناسب منصب
ور رضوی خاں کا خطاب ملا ۔

اُنیسویں سال جلوس اکبری میں جون پور کی دیوانی پر مقرر ہوا ۔
وبیسویں سال جلوس اکبری میں (اس خدمت کے ساتھ) بنگالہ کی بخشی گری
ھی مل گئی ۔ پچیسویں سال جلوس اکبری میں بنگالہ کے جاگیرداروں
نے شورش کی اور دریائے گنگا کے ایک طرف جمع ہو گئے اور وہ

(مرزا میرک) وہاں کے صوبے دار مظفر خاں کے ہمراہ [۲۱۸] دریائے گنگا کے دوسری طرف تھا - جب صلح کی بات چیت ہوئی تو (مظفر خاں نے) خان مذکور (مرزا میرک رضوی خاں) اور رائے پتر داس کو ایک دو آدمیوں کے ساتھ ان کی فہمائش کے لیے بھیجا - رائے مذکور (پتر داس) کے آدمیوں نے اس کو باغیوں کے مار ڈالنے کا مشورہ دیا - اس نے اپنی سادہ لوحی سے اس راز کو خان مذکور (رضوی خاں) سے کہہ دیا - چوں کہ خان مذکور کی فطرت دو رخی پالیسی اور کینے سے عبارت تھی لہذا اس نے ان لوگوں کے خیال کا اشارہ باغیوں کو دے دیا - انھوں نے اس (صلح کی) مجلس سے کنارہ کشی کر لی - فتنے کی آگ کو اور بھڑکایا اور اس (رضوی خاں) کو اپنی پناہ میں لے لیا - اس کے بعد اس کا حال معلوم نہیں کہ کیا انجام ہوا -

۴۲

محمد مراد خاں

امیر بیگ مغل کا لڑکا اور اکبر کے تین ہزاری امیروں میں سے ہے - نویں سال جلوس اکبری میں آصف خاں عبدالمجید کے ہمراہ ملک گڑھ کٹنکہ کی فتح کے لیے مقرر ہوا اور بارھویں سال جلوس اکبری میں اس کو مالوہ کے صوبے میں جاگیر ملی اور وہ شہاب الدین احمد خاں کے ہمراہ ابراہیم حسین مرزا اور محمد حسین مرزا کے فتنے کے دفع کرنے کے لیے روانہ ہوا - اس کے بعد مرزا بادشاہی فوج کی ہیبت سے ہوش و حواس کھو بیٹھے اور وہ گجرات کی طرف چلتے بنے - متعینہ امرا میں سے ہر ایک اپنی جاگیر میں ٹھہر گیا - خان مذکور (محمد مراد خاں) بھی اجین میں رہ گیا کہ جو اس کی جاگیر میں تھا - تیرھویں سال جلوس اکبری میں جب پھر مرزا خاندیس کی طرف سے مالوہ کے ملک میں آ گئے اور انھوں نے اجین کے قرب و جوار میں شورش [۲۱۹] شروع کر دی تو خان مذکور (محمد مراد خاں) صوبۂ مالوہ کے دیوان میر عزیزاللہ کے ہمراہ ارباب فتنہ کی فساد انگیزی سے دو

روز پہلے مطلع ہو گیا اور اس نے اُجین کے قلعے کی تعمیر اور مضبوطی میں پوری پوری کوشش کی اور نہایت استقلال دکھایا ۔ یہاں تک کہ یہ خبر بادشاہ کے حضور میں پہنچی اور قلیج خاں کی سرداری میں ایک فوج (مدد کے لیے) روانہ ہوئی ۔

بادشاہی لشکر کے رعب سے مرزا پریشان ہو کر مندو کو بھاگ گئے۔ خان مذکور بھی امرا کے ہمراہ ان کے تعاقب پر گیا ۔ مرزا نربدا کو پار کر گئے ۔ سترھویں سال جلوس اکبری میں جب کہ مرزاؤں کا فتنہ گجرات میں شروع ہوا اور مالوہ کے جاگیردار (شاہی) حکم کے مطابق خان اعظم مرزا عزیز کوکہ کے پاس پہنچے تو وہ (محمد مراد خاں) بھی آ گیا اور لڑائی کے دن وہ بائیں طرف کی فوج میں تھا ۔ جب دسمن کی فوج غالب آ گئی اور اس نے دونوں طرف کی (شاہی) فوج کو منتشر کر دیا تو وہ ایک طرف ہو کر تماشا دیکھنے لگا ۔ اس کے بعد (شاہی) حکم کے مطابق وہ قطب الدین محمد خاں انکہ کے ہمراہ مظفر کے تعاقب پر روانہ ہوا اور پھر منعم خاں خان خاناں کے ہمراہ بنگالہ کی تسخیر کے لیے مامور ہوا ۔

اُنیسویں سال جلوس اکبری میں خان خاناں (منعم) نے اس کو فتح آباد و بوگلہ[۱] کی طرف بھیجا تا کہ اس علاقے میں امن قائم ہو ۔ اور جب خان خاناں (منعم) کا انتقال ہوگیا اور اس ملک کے فتنہ پرداز داؤد وغیرہ ہنگامہ برپا کرنے لگے ، خان مذکور (محمد مراد خاں) سہر جلیسر (اڑیسہ) سے نہایت عزم کے ساتھ ٹانڈا آیا ۔ پچیسویں سال جلوس اکبری [۲۲۰] ۹۸۸ھ (۱۵۸۰ء) میں اسی ضلع میں طبعی موت سے مر گیا ۔

۱۔ متن میں بکلانہ دیا ہے جو صحیح نہیں ۔ یہ مقام بوگلہ ہے (ضلع باقر گنج ، بنگال) اکبر نامہ جلد ، سوم ، ص ۱۱۹ ۔ (ب)

۷۳

مظفر خان تربتی

خواجہ مظفر علی نام ، بیرام خاں کا دیوان تھا ۔ ہنگامے کے زمانے میں کہ جب (بیرام) خاں بیکانیر سے پنجاب کی طرف متوجہ ہوا اور مرزا عبدالرحیم کو کہ جس کی عمر تین سال تھی ، گھر کے دوسرے لوگوں اور اموال کے ہمراہ تبرہندہ[۱] کے قلعے میں چھوڑ کر آگے بڑھ گیا کیوں کہ وہ شیر محمد دیوانہ کی جاگیر کا محال تھا کہ جو اس (بیرام خاں) کا قدیم نوکر اور تربیت کردہ تھا ۔ اس احسان فراموش نے مال پر قبضہ کر لیا اور خان (بیرام) کے متعلقین کی مختلف طرح سے بے عزتی کی ۔ بیرام خاں نے خواجہ (مظفر علی) کو دیپال پور سے اس (شیر محمد) کی تسلی و فہمائش کے لیے بھیجا ۔ اس بے شرم اور مروت دشمن نے خواجہ (مظفر علی) کو قید کرکے (اکبر بادشاہ کے) حضور میں بھیج دیا ۔ اعیان سلطنت میں سے بعض نے اس کے ختم کرنے کے لیے بہت سی دلیلیں دیں لیکن اکبر نے مجرم‌نوازی کی اور جوہر شناسی کی وجہ سے اس کی جان بخشی فرمائی ۔ وہ کچھ دنوں تک پرگنہ پُر سرور[۲] کی عمل داری پر مقرر رہا ۔ اور حسن کفایت کی وجہ سے وہ بیوتات کا دیوان مقرر ہوا ۔

چونکہ اس کی کار گزاری اور بلند استعداد بادشاہ کے ذہن نشیں تھی اس لیے دیوانی کا اعلیٰ منصب اور مظفر خاں کا خطاب مرحمت ہوا ۔ گیارھویں سال جلوس اکبری میں مظفر خاں نے سلطنت کی جمع رقمی (نقد تشخیص) کو ختم کر دیا [۲۲۱] جس کا رواج بیرام خاں کے زمانے سے ہوا تھا کیوں کہ اس وقت آدمیوں (جاگیرداروں) کی کثرت تھی اور ملک تھوڑا تھا اور اس طریقے (نقد تشخیص) سے سلطنت کا مالیہ برائے نام زیادہ

۱- تبرہندہ یا بھٹنڈہ ؟ (ب)

۲- پسرور ضلع سیالکوٹ ۔ (ب)

دکھا کر مزید اعتبار کے لیے تنخواہ میں مقرر کر دیتے تھے ۔ اس نے اپنے اندازے اور سلطنت کے قانون گویوں کے اظہار کے بعد مالیہ کا اندازہ کر کے دوسری جمع بندی (فرد مال گزاری) مقرر کر دی ۔ اگرچہ در حقیقت یہ 'حاصل' (جمع بندی) نہ تھا لیکن پہلی جمع بندی کے مقابلے میں اس کو 'حال حاصل' کہیں تو مضائقہ نہیں ہے[1] ۔

چونکہ اس وقت تک گھوڑوں کو داغنے کا طریقہ مقرر نہیں ہوا تھا ، مظفر خاں نے امرا اور بادشاہی ملازمین کو نوکروں (سپاہیوں) کی ایک مقررہ تعداد لازم کر دی کہ ہر آدمی کچھ لوگوں کو اپنے پاس رکھے اور عوام سپاہی جو امیروں کے لیے رکھنا ضروری تھے ، تین قسم کے تھے : پہلی قسم کو ۴۸ ہزار دام سالانہ ، دوسری قسم کو ۳۲ ہزار دام اور تسری قسم کو ۲۴ ہزار دام سالانہ مقرر ہوئے ۔

بارھویں سال جلوس اکبری میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ مظفر خاں ، قطب خاں نام کے ایک خوبصورت (لڑکے) سے محبت کرتا ہے ۔ چونکہ یہ بری حرکت بادشاہ کے مزاج کو ناپسند تھی ، اس لیے بادشاہ نے حکم دیا کہ اس (قطب خاں) کو مظفر خاں سے علیحدہ کر کے نگرانی میں رکھا جائے ۔ (مظفر) خاں نے اپنی کوتاہ حوصلگی سے فقیرانہ لباس پہن کر جنگل کی راہ لی ۔ بادشاہ نے کمال عنایت و مہربانی سے کہ جو اس کے حال پر مبذول تھی ، اس کے محبوب کو اس کے پاس بھیج دیا[2] ۔

سترھویں سال جلوس اکبری میں وہ ایک دن بادشاہ کے حضور میر چوپڑ کھیل رہا تھا ۔ وہ زیادہ مات کھانے کی وجہ سے تحمل نہ رکھ سکا

۱۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد دوم (نول کشور اڈیشن) ، ص ۲۱۱ ۔ نیز ملاحظہ ہو انگریزی ترجمہ اکبر نامہ ، (ص ۳۰۲ و ۳۰۴) جہاں بیوریج نے اس سلسلے میں دو صفحات پر مشتمل پر از معلومات حاشیہ لکھا ہے ۔ (ب)

۲۔ اکبر نامہ ، جلد دوم ، ص ۲۲۴ ۔

اور اس نے گنواروں کی سی حرکتیں [۲۲۲] کیں ۔ بادشاہ نے اس کو معزول کر کے مکہ معظمہ بھیج دیا - دانش آئین سلاطین کھیل اور ظرافت کے کاموں میں لگا کر مختلف درجوں کے آدمیوں کے جوہر کو پرکھتے ہیں - اگرچہ وہ بظاہر کھیل ہوتا ہے لیکن حقیقت میں وہ لوگوں کو جانچتے ہیں - لہٰذا جو بادشاہ کے مقربین ہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ کام اور کھیل کسی موقع پر بندگی اور ادب کے طریقے کو خدمت گزار ہاتھ سے نہ چھوڑیں - اس طبعۂ عالی نہاد (سلاطین) کے مزاج کی رعایت کہ جو (بسا اوقات) سلام سے رنجیدہ ہو جاتے ہیں ، ہر چیز پر مقدم سمجھیں ۔

بالآخر اکبر بادشاہ نے اس (کی) نیک خدمتی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس کو راستے میں سے طلب کر لیا اور جس وقت کہ بادشاہ سورت کے قلعے کے محاصرے میں مشغول تھا وہ حاضر خدمت ہوا ۔ اٹھارویں سال جلوس اکبری میں وہ احمد آباد سے سارنگ پور ، مالوہ کی حکومت پر روانہ ہوا ۔ اسی سال ۹۸۱ ھ (۱۵۷۳ء) بادشاہ کے طلب کرنے پر حضور میں حاضر ہوا - اس کو وکالت کا اعلیٰ منصب اور ''جملۃ الملک'' کا خطاب ملا ۔ اور مملکت محروسۂ ہندوستان کے جملہ اختیارات حل و عقد اس کو سپرد ہوئے ۔ لیکن پھر اس نے بعض کاموں میں مزاج شاہی کی مخالفت کی ، لہٰذا مرتبے سے معزول ہوا ۔

جس وقت کہ اکبر بادشاہ پٹنہ سے واپس لوٹ رہا تھا تو ایک فوج رہتاس کی تسخیر کے لیے مقرر ہوئی اور اس کو (بادشاہ نے) اپنے حضور میں بغیر بلائے ہوئے فوجی مددگار کے طور پر (اس مہم میں) بھیج دیا ۔ اس نے اس علاقے میں [۲۲۳] خواجہ شمس الدین خاں خوافی کی ہوش مندی اور دلدہی سے کہ وہ بھی وہاں متعین تھا ، نمایاں کارنامے انجام دیے ۔ اور اس علاقے کے سرکشوں اور فتنہ پردازوں کو بار بار سزا دی اور حاجی پور کو کہ جس پر افغانوں نے قبضہ کر لیا تھا ، از سر نو حاصل کر لیا ۔ ان پسندیدہ خدمات پر نظر کرتے ہوئے بیسویں سال جلوس اکبری میں بادشاہ کے حضور سے اس کو چوسا گھاٹ سے لے کر گڑھی تک کے ملک کی حفاظت سپرد ہوئی ۔

کہتے ہیں کہ حاجی پور کی فتح کے بعد کہ جب اُس کی بہت ترقی ہوئی ، تو خبر ملی کہ دریائے گنڈک کے اس طرف سرکش افغان جمع ہو گئے ہیں اور شورش کے لیے آمادہ ہیں ۔ مظفر خاں نے اس گروہ کے دفعیہ کا ارادہ کیا اور اس دریا کے قریب لشکر لے کر پہنچ گیا ۔ خود کچھ آدمیوں کے ساتھ دریا کی گہرائی کی تشخص اور گھاٹ کی تلاس میں نکلا کہ اچانک (دریا کے دوسری) طرف دشمن کے تقریباً چالیس آدمی نظر پڑے ۔ اس نے خواجہ شمس الدین اور عرب بہادر کو اشارہ کیا کہ دور جا کر دریا پار کر لیں اور ان غافلوں کو سزا دیں ۔ وہ بھی اس ارادے سے مطلع ہو گئے اور انھوں نے کمک منگائی ۔ جب انھوں نے خواجہ کو دیکھا تو لگام موڑ دی اور واپس لوٹ گئے ۔

مظفر خاں نے بھی تیزی سے دریا پار کیا اور (شمس الدین) کے پاس پہنچ گیا کہ اچانک ان کی کمک آ گئی اور وہ فوراً لوٹ آئے ۔ تھوڑے سے آدمی جو خان (مظفر) کے ہمراہ تھے منتشر ہو گئے اور دریا میں کود پڑے [۲۲۴] بالآخر ڈوب گئے ۔ نزدیک تھا کہ مظفر خاں بھی ختم ہو جائے کہ خواجہ شمس الدین خان اس کی لگام پکڑ کر کوہستان کی طرف لے گیا اور ایک تیز رو آدمی کو لشکر میں بھیجا کہ شاید کوئی مدد آ جائے ۔ خواجہ شمس الدین اور عرب بہادر نہایت پھرتی سے تیر برسا کر دشمن کو پریشان کر رہے تھے کہ جس نے تعاقب نہیں چھوڑا تھا ۔ یہاں تک کہ مظفر خاں کا حال بہت خراب ہو گیا ۔

چونکہ لشکر میں مظفر خاں کے مارے جانے کی خبر مشہور ہو گئی ، لہٰذا ہر ایک نے فرار کا ارادہ کر لیا کہ اسی دوران میں وہ تیز رو سوار کمک کی غرض سے پہنچ گیا ۔ خدا داد خاں برلاس وغیرہ تین سو بہادر جوانوں کے ہمراہ دریا پار کر کے (مدد کے لیے) پہنچ گیا ۔ چونکہ دشمن بھی لڑتے لڑتے تھک گیا تھا لہٰذا ان آدمیوں کے آنے سے دل چھوڑ بیٹھا اور بھاگ کھڑا ہوا ۔ مظفر خاں کو تازہ کومک مل گئی تھی ، لہٰذا اس نے تعاقب کیا ۔ دوسرے دن ان کے پڑاؤ کو لوٹا اور بہت سا مال غنیمت حاصل کیا ۔

بائیسویں سال جلوس اکبری میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور سلطنت کی مہمات میں شریک ہوا ۔ راجا ٹوڈر مل اور خواجہ شاہ منصور وزیر اس کے مشورے سے مالی و ملکی امور انجام دیتے تھے ۔ جب بنگالہ کا صوبیدار خان جہاں فوت ہو گیا ، تو اس وسیع ملک کی حکومت پر مظفر خاں مقرر ہوا ۔

پچیسویں سال جلوس اکبری میں خواجہ شاہ منصور نے سخت گیری اور کفایت شعاری کی بنا پر بہار و بنگالہ کے امرا کے ذمے بہت سی واجب الادا رقوم نکالیں اور ان کی وصولیابی [۲۲۵] کے درپے ہوا ۔ بہار کے جاگیر دار معصوم خاں کابلی وغیرہ نے اسی وجہ سے بغاوت کی ۔ مظفر خاں نے سرداری کو عملداری کے ساتھ وابستہ کر دیا تھا ، اس کے باوجود کہ بہار میں شورش برپا تھی ، بنگالہ میں بھی اس کثیر زائد رقم کی وصولی کا مطالبہ کر دیا ۔ محصلین مقرر کر دیے اور (جاگیرداروں کا) ناک میں دم کر دیا ۔ امرا اس کی اس سخت گیری اور درشتی سے متنفر ہوگئے ۔ بابا قاقشال نے بنگالہ کے دوسرے جاگیرداروں کے ساتھ مل کر سورش برپا کی ۔ بار بار مقابلہ کرتے تھے مگر شکست اور ہزیمت ان کی قسمت میں تھی ۔ آخر مجبور ہو کر انھوں نے عاجزی اختیار کی مگر مظفر خاں نے تکبر کا مظاہرہ کیا یہاں تک کہ بہار کے باغی بھی (قاقشال سے) آ کر مل گئے اور ان سب نے مل کر از سر نو فساد برپا کیا اور مظفر خاں کے مقابلے میں آ کر ڈٹ گئے ۔ روزانہ مقابلہ اور لڑائی ہوتی تھی اور بادشاہی سپاہ فتح پاتی تھی ۔ مجبوراً تنگ آ کر انھوں نے چاہا کہ اڑیسہ کی طرف نکل جائیں کہ اس دوران میں شاہی فوج سے کچھ بے وفا بدمعاش جدا ہو کر ان (باغیوں) سے جا ملے ۔ اس حرکت سے مظفر خاں کا کام خراب ہو گیا ۔ ہر چند لوگوں نے سمجھایا کہ اس پریشان مجمع سے گھبرانا نہیں چاہیے اور صف آرائی کرنی چاہیے کہ ہمارا غلبہ ہے ۔ چونکہ وہ ہمت ہار چکا تھا ، اس لیے اس نے یہ بات نہ سنی ۔ جب قائد ہمت ہار جائے تو اطاعت کرنے والوں [۲۲٦] کی کیا گرفت کی جائے ۔ لوگوں نے علیحدگی اختیار کرنی شروع کر دی ۔ اور تعجب کی بات یہ ہے کہ دشمن بھی ہمت ہار چکا تھا کہ وہ کس طرح مظفر خاں سے

مقابلہ کرے کہ اچانک خان سپہ سالار نے فانی زندگی کو مردانہ موت پر ترجیح دی اور وہ ٹانڈہ میں آ کر قلعہ بند ہو گیا ۔

دشمن دلیر ہو گئے اور انھوں نے پیغام بھیجا کہ جان بخشی کی جائے ، حجاز جانے کی اجازت دی جائے اور مال کا تیسرا حصہ ملے ۔ اسی درمیان میں مرزا شرف الدین حسن قید سے بھاگ کر (دشمنوں سے جا ملا) اور اس نے مظفر خاں کی پریشانی دسمنوں کو بتلا دی ۔ وہ اور اکڑ گئے اور قلعے کے اوپر چڑھ گئے ۔ انھوں نے مظفر خاں کو جو اپنے غلاموں کے ساتھ جان دینے کو تیار تھا ، قید کر لیا اور ماہ ربیع الاول ۹۸۸ھ (اپریل مئی ۱۵۸۰ء) میں (مظفر خاں کو) ختم کر دیا ۔ آگرہ کی جامع مسجد جو کٹرہ میاں رفیق میں واقع ہے ، وہ مظفر خاں ہی کی بنوائی ہوئی ہے ۔

۷۴

میر معز الملک اکبری

موسوی سید ہے اور مشہد مقدس کے اکابر میں سے ہے ۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں تین ہزاری امیروں میں سے تھا اور شاہی خدمات انجام دینے کے اعتبار سے وہ اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھا ۔ دسویں سال جلوس اکبری ۹۷۳ھ (۶۶-۱۵۶۵ء) میں اکبر بادشاہ خان زماں کی تنبیہ کے لیے جونپور کی طرف متوجہ ہوا ۔ اس (خان زماں) نے اپنے بھائی بہادر خاں کو سکندر خاں اوزبک کے ساتھ ، اپنے سے علیحدہ کر کے [۲۲ے] سروار کی طرف بھیج دیا تاکہ وہ اس علاقے کو تاخت و تاراج کرے اور وہاں فساد برپا کرے ۔ بادشاہ کے حضور سے امرا کی ایک جماعت میر معز الملک کی سرداری میں اس (بہادر خاں) کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوئی ۔ فتنہ پرداز اس فوج کی آمد آمد سے ہمت ہار بیٹھے ، مکر و فریب کی راہ اختیار کی اور پیغام بھیجا کہ یہ کب ممکن ہے کہ ہم بادشاہی لشکر کے مقابلے میں جنگ کے لیے آمادہ ہوں ۔ استدعا ہے کہ آپ ہمارے خطاؤں کی معافی کا سبب بن جائیں ۔ مشہور ہاتھی کہ جو ہم نے حاصل کیے ہیں ، بادشاہ کے حضور میں بھیجتے ہیں اور جب

(شاہی) مہربانیوں سے ہمارے جرائم معاف ہو جائیں تو حضور میں عذر خواہی کے لیے سجدہ ریز ہوں ۔ میر نے جواب میں لکھا کہ تمھارے گناہ ایسے نہیں ہیں کہ تلوار کے سوا (کسی دوسرے طریقے سے) صاف ہو سکیں ۔ بہادر خاں نے اس کے باوجود منت سماجت کا سلسلہ برقرار رکھا اور پیغام بھیجا کہ اگر تجویز ہو تو ایک دوسرے سے مل لیں تو کچھ باتیں وقت کی مناسبت سے بالمشافہ کر لیں ۔ میر (معز الملک) چند آدمیوں کے ہمراہ لشکر سے نکل آیا ۔ بہادر خاں بھی اپنی طرف سے چند آدمیوں کو لے کر آ گیا اور بہت سے معاملات طرفین سے زیر بحث آئے ۔

چونکہ دشمنی کے آثار ان سرکشوں کی پیشانی سے ظاہر تھے، لہٰذا صلح نہ ہو سکی ۔ اکبر بادشاہ نے اس ماجرے کو سننے کے بعد لشکر خاں اور راجا ٹوڈرمل کو بھی شاہی لشکر میں بھیج دیا کہ جنگ اور صلح میں سے [۲۲۸] جو کچھ مصلحت وقت سمجھیں عمل میں لائیں ۔ وہ لوگ بھی میر معز الملک کے پاس آ گئے ۔ انھوں نے فتنہ پردازوں کو پیغام بھیجا کہ جو کچھ تم نے عقیدت و اخلاص کی گفتگو کی ہے اگر اس میں صداقت و حقیقت ہے تو اطمینان کے ساتھ شاہی آستانے پر حاضر ہو جاؤ ورنہ جنگ کے لیے آمادہ ہو جاؤ ۔ چونکہ مطمئن نہ تھے، لہٰذا انھوں نے بات نہ مانی ۔

میر (معز الملک) جنگ میں بہت مبالغہ کرتا تھا اور غرور کی وجہ سے بہت غضبناک تھا ۔ باوجودیکہ اس نے سنا تھا کہ خان زماں از سر نو معافی کا خواستگار ہے مگر اس نے جنگ کی تیاری کر دی اور خیر آباد کے قریب مخالفین سے بھڑ گیا ۔ سکندر خاں اوزبک کا بھتیجا محمد یار کہ جو باغی جماعت کا مقدمۃ الجیش تھا ، شاہی لشکر کے حملے میں مارا گیا ۔ سکندر خاں جو پیچھے سے فوج لے کر آ رہا تھا اور جنگ کے لیے تیار تھا ، لڑائی سے منہ پھیر گیا اور بھاگ کھڑا ہوا ۔

فتح مند فوج نے اسکندر خاں کے فرار کو جنگ کا خاتمہ سمجھ لیا اور لوٹ مار میں مشغول ہو گئی ۔ بہادر خاں کہ جو ایک جماعت کے ساتھ گھات میں بیٹھا ہوا تھا ، اس ہنگامے میں بائیں طرف کی فوج (شاہی) پر ٹوٹ پڑا ، مقابلہ ہوا ۔ شاہ بداغ خاں گھوڑے سے گر پڑا اور دشمن نے اس کو

قید کر لیا ۔ کچھ لوگوں نے روسیاہی کو پسند کیا اور دشمن سے مل گئے ۔ بہادر خاں نے ادھر کی فوج کو ہٹا کر شاہی لشکر کے قلب پر حملہ کردیا ۔ انھوں نے [۲۲۹] بغیر مقابلہ کیے ہوئے ہمت ہار دی اور بھاگ گئے ۔ کچھ لوگ منافقت اور نمک حرامی سے کنارہ کش ہو گئے ۔ اہل نفاق کی نحوست بلکہ سردار لشکر کے تکبر و غرور کی شامت سے فتح ، شکست میں بدل گئی ۔ ہرچند راجا ٹوڈرمل دوسرے امرا کے ہمراہ اکٹھا ہو کر میدان میں جما رہا لیکن چونکہ لشکر منتشر ہوگیا تھا ، لٰہذا کوئی فائدہ نہ ہوا ۔ اس کے بعد جب بہار کے صوبے پر شاہی قبضہ ہو گیا تو پرگنہ آرہ[1] اور اس کے مضافات میر (معز الملک) کی جاگیر میں مقرر ہوئے ۔

چوبیسویں سال جلوس اکبری میں بہار کے امیروں نے کہ ان کی جماعت کا سردار پٹنہ کا جاگیردار معصوم خاں کابلی تھا ، اپنی بد باطنی اور کج فہمی سے مخالفت کا ارادہ کیا تو انھوں نے میر معزالملک کو اس کے چھوٹے بھائی میر علی اکبر کے ساتھ چکنی چپڑی باتیں بنا کر اپنے ساتھ ملا لیا اور سرکشی کر دی ۔ لیکن وہ دونوں بھائی کچھ دنوں ان کے ساتھ رہ کر علیحدہ ہو گئے ۔ میر معز الملک جونپور چلا گیا اور وہاں علم بغاوت بلند کیا اور بہت سے ناعاقبت اندیش سرکشوں کو اپنے ساتھ ملا لیا ۔ اسی لیے پچیسویں سال جلوس اکبری ۹۸۸ھ (۱۵۸۰ء) میں بادشاہ کے حضور سے مانکپور کے جاگیر دار اسد خاں ترکمان کو حکم پہنچا کہ اس علاقے میں جا کر اس بد نصیب (معز الملک) کو دوسرے سرکشوں کے ساتھ کہ جنھوں نے اس کی موافقت کر لی ہے ، ہمارے حضور میں لائے ۔ اس نے [۲۳۰] (شاہی) حکم کی تعمیل کی اور ان کو گرفتار کر کے دریا کے راستے سے بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا ۔ قصبہ اٹاوہ کے قریب میر (معز الملک) کی کشتی دریائے جمنا کی لہروں میں ڈوب گئی ۔

۱- آرہ - (پ)

۷۵

میر علی اکبر موسوی

میر معز الملک مشہدی کا چھوٹا بھائی ہے - وہ بھی اکبر بادشاہ کے عہد میں تین ہزاری منصب پر سرفراز ہوا اور اپنے بڑے بھائی کے ساتھ شاہی خدمات انجام دینے میں شریک و سہیم رہا - بائیسویں سال جلوس اکبری میں میر (علی اکبر) نے بادشاہ کا مولود نامہ (پیدائش کے حالات) قاضی غیاث‌الدین جامی کے ہاتھ کا لکھا ہؤا کہ جو نہایت فاضل اور بزرگ شخص تھے، اور کچھ دنوں ہمایوں کے زمانے میں صدارت کے منصب پر بھی رہے تھے، بادشاہ کے حضور میں پیش کیا - کہ (اکبر کی) پیدائش کی رات کو ہمایوں بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالیٰ نے اس کو ایک فرزند عطا فرمایا ہے اور اس کا نام جلال الدین محمد اکبر رکھا گیا ہے - (اکبر) بادشاہ نے اس (مولود نامہ) کو دیکھ کر بڑی خوشی کا اظہار کیا اور اس مولود نامہ کے صلے میں مرزا کو شاہی عنایات سے نوازا اور پرگنہ ندیہ[۱] انعام میں مرحمت فرمایا -

جب اس کے بھائی میر (معزالملک) نے بہار میں جاگیر پائی تو اس کو بھی بھائی کے ساتھ شریک کر دیا -

چوبیسویں سال جلوس اکبری میں بہار کے اکثر امرا نے اپنی بدباطنی سے بغاوت کا راستہ اختیار کیا - پہلے تو یہ دونوں بھائی ان سرکشوں سے مل گئے لیکن پھر دور اندیشی سے [۲۳۱] الگ ہو گئے اور معزالملک جونپور کو چلا گیا - وہ زمانیہ میں کہ جو غازی‌پور سے چھ کوس کے فاصلے پر واقع ہے، ٹھہر گیا - وہ ہمیشہ پیغام بھیجنے اور باتیں بنانے کے ساتھ فتنے برپا کرتا رہتا تھا -

جب پچیسویں سال جلوس اکبری میں اس کے بھائی کی کشتی دریائے

۱- بیوریج کے خیال میں یہ ندینہ یا نگینہ ہونا چاہیے -

جمنا میں ڈوب گئی تو بادشاہ کے حضور سے خان اعظم کے نام کہ جو صوبۂ بنگال و بہار کے انتظام پر مامور تھا ، ایک حکم پہنچا کہ اس (علی اکبر) کو قید کر کے اور زنجیریں پہنا کر حضور میں بھیج دیا جائے ۔ اس نے کوکلتاش (خان اعظم) سے خوشامد اور چاپلوسی شروع کر دی ۔ چونکہ وہ (خان اعظم) تجربہ کار عامل تھا ، اس کے باتیں بنانے سے کچھ حاصل نہ ہوا ، شاہی محافظوں نے اس کو بادشاہ کے حضور میں حاضر کر دیا ۔ بادشاہ نے از راہ مہربانی موت کا حکم نہیں دیا بلکہ قید خانے میں بھیج دیا ۔

۷۶

میرزا شرف الدین حسین احراری

خواجہ معین ولد خواجہ خاوند محمود کا لڑکا ہے اور وہ خواجہ کلاں مشہور بہ خواجگان خواجہ بن بزرگ خواجہ ناصر الدین عبیداللہ احرار کا لڑکا ہے ، قدس سرہ ۔ خواجہ کلاں ظاہری اور باطنی علوم سے آراستہ تھے ۔ وہ اپنے باپ کے حکم سے موضع درسین میں کہ جو سمرقند کا ایک محلہ ہے ، رہتے تھے اور شاہی بیگ خان کے غلبے کے زمانے میں وہ اندجان کو ہجرت کر گئے ۔ ۹۰۵ھ (۱۴۹۹-۱۵۰۰ء) میں ان کا انتقال ہو گیا ۔ ان کے جنازے کو تاشکند لا کر [۲۳۲] ان کی ماں کے پہلو میں دفن کیا ۔

سید تقی‌الدین محمد کرمانی کی لڑکی کے بطن سے ان کے تین لڑکے پیدا ہوئے : خواجہ نظام‌الدین عبدالہادی ، خواجہ خاوند محمود اور خواجہ عبدالخالق ۔ اس عفت مآب (خاتون) کے انتقال کے بعد انھوں (خواجہ کلاں) نے شیخ‌الاسلام خواجہ عصام‌الدین کے بھائی خواجہ محمد نظام کی لڑکی کے ساتھ ،کہ فقہ کی کتاب ہدایہ کے مصنف مولانا برہان‌الدین علی تک چار واسطوں سے ان کا سلسلۂ نسب پہنچتا ہے ، نکاح کر لیا ۔ اس سے بھی تین لڑکے پیدا ہوئے ۔ خواجہ عبدالعلیم ، خواجہ عبدالشہید اور خواجہ ابوالفیض ۔ ترکی لونڈی سے بھی ایک لڑکا تھا ، اس کا نام خواجہ محمد یوسف تھا ۔

بالآخر خواجہ خاوند محمود تصوف و سلوک سے فارغ ہونے کے بعد حج کو گئے اور پھر عراق و فارس پہنچے اور بہت دنوں تک انھوں نے مولانا جلال‌الدین محمد سے استفادہ کیا ۔ اور مولانا عمادالدین محمود طبیب سے علم طب پڑھا ۔ اپنی ذاتی قابلیت کی بنا پر بڑی ترقی کی ۔ پھر سمرقند لوٹ آئے اور مخلوں کے ارادے میں مشغول ہو گئے ۔ جب وہ ہندوستان آئے تو ہمایوں بادشاہ نے ان کی نہایت تعظیم و تکریم کی اور (ان سے) ارادت کا اظہار کیا ۔ پھر وہ کسی وجہ سے کابل چلے گئے اور وہیں فوت ہو گئے ۔

خواجہ معین نے اپنے باپ کی زندگی میں کاشغر جا کر وہاں کے حاکم عبداللہ خان کے پاس خاصا اعتبار پیدا کر لیا [۲۳۳] اور دریائے یشم (کہ جس سے سنگ یشم برآمد ہوتا تھا) کی آمدنی (پیداوار) اس کو مقرر ہو گئی ۔ چونکہ خواجہ زادہ علم معاش میں بہت ہوشیار تھا ، لہٰذا اس نے اس کا ایسا انتظام کیا کہ کوئی شخص خواب میں بھی (سنگ) یشم نہیں دیکھ سکتا تھا ۔ لوگ (اس سے) گراں قیمت پر خریدتے تھے ۔ اس طرح وہ بہت مالدار ہو گیا ، لیکن وہ بڑا بخیل اور کنجوس تھا ۔ مرزا شرف‌الدین باپ سے آزردہ خاطر رہتا تھا ۔

جب ہمایوں نے ہندوستان پر چڑھائی کی تو اس نے کاشغر کے والی عبداللہ خاں کے پاس خواجہ عبدالہادی کے پوتے خواجہ عبدالباری کو بھیجا کیونکہ وہ ہمیشہ قرابت و خلوص کا اظہار کرتا تھا ۔ اس تقریب سے خان کاشغر (عبدالرشید خان) نے (مرزا شرف‌الدین حسین) کو (خواجہ عبدالباری کے) ہمراہ بھیج دیا تاکہ وہ ہمایوں بادشاہ کی تعزیت اور اکبر بادشاہ کی تخت نشینی کی مبارک باد کے مراسم ادا کرے ۔ پہلے سال جلوس اکبری میں وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ ماہم انگہ اور ادھم خان کی کوشش سے تھوڑے دنوں میں امارت کے درجے پر فائز ہوا اور پنج ہزاری منصب اور اجمیر و ناگور کی جاگیرداری ملی ۔ اس نے نہایت شجاعت اور کارگزاری کا مظاہرہ کرکے اس علاقے کے سرکشوں اور باغیوں کو ختم کر دیا ۔

چونکہ مرزا (شرف‌الدین حسین) کی ماں کچک بیگم ، میر علاؤالملک

ترمذی کی بیٹی ہے ، وہ سلطان ابو سعید مرزا کی لڑکی فخر جہاں بیگم کے بطن سے پیدا ہوئی ، [۲۳۴] اس لیے اکبر بادشاہ نے پانچویں سال جلوس اکبری میں اپنی بہن بخشی بانو بیگم کی شادی اس (مرزا شرف الدین حسین) کے ساتھ کر دی اور اس کے مرتبہ کو بلند کیا ۔ جب ساتویں سال جلوس اکبری میں شاہی جھنڈے اجمیر میں لہرائے تو وہاں مرزا بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا ۔ وہ قلعہ میرٹھ کی تسخیر کے لیے مقرر ہوا کہ جو رائے مالدیو راٹھور سے متعلق تھا اور وہ ہندوستان کے راجاؤں اور سرداروں میں نام اور مرتبے کے اعتبار سے امتیاز رکھتا تھا ۔ راجا کے امیروں میں سے جگ مال اور دیوی داس کہ جو اس قلعے کی حفاظت پر مقرر تھے ، قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے اور طویل محاصرے کے بعد صلح پر آمادہ ہوئے ۔ شرط یہ قرار پائی کہ سپاہی ، گھوڑے کے سوا اور کوئی چیز قلعے سے نہ لے جائیں ۔ جگ مال اسی طریقے پر قلعے سے نکل آیا اور دیوی داس اپنا سارا مال و اسباب جلا کر پانسو سواروں کے ساتھ قلعے سے باہر نکلا ۔ مرزا کو جب معلوم ہوا تو وہ لڑائی کے لیے آمادہ ہو گیا ۔ ایک سخت لڑائی ہوئی ۔ دیوی داس مارا گیا ، اور بعض کہتے ہیں کہ وہ زخمی ہو کر بھاگ گیا ۔ چنانچہ ایک آدمی نے کچھ دنوں کے بعد خود کو دیوی داس مشہور کر دیا ۔ کچھ لوگوں نے اس کی تکذیب کی اور بعض نے مان لیا ، یہاں تک کہ وہ (بھی) ایک لڑائی میں مارا گیا ۔

جب خواجہ معین نے اپنے بیٹے (مرزا شرف‌الدین حسین) کے اعزاز اور ترقی دولت کا حال سنا تو وہ آٹھویں سال جلوس اکبری میں ابوالخیر خاں سے بسلسلۂ تقریب حج ، اجازت لے کر کاشغر سے ہندوستان آیا ۔ مرزا ناگور سے باپ کے استقبال کے لیے دوڑا ہوا گیا اور بادشاہ کے حضور میں لایا ۔ بادشاہ خود استقبال کرکے خواجہ (معین) کو نہایت اعزاز کے ساتھ آگرہ لایا [۲۳۵] ۔

پرانی رسم ہے کہ جب کسی کا نصیبہ خراب ہوتا ہے اور زمانہ کینہ پروری کرتا ہے تو اس کی عقل زائل ہو جاتی ہے ؛ وہ نقصان کو نفع سمجھتا ہے اور برائی کو اچھائی خیال کرتا ہے ۔

بیت

چو تیرہ شود مرد را روز گار
ہماں می کنند کش نیاید نکار

چنانچہ مرزا (شرف‌الدین حسین) کے حالات اس کے شاہد ہیں کہ بادشاہ کی ان تمام عنایات کی اس نے قدر نہیں کی اور اسی سال کسی وجہ سے یا بیجا وہم کی بنا پر یا اپنی بدطینتی سے کہ جو اس کے خمیر میں تھی ، اس نے فتنہ انگیزی کا خیال کیا اور آگرہ سے اجمیر کی طرف بھاگ گیا ۔ (کسی نے) ''شش صفر'' اس کی تاریخ نکالی ہے ۔ بادشاہ کو اس کی بیوقوفی اور خوف سے نہایت تعجب ہوا ۔ اور اس نے حسین قلی خاں کو امرا کی ایک جماعت کے ساتھ تعاقب پر مقرر کر دیا ۔ مرزا (شرف‌الدین حسین) کہیں بھی نہ ٹک سکا اور شاہی علاقے سے باہر نکل بھاگا ۔ خواجہ معین اپنے لڑکے کی اس نازیبا حرکت سے ، اگرچہ اس کی تعظیم و تکریم میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی ، کچھ مدت تک شرم سار اور خجالت‌زدہ رہا اور پھر حجاز کے لیے چلا گیا ۔ بندر کھنبایت پر پہنچ کر اس نے عالم بقا کی راہ لی ۔ اس کے جنازے کے صندوق کو جہاز میں رکھ کر فتحی روانہ کر دیا لیکن جہاز دریا میں ڈوب گیا [۲۳۶] ۔

مرزا شرف الدین کچھ دنوں تک جنگل میں بھٹکتا رہا ؛ پھر اس نے چنگیز خاں گجراتی کے پاس پناہ لی ۔ اس کے بعد باغی مرزاؤں کے پاس پہنچ گیا ۔ پھر خاندیس کے حاکم کی رفاقت اختیار کر لی اور وہاں سے تباہ و برباد ہو کر محمد حسین مرزا کے پاس لوٹ کر آیا ۔ چونکہ زمانہ اس کے موافق نہیں تھا لہٰذا کہیں بھی عمل دخل نہ ہو سکا ۔ جب گجرات کے علاقے پر بادشاہی قبضہ ہو گیا تو اس کے بعد وہ دکن کو بھاگ گیا اور سرزمین بکلانہ میں پہنچا ۔ وہاں کے زمیندار بھرجی نے اس کو قید کر کے اکبر بادشاہ کے پاس اس وقت بھیجا جب کہ سورت کا قلعہ فتح ہوا تھا ۔

۱- ۶ صفر ۹۷۰ھ (۵ اکتوبر ۱۵۶۲ء) ۔

بادشاہ کے سامنے وہ پیس ہوا ۔ اکبر نے مرزا کو ایسے ہاتھی کے سامنے ڈلوایا کہ جو آدم کس نہیں تھا اور پھر اسے قید خانے میں بھیج دیا ۔

کچھ عرصے کے بعد مرزا شرف الدین حسین کو بنگالہ کے صوبیدار مظفر خاں کے پاس بھیج دیا کہ اگر مرزا کے حالات سے ظاہر ہو کہ وہ اپنے کرتوت پر نادم ہے تو اس صوبے میں اس کے لیے کوئی جاگیر مقرر کر دی جائے ، ورنہ اس کو حجاز بھیج دیا جائے ۔ چونکہ اس نے ندامت کا اظہار نہیں کیا ، لٰہذا مظفر خاں نے حجاز جانے کے موسم کے انتظار میں اس کو قید رکھا ۔ اس زمانے میں معصوم خاں کابلی نے صوبہ بہار میں بغاوت کردی اور وہ بابا خاں قاقشال وغیرہ کے پاس آ کر ان سے مل گیا کہ جنھوں نے بنگالہ میں فساد برپا کر رکھا تھا اور ان لوگوں نے ٹانڈہ میں مظفر خاں کا محاصرہ کر لیا ۔ مرزا (شرف الدین حسین احراری) قلعے سے بھاگ کر ان (باغیوں) سے مل گیا ۔ وہ لوگ مظفر خاں پر غالب آ گئے ۔ مرزا کو اس (مظفر خاں) کے دفینوں کا علم تھا ، لٰہذا اس نے (ان دفینوں پر) قبضہ کر لیا اور اپنی حیثیت بنا لی ۔ [۲۳۷] اگرچہ کام معصوم خاں کے ذمے تھے مگر سردار مرزا ہی تھا ۔ جب بنگالہ کے باغی امیروں میں اختلاف پڑ گیا تو معصوم خاں بہار چلا گیا ۔ لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ ایک عمدہ فوج کے ساتھ مرزا عزیز کوکہ اور شہباز خاں آ رہے ہیں تو وہ (معصوم خاں) بھاگ کر بنگالہ آ گیا ۔ مرزا (شرف الدین حسین) اور معصوم خاں کے درمیان تفرقہ پڑ گیا اور ان میں سے ہر ایک ، ایک دوسرے کی گھات میں رہنے لگا ۔ یہاں تک کہ معصوم خاں نے محمود لڑکے کو کہ جو مرزا (شرف الدین حسین) کا منظور نظر تھا ، روپیہ دے کر توڑ لیا اور اس (لڑکے) نے اس (معصوم خاں) کے کہنے کے مطابق زہر کا ملا ہوا آب خشخاش مرزا کو پینے کو دے دیا ۔ (جس سے مرزا) پچیسویں سال جلوس اکبری ، ۹۸۸ھ (۱۵۸۰ء) میں فوت ہو گیا ۔

۷۷

محب علی خاں

میر نظام‌الدین علی خلیفہ کا لڑکا ہے کہ جو بابر بادشاہ کا رکن السلطنت
ملازمت کی قدامت ، رازداری کی کثرت ، عقل کی پختگی ، تدبیر کی
ت ، شجاعت و کارگزاری کی بہتات کی وجہ سے اس عالی ہمت بادشاہ
کی نظر میں وہ بڑا مرتبہ رکھتا تھا ۔ فضائل اور کسبی کمالات
ماً طب میں وہ دستگاہ رکھتا تھا ۔ بعض امور کی بنا پر کہ جو دنیوی
ت میں ضرور واقع ہوتے ہیں ، وہ ہمایوں سے خوف زدہ تھا اور اس کی
ے سے راضی نہ تھا ، بادشاہ (بابر) نے اپنے مرنے کے زمانے میں
، ہمایوں کی تخت نشینی [۲۲۸] کی تصریح کر دی تھی مگر میر خلیفہ
تھا کہ وہ بابر کے داماد مہدی خواجہ کو بادشاہ بنائے کیونکہ وہ
ی خواجہ) بخشش کرنے والا اور سخی تھا اور اس سے محبت کرتا
چنانچہ یہ فیصلہ لوگوں میں نشر ہو گیا ۔ خواجہ (مہدی) نے بھی
، طریقے اختیار کر لیے[1] ۔

اتفاق کی بات کہ ایک دن اس زمانے میں میر خلیفہ ، مہدی خواجہ
اتھ خیمے میں تھا ، جب میر باہر چلا گیا تو خواجہ نے کہ جو جنون
یفت سے خالی نہ تھا ، اس بات سے بے خبر ہو کر کہ کوئی اور بھی
د ہے ، بے اختیار اپنا ہاتھ داڑھی پر پھیرا اور کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ
یری کھال کھینچوں گا ۔ اچانک اس کی نگاہ خواجہ نظام الدین بخشی
باپ محمد مقیم ہروی پر پڑی کہ اس زمانے میں دیوان بیوتات تھا اور

۱۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ ، جلد اول ، ص ۱۱۷ ۔ طبقات اکبری ، جلد
، ص ۲۸-۲۹ ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ میر خلیفہ نے خواجہ مہدی
بائے بابر کے سب سے بڑے داماد محمد زمان مرزا کو تخت نشین کرنا
تھا ۔ دیکھیے ہمایوں بادشاہ ، از بنرجی ، ص ۱۷-۲۶ ۔ (م)

خیمے کے ایک کونے میں کھڑا ہوا تھا ۔ خواجہ کا رنگ اڑ گیا ؛ اس نے اس کے کان کھینچ کر کہا کہ اے تاجیک ! ع

زبان سرخ سرسبز می دہد برباد

محمد مقیم خاں نے اسی وقت یہ بات میر خلیفہ کو پہنچا دی کہ یہ بد اندیشی کا نتیجہ ہے کہ تم چاہتے ہو کہ حکومت دوسرے خاندان میں منتقل ہو جائے ۔ میر خلیفہ اس نامناسب خیال سے باز آیا اور لوگوں سے منع کر دیا کہ کوئی آدمی خواجہ کے مکان پر نہ جاوے ۔ بابر کے مرنے کے بعد ، ہمایوں بادشاہ کو تخت سلطنت پر بٹھایا [۲۳۹] ۔

محب علی خاں نے پھر بابر اور ہمایوں کے زمانے میں لڑائیوں میں بہادری دکھائی ۔ اس کی بیوی ناہید بیگم ہے اور یہ ناہید بیگم قاسم کوکہ کی لڑکی ہے کہ جس نے اخلاص کی وجہ سے عبید اللہ خاں اوزبک[1] کی لڑائی میں کہ جب بابر بادشاہ دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا ، آگے بڑھ کر کہا کہ بادشاہ میں ہوں میرے اس نوکر کو کیوں گرفتار کر لیا ہے ؟ دشمنوں نے اس کو بھی ختم کر دیا ۔ بادشاہ (بابر) نے اس جانکاہ خطرے سے رہائی پائی اور (بابر) اس کے اہل و عیال پر ہمیشہ عنایات اور مہربانیاں کرتا تھا ۔

۹۷۵ھ (۱۵۶۸ء) میں ناہید بیگم اپنی والدہ حاجی بیگم سے ملاقات کے لیے ٹھٹہ روانہ ہوئی کہ جو (حاجی بیگم) امیر ذوالنون کے لڑکے مرزا مقیم کی لڑکی تھی اور قاسم خاں کوکہ کے انتقال کے بعد مرزا حسن کی زوجیت میں گئی اور اس کے بعد ٹھٹہ کے حاکم مرزا عیسیٰ ترخان کے نکاح میں آئی ۔ اتفاق سے بیگم (ناہید) کے پہنچنے سے پہلے مرزا (عیسیٰ ترخان) کا انتقال ہو گیا اور اس کا لڑکا محمد باقی وہاں کا حاکم قرار پایا ۔ اس نے بیگم (ناہید) کے ساتھ کوئی سلوک نہیں کیا اور وہ حاجی بیگم کے ساتھ بھی بد سلوکی سے پیش آیا ۔ حاجی بیگم نے کچھ بد قماش لوگوں کے ساتھ مل کر محمد باقی کو قید کرنا چاہا ؛ اس کو خبر ہو گئی اس نے

۱۔ متن میں عبداللہ خاں لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے ۔ (پ)

حاجی بیگم کو قید کر دیا ، یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئی ۔ ناہید بیگم بہادری اور تدبیر سے اس علاقے سے نکل آئی اور جب وہ بھکر پہنچی تو وہاں کے حاکم سلطان محمود [۲۴۰] نے اس سے موافقت کر لی اور کہا کہ اگر محب علی خاں اس علاقے میں آ جائے تو میں ٹھٹہ پر قبضہ کر کے دے دوں ۔ بیگم نے اس کی عارضی مدارات کو صحیح سمجھا اور جب وہ ہندوستان پہنچی تو اس نے اس سلسلے میں اکبر بادشاہ سے حد سے زیادہ مبالغہ کیا ۔

بادشاہ (اکبر) نے سولھویں سال جلوس ۹۷۸ھ (۱۵۷۰ء) میں محب علی خاں کو کہ جو ایک زمانے سے نوکری چھوڑ چکا تھا ، علم و نقارہ مرحمت فرمایا اور خرچ کے واسطے پانچ لاکھ ٹکے ملتان سے دلوائے ؛ اس صوبے کو اس کی جاگیر میں مقرر کیا ، اور اس کے نواسے مجاہد خاں کو جو بہادر اور شجاع جوان تھا ، ہمراہ کر کے اس طرف بھیج دیا ۔ ملتان کے حاکم سعید خاں کو لکھا کہ وہ اس کا مددگار رہے ۔ خان مذکور (محب علی خاں) نے ملتان پہنچنے کے بعد محمود خاں کے وعدوں پر اعتماد کیا اور (سعید خاں) سے مدد نہ ملی اور اس جماعت کے ساتھ کہ جس کو اس نے جمع کیا تھا ، بھکر روانہ ہو گیا ۔ جب وہ قریب پہنچا تو اس نے سلطان محمود کو پیغام بھیجا کہ ایک بات زبان سے نکل گئی تھی مگر میں اس معاملہ میں ساتھ نہ دے سکوں گا ۔ یا تو واپس چلے جاؤ یا جیسلمیر کے راستے اس ملک (ٹھٹہ) میں داخل ہو جاؤ ۔

چونکہ محب علی خاں کو واپس ہو لوٹنا نہیں تھا ، مجبوراً اس نے ان لوگوں کے ساتھ کہ جو دو سو سے زیادہ نہیں تھے ۔ [۲۴۱] بھکر کے فتح کرنے کا ارادہ کیا ۔ سلطان محمود نے دس ہزار کے قریب آدمی درست کر کے پہلے سے قلعہ ماتھیلہ کے حدود میں بھیج دیے ۔ خدا تعالیٰ کی مدد سے اس تھوڑے سے گروہ نے ان (دس ہزار) کو شکست دے دی ۔ شکست خوردہ (سپاہی) قلعہ مذکور (ماتھیلہ) میں قلعہ بند ہو گئے ۔ اس نے محاصرے کے بعد اس قلعہ کو فتح کر لیا اور کسی قدر اطمینان کا سامان فراہم کر لیا ۔ پھر وہ بھکر کی طرف متوجہ ہوا ۔ اور اتفاق ایسا ہوا کہ

دشمن کی جماعت میں تفرقہ پڑ گیا ۔ ان میں سے سلطان محمود کا خاصہ خیل مبارک خاں ، کہ جس پر سارے معاملے کا انحصار تھا ، ڈیڑھ ہزار سپاہیوں کے ساتھ آ کر محب علی خاں سے مل گیا ۔

اس واقعے کا ظاہری یہ سبب تھا کہ اس علاقے کے بدقماشوں نے اس (مبارک خاں) کے لڑکے بیگ اوغلی کے متعلق مشہور کر دیا کہ وہ سلطان (محمود) کی کسی عورت سے (ناجائز) تعلقات رکھتا ہے ۔ اس سادہ لوح (سلطان محمود) نے معاملے کی تحقیقات کیے بغیر اس (مبارک خاں) کے خاندان کی بربادی کا ارادہ کر لیا ۔ اس نے کہ وہ خلوص میں ثابت قدم نہ تھا ، اپنے ناموس کے خوف کی وجہ سے علیحدگی اختیار کر لی ۔ محب علی خاں نے اس کے مال و اسباب کے لالچ میں اس کو ختم کر دیا اور مزید قوت حاصل کر کے بھکر کا محاصرہ کر لیا ۔ یہ مہم تین سال تک جاری رہی ۔ قلعے میں قحط اور غلہ کی نایابی ہو گئی ۔ وبا پھیل گئی اور عجب اتفاق یہ ہوا کہ اس علاقے میں ورم کا مرض پیدا ہو گیا ۔ ہر آدمی سرس کے درخت کے بیج [۲۰۲] جوش کر کے پیتا تھا اور ٹھیک ہو جاتا تھا ۔ اس کو لوگ سونے کے مول خریدتے تھے ۔

آخر کار سلطان محمود نے اکبر بادشاہ سے درخواست کی کہ میں قلعے کو شاہزادہ سلطان سلیم کی نذر کرتا ہوں ؛ لیکن چونکہ میرے اور محب علی خاں کے درمیان نزاع ہے لہٰذا میں اس کے نقصان سے محفوظ نہیں ہوں ؛ کسی اور کو متعین کیا جائے تا کہ میں اس کو قلعہ سپرد کر کے حضور میں پہنچوں ۔ بادشاہ (اکبر) نے سلطان (محمود) کی درخواست پر میر گیسو بکاول بیگی کو نامزد کیا ۔ ابھی وہ (وہاں) پہنچا بھی نہیں تھا کہ سلطان بیمار ہوا اور مر گیا ۔

کہتے ہیں کہ محب علی خاں نے سلطان محمود کی بیماری کی خبر سن کر اس کو رقعہ لکھا کہ حاذق طبیب (میرے) ہمراہ ہے ، اگر کہو تو علاج کے لیے بھیج دوں ۔ سلطان نے اس رقعے پر لکھ دیا :

فرد

در دم نهفته به ز طبیبان مدعی
باشد که از خزانهٔ غیبش دوا کنند

جب میر گیسو اس علاقے میں پہنچا تو مجاہد خاں ، گنجابہ کے قلعے کے محاصرے میں مشغول تھا ۔ اس کی ماں سامعہ بیگم نے کہ جو محب علی خاں کی لڑکی تھی ، مرزا (میر گیسو) کے آنے کی بات سنا تو برہم ہوئی اور چند کشتیاں مقابلے کے لیے بھیج دیں اور (میر گیسو) کو مشکل میں ڈال دیا ۔ نزدیک تھا کہ میر گرفتار ہو جائے ۔ خواجہ مقیم ہروی نے کہ جو اس علاقے میں امین تھا ، محب علی خاں کو اس مخالفت سے باز رکھا [۲۴۳] ۔

میر گیسو ۹۸۱ھ (۷۴-۱۵۷۳ء) میں قلعہ (بھکر) پہنچا ۔ وہاں کے آدمیوں نے کہ جو اس کے مسخر تھے ، قلعے کی کنجیاں سپرد کر دیں ، لیکن محب علی خاں اور مجاہد خاں اپنی حماقت سے اس ملک کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے اور (بادشاہ کے) حکم کے بغیر وہاں رہنا بھی مشکل تھا ۔ محب علی خاں مصلحت کی بنا پر چل دیا ۔ میرگیسو نے طے کیا کہ مجاہد خاں ٹھٹہ کی طرف جائے ، اور محب علی خاں اپنے اہل و عیال کے ساتھ قصبہ لوہری (روہڑی) میں ٹھہرے ۔ جب اس قرارداد پر عمل ہوا تو میر نے ایک بڑی جماعت کو کشتیوں میں بٹھا کر محب علی خاں کے اوپر یورش کر دی ۔ وہ مقابلے کی تاب نہ لا کر ماتھیلہ کی طرف چلا گیا ۔ سامعہ بیگم نے حویلی کو مضبوط کرکے ایک دن رات مقابلہ کیا ۔ اسی دوران میں مجاہد خاں فوج لے کر آ گیا ؛ (میر کے) آدمیوں کو شکست دی اور مزید تین ماہ تک دریا کے اس طرف (کے علاقے پر) قابض رہا ۔

جب بھکر ترسوں خاں کے لیے مقرر ہوا تو محب علی خاں بادشاہ کے حضور میں آیا ۔ اور اکیسویں سال جلوس اکبری میں محب علی خاں کو کہ جس کی پیشانی سے تجربے اور شناسائی کے آثار ظاہر تھے ، خلعت فاخرہ مرحمت ہوا اور (بادشاہ نے) اس کو اجازت دی کہ وہ ہمیشہ مخلوق کی حاجات اور جو بات مناسب سمجھے ، عرض کرے ۔ چونکہ محب علی خاں

صاحب شعور اور درست کارگزار تھا لہٰذا بادشاہ نے [۲۴۴] تیئیسویں سال جلوس اکبری میں چار بڑے کاموں سے ایک کو اختیار کرنے کا حکم دیا : (۱) میر عرضی کا منصب (۲) شاہی حرم کی نظامت (۳) کسی دور کے صوبے کی امارت (۴) شہر دہلی کی حکومت ۔ چونکہ وہ اب جسمانی اعتبار سے کمزور تھا لہٰذا انصاف کی رو سے بہ تعمیل ارشاد شاہی آخری خدمت (شہر دہلی کی حکومت) قبول کر لی ۔ ۹۸۹ھ (۱۵۸۱ء) میں دہلی کی حکومت کے زمانے میں اس کا انتقال ہو گیا ۔ اگرچہ طبقات اکبری کے مؤلف نے اس کو چار ہزاری لکھا ہے لیکن شیخ علامی (ابوالفضل) نے اس کا ذکر ہزاری منصبداروں میں کیا ہے ۔

بھکر کا قلعہ بہت قدیم زمانے کا بنا ہوا ہے ۔ پرانی کتابوں میں منصورہ لکھتے ہیں ۔ شمال کے چھ دریا اکٹھے ہو کر اس کے پاس سے گزرتے ہیں ۔ قصبے کی طرف سے دو حصے جنوب کو اور ایک حصہ شمال کو دریا بہتا ہے اور اس کے کنارے سکھر آباد ہے ۔ دوسرے ساحل پر دوسری بستی آباد ہے کہ جو لوہری (روہڑی) مشہور ہے ۔ یہ (شہر) ہمیشہ سندھ میں داخل رہے ہیں ۔

ٹھٹہ کے حاکم مرزا شاہ حسین ارغون نے قلعے کو از سر نو مستحکم کر کے اپنے کوکلتاش سلطان محمود کو وہاں کی حکومت سپرد کی ۔ اس کے مرنے کے بعد سلطان محمود نے کہ جو ظالم اور دیوانہ آدمی تھا ، بھکر میں ، اور مرزا عیسیٰ خاں ترخان نے ٹھٹہ میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا ۔ وہ دونوں کبھی صلح کے ساتھ اور کبھی دشمنی کے ساتھ رہتے تھے ۔ چونکہ بھکر پر ٹھٹہ سے پہلے اکبر بادشاہ کا قبضہ ہو گیا اس لیے وہ ملتان (کے صوبے) میں شامل ہو گیا [۲۴۵] ۔

۵۸

معصوم خاں فرنخودی

معین الدین خاں اکبری کا لڑکا ہے ۔ باپ کے مرنے کے بعد اس پر

بادشاہ کی مزید عنایت ہوئی اور وہ ایک ہزاری منصب پر سرفراز ہوا ۔ اس کو سرکار غازی پور کی جاگیرداری ملی ۔ جس زمانے میں کہ بنگال و بہار میں معصوم خاں کابلی اور بابا خاں قاقشال نے بغاوت و فساد برپا کر رکھا تھا وہ بظاہر راجا ٹوڈرمل کے ہمراہ (ان) سرکشوں کے تعاقب پر متوجہ ہوا اور خود سری اور خود رائی کے کام (بھی) کیے ۔ مرزا محمد حکیم کا پنجاب آنا اور اکبر بادشاہ کا ادھر متوجہ ہونا اسی کے خبث باطنی کی وجہ سے تھا ۔ اس نے نافرمانی اختیار کی اور جونپور کو ترسون خاں کے آدمیوں سے زبردستی چھین لیا ۔ چونکہ بچپن سے اس پر بادشاہ کی نوازشیں تھیں لہٰذا اکبر نے نہایت مہربانی فرمائی ۔ جونپور کو چھوڑنے کی شرط کے ساتھ اودھ اس کی جاگیر میں مقرر ہوا ۔ اس نے بظاہر تعمیل ارشاد کی اور وہ اودھ چلا گیا ، لیکن پوشیدہ طور سے بغاوت کے سامان مہیا کرنے میں مصروف رہا ۔ بادشاہ کے حضور سے شاہ قلی خاں محرم اور راجا بیربر اس کے سمجھانے کے لیے روانہ ہوئے ۔ اس بد دماغ نے شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر نا شائستہ گفتگو کی ۔ جب انھیں کام بنتا نظر نہیں آیا تو وہ واپس آ گئے ۔

شہباز خاں نے کہ جو بہار کے سرکشوں کی تادیب کے لیے مقرر ہوا تھا ، اس کے حالات سے آگاہ ہو کر [۲۴۶] چھبیسویں سال جلوس اکبری میں اس کی تنبیہ کا ارادہ کیا ۔ سلطان پور بلہری کے قریب میدان جنگ آراستہ ہوا ۔ معصوم خاں نے خود لشکر پر حملہ کیا اور جنگ چھڑ گئی ۔ شہباز خاں کے پاؤں اکھڑ گئے ، وہ بھاگ گیا اور وہ جونپور جا کر ٹھہرا کہ جو میدان جنگ سے تیس کوس کے فاصلے پر تھا ۔ اچانک تائید غیبی یہ ہوئی کہ معصوم خاں کے مارے جانے کی خبر مشہور ہو گئی اور اس کے آدمی بھاگنے لگے ۔ وہ میدان میں پہنچ کر حیرت میں پڑ گیا ۔ اسی دوران میں بائیں جانب کی شاہی فوج کہ سردار کے فرار سے آگاہ نہ تھی ، آ گئی ۔ (معصوم خاں) پریشان ہو گیا اور زخمی ہو کر اپنے ٹھکانے پر پہنچا ۔

جب اس کا ٹھکانا بادشاہی فوج نے لوٹ لیا تو وہ قصبہ اودھ کو بھاگ گیا ۔ شہباز خاں نے جونپور میں اپنی حیثیت درست کی اور از سر نو مقابلے کے لیے تیار ہوا ۔ اودھ سے سات کوس کے فاصلے پر مقابلہ ہوا ۔ وہ

ادبار زدہ (معصوم خان) پھر شکست کھا کر اودھ میں قلعہ بند ہو گیا ۔ عرب بہادر اور نیابت خان جو اس کے ورغلانے کا اصل سبب تھے ، اس سے الگ ہو گئے ۔ معصوم خان اپنے اہل و عیال اور مال چھوڑ کر بھاگ گیا ۔ داڑھی ، مونچھ اور بھوئیں منڈوا کر (قلندرانہ وضع سے) روپوش ہو گیا ۔ گوارچ کا زمیندار ، سابقہ تعارف کی بنا پر ، اس کو اپنے پڑاؤ پر لایا اور اس سے اس کے نقد و جنس کو چھین لیا ۔ وہ تباہ حالت میں دریائے سرو کو عبور کر کے اس علاقے کے زمیندار راجا ماں کے پاس پہنچا ۔ اس نے [۲۴۷] کچھ رہبر ساتھ کر دیے ۔ اس (راجا ماں) کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اس کے پاس جواہرات ہیں لہٰذا اس نے مار ڈالنے کا اشارہ کیا ۔ معصوم خان کو اندازہ ہو گیا ۔ معصوم خان نے ان نالائقوں کو روپیہ دے کر توڑ لیا اور وہ خود کسی گم نام جگہ چلا گیا ۔

اسی زمانے میں اس کے نوکروں میں سے ایک شخص مقصود نام اس کے پاس پہنچا اور اس نے اپنا سارا سرمایہ اس کو پیش کر دیا ۔ اس سرکش نے پھر بغاوت کا ارادہ کیا ۔ تھوڑی سی مدت میں آدمی جمع کر لیے اور شہر بہرائچ کو لوٹ لیا ۔ وزیر خان نے اس علاقے کے دوسرے جاگیرداروں کے ہمراہ اس سے لڑنے کا ارادہ کیا ۔ ایک مدت تک توپ اور بندوق چلتی رہی ۔ ایک رات کو معصوم خان اپنا پڑاؤ اور سامان چھوڑ کر بھاگ گیا اور پھر جالن پارا میں ظاہر ہوا اور آدمیوں کو جمع کیا ، قصبہ محمد پور کو لوٹ لیا اور جونپور کے لوٹنے کی فکر میں تھا کہ اس کے نواح کے جاگیردار اکھٹے ہو گئے ۔ جب اس فتنہ گر نے دیکھا کہ اس کا منصوبہ پورا نہیں ہوتا تو اس نے خان اعظم کوکہ کا دامن پکڑا ۔ اس نے بادشاہ کے حضور سے اس کے جرم معاف کرا کے مہسی کا علاقہ اس کی جاگیر میں مقرر کردیا ۔ نزدیک تھا کہ وہ پھر سر اٹھائے کہ مرزا کوکہ نے علاج کی (تدبیر) سوچی ۔ اس کو معلوم ہو گیا ۔ جب اس نے اپنے میں قوت نہ دیکھی تو بادشاہ کے حضور میں حاضری کی اجازت لے کر چل پڑا ۔

ستائیسویں سال جلوس آکبری میں آگرہ پہنچا اور مریم مکانی (اکبر بادشاہ کی والدہ) کی سفارش سے [۲۴۸] دوبارہ اس کی خطائیں معاف ہوئیں

اور اسی زمانے ۹۹۰ھ (۱۵۸۲ء) میں آدھی رات کو دربار سے اپنے گھر جا رہا تھا ، کچھ لوگوں نے اس پر حملہ کرکے اس کو ختم کر دیا ۔ ہر چند تفتیش کی گئی کچھ نتیجہ نہ نکلا ۔ اس وقت کے کچھ لوگ اس واقعہ کو بادشاہ کے اشارے پر محمول کرتے تھے ۔

۷۹

میر گیسو خراسانی

وہ اس علاقے (خراسان) کے سادات میں سے ہے ۔ خدمت کی قدامت اور راز داری کی خصوصیت کی وجہ سے اکبری عہد میں اس کا اعتماد زیادہ ہوگیا اور وہ نکاول بیگی کے منصب پر مقرر ہوا کہ جو مخلص معتمدوں کے سوا کسی اور کو نہیں ملتا تھا ۔ جب محب علی خاں میر خلیفہ نے اپنی ہمت سے بھکر کے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور اس نے محصورین (قلعہ) کی زندگیاں ان پر تنگ کر دیں ، جیسا کہ اس کے حالات میں گزر چکا ہے ، تو وہاں کے حاکم سلطان محمود نے اکبر بادشاہ کے حضور میں درخواست بھیجی کہ جو ہوا سو ہوا اور اب میں قلعے کو سپرد کرتا ہوں ؛ چونکہ میرے اور محب علی خاں کے درمیان جنگ ہو چکی ہے میں اس کی دشمنی سے محفوظ نہیں ہوں ۔ بادشاہ کے حضور سے کسی کو بھیج دیا جائے ۔ اکبر نے میر گیسو کو بھیج دیا کہ جو کارگزاری اور معاملہ شناسی کی صفات سے متصف تھا ۔ جب میر (گیسو) اس علاقے میں پہنچا [۲۴۹] تو محب علی خاں کے آدمیوں نے اس کا راستہ روک لیا ۔ قریب تھا کہ وہ گرفتار ہو جائے کہ خواجہ نظام الدین کے والد خواجہ مقیم ہروی نے کہ جو اس علاقے میں امین تھا ، محب علی خاں کو سمجھایا اور دشمنی سے باز رکھا ۔ قلعے کے لوگوں نے کہ جو میر (گیسو) کے انتظار میں تھے ، سلطان محمود کے فیصلے کے مطابق کہ وہ میر (گیسو) کے پہنچنے سے پہلے فوت ہو چکا تھا ، قلعے کی کنجیاں انیسویں سال جلوس اکبری ۹۸۲ھ (۷۵-۱۵۷۴ء) میں (اس کے) سپرد کر دیں ۔ اس طرح ایک آباد ملک اس کے قبضے میں

آ گیا - لیکن محب علی خاں اپنی خام خیالی سے اس ملک سے دست بردار نہیں ہوتا تھا ، بالآخر دونوں میں نزاع اور جنگ ہوئی -

جب اکبر بادشاہ کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے اس ولایت کی حکومت ترسون خاں کے لیے مقرر کی ، اور جب اس کے بھائی اس طرف گئے تو میر گسو نے کہ جو حکومت کا مزہ چکھ چکا تھا ، سرکشی اور بغاوت کا ارادہ کیا اور چاہا کہ قلعے کو مضبوط و مستحکم کرے لیکن پھر سوچ سمجھ کر اس خیال فاسد سے باز رہا اور اس ولایت کو چھوڑ کر بادشاہ کے حضور میں روانہ ہوا - اس کے بعد وہ میرٹھ ، اس کے اطراف کے محالات اور دہلی کے مضاف کی فوجداری پر مقرر ہوا - (یہ علاقے) دوآبے کے بہترین محالات ہیں اور دو آبے سے مراد دریائے گنگا و جمنا کے درمیان کا علاقہ ہے [۲۵۰] -

چونکہ ہمیشہ حرص اور لالچ کی وجہ سے نوکروں کے ساتھ تنخواہ پر جھگڑا ہوتا تھا اور آقا و سپاہی میں سے کوئی اپنا مفاد نہیں چھوڑتا تھا اور اٹھائیسویں سال جلوس اکبری ۹۹۱ھ (۱۵۸۳ء) میں میرٹھ میں اسی لین دین میں کم حیثیت سپاہیوں کے ساتھ جھگڑا ہو گیا - کچھ سپاہیوں کو اس نے ذلت اور رسوائی سے اپنے گھر سے نکال دیا - صبح کو کہ عید الفطر کا دن تھا ، وہ شراب سے مدہوش عید گاہ کو گیا - ان سابق فتنہ پردازوں میں سے کچھ خوشامد کے لیے آئے - اس نے شراب کے نشے میں التفات نہیں کیا اور ان کو سرزنش کی - ان سرکشوں نے اطاعت سے روگردانی کر کے بغاوت کر دی - میر نے غضب ناک ہو کر ان کے پڑاؤ کا رخ کیا اور اس کو آگ لگا دی - انھوں نے بھی مقابلہ کیا - اس کے ساتھیوں نے (مقابلے میں) بے دلی دکھائی اور میر (گیسو) کا خاتمہ ہو گیا - انھوں (سپاہیوں) نے اپنی خباثت کی وجہ سے اس کے جسم کو جلا کر راکھ کر دیا - اکبر بادشاہ کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو وہ سخت غضبناک ہوا اور ان (سپاہیوں) میں سے بہت سوں کو قتل کرا دیا -

اس کا لڑکا میر جلال الدین مسعود کہ جو منصب دار تھا ، تیسرے سال جلوس جہانگیری میں فوت ہو گیا - جب اس کی ماں نے اس کے مرنے

کے وقت اندازہ لگا لیا کہ وہ موت سے جان بر نہ ہو سکے گا تو محبت اور دل بستگی سے مجبور ہو کر اس نے افیون کھا لی ۔ اور بیٹے کے مرنے کے ایک دو گھنٹے بعد [۲۵۱] وہ بھی مر گئی ۔

زندہ عورت کا مردہ سوہر کے ساتھ جل جانا ہندوستان میں اکثر ہوتا ہے لیکن بیٹے کی محبت میں ماں کا جان دے دینا ایک عجیب بات تھی ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس (بیوی کے جلنے) کو اس (ماں کے جان دینے) سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے ۔ پہلی صورت میں تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بغیر محبت اور شیفتگی کے بطور رسم (جلنا) بھی ضروری ہوتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ راجاؤں کے مرنے پر دس اور بیس عورت مرد آگ میں جل مرتے ہیں ۔

۸۰

مخدوم الملک ملا عبداللہ انصاری

شیخ شمس الدین سلطانپوری کا لڑکا ہے ۔ اس کے بزرگوں نے ملتان سے سلطان پور آ کر سکونت اختیار کر لی ۔ ملا عبداللہ نے مولانا عبدالقادر سرہندی سے تحصیل علوم کی اور شرعی علوم میں دستگاہ کامل حاصل کر لی ۔ اس کی فضیلت کی شہرت ساری دنیا میں پھیل گئی ۔ شرح ملا (جامی) پر حاسیہ اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں منہاج الدین اس کی تصانیف ہیں[۱] ۔ سلاطین وقت اس کا نہایت احترام کرتے تھے ۔ ہمایوں بادشاہ اس کے حال پر نہایت توجہ کرتا تھا ۔

جب شیر شاہ بادشاہ ہوا تو اس نے اس کو 'صدر الاسلام' کا خطاب دیا ۔ کہتے ہیں کہ ایک دن اپنے دور حکومت میں سلیم شاہ نے ملا

۱۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے کہ تنزیہہ الانبیا اور شمائل نبوی مخدوم الملک کی تالیف سے ہیں (بدایونی اُردو ترجمہ ۹۲۴ و دربار اکبری ، ص ۳۹۴) ۔ مولوی محمد حسین آزاد نے ایک کتاب کشف الغمہ کا نام بھی لکھا ہے (دربار اکبری ، ص ۳۹۶) ۔ (ق)

(عبداللہ) کو دور سے دیکھ کر کہا کہ بابر [۲۵۲] بادشاہ کے پانچ لڑکے تھے ، چار چلے گئے ایک رہ گیا ہے ۔ سر مست خاں نے کہا کہ ایسے فتنہ پرداز کو زندہ کیوں چھوڑ رکھا ہے ؟ جواب دیا کہ اس سے بہتر نہیں ملتا ۔ جب ملا نزدیک آیا تو تخت پر بٹھایا ؛ مروارید کی تسبیح اس کو دی کہ جس کی قیمت دس ہزار روپے تھے جو اسی زمانے میں پیشکش میں آئی تھی ۔

چونکہ ملا (عبداللہ) میں تعصب بہت تھا کہ جس کو وہ حمیت دین کہتا تھا ، لہٰذا دین داری کے پردے میں اپنے غیض و غضب کو پورے طور سے ظاہر کرتا تھا ۔ چنانچہ شیخ علائی کا قتل ملا کی کوشش سے عمل میں آیا ۔

وہ (شیخ علائی) شیخ حسن کے لائق فرزندوں میں سے ہے کہ جو بنگالہ کے مشائخ کبار میں سے تھا ۔ اس نے علوم ظاہر و باطن اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیے تھے ۔ زیارت بیت اللہ سے آنے کے بعد بیانہ کے علاقے میں اس نے سکونت اختیار کر لی تھی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مشغول ہوگیا ۔ اس زمانے میں شیخ عبداللہ نیازی بیانہ میں آ کر رہنے لگے کہ جو شیخ سلیم چشتی کے خلفا میں سے تھے اور حجاز کے سفر سے واپس آنے کے بعد میر سید محمد جونپوری سے وابستہ ہوگئے تھے کہ جو اپنے آپ کو مہدی موعود کہتے تھے ۔ شیخ علائی کو اُن (شیخ عبداللہ نیازی) کی روش پسند آئی ، اس نے راس الناس کے طریقے کو کہ جو مہدویوں کے گروہ میں مقرر ہے ، اختیار کر کے کشف و کرامات میں شہرت حاصل کی اور ایک جماعت کے ساتھ متوکلانہ زندگی گزارتا تھا اور رات کو گھر کے برتن [۲۵۴] یہاں تک کہ پانی کے گھڑے مٹکے بھی خالی کر دیتا تھا ۔ نئے دن نئی روزی (ملے گی) ۔

ملا عبداللہ نے اس پر بدعت اور خروج کا الزام لگایا ۔ سلیم شاہ کو اس پر تیار کیا کہ بیانہ سے اس کو طلب کیا جائے اور وہ علما سے مذاکرہ کرے ۔ (اس مذاکرے میں) شیخ علائی غالب آیا ۔ چونکہ اس مجلس میں شیخ مبارک اس (شیخ علائی) کا مدد گار تھا لہٰذا وہ بھی مہدوی مشہور ہو گیا ۔ سلیم شاہ شیخ (علائی) کے بیان سے متاثر ہوا اور آہستہ سے

اس نے کہا کہ مہدویت کا انکار کر دے تاکہ میں اپنی سلطنت کا تجھ کو محتسب بنا دوں؛ ورنہ تو میری مملکت سے نکل جا کیونکہ علما نے تیرے قتل کے فتوے دے دیے ہیں ۔ شیخ (علائی) دکن کو چلا گیا ۔ جب سلم شاہ نیازیوں کے فتنے کے دفعیے کے لیے پنجاب کی طرف متوجہ ہوا، ملا عبداللہ نے بتایا کہ شیخ عبداللہ نیازیوں کا پیر ہے ۔ سلیم شاہ نے ۹۵۵ھ (۱۵۴۸ء) میں اس کو طلب کر لیا اور (اس پر) اتنے کوڑے، ڈنڈے اور لاتیں پڑیں کہ وہ بے ہوش ہو گیا ۔ کہتے ہیں کہ جب تک اس کو ہوش رہا وہ ربنا اغفر لنا ذنوبنا پڑھتا رہا ۔ صحت حاصل ہونے کے بعد وہ سیاحت پر روانہ ہو گیا اور مہدویت سے تائب ہو گیا ۔ ۹۹۳ھ (۱۵۸۵ء) میں اکبر بادشاہ کی خدمت میں، کہ جب وہ اٹک بنارس کی طرف متوجہ تھا، پہنچا ۔ تھوڑی سی زمین بطور مدد معاش، اس کے بیٹوں کے نام سے سہرلند میں مقرر ہو گئی ۔ نوے سال کی عمر میں ۱۰۰۰ھ (۱۵۹۲ء) میں اس کا انتقال ہوا ۔

جب سلیم شاہ نیازیوں کی مہم سے واپس لوٹا تو ملا عبداللہ نے پھر [۲۵۴] تحریک کر کے شیخ علائی کو ہنڈیہ سے طلب کر لیا ۔ سلیم شاہ نے وہی پچھلی بات اس کے سامنے دہرائی ۔ شیخ (علائی) نے التفات نہ کیا ۔ سلیم شاہ نے ملا (عبداللہ) سے کہا کہ تو جانے اور وہ (جانے) ۔ ملا نے حکم دیا کہ کوڑے لگائے جائیں ۔ تیسرے کوڑے میں اس کی روح عالم بالا کو پرواز کر گئی ۔ اس کے جسم کو ہاتھی کے پیر سے باندھ کر پھرایا گیا ۔ کہتے ہیں کہ اس روز ایسی سخت آندھی چلی کہ لوگوں کو قیامت کا گمان ہو گیا ۔ شیخ (علائی) کی لاش پر اس قدر پھول پڑے ہوئے تھے گویا جیسے قبر بن گئی ہے ۔ اس واقعے کے بعد سلیم شاہ کی حکومت بھی دو سال سے زیادہ نہ رہی ۔

جب ہمایوں نے ہندوستان پر دوبارہ قبضہ کیا تو اس نے ملا (عبداللہ) کو 'شیخ الاسلام' کا خطاب دیا ۔ ہندوستان کی سلطنت پر اکبر بادشاہ سریر آرا ہوا تو ملا (عبداللہ) کو مخدوم الملک کا خطاب ملا ۔ بیرام خان نے ایک لاکھ روپیہ کی آمدنی کا پرگنہ بانکوالہ اس کو دے کر اس کا درجہ

تمام اکابر سے بڑھایا اور اس کو سلطنت کا بڑا رکن بنا دیا ۔

کچھ زمانہ اور مدت گزرنے کے بعد بعض واقعات کی وجہ سے اکبر بادشاہ کا مزاج علما سے منحرف ہو گیا ۔ چوبیسویں سال جلوس اکبری ۹۸۷ھ (۱۵۷۹ء) میں اس کو شیخ عبدالنبی صدر کے ہمراہ ایک دوسرے کو رفیق بنا کر حجاز کی طرف روانہ کر دیا کیونکہ وہ دونوں ایک زمانے سے آپس میں متصادم و مخالف تھے ۔ اس کے باوجود ان دونوں میں نہ راستے میں اور نہ ان مقدس مقامات پر اتحاد و اتفاق اور رفع کدورت کی کوئی صورت پیدا ہو سکی [۲۵۵] ۔

چونکہ مخدوم الملک افغانوں (شیر شاہی حکومت) کے زمانے سے اکبری دور تک معزز و معتبر رہا تھا ، احتیاط ، متانت رائے تجربے اور مالداری سے متصف تھا اور اس کی دانش مندی کی شہرت ہر جگہ پہنچی ہوئی تھی ۔ مکہ کے مفتی شیخ ابن حجر استقبال کے لیے آئے اور اس کا بہت احترام کیا ، اور غیر موسم میں اس کے لیے کعبہ کا دروازہ کھولا ۔ جب (مخدوم الملک نے) اکبر کے بھائی مرزا محمد حکیم کا ہنگامہ سنا ، اگرچہ ہندوستان میں کوئی اختلال و اضمحلال واقع نہیں ہوا تھا ، لیکن اس کا یقین کر لیا ۔ طمع ریاست اور حب جاہ کی بنا پر وہ لوٹ آیا اور شیخ عبدالنبی صدر کے ساتھ احمد آباد گجرات پہنچا ۔

جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ وہ اپنے خبث باطنی کی بنا پر محفلوں اور مجلسوں میں بادشاہ کے متعلق ناشائستہ باتیں کرتے ہیں چونکہ محل کی بیگمات ان کی سفارش اور شفاعت کرتی تھیں اس لیے پوشیدہ طور سے بادشاہ نے کچھ آدمیوں کو متعین کر دیا ۔ ۹۹۱ھ (۱۵۸۳ء) میں خوف کی وجہ سے مخدوم الملک مر گیا ۔ لوگ کہتے ہیں کہ بادشاہ کے اشارے سے اس کو زہر دے دیا گیا ۔ لوگوں نے پوشیدہ طور سے اس کو جالندھر میں لا کر دفن کر دیا ۔

قاضی علی اس کے اموال کی ضبطی پر مقرر ہوا ۔ لاہور میں بہت سے خزینے اور دفینے برآمد ہوئے ۔ ان میں سے سونے کی اینٹوں کے چند صندوق اس کے گورخانے سے نکلے گویا کہ ان قبروں میں مردے دفن کیے

گئے تھے - اسی وجہ سے اس کے لڑکے تحقیق اموال کی علت کی وجہ سے کچھ دنوں مصیبت میں مبتلا رہے - اس کے یہاں سے تین کروڑ روپیہ برآمد ہوا [۲۵۶] -

شیخ عبدالقادر بدایونی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ مخدوم‌الملک نے فتویٰ دیا تھا کہ اس زمانے میں ہندوستان کے لوگوں پر حج فرض نہیں ہے کیوں کہ حج کے لیے راستے میں امن شرط ہے - (وہاں کے لیے) ایک تو دریا کا راستہ ہے کہ اس میں فرنگیوں کی اجازت اور عہد نامے کی ضرورت ہے اور (اس عہد نامے پر) مریمؑ اور عیسیٰؑ کی تصویر ہوتی ہے ، اس میں دین (اسلام) کی رسوائی ہے اور ایک قسم کی بت پرستی ہے، اور یا پھر عراق کا راستہ ہے اور وہاں صحابہؓ کرام پر تبریٰ ہوتا ہے -

کہتے ہیں کہ مخدوم الملک نے تعصب و تشدد کی وجہ سے کہ جو وہ مذہب میں رکھتا تھا ، روضۃ‌الاحباب کی تیسری جلد کو جلا دیا کہ اس میں قدیم واقعات میں کچھ افراط و تفریط سے کام لیا گیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ یہ جلد کم یاب ہے[۱] -

۸۱

میرزادہ علی خاں

محترم بیگ کا لڑکا اور اکبری عہد کے امرا میں سے ہے - ایک ہزاری منصب حاصل کیا - نویں سال جلوس اکبری میں دوسرے امرا کے ہمراہ عبداللہ خاں اوزبک کے تعاقب پر مامور ہوا کہ جو مالوہ سے گجرات کی طرف آ گیا تھا - سترھویں سال جلوس اکبری میں جب بادشاہ نے گجرات

۱- ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۲۶۴-۲۶۵ - منتخب‌التواریخ (اردو ترجمہ) ، ص ۴۲۸-۴۳۰ دربار اکبری ، ص ۳۸۵- ۳۹۶ - (ق)

کا رخ کیا اور خان کلاں ہراول فرج پر مقرر ہوا تو وہ بھی اس کے ساتھ روانہ ہوا - اُنیسویں سال جلوس اکبری میں جب بادشاہ پورب کے علاقے کی طرف روانہ ہوا تو وہ اس کے ساتھیوں میں سے تھا - اس کے بعد وہ [۲۵۷] قاسم خان عرف کاسو کی تادیب کے لیے ایک جماعت کے ساتھ نامزد ہوا کہ جس نے اعداؤں کے ایک گروہ کے ہمراہ بہار میں بغاوت برپا کر رکھی تھی - (اس نے اس سلسلے میں) اچھی خدمات انجام دیں -

اس کے بعد مظہر خان کے ہمراہ بہت سے کاموں میں شریک رہا - اکیسویں سال جلوس اکبری میں بادشاہ کے حضور میں آیا اور شرف باریابی حاصل کیا - بیئیسویں سال جلوس اکبری میں جب کہ شہباز خاں کو رانا پرتاب عرف کیکا کی تادیب کا حکم ہوا تو وہ اس کے ہمراہیوں میں مقرر ہوا - پچیسویں سال جلوس اکبری میں خان اعظم کوکہ کے ہمراہ پورب کے علاقے پر مقرر ہوا - جب وہ وہاں کوئی نمایاں کام انجام نہ دے سکا تو اکتیسویں سال جلوس اکبری میں کشمیر کے حاکم قاسم خان کے پاس بھیجا گیا - بتیسویں سال جلوس اکبری میں کشمیریوں کی لڑائی میں جب کہ سربراہ سید عبداللہ خان تھا اور بادشاہی فوج کو سکست ہوئی تو ۹۹۵ھ (۱۵۸۷ء) میں وہ مارا گیا -

۸۲

مرزا فولاد

خداداد خاں برلاس کا لڑکا ہے - لفظ برلاس کے معنی 'بہادر' باعتبار نسب ہیں - برلاس کے تمام قبیلوں کا نسب ایرادمچی پر منتہی ہوتا ہے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے برلاس کا لقب اختیار کیا ، اور وہ قاحولی بہادر کا لڑکا ہے کہ جو امیر تیمور صاحب قران کا آٹھواں دادا [۲۵۸] اور قبول خاں کا جڑواں بھائی ہے کہ جو چنگیز خاں کا تیسرا دادا تھا -

مرزا فولاد کے باپ دادا اسی خاندان (تیموریہ) میں (پشتہا پشت) سے خادم اور کارگزار رہے تھے - جب توران کے عبداللہ خاں نے دوبارہ اکبر

بادشاہ کے حضور میں تحفے بھیجے ، دوستانہ تعلقات قائم کرنے چاہے ، نہایت گرم جوشی سے صدق و اخلاص کا اظہار کیا اور ایران پر چڑھائی کرنے کی درخواست کی کہ دونوں مل کر عراق ، خراسان اور فارس کو وہاں کے حاکم سے چھین لیں ۔ اکبر بادشاہ نے جواں مردی اور مروت کے تقاضے کے مطابق بائیسویں سال جلوس اکبری میں مرزا فولاد کو توران کے ایلچی کے ہمراہ ہندوستان کے کچھ تحائف دے کر بھیجا کہ وہ آداب دانی اور مراتب شناسی کی صفات سے متصف جوان تھا ، اور جواب میں (عبداللہ خاں اوزبک کو) لکھا کہ صفوی سلسلے کا تعلق خاندان نبوت سے تحقیق شدہ ہے ، اس کا لحاظ ضروری ہے ۔ آئین و مذہب کے اختلاف کو ملک لینے کا سبب ہم نہیں بناتے ہیں اور سابقہ تعلقات کی وجہ سے بھی یہ بات ضروری ہے کہ ہم اس کا کوئی ارادہ نہ رکھیں ۔ اور چوں کہ اس (عبداللہ خاں اوزبک) نے شاہ ایران کو احترام سے یاد نہیں کیا تھا لہٰذا اس کی تنبیہ میں اس کو سخت و سست لکھا ۔

بیت

بزرگش نخوانند اہل خرد
کہ نام بزرگاں برستی برد [۲۵۹]

مرزا سفارت کے مراسم ادا کرنے کے بعد ہندوستان واپس آ گیا اور بادشاہ کے ساتھ خدمت اور کارگزاری کے کام انجام دے کر مفتخر ہوا ۔ چوں کہ اس قوم (ترک) میں ترکانہ جہالت و شرارت کہ جو ان کی فطرت میں داخل ہے ، تہذیب و تربیت حاصل کرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور خاص طور سے مذہب و ملت کے معاملات میں (تو یہ بات ضروری ہے) کیوں کہ وہ تعصب و تشدد کو حمیت دین سمجھتے ہیں ، تیسویں سال جلوس اکبری ۹۹۶ھ (جنوری ۱۵۸۸ء) میں مرزا فولاد نے شورش جوانی اور نخوت مردانگی کی وجہ سے ملا احمد تتوی کو کہ جو اپنے زمانے کا مشہور فاضل تھا ، بری طرح زخمی کر کے ختم کر دیا ، اور اکبر بادشاہ نے اس کے بدلے میں اسے قتل کرا دیا ۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ چوں کہ اکبر بادشاہ صلح کل ہو گیا تھا اور اس نے اپنی وسیع المشربی کا عام اعلان کر دیا تھا اس لیے ہر فرقہ اپنے عقائد کی بلا کسی اندیشے کے تبلیغ کرتا تھا اور ہر آدمی بغیر کسی خوف کے اپنے طریقے پر خدا کی پرستش کرتا تھا ۔ مُلا احمد علم کے باوجود امامیہ مذہب میں متعصب اور زبان دراز تھا اور ہمیشہ شیعہ و سُنی گفتگو میں مشغول رہتا تھا ۔ اور سخت طبیعت ہونے کی وجہ سے بھونڈی گفتگو کرتا تھا ۔ مرزا [۲۶۰] فولاد جو اسی طرح اہل سنت و جماعت کے طریقے میں آگے بڑھا ہوا تھا ، اس سے کینہ رکھتا تھا اور اس کی جان لینے کی تاک میں تھا ۔ یہاں تک کہ وہ ایک روز آدھی رات کو اسے ایک ساتھی کے ہمراہ ایک اندھیری گلی میں گھات میں بیٹھ گیا ۔ اس نے ایک آدمی کو ساہی نعمت کے انداز پر اسے بلانے کے لیے بھیجا ۔ بد کردار سرکشوں نے راستے میں اس پر تلوار سے حملہ کر دیا ۔ اس کا ہاتھ بازو سے قلم ہو گیا ۔ وہ زین کے اوپر سے زمین پر گر پڑا ۔ بے باک دلیر سمجھے کہ سر الگ ہو گیا اور آہستہ رو وار سے ایک گلی میں ہو گئے ۔ 'زہے خنجر فولاد' اس واقعہ کی تاریخ ہے (۹۹۶ھ)[۱] ۔

مُلا (احمد) ایسے کاری زخم کے باوجود کٹا ہوا ہاتھ لے کر خود حکیم حسن کے گھر پہنچ گیا ۔ رات کے محافظ (کوتوال) نے جستجو کے بعد ان دونوں سرکشوں کا پتا چلا لیا اور خون کے کچھ نشان بھی ملے لیکن اس نے گرفتار نہیں کیا ۔ اکبر بادشاہ نے خان خاناں ، آصف خان اور شیخ ابوالفضل کو پرسش حال کی غرض سے ملا (احمد) کے پاس بھیجا ۔ اس نے دردناک انداز میں اپنی سرگزشت بیان کی ۔ اکبر نے مرزا فولاد کو اس کے مدد گار کے ساتھ قتل کرا دیا اور ہاتھی کے پاؤں سے باندھ کر تمام شہر لاہور میں گشت کرایا ۔ اگرچہ سلطنت کے امیروں نے ہر چند ان اجل گرفتوں کی رہائی کے لیے کوشش کی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا ۔ مُلا (احمد)

۱- مُلا عبدالقادر بدایونی نے 'خوک سقری' سے تاریخ نکالی ہے ، (اردو ترجمہ ، ص ۴۷۲) - (ق)

و نین دن کے بعد مر گیا ۔

کہتے ہیں کہ شیخ فیضی اور شیخ ابوالفضل نے مُلا (احمد) کی قبر
، محافظ [۲۶۱] مقرر کر دیے تھے ، جب اس زمانے میں شاہی لشکر
۔ کے ارادے سے روانہ ہوا تو عوام اور شہر کے جاہلوں نے اس مُلا
) کے جسم کو قبر سے نکال کر جلا ڈالا ۔

چونکہ ملا (احمد تتوی) کے حالات بھی عجائبات سے خالی نہیں ہیں
بطور اختصار ان کو بھی لکھا جاتا ہے ۔ ملا کے بزرگ فاروق اور
مذہب تھے ۔ اس کا باپ ٹھٹہ کا قاضی اور سندھ کا رئیس تھا[1] ۔ اس کے
کے زمانے میں ایک صالح عرب سیاح عراق سے ٹھٹہ پہنچا اور کچھ
ملا کے قرب و جوار میں مقیم رہا ۔ اس کی ملاقات سے (ملا کو) امامیہ
کے اصولوں سے واقفیت حاصل ہو گئی اور اس مذہب کی طرف اسے
ہو گئی ۔ لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی ۔ اگرچہ آغاز جوانی میں وہ
علوم سے فارغ ہو گیا اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا
مض علوم کی تحصیل اور کچھ مقدمات علمی کی تحقیق کا اس شہر میں
، تھا اس لیے وہ بائیس سال کی عمر میں قلندرانہ وضع سے سفر کو چل
ب وہ مشہد مقدس میں پہنچا تو مولانا افضل قائینی کی خدمت میں
کلام ، حدیث امامیہ اور فنون ریاضی حاصل کیے ۔ پھر وہ یزد اور
ی طرف گیا اور ملا کمال الدین حسین طبیب اور ملا مرزا جان سے
قانون اور شرح تجرید کو حواشی کے ساتھ پڑھا اور قزوین میں شاہ
، صفوی کے حضور میں حاضری کی سعادت حاصل کی ۔ جب شاہ
ثانی ایران کا بادشاہ ہوا اور اس کے اہل ست و جماعت ہونے کی
ہوئی تو ملا (احمد) عراق عرب اور حرمین کو چلا گیا اور بہت سے

۱۔ مجالس المؤمنین کے مؤلف نے اس کے باپ کا نام نصراللہ لکھا
ملاحظہ ہو مجالس المؤمنین از قاضی نوراللہ شوستری (تہران ۱۳۷۵ھ) ،
۵۰ - (ق)

[۲۶۲] فضلائے وقت سے ملاقات کی اور ان سے استفادہ کیا۔

اس کے بعد وہ سمندر کے راستے سے دکن پہنچا اور قطب شاہ والی گلکنڈہ کی خدمت میں تعلق پیدا کر لیا۔ ستائیسویں سال جلوس اکبری میں فتح پور سیکری میں اکبر کے حضور میں حاضر ہوا اور قرب و اعتبار حاصل کیا۔ تاریخ الفی کی تالیف پر مقرر ہوا کہ جو اسلام کے ایک ہزار سال کے حالات پر مشتمل ہوگی۔ اس نے ہر سال کے واقعات نہایت محنت سے چنگیز خاں کے زمانے تک لکھ کر دو جلدوں میں مرتب کیے۔ جب وہ مارا گیا تو بقیہ حالات کو آصف خاں جعفر نے ۹۹۷ھ (۱۵۸۹ء) تک لکھ کر (اس کتاب کا) ضمیمہ بنا دیا۔

کہتے ہیں کہ ملا احمد جو کچھ تاریخ الفی میں لکھتا تھا بادشاہ کی خدمت میں پڑھ دیتا تھا۔ جب تیسرے خلیفہ (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ) کی خلافت کا ذکر آیا تو اس نے قتل (شہادت عثمانؓ) کے اسباب اور اس کی شرح کو نہایت طوالت و تفصیل سے لکھا۔ اکبر بادشاہ اس طویل تحریر سے کبیدہ خاطر ہوا اور اس نے کہا اے مولوی اس قضیہ (واقعہ شہادت عثمانؓ) کو اس قدر طول طویل کیوں لکھا ہے؟ اس نے بغیر کسی جھجک کے تورانی اکابر اور امرا کے سامنے کہہ دیا کہ یہ قضیہ، اہل سنت و جماعت کے شہدا کا روضہ ہے اور اس سے کم پر اکتفا نہیں ہو سکتا تھا[1]۔ اس کی اس قسم کی باتوں سے شیعہ مذہب میں اس کی خوب شہرت ہو گئی۔

شیخ عبدالقادر بدایونی منتخب التواریخ میں لکھتا ہے کہ ایک دن بازار میں میری اس ملا سے ملاقات ہو گئی۔ بعض عراقیوں نے میری تعریف کی۔ ملا (احمد) نے کہا [۲۶۳] کہ ان (عبدالقادر بدایونی) کی پیشانی سے ترفض (شیعیت) کا نور ظاہر ہو رہا ہے۔ میں نے کہا کہ جیسے تمھارے چہرے سے سنن کا نور ظاہر ہو رہا ہے۔

۱- نور اللہ شوستری لکھتا ہے کہ یہ سن کر اکبر نے: ''تبسم فرمودہ تحسین اونمودند'' مجالس المؤمنین، ص ۵۹۲ - (ق)

۸۳

مرزا سلیمان حاکم بدخشان

(اس کا سلسلۂ نسب) پانچ واسطے سے امیر صاحب قران امیر تیمور گورگان تک پہنچتا ہے ۔ وہ علاقہ (بدخشاں) ایک زمانے سے اس جماعت کی حکومت میں چلا آرہا تھا کہ جو خود کو سکندر رومی کی نسل میں سمجھتی تھی اور قرب و جوار کے بادشاہوں میں سے کوئی ان کے حال سے مزاحم نہیں ہوتا تھا اور ان سے کم حراج پر معاملہ کر لیتے تھے ۔ جب سلطان ابو سعید گورگان کا زمانہ آیا تو اس نے سلطان محمد کو کہ جو (اس) گروہ کا آخری حاکم تھا ، قبضے میں کرکے مع اولاد اور عزیزوں کے اس کو قتل کر دیا ۔ اور بدخشاں پر قبضہ کر لیا ۔

سلطان ابو سعید کا بیٹا سلطان محمود مرزا[1] سمرقند پر قبضہ کرنے کے بعد مر گیا ۔ امیر خسرو شاہ نے کہ جو اس (سلطان محمود) کی تربیت سے امارت کے مرتبے پر پہنچا ، کچھ دنوں تک آں مرحوم (سلطان محمد مرزا) کے لڑکوں مرزا بایسنقر اور مرزا مسعود کے نام سے سلطنت کی ، پھر پہلے (مرزا بایسنقر) کو اندھا کرنے اور دوسرے (مرزا مسعود) کو قتل کرنے کے بعد ۹۰۵ھ (۱۵۰۰-۱۴۹۹ء) میں بدخشاں کے تخت پر بیٹھ گیا ۔ یہاں تک کہ ۹۱۰ھ (۱۵۰۴-۵ء) میں بابر نے کہ جس نے ماوراء النہر کے علاقے میں چغتائی اور اوزبک سلاطین سے بڑے بڑے مقابلے کیے ۔ دیکھا کہ زمانے کی ناموافقت سے کام نہیں بنتا ہے ، وہ اپنے اصلی وطن کو نظرانداز کرکے کچھ لوگوں کے ہمراہ بدخشاں کی طرف متوجہ ہوا ۔ خسرو شاہ کے آدمیوں نے پورے طور سے بیوفائی کی اور (بابر کے پاس) آ گئے ۔ مجبوراً وہ بھی (بابر کے پاس) حاضر ہو گیا ۔ بادشاہ (بابر) نے اس بے وفائی کے باوجود کہ جو اس نے اس کے دو چچا زاد بھائیوں کے ساتھ کی تھی ، اسے خراسان جانے کی اجازت دے

۱- متن میں ''محمد'' ہے جو صحیح نہیں ۔ (پ)

دی۔ وہ کسی قدر مال لے کر وہاں چلا گیا اور بابر بدخشاں کا انتظام کرکے کابل آ گیا۔

جب ۹۱۲ھ (۷-۱۵۰۶ء) میں بابر نے قندھار کا محاصرہ کرکے اسے شاہ بیگ ارغون سے لے لیا تو اس نے سلطان محمود کے لڑکے خان مرزا کو کہ جو مرزا سلیمان کا باپ تھا، بدخشاں بھیجا۔ اس نے بہت سے ہنگاموں کے بعد اس ملک میں امن و استقلال قائم کر دیا۔ ۹۱۷ھ (۱۲-۱۵۱۱ء)[1] میں اس کا انتقال ہو گیا۔ بابر نے بدخشاں، ہمایوں کو دے دیا۔ مدتوں اس کے ملازم اس خدمت (انتظام بدخشاں) پر مامور رہے۔

ہندوستان کی فتح اور رانا سانگا کی لڑائی کے بعد ۹ رجب ۹۳۳ھ (۱۱ اپریل ۱۵۲۷ء) کو شاہزادہ (ہمایوں) کابل اور بدخشاں کے انتظام کے لیے روانہ ہوا۔ اس نے ایک سال بدخشاں میں عیش و عشرت سے گزارا؛ پھر یکایک اسے اپنے والد ماجد (بابر) سے ملاقات کا اشتیاق دامن گیر ہوا۔ اس نے فوراً انتظامی معاملات سلطان اویس [۲۶۵] کو سپرد کرکے کہ جو مرزا سلیمان کا خسر تھا، ہندوستان کا راستہ لیا۔ اتفاق سے اس (ہمایوں) کی عدم موجودگی میں سلطان سعید خاں کہ جو کاشغر کے حوانین میں سے تھا، سلطان اویس اور دوسرے امرا کے طلب کرنے پر بدخشاں کی طرف متوجہ ہوا۔ مرزا ہندال اس سے پہلے پہنچ گیا اور اس نے قلعہ ظفر کو مضبوط و مستحکم کر لیا۔ سعید خاں تین مہینے کے محاصرے کے بعد ناکام کاشغر آ گیا۔ لیکن ہندوستان میں مشہور ہو گیا کہ کاشغریوں نے بدخشاں پر قبضہ کر لیا ہے۔ بابر بادشاہ نے ہمایوں سے وہاں جانے کے لیے کہا۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ میں آپ سے علیحدگی کو پسند نہیں کروں گا لیکن تعمیل ارشاد کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ پھر بابر نے مرزا سلیمان کو بدخشاں بھیجا اور سلطان سعید خاں کو لکھا کہ اس قدر حقوق ہونے کے باوجود اس بات کا ہونا تعجب خیز ہے۔ اب مرزا ہندال کو ہم بلاتے ہیں اور مرزا

۱- یہاں ۹۲۷ھ (۱۵۲۱ء) ہونا چاہیے۔ (پ)

سلیمان کو بھیجتے ہیں ؛ اگر حقوق کا خیال ہے تو بدخشاں کو اس کے سپرد کر دیا جائے کیونکہ وہ نسبت فرزندی رکھتا ہے اور یہ بجا ہوگا ، ورنہ میں بری الذمہ ہوتا ہوں کہ میراث ، وارث کو سپرد کر دی ؛ باقی تم جانو ۔ مرزا سلیمان کے کابل پہنچنے سے پہلے بدخشاں سرکشوں کی دست برد سے محفوظ ہو چکا تھا اور وہاں امن و امان قائم ہو گیا ۔ مرزا (سلیمان) نے اس ولایت کو پورے طور سے اپنے قبضے میں لا کر اپنا اقتدار قائم کر لیا ۔ [۲٦٦]

جب ہندوستان پر شیر شاہ کا قبضہ ہوگیا تو مرزا کامران نے کابل میں اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کر دیا اور مرزا (سلیمان) کو پیغام بھیجا کہ بدخشاں میں اس کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری ہو ۔ مرزا نے اس بات کو قبول نہیں کیا اور نوبت لشکر کشی تک پہنچی ۔ جب فوجوں کا مقابلہ ہوا تو مرزا نے اپنے کو کمزور پایا ، صلح کے لیے تیار ہو گیا اور مجبوراً (کامران کے نام کا) خطبہ و سکہ جاری کیا ۔ مرزا کامران نے بدخشاں کے بعض اضلاع علیحدہ کرکے اپنے آدمیوں کے سپرد کر دیے اور خود واپس آ گیا ۔ مرزا (سلیمان) نے اس عہد کو توڑ دیا اور ان محالات پر قبضہ کر لیا ۔ مرزا کامران دوبارہ اس طرف لشکر لے گیا ۔ اندراب کے حدود میں جنگ ہوئی ۔ مرزا سلیمان کو شکست ہوئی اور وہ قلعہ ظفر میں قلعہ بند ہو گیا ۔ محاصرے کی طوالت اور اپنے آدمیوں کی بیوفائی سے آزردہ خاطر ہوا ، ناچار و مجبور ہو کر قلعے سے نکلا اور مرزا کامران سے ملاقات کی ۔ اس نے مرزا (سلیمان) کو اس کے بیٹے مرزا ابراہیم کے ساتھ قید کر دیا اور کابل لے آیا ۔ ''جمعہ ہفدہم ماہ جمادی الثانی'' سے اس واقعے کی تاریخ نکلتی ہے (۹۴۸ھ) (۸ ستمبر ۱۵۴۰ء) ۔

جب ۲۵ جمادی الآخر ۹۵۲ھ (۳ ستمبر ۱۵۴۵ء) کو ہمایوں بادشاہ نے عراق (ایران) سے واپس آ کر قندھار کا قلعہ مرزا عسکری سے زبردستی چھین لیا اور کابل میں اس کے آنے کی شہرت ہوئی تو مرزا کامران نے مرزا (سلیمان) کی رہائی کا خیال [۲٦۷] کیا کہ شاید وہ کسی وقت کام آئے ۔ اس

دوران میں مرزا سلیمان کے ہی خواہوں کی جماعت نے اتفاق کرکے قلعہ ظفر پر قبضہ کر لیا اور مرزا کامران کے آدمیوں کو مقید کرکے پیغام بھیجا کہ اگر مرزا سلیمان کو رہا کرتے ہو تو یہ ملک تمھارے سپرد کر دیا جائے گا، ورنہ تمھارے آدمیوں کو قتل کرکے ملک اوزبکوں کو دے دیں گے۔ سابقہ تدبیر سے موافقت ہوگئی۔ مرزا (سلیمان) کو مرزا ابراہیم کے ساتھ تسلی دی اور اسے رہا کر دیا اور رخصت کرکے بدخشاں بھیج دیا۔ اس کا راستہ طے نہ ہوا ہوگا کہ وہ اس کے رخصت کرنے سے پشیماں ہوا اور کسی کو اسے بلانے بھیج دیا۔ مرزا نے اظہار معذرت کیا اور بدخشاں کو چلا گیا۔

جب ہمایوں بادشاہ نے بغیر جنگ کیے ہوئے کابل مرزا کامران سے لے لیا تو مرزا سلیمان نے مخالفت کی اور اپنے نام کا خطبہ پڑھا۔ ہمایوں نے ۹۵۳ھ (۱۵۴۶ء) میں بدخشاں کی طرف کوچ کر دیا۔ مرزا (سلیمان) نے مقابلے کی طاقت نہ دیکھی لہٰذا جنگلوں میں نکل گیا اور وہ ملک پورے طور پر بادشاہ کے قبضے میں آ گیا۔ بادشاہ نے قلعہ ظفر کو صدر مقام قرار دیا۔ مرزا کامراں سندھ بھاگ گیا تھا؛ اب اس نے دیکھا کہ کابل (حاکم سے) خالی ہے لہٰذا وہ جلدی سے پہنچا اور اس نے قبضہ کر لیا؛ مجبوراً ہمایوں بادشاہ نے مرزا سلیمان کو بلایا اور ازسر نو ولایت (بدخشاں) اس کے سپرد کر دی۔ جب ہمایوں نے ہندوستان کے ارادے سے دریائے سندھ عبور کیا تو اس کے بعد مرزا (سلیمان)؛ نے قریب کے بعض محالات پر پھر قبضہ کر لیا۔ جب ہمایوں بادشاہ کا انتقال [۲۶۸] ہو گیا تو مرزا (سلیمان) نے شرارت کی اور مرزا (سلیمان)، مرزا ابراہیم اور مرزا (سلیمان) کی بیوی حرم بیگم نے کہ جو "ولی نعمت" کے نام سے مشہور تھی[1] اور تمام مہمات کا اس پر انحصار تھا، کابل آ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔

چونکہ منعم خاں نے قلعہ اور شہر کی حفاظت پورے طور سے کی تھی لہٰذا (مرزا سلیمان) عاجز آ گیا۔ صلح پر معاملہ طے ہوا اور واپس لوٹ گیا

۱- مرزا سلیمان کی بیوی کا نام حرم بیگم ہے؛ متن میں خرم بیگم دیا ہے۔ (ب)

اور ۹۶۷ھ (۶۰-۱۵۵۹ء) میں ایک فوج جمع کرکے وہ بلخ کی طرف متوجہ ہوا ۔ ہرچند اس کے عاقبت اندیش بہی خواہوں نے سمجھایا کہ اتنے آدمیوں سے پیر محمد خاں کا مقابلہ مناسب نہیں ہے کیونکہ اس کے ہمراہ بہت سے شاہزادے ہیں اور اوزبکوں کا ہجوم بھی خوب ہے ۔ تجربہ کار سرداران لشکر نے ایسی صورت میں تھوڑی فوج کا مقابلہ بڑی فوج سے تجویز کیا ہے کہ تھوڑی فوج کے ساتھ سردار زیادہ ہوں ۔ یہاں دو سردار سے زیادہ نہیں ہیں ؛ ایک تم اور دوسرے مرزا ابراہیم ۔ اس نے ان باتوں پر توجہ نہیں کی اور لڑائی کے لیے تیار ہو گیا ۔ جب اس نے دیکھا کہ کامیابی مشکل ہے تو بدخشاں کی طرف چلا گیا ۔

لوگوں نے مرزا ابراہیم سے کہ جو لڑ رہا تھا ، کہا کہ یہ کیا لڑنے کا وقت ہے ؛ تمھارا باپ جا چکا ہے ۔ اس نے کہا میرا (میدان جنگ سے) نکلنا مشکل ہے ۔ یہیں جنگ کروں گا جو نتیجہ نکلے ۔ محمد قلی خاں شغالی نے سختی سے کہا کہ سپاہیوں کا یہ اصول ہے کہ جب دشمن سے ایک کماں کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو پھر اس سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے ۔ مجبوراً مرزا (ابراہیم) بڑی دشواریوں سے (میدان جنگ سے) نکل کر آیا [۲۶۹] اور چند آدمیوں کے ساتھ پیادہ پا ، چار ابرو کا صفایا کرکے ایک گاؤں میں پہنچا ۔ وہاں کے آدمیوں نے پہچان لیا اور قید کرکے پیر محمد خاں کے پاس لے گئے ۔ اس نے چند روز قید رکھا اور پھر قتل کرا دیا ۔ مرزا سلیماں نے ''کو نخل امید پدر'' سے تاریخ نکالی ہے (۹۶۷ھ) ۔اس واقعہ سے پہلے مرزا ابراہیم نے ایک قصیدہ کہا تھا جس کا مطلع یہ ہے : بیت

رفتم بخاک حسرت چوں لالہ داغ بر دل
آرم بحشر بیروں با داغ دل سر از گل

کسی فاضل نے یہ رباعی کہی ہے :

اے لعل بدخشاں ز بدخشاں رفتی
از سایۂ خورشید درخشاں رفتی
در دہر چو خاتم سلیماں بودی
افسوس کہ از دست سلیماں رفتی

آٹھویں سال جلوس اکبری میں مرزا محمد حکیم کی مخفی درخواست پر ، مرزا سلیمان اپنی بیوی کے ساتھ کابل آیا کیونکہ شاہ ابوالمعالی نے اس (مرزا محمد حکیم) کی ماں کو ناحق مار ڈالا تھا اور اس (مرزا سلیمان) نے انتقام میں ابوالمعالی کو پھانسی دے دی ۔ اپنی لڑکی کو مرزا محمد حکیم کی زوجیت میں دے دیا اور کابل کے ملک کے دو حصے کر کے اپنے آدمیوں کو دے دیے ۔ امید علی کو کہ جو بدخشاں کے خاص امیروں میں سے تھا ، مرزا محمد حکیم کی وکالت پر مقرر [۲۷۰] کر دیا اور خود بدخشاں چلا آیا ۔

جب مرزا محمد حکیم بدخشیوں کے تسلط سے پریشان ہو گیا تو اس نے ان کو کابل سے نکال کر ملک کو اپنے آدمیوں کے سپرد کر دیا ۔ مرزا سلیمان اس حرکت کے تدارک کے لیے ۹۷۱ھ (۱۵۶۳-۶۴ء) میں کابل کو روانہ ہوا ۔ مرزا محمد حکیم نے جب یہ خبر سنی تو اس نے شہر کو باقی قاقشال اور معصوم کوکہ کے سپرد کر دیا ۔ خود شہر سے نکل گیا اور دریائے سندھ کو پار کر کے اکبر بادشاہ سے کومک کی درخواست کی ۔ جب خود مرزا سلیمان کو مرزا محمد حکیم کا (شہر سے) نکلنا معلوم ہوا تو وہ گھوڑا دوڑا کر اس کے تعاقب میں روانہ ہوا ۔ جب اسے معلوم ہوا کہ (مرزا محمد حکیم ہندوستان کی) طرف چلا گیا ہے تو اس نے واپس آ کر جلال آباد پر قبضہ کر لیا اور کابل کے محاصرے میں مشغول ہو گیا ۔

جب (مرزا سلیمان) نے سنا کہ مرزا محمد حکیم پنجاب کے اتکہ خیل امرا پیر محمد خاں وغیرہ کے ہمراہ کہ جو اکبر کے حکم سے مدد کے لیے مقرر ہوئے ہیں ، قریب آ گیا ہے تو وہ بدخشاں کو لوٹ گیا ۔ اور پھر ۹۷۳ھ (۱۵۶۵-۶۶ء) میں اسے (کابل کو) اکبری امرا سے خالی پایا تو حرم بیگم کے ساتھ اس طرف متوجہ ہوا ۔ حکیم مرزا شہر کو مستحکم کر کے غور بند کو چلا گیا ۔ مرزا سلیمان نے کافی تدابیر کیں ۔ قریب تھا کہ وہ کامیاب ہو جائے کہ مرزا محمد حکیم آگاہ ہو کر ہندوستان کو چل پڑا ۔ مجبوراً مرزا (سلیمان) نے کابل کا محاصرہ کیا ۔ آخر اس کی کچھ پیش نہ گئی ،

حقیر سے نذرانے پر اکتفا کر کے بدخشاں لوٹ آیا [۱۷۲] -

اس کے بعد ایسے واقعات رونما ہوئے کہ مرزا اپنے ملک کے حالات درست کرنے سے عاجز رہا اور آرام کے ساتھ زندگی نہ گزار سکا - اس کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا (سلیمان) کی بیوی حرم بیگم ، جو سلطان ویس کولابی کی لڑکی تھی اور وہ قبیلہ قبچاق سے تھا ، ملک اور سپاہ کے انتظام میں نہایت تجربہ کار تھی اور اس نے (ان امور میں) ایسا اقتدار حاصل کیا تھا کہ مرزا نے سارے (ملکی) معاملات اس کے سپرد کر دیے تھے کیونکہ وہ خود ان سے عہدہ بر آ نہیں ہو سکتا تھا - بدخشیوں نے اپنی بد باطنی سے اس کے دامن عفت کو اس کے پیارے بھائی حیدر علی کے ساتھ متہم کیا[1] - مرزا ابراہیم نے جوانی کی بد مستی کی بنا بر فتنہ پردازوں کی بدگوئی سے اس بے گناہ (حیدر علی) کو ختم کر دیا - بیگم نے بدخشاں کے امیروں کی سرکوبی کی فکر کی -

جب مرزا ابراہیم مارا گیا تو بدخشاں کے تمام لشکریوں کا دل کھٹا ہو گیا - خاص عداوت و دشمنی عام طور پر ظاہر ہو گئی - شاہ محمد کاشغری کی لڑکی محترم خانم کہ جو مرزا کامران کے نکاح میں تھی ، کابل سے کاشغر جانے کے لیے بدخشاں پہنچی - مرزا (سلیمان) نے چاہا کہ اس سے نکاح کرے ، (حرم) بیگم نے سبقت کر کے اپنے لڑکے مرزا ابراہیم کے ساتھ اس کا عقد کر دیا اور یہ موقع نہ دیا کہ وہ اس کی سوکن بنے - لیکن اس وجہ سے محترم خانم آزردہ خاطر ہوئی (کہ وہ ملکہ بننے سے محروم رہی) اور اس کو (حرم بیگم سے) ہمیشہ کے لیے عداوت و دشمنی ہو گئی -

جب مرزا ابراہیم مارا گیا تو (حرم بیگم نے) اس پر بہت زیادہ زبان طعن [۱۷۲] دراز کی - اس کا خیال یہ تھا کہ وہ بدسلوکی سے پریشان

۱- اکبر نامہ میں حیدر بیگ نام ہے ، چنانچہ تحریر ہے : "حیدر بیگ برادر خرد بیگم را کہ مردم او را متہم می داشتند بہانہ گرفتہ کشت -" (لکھنؤ ایڈیشن) جلد دوم ، ص ۱۸ - (ق)

ہوکر کاشغر چلی جائے گی ، اور وہ (حرم بیگم) مرزا شاہ رخ کی خود تربیت کرے گی ۔ حاکم نے بیٹے کی جدائی کو گوارا نہیں کیا اور اس نے گویا جانگداز طعنوں کو سنا ہی نہیں (اس طرح وقت گزارا) یہاں تک کہ مرزا شاہ رخ سن تمیز کو پہنچ گیا اور اپنی ماں اور بدخشیوں کے بہکانے سے کہ جو زیادہ تر فتنہ ساز اور بے وفا ہوتے ہیں ، اپنے دادا اور دادی سے جھگڑے پر آمادہ ہوگیا ۔ کبھی صلح ہو جاتی تھی اور کبھی تنازعہ رہتا تھا ۔ اسی دوران میں (حرم) بیگم کا انتقال ہو گیا ۔ مرزا شاہ رخ اپنے باپ کے علاقوں پر قابض ہوگیا ، اور بہت سے آدمی مرزا (سلیمان) سے علیحدہ ہوکر اس سے جا ملے ۔ مجبوراً مرزا (سلیمان) نے حاکم اور شاہ رخ سے مصالحت کر لی اور عہد و پیمان کر کے مطمئن ہو گیا ۔ بہت کوشش سے اس نے حجاز کی اجازت لی اور چل پڑا ۔ لیکن اس کے دل میں یہ تھا کہ کابل یا ہندوستان سے کومک لے کر (مرزا شاہ رخ سے) انتقام لے ۔ جب کابل پہنچا تو مرزا محمد حکیم اسد کے خلاف پیش آیا ؛ یہاں تک کہ اس نے مناسب رہبر بھی نہ دیے کہ خطرناک راستے کو سلامتی سے طے کرا دیتے ۔ توکل علی اللہ اس نے ہندوستان کا راستہ طے کر لیا ۔

بیسویں سال جلوس اکبری ۹۸۳ھ (۷۶-۱۵۷۵ء) میں اس نے دریائے سندھ عبور کیا ۔ اکبر بادشاہ نے پنجاب کے امرا کو لکھا کہ استقبال و جشن آمدید کے مراسم پورے کیے جائیں اور ضیافت و احترام کے آداب ملحوظ خاطر رکھے جائیں ۔ راجا بھگوان داس نے آگے بڑھ کر رہبری کی اور بادشاہ کے حضور میں پہنچایا اور خواجہ آقا خان کے ساتھ پچاس ہزار روپیہ نقد اور [۲۷۳] سامان کہ جو ایسے مہمان کے لائق تھا ، بھیجا گیا ۔ مرزا (سلیمان) نے (گویا) بدخشاں کی چند سال کی آمدنی (ان تحائف کی صورت میں) ایک دم دیکھی ، وہ بہت خوش ہوا ۔

جب وہ دارالخلافہ (اکبر آباد) کے قریب پہنچا تو عالی مرتبہ سرداروں اور امرائے سلطنت نے گروہ در گروہ آ کر اس کا استقبال کیا ، اور جب دارالخلافہ تین کوس رہ گیا تو عالی قدر بادشاہ (اکبر) استقبال کے لیے سوار ہوا ، اور اس عظیم شہر کو آئین بندی کر کے سجایا گیا ۔ بادشاہ کے محل

سے (مرزا سلیمان کی) منزل تک دونوں طرف کوہ پیکر ہاتھی سونے اور چاندی کی زنجیریں پہنے ہوئے اور سنہری پوشش سے آراستہ کھڑے تھے اور ہر دو ہاتھیوں کے درمیان ایک چیتا تھا جو جواہر سے آراستہ تھا اور اس کی جھول نہایت نفیس تھی اور اس کی گردن سقرلاط (اونی کپڑا) سے مزین تھی ، اور بیل سنہرے گلیموں کے ساتھ دیکھنے والوں کو بہت خوب معلوم ہو رہے تھے ۔

بادشاہ نے گھوڑے سے اتر کر معانقہ کیا ۔ جشن منعقد کیے گئے ۔ مہمان نوازی اور خاطرداری میں کوئی کمی نہیں ہوئی ۔ پنجاب کے صوبیدار خانجہاں کو حکم گیا کہ وہ مرزا (سلیمان) کے ساتھ جا کر بدخشاں پر چڑھائی کرے ۔ اتفاقاً اسی سال بنگالہ کے صوبیدار منعم خاں خانخاناں کا انتقال ہو گیا ، مرزا (سلیمان) کو اس صوبے کی حکومت سپرد کرنے کی بات چیت ہوئی ۔ وطن دوستی کی وجہ سے مرزا نے اس وسیع مملکت (بنگالہ) کی حکومت قبول نہ کی ؛ مجبوراً خانجہاں بنگالہ کی صوبیداری پر متعین ہوا ۔ مرزا (سلیمان) سمجھ گیا کہ اب مدد ملنے میں دیر ہو گی للہذا اس نے سفر حجاز [۳۷۲] کی اجازت لی کہ شاید اس راستے بدخشاں پہنچ جائے اور کسی حیلے سے کام بن جائے ۔

چنانچہ حرمین شریفین سے واپس آ کر وہ شاہ اسماعیل ثانی کے پاس ایران پہنچا ۔ اس نے مرزا کا احترام کیا اور ایک فوج مدد کے لیے اس کے ہمراہ کر دی ۔ وہ ہرات پہنچا تھا کہ بادشاہ (اسماعیل ثانی) فوت ہو گیا ۔ وہ مایوس ہو کر قندھار آ گیا اور مظفر حسین مرزا کے ساتھ اپنی لڑکی بیاہ دی ۔ جب کوئی کام نہ بنا تو مرزا محمد حکیم کے پاس کابل آیا ۔ وہ چاہتا تھا کہ پنجاب کے علاقے میں آ کر گڑبڑ پھیلائے ، مرزا (محمد حکیم) نے اس کو اس ارادے سے باز رکھا اور اس کے ساتھ بدخشاں کی طرف جانا طے کیا ۔

مرزا شاہرخ جنگ کے لیے آمادہ ہو گیا ۔ تھوڑے سے مقابلے کے بعد کچھ بدخشیوں نے بے وفائی کی اور مرزا (سلیمان) سے آ ملے ۔ مرزا شاہرخ دوسروں سے بھی خوف زدہ ہو گیا اور کولاب کو چلا گیا ۔ آخر میں صلح

ہو گئی اور طالقان سے ہندو کوہ (ہندوکش) تک کا ملک کہ جو مرزا ابراہیم کی جاگیر میں تھا ، مرزا سلیمان کو ملا ۔ کبھی وہ دونوں اتفاق اور دوستی سے رہتے تھے اور کبھی فتنہ پردازوں کی تحریک سے آپس میں جھگڑتے تھے ۔ جب تک شاہرخ کی ماں زندہ رہی ، بگڑے ہوئے معاملات درست ہو جاتے تھے ؛ خانم کے انتقال کے بعد مرزا شاہرخ خود سر ہو گیا ۔ مرزا سلیمان توران کے حاکم عبداللہ خاں اوزبک کے پاس گیا کہ اس کی مدد سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو ۔ چونکہ وہ تاشکند کی مہم پر گیا ہوا تھا اس کے باپ سکندر خاں سے مرزا کی ملاقات ہوئی ۔ جب اسے معلوم ہوا کہ [۲۷۵] عبداللہ خاں فریب دینے کی فکر میں ہے تو وہ وہاں سے فوراً بھاگ آیا ۔ اور جب بد حشاں کے قریب پہنچا تو مرزا شاہرخ احترام سے پیش آیا اور چاہا کہ ملک کی سابقہ تقسیم برقرار رہے ۔ مرزا (سلیمان) کشم پر اکتفا کر کے بیٹھ رہا ۔

عبداللہ خاں نے جب ملک میں زمینداروں کی نااتفاقی اور فساد سنا تو ۹۹۲ھ (۱۵۸۴ء) میں وہ بد خشاں آ گیا ۔ مرزاؤں (سلیمان و شاہرخ) نے ملک دے دیا اور بغیر جنگ کیے ہوئے نکل آئے ۔ مرزا شاہرخ نے ہندوستان کا راستہ لیا ، اور مرزا (سلیمان) چونکہ سابقہ ندامت کی وجہ سے شرمسار تھا اس لیے ہندوستان جانے کے لیے راضی نہ ہوا ۔ مرزا محمد حکیم نے لمغانات (کے علاقے) میں چند دیہات اس کے خرچ کے لیے مقرر کر دیے اور اس طرف بھیج دیا ۔ کچھ دنوں کے بعد ایک جماعت ساتھ کر کے بد خشاں بھیجا ۔ پھر وہ شکست کھا کر لوٹ آیا ۔

جب مرزا محمد حکیم کا انتقال ہو گیا تو مجبوراً مرزا (سلیمان) نے ہندوستان آنے کا ارادہ کیا ۔ کابل کے صوبیدار کنور مان سنگھ نے آگے بڑھ کر رہبری کی اور اس کو پشاور تک پہنچایا ۔ اکتیسویں سال جلوس اکبری کے آخر میں وہ دارالخلافہ (آگرہ) کے قریب پہنچا ۔ شاہزادہ سلطان مراد نے استقبال کیا اور اکبر کے حضور میں لایا ۔ پانچ ہزاری منصب مقرر ہوا ، پھر نہایت اعزاز اور آرام سے زندگی گزاری ۔

۹۹۷ھ (۱۵۸۹ء) میں جب بادشاہ نے کشمیر کی سیر کی طرف توجہ

فرمائی تو مرزا (سلیمان) کو بڑھاپے کی وجہ سے کہ اس کی عمر ستر سال ہو چکی تھی اور "بخشی"[1] سے اس کی تاریخ پیدائش [۲۷۶] برآمد ہوتی ہے، لاہور میں چھوڑ دیا۔ اسی زمانے میں وہ فوت ہوگیا۔ مردانگی اور رزم شناسی میں یکتائے روزگار تھا۔

۸۴

محب علی خان رہتاسی

اکبر بادشاہ کے عہد کے چار ہزاری امیروں میں سے ہے۔ بہادری و سجاعت سے متصف اور سپاہ کشی و سپہ داری میں مشہور تھا۔ چوں کہ مدتوں رہتاس کا حاکم رہا اس لیے رہتاسی مشہور ہو گیا۔ رہتاس کا قلعہ صوبہ بہار میں واقع ہے اور وہ ہندوستان کے وسیع ترین قلعوں میں سے ہے، بلکہ خدا تعالیٰ کی عجیب صنعت ہے۔ اختلال کے خیال سے بھی محفوظ ہے۔ آسمان جیسے دشوار گرار پہاڑ پر واقع ہے۔ چودہ کوس کا احاطہ ہے۔ عرض و طول پانچ کوس سے زیادہ ہے۔ ہموار زمین سے اس قلعے کی سطح تک ایک کوس سے زیادہ بلندی ہوگی اور وہاں کھیتی باڑی ہوتی ہے اور بہت سے چشمے ہیں۔ سب سے عجیب بات یہ ہے قلعے ہر اپنی بلندی کے باوجود جہاں کہیں تین چار گز (زمین) کھودو، میٹھا پانی نکل آتا ہے۔

اس قلعے کی تعمیر کے آغاز سے اب تک کسی فرماں روا کو اس پر قبضہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ راجا چنتامن برہمن[2] کی حکومت کے زمانے

۱- صحیح تاریخ لفظ بخشی سے ۹۲۰ھ (۱۵۱۴ء) برآمد ہوتی ہے، متن میں لفظ 'بخشی' ہے جو صحیح نہیں ہے۔ (پ)

۲- راجا کے نام میں اختلاف ہے۔ تاریخ فرشتہ (لکھنؤ اڈیشن، ص ۲۲۵) اور خافی خاں (جلد اول، ص ۹۶) میں ہرکشن دیا ہے۔ اکثر کتابوں، اکبر نامہ، طبقات اکبری اور تاریخ خان جہانی وغیرہ میں راجا کا نام نہیں دیا ہے۔ اسی طرح ڈولیوں کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ (ق)

میں ۹۴۵ھ (۳۹-۱۵۳۸ء) میں جب ہمایوں نے بنگالہ کی ولایت فتح کی تو شیر شاہ سوری تمام افغانوں اور بنگالہ کے منتخب خزانے کو لے کر جھاڑ کھنڈ کے راستے سے رہتاس کے حدود میں آیا؛ راجا کو سابقہ احسان یاد دلا کر [۲۷۷] یک جہتی کا ڈول ڈالا اور اس سے درخواست کی کہ آج مجھ پر وقت پڑ گیا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ مروت کو کام میں لائیں۔ میرے اہل و عیال اور ہمراہیوں کو قلعے میں جگہ دے دیں اور مجھے اپنا احسان مند بنا لیں۔ اس کی چاپلوسی اور باتیں بنانے سے سادہ لوح راجا اس شعبدہ باز کے فریب میں آ گیا۔ اس (حاکم) راجا کے دشمن (شیر شاہ) نے چھ سو ڈولیاں تیار کیں اور ہر ڈولی میں دو مسلح جوان بٹھا لیے اور ڈولی کے ساتھ کنیزیں بھی کر دیں۔ اور اس بہانے سے سپاہیوں کو اندر لے آیا اور قلعے پر قبضہ کر لیا۔ اپنے اہل و عیال اور سپاہ کو اس قلعے میں چھوڑ کر فتنہ و فساد کا سلسلہ شروع کر دیا اور بنگالہ کے راستے کو بند کر دیا[۱]۔

اس کے بعد (وہ قلعہ) فتح خاں بٹنی کے قبضے میں آیا کہ جو اس (شیر شاہ) اور اس کے لڑکے سلیم شاہ کے بڑے سرداروں میں سے تھا، اور وہ اس قلعے کے بھروسے پر سلیمان خاں کرانی سے کہ جس نے بنگالہ کی حکومت پر قبضہ کر لیا تھا، مقابلہ اور جھگڑا کرتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد اس قلعے پر جنید کرانی کا قبضہ ہو گیا اور اس نے اپنے معتمدوں میں سے سید محمد نام ایک شخص کے سپرد کر دیا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو وہ سید کچھ دنوں تک اس قلعے کی حفاظت کی کوشش کرتا رہا لیکن شائستہ انتظام نہ کر سکا۔ اس نے سوچا کہ سلطنت کے کسی معتمد آدمی کے ذریعے اس قلعے کو پیش کش بنا کر سلطنت کے ملازمین میں منسلک ہو جائے

۱۔ افغان مؤرخ عباس خاں سروانی نے ڈولیوں کی کہانی کی تردید کی ہے۔ (تاریخ شیر شاہی، ص ۷۶)۔ مغلوں کے دور کی تاریخوں میں یہ واقعہ خاص طور سے نقل ہوا ہے۔ ممکن ہے اس میں مغلوں اور پٹھانوں کے اختلاف کو بھی دخل ہو۔ (ق)

اسی دوران میں مظفر خان [۲۷۸] نے صوبہ بہار کے لشکر کے ساتھ حملے کا ارادہ کیا ۔ اس نے ہم خیال ہونے کی وجہ سے شہباز خاں کنبو سے رجوع کیا کہ جس نے اس زمانے میں راجا گج پتی کو سزا دے کر اور بھگا کر اس کے لڑکے سری رام کو شیر گڑھ کے قلعے میں محصور کر رکھا تھا ۔

شہباز خاں کنبو بڑی تیزی سے وہاں پہنچا اور اکیسویں سال جلوس اکبری ۹۸۴ھ (۱۵۷۶ء) میں اس نے قلعے پر قبضہ کر لیا اور وہ اسی سال اس قلعے کی حفاظت محب علی خاں کو سپرد کر کے بادشاہ کے حضور میں آ گیا ۔ اس زمانے سے سالہا سال تک اس علاقے میں اس معاملہ فہم اور شجاع امیر (محب علی خاں) کی کارگزاری اور دلدہی سے انتظام ہوتا رہا اور وہ ایک لائق جماعت سے بنگالہ کی فوجی مدد کرتا رہا ۔ اور اس علاقے میں فساد و سرکشی کے خاتمے کے لیے پوری کوشش کرتا تھا ۔ اور اس کا لڑکا حبیب علی خاں کہ جو بہادر جواں تھا ، باپ کی نیابت میں رہتاس اور اس کے قرب و جوار کا انتظام کرتا تھا ۔ چوں کہ صوبۂ بہار کے بہت سے جاگیردار بنگالہ میں خدمت گزاری کے لیے گئے تھے ، یوسف متی نام نے تسویں سال جلوس اکبری میں کچھ افغانوں کو جمع کر کے لوٹ مار شروع کر دی ۔ حبیب علی جوانی کی گرمی سے جوش میں آ گیا اور اس نے لڑائی کا ساز و سامان کیے بغیر میدان آراستہ کر دیا ۔ نہایت بہادری اور شجاعت کا مظاہرہ کیا اور وہ مارا گیا ۔ محب علی خاں اس حانکاہ خبر کو سن کر گویا پاگل ہو گیا ۔ ہر چند اس نے (آنے کے لیے) بے تابی دکھائی مگر بنگالہ کے امرا نے نہ چھوڑا ۔ چوں کہ شاہ قلی خاں محرم بادشاہ کے حضور میں آ رہا تھا [۲۷۹] وہ اس کمینے (یوسف متی) کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا ۔ اس نے تھوڑے ہی دنوں میں اس شورش کو ختم کر دیا ۔

جب اکتیسویں سال جلوس اکبری میں ہر صوبے کی حکومت پر دو عمدہ امیر مقرر ہوئے کہ اگر ایک بادشاہ کے حضور میں آوے یا بیمار ہو جائے تو دوسرا اس کا کام انجام دے بنگالہ ، محب علی خاں کے ساتھ ، وزیر خاں کے نام مقرر ہوا ۔ اور جب تینتیسویں سال جلوس اکبری میں

صوبہ بہار راجا بھگونت داس کی جاگیر میں مقرر ہوا تو اس کی جاگیر بھی کچھواہہ (راجا بھگونت داس) کی تنخواہ میں مقرر ہو گئی - ملتان کے لیے اس کی جاگیر میں دینے کا خیال ہوا اور اس کو حضور میں طلب کیا گیا - چونتیسویں سال جلوس اکبری کے شروع میں وہ دربار میں پہنچا اور شرف باریابی حاصل کیا - اس پر عنایات ہوئیں اور عزت افزائی ہوئی -

جب بادشاہ (اکبر) پہلی مرتبہ ۹۹۷ھ (۱۵۸۹ء) میں کشمیر کے لیے گیا تو وہ اس کے ہم‌رکاب تھا - اس شہر میں اس کی طبیعت خراب ہوئی اور لوٹتے وقت کوہ سلیمان کے نزدیک اس کی موت واقع ہوئی - اس کے مرنے سے ایک دن پہلے اکبر بادشاہ اس کی قیام گاہ پر عیادت کے لیے گیا - کہتے ہیں کہ اس حالت میں جب کہ وہ مر رہا تھا اور دیر سے گفتگو بھی نہیں کر رہا تھا کسی نے اس سے کہا کہ لا الہ الا اللہ پڑھو؛ اس نے جواب دیا کہ یہ وقت لا الہ کہنے کا نہیں ہے بلکہ ایسا وقت ہے کہ پورا قلب اللہ کے ساتھ (اللہ کی یاد میں) مشغول ہو جائے -

۸۵

میر ابو تراب گجراتی

شیراز کے سلامی سادات سے ہے - اس کے دادا میر عنایت‌الدین[۱] [۲۸۰] سراللہ نے، کہ اس کو ہبۃاللہ بھی کہتے ہیں ، اور وہ سید شاہ میر کے نام سے مشہور تھا علوم مروجہ میں دست گاہ کامل حاصل کی - وہ امیر صدرالدین شیرازی کا ہم درس تھا - وہ سلطان احمد کے پوتے سلطان قطب‌الدین کے زمانے میں گجرات آیا - (سلطان احمد کے نام پر) احمد آباد ، آباد ہوا ہے - کچھ دنوں کے بعد وہ اپنے وطن واپس چلا گیا اور دوسری مرتبہ وہ شاہ اسماعیل صفوی کی شورش کے زمانے میں سلطان محمود بیگڑہ کے عہد

۱- اکبر نامہ (جلد سوم ، ص ۲۱۷) میں اس کے دادا کا نام غیاث‌الدین دیا ہے - (ب)

میں اپنے بیٹے میر کمال الدین کے ہمراہ کہ جو میر ابوتراب کا باپ ہے ، اس ملک (گجرات) میں آیا اور جاپانیر محمد آباد میں کہ جو وہاں کے سلاطین کا قدیم دارالحکومت ہے ، سکونت پذیر ہوا اور طلبہ کے افادہ و افاضہ میں مشغول ہو گیا ۔ اس نے مفید کتابیں تالیف کیں اور لائق بیٹے چھوڑے ۔ ان میں سب سے لائق میر کمال‌الدین ہے ۔ جب اس نے اپنا زمانہ نیک نامی اور بزرگی کے ساتھ گزار دیا (یعنی وہ فوت ہو گیا) تو میر ابوتراب کے بڑے بھائی اور چچا کی اولاد رہ گئی ۔ یہ تمام سادات مغربیہ سلسلے میں بیعت تھے کہ اس خاندان کے نامور بزرگ مخدوم شیخ احمد کھٹو ہیں ، اور ان کو سلامی اس لیے کہتے ہیں کہ غالباً ان کے بزرگوں میں سے کسی نے [۲۸۱] حضرت رسول کریم صلی‌اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مقدسہ سے سلام کے جواب میں آواز (سلام) سنی تھی[1]۔

مختصر یہ کہ میر ابو تراب نے قابلیت اور کارگزاری سے اس ولایت (گجرات) میں ایک اعتبار پیدا کر لیا ۔ جس سال کہ بادشاہ وہاں گیا تو میر ابوتراب کہ جو اس علاقے کے اصحاب مشورت میں سب سے ممتاز تھا ، گجرات کے سارے امیروں سے پہلے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ جوبانہ کے مقام پر خواجہ محمد ہروی اور خان عالم نے اس کا استقبال کیا ، میر کو نہایت عزت و احترام سے لائے اور وہ بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا ۔

بادشاہ کے احمد آباد میں نزول اجلال فرمانے سے قبل حکم ہوا کہ گجرات کے امرا میں سے ہر ایک کہ جو اس وقت حاضر ہے ، ضمانت دے تاکہ حزم و احتیاط میں کوئی خلل واقع نہ ہو ۔ اعتماد خاں کہ جو اس علاقے میں ہر ایک پر اقتدار رکھتا تھا ، حبشیوں کے علاوہ سب کا ضامن ہوگیا ، اور اعتماد خاں کی ضمانت میر ابو تراب نے لی ۔ اس مملکت (گجرات) کا نصف حصہ اعتماد خاں اور دوسرے امرا کو تفویض ہوا ۔ اس کے بعد بادشاہ سمندر کی سیر کے لیے بندرگاہ کھمبایت کی طرف گیا ۔

۱۔ اس قسم کی وضع کردہ کہانیاں اکثر خاندانی حالات میں ملتی ہیں ۔ (ق)

اختیارالملک گجراتی نے اپنی کوتاہ اندیشی اور شورش پسندی سے [۲۸۲] احمد آباد سے راہ فرار اختیار کی - اعتماد خان اور ایک جماعت نے کہ جو اس کے ساتھ دوستی کا عہد رکھتی تھی، فرار ہونا چاہا - میر (ابو تراب) فوراً وہاں پہنچا اور ان کو سمجھانا بجھانا شروع کیا - قریب تھا کہ وہ اس کو بھی قید کر کے اپنے ساتھ لے جاتے کہ اسی دوران میں بادشاہ کے حضور سے شہباز خاں پہنچ گیا اور ان کا وہ برا خیال عملی جامہ نہ پہن سکا - اس واقعے سے میر کی عقیدت کو مزید فروغ ہوا - وہ شاہی عنایات سے سرفراز ہوا اور اس وقت سے ہمیشہ اس پر شاہی نوازشیں ہوتی رہیں -

بائیسویں سال جلوس اکبری ۹۸۵ھ (۱۵۷۷ء)[1] میں اس کو حاجیوں کی قافلہ سالاری کا اعلیٰ منصب ملا - پانچ لاکھ روپے نقد اور دس ہزار خلعت میر کے حوالے ہوئے کہ وہ اپنی فراست سے ان مقامات مقدسہ کے مستحقین کو مناسب طریقے سے پیش کر دے - چوبیسویں سال جلوس اکبری میں معلوم ہوا کہ حجاز کے سفر میں اس نے مفوضہ خدمت اچھی طرح انجام دی اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش قدم اپنے ہمراہ لایا ہے - اور اس نے بتایا کہ یہ نقش قدم اس کا جوڑا ہے کہ جو سید جلال بخاری فیروز شاہ کے زمانے میں دہلی لائے تھے[2] - اکبر بادشاہ نے حکم دیا کہ میر (ابو تراب) دارالخلافہ آگرہ سے چار کوس کے فاصلے پر قافلے کے ساتھ ٹھہرے - بادشاہ کے حکم کے مطابق ارکان سلطنت [۲۸۳] نے ایک (خاص) پاکیزہ جگہ آراستہ کی - اس کے بعد بادشاہ امرائے عظام او علمائے کرام کے ہمراہ استقبال کے لیے گیا اور اس پتھر کے ٹکڑے کو ک

۱- متن میں ۹۸۹ھ اور اختلاف نسخ میں ۹۸۲ھ دیا ہے - یہ دونوں سنین غلط ہیں - بائیسواں سن جلوس ۹۸۵ھ کے مطابق ہوتا ہے، ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم ص ۲۱۷ - (ب) نیز دیکھیے مآثرالامرا جلد اول (اردو ترجمہ)، ص ۸۲۸ - (ق)

۲- قدم شریف کے جعلی اور وضعی ہونے کے سلسلے میں ملاحظہ ہو "مخدوم جہانیاں جہاں گشت" از محمد ایوب قادری (کراچی ۱۹۶۳ء) ص ۲۱۰-۲۲۱ -

جو جان سے زیادہ عزیز تھا ، کندھے پر رکھ کر چند قدم چلا ۔ اس کے بعد امرائے سلطنت حسب مراتب سر پر رکھ کر شہر لائے (اور وہ نقش قدم) بادشاہ کے حکم سے میر (ابوتراب) کے گھر میں رکھا گیا ۔ 'خیرالاقدام' اس کی تاریخ ہے (۹۸۷ھ) :

مؤرخین اور وقائع نگاروں کا یہ خیال ہے کہ اس زمانے میں خاص و عام اور ادنی و اعلیٰ میں یہ بات مشہور تھی کہ بادشاہ وقت (اکبر) نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے ، اور وہ مدعئی رسالت ہے ، اور دین محمدی کو کہ جو رہتی دنیا تک تمام خرابیوں سے پاک و محفوظ ہے ، ناپسندیدہ جانتا ہے اور اس کے استخفاف میں کوشش کرتا ہے ۔ معاذ اللہ ۔ اس لیے مصلحت وقت کی بنا پر مخلوق کی زبان بندی کے لیے اس نے تکلف و تصنع کے ساتھ یہ انتظام و اکرام کیا ہے ۔ چنانچہ اس بات کی تائید شیخ علامی (ابوالفضل) کی تحریر سے بھی ہوتی ہے :

''اگرچہ حضرت شاہنشاہ (اکبر) جانتا ہے کہ (اس نقش قدم) کی کچھ اصل نہیں ہے ، اور لائق نقادوں (علما) نے اس کا جعلی ہونا ثابت کر دیا ہے لیکن اس نے پردہ داری (مصلحت) کی وجہ سے اس عظیم انتساب کا خیال کیا اور اس کی تعظیم کی ۔ اور اس نے فروغ شناسائی ، عدل دوستی ، قدر دانی اور فراخئی حوصلہ کی وجہ سے [۲۸۴] (اس نقش قدم کا) ایسا زبردست احترام کیا ۔ اس کو اندیشہ تھا کہ اس سادہ لوح سید (میر ابو تراب) کی آبرو کہیں خاک میں نہ مل جائے اور نیز طبیعت شناخت کرنے والے کہیں اس کی ہنسی نہ اڑائیں ۔ (بادشاہ کے اس طرز عمل سے) کوتاہ اندیشوں کے سروں پر خاک پڑ گئی اور بہت سے بدفطرت کہ اپنی بد طینتی سے (بادشاہ کو) بے دینی کا الزام دیتے تھے سخت شرمندہ ہوئے ۔''

انتیسویں سال جلوس اکبری میں جب گجرات کی حکومت اعتماد خاں کو ملی کہ جو مدتوں سے وہاں کا حاکم تھا اور دوسروں کے مقابلے میں وہ وہاں کی آبادی کے طریقے اچھی طرح جانتا تھا ، میر ابوتراب اس صوبے کا امین مقرر ہوا اور اپنے دو بھتیجوں میر محب اللہ اور میر شرف الدین کے

ساتھ اس صوبے میں متعین ہوا - ۱۰۰۵ ھ (۹۷-۱۵۹۶ء) تک وہ زندہ رہا[1] - احمد آباد میں دفن ہوا ہے - اس کا لڑکا میر گدائی اکبری منصب داروں میں تھا - نوکری کے باوجود سیادت و مشیخت کے طریقے کو نہیں چھوڑتا تھا -

۸۶

میر شریف آملی

وہ عملی آدمی تھا - اس نے مروجہ درسی کتابیں ملک ایران میں پڑھیں - تصوف و حقائق کو خوب اچھی طرح حاصل کیا اور الحاد و بے دینی کو اس کے ساتھ خلط ملط کر دیا - وہ 'ہمہ اوست' کا دعویٰ کرتا تھا اور سب (ہر جز) کو 'اللہ' کہتا تھا - جب وہ اکبر بادشاہ کے زمانے میں ہندوستان میں [۲۸۵] آیا تو اس نے دیکھا کہ صلح کلیت اور وسیع المشربی کی گرم بازاری ہے اور بادشاہ وقت (اکبر) کی یہ رائے ہے کہ سلطنت خدا کا سایہ ہے ، اور کوئی خاص گروہ اس سے مستفیض ہونے کا حقدار نہیں ہے بلکہ مختلف المشرب اور مختلف الاحوال لوگ اس سے بہرہ مند ہوں - اور مذہب کا اختلاف اس (فیضیابی) میں خلل انداز نہیں ہونا چاہیے - میر (شریف آملی) اپنے شوق و تمنا کی رہبری سے بادشاہ کے حضور میں باریابی سے بہرہ ور ہوا ، اور بادشاہ کی عنایت سے اسے منصب اور جاگیر ملی -

دستان موبدی میں لکھا ہے کہ میر (شریف) دیبال پور کی منزل پر اکبر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا - اور علانیہ محمود بسا خوانی کی طرف سے علما سے بحث کی اور ان کو الزام دیے - جب حکما سے مقابلہ ہوا تب ہار گیا - اکبر بادشاہ کی نوازشیں اس پر مبذول ہوئیں اور اس کے احوال کی

۱- میر ابو تراب کا انتقال ۱۳ جمادی الاول ۱۰۰۳ھ (۱۴ جنوری ۱۵۹۵ء) کو ہوا (ریوکیٹالاگ ۹۶۸ الف) - اس نے گجرات کی ایک تاریخ بھی لکھی ہے جو کلکتہ سے ۱۹۰۹ء میں شائع ہوئی ہے - اس کو ڈاکٹر ڈینی سن راس نے ایڈٹ کیا ہے - (ب)

ہوئی ۔ 'منزل دیبالپور' سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقام دیبال پور مالوہ ہ جہاں بائیسویں سال جلوس اکبری ۹۸۴ھ (۷۷-۱۵۷۶ء) میں ملکی انتظامات کی غرض سے وہ چند روز کے لیے مقیم رہا ۔

ہرچند اکبر نامہ میں میر (شریف) کی بادشاہ کے حضور میں حاضر کی تاریخ مؤلف کی نظر سے نہیں گزری لیکن میر کو خدمات تفویض کی تاریخ مضبوط ہے ۔ لیکن اس تاریخ اور اس بیان میں جو کہ سکندر نے [۲۸٦] عالم آرائے عباسی میں لکھا ہے صریح اختلاف ہے ۔ وہ ہے[۱] :

"۱۰۰۲ھ (۹۴-۱۵۹۳ء) شاہ عباس ماضی کے ساتویں سال جلوس میں نجومیوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ علوی و سفلی کواکب کے قران سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا کے بادشاہوں میں سے کوئی بلند مرتبہ ہستی ختم ہو جائے گی اور ظن غالب یہ ہے کہ یہ واقعہ سرزمین ایران میں ہوگا ۔ اور جب بادشاہ کا زائچہ تیار کیا گیا تو تربیع اول بادشاہ کے طالع میں تھی ، لہٰذا مولانا جلال الدین محمد منجم تبریزی نے کہ جو اس فن (نجوم) میں منتخب روزگار تھے ، اس کے دفعیہ کے لیے ایک تدبیر سوچی کہ ان دو تین دن کے لیے کہ جب اس قران کی تاثیر کا ظہور ہو ، بادشاہ تخت سے دست بردار ہو جائے ۔ کسی واجب القتل کو سلطنت سپرد کر دے اور اس دوران تمام شریف و ذلیل اس کے حکم کے مطیع رہیں تا کہ بادشاہی کام پورے طور سے عمل میں آئیں ۔ اور تین دن کے بعد اس کو ملک عدم کو بھیج دے ۔ سب لوگوں نے اس رائے کو مناسب سمجھا اور یوسف ترکش دوز کے نام پر قرعہ نکلا کہ جو ملاحدہ کے گروہ میں سے تھا ۔ وہ خسرو قزوینی درویش کا متبع تھا اور الحاد میں اپنے ساتھیوں سے دو قدم آگے تھا ۔

---

۱ ۔ عالم آرائے عباسی (طہران ایڈیشن) ، ص ۴۲۴ ۔ (پ)

بادشاہ تخت سلطنت سے دست بردار ہو گیا اور تاج شاہی اس (یوسف ترکش دوز) کے سر پر رکھ دیا ۔ امرا اور مقربین دولت اس (ملحد یوسف) کے سوار ہونے اور اترنے کے وقت مقررہ آئین کے مطابق اس کے حضور میں کمر بستہ رہتے اور مراسم اطاعت بجا لاتے ۔ اس ملحد نے بھی [۲۸۷] :

ع سلطنت گر ہمہ یک روزہ بود مغتنم است

کے مصداق تین دن اطمینان سے گزارے اور پھر فنا کے گھاٹ اتر گیا ۔

اس کے بعد اس سال جس شخص پر الحاد کا گمان ہوا وہ قتل کر دیا گیا ۔ خسرو درویش کے بزرگ چاہ کنی کا پیشہ کرتے تھے اور اس نے قلندری اختیار کر لی تھی ۔ وہ نقطویوں میں شامل ہو کر ان کا پیشوا بن گیا تھا ، اور اگرچہ احتیاط کی وجہ سے کسی شخص نے اس کے منہ سے کوئی بیجا بات نہیں سنی تھی ، مگر محض نقطوی مشہور ہونے کی وجہ سے اس کو پھانسی دے دی گئی ۔ بادشاہ نے خود اپنی تلوار سے میر سید احمد کاشی کے دو ٹکڑے کیے کیونکہ ان گمراہوں میں سے بہت سے اس کے گرویدہ تھے ۔ اس کی کتابوں میں سے نقطوی عقائد کے متعلق بہت سے رسالے ملے ، اور ان رسائل میں وہ فرمان بھی ملا کہ جو شیخ ابوالفضل نے اکبر بادشاہ کی طرف سے اس کے نام لکھا تھا ۔ میر شریف آملی نے کہ جو خوش گو و شیریں کلام شاعر اور اس گروہ کے اکابر میں سے تھا ، یہ حالات دیکھے تو وہ استرآباد سے بھاگ کر ہندوستان چلا آیا ۔''

محققین پر یہ بات ظاہر ہے کہ تاریخ کے اس اختلاف میں جو اوپر بیان ہوا کسی طرح تطبیق ممکن نہیں ، اور عالم آرائے عباسی کی روایت فروگزاشت پر مبنی سمجھنی چاہیے ۔ میر (شریف) کا ہندوستان آنا ایران کی ملحد کشی سے پہلے ہوا ہے اور اس سے شاعری کی نسبت کسی دوسری کتاب [۲۸۸] میں نظر سے نہیں گزری اور کسی نے اس سے کوئی شعر نہیں سنا ۔

المختصر میر (شریف) کی خدمت دربار اکبری میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھی گئی اور دن بدن اس کا اختصاص و اعتبار بڑھتا گیا ۔ تیسویں سال جلوس اکبری ۹۹۳ھ (۱۵۸۶ء) میں جب اکبر بادشاہ کا سوتیلا بھائی مرزا محمد حکیم کہ جو کابل کی حکومت پر دندناتا تھا ، اپنی طبعی موت سے مر گیا اور وہ ولایت (اکبری) سلطنت میں شامل ہوگئی تو میر (شریف) اس صوبے (کابل) کی امینی اور صدارت پر فائز ہوا ۔ اڑتیسویں سال جلوس اکبری میں وہ بنگال و بہار پر مقرر ہوا اور اس کو وہاں کے چار عہدے ملے ، یعنی وہ خلیفہ ، امین ، صدر اور قاضی مقرر ہوا ۔ تینتالیسویں سال جلوس اکبری میں اجمیر ، میر (شریف) کی جاگیر میں مقرر ہوا اور موہان کہ جو لکھنؤ کے پاس ایک پرگنہ ہے اس کی جاگیر میں مقرر ہوا ۔ جب اسیر ، خاندیس کا محاصرہ ہوا تو وہ اپنی جاگیر سے بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور تحسین کا مستحق ٹھہرا ۔

کہتے ہیں کہ آخر میں تین ہزاری منصب تک پہنچ گیا تھا کہ اجل کے ہاتھ سے اس کا کام تمام ہو گیا اور وہ قصبہ موہان[1] میں دفن ہوا ۔ کہتے ہیں کہ اس کی سرکار میں کوئی رجسٹر یا کاغذ نہیں رہتا تھا ۔ اپنے سوار اور پیادہ سپاہیوں کے نام فہرست بنا کر یاد رکھتا تھا اور ہر ایک کی چھ ماہ کی تنخواہ ایک تھیلی میں بند کر کے اس کے گھر بھیج دیتا تھا ۔

یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ نقطوی[2] کہ جن کو امینی اور محمودی بھی کہتے ہیں [۲۸۹] بساخوان کے رہنے والے ایک شخص محمود کے پیرو تھے ۔ اور بساخوان ، گیلان کا ایک گاؤں ہے ۔ وہ (محمود) ۸۰۰ھ (۱۳۹۸ء) میں ظاہر ہوا ۔ عالم اور پرہیز گار تھا ۔ اس کی تالیف سے رسالے اور کتابیں ہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ جب جسم کامل تر ہو گیا تو محمود ظاہر ہوا ،

۱۔ موہان (ضلع اناؤ یو ۔ پی ۔ انڈیا) مشہور قصبہ ہے ۔ رئیس‌الاحرار مولانا فضل الحسن حسرت موہانی (ف ۱۹۵۱) اسی قصبے کے رہنے والے تھے ۔ (ق)

۲۔ نقطیوں کے سلسلے میں دیکھیے ڈکشنری آف اسلام از ہیوز ، ص ۳۰۷ (بضمن مہدیہ) ۔ (پ)

''یبعثک مقاماً محموداً'' سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ وہ نقطے سے خاک مراد لیتا ہے اور اس کو 'مبداء اول' جانتا ہے اور دوسرے عناصر کی پیدائش اس سے سمجھتا ہے اور افلاک کو بھی عناصر سے علیحدہ نہیں سمجھتا ہے۔ اور وہ نفس ناطقہ (روح) کو مجرد نہیں سمجھتا ہے۔ وہ رجعت اور تناسخ کا قائل ہے۔ یہ گروہ مجرد کو 'واحد' اور گرہست کو امین کہتا ہے۔ ان کا سلام 'اللہ اللہ' ہے۔ محمود اپنے آپ کو 'شخص واحد' کہتا ہے اور خود کو مہدی موعود جانتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دین محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) منسوخ ہو گیا ، اب دین محمود ہے۔

ایران کے علاقوں میں یہ قوم بہت پھیل گئی جب شاہ عباس ماضی صفوی نے ان گمراہوں کی ایک جماعت کو قتل کرا دیا اور ہر شہر میں جس شخص کے متعلق اس اعتقاد کے رکھنے کا گمان ہوا اس کو ہلاک کر دیا گیا تو بہت سے جلا وطن ہوکر ادھر اُدھر منتشر ہوگئے ؛ تھوڑے سے ایسے تھے جو وطن میں رہے مگر انھوں نے اپنے عقائد کو پوشیدہ رکھا۔

۸۷

میر مرتضیٰ سبزواری

اس ملک (سبزوار) کے سیدوں میں سے اور دکن کے امیروں میں سے ہے۔ [۲۹۰] پہلے وہ بیجاپور کے حاکم عادل شاہ کا ملازم ہوا ، پھر مرتضیٰ نظام شاہ کے حسب طلب احمد نگر پہنچا اور برار کے لشکر کا سردار مقرر ہوا۔ جب نظام شاہ کی وکالت شاہ قلی صلابت خاں چرکس کو ملی تو سید مرتضیٰ امیرالامرا ہوا اور عادل شاہ کے ملک کی بربادی پر مقرر ہوا۔ وہاں کے تاخت و تاراج کرنے میں اس نے خوب بہادری اور شجاعت دکھائی۔

جب نظام شاہ دماغ خراب ہونے کی وجہ سے گوشہ نشیں ہو گیا تو صرف خط کے ذریعے اس سے رابطہ قرار پایا۔ اس کے بعد صلابت خاں سلطنت کے کاموں پر پوری طرح حاوی ہو گیا۔ اس کے اور میر (مرتضیٰ) کے درمیان دشمنی ہو گئی۔ صلابت خاں نے طے کیا کہ برار کے جاگیرداروں

کے زور کو ختم کر دیا جائے ۔ میر (مرتضیٰ) خداوند خاں حبشی ، جمشید خاں شیرازی اور برار کے دوسرے جاگیرداروں کے ساتھ ۹۹۲ھ (۱۵۸۴ء) میں سامان و اسباب لے کر احمد نگر پہنچا اور لشکر آراستہ کر دیا ۔ صلابت خاں نے مرتضیٰ نظام سے یہ واقعہ دوسرے طریقے پر بیان کیا اور وہ شاہزادہ میراں حسین کی ہمراہی میں جنگ کے لیے تیار ہو گیا ۔ اتفاق سے برار کے لشکر کو شکست ہوئی ۔ میر (مرتضیٰ نے) سارا مال و اسباب چھوڑا ، اور اب اس ملک میں اس کا رہنا ممکن نہ تھا ؛ اس نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اکبر بادشاہ کی طرف رجوع کیا ۔

بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونے کے بعد میر (مرتضیٰ) کو ایک ہزاری منصب اور عمدہ جاگیر ملی ۔ اس نے شاہزادہ سلطان مراد کی ہمراہی میں بہادری کے کام کیے اور جب شاہزادہ احمد نگر سے صلح کے بعد واپس لوٹا تو شاہزادے نے ایک مجلس مشاورت آراستہ کی ۔ [۲۹۱] امرائے عظیم الشان میں سے بہت سوں نے مفتوحہ ملک کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا ۔ محمد صادق نے سرحد کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی اور وہ سہکر میں اقامت گزیں ہو گیا ۔ میر مرتضیٰ نے اس ملک کی آبادکاری کی ذمہداری لی اور وہ ایلچ پور میں مقیم ہو گیا ۔ اس نے گاویل کا قلعہ کہ جو اس کے پڑاؤ کے قریب تھا ، حسن تدبیر سے حاصل کر لیا کہ اس سے بہتر قلعہ برار میں نہیں ہے اور ہمیشہ اس ولایت (برار) کے حاکم اس (قلعے) میں رہتے تھے ۔ ایلچ پور سے دو کوس ہے ۔ اگرچہ یہ ملک (برار) شاہی مملکت میں شامل ہوگیا لیکن (شاہی) فوج کے سردار اس پر قابض نہ ہو سکے ۔ اس کے حسن تدبیر سے امید و بیم کی تھوڑی سی داستان اس طرح بیان ہوئی کہ اس قلعے کے محافظ وجیہہ الدین اور سواس رائے نے رسد کم ہونے کی وجہ سے ۱۰۰۷ھ (۹۹-۱۵۹۸ء) میں قلعے کی کنجیاں سپرد کر دیں ۔ منصب اور جاگیر پا کر شاہی خدمت اختیار کر لی ۔

اس کے بعد میر (مرتضیٰ) قلعہ احمد نگر کی فتح میں شاہزادہ سلطان دانیال کے ہم رکاب رہا اور اس نے شائستہ خدمات انجام دیں اور اس قلعے کے فتح ہونے کے بعد وہ برہان پور میں اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر

ہوا ۔ اس کی عمدہ خدمات کے صلے میں اس کے منصب میں اضافہ ہوا ، علم و نقارہ مرحمت ہوا اور آباد جاگیر اس کے لیے مقرر ہوئی ۔

۸۸

معصوم خاں کابلی

تربت (خراسان) کے سادات سے ہے ۔ اس کا چچا مرزا عزیز ، ہمایوں بادشاہ کے زمانے میں وزارت کے درجے پر پہنچا اور معصوم خاں کابلی [۲۹۲] مرزا محمد حکیم کا کوکلتاش (رضاعی بھائی) تھا ۔ بہادری اور کارگزاری میں مشہور ہوا ۔ جب خواجہ حسن نقشبندی نے کہ جو مرزا (محمد حکیم) کی مہمات کا نگران و کارگزار تھا ، اپنی آزردہ طبعی سے کہ جو دنیا پرستوں کو ذرا سے وہم سے ہو جاتی ہے ، اس (معصوم خاں) کے استیصال کا ارادہ کیا تو وہ اپنی عاقبت اندیشی سے ، بیسویں سال جلوس اکبری میں اکبر بادشاہ کی پناہ میں آ گیا ۔ اس نے پانصدی کا منصب پایا اور بہار کی جاگیر پر جانے کا حکم ہوا ۔ وہاں وہ کالا پہاڑ کے ساتھ کہ جو افغانوں کے بڑے امرا میں سے تھا اور جس کی شجاعت و بہادری مشہور تھی ، نبرد آزما ہوا ، غالب آیا اور چند زخم بھی کھائے ۔ اس کے بدلے میں اسے ایک ہزاری منصب ملا ۔

چوبیسویں سال جلوس اکبری میں اڑیسہ اس کی جاگیر میں مقرر ہوا لیکن اس نواح کے امرا نے بادشاہی متصدیوں کی سخت‌گیریوں کی وجہ سے آئین داغ کے اجرا میں سرکشی کی ۔ معصوم خاں ناشکرگزاری اور خود سری سے ان کا اگوا بن بیٹھا اور بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا ۔ بات یہاں تک پہنچی کہ اس کا لقب 'معصوم عاصی' ہو گیا ۔ جب بادشاہی فوج کے آنے سے ان کے ہاتھ پیر پھول گئے تو وہ بنگالہ کی طرف بھاگ گیا اور قاقشالوں اور اس ولایت کے باغیوں سے مل گیا ۔ سب نے مل کر اس ولایت کے حاکم مظفر خاں کا ٹانڈہ میں محاصرہ کر لیا ۔ اس نے بہادری کے باوجود مقابلے سے پہلوتہی کی [۲۹۳] اور اس نے زر دوستی و جاں پرستی

کی وجہ سے معصوم خاں کو بیس ہزار اشرفی بھیج کر اپنے عز و ناموس کی حفاظت کا وعدہ لے لیا ۔ اس افراتفری میں قاقشال اور دوسرے فتنہ پرداز ہر طرف سے قلعے پر چڑھ آئے ۔ معصوم خاں نے اس قرار داد کے مطابق کہ زیادہ مال پر وہ قبضہ کرے گا ، مظفر خاں کے پڑاؤ کے قریب ٹھکانا پکڑا ۔ (معصوم خاں) تنہا اس (مظفرخاں) کے پاس چلا گیا کہ جو اپنے چند غلاموں کے ساتھ ، ہتھیار بند کھڑا ہوا تھا اور لڑنے یا بھاگنے کے سلسلے میں مذبذب تھا ۔ (معصوم خاں) گرم جوشی سے ملا ۔ چونکہ وہ بد نصیب (مظفر خاں) حواس کھو بیٹھا تھا ورنہ اس کو ایسا موقع ملا تھا کہ وہ اس عاصی (معصوم خاں) کو ٹھکانے لگا دیتا ۔ محل میں اچانک شور ہو جانے کی وجہ سے وہ (مظفر خاں) ادھر چلا گیا ۔ معصوم خاں اپنی اس جرأت پر متنبہ ہوا اور وہاں سے باہر آ گیا ۔ ہمیشہ اس پر خود کو ملامت کرتا تھا ۔

مظفر خاں کے خاتمے کے بعد اس نے عمدہ خطابات اور جاگیریں تقسیم کیں اور مرزا محمد حکیم کے نام کا سکہ و خطبہ جاری کر دیا ۔ غزالی مشہدی کے اس شعر کو کہ جو شاید اس نے خان زماں شیبانی کی رفاقت میں کہا تھا ، کہ اس نے بھی مرزا (حکیم) کے نام کا خطبہ پڑھا تھا ، شہرت دی :

بیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وارث ملک است محمد حکیم [۲۹۴]

جب خان اعظم مرزا کوکہ ان کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا تو معصوم خاں نے قتلو لوہانی کے ساتھ کہ جس نے اس دوران میں اڑیسہ کی ولایت پر قبضہ جما لیا تھا اور بنگالہ کا بھی کچھ حصہ قبضے میں کر لیا تھا ، عہد و پیمان کرکے بادشاہی فوج کے مقابلے میں لشکر آراستہ کر لیا ۔ قاقشالوں نے اس سے مخالفت کی اور مرزا کوکہ کو موافقت کا پیغام بھیج دیا لہٰذا اس (معصوم خاں) کو بھاگنا پڑا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس اکبری میں اس نے پھر شورش اٹھائی ۔ جب شہباز خاں نے بنگالہ کی فوج کی کمان

سنبھالی تو اس سے مقابلہ کیا ۔ یہاں تک کہ اس (معصوم خاں) کو شکست فاش ہوئی ۔ جباری اور دوسرے باغی اس سے علیحدہ ہو گئے اور معصوم خاں بھاٹی کے ملک میں پناہ کے لیے چلا گیا ۔ وہاں کے زمیندار عیسیٰ کی حمایت میں بادشاہی ملک پر حملے کرنے لگا ۔ ہر مرتبہ بادشاہ کی فتح مند فوج سے سزا پا کر ناکام واپس لوٹ جاتا تھا یہاں تک کہ چوالیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۷ھ (۹۹-۱۵۹۸ء) میں اسی مملکت (بھاٹی) میں اس نے ملک عدم کی راہ لی ۔

اس کے مرنے کے بعد اس کے لڑکے شجاع نے مظفر خاں کے زر خرید (غلام) قلیاق کے ساتھ کہ جو شمشیر زنی میں مشہور تھا اور اس نے اپنا نام باز بہادر رکھا تھا ، کچھ سرکش تورانیوں[1] کو اپنے ساتھ ملا کر اس علاقے میں ہنگامہ شروع کر دیا ۔ چھیالیسویں سال جلوس اکبری میں وہ عاجز ہو گیا ، وہاں کے حاکم راجا مان سنگھ کچھواہہ سے ملاقات کی [۲۹۵] اور درستی کا عہد و پیمان ہو گیا ۔ جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں وہ غزنیں کی تھانیداری پر مقرر ہوا اور شاہجہاں کے زمانے میں اسے ایک ہزار ذات اور پانسو سوار کا منصب اور اسد خاں کا خطاب ملا ۔ بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کا انتقال ہوا ۔ اس کا لڑکا قباد پانسو ذات اور تین سو سوار کے منصب تک پہنچا ۔

۸۹

مرزا مظفر حسین صفوی

سلطان حسین ولد بہرام مرزا ولد شاہ اسماعیل صفوی کا لڑکا ہے ۔ جب ۹۶۵ھ (۱۵۵۸ء) میں قندھار کا قلعہ شاہ طہماسپ صفوی کے قبضے میں آ گیا تو اس نے وہ ولایت مع زمین داور وگرم سیر تا دریاے ہلمند ، اپنے

۱- متن میں 'تورانے سیاہ' تحریر ہے ؛ ہمارے خیال سے یہ لفظ تورانی سپاہ ہوگا ۔ (ق)

بھتیجے سلطان حسین مرزا کے سپرد کر دی ۔ اس نے تقریباً بیس سال اپنے چچا کی تربیت میں گزارے اور شاہ اسماعیل ثانی کے عہد حکومت میں ۹۷۴ھ (۱۵۶۶ء) میں موت ہو گیا ۔ شاہ (اسماعیل) اس کی طرف سے خوف زدہ اور وسوسہ ناک تھا اس لیے وہ اپنے چچاؤں کی اولاد کے قتل کے ارادے کو کہ جو اپنے دل میں رکھتا تھا ، (اس کی زندگی میں) عمل میں نہیں لا سکتا تھا ۔ اس کے انتقال کے بعد اس نے اپنے (عزیزوں) کی جان لینے کی ٹھان لی ۔

سلطان حسین مرحوم کے چار لڑکوں میں سے محمد حسین مرزا کہ جو ایران چلا گیا تھا وہاں قتل کر دیا گیا اور اس نے چاروں بھائیوں کی جان لینے کے لیے شاہ قلی سلطان کو کہ جس کو قندھار کا حاکم بنایا تھا ، مامور [۲۹۶] کیا ۔ اس نے بداغ خاں کو ان بے گناہوں کے قتل کے لیے بھیجا ۔ اس نے خیال کیا کہ صبح کو ختم کر دیں گے کہ اچانک بادشاہ (اسماعیل) کے مرنے کی خبر پہنچی اور ان کو رہائی مل گئی ۔

جب ایران کا بادشاہ سلطان محمد خدا بندہ ہوا تو اس نے بڑے بھائی مرزا مظفر حسین کو قندھار دے دیا ۔ زمین داور تا دریائے ہلمند رستم مرزا کو دیا اور دو دوسرے بھائی ابو سعید مرزا اور سنجر مرزا کو بھی اس کے ساتھ کر دیا ۔ حمزہ بیگ ذوالقدر مشہور بہ کور حمزہ کو کہ جو سلطان حسین مرزا کا وکیل تھا ، مرزاؤں کا اتالیق بنا دیا ۔ حمزہ بیگ نے اس قدر اقتدار حاصل کر لیا کہ مرزاؤں کے پاس تو صرف حکومت کا نام تھا ۔ مظفر حسین مرزا نے تنگ آ کر حمزہ بیگ کو ختم کرنا چاہا ؛ اس کو یہ بات معلوم ہو گئی لہٰذا وہ زمین داور کو بھاگ گیا اور رستم مرزا کو ساتھ لے کر جنگ کے لیے تیار ہو گیا ۔ چونکہ اکثر سپاہ اس سے متفق تھی اس لیے (مظفر حسین) مرزا کو شکست ہوئی اور وہ قندھار میں محصور ہو گیا ۔ قزلباش قبیلوں کے بوڑھوں کی ایک جماعت نے بیچ میں پڑ کر صلح کرا دی اور پھر تین سال کے بعد مرزا (مظفر حسین) حمزہ بیگ کی جان کے پیچھے پڑ گیا ۔ اس نے چپکے سے رستم مرزا کو قندھار بلا لیا اور پھر مرزا (مظفر حسین) کو قلعہ قلات کی طرف بھیج دیا کہ جو ہزارہ جات کے درمیان

ہے اور محمد بیگ کو [۲۹۷] جو اس کا داماد اور بیات (قبیلہ) کا سردار تھا پانسو آدمیوں کے ساتھ (اس قلعے) کی حفاظت کے لیے متعین کیا ۔ مرزا مظفر حسین نے اس کے ساتھ سازباز کرلی اور کچھ دنوں کے بعد عازم سیستان ہوا ۔ وہاں کے حاکم ملک محمود نے کہ جو مرزا کا خسر تھا، لڑائی جھگڑے کے بعد کہ جو ان دونوں کے درمیان ہوا ، بیچ میں پڑ کر (مرزا مظفر حسین کی) حمزہ بیگ سے صلح کرا دی اور قندھار کی مسند پر بٹھا دیا ۔ اس مرتبہ اس نے محمد بیگ کی مدد سے کہ جسے اس نے وکالت کا امیدوار بنا دیا تھا ، حمزہ بیگ کو مروا ڈالا ۔ اس وجہ سے رستم مرزا نے قندھار پر لشکر کشی کی لیکن ملک محمود سیستانی کی (مظفر حسین کو) مدد ملنے کی وجہ سے (رستم مرزا) کچھ نہ کر سکا اور زمین داور واپس آ گیا ۔

چونکہ مظفر حسین مرزا متلون مزاج تھا ، محمد بیگ سے بھی رنجیدہ ہو گیا اور سیستان کو چلا گیا ۔ وہ ملک محمود سے لڑ پڑا اور آخر کو شکست کھائی ۔ ملک محمود نے آدمیت سے کام لیا اور مرزا کو اپنے گھر لایا یہاں تک کہ محمد بیگ نے معذرت کی اور اس کو قندھار بلا لیا ۔ مرزا (مظفر حسین) نے موقع پاتے ہی محمد بیگ کو ختم کر دیا اور خود مستقل حاکم بن بیٹھا ۔ لیکن خراسان کے اوزبک امیر خاص طور سے توران کے حاکم عبد اللہ خاں کے بھانجے دین محمد سلطان اور باقی سلطان نے کہ جو خراسان کی تسخیر کے لیے مامور تھے ، قندھار کے حدود میں بار بار فوجیں بھیجیں اور مرزا سے مقابلے ہوئے ۔ اگرچہ اوزبک فوجیں شکست یاب ہوئیں لیکن ان کی غارت گری سے کبھی امن نہ تھا ۔ چونکہ [۲۹۸] اکثر قزلباس (ایرانی) امرا و اعیان ان لڑائیوں میں مارے گئے اور ایران کے بادشاہ سے کوئی کومک و مدد ملنے کی امید نہ تھی اچانک ہندوستان کی فوج کی آمد کی شہرت نے اس کو سراسیمہ کر دیا ۔ رستم مرزا کے ہندوستان جانے اور اس کو صوبہ ملتان تفویض ہونے نے بھی اس کو خوف زدہ کر دیا اور اس کا ڈر بڑھ گیا ۔ لہٰذا مرزا (مظفر حسین) نے ہندوستان آنے کا پختہ ارادہ کر لیا ۔ اگرچہ (توران کے حاکم) عبد اللہ خاں نے تسلی کا خط لکھا کہ ایرانی اور تورانی عداوت قدیم زمانے سے چلی آ رہی ہے لیکن اب تم ہماری طرف سے مامون رہو اور اپنے موروثی

ملک کو مغلوں کے قبضے میں نہ دو ۔ مرزا (مظفر حسین) نے اس پیغام کو اس (عبد اللہ خاں) کے فریب پر محمول کیا ۔

اسی زمانے میں قرار بیگ کورجائی کہ جو سلطان حسین مرزا کا قدیم نوکر تھا اور مظفر حسین کے پاس سے بھاگ کر ہندوستان آ گیا تھا اور اکبر کی سرکار میں فراش بیگی کا منصب رکھتا تھا ، اس کو مرزا کے لانے کے لیے متعین کیا گیا ۔ وہ قندھار روانہ ہوا ۔ اس نے دولت خواہی کے پردے میں (مرزا کو) ایسی پٹی پڑھائی کہ مرزا (مظفر حسین) نے اپنی والدہ اور بڑے لڑکے بہرام مرزا کو عذر خواہی کے طور پر بھیج دیا اور درخواست گزار ہوا کہ مجھے طلب کیا جائے ۔ بادشاہ (اکبر) نے بنگش کے حاکم شاہ بیگ خاں ارغون کو لکھا کہ فوج لے کر پہنچو اور قلعے پر قبضہ کر لو اور مرزا کو (ہندوستان) بھیج دو ۔

جب شاہ بیگ خاں قندھار میں داخل ہوا تو مرزا اپنے متعین اور گروہ کے ساتھ (قلعے سے) باہر آ گیا ۔ اگرچہ قزلباش (ایرانی) سردار اور افسر وہاں نہیں رہے تھے [۲۹۹] لکن آراستہ لشکر وہاں آ گیا ۔ (مظفر حسین) مرزا اپنی اس حرکت (قلعہ چھوڑنے) سے بہت پشیمان ہوا ، اور شاہ بیگ کو کہلا بھیجا کہ باہر آ کر ایک روز ہمارے مہمان ہو جیے کیونکہ کچھ ضروری باتیں بالمشافہ کرنی ہیں ۔ غرض یہ تھی کہ کسی طرح قلعے میں داخل ہو جائے اور اس سے عذر کرلے ۔ شاہ بیگ خاں نے کہ جو پرانا آدمی اور تجربہ کار سپاہی تھا ، اس مہم کو جیسے آسانی سے سر کرلیا تھا ، دشواری میں نہیں ڈالا اور معذرت چاہی کہ چونکہ میں نیک ساعت میں (قلعے میں) داخل ہوا ہوں لہٰذا باہر آنا مناسب نہیں ہے ۔ جو کچھ ضروری بات ہو مراسلت کے ذریعے کہلا بھیجیے ۔

مجبوراً مرزا کوچ کرکے چالیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۳ھ (۱۵۹۵ء) میں اپنے چاروں بیٹوں بہرام مرزا، حیدر مرزا ، القاس مرزا ، طہماس مرزا اور ایک ہزار قزلباش (ایرانی) سپاہیوں کے ساتھ ہندوستان آیا ۔ جب وہ تین منزلیں طے کر آیا تو مرزا جانی بیگ اور شیخ فرید بخشی استقبال کے لیے متعین ہوئے اور تین کوس سے مرزا عزیز کوکہ اور زین خاں کوکلتاش

نے استقبال کیا اور بادشاہ کے حضور میں لائے - اکبر بادشاہ نے اس کو 'فرزند' کا خطاب دیا ؛ پنج ہزاری منصب اور سنبھل کی جاگیر کہ جو قندھار سے بڑی ہے ، مرحمت فرمائی -

مرزا زمانے کے مزاج سے کم آشنا تھا اور معاملہ فہم تو تھا ہی نہیں - اس نے اپنی تن آسانی اور بے پروائی سے کاموں کو [۳۰۰] لالچی اور ظالم کارگزاروں پر چھوڑ دیا - اس کی جاگیر کی رعایا اور کچھ سوداگر بار بار داد خواہی کے لیے آئے - نصیحت اس کو سود مند نہ ہوئی - آخر کار وہ شکایات سے پریشان ہوگیا اور اس نے حجاز کی اجازت طلب کی جو منظور ہو گئی - کچھ دنوں کے بعد وہ (اس بات پر) پشیمان ہوا اور دل تنگ ہو کر بیٹھ رہا - اکبر نے اس کو عزلت گزینی سے نکالا - اس کو منصب اور جاگیر بحال کر دی -

بیالیسویں سال جلوس اکبری میں پھر مرزا کے آدمیوں نے ظلم وستم سروع کر دیا، اس لیے جاگیر موقوف ہو کر نقدی مقرر ہو گئی - مرزا حجاز کے لیے روانہ ہوگیا مگر پہلی منزل سے واپس آ کر پھر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا - چونکہ اس کا معاملہ بگڑ گیا تھا لہذا اس کے متعلق کچھ نہ کچھ باتیں لوگ بادشاہ کو پہنچاتے تھے - اس کا اعتبار جاتا رہا - روزانہ وہ خفیف تر ہوتا تھا - کہتے ہیں کہ مرزا (مظفر حسین) زمانے کی ناسازگاری کی وجہ سے ہندوستان کی کسی چیز سے خوش نہیں تھا - کبھی اپنی سادہ لوحی سے ایران کا ارادہ کرتا تھا اور کبھی حجاز کا - غم و غصہ کی وجہ سے مختلف جسمانی عوارض میں مبتلا ہو گیا - اور ۱۰۰۸ھ (۱۵۹۹-۱۶۰۰ء) میں فوت ہو گیا[۱] -

چوتھے سال جلوس جہانگیری میں مرزا (مظفر حسین) کی لڑکی شاہزادہ سلطان خرم مخاطب بہ شاہجہاں سے منسوب ہوئی - اس عفت مآب کے بطن

۱- یہ تاریخ انتقال غلط ہے - مظفر حسین مرزا اڑتالیسویں سال جلوس اکبری ، ۱۰ آبان (اکتوبر ۱۶۰۳ء) کو فوت ہوا - اکبر نامہ ، جلد سوم ، ص ۸۲۳ - (پ)

سے کہ جو قندھاری محل کے نام سے مشہور تھی ، ۱۰۲۰ھ (۱۶۱۱ء) نواب پرویز بانو بیگم پیدا ہوئی - مرزا مرحوم (مظفر حسین) کے لڑکوں میں سے بہرام مرزا ، حیدر مرزا [۳۰۱] اور اسماعیل مرزا ہندوستان میں رہے - ان میں سے مرزا حیدر کا حال اس کے لڑکے مرزا نوذر کے ساتھ بیان ہوا ہے -

۹۰

مرزا جانی بیگ ارغون حاکم ٹھٹہ

وہ[۱] شنکل بیگ ترخان کی نسل سے ہے - جب اس (شنکل بیگ) کے باپ اتکو تیمور نے تقتمش خاں کی لڑائی میں مردانہ وار جان دے دی تو امیر تیمور صاحب قران نے بچپن ہی میں اس (شنکل بیگ) پر نوازش کی اور اس کو 'ترخانی' کے مرتبے پر پہنچا دیا - چار واسطوں سے اس کا نسب ہلاکو خاں تک پہنچتا ہے کہ (سنکل بیگ) ولد اتکو ولد ارغون خاں ولد اباغ خاں ولد ہلاکو خاں -

انصاف پسند بادشاہوں نے اپنے سعادت مند ملازمین سے کچھ کو بطور رعایت منتخب کر کے اس نام 'ترخان' سے موسوم کیا - امیر تیمور کے ترخان کو نقیب و چوب دار کسی جگہ جانے سے روک نہیں سکتے تھے اور نو خطاؤں تک اس (ترخان) یا اس کے لڑکوں سے کوئی باز پرس نہیں ہوتی تھی - چنگیز خاں نے قشلیق اور بادا کو اس صلے میں کہ انہوں نے غنیم کے بارے میں اطلاع دی تھی ، اس مرتبے (ترخانی) پر سرفراز فرمایا - ان کو فرمائش سے مستثنیٰ کر دیا اور ان کو یہ بھی رعایت دی کہ وہ مال غنیمت میں سے شہنشاہ کا حصہ نہ دیں - بعض ترخان سات چیزوں سے مفتخر ہوتے تھے : (۱) طبل (۲) تومان طوغ (علم) (۳) نقارہ (۴) اپنے منتخب دو آدمیوں کو قشون توغ (علم) یعنی چتر توغ دے [۳۰۲]

۱- یہ بیان اکبر نامہ ، جلد سوم ، (ص ۹۷۳-۹۷۵) سے ماخوذ ہے - (ب)

(۵) ہتھیار رکھ سکتا ہے ۔ مغلوں میں یہ دستور ہے کہ حاکم کے سوا کوئی آدمی ہاتھ میں ترکش نہیں لے سکتا ہے (٦) شکارگاہ بھی مخصوص ہوتی ہے ۔ جو کوئی اس (شکار گاہ) کے اندر چلا جائے تو وہ اس کا ملازم ہو جاتا ہے (۷) وہ اپنے خاندان کا بزرگ ہوتا ہے اور دربار میں امرا اس کے (دائیں یا بائیں) کسی طرف بیٹھیں مگر ایک کمان کے فاصلے پر بیٹھیں گے ۔

جب تغلق تیمور نے امیر لولاجی کو اس نوازش سے سرفراز کیا تو اس نے اس کے لیے ایک ہزاری منصب تک نصب و عزل کا اختیار دے دیا اور اس کے لڑکوں کو نو خطاؤں تک باز پرس سے مستثنیٰ کیا اور جب خطائیں نو سے بڑھ جائیں تو ان سے باز پرس کی جائے ۔ اگر قتل کے سلسلے میں قصاص لیا جائے تو دو سال کے سفید گھوڑے پر اس کو بٹھایا جائے اور گھوڑے کے پیروں کے نیچے سفید نمدہ ڈالا جائے ۔ اس کی درخواست کو برلاس (قبیلہ) کے بزرگوں میں سے کوئی (خان) کے پاس لے جائے اور اس کے جواب کو ارکیوت کے سرداروں میں سے کوئی پہنچائے ۔ اس کے بعد اس کی شہ رگ کو کاٹا جائے اور دونوں بزرگ دونوں طرف سے اس کی نگرانی رکھیں یہاں تک کہ اس کا کام تمام ہو جائے ۔ اس کے بعد (خان کے) حضور سے اس کی لاش کو لے جائیں اور اس کی سوگ واری کریں ۔

خضر خواجہ نے میر خدا داد کو یہ مرتبہ (ترخانی) بخشا اور اس نے تین (اعزاز) اور بڑھا دیے ۔ (۱) شادی کے دن جب کہ تمام بزرگ (سردار) پیدل ہوں گے تو ایک سرکاری سپاہی سوار ہو کر لوگوں کو نواہی سے باز رکھے گا ۔ اسی طرح ترخان بھی سوار ہوگا (۲) [۳۰۳] اور اس شادی کی محفل میں ایک شخص حاکم (خان) کے دائیں طرف گھوڑی کا دودھ لیے ہو اور بائیں طرف وہ (ترخان) بھی اسی طرح کا ایک پیالہ لیے ہو ۔ (۳) اس کی مہر بھی فرامین پر ہوگی لیکن حاکم کی مہر (فرمان کی) آخری سطر پر ہوگی اور اس کی مہر اس سے نیچے ہوگی ۔

شیخ ابوالفضل کہتا ہے اگر یہ ساری عنایات عقل و دانش کی رو سے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوں گی ۔ لیکن نو خطاؤں تک کہ

قسم کی ہوں ، باز پُرس نہ ہونا کسی طرح مناسب نہیں ہے ۔ اور
، اندیش فرماں رواؤں نے اپنے تجربے سے اس بات کا یقین کر لیا
س (ترخان) سے کوئی برا کام سرزد نہ ہوگا اور ان کی سرفرازی کے
حکم جاری کیا گیا ہے تو (ممکن ہے) اس میں کوئی گنجائش ہو ۔
کہ نو خطاؤں تک باز پرس نہ کی جائے تو اس سے یہ معلوم ہوتا
ہدا تعالیٰ نے اس (فرماں روا) کو مستقبل کا علم بخش دیا ہے
ان کوئی جرم نہ کرے گا لہٰذا باز پرس ضروری نہیں) ۔
صر یہ کہ مرزا (جانی بیگ) کے چوتھے دادا مرزا عبدالعلی ولد
ں نے سلطان محمود ولد مرزا ابو سعید کے یہاں اعلیٰ مرتبہ پایا
کو بخارا کی حکومت ملی ۔ شیبانی خاں اوزبک اس کی پیشی میں رہتا
ب اس (سیبانی خاں) کو حکومت مل گئی تو اس نے خود سری سے
، اس کے پانچ بیٹوں کے مار ڈالا ۔ (آقا کا) چھوٹا لڑکا مرزا عیسیٰ چھ
ھا ۔ ارغون قبیلے نے اپنی بے سرداری کی وجہ سے ماوراءالنہر کا
وڑ دیا اور میر ذوالنون بیگ ارغوں کے پاس چلا گیا [۴۰۳] کہ جو
میں مرزا کا امیرالامرا و سپہ سالار اور اس کے لڑکے مرزا بدیع‌الزماں
تھا اور اس کی جاگیر میں قندھار تھا ۔
ب بدیع‌الزماں مرزا نے اپنی زبون فطرتی سے (اپنے باپ) سلطان حسین
مقابلہ کیا تو میر ذوالنون اس کے ہمراہ رہا اور اس نے اپنی لڑکی
ع‌الزماں) کے نکاح میں دے دی ۔ جب مرزا (سلطان حسین) فوت
ر اس کے بعد اس کے دونوں لڑکے بدیع‌الزماں اور مظفر مرزا صاحب
ہوئے ۔ خراسان میں ہنگامہ آرائی شروع ہو گئی ۔ سیبک خاں
ماں) جنگ کے لیے آ گیا ۔ اس کی لڑائی میں امیر ذوالنون مارا گیا اور
ڑکا شجاع بیگ ، مشہور بہ شاہ بیگ ، قندھار پر قابض رہا ۔
(۱۴۸۵ء) میں اس نے سندھ کے حاکم جام نظام‌الدین مشہور
ندا کے قبضے سے سیوی کا قلعہ نکال لیا ۔
یم زمانے میں سندھ کی حکومت سومروں کے قبضے میں تھی اور
ال گزرنے کے بعد (کہ سومرہ خاندان کے) چھتیس آدمیوں نے

حکومت کی ، سلطان محمد تغلق کے آخری زمانے میں حادوں قبیلے کی شاخ سمہ کے قبضے میں یہاں کی حکومت آئی ۔ وہ خود کو جمشید کی نسل سے سمجھتے تھے اور ہر ایک اپنے کو جام کہتا تھا ۔ سلاطین دہلی کو خراج دیتے تھے اور کبھی سرکشی بھی کرتے تھے ۔ چنانچہ سلطان فیروز شاہ نے (سندھ کے حاکم) بان بھتہ[1] کے زمانے میں تین بار سندھ پر لشکرکشی کی اور وہ اس کو دہلی لے گیا [۳۰۵] اور اس ملک (سندھ) کو اپنے ملازموں کے سپرد کر دیا ۔ چوں کہ اس کا رویہ بہت درست رہا اس لیے اس کو وہاں (سندھ) کی حکومت (پھر سے) سپرد کر دی ۔

جب دہلی کی سلطنت کمزور ہو گئی تو اس (حاکم سندھ) نے گجرات کے حکام سے رابطہ پیدا کر لیا اور تعلقات بڑھا لیے ۔ چوں کہ شاہ بیگ نے اس علاقے (سیوی) میں فتحے حا لیے تھے، لہٰذا اس نے بہت آسانی سے ہاتھ بڑھا کر بھکر اور سوسان پر قبضہ کر لیا ۔ جب جام ندا فوت ہو گیا تو اس کے لڑکے میاں جام فیروز اور جام صلاح الدین کے درمیان کہ جو اس کا داماد تھا ، ملک کے دعوے کے سلسلے میں جھگڑا شروع ہو گیا ۔ دوسرا (جام صلاح الدین) سلطان محمود گجراتی کی مدد سے غالب آیا ۔ مجبوراً جام فیروز شاہ، بیگ سے ملتجی ہوا ۔ اس نے (اس کے ساتھ) ایک فوج بھیج دی ۔ اتفاق کی بات کہ جام صلاح الدین مارا گیا ۔ جام فیروز نے از سرنو غلبہ و اقتدار حاصل کر لیا ۔

جب بابر بادشاہ نے کابل سے آ کر قندھار کا محاصرہ کیا تو اس نے اپنے ذرائع کے مطابق (بچانے کی) کوشش کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ مجبوراً وہ قندھار چھوڑ کر چلا آیا اور ٹھٹھہ پر مع مضافات قبضہ کر لیا ۔ ”خرابی

۱۔ اس لفظ کے تلفظ اور املا میں اختلاف ہے ۔ ڈاکٹر ریاض الاسلام نے ہم عصر مآخذ کی روشنی میں اس کا املا اور تلفظ بانہبینہ (Banhbina) اختیار کیا ہے جو صحیح معلوم ہوتا ہے ۔ (دی رائز آف دی سماز ان سندھ ، از ڈاکٹر ریاض الاسلام ، اسلامک کلچر ، اکتوبر ۱۹۴۸ء) ۔

سندھ"[۱] تاریخ ہے - جام فیروز مقابلے کی طاقت نہیں رکھتا تھا ، وہ گجرات چلا گیا اور سلطان بہادر کے امرا میں شامل ہو گیا - شاہ ملک نے اس ملک (سندھ) میں اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کر دیا - وہ بہادر اور صاحب فضل و کمال انسان تھا - شرح عقائد نسفی ، شرح کافیہ اور شرح مطالع اس سے یادگار ہیں - اس نے ملتان کو (بھی) لنگاہوں سے چھین لیا [۳۰۶] -

جب ۹۳۰ھ (۲۴-۱۵۲۳ء) میں (شاہ بیگ) فوت ہو گیا تو اس کا لڑکا مرزا شاہ حسین جا نشین ہوا - اس نے بھکر کے قلعے کو کہ جو دریائے پنجاب (سندھ) کے درمیان ایک ٹیلے پر واقع ہے ، از سر نو درست کر کے عالیشان عمارتیں بنوائیں - اس نے ملتان پر تاخت کی - وہاں کا حاکم سلطان محمود لنگاہ اس زمانے میں اچانک فوت ہو گیا - اس کا لڑکا سلطان حسین جانشین ہوا - مرزا شاہ حسین نے ۹۳۲ھ (۲۷-۱۵۲۶ء) میں (ملتان پر) قبضہ کر کے اپنی طرف سے وہاں حاکم متعین کر دیا -

ابھی ناکامی کے زمانے میں ہمایوں بادشاہ اس (مرزا شاہ حسین) کے پاس پہنچا - اس نے کچھ دنوں تک حیلے بہانے سے (ہمایوں کو) بھکر میں (نگرانی میں) رکھا اور ناصر مرزا کو کہ جو ہمایوں کا چچا ہوتا تھا ، دامادی کے وعدے پر اپنے ساتھ ملا لیا اور (ہمایوں سے) جنگ کے لیے آمادہ ہو گیا - مجبوراً ہمایوں عراق (ایران) کے لیے چلا گیا - اس نے ناصر مرزا سے بھی وعدہ وفا نہیں کیا -

کہتے ہیں کہ اس کو ایک قسم کی حرارت رہتی تھی اور اس نسیم (ہوا) کے بغیر کہ جو دریا میں ہوتی ہے ، آرام نہیں ملتا تھا - اس وجہ سے وہ کشتی میں سوار ہو کر ہمیشہ چھ مہینے دریا کے ڈھال کے رخ پر اور چھ مہینے دریا کی چڑھائی کے رخ پر سفر کرتا تھا - جس دوران میں کہ وہ بھکر کی طرف گیا تھا تو ارغون قبیلے کے کچھ ممتاز آدمی اس سے برگشتہ

۱- خرابی سند ہونی چاہیے، جس سے ۹۲۷ھ برآمد ہوتے ہیں - (ب)

ہوگئے اور انھوں نے مرزا عیسیٰ ولد عبدالعلی کو (کہ مرزا شاہ حسین) کا تیسرا دادا ہے ، اور پہلے زمانے میں قبیلے کی سرداری اس کے بزرگوں میں تھی ، سردار بنا لیا - [۳۰۷] مرزا شاہ حسین اپنے کوکلتاش (رضاعی بھائی) سلطان کی مدد سے کہ جو بھکر کا حاکم تھا ، لڑائی کے لیے تیار ہو گیا - پھر (آپس میں) صلح ہو گئی - تین حصے (ملک) مرزا عیسیٰ کو اور دو حصے اس (مرزا شاہ حسین) کے لیے طے ہوا - جب وہ مر گیا تو ۹۶۳ھ (۱۵۵۶ء) میں سارا ملک مرزا عیسیٰ کو مل گیا اور ۹۷۵ھ (۱۵۶۸ء) میں مرزا عیسیٰ کا بھی انتقال ہو گیا - اس کے لڑکوں محمد باقی اور خان بابا میں نزاع پیدا ہو گیا - بڑا بھائی محمد باقی غالب آیا اور اس نے حکومت سنبھالی - ۹۹۳ھ (۱۵۸۵ء) میں ، دماغ خراب ہونے کی وجہ سے اس نے شمشیر کا قبضہ دیوار میں نصب کر دیا ، اس کی نوک کو اپنے پیٹ میں میں گھسیڑ لیا اور مر گیا - ارغونوں نے اس کے لڑکے مرزا پائندہ محمد کو کہ جو گوشہ نشین اور دیوانہ سا آدمی تھا ، حاکم بنا لیا اور ملک کا سارا انتظام اس کے لڑکے مرزا جانی بیگ کو سونپ دیا -

چودہ سال سے اکبر بادشاہ پنجاب میں اقامت رکھتا تھا مگر اتنے قریب ہونے کے باوجود مرزا (جانی بیگ) اس کی خدمت میں حاضر نہ ہوا - چنانچہ جب ۹۹۹ھ (۱۵۹۱ء) میں خانخاناں (عبدالرحیم خاں) کو حکم ہوا کہ وہ لاہور سے قندھار کی تسخیر کے لیے روانہ ہو (اس کے ساتھ یہ بھی) حکم ہوا کہ وہ کسی کو مرزا (جانی بیگ) کے پاس بھیج کر متنبہ کرے کہ وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو ، ورنہ [۳۰۸] واپسی کے وقت اس کو سزا دی جائے گی -

ملتان اور بھکر خانخاناں کی جاگیر میں تھے ، اس نے غزنین و بنگش کا نزدیک کا راستہ چھوڑ کر قندھار کے لیے دور کا راستہ اس خیال سے اختیار کیا کہ جاگیر کو بھی دیکھ لیا جائے - اسی دوران میں ٹھٹھہ بھی اس کی جاگیر میں اضافہ کردیا گیا اور سپہ سالار نے سندھ کے فتح کرنے کی اجازت لے لی - مرزا جانی بیگ ایک کثیر جماعت کے ساتھ ایک سو پچاس کوس آگے بڑھ کر سیوستان کی سرحد پر آ گیا اور مردانہ وار مقابلہ کیا - محرم ۱۰۰۰ھ

(۱۵۹۲ء) میں مرزا (جانی بیگ) کو شکست ہوگئی ۔ مجبوراً اس نے صلح کر لی ۔ اڑتیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۱ھ (۹۳-۱۵۹۲ء) میں وہ خانخاناں کے ہمراہ لاہور میں اکبر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ اسے تین ہزاری منصب اور صوبۂ ملتان کی جاگیرداری ملی اور سندھ شاہرخ مرزا کے نام مقرر ہوا ۔ لیکن اسی زمانے میں خبر ملی کہ ارغون قبیلے کے لگ بھگ دس ہزار مرد و زن کشتیوں میں بیٹھ کر دریا کے چڑھاؤ کی طرف آ رہے ہیں ۔ ترکِ وطن کی وجہ سے کشتی بان اور خدمت گزار پریشان ہو گئے ہیں اور اپنے ہاتھ اور دانت کاٹ رہے ہیں ۔

اکبر بادشاہ نے از راہِ ترحم و مروت مرزا (جانی بیگ) کو سندھ کی حکومت بخش دی ۔ لاہری بندر خالصہ قرار پایا اور سرکار سیوستان جو وہ پہلے پیش کس میں دے چکا تھا ، دوسرے لوگوں کو ملی ۔ بیالیسویں سال جلوس اکبری میں تین ہزار اور پانچ سو کا منصب ملا ۔

مرزا (جانی بیگ) فہیم و دانا تھا ۔ اس کے گفتار و کردار سے اخلاص و درستی [۳۰۹] ظاہر ہوتی تھی ۔ وہ نشست و برخاست میں نہایت شائستہ اور مناسب تھا ۔ بچپن سے شراب کا عادی تھا لیکن کبھی بداطواری کا ظہور نہیں ہوا ۔ قول و فعل میں وہ بہت محتاط تھا ۔ شراب پینے کی کثرت کی وجہ سے بیمار ہوگیا ۔ رعشہ کے ساتھ سرسام بھی ہوگیا ۔ ۱۰۰۸ھ (۱۶۰۰-۱۵۹۹ء) پینتالیسویں سال جلوس اکبری میں آسیر کی فتح کے بعد برہانپور میں اس کا انتقال ہوگیا[۱] ۔

کہتے ہیں کہ ایک روز کسی مجلس میں (مرزا جانی بیگ) نے کہا کہ اگر ایسا قلعہ جیسا آسیر ہے میرے پاس ہوتا تو سو سال تک بھی نہ دیتا ۔ دشمنوں نے یہ بات بادشاہ تک پہنچا دی ۔ بادشاہ اس بات سے آزردہ خاطر ہو گیا کہ اسی زمانے میں وہ فوت ہو گیا ۔ موزوں طبع تھا ۔ حکیمی تخلص کرتا تھا ۔ یہ (قطعہ) اسی کا ہے :

خوش آں وقتے کہ عشق غم خوارم بود
آہ شب و گریۂ سحر کارم بود

۱- وہ ۱۰۰۹ھ ۱۶۰۰-۱ء میں فوت ہوا (اکبرنامہ ، جلد سوم ، ص ۸۳۷) - (پ)

بد گردیٔ چرخ بیں کہ با من نگزاشت
کالاے غمے کہ زنب دارارم بود

سندھ کا ملک بھکر سے کچھ و مکران تک دو سو ستاون کوس لمبا ہے[1] ۔ چوڑائی قصبہ بدین سے بندر لاہری تک سو کوس ہے ۔ اور دوسری طرف سے قصبہ چاندو سے کہ جو بھکر کے مضاف میں ہے ، بیکانیر تک ساٹھ کوس ہے ۔ (اس کے) مشرق میں گجرات ، شمال میں بھکر و سیوی ، جنوب میں سمندر اور مغرب میں کچ و مکران ہے ۔ (ولایت سندھ) دوسری اقلیم میں ایک سو دو درجے اور دس دقیقے طول البلد در [۳۱۰] اور چوبیس درجے دس دقیقے عرض البلد پر واقع ہے ۔ پہلے اس کا پایۂ تخت ربہمن آباد تھا کہ اب اس کو ٹھٹہ و دیبل کہتے ہیں ۔ آب و ہوا مرغوب اور کثرت میوہ کے لیے مشہور ہے ۔ سبز رنگ کی خوبصورتی بہت ہے ۔ وہاں کے باسندوں پر عیش و نشاط کا غلبہ ہے ۔ ہر گھر میں شراب و سرود موجود ۔ عورتوں کا لباس چاہے بوڑھی ہو یا جوان کسمب کے رنگ میں رنگا ہوا ہوتا ہے ۔

اگرچہ علم کا رواج زیادہ ہے اور اہل فضل و کمال کثرت سے ہیں لیکن فسق و فجور کی کوئی حد نہیں ہے ۔ ہر ہفتے میں شرفا و عوام ، پیر پٹھ (کے مزار) پر جاتے ہیں کہ جو اس ملک (سندھ) کے صاحب ولایت ہیں ۔ مزار شہر سے ایک فرسخ (تین میل) کے فاصلے پر واقع ہے ۔ بلند جگہ پر ہے ۔ پیرپٹھ شیخ بہاء الدین زکریا کے مرید و خلیفہ ہیں ۔ ان کا نام ابراہیم اور لقب شاہ عالم ہے ۔

(سندھ کے) شمالی پہاڑ کی چند شاخیں ہیں ۔ ایک قندھار تک چلی گئی ہے ۔ دوسری سمندر سے قصبہ کوہ مار تک کہ جس کو رام گر بھی کہتے ہیں ہوتی ہوئی سوستان تک پہنچتی ہے اور اس کو لکھی کہتے ہیں ۔ بڑا قبیلہ وہاں بلوچ ہے کہ ان کو کلمانی کہتے ہیں ۔ ان کے بیس ہزار گھر ہوں گے ۔

۱- یہ بیان آئین اکبری (بہ ضمن سرکار ٹھٹہ) جلد اول ، (ص ۵۵۵ - ۵۵۷) سے ماخوذ ہے ۔ (ب)

یہاں اچھے اونٹ پائے جاتے ہیں - سیوستان سے سیوی تک (ایک اور سلسلہ کوہ جاتا ہے) اس کو کھر کہتے ہیں - یہاں نہ مردی قبیلہ رہتا ہے کہ جن کے پڑاؤ سے تین سو سوار اور سات ہزار پیادے مل سکتے ہیں - اس گروہ کے پاس ہی ایک اور بلوچ قبیلہ ہے کہ جس کو لوگ ظہری (زہری) کہتے ہیں کہ جہاں سے ایک ہزار سوار مل سکتے ہیں - ایک اور پہاڑ ہے [۳۱۱] کہ اس کا ایک کنارہ کچ تک اور دوسرا کلانی قبیلے تک پہنچتا ہے - اس کو کارہ کہتے ہیں - وہاں چار ہزار بلوچ کا پڑاؤ ہوگا -

ملتان و آچھ کے حدود سے ٹھٹہ تک شمال کی طرف پہاڑوں کا بلند و سخت سلسلہ ہے اور اس میں بلوچ قبیلے گروہ در گروہ رہتے ہیں - اچھ سے گجرات تک جنوب کی طرف ریت کے ٹیلے ہیں کہ آدمیوں سے بالکل خالی اور جو کچھ ہیں ، وہی ہیں - اور بھکر سے نصر پور و امرکوٹ تک (یہی یہی سلسلہ ہے) - سوداور ، حاریجہ اور دوسرے قبیلوں کا وہاں پڑاؤ ہے - جاڑے کے موسم میں پوستین کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اور سیوسان کے علاوہ گرمی کا موسم معتدل رہتا ہے - قسم قسم کے میوے خاص طور سے آم بہت اچھا ہوتا ہے - جنگل میں خود رو خربوزہ پیدا ہوتا ہے - پھول خوب ہوتے ہیں - دھان مقدار میں زیادہ اور اچھا ہوتا ہے - نمک اور لوہے کی کانیں ہیں - لوگ دہی جاتے ہیں کہ جو چار مہینے رہتا ہے - مچھلی کی ایک قسم ایسی ہے کہ جس کو پلوہ (پلہ) کہتے ہیں - ذائقے اور مزے میں کوئی مچھلی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی - اس ملک میں غلہ خوب پیدا ہوتا ہے - پیداوار کا تیسرا حصہ کسان سے لگان میں لیتے ہیں - اس ولایت (سندھ) میں پانچ سرکاریں اور ترپن پرگنے ہیں - وہاں کی جمع بندی چھ کروڑ ساٹھ لاکھ باون ہزار چھ سو ترانوے (۶۶۰۵۲۶۹۳) دام ہے - اس زمانے میں ملک سندھ خدایار خاں لتی کے قبضے میں ہے - ایک مدت سے اس نے سرکار سیوستان اور بھکر کے ساتھ صوبہ ٹھٹہ شاہی سرکار (دہلی) سے اجارے پر لے رکھا ہے - دریائے سندھ کے اس طرف کا ملک جب عہد نامے کے ذریعے سے شہنشاہ زماں [۳۱۲] نادر شاہ کے قبضے میں چلا گیا تو وہاں کی

حکومت بھی بادشاہ (نادر شاہ) کی طرف سے خان مذکور (خدا یار خاں) کو بحال ہو گئی ہے ۔

اس ملک کے عجیب واقعات[1] میں سے جگر خوار کا حال ہے کہ اس کو ڈائن کہتے ہیں ۔ وہ ایک ایسا آدمی ہوتا ہے کہ جو اپنی نظر یا جادو سے جگر لے لیتا ہے ۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ کبھی کبھی اس پر ایسی حالت طاری ہو جاتی ہے کہ جب وہ کسی آدمی پر نظر ڈالتا ہے تو وہ (آدمی) بیہوش ہو جاتا ہے ۔ اس وقت اس آدمی سے کوئی چیز انار دانہ کی طرح نکالتا ہے اور کچھ دیر تک پیر کی پنڈلی کے اندر رکھ چھوڑتا ہے اور اس وقت وہ آدمی جس کا جگر نکالا جاتا ہے بے ہوش ہو جاتا ہے اور جب (لوگ) اس کے علاج سے نا امید ہو جاتے ہیں تو وہ اس چیز کو آگ پر ڈالتا ہے اور وہ طبق کی طرح پھیل جاتی ہے ۔ وہ ہم پیشہ لوگوں کو بانٹ کر کھا لیتا ہے ۔ اور (اگر وہ چاہتا ہے) کہ کسی کو اپنی طرح بنائے، تو اس میں سے کچھ حصہ اس کو کھانے کو دیتا ہے اور جادو سکھاتا ہے ۔ جب وہ گرفتار ہو جاتا ہے تو لوگ اس کی پنڈلی کو چیر کر اس انار دانے جیسی چیز کو باہر نکالتے ہیں اور اس آفت رسیدہ کو کھانے کو دیتے ہیں اور وہ اچھا ہو جاتا ہے ۔ یہ زیادہ تر عورتیں ہوتی ہیں ۔ اگر ان (عورتوں) کو پتھر باندھ کر دریا میں ڈال دیں تو وہ ڈوبتی نہیں ہیں ۔ اگر چاہیں کہ اس کو اس طریقے سے باز رکھیں تو اس کی دونوں کنپٹیوں اور تمام جوڑوں کو داغ دیتے ہیں ۔ آنکھوں میں نمک بھر دیتے ہیں اور مکان میں زمین پر چالیس دن تک لٹکائے رکھتے ہیں اور بغیر نمک کا کھانا دیتے ہیں ، اور کوئی منتر پڑھتے ہیں ۔ اس موقع پر اس کو ڈھحرہ کہتے ہیں ۔ اگرچہ اس میں وہ طاقت نہیں رہتی ہے لیکن وہ روشناس ہو جاتی ہے اور اس کے نظر ڈالنے سے [۳۱۳] وہ مصیبت زدہ گرفتار ہو جاتا ہے ۔ منتر پڑھنے سے یا کوئی چیز کھلا دینے سے پھر اسے تندرست کر دیتی ہے ۔

۱۔ ملاحظہ ہو خلاصۃ التواریخ از منشی سجان رائے بھنڈاری (بہ تصحیح ظفر حسن) (دہلی ۱۹۱۸ء) ، ص ۵۹-٦۰ - (ق)

۹۱

مرزا یوسف خان رضوی

مشہد مقدس کے صحیح النسب سادات میں سے ہے[1]۔ اکبر بادشاہ کی خدمت میں اس نے خوب ترقی اور اعتبار حاصل کیا اور تیسویں سال جلوس اکبری میں دو ہزار اور پانسو کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ جب شہباز خان بہار سے بنگالہ آیا تو مرزا اودھ سے اس ولایت کے انتظام کے لیے گیا ۔ تیسویں سال جلوس اکبری ۹۹۵ھ (۱۵۸۷ء) میں جب کشمیر کا حاکم قاسم خان وہاں کی مسلسل شورش اور ہنگامے سے پریشان ہو گیا اور وہ مستعفی ہو گیا تو مرزا وہاں کی حکومت پر متعین ہوا ۔ اس نے اپنے حسن تدبیر سے لوگوں کے دلوں پر قبضہ کر لیا اور شمس چک کو کہ جو اس ولایت کی حکومت کا دعویدار تھا ، تسلی دے کر بادشاہ (اکبر) کے حضور میں بھیج دیا ۔

چونتیسویں سال جلوس اکبری ۹۹۷ھ (۱۵۸۹ء) میں اکبر بادشاہ کشمیر کی سیر کے لیے گیا کہ اس جیسی سیرگاہ کی نشاندہی تمام دنیا میں سیاحوں نے کہیں نہیں کی ہے ۔ تجربہ‌کار کارندوں کو حکم[2] ہوا کہ دریائے جہلم کے بالا اور زیریں علاقوں پرراج اور کامراج کی پیائش (بندوبست) کی جائے ۔ اس علاقے میں زمین کا ہر حصہ پٹہ کہلاتا ہے [۳۱۴] اور الٰہی گز سے وہ ایک بیگہ اور ایک بسوہ کے برابر ہوتا ہے ۔ کشمیری ڈھائی پٹے سے کچھ زیادہ کو ایک بیگہ سمجھتے ہیں اور حکومت کے ساتھ تین 'تودوں' کے طریقے پر جنس کا تخمینہ کرتے ہیں ۔ اس طرح دھان کے چند 'خروار' سے ہر گاؤں کا اندازہ لگاتے ہیں ۔ ہر خروار اکبر شاہی وزن کے

۱- اس کے ابتدائی حالات کے لیے دیکھیے اکبر نامہ جلد سوم ۔ آئین اکبری جلد اول (طبع دوم ، انگریزی ترجمہ) ، ص ۳۶۹-۳۷۲ - (پ)

۲- ملاحظہ ہو اکبر نامہ ، جلد سوم ، ص ۵۴۸-۵۴۹ - (پ)

مطابق تین من آٹھ سیر کے برابر ہے - اور کچھ 'ترک' سے تولتے ہیں اور ترک آٹھ سیر کے برابر ہوتا ہے - موسم ربیع میں ایک پٹہ گیہوں یا مسور کی پیداوار میں سے دو ترک حکومت کے ہوتے ہیں - اس زمانے میں خسیس منسی مقرر ہوئے - انھوں نے بہت فرق نکالا - لہٰذا زمینداروں کے اصرار کی وجہ سے کہ جنھوں نے کبھی حقائق کو واضح نہیں کیا ، کسانوں کے زیادہ‌تر سپاہی ہونے کی بنا پر ، بادشاہ کی تماشا دوستی اور بے پروائی کے سبب اور اس خیال سے کہ لگان میں اضافے سے کسان پریشان ہوں گے اور خاص طور سے نئے مفتوحہ ملک میں (اور یہی ہنگامہ ہوگا) لہٰذا واقعی طور سے جمع بندی (تشخیص مال گزاری) نہیں ہوئی - دس لاکھ خروار شالی پر دو لاکھ خروار کا اضافہ کر دیا گیا ، اور ہر خروار کا نرخ ۱۶ دام مقرر ہوا اور اس اصول پر جمع بندی کر کے مرزا یوسف خان کو دے دیا گیا -

چھتیسویں سال جلوس اکبری میں اتفاق ایسا ہوا کہ مرزا کا ایک متصدی بھاگ کر بادشاہ کے حضور میں آ گیا اور اس نے بتایا کہ خروار دس سے بڑھا کر پندرہ کر دیے جائیں اور ہر خروار کا نرخ اٹھائیس دام ہونا چاہیے - جب مرزا سے پوچھا گیا تو وہ اضافے کے لیے رضامند نہ ہوا - لہٰذا قاضی نور اللہ اور قاضی علی تحقیق کے لیے متعین ہوئے [1]- مرزا کے آدمیوں نے خیانت کی وجہ سے سرکشی اختیار کی - قاضی [۳۱۵] نور اللہ نے واپس آ کر بادشاہ سے کیفیت عرض کر دی - حسین بیگ شیخ عمری مدد کے لیے بھیجا گیا - اس نے دیوانی اور تحصیلداری کے سلسلے میں بہت کوشش اور کارگزاری دکھائی - مرزا کے چند نوکروں نے مل کر کچھ سرکشوں کے بھڑکانے سے ہنگامہ برپا کر دیا اور انھوں نے مرزا کے چچا زاد بھائی یادگار کو اکسا کر لیا - ایک دو مرتبہ مقابلہ ہوا ، پھر صلح ہو گئی - ان دونوں عزیزوں (یوسف مرزا اور یادگار) کی سستی کی وجہ سے تھوڑے ہی دنوں میں سرکشوں کا ہنگامہ بہت بڑھ گیا - آخر کار قاضی علی اور حسین بیگ شہر سے

۱- خفیہ نویس کا نام طوطا بتایا گیا ہے ، اکبر نامہ ، جلد سوم ، ص ۵۹۵ - (پ)

چلے آئے اور انھوں نے ہندوستان کی راہ لی ۔ چونکہ دشمنوں نے پہلے سے
دروں اور راستوں کو بند کر رکھا تھا ، لہٰذا تھوڑے سے مقابلے کے بعد
قاضی علی گرفتار ہو گیا اور قتل کر دیا گیا ۔ حسین بیگ بھاگ کر نیم جان
نکل آیا ۔

کہتے ہیں کہ جب یادگار کل نے فرماں روائی کا ارادہ کیا تو اس
نے مہرکن کو طلب کیا کہ اس کے نام کی مہر انگوٹھی میں درست کر
دے ۔ جب مہرکن فولاد کو کھود رہا تھا تو ایک ریزہ اڑ کر اس کی آنکھ
میں پڑ گیا اور جب اس نے خطبہ پڑھا تو وہ کانپنے لگا ۔ جب مجلس
مرتب کر کے تخت پر بیٹھا تو فراش پنکھا لیے ہاتھ میں کھڑا تھا ۔ اس نے
فوراً یہ شعر پڑھا :

بیت

تکیہ بر جائے بزرگاں نتواں زد بگزاف
مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی [۳۱٦]

یادگار کو حیرت ہوئی ۔ اس نے (فراس سے) پوچھا کہ کیا تو پڑھا ہوا
ہے ؟ اس نے کہا نہیں ۔ پھر تو نے یہ شعر کہاں سے یاد کیا ہے ؟ اس نے
کہا مجھے معلوم نہیں ۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ ابھی تک اکبر بادشاہ کو اس شورش کی
خبر نہیں تھی ، مگر چونکہ بادشاہ اور ارباب دول کو الہام ہوتا ہے اس لیے
سینتیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۰ ھ (۹۲-۱۵۹۱ء) میں بادشاہ نے
اچانک لاہور سے کشمیر کا ارادہ کر دیا ، ہر چند لوگوں نے راستے کی
دشواری کی وجہ سے باز رکھنا چاہا ۔ بعض نے کہا کہ بادشاہ کو نہیں جانا
چاہیے ۔ ہر طرف سے وہاں کا ایک سال کا راستہ ہے اور اس پہاڑی علاقے میں
جانا مناسب نہیں ہے ۔ بادشاہ عین بارش کے زمانے میں اپنی رائے سے چل
پڑا ۔ اتفاق کی بات کہ وہی دن تھا کہ جس دن یاد گار کل نے کشمیر میں
بغاوت کی تھی ۔ اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ بادشاہ نے جب دریائے
راوی عبور کیا تو فرمایا کہ یہ شعر کس کے متعلق ہے :

بیت

کلاہ خسروی و تاج شاہی
بہر کل کے رسد حاشا و کلا

چند منزلیں طے نہ ہوئی ہوں گی کہ کشمیر کے فساد کی خبر ملی اور بادشاہ کی غیب دانی ظاہر ہو گئی ۔ شیخ فرید بخشی بیگی کو ایک جماعت کے ساتھ آگے روانہ کر دیا اور خود بھی تیزی سے روانہ ہوا ۔ مرزا یوسف شیخ ابوالفضل کے حوالے ہوا ۔ جب اس کا لڑکا مرزا لشکری [۲۱۷] اس باغی (یادگار) کی حرکات سے واقف ہوا تو وہ (یوسف رضوی) کے اہل و عیال کو لاہور کے ارادے سے نکال لایا ۔ جب اس بدکردار (یادگار) کو مرزا کے قید ہونے کا علم ہوا تو اس نے اس کے اہل خاندان کو روانہ ہونے دیا ۔ اس طرح مرزا کا عرب و ناموس محفوظ رہا اور اس نے رہائی پائی ۔

یادگار نے جب بادشاہ کی آمد کی خبر سنی تو اس نے بہت سے لوگوں کو دروں پر بھیج دیا کہ ان کو مضبوط و مسدود کرنے میں کوشش کریں ۔ بادشاہ کے سپاہیوں نے تھوڑے سے مقابلے کے بعد دشمن کے پیر اکھاڑ دیے اور اس ملک میں داخل ہو گئے ۔ یادگار سری نگر سے کہ جو کشمیر کا دارالحکومت ہے ، بھاگ کر ہیرا پور میں آ گیا ۔ مرزا (یوسف) کے نوکروں کی ایک جماعت کہ جو گھات میں تھی ، آدھی رات کو پہنچی اور اس نے بادشاہ کی آمد کا شور مچا دیا اور اس کے لشکر پر ٹوٹ پڑی اور لوٹ مار شروع کر دی ۔ وہ گھبراہٹ کے عالم میں خیمے سے نکل کر جنگل کو چلا گیا ، اور یوسف غلام کے سوا کوئی اور اس کے ہمراہ نہ تھا ۔ اس نے اس کو گھوڑا لانے کے لیے بھیجا ۔ لوگ اس (یادگار) کو نہ پا کر حیرت میں پڑ گئے ۔ انھوں نے یوسف پر تشدد کیا ۔ آخرکار اس کی رہنمائی پر وہ (یادگار) گرفتار ہوا اور اس کو قتل کر دیا گیا :

قطعہ

سر کشد با سرو در بستان کدو
یعنی ایں سر برکشیدن سروری ست [۲۱۸]

آسمان داند کہ از سرو و کدو
خود کدامیں سر سزاے سروری ست

کہتے ہیں کہ جس دن اس بدکردار (یادگار) نے شورش و ہنگامہ برپا کیا (یہ بات ذہن نشین رہے) کہ اس کی ماں کا نام نقرہ تھا اور وہ بدکاری میں رنڈیوں سے بھی بازی لے گئی تھی ، (تو اسی دن) اکبر بادشاہ نے یہ شعر پڑھا :

بیت

ولدالزناست حاسد منم آں کہ طالع من
ولدالزنا کش آمد چو ستارۂ یمانی

بادشاہ نے فرمایا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس منحوس دشمن (یادگار) کا خاتمہ اور سہیل (ستارہ) کا نکلنا ایک ہی ساتھ ہوگا ۔ منجموں نے عرض کیا کہ دو ماہ سے تین ماہ کے اندر وہ (یادگار) سزا پائے گا ۔ بادشاہ نے فرمایا کہ چالیس دن سے کم اور دو ماہ سے زیادہ عرصہ نہیں لگے گا ۔ چنانچہ کل اکیاون روز لگے اور جس دن کہ وہ مارا گیا اسی دن ستارہ یمانی نکلا ۔

بادشاہ جب کشمیر میں داخل ہوا تو مرزا یوسف خاں نے اس ولایت (کشمیر) کو مال گزاری کے اضافہ کے بعد قبول نہیں کیا ، لہٰذا وہ ملک خالصہ قرار پایا اور شمس الدین خافی کو تین ہزار سواروں کے ساتھ اس ملک (کشمیر) کی حکومت پر مقرر کیا گیا لیکن پھر شہزادہ سلطان سلیم کی درخواست پر (کشمیر) مرزا یوسف خاں کی جاگیر میں ہوا ، اور انتالیسویں سال جلوس اکبری میں مرزا (یوسف) توپ خانے کا داروغہ متعین ہوا ۔ اور اسی سال ۱۰۰۲ھ (۹۴-۱۵۹۳ء) [۳۱۹] میں قلیج خاں کے تبدیل ہونے کے بعد اسے جونپور کی جاگیر داری ملی ۔ اکتالیسویں سال جلوس اکبری میں اسے گجرات میں جاگیر ملی اور وہ دکن کا کومکی (فوجی مددگار) مقرر ہوا ۔

جب صادق خاں ہروی بیالیسویں سال جلوس اکبری میں فوت ہو گیا

تو مرزا (یوسف) شاہزادہ سلطان مراد کی اتالیقی پر مقرر ہوا ؛ فوراً اپنی جاگیر سے بالاپور برار پہنچا اور شہزادے کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ سلطان (مراد) کے انتقال کے بعد اس نے علامی شیخ ابو الفضل کے ہمراہ دکن کی مہمات میں عمدہ خدمات انجام دیں اور احمد نگر کے محاصرے اور فتح کرنے میں اس نے شہزادہ سلطان دانیال کے ہمرکاب دوسروں کے مقابلے میں بہت جدوجہد اور کوشش کی۔

چونکہ وہ ہمیشہ دکن سے دل افسردگی کا اظہار کرتا تھا اس لیے چھیالیسویں سال جلوس اکبری کے شروع میں شاہی حکم کے مطابق برہان پور میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ جب بادشاہ کی روانگی آگرہ کی طرف ہوئی تو شہزادہ دانیال کو امرائے عظیم الشان کے ساتھ حکم ہوا کہ وہ نربدا کی طرف روانہ ہو مرزا (یوسف) بھی اس کے ساتھ گیا اور اسی سال ۱۰۱۰ھ (۱۶۰۱ء) میں شہزادے نے مرزا (یوسف) کو مرزا رستم صفوی کے ساتھ شیخ ابو الفضل اور خانخاناں کی کومک کے لیے بالا گھاٹ پر متعین کیا۔ مرزا جمادی الآخر (دسمبر ۱۶۰۱ء) میں جالنا پور میں دنبل کے عارضے میں فوت ہوا۔ اس کا جنازہ مشہد گیا۔ سلطان پور کو اس نے اپنا وطن [۳۲۰] بنا لیا تھا۔

پیادہ سپاہی اکثر روہیلے نوکر رکھتا تھا۔ مشاہرہ ماہ بہ ماہ دیتا تھا۔ جب اضافہ کرتا تھا تو وہ اس کو 'یک ماہہ' اور 'نیم ماہہ' کہتا تھا اور تمام سال کی ماہوار تنخواہ اکھٹی کر کے یکجائی ادا کرتا تھا۔

اس کا لڑکا صف شکن خاں لسکری ہے کہ جس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے۔ دوسرا مرزا عوض ہے کہ جو نثر خوب لکھتا ہے۔ اس نے دنیا کے حالات پر مشتمل ایک تاریخ لکھی ہے۔ اس کا نام چمن ہے۔ اور ایک مرزا افلاطون ہے کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ رہتا ہے۔ آخر زمانے میں اسے بہشت آباد سکندرہ (مقبرہ اکبر) کی تولیت مل گئی تھی اور وہیں فوت ہو گیا۔ لیکن اس کے داماد میر عبداللہ نے شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں ایک ہزار اور پانسو ذات اور آٹھ سو سوار کا منصب پایا۔ کچھ دنوں دھارور کے قلعے کا قلعہ دار رہا۔ چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں فوت ہو گیا۔

۹۲

مادھو سنگھ کچھواہہ

راجا بھگونت داس کا لڑکا ہے ۔ جب اکبر بادساہ نے ابراہیم حسین مرزا کی تادیب کی غرض سے یلغار کی اور صوبہ احمد نگر کے مضاف قصبہ سرنال میں جنگ ہوئی تو سترھویں سال جلوس اکبری میں وہ بادشاہ کے ہم رکاب تھا ۔ وہ ہمیشہ بادشاہی خدمات پر مامور رہتا تھا ۔ تیسویں سال جلوس اکبری میں جب مرزا شاہرخ کی سرداری میں کشمیر کی فتح کے لیے [۳۲۱] ایک فوج مقرر ہوئی اور وہاں کے حاکم یعقوب کے ساتھ جنگ ہوئی تو اس نے بہت بہادری دکھائی اور تحسین کا مستحق ٹھہرا ۔

جب اکتیسویں سال جلوس اکبری میں سید حامد بخاری پشاور میں مارا گیا تو وہ شاہی حکم کے مطابق اپنے باپ کی فوج کو ہمراہ لے کر نھالہ لنگر سے کہ جو اس سے متعلق تھا ، علی مسجد پہنچا کہ جہاں کنور مان سنگھ مقیم تھا ۔ چالیسویں سال جلوس اکبری تک وہ ایک ہزار اور پانسو کے منصب تک پہنچا ۔ اور اڑتالیسویں سال جلوس اکبری میں وہ تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

اس کا لڑکا سترسال ، جہانگیر بادساہ کے آخر زمانے میں ایک ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب تک پہنچا ۔ پہلے سال جلوس شاہجہانی میں اس کو اس کا سابقہ منصب بحال رہا اور وہ مالوہ کے صوبیدار خان جہاں لودھی کے ہمراہ ججھار سنگھ بندیلہ کی تنبیہ کے لیے کہ جس نے سرکشی کی تھی ، متعین ہوا ۔ تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں کہ جب بادشاہ دکن پہنچا تو وہ راجا گج کے ہمراہ نظام الملک کے علاقے کی تخریب کے لیے مقرر ہوا ۔ لڑائی کے دن وہ فوج کے پچھلے حصے میں تھا اور دشمن نے ایک دم حملہ کر دیا ۔ اس نے بڑی بہادری کے ساتھ اپنے دو بیٹوں بھیم سنگھ اور انند سنگھ کے ہمراہ بہادری کا مظاہرہ کیا اور آقا کے کام میں جان فدا کر دی۔ اس کا لڑکا اگرسین مناسب منصب پر سرفراز ہوا [۳۲۲] ۔

۹۳

میر حسام‌الدین

وہ اصلی گوہر ہے - اس کی اصل و نسل بدخشاں سے ہے اور اس کا مولد و منشا ہندوستان ہے - اس کے باپ قاضی نظام بدخشی مشہور نے کہ جو اکبر کے زمانے میں امارت کے درجے پر پہنچا ، قاضی خاں کا خطاب پایا اور جب اس نے کفار سے لڑائیوں اور معرکوں میں نمایاں طور سے بہادری دکھائی تو اس کو غازی خاں کا خطاب ملا - چنانچہ اس کے حالات اپنی جگہ پر بیان ہوئے ہیں -

میر (حسام‌الدین) بھی علوم رسمیہ میں دست گاہ کامل رکھتا تھا - صاحب منصب و اعتبار تھا - کہتے ہیں کہ اکبر کے عہد میں اسے ہزاری منصب ملا تھا اور علامی فہامی شیخ ابوالفضل مشہور کی بہن اس کے عقد میں تھی - جس زمانے میں کہ وہ دکن میں تعینات تھا تو خانخاناں مرزا عبدالرحیم کے ساتھ اس کی خوب نبھی اور ان کی مصاحبت کی خوب شہرت ہوئی -

اسی زمانے میں اس کا نصیبہ خواب غفلت سے جاگا اور دولت جاودانی اس کے ہاتھ لگی - اچانک محبت الٰہی کا جذبہ اس پر طاری ہوا - عین جوانی کے عالم میں اس نے ترک دنیا اور ہوا و ہوس کے چھوڑنے کا ارادہ کیا اور خانخاناں سے علیحدگی کی خواہش دل میں پیدا ہوئی - لیکن اس نے خیال کیا کہ آسانی سے اس سے چھٹکارا نہیں ملے گا ، اگر میں دیوانہ ہو جاؤں تو شاید مجھے چھوڑ دے - اس کے بعد دہلی جا کر [۲۳۳] سلطان المشائخ (نظام‌الدین اولیاء بدایونی) کے مزار پر ساری عمر گزار دوں -

خانخاناں نے ہر چند خوشامد و عاجزی اور نصیحت و فہمائش کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا - دوسرے دن وہ گلی اور بازار میں نکل گیا - ننگے ہو کر خاک اور مٹی بدن پر مل لی - خانخاناں دوسرے امرا کے ہمراہ گیا اور نہایت اعزاز سے اپنے گھر لایا - دوبارہ سمجھایا تسلی اور دلاسا دیا - اس نے

جواب بھی نہیں دیا ۔ جب خانخاناں کے خط سے اکبر بادشاہ کو (یہ کیفیت) معلوم ہوئی تو اس کو دہلی میں گوشہ نشینی کی اجازت دے دی ۔

اس کی زوجہ نے بھی بھائیوں اور اعزہ سے تعلقات ترک کر لیے تھے اور جو کچھ نقد و جنس اس کے پاس تھا وہ شوہر کے کہنے کے مطابق درویشوں کو دے دیا ۔ کہتے ہیں کہ اس نے تیس سال تک گوشہ نشینی میں زندگی بسر کی ۔ ہر سال بارہ ہزار روپیہ خانخاناں کی طرف سے خانقاہ کے خرچ کے لیے آتا تھا ۔ درویشی اختیار کرنے کے بعد وہ کبھی کتاب کی طرف متوجہ نہیں ہوا ۔ اس کا بیشتر وقت عبادت اور قرآن کریم کی تلاوت میں گزرتا تھا ۔ ہر مہینے پندرہ قرآن کریم ختم کرتا تھا ۔ آخری زمانے میں حضرت خواجہ باقی باللہ سمرقندی کابلی کا مرید ہو گیا تھا اور (حضرت خواجہ کی) اجازت سے سالکوں اور طالبوں کے ہدایت و ارشاد میں مشغول رہتا تھا یہاں تک کہ عالم بالا کی راہ لی[1] ۔

۹۴

مخصوص خاں

سعید خاں چغتا کا چھوٹا بھائی ہے ۔ جس زمانے میں کہ [۴۲۴] اکبر بادشاہ نے یلغار کرکے گجرات کے ملک کی طرف توجہ کی اور سعید خاں کو کہ جو ملتان کا صوبےدار تھا ، اس طرف رخصت کیا تو (بادشاہ نے) اس کو اپنے ساتھ لیا ۔ اکیسویں سال جلوس اکبری میں وہ شہباز خاں کے ہمراہ گج پتی کی مہم پر روانہ ہوا[2] ۔ جب چھبیسویں سال جلوس اکبری میں شاہزادہ سلطان مراد کو ایک مرتبہ فوج کے ساتھ کابل کی طرف مرزا

۱- ملاحظہ ہو ذخیرۃالخوانین ، جلد اول ، ص ۲۴۲-۲۴۳ - (ق)

۲- راجا گج پتی صوبہ بہار کا خاص زمیندار تھا ، ملاحظہ ہو اکبرنامہ ، جلد سوم ، ص ۱۶۹-۱۷۰ - (ق)

محمد حکیم کی تنبیہ کے لیے رخصت کیا تو خان مذکور (مخصوص خاں) اس کی بائیں طرف کی فوج میں تھا ۔

جب بادشاہ خود کابل گیا ، اس نے مرزا محمد حکیم کی خطائیں معاف کر دیں اور وہ یلغار کرکے جلال کی طرف کہ بڑا لشکر وہاں تھا ، متوجہ ہوا تو بادشاہ نے (مخصوص خاں) کو اپنے ہمراہ لیا ۔ اڑیسہ کی مہم میں کہ جو راجا مان سنگھ کی سرداری میں سر ہوئی ، اس نے نمایاں کارنامے انجام دیے ۔ اس کے بعد وہ شاہزادہ سلطان سلیم کے ہمراہ مقرر ہوا ۔ انتحاسویں سال جلوس اکبری میں (سہزادے کے ہمراہ) بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا اور تین ہزاری کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ جہانگیر بادشاہ کے شروع عہد حکومت میں زندہ تھا ۔ اس کے مرنے کی تاریخ نظر سے نہیں گزری ۔

اس کا لڑکا مقصود تھا ۔ باپ (مخصوص خاں) اس سے آزردہ خاطر تھا ۔ جہانگیر بادشاہ کے تخت نشیں ہونے کے بعد جب اس کے بڑے بھائی سعید خاں نے اس (بھتیجے) کے منصب کے لیے (بادشاہ سے) عرض کیا تو بادشاہ (جہانگیر) نے جواب میں فرمایا کہ جس سے اس کا باپ ناراض ہوتا ہے وہ کس طرح عنایت الٰہی اور مرحمت بادشاہی کے قابل ہو سکتا ہے ؟ [۳۲۵] ۔

۹۵

میر معصوم بھکری

نامی تخلص ہے[1] ۔ اس کے بزرگ ترمذ کے سادات سے تھے ۔ دو تین پشت سے قندھار میں سکونت اختیار کر لی تھی ۔ اس کے بزرگ بابا

۱- میر معصوم کے حالات کے لیے دیکھیے مقدمہ تاریخ معصومی مرتبہ ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ (پونا ۱۹۳۸ء) و منتخب التواریخ از بدایونی اردو ترجمہ ، ص ۵۳۶ - ۳۸۶ ، مقالات الشعرا از میر علی شیر قانع تتوی مرتبہ پیر حسام الدین راشدی (کراچی ۱۹۵۷ء) ، ص ۹۸ - ۸۰۳ - (ق)

شیر قلندر کے مقبرے کی تولیت کے فرائض ، کہ جو اپنے زمانے کے روحانی بزرگ تھے اور وہاں دفن ہیں ، دوسرے سادات کے ساتھ شریک ہو کر انجام دیتے تھے ۔ اس کے باپ کا نام میر سید صفائی تھا ۔ اس وجہ سے میر (معصوم) کو سید صفائی بھی کہتے ہیں ۔ (اس کا باپ) بھکر آیا اور وہاں کے حاکم سلطان محمود کے اعزاز و اکرام کی وجہ سے اس نے وہاں سکونت اختیار کر لی اور سیوستان کے کھابروت سادات میں رشتہ کیا ۔ میر معصوم اور اس کے دو بھائی وہیں (بھکر میں) پیدا ہوئے ۔

میر (معصوم) اپنے باپ کے مرنے کے بعد ملا محمد ساکن کنگری سے کہ جو بھکر کے مضاف میں ہے ، علم حاصل کرنے میں مشغول ہوا ۔ کمالات حسیہ تک سے آشنا ہو گیا ۔ چونکہ شکار کھیلنے کا بہت شوقین تھا ، اس لیے اس کا اکثر وقت شکار میں گزرتا تھا ۔ اچانک غربت نے اس کے اطمینان و سکون کو ختم کر دیا اور وہ پیدل گجرات گیا ۔ شیخ اسحاق فاروقی بھکری[1] نے کہ جو اس ملک (گجرات) کے دیوان خواجہ نظام الدین احمد ہروی کی سرکار میں صاحب اختیار تھا ، سابقہ معرفت کی وجہ سے کہ وطن (بھکر) میں دونوں نے ایک ساتھ تحصیل علم کی تھی ، میر (معصوم) کی ملاقات خواجہ (نظام الدین) سے کرا دی ۔

اتفاق سے اسی دوران میں طبقات اکبری کی تالیف [۳۲۶] ہو رہی تھی ۔ (خواجہ نظام الدین نے) میر معصوم کو اپنی صحبت میں لے لیا کیونکہ وہ فن تاریخ میں یگانۂ روزگار تھا ۔ چنانچہ خواجہ (نظام الدین) نے بھی اس کتاب (طبقات اکبری) میں میر (معصوم) کی شرکت اور مصاحبت کا ذکر کیا ہے ۔

اس کے بعد وہ وہاں (گجرات) کے شہاب الدین احمد خاں کی ملازمت میں آیا اور صاحب منصب ہوا اور زمانہ گزرنے کے ساتھ شجاعت و مردانگی میں مشہور ہوا اور اکبر بادشاہ کی خدمت میں روشناسی کا اعزاز پایا ۔ چالیسویں سال جلوس اکبری تک وہ ڈھائی سو کے منصب پر سرفراز ہوا تو

۱۔ ملاحظہ ہو ذخیرۃ الخوانین ، جلد اول ، ص ۲۰۸-۲۰۹ ۔ (ق)

بتدریج اس کو شاہی قرب و اعتبار حاصل ہوتا رہا اور وہ ایران کی سفارت پر مامور ہوا ۔ فراست و کارگزاری کی وجہ سے شاہ عباس صفوی کی اس پر عنایات ہوئیں ۔ جب وہ ایران سے واپس آیا تو ۱۰۱۵ھ (۱۶۰۶-۰۷ء) میں جہانگیر بادشاہ کی طرف سے امین الملک کا خطاب پا کر بھکر گیا اور وہیں اس کا انتقال ہو گیا ۔ کہتے ہیں کہ اکبر کے زمانے کا ہزاری منصب دار تھا ۔ شعر خوب کہتا تھا ۔ یہ اسی کا شعر ہے :

بیت

چہ خوش است آنکہ از خود روم و تو حال پرسی
بتو شرح حال گویم بزبان بے زبانی

اس کی تالیفات سے دیوان نامی[1] ، مثنوی معدن الافکار[2] کہ جو مخزن الاسرار کے جواب میں ہے ، تاریخ سندھ[3] اور طب میں ایک مختصر کتاب کہ جس کا نام مفردات معصومی ہے[4] موجود ہیں ۔

وہ خوش خط اور بہتر کتبہ نویس تھا ۔ ہندوستان [۳۲۷] سے تبریز و اصفہان تک تمام جگہ راستوں اور منزلوں پر اس نے اپنے اشعار مسجدوں

۱- تقی کاشی کے حوالے سے پیر حسام الدین راشدی لکھتے ہیں کہ میر معصوم نامی کے دو دیوان تھے ۔ ایک دیوان پیر راشدی کے کتب خانے میں موجود ہے ۔ بقول تقی کاشی میر معصوم نے دو ساقی نامے بھی لکھے تھے (مقالات الشعرا ، ص ۸۰۳) ۔ (ق)

۲- میر معصوم نے ایک مثنوی حسن و ناز بھی لکھی ہے ۔ ملاحظہ ہو مقالات الشعرا ، (ص ۸۰۰ - ۸۰۱) ۔ (ق)

۳- یہ کتاب ۱۹۳۸ء میں ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ کی تصحیح و ترتیب و حواشی و مقدمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے ۔ اس کتاب کے سندھی اور اردو ترجمے بھی چھپ چکے ہیں ۔ (ق)

۴- یہ کتاب مختلف کتب خانوں میں خطی صورت میں موجود ہے ۔ (مقالات الشعرا ، ص ۷۹۹) ۔ (ق)

اور عمارات کے پتھروں پر کندہ کرائے ۔ آگرہ کے قلعے کے دروازے[1] اور فتح پور کی جامع مسجد[2] کے کتبے اس کے خط میں ہیں[3] ۔ اس نے بہت سی عمارتیں بنوائیں ، خاص طور سے شہر سکھر میں کہ جو اس کا وطن مالوف ہے ، دریاے پنجاب (سندھ) کے درمیان ، کہ جو بھکر کے گرد بہتا ہے ، ایک عمارت ستیا سر کے نام سے بنوائی کہ جو دنیا کے نوادر میں سے ہے ۔ گنبذ دریایی (۱۰۰۷ھ) سے اس کی تاریخ نکلتی ہے[4] ۔

۱۔ کتبہ کے لیے ملاحظہ ہو ، مرقع آکبر آباد ، ص ۶۵-۶۶ ۔ (ق)

۲۔ کتبہ کے لیے ملاحظہ ہو ، رہنمائے فتح پور سیکری از سعید احمد مارہروی (آگرہ ۱۹۱۶ء) ، ص ۲۰ ۔ (ق)

۳۔ راجپوتانہ گزٹ اور چراغ راجستھان کے مالک و مدیر مولوی مراد علی نے جیسلمیر کی ایک مسمار شدہ مسجد کے حصے سے میر معصوم نامی بھکری کے بعض کتبات کے چند شعر نقل کیے ہیں جو درج ذیل ہیں :

نامی بکشا چشم بصیرت دریاب
بنیاد زمانہ ہمچو نقشست برآب
با تو گویم حقیقت دنیا چیست
بیداری یک زمان و باقی ہمہ خواب

ان ہی اشعار کے نیچے یہ دو شعر کندہ ہیں :

دو جہان در نظر دیدہ وران مختصر است
ہر کہ بر بست ازو چشم طمع دیدہ ورست
با تو بد عہد رہ مہر و وفا بر بستی
نامی وا شدہ را دیدہ بہ دیوار و در است

یادگار مراد علی از مولوی مراد علی

مطبع چراغ راجستھان اجمیر ۱۳۱۶ھ ، ص ۳۰۸ ۔ (ق)

۴۔ میر معصوم بھکری کا گنبد سکھر میں آج بھی موجود ہے ۔ اس میں میر معصوم کی آخری آرامگاہ ہے اور منزل گاہ کی عمارت میں بھی میر معصوم کا ایک کتبہ ثبت ہے (ق)

(میر معصوم) بہت متقی اور پرہیز گار تھا - ہمت و شجاعت کا یہ عالم تھا کہ بھکر کے عوام الناس تک کو ہندوستان سے تحفے بھیجتا تھا اور اس نے چھوٹوں اور بڑوں کو سالانہ ، ماہانہ ، یومیہ ، مصں اور لگان کے موقع پر امداد مقرر کر رکھی تھی - لیکن آخر میں کہ جب وہ وطن گیا تو وہ حسن سلوک نہ رہا ، بلکہ بعض وجوہ سے وہاں (بھکر) کے لوگوں کو تکالیف پہنچیں - کہتے ہیں کہ وہ آباد کاری اس طرح کرتا تھا کہ اس کی طرف سے یہ تاکید تھی کہ جاگیر کے محال میں شکار کے لیے کچھ جنگل چھوڑ دیا جائے۔

اس کا لڑکا میر بزرگ ہے - سلطان خسرو کی بغاوت کے زمانے میں اس کو راستے سے مسلح پکڑ کر لائے - کوتوال نے ظاہر کیا کہ یہ بھی سلطان (خسرو) کا ساتھی تھا - اس نے انکار کیا - جہانگیر نے پوچھا کہ تو نے اس وقت ہتھیار کیوں لگا رکھے تھے - اس نے کہا کہ میرے باپ کی وصیت ہے کہ رات کی پہرے داری پر ہتھیار بند رہنا چاہیے اور چوکی نویس نے بھی گواہی دی کہ آج کی رات اس کا پہرہ تھا چنانچہ وہ سلامت رہا - بادشاہ [۳۲۸] (جہانگیر) نے خانہ زاد پروری کی وجہ سے اس پر نوازش کی اور اس کو (اس کے باپ کا مال) بخش دیا تھا - وہ مدتوں قندھار میں بخشی رہا - باپ کی دولت کو کہ جو بیس چالیس لاکھ روپیہ ہوگی ، فضول خرچی میں اڑا دیا - ایسا مغرور تھا کہ کسی سے جھک کر نہیں ملتا تھا اور وہاں (سندھ) کے کسی صوبیدار سے اس کی نہیں بنتی تھی - پاکیزہ اطوار اور بڑی تنخواہ کے ملازم رکھتا تھا - نظم و نثر (دونوں) لکھنے پر قادر تھا اور اچھا لکھتا تھا[۱]- کچھ غلط طریقے اختیار کر کے ظالم طبیعت ہو گیا - لیکن جہانگیر بادشاہ کے ہمراہ ماندو پہنچا اور دکن میں تعینات ہوا - ایک مدت تک وہاں رہا -

---

۱- میر مراد علی نے جیسلمیر کی اس مسمار شدہ مسجد میں میر بزرگ کا بھی ایک کتبہ دیکھا تھا جس کو انہوں نے یادگار مراد علی (ص ۳۰۸) میں نقل کر دیا ہے - (ق)

چونکہ اس کی جاگیر کی آمدنی سے اس کی گزر اوقات نہیں ہوتی تھی لہٰذا ملازمت چھوڑ کر اپنے وطن میں مقیم ہو گیا اور اپنے باپ کی جائداد اور باغات پر اکتفا کر لیا ۔ ۱۰۴۲ھ (۱۶۳۲-۳۳ء) میں فوت ہو گیا ۔ اس کی اولاد تھی ۔ ان میں سے کچھ ملتان منتقل ہو گئی ۔

۹۶

مرزا شاہ رخ

مرزا ابراہیم ولد مرزا سلیمان والئی بدخشاں کا لڑکا ہے ۔ باپ کے مارے جانے کے بعد اس نے اپنے دادا کی سرپرستی میں پرورش پائی ۔ جب سن شعور کو پہنچا ، مرزا (شاہ رخ) کی والدہ محترم خانم اور دادی حرم بیگم کے درمیان کہ مرزا سلیمان اس (حرم بیگم) کے اختیار میں تھا ، ابتدا سے مخالفت اور ناموافقت رہتی تھی - [۳۲۹] مفسد بدخشیوں کی فتنہ انگیز باتوں سے وہ اپنے دادا سے دل گرفتہ ہو گیا ۔ پھر نوبت جھگڑے تک پہنچی اور بات یہاں تک بڑھی کہ مرزا سلیمان وطن سے دست بردار ہو کر ہندوستان آ گیا ۔ چنانچہ اس (مرزا سلیمان) کے حالات میں کچھ (واقعہ) مذکور ہوا ہے ۔

مرزا سلیمان جب ہندوستان آ کر حجاز کو چلا گیا[1] تو شاہ رخ مرزا اور اس کی والدہ نے اکبر بادشاہ کی خدمت میں عرضیاں اور تحفے بھیج کر عقیدت کا خوب اظہار کیا ۔ مرزا سلیمان حجاز سے عراق کے راستے لوٹا اور مرزا محمد حکیم کی مدد سے بدخشاں پر فوج کشی کردی ۔ مرزا سلیمان سے اس طرح صلح ہو گئی کہ وہ علاقہ جو مرزا ابراہیم کے قبضے میں تھا مرزا شاہ رخ کو مل گیا ۔ لیکن ہمیشہ دونوں میں کھٹ پٹ رہتی تھی ۔ جب تک مرزا (شاہ رخ) کی ماں زندہ رہی ، اس وقت تک جلد ہی اختلافات ختم ہو کر کسی نہ کسی حد تک معاملات درست ہو جاتے تھے ، لیکن اس کے مرنے

۱۔ ملاحظہ ہو ۔ اکبر نامہ ، جلد سوم ، ص ۱۴۹-۱۵۸ - (پ)

کے بعد مرزا غرور اور خود سری میں مبتلا ہو گیا ۔ اس کی سپاہ پراگندہ ہو گئی ۔ امرا جاگیر کے سلسلے میں آپس میں لڑنے لگے ۔

عبد اللہ خاں والئی توران ، جو موقع دیکھ رہا تھا ، ان خبروں کو سن کر بدخشاں پر چڑھ دوڑا ۔ نوکر بے وفائی کر گئے ۔ ناچار مرزا (سلیمان و شاہ رخ) اپنے موروثی ملک کو چھوڑ کر بڑی پریشانی سے (وہاں سے) نکل بھاگے ۔ جب کابل کی سرحد پر پہنچے تو مرزا سلیمان نے ساتھ، ندامت کی وجہ سے ہندوستان کا ارادہ نہیں کیا ۔ مرزا (شاہ رخ) نے اپنے تین بیٹوں حسن ، حسین (جڑواں) اور بدیع الزماں کے ہمراہ ہندوستان کا ارادہ کیا ۔ ہزارہ جات میں [۳۳۰] خبر ملی کہ عبداللہ خاں ، کولابیوں سے شکست کھا گیا تو مرزا (شاہ رخ) نے قبضہ کرنے کی غرض سے بدخشاں کا رخ کیا ۔ جب معلوم ہوا کہ عبد اللہ خاں نے کولاب پر قبضہ کر لیا ہے تو مرزا (شاہ رخ) پہلے سے زیادہ تباہ ہو کر لوٹا ۔

راستے میں مرزا سلیمان سے کہ جو یہی خبر (سن کر) کابل سے چلا آیا تھا ، ملاقات ہوئی اور دونوں چل پڑے ۔ اس درمیان میں اوزبک (عبد اللہ خاں) کی فوج آ پہنچی اور تاخت و تاراج میں مشغول ہو گئی ۔ اس ہنگامے میں مرزا سلیمان کے گھوڑے کا پاؤں پھسل گیا اور وہ گر پڑا ۔ مرزا شاہ رخ نیچے اتر آیا اور اپنا گھوڑا پیش کر دیا ، وہ بھی بھاگ گیا ۔ مرزا سلیمان کے ہمراہیوں میں سے کسی نے اپنے گھوڑے پر مرزا کو سوار کر لیا ۔ مرزا شاہ رخ بڑی ہوشیاری سے اس بھگدڑ سے نکلا اور بہت پھرتی سے آگے بڑھا ۔ اس رواروی میں اس کا لڑکا حسن اس سے علیحدہ ہو گیا ور باپ کے دل پر ایک تازہ داغ لگا ۔ جب مرزا شاہرخ ہندوستان کو چلا ور دروں سے گزر کر باہر آیا تو اس کا جدا شدہ لڑکا بھی مل گیا ۔ کنور ان سنگھ نے دریائے سندھ کے قرب و جوار میں ، اور راجا بھگوان داس نے ہور میں (مرزا شاہرخ) کی مہمانداریاں کیں ۔

انتیسویں سال جلوس اکبری میں دار الخلافے میں شاہزادہ دانیال نے ستقبال کیا اور بادشاہ کے حضور میں لایا ۔ اسے بادشاہ کے حضور میں بیٹھنے اشرف حاصل ہوا ۔ ایک لاکھ روپیہ نقد انعام، اسباب فراش خانہ، پانچ ہاتھی،

نو گھوڑے ، چند اونٹ اور چند خدمت گار (مرزا شاہ رخ کو) مرحمت ہوئے - اڑتیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۱ھ (۱۵۹۳ء) میں [۳۳۱] اکبر بادشاہ نے اپنی لڑکی شکر نساء بیگم کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا - مالوہ کی حکومت اور پانچ ہزاری منصب مرحمت فرمایا - وہ شہباز خاں کنبو کی اتالیقی میں اپنے علاقے پر روانہ ہوا - چالیسویں سال جلوس اکبری میں شاہزادہ سلطان مراد کے ساتھ دکن کی مہم پر متعین ہوا -

جب شہباز خاں احمد نگر سے لوٹ کر مالوہ آیا تو اوجین اور اس صوبے کے اچھے مقامات شہباز خاں سے لے کر مرزا (شاہ رخ) کی جاگیر میں مقرر ہوئے اور شاہزادہ (سلطان مراد) نے بالاپور برار میں اقامت اختیار کی - بادشاہی فوج مرزا شاہ رخ کی سرداری اور خان خاناں کی سپہ سالاری میں اکتالیسویں سال جلوس اکبری میں دکن کے تینوں سرداروں کی فوجوں کے مقابلے میں پہنچی کہ جو خواجہ سہیل خاں بیجا پوری کی سرداری میں آئی تھیں ، اور برسرپیکار ہو گئی - سخت مقابلہ ہوا - خاندیس کا حاکم راجہ علی خاں شاہی لشکر کے بائیں حصے کا سردار تھا - وہ بہت سے آدمیوں کے ساتھ مارا گیا - بہت سے لوگ ہمت ہار گئے - راجپوت سردار دور جا کر کھڑے ہو گئے - مرزا شاہ رخ اور خان خاناں اپنے ہمراہ فوج لے کر چلے ، اندھیری رات گھوڑے کی پیٹھ پر گزار دی - صبح کو دشمن کے بہت سے سرداروں کو تہ تیغ کر دیا اور باقیوں کو بھگا دیا - تینتالیسویں سال جلوس اکبری میں بادشاہ نے اس کو اپنے حضور میں [۳۳۲] طلب کیا اور وہ حضور میں حاضر ہوا -

اسی سال ابو الفضل کو دکن جانے کا حکم ہوا - مرزا (شاہ رخ) کو علم اور نقارہ مرحمت ہوا ، اور حکم ہوا کہ مالوہ جائے ، سامان درست کرے اور دکن بلایا جائے تو فوراً پہنچے - مرزا شاہی خدمات انجام دینے میں کسی وجہ سے خود کو قاصر نہیں رکھتا تھا - جب شاہزادہ سلطان دانیال احمد نگر کی فتح کے بعد اپنے والد ماجد کے پاس برہانپور پہنچا تو مرزا کو اس علاقے کی حفاظت کے لیے چھوڑا - جس وقت کہ خان خاناں بادشاہ

کے حضور سے احمد نگر پہنچا تو مرزا بادشاہ کے حضور میں روانہ ہوا ۔ اس کے بعد وہ پھر نربدا کے کنارے سے دکن میں متعین ہوا ۔ اکبر بادشاہ کے آخر زمانے میں وہ سات ہزاری کے منصب تک پہنچا ۔ دوسرے سال جلوس جہانگیری ۱۰۱۶ھ (۱۶۰۷ء) میں شہر اوجین میں (مرزا شاہ رخ) فوت ہوا اور سہر کے باہر دفن ہوا ۔

کہتے ہیں کہ مرزا محمد حکیم کی لڑکی کابلی بیگم نے ، کہ وہ بھی مرزا (شاہ رخ) کے نکاح میں تھی ، اس کے جنازے کو لے کر اس ارادے سے حجاز کا سفر اختیار کیا کہ اس کو مدینہ منورہ میں دفن کرے ۔ اس نے بدؤوں کے خوف سے جنازے کو شتر بانوں کی ایک جماعت کو دے کر روانہ کر دیا اور خود بصرہ آ گئی اور وہاں سے شیراز پہنچی ۔ فارس کے حاکم الہوردی خاں نے بہت اعزاز و احترام کیا اور اصفہان بھیج دیا ۔ ۱۰۲۲ھ (۱۶۱۳ء) میں ایران کے بادشاہ شاہ عباس ماضی نے اس کا نکاح [۳۳۳] اپنے نابینا چچا مرزا سلطان علی کے ساتھ کر دیا ۔ لیکن اس کے اور بیگم کے درمیان محبت نہ ہو سکی ۔

الحاصل مرزا ساہ رخ سجاعت اور نیک طینتی کی صفات سے متصف تھا ۔ جہانگیر بادساہ اپنے ساہنامہ (تزک جہانگیری) میں لکھتا ہے کہ دنیا میں بدخشی سے زیادہ بے وفا کوئی اور نہ ہوگا لیکن ساہ رخ گویا بدخشی ہے ہی نہیں ۔ ہندوستان میں آئے ہوئے بیس سال ہو گئے لیکن ہندی زبان بالکل نہیں جانتا ہے ۔

اس کے لڑکوں میں مرزا محمد زمان بدخشاں میں کسی جگہ کا حاکم تھا ، وہ اوزبکوں کی سورش میں مارا گیا ۔ ایک زمانے تک جعلی محمد زمان شورش برپا کرتا رہا ۔ مرزا شاہ محمد کو مرزا محمد حکیم نے اپنے پاس رکھا ۔ مرزا کے انتقال کے وقت اس کے چھ لڑکے تھے : حسن و حسین (جڑواں) ، حسن ، خسرو کے ساتھ بھاگا ، دوسرے دن پکڑا گیا اور مقید ہوا ۔ مرزا سلطان نے بچپن سے جہانگیر کی خدمت میں تربیت حاصل کی ۔ بادساہ نے چاہا کہ اس کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر دے ۔ محل سے (بادساہ کے پاس)

عرضی پہنچی کہ اس کے گھر میں بہت سی عورتیں ہیں ۔ جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے بادشاہ کے قدموں کی قسم کھائی ۔ خواجہ سرا اس کے گھر گئے ، انھوں نے عورتوں کو مقید پایا ۔ (مرزا سلطان بادشاہ کی) نظر سے گر گیا ۔ غازی پور جاگیر میں ملا تھا وہیں فوت ہو گیا ۔

مرزا بدیع الزماں جو مرزا فتح پوری کے نام سے مشہور ہے ، شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں دکن کا بخشی تھا ۔ اس کے بعد اس نے پٹن گجرات میں جاگیر پائی ۔ مٹھی بھر ہڈیاں تھیں ، مگر [۳۳۴] فتنہ و شرارت کا پتلا تھا ۔ یہاں تک کہ اس کے بھائیوں نے پریشان ہو کر پٹن میں قتل کردیا ۔ اس کی ماں (بادشاہ کے) حضور میں آئی اور انصاف چاہا لیکن جس طرح چاہیے تھا ویسے خون کا دعویٰ نہ کیا ۔ کچھ دن بھائی قید میں رہے ۔

مرزا مغل نے ترقی نہیں کی ۔ داراب خاں کی دختر اس کے گھر میں تھی ۔ اپنی جاگیر نرگسہ نیم کھار بیسواڑہ پر گزر کرتا تھا ۔ ایک اور مرزا سجاع نجابت خاں ہے کہ جس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے ۔

۹۷

میر خلیل اللہ یزدی

قدسی نژاد ، اسوۂ العرفا ، سید نور الدین شاہ نعمت اللہ ولی کی اولاد سے ہے کہ جو کشف و کرامات میں شہرۂ آفاق ہیں ۔ ان کا نسب شریف امام المتقین امام موسیٰ کاظم تک پہنچتا ہے ۔ اگرچہ سید کے مولد و منشا کی تحقیق نہ ہو سکی لیکن وہ صوری و معنوی کمالات سے متصف تھے ۔ اپنے زمانے کے بہت سے اکابر سے انھوں نے استفاضہ کیا تھا اور کرمان میں سکونت اختیار کر لی تھی ۔ وہاں کے علما نے ان کے کفر کا فتویٰ دیا ، انھوں نے جواب میں فرمایا :

یعرفون نعمت اللہ ثم ینکرونھا و اکثرھم الکافرون[1]

۱۔ سورۂ نحل ، رکوع ۱۱ ، آیت ۷ ۔ (ق)

(ترجمہ : وہ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں ، پھر اس سے منکر ہوتے ہیں اور ان میں سے اکثر کافر ہیں)

چونکہ سید نعمت اللہ ولی عبداللہ عینی سافعی کے مرید ہیں ، لہٰذا کچھ لوگ ان کو سافعی مذہب سمجھتے ہیں - لیکن ان کے اس قطعے سے اس کے خلاف ظاہر ہوتا ہے[1] :

قطعہ

گویند مرا چہ کیش داری
اے بے خبران چہ کیش دارم [۳۳۵]
از سافعیؒ و ابوحنیفہؒ
آئینۂ خویش پیش دارم
اینہا ہمہ تابعان جد اند
من مذہب جد خویش دارم

ان کی تالیفات سے تقریباً پانسو رسالے اور کتابیں ہیں - جب ان کے کمالات کی شہرت ساری دنیا میں پھیلی تو اس زمانے کے سلاطین ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے - ۸۲۷ھ یا ۸۳۴ھ (۲۸-۱۴۲۷ء یا ۳۴-۱۴۳۳ء) میں ان کا انتقال ہوا[2] ، اور کرمان کے مضاف قصبہ ماہان میں ان کا مزار مرجع خاص و عام ہے[3] -

---

۱- شاہ نعمت اللہ ولی امامیہ مسلک کے پیرو تھے جیسا کہ اس قطعے سے معلوم ہوتا ہے - (ق)

۲- تاریخ فرشتہ جلد اول ، (ص ۳۲۹) میں شاہ نعمت اللہ کا سال انتقال ۸۳۴ھ (۳۱-۱۴۳۰ء) دیا ہے غالباً سینکڑے کا ہندسہ بجائے ۷ کے ۸ لکھ گیا ہے - (ب)

۳- شاہ نعمت اللہ کا مزار آج بھی مرجع خاص و عام ہے ، اور بہت شاندار بنا ہوا ہے - سفر نامہ از مولوی احمد یار خاں (لاہور ۱۹۶۱ء) ، ص ۱۹۹-۲۰۱ - (ق)

اہل تحقیق کو ایک حد تک سید بزرگوار (نعمت اللہ ولی) کی اولاد کے سلسلے میں اختلاف ہے ۔ شہر یزد میں اپنے عالی قدر بزرگوں کے سجادے پر سلسلہ بہ سلسلہ آج تک جو بیٹھتے چلے آئے ہیں وہ اپنے کو امیر غیاث الدین کی نسل سے بتاتے ہیں کہ جو سید (نعمت اللہ ولی) کے بلا واسطہ بیٹے تھے ۔ اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ان عالی رتبہ (شاہ نعمت اللہ ولی) کے شاہ خلیل اللہ کے علاوہ کوئی اور فرزند نہ تھا ۔

جب دکن کا سلطان احمد شاہ بہمنی کہ جس نے شہر بدر (بیدر) کو آباد کیا ہے ؛ سید (نعمت اللہ ولی) کا غائبانہ معتقد ہوا تو اس نے درخواست کی کہ وہ اپنی عالی قدر اولاد میں سے کسی ایک کو بھیج دیں ۔ سید اپنے فرزند کی جدائی پر راضی نہ ہوئے کیونکہ ان کے ایک فرزند کے سوا اور کوئی لڑکا نہ تھا ، [۳۳۶] (البتہ) انھوں نے اپنے پوتے میر نور اللہ کو بھیج دیا[۱] ۔ تطبیق کی یہ صورت تھی کہ شاید شاہ خلیل اللہ کا لقب غیاث الدین ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ امیر غیاث الدین کی پیدائش اس واقعہ کے بعد ہوئی ہو ۔

کہتے ہیں کہ سلطان احمد نے مخدوم زادہ (میر نور اللہ) کے آنے کو باعث اعزاز سمجھا ۔ امرا اور شاہزادوں کے ساتھ شہر کے باہر استقبال کے لیے گیا ۔ اور جس جگہ ملاقات ہوئی وہاں بستی آباد کی گئی اور نعمت آباد اس کا نام رکھا گیا ۔ اعزاز و اکرام میں انتہا کر دی اور ان کو ملک‌المشائخ کا خطاب دیا ۔ سید محمد گیسو دراز کی اولاد پر ان کو فوقیت دی اور ان کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا ۔

اپنے والد ماجد (نعمت اللہ ولی) کے انتقال کے بعد شاہ خلیل اللہ بھی اپنے دو لڑکوں شاہ حبیب اللہ اور شاہ محب اللہ کے ساتھ محمد آباد بدر (بیدر) آ گئے ؛ وہاں سکونت اختیار کر لی اور مقاصد میں کامیاب ہونے کے بعد

۱- تاریخ فرشتہ (جلد اول ، ص ۳۲۸-۳۲۹) کے مطابق انھوں نے پہلے اپنے مرید قطب الدین کو بھیجا اور پھر اپنے پوتے نور اللہ کو بھیجا ۔ (ب)

وہ اپنے وطن واپس چلے گئے ۔ ایک جماعت کا یہ خیال ہے کہ وہ دکن میں فوت ہوئے ۔

شاہ حبیب اللہ اور شاہ محب اللہ بھی سلطان احمد شاہ اور اس کے لڑکے شاہزادہ علاء الدین بہمنی کے یہاں بیاہے گئے ۔ سلطان علاء الدین بہمنی کی سلطنت کے زمانے میں شاہ حبیب اللہ کا انتقال ہو گیا[1] ۔ میر نور اللہ[2] نے سجادہ نشینی کا کام اپنے چھوٹے بھائی شاہ محب اللہ کے سپرد کر دیا اور خود امارت کی شان و شوکت [۳۳۷] اختیار کرکے صاحب طبل و حشم ہو گیا ۔ قصبہ بیر جاگیر میں ملا ۔

جب سلطان علاء الدین کا لڑکا کہ جو ہمایوں شاہ ظالم کے نام سے مشہور ہے ، تخت سلطنت پر بیٹھا تو اس نے شاہ حبیب اللہ کو قید کر دیا کیونکہ (شاہ نے) اس کی مخالفت کی تھی ۔ چونکہ اس کے دماغ میں سرداری کا دھواں چکر لگا رہا تھا اس لیے وہ قید خانے سے بھاگا اور آخرکار مارا گیا ۔

ع برآمد روح پاک نعمت اللہ

سے تاریخ نکلتی ہے[3] ۔ اس کی اولاد آج تک دکن میں موجود ہے ۔ کچھ لوگ بد خشاں کے علاقوں اور توران میں بھی اپنے کو سید (نعمت اللہ ولی) سے منسوب کرتے ہیں ، ممکن ہے کہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ان کی

۱۔ شاہ حبیب اللہ کے انتقال کا ذکر پھر آگے آیا ہے ، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف سے یہاں کچھ سہو ہو گیا ہے ۔ (ب)

۲۔ یہاں میر حبیب اللہ ہونا چاہیے ۔ (ب)

۳۔ محمد طاہر استر آبادی نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ کہا :

مہ شعبان شہادت یافت در ہند
حبیب اللہ غازی طاب مثواہ
روان طاہرش تاریخ می جست
برآمد روح پاک نعمت اللہ

فرشتہ ، جلد اول ، ص ۳۳۲ ۔ (ق)

اولاد میں سے کوئی اس ولایت میں چلا گیا ہو ۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ ہر آدمی علیحدہ اعتقاد رکھتا ہے اور اس (اعتقاد) کو سید سے منسوب کرتا ہے ۔ اس سلسلے میں یزد و کرمان میں جو لوگ اپنے جد بزرگوار کی جانشینی کا شرف رکھتے ہیں ، ان میں تفرقہ و اختلال پیدا نہیں ہوا ہے ۔ وہ صحت نسب اور اپنے بزرگوں کے طریقے کو برتنے میں درست ہیں ۔

اس خاندان میں سے جس شخص نے فارس و عراق میں دولت و حشمت حاصل کی وہ میر نظام الدین عبد ولد شاہ صفی الدین ولد امیر غیاث الدین مذکور ہے ۔ ظاہری فضائل کی وجہ سے شاہ اسماعیل صفوی نے اس کو صدارت کا منصب مرحمت فرمایا ۔ چونکہ امیر نجم ثانی وکیل السلطنت کو اس خاندان عالیہ سے بہت اعتقاد تھا ، لہٰذا اس نے بلخ جاتے وقت میر (نظام الدین) کو اپنا نائب [۳۳۸] بھی بنا دیا ۔ امیر نجم ثانی کے مارے جانے کے بعد وکیل السلطنت مقرر ہوا ۔ ۹۲۰ھ (۱۵۱۴ء) میں چالدران کی جنگ میں وہ رومیوں کے ہاتھ سے مارا گیا ۔

اس کا لڑکا سید نعیم الدین کہ جو نعمت اللہ ثانی کے نام سے مشہور ہے ، تقویٰ اور پرہیزگاری میں مرجع خلائق تھا اور وہ نیکی کے کاموں میں مصروف رہتا تھا ۔ شاہ طہماسپ صفوی نے اپنی بہن خانش خانم کو اس کے ساتھ بیاہ دیا تھا اور ہمدان میں اس کا انتقال ہوا ۔ اس نے ترکے میں چالیس لاکھ روپے سے زیادہ چھوڑا کہ جو اس کے لائق فرزند امیر غیاث‌الدین محمد میر میران اور اس کی لڑکی پری پیکر خانم کے درمیان تقسیم ہوا ۔ میر میران پر شاہی انعام و اکرام ہوا اور اس کو ''مرتضیٰ ممالک اسلام'' کا لقب ملا ۔ اس کے لڑکوں میر نعمت اللہ اور میر خلیل اللہ کو بھی صفوی خاندان میں بیاہے جانے کی عزت حاصل ہوئی ۔

شاہ نعمت اللہ (ولی) کے خاندان کے عقیدت مند اس (میر میران) کے ساتھ مریدانہ پیش آتے تھے اور سعادت کے انوار حاصل کرتے تھے ۔ (میر میران) رفعت شان ، علومرتبت ، کثرت اسباب ثروت و حیثیت ، مکانات ، منازل ، باغات نیز کھانے اور پہننے کے تکلفات میں اپنی نظیر

نہیں رکھتا تھا ۔ اس خاندان کے وظائف ، محصولات اور نذور و ہدایا کی آمدنی پانچ ہزار تومان (ایرانی سکہ) ہوتی تھی ۔

چوں کہ میر (میران) کا مزاج سرکشی اور شورش سے خالی نہ تھا ، شاہ عباس ماضی کے تیسرے سال جلوس ۹۹۸ھ (۱۵۹۰ء) میں [۳۳۹] اس نے کرمان و یزد کے حاکم ولی خاں قورچی باشی کے لڑکے یکتاش خاں افشار کو کہ جو نہایت حیلہ ساز اور فتنہ پرداز تھا ، اور اس (میر میراں) کا داماد ہوتا تھا ، اس بات کے لیے آمادہ کیا کہ وہ تمام ولایت فارس میں اقتدار کا جھنڈا بلند کرے اور خود فرماں روا بن جائے ۔ انجام یہ ہوا کہ اس (یکتاش خاں) نے وہاں کے امیرالامرا یعقوب خاں کے ساتھ یزد کے قرب و جوار میں مقابلہ کیا اور شہر میں داخل ہو گیا ۔ یعقوب خاں نے میر میراں کو کہلا بھیجا کہ وہ (یکتاش خاں) شاہی مملکت کا دشمن ہے ۔ میں (اس کو) تمھارے سپرد کرتا ہوں ۔ میر (میراں) نے منافقت کے خیال کو رفع کرنے اور عدم مواخذہ کی غرض سے بہ عنوان شائستہ اپنی نگرانی میں رکھا ۔ یہاں تک کہ وہ اپنی موت آپ مر گیا ۔ اس کے ساتھ یعقوب خاں نے میر اور اس کی تمام اولاد کی توہین کی غرض سے پیش کش اور جرمانے کے طور پر ان کے ذمے ایک کثیر رقم نکالی ۔ لیکن میر خلیل‌الله کے اعزاز و اکرام میں اضافہ کیا جو ہمیشہ اپنے باپ (میر میراں) اور یکتاش خاں کا مخالف رہتا تھا ۔ اور یکتاش خاں کی بیوی کو کہ جو میر میراں کی لڑکی تھی ، عدت گزرنے کے بعد (یعقوب خاں) اپنے نکاح میں لے آیا ۔ جب وہ کامیابی سے ہم کنار ہوا اور خود سری کا اظہار کیا تو اس کے بعد چوتھے سال جلوس میں شاہ ، فارس کی طرف متوجہ ہوا ۔ میر میراں اس کے ہم رکاب تھا ۔

اسی دوران میں اس (میر میراں) کے لڑکے میر نعمت‌الله کی بیوی شہر بانو بیگم اصفہان میں اجل طبعی سے مر گئی ۔ (میر نعمت‌الله) شاہ طہماسپ کی لڑکی کا شوہر تھا [۳۴۰] ۔ (تو شہر بانو بیگم کے مرنے پر) بادشاہ نے جا کر خود تعزیت کی اور تسلی دی لیکن زیادہ احترام نہ پایا مگر شفقت کا مورد ٹھہرا ۔

جب بادشاہ یزد تشریف لے گیا تو اس نے باغ گلشن میں کہ جو
بر خلیل‌اللہ کا مقام و مسکن تھا ، نزول اجلال فرمایا ۔ اس کی بیوی نے
ہ جو شاہ طہماسپ کے لڑکے اسماعیل مرزا کی لڑکی تھی ، مہمان داری کی ۔
اہ نے میر خلیل پر طرح طرح کی نوازشیں کیں اور اس کو یزد کی مہمات
۔ مامور کیا ۔

اس کے بعد میر خلیل‌اللہ بھی کسی وجہ سے شاہی عتاب میں آ گیا تو
ں نے اپنے دو بیٹوں میر میراں اور میر ظہیرالدین کے ساتھ راہ فرار اختیار
، اور تباہ حالی و پریشانی میں مسافرانہ دارالامن ہندوستان میں وارد ہوا ۔
وسرے سال جلوس جہانگیری ۱۰۱۶ھ (۱۶۰۸ء) میں لاہور میں بادشاہ
، آستاں بوسی سے مشرف ہوا ۔ اسے ایک ہزاری ذات اور دو سو سوار کا
حسب ، بڑی جاگیر اور بارہ ہزار روپے بطور مدد خرج مرحمت ہوئے ۔ اور
ھی ایک سال نہیں گزرا تھا کہ وہ اسہال کے مرض میں فوت ہو گیا[1] ۔

اس کے بڑے لڑکے میر میراں پر شاہی نوازش ہوئی اور آصف خاں
ین‌الدولہ کی لڑکی صالح بانو بیگم کے ساتھ اس کا عقد ہوا ۔ اس (میرخلیل)
ے دو لڑکے میر عبدالہادی اور میر خلیل‌اللہ کم عمری کی وجہ سے ولایت
ں رہ گئے تھے ، جہانگیر بادشاہ نے اپنی نوازش اور مہربانی سے شاہ عباس
و لکھ کر انھیں (بھی) ہندوستان بلا لیا ۔ چنانچہ [۳۴۱] ان کے حالات
لیحدہ لکھے گئے ہیں[2] کہ ان میں سے ہر ایک ہندوستان کی سلطنت کا رکن
کین ہوا ۔

میر ظہیرالدین نے ملازمت سے مستعفی ہو کر گوشہ نشینی اختیار
ر لی ۔ شاہجہاں بادشاہ نے از راہ قدر شناسی اٹھارہ ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ

۱۔ تیسرے سال جلوس جہانگیری جون ۱۶۰۸ء میں فوت ہوا ۔
زک جہانگیری انگریزی ترجمہ) ، ص ۱۴۵ و ۳۰۵ ۔ (ب)

۲۔ اصالت خاں میر عبدالہادی کے حالات کے لیے دیکھیے مآثرالامرا ،
لد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۱۷۰-۱۷۴ (ق)

مقرر کر دیا ۔ عید اور نو روز کے جشن پر خاص طور سے انعام ملتا تھا ۔

اس کا لڑکا میر نعمت‌اللہ ایک ہزاری منصب پر سرفراز ہوا ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ مرزا مراد کام صفوی کا داماد ہوا ۔ (مرزا مراد کام) مرزا قندھاری کا پوتا تھا کہ جو جون پور کا فوج دار تھا اور وہ (میر نعمت‌اللہ) اس کا نائب مقرر ہوا ۔ عالم گیری سلطنت کے آغاز میں اس کو 'خان' کا خطاب ملا ۔ اس کے منصب میں اضافہ ہوا ، اور وہ اپنے خسر کے ساتھ رہتا تھا ۔

۹۸

محمد قلی ترکمان

اکبر بادشاہ کے عہد کے امرا میں سے ہے ۔ شروع میں صوبۂ بنگالہ میں تعینات رہا ۔ جب بنگالہ کے باغیوں کے فساد میں مظفر خاں کا معاملہ بگڑ گیا تو وہ بھی چند باغیوں کے ساتھ مل گیا ۔ اس کے بعد اس کی خطا معاف ہو گئی اور وہ صاحب اعزاز ہوا ۔ تیسویں سال جلوس اکبری میں وہ کنور مان سنگھ کے ہمراہ صوبۂ کابل کو روانہ ہوا ، اور اس نے افغانوں کی مہم میں کارہائے نمایاں انجام دیے ۔ اُنتالیسویں سال جلوس اکبری میں جب قلیج کابل کا محافظ مقرر ہوا تو مرزا یوسف خاں کی بجائے کشمیر اس کی ، اس کے بھائی حمزہ بیگ ترکمان اور چند دوسرے آدمیوں کی جاگیر میں مقرر ہوئی ۔ پینتالیسویں سال جلوس اکبری میں [۳۴۲] جب بادشاہ دکن کو روانہ ہوا تو کشمیر کے بعض لوگوں نے حسین کے لڑکے ایاچک کو سردار بنا کر سورش برپا کر دی ۔ اس کے لڑکے علی قلی نے ایک جماعت کے ساتھ مقابلہ کر کے فتح حاصل کی ۔

سینتالیسویں سال جلوس اکبری میں اسے ایک ہزار پانسو ذات اور چھ سو سوار کا منصب اور ہاتھی ، اور حمزہ بیگ کو سات سو ذات اور تین سو پچاس سوار کا منصب مرحمت ہوا ۔ اڑتالیسویں سال جلوس اکبری میں جب

تبت کا زمیں دار علی رائے اپنی حد سے آگے قدم بڑھا کر کشمیر میں داخل ہوا تو مشارٌ الیہ (محمد قلی خان) اپنی فوج کے ساتھ اس کے مقابلے کے لیے گیا ۔ زمیں دار مذکور نہایت مرعوب ہو کر بغیر جنگ کیے ہوئے بھاگ گیا ۔ اسی دوران قلیج خان کا لڑکا سیف اللہ بادشاہ کے تاکیدی حکم کے مطابق لاہور سے کومک لے کر پہنچا ۔ اس نے وہاں تک تعاقب کیا جہاں تک سوار جا سکتے تھے ۔

اُنچاسویں سال جلوس اکبری میں اس نے (کوہ) مرو کے زمیں دار ایدر اور ایاچک کی تنبیہ و تادیب میں بہت ہمت دکھائی ۔ باوجودیکہ دشمن دروں میں پناہ لے کر راستوں پر بیٹھ گئے تھے اور پتھر اور تیر برساتے تھے (وہ) پہاڑ پر چڑھ گیا اور دشمن کے ہنگاموں کو ختم کر دیا ۔

دوسرے سال جلوس جہانگیری میں وہ کشمیر کی حکومت سے معزول ہوا ۔ اس کے بعد اس کا حال معلوم نہیں ہوا ۔ اُنچاسویں سال جلوس اکبری[۱] میں حمزہ بیگ ایک ہزاری پر پہنچا تھا ۔

۹۹

مہتر خان

انیس نام ، ہمایوں بادشاہ کا غلام ہے ۔ کڑہ مانکپور سے گرفتار ہو کر آیا اور محل سرا کے خادموں کی دربانی پر مقرر ہوا ۔ جب ہمایوں بادشاہ عراق (ایران) گیا تو وہ اس کے ہم رکاب تھا اور بادشاہ کا خزانچی تھا ۔ جب چودھویں سال جلوس اکبری میں رنتھمبور کا قلعہ فتح ہوا تو وہ اس کے سپرد ہوا[۲] ۔ اکیسویں سال جلوس اکبری میں جب کنور مان سنگھ میوار

۱۔ اکبر نامہ (جلد سوم ، ص ۸۳۶) میں یہ واقعہ پچاسویں سال جلوس اکبری میں بیان ہوا ہے ۔ (پ)

۲۔ یہ قلعہ رائے سرجن سنگھ ہادا سے مارچ ۱۵۶۹ء میں حاصل کیا ۔ اکبر نامہ ، جلد دوم ، ص ۳۳۸ ۔ (پ)

کے زمیندار رانا پرتاپ کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا تو اس کے ہمراہیوں میں مہتر خاں کا نام بھی شامل ہوا ، اور رانا کی لڑائی کے دن وہ فوج کے پچھلے حصے میں تھا ۔

اس کے بعد وہ پورب کے علاقے کے امرا کی مدد کے لیے مقرر ہوا اور اس نے اچھی خدمات انجام دیں ۔ کچھ دنوں کے بعد وہ دارالخلافہ (آگرہ) میں چھوڑ دیا گیا ۔ تین ہزاری ذات و سوار کے منصب تک ترقی کی ۔ تیسرے سال جلوس جہانگیری ۱۰۱۷ھ (۱۶۰۸ء) میں اس نے عالم فانی سے ملک جاودانی کی راہ لی ۔ چوراسی سال کی عمر پائی ۔

اس کی سادہ لوحی بہت مشہور ہے ۔ کہتے ہیں کہ اکبر آباد کی حکومت کے زمانے میں سوداگروں کا ایک قافلہ شہر کے باہر مقیم ہوا ۔ چور ان کے اونٹ چرا لے گئے ۔ جب یہ بات مہتر خاں کو معلوم ہوئی تو وہ اس جگہ پہنچا اور دائیں بائیں دیکھا اور کہا کہ میں سمجھ گیا ۔ کچھ دیر کے بعد کسی نے پوچھا کہ کیا سمجھے؟ [۳۴۴] کہا کہ یہ چوروں کا کام ہے ۔ پس اڑوس پڑوس کے آدمیوں کو جمع کر کے تنبیہ کے بعد کہا کہ آج رات تم کو میں نے مہلت دی ، رات بھر خاک چھانو اگر کل تک اونٹ نہ ملے گا تو سزا پاؤ گے ۔

سادگی کے ساتھ نیک اطوار تھا ۔ سپاہ کی تنخواہ ماہ بماہ ادا کرتا تھا ۔ جرأت و مردانگی سے بھی آراستہ تھا ۔ چونکہ وہ قوم کائستھ سے تھا ، لہٰذا ان کی بہت رعایت کرتا تھا ۔

اس کے لڑکے مونس خاں کو جہانگیری عہد میں پانسو ذات اور ایک سو تیس سوار کا منصب ملا ۔ مہتر خاں کا پوتا ابو طالب اس زمانے (جہانگیری) میں صوبہ بنگالہ کا خزانچی تھا ۔ کہتے ہیں کہ ایک دن ابو طالب وہاں (بنگال) کے صوبیدار قاسم خاں کے پاس دربار میں آیا اور اس نے کسی تقریب سے کہا کہ نواب کو تو میرے دفتر کا حال معلوم ہی ہے ۔ چونکہ شروع میں قاسم خاں اس صوبے کا خزانچی رہا تھا ، لہٰذا یہ بات اسے پسند نہ آئی اور وہ دربار سے اٹھ کر چلا گیا ۔ لوگوں نے ابو طالب سے کہا کہ یہ بات تم نے کیوں کہی ، کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ

نواب بھی سابق میں اسی خدمت پر رہا ہے ؟ (ابو طالب) دوسرے دن پھر آیا اور سر دربار اس نے (قاسم خاں) سے عرض کیا کہ بندے کو مطلق خبر نہیں تھی کہ سابق میں نواب بھی اس ملازمت پر رہے ہیں ۔ قاسم خاں نے کھسیانی ہنسی ہنس کر کہا کہ یہ سب تمھارے دادا مہتر خاں کے آثار ہیں ۔

۱۰۰

مرزا غازی بیگ[1]

ٹھٹہ کے حاکم مرزا جانی بیگ ترخان کا لڑکا ہے ۔ جب [۳۴۵] مرزا (جانی بیگ) کا بادشاہ کی ہم رکابی میں برہان پور میں انتقال ہو گیا تو اکبر بادشاہ نے غائبانہ مرزا غازی کو شاہی عنایات سے نوازا اور وہ ولایت (سندھ) اس کو دے دی ۔ مرزا (غازی) اپنے باپ دادا کی مسند پر بیٹھا اور اس نے خوب فوج جمع کی ۔ خسرو خاں چرکس جو سو سال سے اس خاندان کا وکیل اور صاحب اختیار مدبر تھا ، کسی دوسری فکر میں پڑ گیا ۔ اکبر بادشاہ نے سعید خاں کو اس کے لڑکے سعد اللہ خاں کے ہمراہ اس مملکت (سندھ) کے معاملات کی درستی کے لیے بھیجا ۔ مرزا (غازی) نہایت سعادت مندی سے بھکر میں آیا ۔ سعید خاں سے ملاقات کی اور اس کے ساتھ سترہ سال کی عمر میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ اس کے لیے ٹھٹہ بحال رہا ۔

جب جہانگیر ہندوستان کے تخت سلطنت پر بیٹھا تو اس (غازی خاں) نے خوب ترقی کی[2] ۔ صوبۂ ملتان بھی اس کو مل گیا ۔ فرزندی کا خطاب اور سات ہزاری منصب ملا اور جب ہرات کے حاکم حسین خاں شاملو نے قندھار کا محاصرہ کر لیا تو مرزا (غازی) ایک علیحدہ فوج کے ساتھ تعینات

۱- مرزا غازی کے حالات کے لیے دیکھیے تحفۃالکرام از علی شیر قانع ٹھٹوی (اردو ترجمہ از اختر رضوی) (کراچی ۱۹۵۹ء) ، ص ۲۳۹-۲۷۳ - (ق)

۲- ملاحظہ ہو تزک جہانگیری ، ص ۴۴ - (ق)

ہوا ۔ اس کے بعد قندھار کی حکومت مرزا کو ملی ۔ اس نے ہمت اور حسن سلوک سے ایران کے سرکشوں سے نبھائی اور شاہ عباس سے مراسلت کا سلسلہ شروع کیا ۔ کہتے ہیں کہ شاہ (ایران) نے متعدد مرتبہ خلعت بھیجی ۔ ۱۰۱۸ھ (۱۶۰۹ء) میں تین چار روز بیمار رہ [۳۴۶] کر پچیس سال کی عمر میں مرزا (عازی) فوت ہوگیا ۔ اس کے انتقال کی تاریخ 'عازی' (۱۰۱۸ھ) ہے[1] ۔

لوگ لطف اللہ بھائی خاں پر تہمت لگاتے ہیں کہ جو مرزا (غازی) کا مصاحب اور وکیل تھا ، کیونکہ مرزا (عازی) نے اس کے باپ خسرو خاں چرکس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تھا ۔ مرزا عازی بہت مستعد تھا اور شعرا کی صحبت میں مشغول رہتا تھا ۔ خود بھی شعر کہتا تھا ، وقاری تخلص تھا[2] ۔

کہتے ہیں کہ قندھار میں کسی شاعر کا یہ تخلص (وقاری) تھا ؛ مرزا (غازی) نے اپنے باپ کے تخلص کی مناسبت سے کہ حلیمی تھا یہ تخلص (وقاری) (اس شاعر سے) ایک ہزار روپے ، خلعت اور گھوڑا دے کر خریدا ۔ مرزا راگ گانے اور طنبورہ بجانے میں بھی بے نظیر تھا ۔ تمام باجوں کو خوب بجاتا تھا ۔ ملا مرشد کہتا ہے :

قطعہ

گر نغمۂ سازت سکوں می آید
رمزے سب بگویمت کہ چوں می آید
از بسکہ بگرد زخمہ اب می گردد
پیچیدہ ز طنبور بروں می آید

۱۔ مرزا عازی بیگ کا انتقال ساتویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۱ھ (۱۶۱۲ء) میں ہوا (تزک جہانگیری ، ص ۱۱۰) ۱۰۱۸ھ صحیح نہیں ہے جیسا کہ متن میں تحریر ہے۔ چند شعرا نے قطعات تاریخ بھی لکھے ہیں ۔ ملاحظہ ہو مقالات الشعرا ، ص ۸۳۵-۸۳۶ ۔ (ق)

۲۔ غازی بیگ صاحب دیوان شاعر تھا ۔ اس کے کلام کا نمونہ مقالات الشعرا (ص ۸۳۶-۸۳۷) میں ملاحظہ ہو ۔ (ق)

کہتے ہیں کہ قندھار میں مرزا کی مجلس میں صاحب کمال لوگ جمع رہتے تھے مثلاً ملا مرشد[1] یزدجردی[2]، طالب آملی[3]، میر نعمت اللہ واصلی اور ملا اسد قصہ خواں[4] ۔

کہتے ہیں کہ جب فغفوری گیلانی ایران سے عازم ہند ہوا اور قندھار پہنچا تو مرزا (غازی) نے [۳۴۷] اس کی خوب مدارات کی ۔ دوسرے اکابر مثلاً ملا مرشد اور اسدی خاص طور سے اس (فغفوری) کے اسعار پر اعتراض کرتے تھے ۔ وہ ناراض ہوکر بغیر اجازت لاہور چلا گیا ۔ مرزا نے افسوس کیا، اس کو خط لکھا، اور ملا مرشد اور اسدی سے بھی معذرت لکھوائی کہ شاید واپس لوٹ آئے ۔ فغفوری نے ان اکابر کے جواب میں لکھا :

قطعہ

آں جیفہ کہ در جنگ دو کرگس باشد
حیف است کہ لوث دامن کس باشد
خر را طلب شاخ زیادت طلبی ست
تا یک سر خر دو گوش خر بس باشد

مرزا (غازی) باپ کی طرح خوب شراب پیتا تھا ۔ دن رات اسی کام میں

۱۔ ملا مرسد مرزا غازی بیگ کے انتقال کے بعد مہابت خاں کے پاس چلا گیا، پھر شاہجہاں کی خدمت میں باریاب ہوا ۔ اس نے جہانگیر کے حالات میں ایک مثنوی لکھی ہے ۔ ۱۰۳۰ھ میں فوت ہوا ۔ ملاحظہ ہو مقالات الشعرا، ص ۷۵۲-۷۵۵ ۔ (ق)

۲۔ بعض نے بروجردی لکھا ہے ۔ ملاحظہ ہو ۔ مقالات الشعرا، ص ۷۵۲ ۔ (ق)

۳۔ المتوفیٰ[1] ۱۰۳۶ھ ۔ (ق)

۴۔ ملا اسد کے حالات کے لیے دیکھیے مقالات الشعرا (حاشیہ ص ۸۲۹-۸۳۰) ۔ (ق)

دھت رہتا تھا اور کنواری عورتوں سے صحبت کی اس کو ایسی عادت تھی کہ ہر رات ایک (کنواری عورت) اس کے لیے کہیں سے فراہم کر کے لائی جاتی تھی - پھر وہ اس کا منہ نہیں دیکھتا تھا - یہی وجہ ہے کہ شہر ٹھٹہ میں ہر بدکار عورت، ایک زمانے تک اپنے کو مرزا (غازی) سے منسوب کرتی رہی -

۱۰۱

میراں صدر جہاں پہانی

پہانی ، لکھنؤ کے مضاف میں ایک گاؤں ہے[۱] - میراں (صدر جہاں) فاضل اور خوش طبع آدمی تھا - اکبر بادشاہ کے زمانے میں شیخ عبدالنبی کی وساطت سے سلطنت اکبری کا مفتی مقرر ہوا - جب توران کے حاکم عبداللہ خان اوزبک نے بادشاہ (اکبر) کو لکھا [۳۴۸] کہ مراسلات کے بھیجنے میں سب سے بڑی ممانعت انحراف دینی ہے کہ جس کی شہرت (عام) ہے - اکبر بادشاہ نے اکتیسویں سال جلوس اکبری میں میراں (صدر جہاں) کو حکیم ہمام کے ہمراہ سفارت پر توران بھیجا اور اس خط میں جو اس (عبداللہ خان) کو لکھا گیا ، یہ دو اشعار بطور مقدمہ لکھے :

شعر

قِیلَ اِنَّ اللّٰہَ ذُو وَلَدٍ
قِیلَ اِنَّ الرَّسُولَ قَد کَہِنَا
مَا نَجَا اللّٰہُ وَالرَّسُولُ مَعاً
مِن لِسَانِ الوَرَیٰ فَکَیفَ اَنَا

چونتیسویں سال جلوس اکبری میں میراں توران سے واپس آیا اور

۱- پہانی ، ضلع ہردوئی (یو - پی - انڈیا) میں واقع ہے - (پ)]

کابل میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ پینتیسویں سال جلوس اکبری میں ماہ آبان کے جشن میں بادشاہ کے حضور میں شراب نوشی کی مجلس آراستہ تھی ، میر صدر جہاں مفتی اور میر عبدالحئی میر عدل دونوں نے ایک ایک ساغر بھرا ۔ بادشاہ نے یہ شعر پڑھا :

بیت

در دور بادشاہِ خطا بخش و جرم پوش
حافظ قرابہ کش شد و مفتی پیالہ نوش

چالیسویں سال جلوس اکبری تک سات صدی کے منصب پر پہنچا اور صدر کل مقرر ہوا ۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد اسے امارت کا درجہ ملا اور اس نے دو ہزاری منصب پایا ۔

جب اپنی شاہزادگی کے زمانے میں جہانگیر شیخ عبدالنبی صدر کے پاس چہل حدیث [۳۴۹] پڑھتا تھا تو سید (صدر جہاں) اس کے خلیفہ (نائب) کے طور پر رہتا تھا ۔ شہزادہ اس (صدر جہاں) کو بہت دوست رکھتا تھا ۔ ایک دن (جہانگیر نے) سید سے وعدہ کیا کہ اگر میں بادشاہ بن جاؤں تو تمہارے ذمے کا سارا قرض ادا کر دوں یا جو منصب تم چاہو گے وہ دے دوں گا ۔

(جہانگیر نے) تخت نشیں ہونے کے بعد میراں (صدر جہاں) کو اختیار دے دیا (کہ جو صورت پسند کرو) ۔ (صدر جہاں نے) قرض کا ادا کرنا اپنے ذمے رکھا اور چار ہزاری منصب کی درخواست کی ۔ جہانگیر نے منصب مذکور (چار ہزاری) پر اس کو مقرر کیا اور صدارت بحال کرکے اس کے قرب و اعتبار کو اور زیادہ کیا ۔ قنوج اس کی جاگیر میں مقرر ہوا ۔

سید (صدر جہاں) احسان کرنے والا اور مخلوق کو نفع پہنچانے والا تھا ۔ جہانگیر کے دور سلطنت میں اس نے بحیثیت صدر اس قدر لوگوں کو مدد معاش مقرر کی کہ آصف خاں جعفر نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اکبر بادشاہ کے پچاس سالہ دور میں جس قدر بخشش ہوئی اتنا میراں (صدر جہاں) نے پانچ سال میں دے ڈالا ۔ ایک سو بیس سال کی عمر

ہوگئی تھی مگر عقل و حواس میں ذرا فرق نہیں آیا تھا ۔کہتے ہیں کہ ہڈیوں کا ڈھانچا رہ گیا تھا اور گھر مں ہر وقت ضعف کی وجہ سے ستر پر پڑا رہتا تھا لیکن جب بادشاہ کے حضور میں آتا تھا تو حب جاہ کی طاقت سے دیر تک کھڑا رہتا تھا اور کسی کی مدد کے بغیر زینے پر آتا جاتا تھا ۔

فرد

نیستت گاہ نماز از ضعف قدرت بر قیام
لیک پیش بادشاہ استادہ تا شب بے عصا

۱۰۲۰ھ (۱۶۱۲ء) میں اس کا انتقال ہوا ۔

کہتے ہیں کہ سید موزوں طبع تھا اور شروع زمانے مں اشعار[۳۵۰] کہتا تھا ۔ جب وہ مفتی مقرر ہوا تو اس نے شریعت کی پاسداری میں شعر کہنا چھوڑ دیا ۔

اس کا بڑا لڑکا میر بدر عالم تھا جو گوشہ نشین ہو گیا تھا ۔ دوسرا لڑکا سید مرتضٰی خاں تھا کہ جس نے امارت کے درجے تک ترقی کی ، اور اس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے ۔

۱۰۲

مرزا چین قلیج

مرزا قلیج محمد خاں اکبری کا لائق فرزند ہے ۔ وہ فضل و کمال کا مالک تھا ۔ اس نے ملا مصطفٰی جونپوری کی شاگردی اختیار کی اور درسی کتابیں پڑھیں ۔ وہ اکثر صفات حمیدہ سے آراستہ تھا ۔ بخشش و سخاوت خوب کرتا تھا اور شجاعت و بہادری سے بھی بہرہ ور تھا ۔ ملکی تدابیر میں اچھا ملکہ رکھتا تھا ۔ جونپور اور بنارس کی فوجداری میں اس نے ایک زمانہ گزارا ۔ کہتے ہیں کہ مجلس آرائی کا سلیقہ رکھتا تھا اور اس کی محفل عیش و طرب ایسے سامان سے آراستہ و پیراستہ ہوتی تھی کہ اس کو دیکھ کر زاہد صد سالہ بھی حیرت کرتا تھا ۔

جب جہانگیری عہد میں اس کے باپ کا انتقال ہوگیا تو اس کا چھوٹا بھائی مرزا لاہوری مرزا (چین قلیج خاں) کے پاس آ گیا ۔ (مرزا لاہوری) باپ کا بہت لاڈلا تھا اور اس نے نہایت ناز و نعمت سے باپ کے زیر سایہ پرورش پائی تھی [۳۵۱] ، لیکن اس کی جبلت فتنہ و آشوب سے عبارت تھی (گویا کہ) اس کا نال ، فساد اور شیطنت سے کاٹا گیا تھا ۔ کچھ دن بھی نہ گزرے تھے کہ اس نے بادشاہی ملک پر دست درازی شروع کر دی اور جون پور کے نواح میں اس نے خودسری شروع کر دی ۔ اس کی بغاوت اور سرکشی پر لوگوں نے اس کو مطعون کیا یہاں تک کہ اس کی نحوست سے مرزا چین قلیج اس ہنگامے میں مارا گیا ۔ کہتے ہیں کہ ایک سال تک محرر اس کے مال کی فہرست تیار کرتے رہے ۔

جب ۱۰۲۲ھ (۱۶۱۳ء) میں جہانگیر بادشاہ اجمیر میں تھا تو اس نے مُلا مصطفیٰ کو کہ جو جون پور کے مشاہیر علما میں تھا ، مرزا (چین قلیج) کی اُستادی کی وجہ سے حضور میں طلب کر لیا اور چاہا کہ اس بے چارے (مُلا) کو عتاب و عذاب دے ۔ مُلا محمد تتوی نے کہ جو آصف جاہ کے اُستاد ہونے کی شہرت رکھتا تھا ، اور متبحر عالم اور اس خان ذی شان (آصف جاہ) کا مقرب تھا ، (مصطفیٰ جون پوری سے) علمی مباحثہ شروع کر دیا۔ جب اس (مُلا تتوی) کو اس (مُلا جون پوری) کے مبلغ علم کا اندازہ ہوا تو خود اپنی سفارش چاہی اور اس مصیبت (مباحثہ) سے نجات حاصل کی ۔ مُلا (مصطفیٰ جون پوری) مکہ معظمہ چلا گیا اور پھر اپنے اصلی وطن (جون پور) واپس آیا اور انتقال کر گیا ۔

مرزا لاہوری (خدا کے) قہر کی ایک نشانی تھا [۳۵۲] بلکہ ایک ایسی آفت تھا کہ جو سراپا وبال و فساد ہو ۔ وہ بے حیثیت سا تھا ؛ گوشت کا ایک لوتھڑا ، کریہہ منظر اور بد اطوار ۔ اس کا عیش و نشاط کوڑے کی آواز پر موقوف تھا ۔ دن بھر کوڑے کی آواز اس کے کان میں پہنچنی چاہیے ۔ مخلوق کو سزا دینے سے ذرا سی دیر باز نہیں رہتا تھا ۔ نوکروں کو زندہ زمین میں دفن کر دیتا تھا کہ منکر نکیر کی خبر لاؤ ۔ جب قبر کو کھولا

جاتا تھا تو اس کے بعد وہ مظلوم مردہ ملتا تھا ۔ گلی اور بازار میں نوکروں کے کاندھے پر سوار ہو کر جاتا تھا ۔ باپ کی امارت کی وجہ سے کہیں اس کی فریاد نہیں کی جا سکتی تھی ۔

جس زمانے میں کہ اس کا باپ (مرزا قلیج محمد خاں) لاہور کا صوبے دار تھا ، اور وہ (مرزا لاہوری) سنتا تھا کہ کسی ہندو کے گھر میں دلہن ہے تو وہ خود وہاں جاتا اور جبراً دلہن کو اٹھا کر لے آتا تھا ۔ جب اس (دلہن) کے وارث اس کے باپ کے سامنے فریاد لے جاتے تھے ، وہ اس علم و تقویٰ کے باوجود کہ اپنے کو مجتہد وقت سمجھتا تھا ، بیٹے کی محبت سے اس قدر مغلوب تھا کہ ان (ورثا) کو جواب دیتا تھا کہ گویا تم نے (اس طرح) ہم سے رشتۂ قرابت قائم کر لیا ۔

جب مرزا چیں قلیج اس بد کار کی شامت میں گرفتار ہوا تو مرزا لاہوری کو پکڑ کو بادشاہ (جہانگیر) کے حضور میں لے گئے ۔ ایک زمانے تک مقید رہا ۔ آخر میں رہائی پائی اور اس کا یومیہ مقرر ہو گیا ۔ اکبر آباد (کے قلعے) کے جھروکے کے نیچے دریائے جمنا کے کنارے مکان بنا لیا تھا ۔ کبوتر بہت پال رکھے تھے ۔ گداگری سے گزر کرتا تھا اور عسرت سے زندگی گزارتا تھا ۔ اپنے برے اعمال کی سزا [۳۵۳] بھگتتا تھا ، یہاں تک کہ مر گیا ۔

قلیج محمد خاں[1] کے لڑکے اور رشتہ دار مثلاً مرزا چیں قلیج ، قلیج اللہ ، بالجو قلیج ، بیرم قلیج اور جان قلیج (تھے) ۔ بہت سوں نے مناسب منصب پائے اور ختم ہو گئے ۔

۱۰۳

مرزا فریدوں خاں برلاس

مرزا محمد قلی خاں برلاس کا لڑکا ہے ۔ باپ کے مرنے کے بعد اکبر

۱- مرزا چیں قلیج کا والد ۔ (ب)]

بادشاہ کی نوازشوں سے سرفراز ہوا اور مناسب منصب پایا - پینتیسویں سال جلوس اکبری میں خان خاناں عبدالرحیم کے ہمراہ ٹھٹہ کی مہم پر مقرر ہوا - جب ملک ٹھٹہ فتح ہو گیا تو اڑتیسویں سال جلوس اکبری میں ، سرگروہ (خان خاناں) کے اشارے سے ، جانی بیگ کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں روانہ ہوا اور شرف باریابی حاصل کیا - چالیسویں سال جلوس اکبری تک پانصدی کا منصب پایا -

جب جہانگیر تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا تو اس کے بعد دوسرے سال جلوس جہانگیری میں اس نے صوبہ الہ آباد میں جاگیر پائی اور ایک ہزاری ذات و سوار کا منصب ملا - تیسرے سال جلوس جہانگیری میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار اور تین سو سوار کے منصب پر اور اس کے بعد دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا -

آٹھویں سال جلوس اکبری میں سلطان خرم کی تعیناتی میں رانا امر سنگھ کی مہم پر روانہ ہوا ، اور اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا[1] - حق شناس بادشاہ (جہانگیر) نے اس کے لڑکے مہر علی [۳۵۴] کو ایک ہزاری ذات و سوار کا منصب مرحمت فرمایا -

۱۰۴

محتشم خان شیخ قاسم فتح پوری

اسلام خان شیخ علاؤالدین کا بھائی ہے[2] - تیسرے سال جلوس جہانگیری میں ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا - پانچویں سال جلوس جہانگیری میں اس کے منصب میں دو سو پچاس سوار کا اضافہ

۱- نویں سال جلوس جہانگیری میں اس کا انتقال ہوا - تزک جہانگیری ، ص ۱۳۱ - (ب)

۲- ملاحظہ ہوا مآثرالامرا ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۱۲۶- ۱۲۸ - (ق)

ہوا ۔ اسلام خاں کے انتقال کے بعد اس کے منصب میں اور اضافہ ہو
آٹھویں سال جلوس جہانگیری میں صوبہ بنگالہ کے انتظام پر مامور ہو
نویں سال جلوس جہانگیری میں اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری ذات
چار ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ چوں کہ وہ سرداری کے لو
بلکہ نبھانے کے طریقوں سے بھی ناواقف تھا ، اس لیے وہاں کے باشندے
سے ناراض ہو گئے ۔ اس نے بغیر سوچے سمجھے ایک شائستہ فوج م
آسام کی تسخیر کے لیے متعین کی[۱] ۔ ابھی اس ملک کی تین چار منزلیں طے
ہوں گی کہ آسامیوں نے شب خون مارا ۔ اس کی فوج کو سخت نقص
اٹھانا پڑا ۔ جب بادشاہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس کو خدمت سے تب
کر دیا گیا اور وہ بادشاہ کی نظر سے گر گیا ۔ اسی زمانے میں وہ ف
ہو گیا ۔

۱۰۵

مرزا علی بیگ اکبر شاہی

اس کا مولد و منشا بدخشاں ہے ۔ اچھی عادات اور نیک صفا
مالک تھا ۔ جب ہندوستان میں آیا تو وہ اکبر بادشاہ کی نظر میں اخلاص
ٹھہرا ۔ اس کو اکبر شاہی کا خطاب ملا ۔ معرکوں اور لڑائیوں میں ،
ہونے کے باوجود شجاعت اور بہادری [۳۵۵] کا مظاہرہ کرتا تھا ۔ دک
مہم میں وہ شاہزادہ سلطان مراد کا مددگار تھا ۔ جب شاہزادہ صلح ک
احمد نگر سے واپس آ گیا تو اکتالیسویں سال جلوس اکبری میں بتقا
مصلحت صادق خاں نے مہکر میں پڑاؤ ڈالا ۔ اژدر خاں اور عین خا
دوسرے دکنیوں کے ساتھ مل کر شورش برپا کی ۔ صادق خاں نے
شائستہ فوج مرزا (علی بیگ) کی سرداری میں متعین کی ۔ اس نے فوراً

۱۔ یہ واقعہ بارھویں سال جلوس جہانگیری کا ہے ۔ اس وقت
کا گورنر نہیں تھا ۔

فوج پر حملہ کردیا اور شکست دی ۔ بہت سا مال غنیمت ، ہاتھی اور اکھاڑے کی عوریں ہاتھ لگیں ۔ اس غلبے سے خداوند خاں وغیرہ نظام شاہی امرا دس ہزار سوار (فوج) لے کر مقابلے کے لیے آ گئے ۔ صادق محمد خاں نے مرزا علی بیگ کو ہراول مقرر کر کے پتھری سے آٹھ کوس کے فاصلے پر گوداوری کے کنارے مقابلہ کیا ۔ مرزا (علی بیگ) نے مردانگی کا کارنامہ انجام دیا اور خداوند خاں کو شکسب دی حالانکہ اس نے پانچ ہزار سواروں کے ساتھ اس سے مقابلہ کیا تھا ۔

تینتالیسویں سال جلوس اکبری میں دولت آباد کے مضافات میں راہوترہ کے قلعے کو ایک ماہ کے محاصرے کے بعد لے لیا اور اسی سال اس کی کوشش سے قصبہ پٹن کہ جوگوداوری کے ساحل پر ایک قدیم شہر ہے فتح ہوا ۔ اسی سال کے آخر میں دولت آباد کا قلعہ لوہ گڑھ بھی مرزا کی کوشش سے فتح ہو گیا ۔ یہ دونوں قلعے پانی کی کمی کی وجہ سے ڈھے گئے اور اسی حالت میں آج بھی موجود ہیں ۔

مرزا (علی بیگ) نے شیخ ابوالفضل کی سپہ سالاری کے زمانے میں بھی [۳۵۶] نمایاں مقابلے کیے اور شائستہ کارنامے انجام دیے ۔ قلعہ احمد نگر کی فتح میں شاہزادہ دانیال کے ملازموں میں وہ لائق مددگار تھا ۔ چھیالیسویں سال جلوس اکبری میں اکبر بادشاہ نے حسن خدمات کے صلے میں مرزا کو علم و نقارہ مرحمت فرمایا ۔ اس کے بعد وہ ایک زمانے تک خان خاناں کا کومکی رہا اور دکن میں زندگی گزاری ۔

جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں چار ہزاری منصب پر سرفراز ہوا اور اس کو کشمیر کی حکومت ملی ۔ اس کے بعد صوبہ اودھ کا جاگیردار مقرر ہوا ۔ جس زمانے میں کہ جہانگیر اجمیر میں تھا تو وہ اس کے حضور میں حاضر ہوا ۔ ایک دن خواجہ معین‌الدین اجمیریؒ کے روضے کی زیارت کے لیے گیا ۔ اس نے شہباز خاں کنبو کی قبر کو دیکھ کر کہ جو احاطہ کے اندر ہے ، اپنی بغل میں لے لیا اور کہا کہ یہ ہمارا قدیمی دوست تھا ؛ اور جان دے دی ۔ وہیں دفن ہوا ۔ یہ واقعہ گیارھویں سال جہانگیری ۲۴ ربیع‌الاول ۱۰۲۵ھ (۳۰ مارچ ۱۶۱۶ء) کو ظہور پذیر ہوا ۔

اگرچہ نوکر کم ہوتے تھے لیکن سب عمدہ اور اچھے تنخواہ‌دار ہوتے تھے - بہت سے علما و فضلا اس کے دوست تھے- چونکہ اس کو کوکنار (افیون) کھانے کی عادت تھی ، لہٰذا اس کی سرکار میں شیرینی کا کارخانہ بہت شاندار تھا - اس کی مجلس میں مختلف قسم کے مربے ، شربت اور طرح طرح کی مٹھائیاں ہوتی تھیں - موزوں طبع تھا - شعر کہتا تھا [۳۵۷]-

۱۰۶

میر جمال الدین انجو[1]

انجو ، شیراز کے ممتاز سادات سے ہیں - ان کا نسب قاسم الراسی بن حسن بن ابراہیم طباطبائی حسینی تک پہنچتا ہے - میر شاہ محمود اور میر شاہ ابوتراب اس جماعت کے متاخرین اکابر میں سے تھے - شاہ طہماسپ کے زمانے میں میر شمس الدین اسد اللہ سوستری کی وساطت سے پہلے (شاہ محمود) سیخ الاسلامی اور دوسرے (شاہ ابو تراب) اقضی القضاتی کے عہدوں پر (ایران میں) مقرر ہوئے - میر جمال الدین ان کے چچاؤں کی اولاد سے ہے - (وہ) دکن میں آیا - وہاں کے حکام احترام و اکرام سے پیش آئے اور (میر کے ساتھ) تعلقات قائم کیے -

اس کے بعد وہ اکبر بادشاہ کی ملازمت میں آ گیا اور تیسویں سال جلوس اکبری میں چھ سو کے منصب پر سرفراز ہوا ، اور چالیسویں سال جلوس اکبری تک ایک ہزاری کے منصب پر پہنچا - کہتے ہیں کہ اکبر کے آخری زمانے تک وہ تین ہزاری منصب تک پہنچا -

جب پچاسویں سال جلوس اکبری کے آخر میں اسیر (گڑھ) کا قلعہ فتح ہوا[2] تو عادل شاہ بیجاپوری نے خواہش ظاہر کی کہ اپنی لڑکی کو شاہزادہ

۱- ذخیرۃ الخوانین (جلد اول) ص ۱۹۶-۱۹۷ - (ق)

۲- اسیر پینتالیسویں سال جلوس اکبری میں فتح ہوا ، اور شادی چار سال کے بعد ہوئی - (ب)

دانیال کے عقد میں دے ۔ اکبر بادشاہ نے میر (جمال الدین) کو منگنی کے انتظامات کے لیے وہاں بھیجا ۔ میر نے ۱۰۱۳ھ (۵-۱۶۰۴ء) میں گوداوری کے کنارے پٹن کے نزدیک جشن شادی آراستہ کیا ، دلہن کو سہزادے کے سپرد کیا اور خود آگرہ آ گیا ، اور وہ پیشکش جو آج تک دکن سے اس خوبی کے ساتھ [۳۵۸] نہیں آئی تھی ، بادساہ کے حضور میں پیش کی ۔

چونکہ وہ ، شاہزادہ سلطان سلیم کے ساتھ بہت حصوصیت رکھتا تھا ، لہذا اس کے تخت نشیں ہونے کے بعد اسے چار ہزاری منصب اور نقارہ و علم مرحمت ہوا ۔ جس زمانے میں کہ سلطان حسرو نے شاہی جماعت سے بغاوت اختیار کی تو میر (انجو) اس کی اصلاح کے لیے مامور ہوا ، کہ جو ملک مرزا محمد حکیم کے قبضے میں تھا اس پر سلطان (خسرو) قابض رہے[1] ۔ وہ اپنی بیوقوفی اور بد نصیبی سے اس پر قانع نہ رہا ۔ جب وہ گرفتار ہو کر بادساہ کے حضور میں آیا تو حسن بیگ بدخشی نے کہ جو اس (سلطان خسرو) کی مہمات میں مختار کل تھا ، جہانگیر بادشاہ کے سامنے زبان درازی کی اور کہا کہ میں تنہا اس کام میں سلطان خسرو کا شریک نہ تھا ، کل میر جمال الدین انجو کہ جو مصالحت کے لیے آیا تھا وہ ہم سے پنج ہزاری منصب کا اقرار لے رہا تھا ۔ میر کا چہرہ فق ہو گیا اور ہاتھ پیر پھول گئے ۔ خان اعظم نے بے باکانہ عرض کیا حضرت (بادشاہ سلامت)! تعجب ہے کہ فضول شخص (حسن بیگ بدخشی) کی بات کو سنتے ہیں ۔ وہ جانتا ہے کہ میں تو مر رہا ہوں ، لہذا دوسرے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ مروانا چاہتا ہے ۔ اس بات میں سریک غالب میں ہوں ، جس سزا کا مستحق ہوؤں ، مجھے ملنی چاہیے ۔

بادشاہ نے ان باتوں سے گریز کیا اور میر (انجو) کو دلاسا دیا ۔ اس کے بعد اس کو بہار کی حکومت پر مقرر کیا ۔ گیارھویں سال جلوس جہانگیری میں اسے عضدالدولہ کا خطاب ملا ۔ میر (انجو) نے وہ مرصع خنجر بادشاہ کے [۳۵۹] حضور میں پیش کیا جو اس نے خود بیجا پور میں بنوایا تھا ۔

۱۔ ذخیرۃ الخوانین (جلد اول) ص ۱۹۷ ۔ (ق)

اس کا بالائی دستہ زرد یاقوت کا نہایت صاف تھا اور مرغ کے آدھے انڈے کے برابر تھا - اور وہ فرنگیوں کے پسندیدہ یاقوت اور برانےآب و رنگ کے زمردوں سے مزین و مرصع تھا - اس کی قیمت کا تخمینہ پچاس ہزار روپیہ ہوگا - وہ ایک زمانے تک اپنی جاگیر پرگنہ بھرائچ میں رہا - وہاں سے بادشاہ کے حضور میں آیا اور طبعی موت سے مر گیا[1] -

میر (جمال الدین انجو) ظاہری کمالات سے آراستہ تھا - اس نے فرہنگ جہانگیری لکھی ہے کہ جو اس فن (لغت) میں بہت معتبر اور ہر ایک کے نزدیک مستند ہے - سچی بات یہ ہے کہ تحقیق الفاظ اور تعین اعراب میں اس نے خوب کوشش کی ہے -

اس کا بڑا لڑکا میر امین الدین اپنے باپ کے ساتھ دکن میں تعینات تھا - خانخاناں عبدالرحیم کی لڑکی کے ساتھ اس کی شادی ہوئی - اس نے کچھ ترقی بھی کی - عین جوانی میں مر گیا - اس کے دوسرے لڑکے میر حسام الدین مرتضیٰ خاں کا حال اس کتاب میں دوسری جگہ تحریر ہوا ہے -

۱۰۷

مرزا راجا بہادر سنگھ[2]

راجا مان سنگھ کا لڑکا ہے - اس نے اکبری عہد میں ایک ہزاری منصب پایا - پہلے سال جلوس جہانگیری میں ایک ہزار اور پانسو کا منصب ملا - تیسرے سال جلوس میں وہ دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا - جب راجا مان سنگھ کے مرنے کی خبر دربار میں پہنچی تو راجپوتوں کے ضابطے کے موافق اس کی جانشینی مہا سنگھ ولد [۳۶۰] جگت سنگھ کو ملنی چاہیے تھی کیونکہ وہ راجا مذکور (مان سنگھ)

۱- میر جمال الدین انجو کا انتقال آگرہ میں ۱۰۳۵ھ (۱۶۲۶ء) میں ہوا - (ب)

۲- تزک جہانگیری میں اس کا نام بھاؤ سنگھ ہے - (پ)

کا بڑا لڑکا تھا ۔ لیکن بادشاہ نے اپنی توجہ سے کہ جو اس کو بہادر سنگھ کے حال پر تھی ، اس (بہادر سنگھ) کو اپنے حضور میں طلب کیا اور مرزا راجا کے خطاب اور چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب سے نوازا اور اس قوم (راجپوتوں) کی سرداری اس کو ملی ۔

دسویں سال جلوس جہانگیری میں اس کو وطن جانے کی اجازت ملی ۔ گیارھویں سال جلوس جہانگیری میں طرہ عنایت ہوا تاکہ وہ اپنی پگڑی میں لگائے - بارھویں سال جلوس جہانگیری میں اس کے منصب میں ایک ہزاری ذات کا اضافہ ہوا ، اور وہ دکن کی سہم پر تعینات ہوا ۔ سولھویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۳۰ھ (۲۱-۱۶۲۰ء) میں وہ فوت ہوا ۔

اگرچہ اس کا بڑا بھائی جگت سنگھ اور بھتیجا مہا سنگھ دونوں شراب کی کثرت کی وجہ سے مرے تھے لیکن اس نے ان کے حالات سے کوئی عبرت حاصل نہیں کی اور جان سیویں آب تلخ (شراب) کے بدلے میں فروخت کر دی ۔ وہ وجیہہ ، سجیدہ اور نیک اطوار جوان تھا ۔

۱۰۸

میر فضل اللہ بخاری

بخارا کے سادات سے ہے ۔ ہندوستان میں آنے کے بعد وہ مناسب منصب پر سرفراز ہوا ۔ جہانگیر بادساہ کی اس پر عنایت ہوئی اور وہ امارت کے درجے کو پہنچا ۔ جہانگیری امیروں میں صاحب ثروت و جمعیت ہوا اور شاہی قرب و اعتبار حاصل کیا ۔ اس کو علم صناعت کا شوق ہوا اور کیمیا گری کی چیٹک لگ گئی ۔ اس نے ہندوستان میں جس جگہ [۳۶۱] کسی کیمیا گر کا نام سنا یا اس عجیب کام (کیمیا) کا جویا دیکھا وہ اس کے پاس پہنچا اور بہت روپیہ صرف کیا ۔

کہتے ہیں اس کو عمل قمری (چاندی بنانے) کی ترکیب معلوم ہوگئی تھی اور بقدر ضرورت چاندی بناتا تھا اور اپنے گھر میں سکے ڈھالتا تھا ۔ سپاہ کی تنخواہ اور گھر کے خرچ میں صرف کرتا تھا نہ اس سعی و

کوشش کی بدولت کہ جو اس نے اس کام میں کی تھی ، نزدیک تھا کہ عمل شمسی (سونا بنانے کی ترکیب) بھی اس کو معلوم ہو جاتی کہ موت نے مہلت نہ دی اور اس کا انتقال ہو گیا ۔

ان کوششوں میں اس کو بعض عجیب باتیں معلوم ہو گئیں ۔ چنانچہ اگر پارے کو درست کر لیں (پھونک لیں) تو چاول کے دانے کے برابر (کھانے سے) دس حصہ بھوک اور سہوت بڑھ جائے گی ۔

اس کا لڑکا میر اسد اللہ عرف میر میراں ، تربیت خاں بخشی کا داماد تھا ۔ جس زمانے میں کہ شاہزادہ محمد اورنگ زیب پہلی مرتبہ صوبجات دکن کے انتظام کے لیے مامور ہوا تو شاہجہاں کے حکم کے مطابق میر اسد اللہ شاہزادے کی سرکار کا بخشی مقرر ہوا ۔ جس زمانے میں کہ شاہزادہ (اورنگ زیب) بلخ کی مہم پر گیا تو وہ کسی وجہ سے شاہی خدمت سے باز رہا ۔ اس کے بعد وہ صوبہ خاندیس کے مضاف پرگنوں اور چوبرہ کی فوجداری اور جاگیرداری پر مقرر ہوا ۔ مدتوں وہاں رہا ۔ چھ سو ذات اور چھ سو سواروں کا منصب دار تھا ۔

جب شاہزادہ (اورنگ زیب) نے اپنی دوسری مرتبہ کی صوبیداری کے زمانے میں تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں حیدر آباد کے والی عبداللہ قطب شاہ پر بڑی فوج کے ساتھ [۳۶۲] چڑھائی کی اور قلعہ گلکنڈہ کا کہ جو تلنگانہ کے سلاطین کا پایۂ تخت تھا ، محاصرہ کیا ، میر اسد اللہ بھی جنوبی مورچال میں متعین ہوا ۔

جب ایک کروڑ روپیہ پیشکش اور والی (حیدر آباد) کی لڑکی کے شاہزادے (اورنگ زیب) کے بڑے لڑکے سلطان محمد کے ساتھ نکاح پر صلح ہو گئی تو اس کے بعد مورچال کے لوگوں کو نقب اور مقابلے سے منع کر دیا گیا ۔ میر اسد اللہ اپنی مورچال سے نہایت اطمینان کے ساتھ باہر آیا اور گشت کر رہا تھا کہ اچانک قلعے سے بندوق کی گولی آئی اور اس کا کام تمام ہو گیا ۔ چونکہ مدت سے اس پر شاہی نوازش ہوتی تھی ، اس موقع پر اس کو 'میر اسد اللہ شہید' کا لقب ملا ۔

اورنگ زیب عالم گیر کے تخت نشین ہونے کے بعد اس کی چھوٹی

اور بڑی ساری اولاد پر ان کے حال کے موافق عنایت ہوئی ۔ ان کا لڑکا جلال الدین خاں شاہزادہ محمد اعظم شاہ کی فوج کا بخشی اور بیدر کا قلعہ دار مقرر ہوا ، اور اس نے بادساہ کے حضور میں اعتبار حاصل کیا ۔ وہ ترقی کے میدان کو طے کر رہا تھا کہ موت نے مہلت نہ دی اور اس کا انتقال ہو گیا ۔

دوسرا لڑکا میر یحییٰ ہے کہ جو میر بلند خاں میر بخشی کی لڑکی کے ساتھ منسوب تھا ۔ میر یحییٰ کا لڑکا عیسیٰ خاں ہے کہ جس نے ایک مدت چاندور اور سنگم نیر کی قلعداری میں گزاری ۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا نواسا وہاں کا قلعدار ہے ۔

میر اسد اللہ کے لڑکوں میں سے کہ تربیت خاں کی لڑکی کے بطن سے پیدا ہوئے میر نور اللہ سید [۳٦۳] نور خاں مشہور بہ باگھ مار ہے کہ جو ہمیشہ تھانیسر اور خاندیس کے دوسرے پرگنوں کی فوجداری اور قلعداری پر رہا ۔ اس کا منصب قلیل تھا لیکن صاحب اسباب ، اقبال مند ، جمعیت دار اور با حشم تھا ۔ اس کی بے باکی اور بے اعتدالی کی وجہ سے اکثر اس کے منصب میں کمی اور اُس پر عتاب ہوتا تھا ۔ اس کے باوجود خانہ زاد ہونے کی وجہ سے ملکی معاملات میں وہ جو کچھ لکھتا تھا منظور ہوتا تھا ۔ چنانچہ جب شاہزادہ محمد اکبر نے فرار اختیار کیا اور ملک اواس کے پاس سے گزر کر خاندیس میں آیا تو خان جہاں بہادر کہ جس نے اس کو گرفتار کرنے کی غرض سے یلغار کی تھی ، اس کے قریب پہنچ کر ٹھہر گیا تا کہ وہ بکلانہ کی پہاڑیوں میں نکل جائے ۔ کسی شخص کو اس واقعے کے (بادشاہ کو) لکھنے کی جرأت نہ ہوئی ۔ اس نے بادشاہ کو یہ مقدمہ لکھا اور خان جہاں کا خطاب معرض زوال میں آیا اور اس پر عتاب ہوا ۔

اس کا حقیقی بھائی میر رحمت اللہ تھا کہ جو خاندوراں لنگ کی نواسی کے ساتھ منسوب تھا ۔ اور اس (میر نور اللہ) کا لڑکا میر نعمت اللہ ، خاں غفران پناہ اصالت خاں میرک معین الدین خاں کی لڑکی کے ساتھ بیاہا تھا ۔ لڑکے اور پوتے اور بھی بہت تھے ۔

پرگنہ بیر ، سرکار کا لنہ اس کی اولاد کی جاگیر میں ایک زمانے سے بطور مدد معاش مقرر تھا ۔ ان سب کی بود و باش وہیں تھی ۔ [۳٦۴] نواب

آصف جاہ کی حکومت کے شروع میں وہ محال سرکار میں ضبط ہو گیا ۔ وہ دوسرے شہروں اور قصبوں میں منتقل ہو گئے ۔ اگر اتفاق سے کوئی (وہاں) رہ گیا تو وہ لوگوں میں تنہا زندگی بسر کرتا ہے ۔

۱۰۹

معظم خاں شیخ بایزید

شیخ سلیم فتح پوری کے پوتوں میں ہے ۔ اس کی ماں نے بادشاہ جہانگیر کو دودھ پلایا تھا ۔ اکبر بادشاہ کے آخری عہد حکومت میں وہ دو ہزاری منصب دار ہوا ۔ جب جہانگیر تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا تو اس کے منصب میں ایک ہزار کا اضافہ ہوا ، اور اسے 'معظم خاں' کا خطاب ملا ۔ تیسرے سال جلوس جہانگیری میں وہ اصل واضافہ کے بعد چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ، اور دہلی کی صوبیداری پر مقرر ہوا ۔

اس کا لڑکا مکرم خاں ہے جو اسلام خاں شیخ علاء الدین کا داماد ہے کہ جس کو اعلیٰ منصب اور علم عطا ہوا ۔ وہ (مکرم خاں) ایک مدت تک خسر کی صوبیداری کے زمانے میں بنگالہ میں رہا ۔ کوچ ہاجو کی مہم میں اس نے استقلال دکھایا ، نمایاں کارنامہ انجام دیا اور وہاں کے زمیندار پری چھت کو وہ ناظم (بنگالہ) کے پاس لایا ۔ اس زمانے میں اس کا خسر فوت ہو گیا ۔ اس صوبے کا کام (صوبیداری) اسلام خاں کے بھائی محتشم خاں شیخ قاسم کو سپرد ہوا ۔ ایک سال تک وہ کوچ ہاجو کی فوجداری پر رہا ۔ آخر قاسم خاں کی بد مزاجی کی وجہ سے رنجیدہ خاطر ہو کر بادشاہ کے حضور میں چلا گیا ۔

اکیسویں سال جلوس جہانگیری میں بنگالہ کی صوبیداری [۳۶۵] خانہ زاد خاں کی بجائے اس کے سپرد ہوئی اور اس کے نام (شاہی) فرمان صادر ہوا ۔ وہ کشتی میں سوار ہو کر (شاہی فرمان) کے استقبال کے لیے روانہ ہوا ، اور اس نے اس دوران میں ملاحوں سے کہا کہ کشتی کو تھوڑی دیر

کے لیے کنارے پر ٹھہرا لیں تاکہ وہ عصر کی نماز پڑھ لے ۔ اس دوران میں طوفان آ گیا اور طوفان کی شورش سے کشتی ڈوب گئی ۔ مکرم خاں بھی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ غرق ہو گیا ۔

۱۱۰

محمد تقی سیم ساز مخاطب بہ شاہ قلی خاں

وہ جوانی ہی میں شاہزادہ شاہجہاں کے ملازموں میں منسلک ہو گیا تھا[1] اور اس نے دولت و اعتبار حاصل کیا ۔ اپنی خوش قسمتی سے (شاہجہاں) کی سرکار کا بخشی مقرر ہو گیا اور اس عالی جاہ (شاہجہاں) کی سرکار کے خاص افسروں میں ہوا ۔ جب کانگڑہ کی مہم شہزادے کے وکلا کے سپرد ہوئی تو اس کو راجا سورج مل[2] کے ہمراہ اس کی تسخیر کے لیے مقرر کیا ۔ جب دونوں اس مقصد کے لیے پہنچے تو راجا نے کہ جو اپنی بد طینتی اور شرارت کی وجہ سے ہمیشہ دل میں فاسد ارادہ رکھتا تھا اور محمد تقی کے موجود ہوتے ہوئے اس کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا ، اس نے پراگندہ خیالی کی وجہ سے (محمد تقی سے) دشمنی شروع کر دی اور شاہزادے کو بار بار اس کی شکایت لکھ کر بھیجی ۔ آخر میں (راجا نے) کھلم کھلا اور صاف لکھ بھیجا کہ میری شاہ قلی خاں کے ساتھ نہیں بنی اور اس سے یہ کام پورا نہیں ہوتا ، اس کی بجائے دوسرا سردار متعین کیا جائے تاکہ کام آسانی سے انجام کو پہنچے [۳۶۶] ۔ مجبوراً محمد تقی حضور میں طلب کر لیا گیا ۔

۱- یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ آٹھویں سال جلوس جہانگیری میں مندسور بھیجا گیا کہ مرزا عزیز کوکہ کے خاندان اور متعلقین کو اجمیر لائے ۔ تزک جہانگیری (انگریزی ترجمہ) جلد اول ، ص ۲۵۸ - (پ)

۲- راجا سورج مل کے لیے دیکھیے مآثرالامرا (اردو ترجمہ) ، جلد دوم ، ص ۱۷۹-۱۸۱ - (ق)

اس کے بعد وہ مالوہ کی فوجداری اور قلعہ ماندو کی حفاظت پر کہ جو
ہزادہ (شاہجہاں) کی جاگیر میں تھا ، مقرر ہوا ۔ جس وقت کہ شاہزادہ
گ سے اڑیسہ پہنچا تو وہاں کے نائب صوبیدار احمد بیگ خاں نے
ہجہاں کے آدمیوں سے مقابلہ کرنے کی اپنے میں طاقت نہ دیکھی اور وہ
ے چچا ابراہیم خاں مع جنگ کے پاس اکبر نگر چلا گیا ۔ شاہزادے نے
، صوبے (اڑیسہ) کی حفاظت پر شاہ قلی خاں کو مقرر کیا اور اس کو
یں چھوڑ دیا ۔

ان حوادث کے وقوع پذیر ہونے کے بعد کہ جو شاہجہاں کو پیش
ئے (وہ شکست کھا کر) بنگالہ سے دکن لوٹا اور اس نے دیول گاؤں کے
یب کہ جو روہن کھیڑہ کے درے کے اوپر واقع ہے ، فوج کا پڑاؤ ڈالا ۔
ک عنبر کی ترغیب و تحریک سے ، کہ اس کی طرف سے یاقوت خاں حبشی
ہاں پور کے قرب و جوار میں ٹھہرا ہوا تھا اور اس کے اطراف میں لوٹ مار
رہا تھا ، شاہزادے (شاہجہاں) نے بھی عبد اللہ خاں کو شاہ قلی خاں
، ساتھ روانہ کر دیا کہ چونکہ وہ شہر (برہانپور) بادشاہ کی عمدہ فوج سے
الی ہے ، لہٰذا ممکن ہے تھوڑی سی کوشش سے قبضے میں آ جائے ۔

وہاں (برہان پور) کا محافظ راؤ رتن ہادا[1] قلعہ و شہر کے استحکام میں
مغول ہوا اور اس (محافظت) کے سلسلے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں
یا ۔ انھوں نے صرف شاہزادہ (شاہجہاں) کے (شہر میں) آنے کی درخواست
۔ برہان پور کے لعل باغ میں [۳۶۷] شاہزادے کے خیمے لگے ۔ دونوں
دار (عبد اللہ خاں و شاہ قلی خاں) مامور ہوئے کہ (شہر پر) دونوں طرف
، حملہ کریں ۔ چونکہ دشمن کا ہجوم عبداللہ خاں کی طرف زیادہ تھا اور
ونوں طرف یکہ تاز جوان لڑائی میں خوب مقابلہ کر رہے تھے ، شاہ قلی خاں
، موقع دیکھ کر قلعے کی دیوار توڑ ڈالی ۔ پھرتی سے شہر میں داخل ہو گیا

۱۔ راؤ رتن ہادا کے لیے دیکھیے مآثرالامرا (جلد دوم) ، ص ۲۱۰۔
۲۱ - (ق)

اور کوتوالی کے چبوترے پر بیٹھ کر اس نے منادی کرا دی کہ شاہجہاں غازی کی حکومت ہے ۔

جب راؤ رتن کے لڑکے نے کہ جو اس کے مقابلے میں لڑ رہا تھا ، شکست پائی تو راؤ رتن نے ایک بڑی جماعت کو عبد اللہ خاں کے مقابلے پر چھوڑا اور خود ادھر سے منہ موڑ کر چوک میں مصروف کارزار ہوا ۔ شاہ قلی خاں کہ جس کے آدمی لوٹ مار کرنے کی غرض سے متفرق ہو گئے تھے ، کچھ آدمیوں کے ہمراہ ہمت کرکے مدافعت میں مشغول ہوا ۔ چونکہ اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے اور کمک کی امید منقطع تھی ، لہٰذا وہ مجبوراً قلعے میں چلا گیا اور قلعہ بند ہو گیا ۔

کہتے ہیں کہ عبد اللہ خاں نے کھلم کھلا نفاق کیا ۔ اگر وہ مدد کر دیتا تو کام بن گیا تھا ۔ اس کی خودداری ہی شاہجہاں کی کبیدگی خاطر کا سبب ہوئی اور اس وجہ سے وہ عبداللہ خاں سے علیحدہ ہو گیا ۔ غرض بنا ہوا کام بگڑ گیا ۔ معاملہ بڑھ گیا ۔ راؤ رتن از سر نو مورچال کی درستی اور قلعے کے اطراف و جوانب کے بندوبست میں مشغول ہوا ۔ شاہ قلی خاں کو [۳٦۸] عہد و پیمان کرکے اپنے پاس بلا لیا اور قید کر دیا ۔ اس کے بعد اس کے ساتھیوں کو برہان پور میں قید کرکے اس کو حضور میں روانہ کر دیا ۔

جس وقت کہ مہابت خاں جنگ تونس کے بعد برہان پور پہنچا تو اس نے کچھ یکہ تاز جوانوں کو قتل کرا دیا اور بعضوں کے ہاتھ کٹوا دیے ۔ جب فلک شعبدہ باز کی نیرنگی سے ۱۰۳۵ھ (۱٦۲٦ء) میں دریائے جہلم کے کنارے خان مذکور (مہابت خاں) کامیاب ہو گیا تو اس نے اپنے اقتدار کے زمانے میں جس دن کہ خواجہ عبد الخالق خوافی کو قتل کرایا اسی دن اس بہادر جوان (شاہ قلی خاں) کو بھی مروا دیا ۔

۱۱۱

ملا محمد ٹھٹوی

اس کا باپ ملا محمد یوسف درویشانہ اور فقیرانہ زندگی گزارتا تھا ۔ وہ روحانی کمال کا مالک اور حق آگاہ شخص تھا ۔ اس کے لائق فرزند ملا محمد (تتوی) نے آغاز جوانی میں اپنے وطن میں علوم دینیہ کو عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ حاصل کیا اور پھر وہ علوم معقولات کی تحصیل میں مصروف ہوا ۔ تھوڑی سی مدت میں وہ ہر فن میں ماہر اور جامعیت علوم میں مشہور ہوگیا ۔ علم جفر ، تکثیر اور اعداد میں بھی کمال مہارت رکھتا تھا ۔ رسمی فضیلت کے باوجود وہ ثقہ ، دیندار ، متقی اور پرہیز گار تھا ۔

اس کے بعد وہ طلبہ کے افاضہ و [۳۶۹] افادہ میں مشغول ہوا اور طلبہ کی تعلیم و تدریس میں لگ گیا ۔ چونکہ مرد کی قدر علم سے ہے اور علم کی قدر مال سے ، یمین الدولہ آصف جاہی[1] کی شاگردی کا کہ وہ ملا (محمد تتوی) کا شاگرد رسید ہے ، اتفاق ہوا ، اور اس بلند مرتبہ سردار کی استادی کی وجہ سے (ملا محمد تتوی کی) تمام دنیا میں شہرت ہوگئی اور اس کو خوب حیثیت اور دولت حاصل ہوئی ۔

چونکہ (یمین الدولہ آصف جاہی) کے خاندان کو جہانگیر بادشاہ کی سلطنت کے زمانے میں جتنا قرب و امتیاز حاصل ہو سکتا تھا ، ہوا ، (اس خاندان نے) خوب ترقیاں کیں ۔ اس خاندان کے متعلقین و منتسبین بھی خوب کامیاب ہوئے اور اس خانوادے کے غلاموں اور نوکروں نے خان اور ترخان کے خطاب پائے ۔ چونکہ آصف جاہی نے ظاہری علوم کی تحصیل آن بزرگوار (ملا محمد تتوی سے) کی تھی ، لہٰذا وہ اپنے اقبال کی بلندی اور زمانے کی موافقت کو بھی ملا ہی کی دعا کی برکت سمجھتا تھا اور اس کے احترام و اکرام میں بہت کوشش کرتا تھا ۔ (آصف جاہی نے) (ملا محمد تتوی) کو سلطنت

۱۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد اول ، (اردو ترجمہ) ، ص ۱۵۶ - ۱۶۴ - (ق)

ہندوستان کی صدارت پر متمکن کرا دیا ۔ اس کی قسمت کا ستارہ چمکا ، نیک بختی کا دور آیا ، دولت (بلند اقبالی) نے خوش آمدید کہا ۔

(مُلا محمد تتوی) ارغونوں اور ترخانوں کی کہ جو ٹھٹہ کے فرماں روا تھے ، ساری جائداد و باغات اور تمام مکانات و محلات چاپلوسی کے ذریعے بادشاہی سرکار سے بیع یا ہبہ کی صورت میں لے کر مالک و متصرف ہوگیا ، بلکہ تمام ٹھٹہ کا مالک بن بیٹھا ۔ قضا ، افتا اور احتساب کے شرعی منصب مُلا (محمد تتوی) کے بھائیوں کو مل گئے اور وہ [۳۷۰] مُلا کے اقتدار و اعتبار کی وجہ سے حکام کے مرتبے کا بالکل خیال نہیں کرتے تھے (بلکہ خود) حکم رانی کرتے تھے اور جو کچھ چاہتے تھے اس کو عمل میں لاتے تھے ۔

چنانچہ جب شاہ بیگ خاں ٹھٹہ کا صوبے دار مقرر ہوا تو وہ آصف جاہی سے اجازت لینے گیا ۔ اس نے شاہ بیگ خاں سے مُلا محمد کے بھائیوں کی سفارش کی ۔ وہ ساده لوح ترک (شاہ بیگ خاں) ان (برادران مُلا) کے حالات سن چکا تھا کہ مُلا (محمد تتوی) کے اقتدار کی وجہ سے کسی حاکم کی وقعت نہیں سمجھتے ہیں ؛ (لہٰذا اس نے) کہا کہ اگر (وہ لوگ) اپنی حیثیت پر رہیں گے تو عزت سے رہیں گے ورنہ کھال کھینچ لوں گا ۔ اور یہی بات اس کے معاملات کی خرابی کا سبب ہوگئی ؛ وہ منصب اور جاگیر سے معزول ہوا ۔

جس زمانے میں کہ مہابت خاں کا غلبہ ہوا ، اگر مُلا (محمد تتوی) نکلنا چاہتا تو کوئی شخص اس کا راستہ نہیں روک سکتا تھا ، لیکن چوں کہ اس کی زندگی کی مدت پوری ہو چکی تھی ، اس لیے اس نے ظاہری اور باطنی دوستی کی بنا پر قاضی اور میر عدل کا وسیلہ ڈھونڈا اور ان کے ہمراہ مہابت خاں کے پاس گیا ۔ ہر چند انھوں نے اس (مُلا محمد تتوی) کے فضائل ، عادات ، تقویٰ اور بزرگی بیان کی ، لیکن اس (مہابت خاں) پرکوئی اثر نہیں ہوا ۔

چوں کہ اس سے پہلے (مہابت خاں) شیخ چاند منجم کے نواسے مُلا عبدالصمد اور خواجہ شمس الدین محمد خوافی[1] کے بھتیجے مرزا عبدالخالق کو

۱۔ ملاحظہ ہو ، ذخیرۃالخوانین (جلد اول) ، ص ۱۹۵-۱۹۶ ۔ (ق)

آصف خاں کی مصاحبت اور تعلق کے حرم میں قتل کرا چکا تھا ، اس نے کہا کہ یہ تینوں فساد کے سلسلے کے محرک [۳۷۱] تھے - مُلا (محمد تتوی) کو راجپوتوں کے سپرد کر کے کچھ دنوں تک مقید رکھا - مُلا کا ان جھگڑوں میں کوئی دخل نہ تھا ، وہ بے جرم و حمائت تیغ ستم کا شہید ہوا ؛ اگرچہ اس کے قتل کا بڑا سبب آصف خاں کا اُستاد ہونا تھا -

اتفاق کی بات ہے کہ جس وقت اس کے پیروں میں زنجیر ڈالتے تھے اور جتنی مضبوط کرنی چاہتے تھے اتنی مضبوط نہیں ہوتی تھی بلکہ ذرا سی حرکت سے ڈھیلی ہو جاتی تھی اور اس کے پیر سے نکل پڑتی تھی - اس بات کو جادو اور منتر پر محمول کیا گیا - چوں کہ مُلا کو اپنی آخر عمر میں قرآن شریف کے حفظ کرنے کی توفیق حاصل ہو گئی تھی ، وہ ہمیشہ (قرآن شریف کی) تلاوت میں مشغول رہتا تھا اور اس کے ہونٹ ہلتے رہتے تھے - ہونٹوں کی اس حرکت سے (سعادت خاں کو) یقین ہو گیا کہ وہ میرے لیے بد دعا کر رہا ہے ، لہٰذا اس بدگمانی کی وجہ سے اس کو جلدی سے ہلاک کرا دیا اور ایسے عزیزالوجود آدمی کی قدر نہ پہچانی اور اس کو مروا ڈالا-

کہتے ہیں کہ ان تینوں بے نظیر مصاحبوں کی موت سے آصف جاہی کو ایسا رنج اور غم ہوا تھا کہ وہ اکثر راتوں کو پُر درد آواز میں یاد کرتا تھا اور کہتا تھا ، افسوس اے محمد (تتوی) ! افسوس اے خالق ! افسوس اے صمد !

۱۱۲

محمد خاں نیازی

اکبری دور کے امیروں میں سے ہے - وہ اس خاندان (تیموریہ) کی خدمت کی قدامت کی وجہ سے افغان امرا میں امتیاز و اعتبار رکھتا تھا - طبقات اکبری[۱] کے مؤلف نے لکھا ہے کہ اس کا منصب دو ہزاری تھا

۱- یہ بات غلط ہے - طبقات اکبری (جلد دوم ، ص ۴۵۲) میں ایسی کوئی صراحت نہیں ہے - (ب)

لیکن شیخ علامی (ابوالفضل) نے چالیسویں سال الٰہی تک پانسو سے زیادہ نہیں بتایا ہے ؛ [۳۷۲] البتہ جہانگیری دور میں وہ عمدہ منصب پر سرفراز ہوا ، اور شان و شوکت کے اضافہ کے ساتھ مشہور ہوا ۔

کہتے ہیں کہ جہانگیر بادشاہ کے حضور سے تین آدمیوں کو خطاب ملا اور انھوں نے قبول نہیں کیا : (۱) مرزا رستم صفوی ۔ (۲) خواجہ ابوالحسن تربتی ۔ (۳) محمد خان نیازی ۔ اس (محمد خان نیازی) نے کہا میرا نام 'محمد' ہے ۔ اس سے بڑھ کر کون سا نام ہے کہ جس کو میں اپنے نام کے ساتھ اختیار کروں ۔

شروع میں اس نے شہباز خاں کمبو کی ہمراہی میں بنگالہ میں مردانہ کارنامے انجام دیے ، خصوصاً برہم پتر کی جنگ میں اس نے خوب شجاعت و بہادری دکھائی ۔ کہتے ہیں کہ شہباز خاں اسی رفاقت اور بہادری کی وجہ سے اپنے پاس سے ہر سال اس کو ایک لاکھ روپیہ بھیجا کرتا تھا اور ٹھٹہ کی مہم میں خان خاناں کا کومکی (فوجی مدد گار) تھا ۔

۱۰۰۰ھ (۹۲-۱۵۹۱ء) میں سندھ کا حاکم مرزا جانی بیگ قلعے سے کہ جس میں وہ محصور تھا باہر نکلا اور سیوستان کی طرف بڑھا تاکہ فتح‌مند شاہی لشکر کی کشتیوں پر دست درازی کرے ۔ خان خاناں نے اس جماعت کو کہ جس میں محمد خان نیازی تھا اس طرف روانہ کیا اور خود بھی پیچھے سے چل پڑا ۔ جب بھیجے ہوئے لوگ کشتیوں کے پاس پہنچ گئے تو کچھ لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ لکھی کو مضبوط کر کے کمک کا انتظار کیا جائے اور بعض بہادروں نے تحریک کی کہ مقابلہ کیا جائے ۔

محمد خان نیازی کی سرداری میں لکھی سے گزر کر دشمن کے ساتھ [۳۷۳] جنگ شروع کر دی ۔ دشمن نے شاہی لشکر کے دائیں اور بائیں حصے اور ہراول دستے کے قدم اُکھاڑ دیے اور اقتدار کے نشے سے مست ہو گیا ۔ محمد خان نیازی قلب کی فوج کے ساتھ پہنچ گیا ۔ سخت مقابلہ ہوا ، اور دشمن کو شکست دی ، باوجودیکہ دشمن کی فوج پانچ ہزار سے زیادہ تھی اور بادشاہی سپاہ ایک ہزار دو سو سے زیادہ نہ تھی ۔ مرزا جانی نے عین پسپائی

کی حالت میں چند بار لوٹ کر مقابلہ کیا ، لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ کہتے ہیں کہ اس روز سے خان خاناں کو اس کی سرداری پر پورا اعتماد ہو گیا ۔

جہانگیر کے زمانے میں کھرکی کی جنگ میں کہ جو دکن کی مشہور لڑائیوں میں سے ہے ، خان خاناں نے اپنے لڑکے شاہ نواز خاں کی زمام اختیار اس (محمد خاں نیازی) اور یعقوب خاں بدخشی کے ہاتھ میں دے دی کہ دونوں اپنے دور کے تجربہ کار سپاہی تھے ۔ اس دن محمد خاں عجیب تدبیر کام میں لایا ۔ پانی کے اس نالے کو کہ جو میدان میں واقع تھا ، درمیان میں لے لیا اور اس کے تمام راستے بند کر دیے اور نالے کے سرے پہ خود ڈٹ گیا اور موقع نہ دیا کہ شاہ نواز خاں آگے بڑھ سکے ۔ ملک عنبر نے تمام ساز و سامان کے باوجود کہ جو اس کے پاس تھا ، ہر چند چاہا کہ (نالہ) پار کر لے مگر تیر اور گولیوں کی بوچھاڑ نے اس کا رخ بگاڑ دیا ۔ مجبوراً ملک عنبر بہت سے آدمیوں کو [۳۷۴] کٹوا کر بھاگ کھڑا ہوا ، اور بہادروں کے تعاقب کی وجہ سے وہ درمیان میں کہیں نہ ٹھہر سکا ، اپنے ٹھکانے ہی پر جا کر دم لے سکا ۔

جب شاہزادہ شاہجہاں دکن کی مہم پر روانہ ہوا تو محمد خاں نیازی نے سعی و کوشش میں کوئی کمی نہیں کی اور پوری پوری جدوجہد کو کام میں لایا ۔ سچی بات یہ ہے کہ محمد خاں نیازی متحمل اور بے پروا اور چڑچڑے مزاج کا امیر تھا ۔ کہتے ہیں کہ دن رات کے اوقات کی جو اس نے تقسیم کر لی تھی ، پچاسی سال تک اس نے خود کبھی اس کی خلاف ورزی نہیں کی لیکن سواری اور یلغار کے موقع پر البتہ اس میں فتور پڑ جاتا تھا ۔

ایک پہر رات سے اسراق تک اوراد و وظائف میں مشغول رہتا تھا اور دو پہر تک تفسیر و سیرت کی کتابوں کا مطالعہ کرتا ۔ افغانوں کے نسب سے اسے خوب واقفیت تھی ۔ اس کے بعد کھانے اور آرام میں مشغول ہو جاتا ۔ دن کے پچھلے پہر میں (دوسرے) معاملات و مہمات میں مصروف ہوتا ۔ رات کے آغاز میں سپاہ ، علما اور فقرا کے ساتھ صحبت رکھتا ۔ اس کے بعد دوپہر محل سرا میں گزارتا تھا ۔

کھانے میں بھی تکلف کرتا تھا ۔ کھانے کے وقت پہرہ مقرر کر رکھا تھا ۔ اکثر فوج اس کی اپنی قوم (نیازیوں) کی تھی ۔ اگر ان میں سے کوئی مر جاتا تھا تو اس کی پوری تنخواہ اس کے لڑکے کے لیے مقرر ہو جاتی تھی۔ اگر وہ لا ولد ہوتا تو نصف تنخواہ اس کے ورثا کو ملتی تھی ۔ وہ نہایت راست کردار ، متقی اور دین دار تھا ۔ کبھی بے وضو [۳۷۵] نہیں رہتا تھا ۔ لوگ اس سے کرامات منسوب کرتے ہیں ۔ ۱۰۳۷ھ (۲۸-۱۶۲۷ء) میں اس نے اس دنیا سے رحلت کی ۔ 'بمرد اولیا محمد خاں' اس کے انتقال کی تاریخ ہے (۱۰۳۷ھ) ۔

دکن میں اس نے بہت زندگی گزاری ۔ پرگنہ اشتی برار جو دریائے وردہ کے اس طرف ہے ، اس کی جاگیر میں تھا ۔ اس قصبے کو اس نے وطن قرار دے لیا تھا ۔ اس نے اس (قصبے) کی تعمیر اور آباد کاری میں بہت کوشش کی اور اس کو ایک بڑا شہر بنا دیا ۔ اسی قصبے میں وہ دفن ہوا ۔

اس کے لائق فرزند احمد خاں نے مقبرہ ، مسجد اور ایک باغ بنوا دیا جو مخلوق کی زیارت گاہ تھا ۔ آج کل (۱۱۶۰ھ) وہ قصبہ اور پرگنہ ، وہ سارا علاقہ اور قرب و جوار ویران اور اجاڑ پڑا ہے ۔ سو گھروں میں سے کسی ایک گھر میں چراغ جل رہا ہے اور دس گاؤں میں سے کوئی ایک گاؤں محاصل کے لائق ہے ۔ اس کے خاندان سے بھی کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس کی کچھ حیثیت ہو ۔

۱۱۳

مظفر خاں ، میر عبدالرزاق معموری

معمور آباد کے صحیح‌النسب سادات سے ہے کہ جو نجف اشرف کا ایک گاؤں ہے ۔ اس کے بزرگ ہندوستان آئے ۔ میر ، دانش و قابلیت میں یکتائے زمانہ تھا ۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں اس کی جد و جہد کا آغاز ہوا اور صوبۂ بنگالہ کی بخشی‌گری پر تعینات ہوا ۔ جب راجا مان سنگھ کچھواہہ وہاں کا ناظم تھا [۳۷۶] تو وہ شاہزادہ سلطان سلیم کے ہمراہ رانا سیسودیہ کی مہم

پر مقرر ہوا ۔ اس نے بغیر سوچے سمجھے اس ولایت کے معاملات اپنے کم عمر ہوتے کے سپرد کر دیے ۔

پینتالیسویں سال جلوس اکبری میں اس علاقے کے سرکشوں نے قتلو لوہانی کے لڑکے کو کہ جو اس علاقے کا سردار تھا ، فساد کا سربراہ بنا لیا اور ہنگامہ شروع کر دیا ۔ چند بار راجا کے آدمیوں نے لشکر کشی کی اور ان کو شکست دی ۔ میر اس ہنگامے میں گرفتار ہوا ۔ اس زمانے میں اتفاق سے شاہزادہ (سلیم) خود سری کی بنا پر الہ آباد چلا آیا اور وہاں مقیم ہو گیا ۔ راجا اجازت لے کر بنگالہ چلا گیا اور سرکشوں کی تادیب میں مشغول ہوا ۔ اتفاق سے شیر پور کے قریب مڈبھیڑ ہو گئی ، دشمن کو شکست ہوئی ۔ اس معرکے میں میر مذکور (مظفر خاں میر عبدالرزاق) اس صورت سے گرفتار ہوا کہ اس کی گردن میں طوق اور پیر میں زنجیر پڑی تھی ۔ اس کو اسی حالت میں ہاتھی پر بٹھایا اور ایک آدمی کو مقرر کر دیا کہ شکست کے وقت اس کو مار ڈالے ۔ اتفاق سے اس مار دھاڑ میں وہ شخص بندوق کی گولی لگنے سے مر گیا اور میر کی جان بچ گئی ۔ اس کے بعد وہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور شاہی عنایات سے سرفراز ہوا ۔

چوں کہ پہلے میر شاہزادہ مذکور (سلطان سلیم) کی تعیناتی میں شہزادے کی بغیر اجازت بادشاہ کے حضور میں آ گیا تھا اور شاہی عنایات سے سرفراز ہو کر بنگالہ کا بخشی مقرر ہوا تھا اس لیے شاہزادہ میر (مظفر خاں عبدالرزاق) کی طرف سے آزردہ خاطر اور دل گرفتہ تھا ۔ تخت نشین ہونے کے بعد [۳۷۷] کمال بندہ نوازی سے اس کی خطائیں معاف کر دیں ۔ اس کو سابقہ منصب پر بحال رکھا اور مظفر خاں کا خطاب مرحمت فرمایا ۔ خواجہ جہاں کی ہمراہی میں اس کی مہمات کا بخشی دوم بنا دیا ۔ میر نے اس کام میں نیکی اور بزرگی کے اعتبار سے نام حاصل کیا ۔

چوں کہ مرزا غازی بیگ ترخان کے انتقال کے بعد ٹھٹھہ (سندھ) کا صوبہ بادشاہی قبضے میں آ گیا تھا ، اس لیے مرزا رستم صفوی وہاں کی حکومت پر مقرر ہوا ۔ مظفر خاں اس صوبے کی مال گزاری کی تشخیص کے

لیے روانہ ہوا ۔ اس نے اپنی فرض شناسی اور معاملہ فہمی سے حال و ماضی کی روشنی میں بندوبست مال گزاری کر دیا ۔ مرزا (رستم صفوی) کی جاگیر اور اس کے ماتحتوں کی تنخواہ کا تعین کر کے وہ واپس آ گیا ۔ عہد جہانگیری کے آخر میں وہ مالوہ کا صوبے دار مقرر ہوا ۔

جہانگیر کے انتقال کے بعد شاہجہاں دکن کے ناظم خان جہاں لودی کی شرارت اور غداری کی وجہ سے جنیر سے احمد آباد کے راستے دارالخلافہ (آگرہ) کو آیا ۔ لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ شاہجہاں گجرات سے ماندو آ رہا ہے ، کیوں کہ خان جہاں کا خزانہ اور اس کی بیشتر بیگمات وہاں تھیں ۔ خان جہاں نے اپنے لڑکوں کو سکندر دوتانی کے ہمراہ برہان پور میں چھوڑا اور وہ شاہی آدمیوں کی ایک جماعت [۳۷۸] کے ساتھ ماندو آیا اور مالوہ کو مظفر خاں سے چھین کر اس پر قابض ہو گیا ۔

جب ہندوستان کے تخت سلطنت پر شاہجہاں بادشاہ جلوہ افروز ہوا تو اس نے مالوہ کی حکومت مظفر خاں کی بجائے مہابت خاں کے لڑکے خان زماں کے سپرد کی ۔ اس کے بعد اس پر شاہی التفات مطلق نہیں ہوا ۔ اس نے دارالحکومت میں گوشہ نشینی کی زندگی گزاری اور محفوظ فوج میں داخل رہا ۔ ایک مدت کے بعد وہ فوت ہو گیا ۔

۱۱۴

مقرب خاں شیخ حسن معروف بہ حسو

شیخ بھنیا[۱] ولد شیخ حسن پانی پتی کا لڑکا ہے ۔ مشہور ہے کہ اکبر بادشاہ کی ملازمت میں وہ طبابت خصوصاً جراحی کی خدمت پر مقرر تھا اور وہ اس فن میں یکتائے زمانہ تھا ۔ ہاتھی کے علاج میں تو اس نے عجیب

---

۱ ۔ خاندانی تذکروں میں ان کا نام حکیم عبدالکریم اور عرف حکیم بینا بتایا گیا ہے ۔ ملاحظہ ہو مجاہد معمار از محمد سلیم (کراچی ۱۹۵۲ء) و آثار رحمت از امداد صابری (دہلی ۱۹۶۷ء) ، ص ۵۶ ۔ (ق)

عجیب اختراعات کی تھیں اور بہت مشہور تھا[1] ۔ مقرب خاں بھی اس فن میں بے نظیر و بے مثال تھا ۔ ان کاموں میں باپ کا شریک اور علاج میں مددگار رہتا تھا ۔

اکتالیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۴ھ میں ہرنوں کی لڑائی کے تماشے میں ایک ہرن بادشاہ کی طرف بھاگا اور اس نے سینگ مارا جس سے بادشاہ کے خصیے میں خراش ہو گئی اور وہ سوج گیا ۔ ایک ہفتے تک وہ بیت الخلا نہ جا سکا ۔ سلطنت میں ایک شورش برپا ہو گئی ۔ اگرچہ حکیم مصری اور حکیم علی علاج کر رہے تھے لیکن ان باپ بیٹوں (شیخ بھنیا اور مقرب خاں شیخ حسن) نے بھی مرہم پٹی کے کرنے میں خوب خدمت کی ۔

شیخ [۳۷۹] حسو نے بچپن سے جہانگیر کی خدمت میں تربیت پائی اور اس نے بہت اچھی طرح خدمات انجام دیں ۔ چنانچہ جہانگیر بادشاہ کہا کرتا تھا کہ حسو جیسا خدمت گار کم بادشاہوں کو ملا ہوگا ۔ شہزادگی کے زمانے میں شاہزادہ (سلیم) بہت کوشش کرتا تھا لیکن وہ اس کی سرکار سے کوئی چیز نہیں لیتا تھا لیکن جب شاہزادے کے منصب میں اضافہ ہوا یعنی وہ بادشاہ ہوا تو پہلا شخص کہ جس کو منصب ملا وہ (شیخ حسو) تھا ۔

جہانگیر کے تخت نشین ہونے کے بعد اسے مقرب خاں کا خطاب اور پنج ہزاری منصب ملا ۔ جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں اس کی بے پروائی سے ہر کام کے لحاظ سے کارگزار اور معاملہ فہم آدمی اور ہر آدمی کی مناسبت سے کام سپرد نہیں ہوتا تھا ۔ اس وجہ سے ، اگرچہ مقرب خاں جوہر شناسی کا ملکہ خوب رکھتا تھا ، گجرات کا عمدہ صوبہ اس کو مل گیا ۔ اس صوبے میں سورت اور کھمبایت جیسے بندرگاہ ہیں کہ ان میں سے ہر ایک عجائب و نفائس کا معدن ہے ۔ وہ ملک کی کارگزاری اور سپہ کی سرداری سے عہدہ بر آ نہ ہو سکا ۔ اس سے تبدیل کر کے وہ ولایت شاہزادہ شاہجہاں کی جاگیر میں مقرر ہو گئی ۔

۱- منتخب التواریخ (اردو ترجمہ) ، ص ۲۷۴ - (ق)

تیرھویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۷ھ (۱۸-۱۶۱۷ء) میں وہ بہار کا صوبیدار مقرر ہوا ۔ سولھویں سال جلوس جہانگیری میں وہ ملک (بہار) سلطان پرویز کو ملا اور وہ بادشاہ کے حضور میں آ گیا اور صوبۂ آگرہ کا انتظام اس کے سپرد ہوا [۳۸۰] ۔ اس کے بعد وہ بخشی دوم مقرر ہوا اور اس کو مزید قرب و مصاحبت حاصل ہوئی ۔

شاہجہاں بادشاہ کی تخت نشینی کے شروع میں بڑھاپے کی وجہ سے اسے خدمت سے معافی مل گئی اور اسے قصبہ کیرانہ مرحمت ہوا کہ جو اس کا وطن ہے اور ہمیشہ اس کی جاگیر میں رہا ہے ۔ اس نے نہایت فراغت سے زندگی گزاری ۔ کہتے ہیں کہ زمانہ اس کے خوب موافق رہا اور کبھی اس کو کوئی گزند نہیں پہنچی ۔ گوشہ نشین ہونے کے بعد وہ ایک ہزار سہیلیوں (خوبصورت عورتوں) کے ساتھ کہ جو اس کے کارخانوں کی ذمہ دار تھیں ، نہایت خوشی اور اطمینان سے زندگی گزارتا تھا ۔ کہتے ہیں کہ کوئی اور دولت مند ، قوت مردانگی و سہوب کے باوجود اتنا شگفتہ اور بے فکر نہیں تھا ۔ چونکہ شاہ شرف پانی پتی کے روضے کی تولیت اس سے متعلق تھی لٰہذا اسی جگہ (روضہ میں) اس نے اپنی قبر بنوا لی تھی ۔ نوے سال کی عمر میں اس کے وطن میں اس کا انتقال ہوا[1] ۔

سہارنپور (صوبۂ دہلی) کے مضاف میں کیرانہ ایک پرگنہ ہے ۔ آب و ہوا کی خوش گواری اور زمین کی بہتری میں مشہور ہے ۔ اس نے وہاں بڑی عمارتیں بنوائیں ۔ ایک سو چالیس بیگہ کے باغ کے چاروں طرف پختہ دیوار بنوائی ۔ ایک حوض بنوایا کہ جو دو سو بیس ہاتھ لمبا اور دو سو ہاتھ چوڑا تھا ۔ گرم و سرد دونوں موسم کے پیڑ لگائے ۔ کہتے ہیں کہ وہاں پستہ کا پودا سبز ہوتا تھا ، اور جہاں کا آم اچھا سنا ، گجرات اور دکن سے بیج منگوا کر لگوایا ۔ چنانچہ آج تک (۱۱۶۰ھ) شاہجہاں آباد میں کیرانہ کے آم [۳۸۱] جیسا کسی اور جگہ کا آم نہیں ہوتا ۔

۱- ۱۰۵۶ھ (۱۶۴۶ء) میں فوت ہوا ۔ بادشاہ نامہ ، جلد دوم ، ص ۶۱۳ - (ب)

اس کا لڑکا رزق اللہ شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں آٹھ سو صدی کے منصب پر سرفراز ہوا - جراحی اور طبابت میں اسے خوب مہارت حاصل تھی - عالم گیری عہد میں خان کا خطاب ملا اور منصب میں اضافہ ہوا - دسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کا انتقال ہو گیا[1] -

مقرب خاں کا لے پالک سعد اللہ مسیحائے کیرانوی ہے[2] کہ شاعری میں اس کی شہرت ہے - راجا رام چندر مشہور کی بیوی سیتا کا قصہ اس نے منظوم کیا ہے - یہ تین اشعار اسی میں سے ہیں :

مثنوی

چو آب انداخت بر فرق آں بت مست
ز دستش آب ہم می رفت از دست

قدم چوں بعد غسل از آب بر زد
نہال آتشیں از آب سر زد

قوی شد قول اہل ہند گویا
کہ ماہ آمد بروں بے شک ز دریا

۱۱۵

مرتضیٰ خاں میر حسام الدین انجو

میر جمال الدین عضد الدولہ کا لڑکا ہے - اس کا بھائی میر امین الدین ، مرزا عبدالرحیم خانخاناں کا داماد تھا اور جوانی میں اس کا انتقال ہو گیا - میر حسام الدین نے ابراہیم خاں فتح جنگ کے بھتیجے احمد بیگ خاں کی

۱- شیخ بھنیا (یا حکیم بینا) کے دوسرے لڑکے عبدالرحیم کی اولاد میں نامور عالم و مجاہد مولانا رحمت اللہ کیرانوی (ف ۲۲ رمضان ۱۳۰۸ھ) تھے - (ق)

۲- ملاحظہ ہو روز روشن ، ص ۶۲۸ -

بہن[1] سے عقد [۳۸۲] کیا اور اس عظیم وسیلے سے عزت و درجہ حاصل کیا ۔ وہ اس عفت مآب خاتون کی فرماں برداری اور رضا کا بہت خیال رکھتا تھا ۔ جب نو روز اور عیدین کے موقع پر بیگم ، شاہی محل میں جاتی تھی تو میر (مرتضیٰ خاں) کی اتنی ہمت نہ تھی کہ بغیر اجازت محل میں داخل ہو سکے ۔ جہانگیری عہد میں آسیر کے مضبوط قلعے کی حفاظت و انتظام پر مقرر ہوا ۔ یہ قلعہ مضبوطی ، بلندی اور قلعے کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہے ان میں سلطنت کے تمام قلعوں میں بے نظیر اور مشہور تھا ۔

جب ولی عہد شاہجہاں نے بادشاہی لشکر کے تعاقب کرنے والوں کی تیز رفتاری کی وجہ سے ماندو میں ٹھہرنے کو مقتضائے وقت نہ سمجھا اور سترھویں سال جلوس جہانگیری میں اس نے برہان پور کے ارادے سے دریائے نربدا عبور کیا تو ایک جماعت کو گھاٹوں کی حفاظت اور کشتیوں کو پکڑنے کے لیے مقرر کیا اور خود قلعہ (آسیر) کے قریب آ گیا ۔ (شاہجہاں نے) اپنے ملازم شریفا کو میر (مرتضیٰ خاں) کے نام ایک فرمان دے کر بھیجا کہ جس میں تنبیہ و خوف کا مضمون تھا ۔

میر (مرتضیٰ خاں) نے خانہ زادی کے اعتماد ، باپ کی شہرت اور مالک (بادشاہ) کے کام میں جانفشانی و عقیدت کے استحسان کو نظرانداز کر دیا ۔ اگرچہ توپ و بندوق کا سامان ، (دوسرا) ذخیرہ اور رسد (قلعہ میں) اس قدر تھا کہ دوسرے قلعوں میں اس کا سواں حصہ بھی نہ ہوگا اور (قلعے تک پہنچنے کا) راستہ اس قدر دشوارگزار تھا کہ اگر اس کے سرے پر ایک بوڑھی عورت بیٹھ جاتی تو رستم بھی نہیں گزر سکتا تھا ۔ شاہجہاں کے فرمان کے پہنچتے ہی [۳۸۳] (میر مرتضیٰ خاں نے) آئندہ عروج کے خیال سے بلاکسی روک ٹوک کے قلعہ شریفا کے سپرد کر دیا ۔ آئندہ کی ترقی قدرت نے اس کے نصیبے میں ودیعت کی تھی ۔ وہ خود اپنے بیوی بچوں کو لے کر (قلعے سے) نکل آیا اور شاہجہاں کی خدمت میں حاضر ہوا ۔

۱۔ وہ نورجہاں کے چچا کی لڑکی تھی ۔ (ب)

سابزادے نے اس کے عزت و احترام میں اضافہ کیا اور مختلف عنایات سے نوازا ۔

شاہجہاں بادشاہ نے تخت نشین ہونے کے بعد اس کی سابقہ خدمت کی بنا پر چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب مرحمت فرمایا اور اسی سال اسے مرتضیٰ خاں کا خطاب اور پچاس ہزار روپے نقد عنایت کیے ۔ شیر خواجہ کی بجائے کہ جو ٹھٹھ کے راستے میں فوت ہو گیا تھا ، اس (مرتضیٰ خاں) کو اس ولایت (ٹھٹھ) کی صوبیداری سے سرفراز فرمایا ۔

چونکہ حاسد آسماں ارباب مقاصد کی کامیابی کا پرانا دشمن ہے ، ابھی وہ ٹھکانے بھی نہیں بیٹھا تھا کہ دوسرے سال جلوس شاہجہانی کے آخر ۱۰۳۹ھ (۳۰-۱۶۲۹ء) میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

اس کے بیٹوں میں سے میر صمصام الدولہ نے ترقی کی ۔ وہ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ شجاع کا دیوان مقرر ہوا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ صوبہ اڑیسہ میں شاہزادہ (شجاع) کا نائب مقرر ہوا اور ایک ہزار اور پانسو ذات اور پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ اسی سال وہ فوت ہو گیا ۔

۱۱۶

مصطفیٰ بیگ ترکمان خاں

جہانگیری عہد کے امرا میں سے ہے ۔ اس عہد کے آخر تک [۳۸۴] وہ دو ہزاری ذات اور ایک ہزار اور چار سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ جب شاہجہاں بادشاہ تخت نشین ہوا تو اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ، خلعت ، مرصع خنجر ، علم ، چاندی کی زین کے ساتھ گھوڑا مرحمت ہوا ، اور تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں نقارہ ملا ۔ اس کے بعد وہ دکن کی مہم پر تعینات ہوا ۔

چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں جب مہابت خاں دولت آباد کے قلعے

کے محاصرے میں (وہاں) مقیم تھا تو وہ ظفرنگر کی تھانیداری پر متعین تھا ۔ جب اس مہم پر متعینہ منصب داروں کی (فوج) کے بہت سے آدمی غلے کے بیلوں کے ساتھ کہ جن کو وہاں اکٹھا کیا تھا ، دکن کی فوج کے گشت کرنے کی وجہ سے خانخاناں (مہابت خاں) کے لشکر سے نہ مل سکے تو یہ کیفیت (مصطفٰی بیگ ترکمان خان) نے مہابت کو لکھی ۔ اس نے خان زماں کو ایک فوج کے ساتھ متعین کیا کہ وہ غلے اور آدمیوں کو لے کر آئے ۔

ساتویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۳ھ (۱۶۳۳ء) میں اس کا انتقال ہوگیا ۔ اس کا لڑکا حسن خاں آٹھ سو ذات اور تین سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ، اور اس کے بھائی علی قلی کو نو سو ذات اور چار سو پچاس سوار کا منصب ملا ۔ گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

۱۱۷

مہابت خاں خانخاناں سپہ سالار

زمانہ بیگ نام ، غیور بیگ کابلی کا لڑکا ہے ۔ یہ صحیح النسب رضوی سادات سے ہیں ۔ اس کے لڑکے خان زماں نے [۳۸۵] اپنی مؤلفہ تاریخ میں اپنے آبا و اجداد کا سلسلہ نسب حضرت امام موسٰی رضا تک نقل کیا ہے اور سب کو بزرگ اور صاحب ثروت بتایا ہے ۔

غیور بیگ شیراز سے کابل آیا ۔ وہاں کے ایک پرگنے میں اقامت پذیر ہوگیا اور مرزا محمد حکیم کے یکہ تازوں میں ملازم ہو گیا ۔ مرزا (محمد حکیم) کے انتقال کے بعد وہ اکبر بادشاہ کی ملازمت میں آیا اور چتوڑ کی لڑائی میں اس نے خوب بہادری دکھائی ۔ زمانہ بیگ بچپن میں شاہزادہ سلیم کی سرکار میں احدیوں میں داخل ہوا ۔ اس نے اتنی پسندیدہ خدمات انجام دیں کہ تھوڑی سی مدت ہی میں اسے مناسب منصب مل گیا اور وہ شاگرد پیشہ (ملازمین) کا بخشی ہو گیا ۔

جب راجا اوجینیہ ، معظم خاں فتح پوری کے عہد و پیمان کے بعد ،

ایک بڑی جماعت کے ساتھ کہ جو شہر اور جنگل میں پھیلی ہوئی تھی، شاہزادہ (سلیم) کے حضور میں الہ آباد میں حاضر ہوا تو جہاں کہیں وہ خاص یا عام جگہ جاتا تھا (تو اس کے آدمی ساتھ ہوتے تھے) اور وہ جگہ بھر جاتی تھی۔ یہ بات شہزادے کو بہت شاق گزری۔ ایک روز تنہائی میں شہزادے نے فرمایا کہ اس گنوار (راجا) کا کیا کرنا چاہیے؟ زمانہ بیگ نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو آج ہی رات کو اس کا کام تمام کر دوں؟ (شاہزادے کے) اشارے کے بموجب ایک خدمت گار کے ساتھ وہ روانہ ہوا۔ آدھی رات کو راجا کے ٹھکانے پر کہ وہ مست و بےخود خیمے میں سو رہا تھا، وہ پہنچا۔ خدمت گار کو دروازے پر کھڑا کر دیا اور راجا کے آدمیوں کو باہر نکال دیا (اور کہا) کہ شہزادے نے (راجا کو) خفیہ پیغام بھیجا ہے۔ [۳۸٦] خود خیمے میں داخل ہوا، اس کا سر کاٹ لیا اور اس کو شال میں لپیٹ کر باہر آ گیا۔ آدمیوں سے کہہ دیا کہ کوئی (اندر نہ جائے) میں جواب لے کر پھر آتا ہوں۔

سر کو لا کر شاہزادے کے آگے ڈال دیا۔ اسی وقت حکم ہوا کہ راجا کے لشکر کو لوٹ لیا جائے۔ اس کے آدمیوں کو خبر لگ گئی۔ منتشر اور فرار ہو گئے۔ اس کا خزانہ اور مال بھی سرکار ضبط ہو گیا۔ زمانہ بیگ کو 'مہابت خاں' کا خطاب ملا۔

جہانگیر کے تخت نشین ہوتے ہی اسے تین ہزاری منصب ملا اور وہ رانا کی مہم پر تعینات ہوا۔ ابھی وہ مہم پوری نہ ہوئی تھی، پہاڑ کے باہر کی تھانہ بندی سے فارغ ہو کر وہ چاہتا تھا کہ پہاڑ کے اندر (تھانہ بندی) کرے کہ بادشاہ نے حضور میں طلب کر لیا۔ اس کے بعد وہ شاہزادہ شاہجہاں کے ہمراہ دکن کی مہم پر نامزد ہوا۔ بارھویں سال جلوس جہانگیری میں شاہ بیگ خاں، خان دوراں کی تبدیلی کے بعد وہ کابل کی صوبیداری پر فائز ہوا۔ لیکن اعتمادالدولہ کے خاندان کے اقتدار حاصل کر لینے کے بعد کہ ان سے اس کو دلی عداوت اور رنجش تھی، اس نے چاہا کہ وہ کابل سے عراق (ایران) چلا جائے۔ چنانچہ شاہ عباس صفوی نے نہایت اعزاز کے ساتھ اس کو بلانے کا خط لکھا لیکن خانہ زاد خاں، خان زماں

نے حسن تدبیر سے اس کے ساتھ کے آدمیوں کو متفرق کر دیا ۔ مجبوراً اسے بھی ارادہ فسخ کرنا پڑا ۔

جب سترھویں سال جلوس جہانگیری میں نور جہاں بیگم کے بہکانے سے جہانگیر بادشاہ اور شاہزادہ ولی عہد شاہجہاں کے درمیان اختلاف [۳۸۷] ہوا اور بات جھگڑے اور لڑائی تک پہنچی تو شاہزادے کی تنبیہ کا ذمہ دار مہابت خاں قرار پایا اور وہ کابل سے طلب ہوا ۔ اگرچہ ابتدا میں اس خوف کی وجہ سے کہ جو اس کو نور جہاں بیگم سے تھا ، اس طرف توجہ نہیں کی لیکن جب اطمینان ہو گیا تو وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔

جب بادشاہی لشکر کا ہراول سردار عبداللہ خاں (شاہجہاں کی) فوج میں شامل ہو گیا تو جہانگیر نے آصف خاں سے بدگمان ہونے کی وجہ سے کہ وہ فوج کا سپہ سالار تھا ، اس کو خواجہ ابوالحسن کے ساتھ اپنے حضور میں طلب کر لیا ۔ لشکر میں سخت ہنگامہ برپا ہو گیا ۔ جب مہابت خاں نے شاہجہاں کی کامیابی کے آثار دیکھے تو عبدالرحیم خانخاناں کی وساطت سے شاہزادہ (شاہجہاں) سے خیر خواہی کا اظہار کیا اور اس کو لکھا کہ اگر میری خطا معاف کرکے مجھے مطمئن کر دیا جائے تو میں عمدہ خدمات انجام دوں ۔ سردست یہ مشورہ ہے کہ اپنی فوجوں کو بلا لیں اور جھگڑا ختم کر دیں اور خود ماندو تشریف لے جائیں اور میں قدیم جاگیر کی بحالی کی سند بادشاہ کی مہر سے مزین کروا کے بھجواتا ہوں ۔

شاہزادہ (شاہجہاں) جو ہمیشہ اپنے باپ کی رضامندی کا خواہاں رہا ، خانخاناں کی ترغیب و تحریک سے لوٹ آیا ۔ جب سلطان پرویز الہ آباد سے حضور میں آ گیا تو مہابت خاں نے دوسرے موقع پرستوں کے ساتھ مل کر شورش بھڑکائی اور بادشاہ (جہانگیر) کو اس بات پر آمادہ کیا کہ بادشاہ اجمیر تک جائے اور سلطان پرویز کو مہابت خاں کی اتالیقی میں شاہزادے (شاہجہاں) کی تنبیہ کے لیے مقرر کرے ۔ شاہزادہ (شاہجہاں) ماندو سے برہان پور [۳۸۸] اور وہاں سے تلنگانہ کے راستے سے عازم بنگالہ ہوا ۔

مہابت خاں سلطان پرویز کے ہمراہ برہان پور آیا اور دکن کی مہمات کے انتظام میں مصروف ہوا ۔ اسی دوران میں ان کو (بادشاہ کا) حکم پہنچا کہ دکن کے انتظام سے جلد فارغ ہوں اور الہ آباد کا رخ کریں ۔ اگر بنگالہ کا صوبیدار شاہزادہ (شاہجہاں) کا مقابلہ نہ کر سکے تو تم کو مقابلہ کرنا چاہیے ۔

مہابت خاں نے تھوڑے سے عرصے میں اپنی تدبیر سے دکن کے سلاطین کو بادشاہ کا مطیع و منقاد بنا دیا ۔ اگرچہ ملک عنبر نے دوبارہ وکیل بھیجا کہ میں اپنے بیٹے کو بادشاہی نوکروں میں شامل کرتا ہوں اور دیول گاؤں میں ملاقات کرنی چاہتا ہوں ، اس صوبے کے معاملات میرے سپرد کر دیے جائیں ۔ لیکن عادل خاں بیجاپوری نے کہ جو ہمیشہ اس (ملک عنبر) سے دشمنی اور جھگڑا رکھتا تھا ، اپنے وکیل السلطنت ملا محمد لاری کو پانچ ہزار سواروں کے ہمراہ روانہ کیا کہ وہ ہمیشہ بادشاہی ملک کے کومکی (مددگار) رہیں گے اور ہر خدمت میں پوری کوشش کریں گے ۔

مہابت خاں ملک عنبر کی طرف متوجہ نہ ہوا اور ملا محمد لاری کو راؤ رتن ہادا مخاطب بہ سر بلند رائے کے ہمراہ برہان پور میں رکھا اور خود شاہزادہ پرویز کے ہمراہ برسات کے موسم میں مالوہ کے کیچڑ اور پانی کو طے کرتا ہوا صوبہ الہ آباد آ گیا ۔ ٹونس کے مقام پر چند روز تک دونوں گروہوں میں مقابلہ ہوتا رہا ۔ شاہزادہ نے اپنی جمعیت کی کمی کی وجہ سے جنگ کرنی مناسب نہ سمجھی کہ راجا بھیم کے مبالغے اور ضد کی وجہ سے [۳۸۹] کہ جو شاہجہاں کے ہمراہیوں میں سے تھا ، یہ واقعہ (مقابلہ) ہوا ۔ جو کچھ ہوا وہ ہوا ۔ جب معاملہ بگڑا تو عبد اللہ خاں زخمی بمنت تمام شہزادہ (شاہجہاں) کو گھوڑے کی رکاب پکڑ کر میدان سے نکال لایا[1] ۔

۱- تزک جہانگیری (انگریزی ترجمہ ، جلد دوم ، ص ۲۹۴-۲۹۶) اقبال نامۂ جہانگیری ، (ص ۲۳۲) اور خافی خاں (جلد اول ، ص ۳۵۲-۳۵۳) میں اس کا نام صرف عبداللہ خاں دیا ہے ۔ (پ)

عادل شاہیوں اور بادشاہی لشکر کی یک جہتی و اتفاق کی وجہ سے دکن میں ملک عنبر خوف زدہ ہوا اور نظام الملک کے ہمراہ قصبہ کھرکی سے باہر آ گیا ۔ اپنے اہل و عیال اور ساماں کو قندھار (دکن) میں چھوڑ کر قطب الملک کی ولایت کی سرحد پر پہنچ گیا اور سپاہ کے خرچ کے عنوان سے جو سالانہ مقرر تھا ، وہ اس سے لیا ۔ بے خبری میں شہر بیدر پر حملہ کر دیا ، اس کو لوٹ لیا اور پھر بیجا پور کا رخ کیا ۔

عادل شاہ قلعہ بند ہو گیا ۔ اس نے ملا محمد لاری کو بلانے کے لیے تیز فرستادے بھیجے اور مہابت خاں کو لکھا کہ اس وقت بادشاہی فوج بھی مدد کرے ۔ مہابت خاں نے کہ جو الہ آباد (کے معاملات) میں متوجہ تھا ، سر بلند رائے کو لکھا کہ لشکر خاں کو جادو رائے ، اوداجی راہ اور بالا گھاٹ کے تمام امرا کے ساتھ متعین کیا جائے ۔ ملک عنبر کو جب یہ معاملہ معلوم ہوا تو اس نے بہت عاجزی کی اور عرض کیا کہ میں بھی بادشاہی غلام ہوں ؛ میں نے کوئی خطا نہیں کی ہے کہ تم نے مجھ پر حملے کی تیاری کی ہے ۔ مجھے اپنے دشمن سے نبٹنے دو ۔ (اس کی یہ بات) کسی نے نہ سنی ، مجبوراً مقابلہ ہوا[1] ۔ اتفاق کی بات ملا محمد مارا گیا ۔ جادو رائے اور اوداجی رام نے کچھ نہیں کیا اور چلے گئے ۔ احمد نگر کے قلعدار خنجر خاں [۳۹۰] اور بیر کے فوجدار جاں سپار خاں کے علاوہ کہ جو کچھ آدمیوں کے ہمراہ اس ہلاکت سے نکل کر اپنے اپنے مقامات کو چلے گئے تھے ، عادل شاہی اور بادشاہی لشکر کے پچیس سردار اور لشکر خاں ا مرزا منوچہر کے ساتھ بیالیس منصب دار گرفتار ہوئے اور جو مدتوں دولت آباد میں مقید رہے ۔

اس واقعہ کی تاریخ ''عنبر فتح کرد'' ہے (۱۰۳۴ھ) ۔ کہتے ہیں[2] کہ

۱- یہ بھاتوری کی لڑائی ہے ۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۱۳۶ - (ق)

۲- ۱۰۳۴ھ مطابق ۲۵-۱۶۲۴ء ہوتے ہیں لیکن اقبال نامہ جہانگیری ، (ص ۲۳۶) میں یہ واقعہ انیسویں سال جلوس جہانگیری میں بیان ہوا ہے - (پ)

ملک عنبر نے جس کو شاعری سے کوئی تعلق نہ تھا ، یہ تاریخ سن کر کہا ، کیا خوب ہے :

طفل ہم می داند کہ عنبر فتح کرد

پھر اس نے اور عادل شاہ دونوں نے شاہجہاں کے حضور میں عرضی ارسال کی اور اس سے دکن آنے کی درخواست کی ۔ شاہزادہ بنگالہ سے لوٹ آیا اور اس نے ملک عنبر اور یاقوت حبشی کی فوج کے ساتھ برہان پور کا محاصرہ کر لیا ۔ دکن کے معاملات میں یہ اختلال وقوع پذیر ہوتے ہی بادشاہی حکم کے مطابق مہابت خاں سلطان پرویز کے ہمراہ فوراً بنگالہ سے واپس ہوا ۔ جب وہ سارنگ پور (مالوہ) میں آیا تو فدائی خاں بادشاہی فرمان لایا کہ مہابت خاں کی بجائے خان جہاں (گجرات سے) متعین ہوا ہے اور مہابت خاں بنگالہ کی صوبیداری کو سنبھالے ۔ سلطان پرویز اس عزل و نصب سے راضی نہیں ہوا ۔ دوسرا (شاہی) حکم پہنچا کہ اگر مہابت خاں بنگالہ جانا نہیں چاہتا ہے تو بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو ۔ اور خانہ زاد خاں کو کہ جو ابھی تک باپ کی نیابت میں کابل کے انتظام میں مشغول تھا ، طلب کرکے بنگالہ بھیج دیا کہ وہاں کے معاملات کو سنبھالے ۔ اور آصف [۳۹۱] خاں نے کہ جو (مہابت خاں سے) عداوت رکھتا تھا ، عرب دست غیب کو ایک ہزار احدی سواروں کے ساتھ متعین کیا ، وہ اس کو (بادشاہ کے) حضور میں لاوے ۔ مجبوراً مہابت خاں برہان پور سے روانہ ہوا ۔ سلطان (پرویز) سرائے بہاری تک رخصت کرنے کے لیے آیا ۔ مہابت خاں چاہتا تھا کہ بعض منصب داروں کو اپنے ہمراہ لے لے ۔ دکن کے دیوان فاضل خاں نے بادشاہی فرمان دکھایا کہ وہ معتوب ہے کسی کو اپنے ہمراہ نہ لے ۔ مہابت خاں نے کہا ، بادشاہی اہل کاروں نے (بادشاہ کو) غلط مشورہ دیا ہے ۔ سلطان (پرویز) سن لے گا کہ آخر اس طلبی سے (بادشاہ کو) ندامت ہوگی ۔

جب وہ رنتھمبور پہنچا تو اس نے (معاملہ کی) نگہداشت شروع کر دی اور رانا نے بھی ایک ہزار اچھے سوار اس کے ہمراہ کر دیے ۔ کہتے ہیں کہ اس جگہ عرب دست غیب پہنچا ۔ مہابت خاں نے اس سے کہا

کہ جس کام کے لیے تو آیا ہے مجھے معلوم ہے ۔ تجھے کوئی بات کہنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ چھ ہزار سواروں کے ساتھ وہ (مہابت خاں) روانہ ہو گیا ۔ جن میں سے چار ہزار راجپوت تھے اور دو ہزار مغل ، سید ، شیخ اور افغان تھے ۔

جس وقت کہ بادشاہ (جہانگیر) کابل کی سیر کا ارادہ کر رہا تھا تو اس (مہابت خاں) کا آنا معلوم ہوا ۔ اس کو پیغام دیا گیا کہ جب تک بادشاہی مطالبہ ادا نہ ہو جائے اور بنگالہ کے جاگیرداروں کی جواب دہی نہ کر لو کہ ان کے (مال و جائداد پر) قابض ہوئے ، اس وقت تک بادشاہ کے حضور میں باریابی کی اجازت نہیں ہے ۔ اور اس (مہابت خاں) نے (یہ بھی) سنا کہ آصف خاں نے اس کے قید کرنے کا انتظام کیا ہے کہ جس دن (بادشاہ) دریائے جہلم کے کنارے مقیم [۳۹۲] ہو ، اس دن تمام فوج کو دریا سے اتار دیا جائے اور بادشاہ حفاظتی دستے کے ساتھ دریا کے اس طرف رہے ۔ جب مہابت خاں بادشاہ کے حضور میں آوے تو بادشاہ اُس کا ہاتھ پکڑ کے کشتی میں بٹھالے اور اپنے ہمراہ لے آئے اور پل کو توڑ دیا جائے تا کہ اس کے آدمی عبور نہ کر سکیں ۔

شاہ آباد کی منزل پر فیل خانہ کا داروغہ کجھت خاں اس (مہابت خاں) کے ٹھکانے پر گیا اور اس کو حکم پہنچایا کہ جتنے ہاتھی اس زمانے میں جمع کیے ہیں ، وہ سرکار میں داخل کیے جائیں ۔ مہابت خاں نے چند مشہور ہاتھیوں کو اپنے پاس رکھ کر باقی اس کے حوالے کر دیے ۔ کجھت خاں نے کہا کہ خان جیو! (ان ہاتھیوں کو) کس دن کے لیے رکھتے ہو ، تمھاری کشتیٔ حیات برباد ہو چکی ہے ۔ اگر بیٹے زندہ رہ گئے تو جوار کی روٹی کو محتاج ہو جائیں گے ۔ مہابت خاں نے تبسم کیا اور کہا کہ کیا تم اس وقت مدد نہیں کرو گے ؟ میں ان ہاتھیوں کو پیش کر دوں گا ، اب فوراً چلے جاؤ کہ یہ راجپوت اجڈ ہیں ، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھاری فضول باتوں سے کوئی حرکت کر بیٹھیں ۔ غرض مہابت خاں کو اس قسم کی باتوں سے یہ یقین ہو گیا کہ دشمنوں کے شر سے اس کی جان کی خیر نہیں ہے ۔ وہ مرنے کے لیے تیار ہو گیا ۔ اس نے فوج کو پیشگی تنخواہ دے کر عہد و پیمان لے لیا ۔

جب دریائے جہلم کے کنارے شاہی خیمے ایستادہ ہوئے[1] تو آصف خاں اپنے منصوبے کے مطابق تمام لشکر یہاں تک کہ بادشاہ کے خدمت گاروں کو بھی [۳۹۳] پل کے راستے سے لے گیا اور دریا کے دوسری طرف نہایت غفلت اور بے پروائی سے ٹھہر گیا ۔ مہابت خان نے جو لطیفۂ غیبی کا منتظر تھا ، اس موقع کو غنیمت جان کر ایک ہزار سوار پل کے انتظام کے لیے بھیج دیے ، اور اپنے آپ فوراً شہریار اور داور بخش کی قیام گاہ پر سوار ہو کر پہنچا اور ان کو ہمراہ لیا اور گلال بار کے دروازے کو توڑ کر بادشاہ کی اقامت گاہ خاص میں داخل ہوگیا اور اپنے آدمیوں کو دروازے پر بٹھا کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ جب میں نے دیکھا کہ آصف خاں کی عداوت سے رہائی ممکن نہیں ہے تب ایسی جسارت کا میں نے ارتکاب کیا ۔ جس سزا کا میں مستحق ہوں اپنے ہاتھ سے مجھے دیجیے ۔ کہتے ہیں کہ جب راجپوت بلا خوف غسل خانے (دولت خانہ) میں داخل ہو گئے تو مقرب خاں نے سابقہ طریقے پر مہابت خاں سے کہا کہ اے کوڑھی (مبروص) ! یہ کیا بے ادبی ہے ؟ اس نے کہا کہ جب میری بیوی اور لڑکیوں کو تقسیم کیا جا رہا تھا تو تو نے اس وقت کچھ نہ کہا ۔ لکڑی کا ڈنڈا کہ جو اس کے ہاتھ میں تھا ، اس (مقرب خاں) کی پیشانی پر ایسا مارا کہ قشقہ کی طرح زخم ہو گیا اور خون بہنے لگا ۔

اس وقت بادشاہ (جہانگیر) دو مرتبہ غصے سے ہاتھ تلوار کے قبضے پر لے گیا ۔ میر منصور بدخشی نے ترکی میں کہا کہ یہ تحمل کا وقت ہے ۔ اس کے بعد مہابت خاں نے عرض کیا کہ جھگڑا ختم ہو گیا ۔ سواری شکار کے لیے موجود ہے ۔ بہت کوشش کر کے (بادشاہ کو) اپنے ہاتھی پر سوار کیا [۳۹۴] ۔ کجھت خاں بادشاہ کی سواری کی ہتھنی کو آگے لایا ۔ مہابت کی بجائے وہ خود بیٹھا اور خواصی میں اس کا لڑکا تھا ۔ مہابت خاں

۱- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اقبال نامۂ جہانگیری ، (ص ۲۵۳ - ۲۶۷) ۔ اقبال نامۂ جہانگیری کا بیان زیادہ قابل اعتماد ہے ۔ (پ)

نے اس سے کہا کہ خان جیو! آج وہی دن ہے کہ میرے بیٹے سوار کی روٹی کو محتاج ہوتے ہیں ۔ اس نے راجپوتوں کو اشارہ کر دیا ۔ انھوں نے ان دونوں (کحھت خاں اور اس کے لڑکے) کو تلوار سے ختم کر دیا ۔

راستے سے وہ (مہابت خاں) بادشاہ کو اپنے گھر لے آیا ۔ اس کے لڑکوں نے بادشاہ کی بلائیں لیں (قربان ہوئے) اور بہت کچھ نثار و ایثار کیا ۔

چونکہ اس نے نورجہاں کی طرف سے غفلت برتی اور بادشاہ کو دوبارہ سوار کرکے سلطان شہریار کی قیام گاہ پر لایا ، بیگم (نورجہاں) کو موقع مل گیا اور وہ نکل گئی ۔ (مہابت خاں کو) اپنی غفلت پر بہت افسوس ہوا ۔ بیگم نے اسی ہنگامے میں دریا عبور کر لیا اور امرا کو بہت تنبیہ و ملامت کی اور جنگ کی غرض سے فوجوں کی ترتیب میں مشغول ہو گئی ۔

چونکہ پل کو آگ لگا دی گئی تھی ، دوسرے دن راستوں اور گھاٹیوں کی معلومات کے بغیر (بیگم) چل دی اور دریا میں کود پڑی ۔ تین چار جگہ دریا بہت گہرا تھا اور دشمن ہاتھیوں کو آگے بڑھا کر حملہ کر رہا تھا ۔ فوج کا ڈول بگڑ گیا ۔ بہت سوں کے پیر اکھڑ گئے ۔ ہر کوئی جان بچانے کی غرض سے (دریا کے ساحل کے) ہر طرف جا رہا تھا ۔

بیگم لوٹ کر اپنے خیمے میں آ گئی ۔ آصف خاں اٹک کے قلعے میں پہنچا کہ جو اس کی جاگیر میں تھا اور قلعہ بند ہو گیا ۔ دوسرے امرا نے عہد و پیمان کرکے مہابت خاں سے ملاقات کی اور اس کی ڈانٹ ڈپٹ اور گالی گلوچ کو سنا ۔ [۲۹۵] مہابت خاں خود اٹک پہنچا اور عہد و پیمان کرکے آصف خاں کو اس کے لڑکے ابو طالب اور میر میراں کے لڑکے خلیل اللہ کے ہمراہ لایا ۔ ملکی و مالی معاملات کو (مہابت) خود طے کرنے لگا اور صاحب معاملہ (بادشاہ جہانگیر) کو بھی بے دخل کر دیا ۔ راجپوتوں کو پاسبانی پر مقرر کر دیا کہ کسی کو گفتگو اور عرض و التماس کی جرأت نہ تھی ۔

جب بادشاہ جہانگیر کابل کے علاقے میں پہنچا تو جہانگیر کے اشارے سے احدیوں کی ایک جماعت اور راجپوتوں سے چراگاہ کے متعلق جھگڑا

ہوگیا - اتفاق سے ان (احدیوں) میں سے ایک مارا گیا - وہ سب جمع ہو کر راجپوتوں کے ڈیرے پر پہنچ گئے اور سخت لڑائی ہوئی - اس گمراہ فرقے (راجپوتوں) کے بہت سے آدمی اپنے سرداروں کے ساتھ مارے گئے - راجپوتوں میں سے جو کوئی اطراف و جوانب کی چراگاہ میں جاتا تھا تو گاؤں کے لوگ اس کو مار ڈالتے تھے اور کچھ لوگوں کو پکڑ کر بیچ ڈالا - اگرچہ مہابت خاں خود سوار ہو کر ان کی مدد کے لیے پہنچا لیکن اس ہجوم میں وہ بھی استقلال نہ دکھا سکا - اس نے واپس آ کر بادشاہ کے پاس پناہ لی - اگرچہ بادشاہ نے اس ہنگامے کو فرو کرنے کے لیے کوتوال بھی متعین کیا اور اس کی پاس خاطر سے چند احدیوں کو بھی اس کے سپرد کر دیا لیکن اس کا وہ رعب و جلال (سابقہ) ختم ہو گیا - وہ خود بھی متوہم (خوف زدہ) ہو کر دن گزارنے لگا - یہاں تک کہ جب کابل واپس ہوتے ہوئے رہتاس کے قریب [۳۹۶] پہنچے تو نورجہاں بیگم کا خواجہ سرا ہوشیار خاں بیگم کے حکم کے مطابق دو ہزار سوار لاہور سے لے کر حاضر ہوا - فوج کی تنقیح و ترتیب کے عنوان سے حکم ہوا کہ قدیم و جدید تمام ملازم مسلح اور ہتھیار بند ہو جائیں -

جب دریائے جہلم کے کنارے اس جگہ پر کہ جہاں اس (مہابت خاں) کو غلبہ حاصل ہوا تھا منزل ہوئی تو مہابت خاں کو حکم ملا کہ کل بیگم (نورجہاں) کی فوج کی تنقیح و ترتیب ہوگی ؛ تم آگے بڑھ چلو ، کہیں ایسا نہ ہو کہ قلقچیوں (جلوس گاروں) میں کوئی بات ہو جائے جس کا نتیجہ لڑائی جھگڑا ہو -

اتفاق کی بات کہ اس دوران میں شاہزادہ شاہجہاں کو جب مہابت خاں کے غلبے کی خبر ملی تو اس نے نزدیک پہنچنا مناسب سمجھا - چنانچہ وہ ناسک سے اجمیر آ گیا ، اور جب اس کے پاس آدمی جمع نہ ہو سکے جیسا کہ شاہجہاں کا خیال تھا تو وہ ٹھٹھہ کو چل دیا - لہٰذا اس بیم و ہراس سے مغلوب (مہابت خاں) کو حکم ہوا کہ شاہزادہ شاہجہاں کے تعاقب میں کہ جو دکن سے مالوہ اور وہاں سے اجمیر آیا ہے ، جیسلمیر کے راستے سے فوراً

ٹھٹہ پہنچو اور اس کو (آگے بڑھنے سے) روک دو ۔ مہابت خاں نے عہد و پیان لینے کے بعد آصف خاں کو رہا کر دیا اور منزل کی طرف روانہ ہوگیا ۔

اتفاق سے شہزادہ (شاہجہاں) کو کہ اٹھارہ روز سے ٹھٹہ میں مقیم تھا ، نورجہاں بیگم کا ایک خط ملا کہ (شاہجہاں کی) روانگی کی شہرت سے کہیں ایسا نہ ہو کہ ناعاقبت اندیش مہابت خاں کی شورش مزاجی سے اس کے لڑکوں [۳۹۷] کو کہ جو دادا (جہانگیر) کے ساتھ ہیں کوئی نقصان پہنچے (لہٰذا شاہجہاں) کو چاہیے کہ دکن کی طرف چلا جائے۔ سلطان (پرویز) کے مرنے کی خبر بھی آ گئی[۱] اور اس کے علاوہ (شاہجہاں) بیمار ہوگیا۔ ۱۸ صفر ۱۰۳۶ھ (۱۶۲۶ء) کو وہ روانہ ہو گیا اور بیالیس روز میں گجرات کے راستے سے دو سو ساٹھ کوس کی مسافت طے کرکے وہ ناسک میں مقیم ہو گیا ۔

ناچار مہابت خاں نے بھی جیسلمیر سے چالیس کوس اس طرف پوکرن میں چھاؤنی ڈالی ۔ اس (مہابت خاں) کے روانہ ہونے کے بعد بادشاہ کی طرف سے ایک فوج اس کے اوپر متعین کر دی گئی تھی جو اس کے مقابل نہ ہوئی اور اس کے پیچھے ٹھہری ۔ مہابت خاں نے سب کو چھوڑ کر رانا کے پاس پناہ لی ۔ وہ اخلاص سے پیش نہیں آیا ۔ مجبوراً وہ دو ہزار راجپوت سواروں کے ہمراہ کہ جو اس کا ساتھ نہیں چھوڑ رہے تھے ، بھیلوں کے ملک میں کہ جو گجرات اور رانا کے ملک کے درمیان واقع ہے ، چلا گیا ۔

(مہابت خاں نے) شاہزادہ شاہجہاں کی خدمت میں ندامت و عذر خواہی کا اظہار کیا ۔ (شاہجہاں) ان دنوں نظام شاہ کے حسب درخواست ناسک سے آ کر جنیر میں اقامت پذیر تھا ۔ (جنیر) کی بنیاد ملک عنبر نے رکھی تھی ۔ وہ آب و ہوا کی خوشگواری اور عمارات (کے اعتبار سے دوسرے قصبات) سے ممتاز تھا ۔ شاہجہاں کے حسب طلب (مہابت خاں) ۲۱ صفر ۱۰۳۷ھ (۲۲ اکتوبر ۱۶۲۷ء) کو راج پیپلہ اور بکلانہ کے راستے سے (شاہجہاں کے)

۱۔ سلطان پرویز ۶ صفر ۱۰۳۶ھ (۲۸ اکتوبر ۱۶۲۶ء) کو برہان پور میں فوت ہوا ۔ اقبال نامۂ جہانگیری (ص ۲۷۹) اور خافی خاں (جلد اول ، ص ۳۸۲) میں ۱۰۳۵ھ دیا ہے ۔ (پ)

حضور میں حاضر ہوا ، اور اس پر عنایات ہوئیں [۳۹۸] -

اسی زمانے میں جہانگیر کا انتقال ہو گیا[۱] - شاہجہاں سلطنت کے ارادے سے گجرات سے اجمیر پہنچا - کہتے ہیں کہ وہ (شاہجہاں) خواجہ معین الدین اجمیری^{رح} کے روضے کی زیارت کے لیے گیا تو مہابت خاں نے قرآنؐ کریم قبر شریف کے تعویذ پر رکھا اور عرض کیا کہ فدوی کا مقصد یہی تھا کہ حضرت بادشاہ ہوں ؛ الحمد للہ میری مراد پوری ہوگئی - اگر اپنے وعدے کے مطابق میری خطائیں معاف کریں تو قرآن کریم کی قسم کھا کر خواجہ بزرگ (معین الدین اجمیری^{رح}) کو درمیان میں دیں ؛ یا اسی وقت مجھے کعبے جانے کی اجازت دے دیں نہیں تو کل آصف جاہی آ جائے گا اور میرے قتل کا فتویٰ دے دے گا -

شاہجہاں نے اس کو تسلی دی اور تخت نشین ہونے کے بعد خانخاناں سپہ سالار کا خطاب ، سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کا منصب ، چار لاکھ روپے نقد انعام اور اجمیر کی صوبیداری مرحمت فرمائی - اسی سال مہابت خاں دکن کا صوبیدار مقرر ہوا اور اس کا لڑکا خان زماں کہ جو تازہ تازہ مالوہ کا صوبیدار مقرر ہوا تھا ، اس کی نیابت پر مقرر ہوا اور دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں جب کہ بادشاہ نے خان جہاں لودی کے تعاقب کی غرض سے دکن کا ارادہ کیا تو مہابت خاں دارالملک دہلی کا صوبیدار مقرر ہوا ، اور پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں اعظم خاں کے بجائے وہ از سر نو دکن کا صوبیدار مقرر ہوا [۳۹۹] -

کہتے ہیں کہ تیس چالیس سال سے (سلطنت تیموریہ) کی طرف سے دکن میں صوبیدار آتے تھے اور بالاگھاٹ سے غلہ کی تنگی کی وجہ سے پریشان ہوکر بغیر لڑے بھڑے واپس لوٹ جاتے تھے - کسی نے اس (کے مداوے) کی کوشش نہیں کی - پہلی تدبیر جو مہابت خاں نے اپنی صوبیداری کے زمانے

۱- ہسٹری آف شاہجہاں از بنارسی پرشاد (ص ۵٦) کے مطابق جہانگیر کا انتقال ۲۹ اکتوبر ۱٦۲۷ء کو ہوا ، اور یہی تاریخ صحیح ہے - (پ)

میں کی وہ یہ تھی کہ ہندوستان کے بنجاروں کو ہاتھی ، گھوڑے اور خلعت دے کر ہموار کیا اور اس قدر گرویدہ بنا لیا کہ بنجاروں (کے گروہ) کا ایک سرا آگرہ اور گجرات میں ہوتا تھا تو دوسرا سرا بالا گھاٹ میں۔ اور طے کر دیا تھا کہ چاہے غلہ سستا ہو یا مہنگا ایک روپے کا دس سیر فروخت کیا جائے ۔

جب ساہو بھونسلہ عادل شاہیوں سے مل گیا اور اس نے ملک عنبر کے لڑکے فتح خاں کے قبضے سے دولت آباد کے قلعے کو نکالنے کی کوشش کی اور فتح خاں نے امرائے نظام شاہی کو بھی دیکھا کہ وہ اس سے دغا کر رہے ہیں تو اس نے مہابت خاں کو لکھا کہ قلعے میں رسد ختم ہو چکی ہے ، اگر (شاہی) آدمی جلد پہنچ جائیں تو میں قلعہ سپرد کرکے بادشاہی ملازمین میں شامل ہو جاؤں ۔ مہابت خاں نے فوراً خان زماں کو ایک ہراول فوج کے ساتھ روانہ کر دیا اور خود بھی چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں ۲۹ جمادی الاخریٰ کو برہان پور سے چل پڑا ۔ خان زماں کھرکی کے درے سے داخل ہو گیا اور اس نے ساہو اور رندولہ خاں کے ساتھ عرصۂ کار زار آراستہ کیا - بہت مقابلے کے بعد اس نے چھ کوس تک ان کا تعاقب کیا اور تلواروں کی نوک پر رکھ لیا [۔۔۴] ۔

بیجا پوریوں نے خائف ہو کر فتح خاں سے صلح کر لی ، اور اس نے عہد توڑ کر ان سے میل جول کر لیا ۔ مہابت خاں جو ظفر نگر میں ٹھہرا ہوا تھا ناچار شعبان کی آخری تاریخوں میں کھرکی سے گزر کر خان زماں کے پاس پہنچا ، قلعے کے محاصرے میں مصروف ہوا ، اور رمضان کی ابتدائی تاریخوں میں مور چال تقسیم کرکے توپ و بندوق (توپ خانہ) کو اپنے دوسرے لڑکے لہراسپ کے سپرد کیا اور طے کیا کہ قلعے کے مقابل پہاڑ سے ، جو نہایت بلند ہے اور وہاں کاغذی واڑہ آباد ہے ، قلعے پر حملہ کیا جائے ۔ خان زماں اپنی شجاعت و دلاوری اور خان دوراں بہادری اور کوشش سے ساہو ، رندولہ خاں اور بہلول خاں بیجا پوری سے چارے اور رسد کے لیے خوب خوب مقابلے کرتے تھے اور ہر مرتبہ فتح و ظفر مندی بادشاہی بہادروں کو حاصل ہوتی تھی ۔

جب عنبر کوٹ کی فتح کے بعد مہا کوٹ کی تسخیر کا ارادہ کیا تو محصورین قلعہ غلہ اور رسد کی عدم دستیابی کی وجہ سے کہ اکثر مردہ جانوروں کا گوشت کھا کر زندہ تھے ، پریشان ہو گئے اور انھوں نے روزانہ بادشاہی فوج کا غلبہ دیکھا تو رندولہ خان کا چچا حبریب خان اور کچھ عادل شاہی سردار کہ جو قلعے میں تھے ، امان طلب کرکے رات کو کمند کے ذریعے قلعے سے نکل کر آ گئے اور خانخاناں سے مل کر بیجاپور کو چلے گئے [۴۰۱] -

جب مہا کوٹ کے قلعے کے نیچے نقب پہنچ گیا تو فتح خاں نے اپنے اہل و عیال کو کلا کوٹ بھیج دیا ۔ ساری بلدت ، جو سلطنت بیجا پور کا کرتا دھرتا تھا ، تمام عادل شاہی اور نظام شاہی (سرداروں) کو لے کر ایلورہ آ گیا ۔ اس نے رندولہ اور ساہو کو خان زمان کے مقابل ، کہ جو کاغذی واڑہ میں تھا ، چھوڑا اور خود یاقوت خاں حبشی کے ساتھ خانخاناں کے سر پر پہنچ گیا ۔ بڑی سخت لڑائی اور مقابلہ ہوا ۔ مخالف استقلال قائم نہ رکھ سکا اور بھاگ کھڑا ہوا ۔ اسی بھاگم بھاگ میں یاقوت خاں حبشی مارا گیا ۔ اس وقت سخت مقابلہ ہوا ۔ کہتے ہیں کہ دکن میں ایسی قیامت کی لڑائی کم ہوئی ہوگی ۔

جب مہابت خاں نے دیکھا کہ فتح ہونے والی ہے تو وہ لوٹ کر مہا کوٹ کے نقب شیر حاجی کے نزدیک آیا اور چاہا کہ اس کو آگ لگا دے ۔ فتح خاں کو جب معلوم ہوا تو اس نے پیغام بھیجا کہ چونکہ عادل شاہیوں سے یہ بات قسم کھا کر طے ہوئی ہے کہ میں ان کے مشورے کے بغیر صلح نہیں کروں گا ، لہٰذا آج (آگ لگانا) موقوف رکھیے ۔ مہابت خاں نے کہا کہ اگر تمھاری بات میں کچھ سچائی ہے تو اپنے لڑکے کو (بطور یرغمال) بھیج دو ۔ جب اس کا لڑکا نہیں آیا تو آگ لگا دی ۔ ایک برج اور تقریباً پندرہ ہاتھ دیوار اڑ گئی ۔ جان پر کھیلنے والے بہادر قلعے میں داخل ہو گئے اور انھوں نے اندر مور چالیں قائم کر دیں ۔ جب فتح خاں نے بہادروں کے کارنامے دیکھے تو اس کے ہاتھ پیر پھول گئے ۔ اس نے عزت و ناموس کی

غرض سے [۴۰۲] اپنے بڑے لڑکے عبدالرسول کو بھیجا ۔ اظہار ندامت کرکے خطاؤں کی معافی کی درخواست کی ۔ خرچ کے لیے استدعا کی اور اپنا اسباب و سامان نکال کر لے جانے کے لیے ایک ہفتے کی مہلت طلب کی ۔ سپہ سالار نے دو لاکھ پچاس ہزار روپے دے کر اپنے ہاتھیوں اور اونٹوں کو بار برداری کے لیے بھیج دیا اور فتح خاں نے قلعے کی کنجیاں بھیج دیں ۔ ۱۹ ذی الحجہ ۱۰۴۲ھ (۱۷ جون ۱۶۳۳ء) کو تین ماہ اور کچھ دن کے محاصرے کے بعد ایسا فلک شکوہ اور مستحکم قلعہ فتح ہو گیا کہ جس کے متعلق کہا گیا ہے :

حصارے کہ مثلش ندیدست کس
بود قلعۂ دولت آباد و بس

''نواب بفتح دولت آباد آمد'' اس کی تاریخ ہے ۔ (۱۰۴۲ھ)

مہابت خاں نے خان دوراں کو میراں صدر جہاں پہانوی کے لڑکے مرتضٰی خاں سید نظام کے ساتھ قلعے میں چھوڑا اور خود فتح خاں کو نظام الملک کے ساتھ کہ جو کم عمر تھا ، ہمراہ لے کر برہان پور روانہ ہوا ۔ جب ظفر نگر پہنچا تو عہد و پیماں کو ختم کرکے فتح خاں کو نظام الملک کے ساتھ قید کر دیا ، اور اس کے اسباب و سامان کو بحق سرکار بادشاہی ضبط کر لیا ۔

کہتے ہیں کہ فتح خاں نے اپنی بیوقوفی سے بیجا پوریوں کو پیغام بھیجا کہ مہابت کے ساتھ فوج کم ہے تم فوج لے کر آ جاؤ اور مجھے رہائی دلاؤ ۔

اس (فتح خاں) کے غرور کی وجہ سے کہ کوچ کا نقارہ بج رہا تھا اور مہابت خاں سوار کھڑا تھا [۴۰۳] اور فتح خاں ابھی تک سویا ہوا تھا یا مصلحت ملکی کی وجہ سے ، کوئی بھی صورت ہو (مہابت خاں نے) بلا کسی پسندیدہ وجہ کے فتح خاں سے نقض عہد کیا ۔

جب خانخاناں (مہابت خاں) برہان پور پہنچا تو شاہجہاں بادشاہ نے اس حسن خدمت کے صلے میں مہابت خاں کو نقد پانچ لاکھ روپے انعام دیے ۔ اس نے بادشاہی اہل کاروں سے پوچھا کہ اس مہم میں سرکاری

خزانے کا کتنا روپیہ حرح ہوا ہوگا ؟ انھوں نے نتایا بیس لاکھ روپیہ ۔ مہابت خاں نے پچیس لاکھ روپیہ حرانے مں داحل کرکے کہا کہ میں نے بین سال سے بادشاہ کے حضور میں پیش کش نہیں گـزرانی ہے ، دولت آباد کو میں نذر کرتا ہوں ۔

بادشاہ سے درخواست کی کہ کسی شہزادے کو اس کے ہمراہ کر دیا جائے تاکہ تازہ فوج کی قوت سے بیجا پور کو فتح کیا جائے ۔ بادشاہ نے اپنے دوسرے لڑکے بادشاہزادہ محمد شجاع کو بھیج دیا ۔ سپہ سالار (مہابت خاں) نے قلعہ پرینده کی تسخیر کا ارادہ کیا کہ حو دکن کے بہت مضبوط قلعوں میں سے ہے اور نظام شاہیوں کے پاس سے عادل شاہیوں کے قبضے میں آ گیا ہے ۔ (اس کام کے لیے) حان زماں کو پہلے سے بھیج دیا ۔ وہ محاصرے کے لوازم و ضروریات اور مورچالوں کی تقسیم میں مصروف ہوا ، اور روزانہ مقابلہ شروع ہو گیا ۔

حب مہابت خاں شہزادے کے ہمراہ (پرینده سے) تین کوس کے فاصلے پر جا کـر ٹھہر گیا تو عادل شاہی اور ساہو ، نظـام الملکیوں کی ایک جماعت کے ساتھ ظاہر ہوئے ۔ وہ کبھی تو خمرگیر اور جارے کے محافظ دستے سے اور کبھی مورچال پر لـڑتے تھے ۔ ایک روز چارے کے محافظ دستے پر خانخاناں کی باری تھی ، دسمن کو دیکھتے ہی راجپوت نہایت تیزی سے [۴۰۴] آگے بڑھے ۔ ہر چند مہابت خـاں نے کـہا کہ پیچھے آ جـاؤ انـھـوں نے اپنی حماقت سے قـدم جمائے رکھے ۔ بہت سے مـارے گئے ۔ مہابت خاں اپنی جگہ استقلال سے ڈٹا رہا اور مقابلہ کرتا رہا ۔ کہتے ہیں کہ ایسی لڑائی سو سال سے دکن میں نہیں ہوئی تھی ۔ قریب تھا کہ خانخاناں (مہابت خاں) کا کام تمام ہو جائے کہ خاندوراں پڑاؤ سے آ گیا اور اس نے دشمن کو بھگا دیا ۔

چونکہ خان دوراں اور خان خاناں کے درمیان رنجش تھی ، خان دوراں بار بار مجالس میں کہتا تھا کہ اس کو قتل ہونے سے میں نے بچایا ۔ مہابت خاں اس بات کو سن کر پیچ و تاب کھاتا تھا ۔ اتفاق سے ایک دن حان دوراں سید سجاعت خاں اور سید خان حہاں بارہہ کے ہمراہ

چارے کے ذخیرے کے پاس گیا ہوا تھا ؛ جب وہ گھاس لدوا کر چلے تو دشمن پہاڑ کے درے پر آ بیٹھا اور اس نے آتشیں تیر برسانے شروع کر دیے ۔ اس سے گھاس کے ذخیرے میں آگ لگ گئی ۔ بہت سے ہاتھی ، اونٹ اور بیل جل گئے ۔ آگ تمام جنگل میں پھیل گئی ۔ کہیں سے نکلنے کا موقع نہ تھا ۔ کہتے ہیں کہ جلے ہوؤں کا شمار تیس ہزار جانور اور دس ہزار آدمی تھا ، اور ادھ جلے ہوئے تو شمار سے باہر تھے ۔

امرا ٹیلے پر کھڑے ہوئے نیرنگئی فلک سے حیران تھے ۔ آگ بجھنے کے بعد دشمن نے ایک طرف سے چڑھائی کر دی اور ناطقہ بند کر دیا ۔ مہابت خاں (خان دوراں کی) مدد کو پہنچ گیا ۔ وہ سب بھاگ گئے ۔ اس دن سے خان دوراں نے طعن کرنا چھوڑ دیا ۔ کہتے ہیں کہ اس ہنگامے میں مہابت خاں کا اشارہ تھا ۔

باوجودیکہ سید مرجان قلعہ دار اور اس کے بعد غالب کہ جو عادل شاہ کی طرف سے [۵۰۳] مقرر ہو کر آیا تھا ، گولی کا نشانہ بن چکے تھے ، لیکن پھر بھی فتح کی صورت دکھائی نہیں دیتی تھی اور سعی و کوشش کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا ۔ اس کے ساتھ ساتھ برسات بھی آ گئی ۔ امرا نے مہابت خاں کے خلاف اتفاق کر کے بادشاہزادے (محمد شجاع) کو واپسی کے لیے آمادہ کر لیا ۔ مہابت خاں نے ہر چند منع کیا لیکن بادشاہزادے نے کوچ کر دیا ۔

چونکہ باربرداری کے جانور لشکر میں نہیں رہے تھے ، بنجاروں کے بیلوں کو لوگ گراں قیمت پر خرید رہے تھے ۔ کہتے ہیں کہ جس دن کوچ ہو رہا تھا ، بنجارے راستے پر کھڑے ہو گئے اور مہابت خاں سے عرض کیا کہ آپ کی بات پر اعتماد کر کے ہم جنس (غلہ وغیرہ) لائے تھے ؛ اب باربرداری کے جانور نہیں کہ ہم جنس لے جائیں ۔ (مہابت خاں نے) کہا کہ کتنی قیمت کا مال ہوگا ؟ انھوں نے کہا کہ دو لاکھ روپے (کا ہوگا) اسی وقت اپنے خزانے سے (رقم) دے دی اور کہا کہ جتنی (جنس) لے جا سکتے ہو وہ لے جاؤ اور باقی کو آگ لگا دو ۔

شاہجہاں نے اس واپسی کی وجہ سے خان خاناں کو عتاب کا خط

لکھا اور ساہزادے (محمد شجاع) کو اپنے حضور میں طلب کر لیا ۔ جب مہابت خاں برہان پور پہنچا تو چونکہ راجپوتوں نے چارے کی لڑائی کے موقع پر بلا وجہ ایسے کو کٹوا ڈالا ، اس لیے (سپہ سالار) ان سے بد دل ہو گیا اور کہتا تھا کہ یہ تو بس مرنا ہی جانے ہیں ۔ (مہابت خاں نے) اپنے دیوان کاکا پنڈت کو اکبر آباد بھیجا کہ سید ، شیخ ، مغل اور پٹھان (گروہوں) میں سے دس ہزار سوار نوکر کر کے لائے تاکہ آئندہ سال میں کومکیوں (فوجی مددگاروں) کا محتاج نہ رہوں اور پرینده کی فتح کے لیے میری فوج کافی ہو ۔

اسی زمانے میں بھگدر کا مرض کہ جو ایک قسم کا ناسور ہوتا ہے ، اور ایسے ایک زمانے سے تھا ، شدت اختیار کر گیا ۔ اس کی بے نیل و مرام واپسی [۴۰۶] اور اس کی بد سلوکی کی وجہ سے (اس کے لڑکے) خان زماں کے بادشاہ کے حضور میں چلے جانے سے اس کو دق ہو گئی اور اس کی حالت بگڑ گئی ۔ وہ پرہیز بالکل نہیں کرتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے علم نجوم سے یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ میں اس مرض سے جاں بر نہیں ہوں گا ، اور اس کے باوجود عدالت کرتا تھا ۔ پرینده کی تسخیر کے ارادے سے شہر برہان پور سے باہر نکل کر اس نے موہن نالہ پر ڈیرہ کیا تاکہ دنیا میں یہ بات ہمیشہ مشہور رہے کہ اس وقت (آخر) بھی اس نے بادشاہی کام میں سستی نہیں کی ۔

اس نے پوری چار ہزار اشرفیاں اندر اور باہر کے لوگوں میں تقسیم کر دیں اور جو کچھ اس کے پاس تھا اس کو فہرست میں شامل کیا اور اپنی بیوی خانم سے کہ جس کے ساتھ خان زماں کی ماں کے مرنے کے بعد نکاح کیا تھا ، کہا ، ہندوستان (شمالی) کا سنگریزہ بھی میرا دشمن ہے ۔ ایک روپیہ کا مال بھی پوشیدہ مت رکھنا ۔ فہرست کو اپنی عرضداشت کے ساتھ لفافے میں رکھ کر بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا ۔ اور راجپوت سرداروں کو طلب کر کے کہا کہ میں نے تمہاری مدد سے شہرت حاصل کی ۔ جو کچھ میرے پاس تھا اس کی فہرست میں نے بادشاہ کے حضور میں بھیج دی تاکہ گرفت کا موقع نہ رہے اور میرے مرنے کے بعد شاہی اہل کار مال

ضبط نہ کریں اور میرے عمال و کارکنان کا محاسبہ نہ کریں ۔

میرے تابوت کو دہلی لے جا کر شاہ مردان کے قدموں کے نیچے دفن کریں اور میرے تمام مال کو چاہے وہ زر و نقد ہو یا لونڈی اور غلام ہوں ، سرکار میں بھیج دیا جائے ۔ ۱۰۴۴ھ (۱۶۳۴ء) میں وہ فوت ہوا ۔ 'زمانہ آرام گرفت' اور 'سپا سالار رفتہ' دونوں اس کے مرنے کی تاریخیں ہیں [۳۰۷] ۔

راجپوت اس کی وصیت کے مطابق اس کو برہان پور سے دہلی تک اسی طریقے سے لے گئے جیسے اس کی زندگی میں مجرا و سلام کیا کرتے تھے ۔ شاہجہاں بادشاہ نے ہاتھیوں کے علاوہ سب کچھ اس کے لڑکوں کو بخش دیا ۔ کہتے ہیں کہ اس کے پاس نقدی کم تھی ۔ ایک کروڑ روپیہ اس کی سالانہ آمدنی تھی ، سب خرچ کر ڈالتا تھا ۔ دل والا تھا ۔ ایک دن اس نے کہا کہ خان جہاں لودھی بخشش نہیں کرتا تھا ۔ کسی نے (جواب میں) کہا کہ اس کی سرکار میں جرمانہ بھی نہیں ہوتا تھا ۔ (اس پر) اس نے کہا کہ کیا بات ہوئی ، آدمی وہ ہے کہ جس طرح سے بھی ہو روپیہ پیدا کرے اور خرچ کرے ۔ لیکن وہ پانچ روپے سے زیادہ کی پوشاک نہیں پہنتا تھا ۔ کھانے پر بھی کم خرچ کرتا تھا ۔ چونکہ اسے ہاتھیوں کا بہت شوق تھا اس لیے وہ ان کو کمود چاول اور ولایتی (ایرانی) خربوزے کھانے کو دیتا تھا ۔ تکلف تو وہ جانتا ہی نہ تھا ۔ اس کی سواری کے وقت نوبت نہیں بجتی تھی مگر کوچ کے وقت نقارہ اور کرنا بجتا تھا ۔ علم کا ذوق نہ تھا ۔ جوتش اور نجوم میں ماہر تھا ۔ ہر قوم اور گروہ کے بزرگوں کا حال اور نسب اسے حفظ تھا ۔ ایرانیوں کی صحبت کو پسند کرتا تھا ۔ کہا کرتا تھا کہ (ایرانی) منتخب کائنات ہیں ۔

کہتے ہیں کہ شروع میں کسی مذہب کا پابند نہ تھا ، آخر میں امامیہ مذہب اختیار کر لیا تھا ۔ ائمہ معصومین کے نام قیمتی جواہر پر کھدوا کر اپنے گلے میں باندھتا تھا ۔ روزہ و نماز کا پابند نہ تھا ۔ اس کا ظلم اور درندگی دنیا میں مشہور ہے [۳۰۸] ۔ بادشاہ کے کاموں میں بہت کفایت اور جز رسی کرتا تھا اور اپنے کاموں میں بے خبر رہتا تھا ۔ لوگوں کو بہت فائدہ پہنچاتا تھا ۔

جس کسی پر نوازش کرتا تھا ، پھر وہ چاہے ہزار بار خطا کرتا اس کی عزت و مرتبہ میں کوئی نقصان نہیں ہوتا تھا ۔ کبھی کبھی شعر بھی کہتا تھا ، لیکن اس کا اظہار برا سمجھتا تھا ۔ یہ اس کا شعر ہے :

فرد

ننگ دلم بود کہ بہشت آرزو کند
دوزخ نصیب من بود و آرزو مباد

اس کے لڑکوں میں سے خان زماں امانی اور لہراسپ مہابت خاں کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے لیکن مرزا دلیر ہمت ظالم اور کاہل تھا ۔ مرزا گرشاسپ اللہ وردی خاں کا داماد تھا ۔ مرزا بہروز اور مرزا افراسیاب نے کوئی ترقی نہیں کی اور دنیا سے چل بسے ۔

۱۱۸

مختار خاں سبزواری

سید محمد نام ، بنی مختار سادات سے ہے کہ جو رسول مختار (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اولاد پاک سے ہیں ۔ ان عالی مرتبت سادات کا سلسلۂ نسب ابوالمختار النقیب امیر الحاج پر منتہی ہوتا ہے ۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم‌اللہ وجہہ کے مزار منور کی نقابت اور حج اسلام کی امارت ایک زمانے سے اس عالی خاندان کے بزرگوں کے سپرد رہی ہے ۔ ممالک عراق و خراسان کے نقیب‌النقبا امیر شمس‌الدین علی ثانی [۸۰۹] شاہ رخ مرزا کی سلطنت کے زمانے میں نجف اشرف سے خراسان آ کر شہر سبزوار میں سکونت پذیر ہوگئے ۔ (امیر شمس‌الدین علی ثانی کا) نسب بیں واسطوں سے امیر شمس‌الدین علی ماضی پر منتہی ہوتا ہے کہ جو شاہ عباس کے زمانے کے آخری نقیب تھے ۔ (امیر شمس‌الدین ثانی) کی طرح کوئی دوسرا آدمی اس قدر خیل و حشم کے ساتھ عراق سے نہیں نکلا ۔

جب امیر شمس‌الدین ثالث کا زمانہ آیا کہ جو اس خاندان کے دور آخر

کے اکابر میں سے تھے تو وہ قدر و منزلت کے اعتبار سے خراسان کے تمام اکابر سے بڑھ گئے اور سبزوار کی ولایت کے اکثر حصے کو خرید کر اپنی ملکیت کر لیا ۔ جس زمانے میں کہ توران کے والی عبداللہ خاں اوزبک نے ہرات اور اس کے مضافات پر اقتدار حاصل کر لیا تو خراسان کے رؤسا اور عوام بھی اس کے مطیع و فرماں بردار ہو گئے مگر امیر شمس‌الدین نے جو سبزوار میں سکونت پذیر تھے ، اطاعت قبول نہیں کی ۔ عبداللہ خاں نے (ان کو) ایک تسلی نامہ اس شعر کے ساتھ لکھا :

بیت

درخت دوستی بنشاں کہ کام دل ببار آرد
نہال دشمنی برکن کہ رنج بے شمار آرد

میر نے بغیر کسی خوف کے فوراً جواب میں لکھا :

چو مہمان خراباتی بہ عزت باش با رندان
کہ درد سرکشی جاناں گر ایں مستی خمار آرد

ان کی یہ جرأت و خود داری ایران کے بادشاہ شاہ طہماسپ کی عنایات کی افزونی [۳۰۱] کا سبب ہوئی ۔ میر کو 'سلطان' کا خطاب ملا ، 'طبل و علم' سے سرفراز ہوا اور وہ ولایت مع شے زائد اس کی جاگیر میں مقرر ہوئی ۔

سید فاضل میر محمد قاسم نسابہ اس گروہ کے دور آخر کے مشاہیر میں سے ہے ۔ اسی طرح میر شرف‌الدین بھی اسی خاندان سے ہے کہ جب سلطان حسین مرزا کی فرماں روائی کے زمانے میں بلخ کا آستانہ ظاہر ہوا کہ جو حضرت امیرالمؤمنین (علی) کرم اللہ وجہہ سے منسوب ہے تو اس بادشاہ مرحوم (سلطان حسین مرزا) نے اس (میر شرف‌الدین) کو سبزوار سے بلخ بلایا اور اس شہر (بلخ) کی نقیب‌النقبائی پر نامزد کیا ۔ جب اس بادشاہ کا انتقال ہو گیا اور ہنگاموں اور فتنوں نے سر اٹھایا تو اس کے بعد وہ وہاں سے نکل کر ہندوستان آ گیا ، اور اس کی اولاد نے اس ملک میں سکونت اختیار کی ۔

الحاصل سید محمد مذکور کو جہانگیر بادشاہ کی سلطنت کے زمانے میں

مختار خان کا خطاب اور دو ہزاری ذات اور ایک ہزار اور دو سو سوار کا منصب ملا ۔ اس بادشاہ (جہانگیر) کے آخر زمانے میں صوبۂ دہلی کا ناظم مقرر ہوا[1] ۔ شاہجہاں بادشاہ کی تخت نشینی کے شروع میں صوبۂ پٹنہ کے مضاف سرکار مونگیر کی جاگیرداری پر مقرر ہوا ۔ (صوبۂ پٹنہ) بنگالہ کی سرحد سے ملا ہوا ہے ۔ ایک زمانے تک اس علاقے میں رہا ۔

دسویں سال جلوس شاہجہانی میں عبداللہ خان فیروز جنگ ناظم صوبۂ بہار وہاں کے تمام فوجی مددگاروں کے ساتھ ، پرتاب اجینیہ [۱۱۴] کے استیصال کے ارادے سے کہ وہ اس علاقے کے فسادی زمین داروں میں سے تھا ، روانہ ہوا تو اس نے مختار خان کو ہراولی فوج پر مقرر کیا ۔ اس علاقے کا صدر مقام قلعہ بھوج پور کہ وہ فتنہ گر زمین دار اس میں قلعہ بند تھا ، چھ ماہ کے محاصرے کے بعد فتح ہوا ۔ پرتاب نے اپنی حویلی کو مستحکم کر کے مقابلہ جاری رکھا تاکہ اسی دوران میں اس کو بھاگنے کا موقع مل جائے ۔ مختار خان نے جو لشکر کا ہراول تھا ، اپنی مورچال سازی تھی اور بہت بہادری دکھائی ۔ ایک دن اور رات سے زیادہ نہ گزرا تھا کہ وہ (پرتاب) خوف زدہ ہو کر پناہ کا طالب ہوا[2] ۔

اس مہم کو انجام دیے ہوئے ایک مہینے سے زیادہ نہ گزرا تھا کہ اسی سال کے شروع ۱۰۴۷ھ (۱۶۳۷ء) میں ایک افغان نے کہ جس کو اس نے اپنی جاگیر کے انتظام کے لیے نوکر رکھا تھا ، تنقیح محاسبہ کے وقت تلوار سے اس پر حملہ کر دیا ۔ اگرچہ مختار خان نے بھی اس پر جمدھر کی ضرب لگائی لیکن کارگر نہ ہوئی ۔ حاضرین نے اس بدبخت (افغان) کو ختم کر دیا ۔ اور خان مذکور (مختار خان) بھی اسی زخم سے ختم ہو گیا ۔

۱- شاہجہاں بادشاہ کی تخت نشینی کے آغاز میں وہ دہلی کی نظامت سے معزول ہوا ۔ بادشاہنامہ جلد اول ، حصہ اول ، ص ۱۲۶ - (پ)

۲- اس مہم کی تفصیل کے لیے دیکھیے بادشاہنامہ ، جلد اول ، حصہ دوم ، ص ۲۷۲-۲۷۳ - (پ)

کہتے ہیں کہ (مختار خاں) نے حساب کے مطالبے کے ساتھ تاوان بھی لگا دیا تھا اور عامل (افغان) سے یادداشت لے لی اور پھر علاقہ بھی لے رہا تھا - ہرچند اس نے خوشامد کی مگر رحم نہیں کیا ، بلکہ قید و بند کی دھمکی دی - جب مختار خاں اٹھا کہ اندر جائے تو اس نے راستہ روک لیا اور بے خبری میں بری طرح زخمی کیا -

اجمیر میں بیرونی دیوار کے احاطے میں خواجگی حاجی محمد کی قبر [۲۱۴] کے پاس دفن ہوا - اس کے تین لڑکوں سمس‌الدین خاں مختار خاں ، داراب خاں[1] اور جاں سپار خاں[2] کا حال علیحدہ علیحدہ لکھا گیا ہے -

۱۱۹

میر محمد امین میر جملہ شہرستانی

اصفہان کے ممتاز سادات سے ہے - یہ 'سادات شہرستان' کے لقب سے مشہور ہیں - اس کا بڑا بھائی میر جلال‌الدین حسین المتخلص بہ صلائی کہ جو نہایت فاضل شخص تھا ، شاہ عباس ماضی صفوی کا منظور نظر ہوا - وہ صدارت کے منصب پر فائز ہوا کہ جو ایران کے بڑے مناصب میں سے ہے - جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس کا بھتیجا مرزا رضی ولد مرزا تقی اپنے چچا کی بجائے اس عالی منصب پر فائز ہوا - وہ اپنی قابلیت اور خوش قسمتی سے شاہی خاندان میں بیاہا گیا اور حسن کارگزاری کی وجہ سے بادشاہ نے اس کو اس اوقاف کی تولیت مرحمت فرمائی کہ جو حضرات ائمہ کرام (کے مزارات) سے متعلق تھا - صدارت کے علاوہ مہرداری کی عزت بھی بخشی - ۱۰۲۶ھ (۱۶۱۷ء) میں وہ فوت ہو گیا - ایران کی صدارت اس کے لڑکے صدرالدین محمد کو کہ جو سلطان کا بھانجا اور دودھ پیتا بچہ تھا ، مقرر

۱- ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد دوم (اردو ترجمہ) ، ص ۳۸-۴۰ - (ق)

۲- ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۵۳۱ - ۵۲۳ - (ق)

ہوئی ۔ اس مرحوم (مرزا رضی) کا چچا زاد بھائی مرزا رفیع نائب مقرر ہوا ، اور آخر میں وہ بھی مستقلاً صدارت پر فائز ہو گیا [۴۱۲] ۔

الحاصل میر محمد امین ۱۰۱۳ھ (۵-۱۶۰۴ء) میں عراق (ایران) سے ملک دکن میں وارد ہوا اور مرتضٰی ممالک میر مومن استر آبادی کے وسیلے سے تلنگانہ کے والی محمد قلی قطب شاہ کی خدمت میں نوکر ہوا ۔

میر مومن ، میر فخرالدین سماکی کا بھانجا تھا ۔ نہایت متقی اور پرہیز گار تھا اور وہ ایران میں شاہ طہماسپ صفوی کے بیٹے سلطان حیدر مرزا کی تعلیم پر مقرر ہوا تھا ۔ بادشاہ (طہماسپ صفوی) کے انتقال ، مرزا حیدر کے مر جانے اور شاہ اسماعیل ثانی کے غلبے کے بعد وہ (ایران میں) نہ ٹھہر سکا اور دکن چلا آیا ۔ اگرچہ اس ملک (دکن) کے تمام سلاطین سے مذہبی اتحاد تھا مگر وہ محمد قلی قطب شاہ کا ملازم ہوا ۔ اس کو پیشوائی اور وکالت کا منصب ملا ۔ وہ بہت سال تک قطب شاہی سلطنت کا کار مختار رہا[۱] ۔

میر محمد امین اپنی خوش قسمتی اور اقبال مندی سے محمد قلی کے مزاج میں کہ جو شراب کا عادی ہونے کی وجہ سے ملکی و مالی معاملات کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتا تھا ، ایسا دخیل ہو گیا کہ اس کو 'میر جملہ' کا خطاب ملا اور میر (محمد امین) کی فراست کی وجہ سے تمام کاموں کا انتظام و انصرام اس پر چھوڑ دیا گیا ۔

اس (محمد قلی) کے انتقال کے بعد کہ اس کے کوئی لڑکا نہ تھا ، حکومت اس کے بھتیجے سلطان محمد قطب شاہ کو ملی ۔ اس نے اپنی لیاقت اور ہوش مندی سے حکومت کے کاموں کی طرف خود توجہ دی ۔ میر (محمد امین) کی اس سے نہ نبھ سکی ۔ لیکن سلطان محمد نے اس کے مال و اسباب پر بالکل ہاتھ نہیں ڈالا اور اچھے طریقے سے اسے جانے کی اجازت دے دی ۔ میر (محمد امین) گل کنڈہ سے بیجا پور [۴۱۴] آ گیا ۔ عادل سے بھی اس کی

۱- میرمومن استر آبادی المتوفی ۱۰۳۴ھ ۔ تفصیلی حالات 'میر محمد مومن' کے نام سے محی‌الدین قادری زور نے لکھے ہیں ، جو ادارہ ادبیات اُردو (حیدر آباد دکن) کی طرف سے شائع ہو چکے ہیں ۔ (ق)

موافقت نہ ہو سکی ۔ مجبوراً سمندر کے راستے سے اپنے وطن مالوف کو چلا گیا اور عراق (ایران) میں شاہ عباس صفوی کی خدمت میں باریاب ہوا ۔

میر رفیع صدر کی وجہ سے کہ جو اس کا بھتیجا ہوتا تھا ، اس پر نوازشیں ہوئیں ۔ اس نے بادشاہ کے حضور میں کئی مرتبہ پیش کش گزاری ۔ اور چار سال تک نہایت عزت و آبرو کے ساتھ رہا ۔ لیکن میر چاہتا تھا کہ بادشاہ کے حضور سے اس کو کوئی اعلیٰ منصب مرحمت ہو ۔ لیکن بادشاہ کی نظر اس پر تھی کہ زبانی اس پر مہربانی کا اظہار کیا جائے اور جتنے نفائس و تحائف اس نے اس مدت میں اکٹھے کیے ہیں ، وہ لے لیے جائیں ۔

جب میر (محمد امین) کو معلوم ہو گیا کہ حقیقت کیا ہے تو اس نے جہانگیر بادشاہ کے ملازموں سے درخواست کی ۔ بہت سے لوگوں نے اپنی نا سمجھی سے اس کا حال جیسا کہ چاہیے تھا ، معلوم نہیں کیا اور جہانگیر بادشاہ کے حضور میں ایک بات کو سو گنا بڑھا کر بیان کیا ۔ اس عالی جاہ بادشاہ (جہانگیر) نے خود اپنے ہاتھ سے میر (محمد امین) کو بلانے کے لیے خط لکھا ۔ وہ اصفہان سے فرار ہو کر تیرھویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۷ھ (۱۶۱۸ء) میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سعادت اندوز ہوا اور پندرھویں سال جلوس جہانگیری میں ارادت خاں کی بجائے میر سامانی کی خدمت پر مقرر ہوا ۔

جب شاہجہاں بادشاہ تخت سلطنت پر بیٹھا تو پرانی خدمات کی وجہ سے ایک مدت تک [۱۵م] میر سامانی کے عہدے پر رہا ۔ آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں اسلام خاں کے تبدیل ہونے کے بعد وہ میر بخشی کے عہدے پر مقرر ہوا اور ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کے اضافے کے بعد پانچ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ ۱۰ ربیع الآخر ۱۰۴۷ھ (۲۲ اگست ۱۶۳۷ء) دسویں سال جلوس شاہجہانی میں لقوہ اور فالج کے مرض میں فوت ہو گیا ۔

میر (محمد امین) نسب کے اعتبار سے سیادت و شرافت میں ممتاز تھا ، لیکن اچھے اخلاق اور عالی اطوار سے بہرہ ور نہ تھا ۔ بہت ہلکے مزاج اور چڑچڑی طبیعت کا تھا ۔ امامیہ مذہب میں بہت متعصب تھا ۔ ایک دن

شاہجہاں بادشاہ کے حضور میں مذہب کا ذکر آ گیا ؛ میر نے تیز گفتگو کی ۔ بادشاہ نے فرمایا کہ میر واقعی اصفہانی ہے کیونکہ وہاں کے لوگ درشتی و سختی میں مشہور ہیں ۔

کہتے ہیں کہ چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں جب شاہجہاں برہانپور میں اقامت پذیر تھا تو بارش نہ ہونے کی وجہ سے گرانی اور غلہ کی نایابی کی یہ کیفیت ہو گئی کہ لوگ ایک روٹی کے لیے جان دیتے تھے مگر کوئی خرید نہیں سکتا تھا ۔ ایک شریف کی قیمت روٹی کی ایک ٹکیا تھی مگر کوئی خریدتا نہ تھا ۔ بادشاہی متصدیوں اور امرا نے بادشاہ کے حکم کے مطابق آتش پر خانے (شوربہ پکانے کی جگہ) ہر شہر میں قائم کر دیے تھے جن کو عوام کی زبان میں لنگر کہتے ہیں ۔ اس زمانے میں میر جملہ (محمد امین) نے سخاوت میں شہرت حاصل کی ۔ رات دن برہان پور میں کھانے کا لنگر جاری کر دیا اور نقد و جنس بھی لوگوں کو خیرات کی اگرچہ اس وقت بھی ایران کے لوگ کہتے تھے کہ یہ سخاوت [۴۱۶] میر کی جبلت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ (سخاوت کے ذریعے) یہ طعن و سرزنش اس کی بد باطنی کو صاف طور سے ظاہر کرتی ہیں لیکن تکلف کے باوجود یہ بات بھی قابل تعریف اور جزا کی مستحق ہے ۔

اصفہان ایران کے بڑے شہروں میں سے ہے :

بیت

اصفہاں نیمۂ جہاں گفتند
نیمہ وصف اصفہاں گفتند

صحیح بات یہ ہے کہ اصفہان چوتھی اقلیم میں ہے اگرچہ بعض لوگوں نے اس کو طول و عرض کے اعتبار سے تیسری اقلیم میں شمار کیا ہے ۔ عراق (ایران) کے قدیم شہروں میں سے ہے ۔ قدیم زمانے میں اس کو یہودیہ کہتے تھے ۔ چونکہ بنی اسرائیل بخت نصر کی وجہ سے بھاگ کر دنیا میں سارے بھر رہے تھے ، انھوں نے یہاں کی خاک کو بیت المقدس کی خاک کے موافق پایا ، لٰہذا ایک شہر کی بنیاد ڈالی اور اس

نام یہودیہ رکھا ۔ بعض لوگ اس کی بنیاد کو اصفہان بن سام سے منسوب کرتے ہیں ۔ کچھ لوگ اس کو اسکندر کی تعمیرات میں شمار کرتے ہیں ۔ ابن درید کہتا ہے کہ اصفہان مرکب لفظ ہے اصف اور ہان سے ، اصف معنی شہر اور ہان معنی سوار ۔ فرہنگ رسیدی میں ہے کہ اسپاہ اور اسپہ ، لشکر اور کتے کو کہتے ہیں اور اسی طرح سپاہ اور سپہ ، اور اسی سے اسپاہان بنا ہے چونکہ ہمیشہ یہ شہر ایران کی سپاہ کا اقامت گاہ رہا ہے ، اور اس میں کتے بھی بہت ہیں ۔ چنانچہ تاریخ اصفہان کے مؤلف علی بن حمزہ نے کہا ہے اور الف و نون نسبت کے لیے ہے ۔ (تاریخ رسیدی کا اقتباس ختم ہوا) اصفہان ، اسپہان کا معرب ہے ۔

کہتے ہیں کہ ابتدا میں چار دیہات تھے : [۲۱۷] کراں ، کوشک ، جویارہ ، دست ۔ جب کیقباد نے اس کو پائے تخت بنایا تو ایک بڑا شہر ہو گیا ، اور ان میں سے ہر ایک دیہات ایک کوچہ کے نام سے موسوم ہو گیا ۔ زندہ رود کہ جو زائندہ رود کے نام سے مشہور ہے ، کہتے ہیں کہ اس سے ایک ہزار نہریں نکلی ہیں ، اس شہر کے نیچے بہتی ہے ۔ شاہ عباس ماضی نے اپنی حکومت کے زمانے میں اس کو پایہ تخت بنایا ۔ ایسی عالی شان عمارتیں اور پُربہار باغات لگوائے اور اس کی آبادی اور تعمیر میں ایسی کوشش کی کہ اس سے زیادہ تصور میں نہیں آ سکتا اور دولت صفویہ کے خاتمے تک یہ شہر دارالسلطنت رہا ۔ افغانوں کی ہنگامہ آرائی کے زمانے میں یہ شہر برباد ہوا ۔ یہاں کی آب و ہوا بہت اچھی ہے ۔ وہاں کے آدمی زیادہ تر خوبصورت اور لطیف طبع ہیں ۔ ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ بہت سے لوگ وہاں پیدا ہوئے ہیں ۔ پہلے وہاں کے لوگ شافعی مذہب تھے لیکن اب سب شیعہ ہیں مگر ان میں اکثر بد مزاج اور تند خو ہیں ۔

کہتے ہیں کہ اصفہانی کنجوسی اور خست سے خالی نہیں ہوتا ہے ۔ صاحب ابن عباد کی روایت ہے کہ وہ کہتا تھا کہ جب کبھی میں اصفہان میں جاتا ہوں تو میں اپنے میں بھی خست پاتا ہوں ۔ اس شہر اور اس شہر کے لوگوں کے متعلق اعلان عام ہے ۔

بیت

ہمہ چیزش نکوست الّا آنکہ
اصفہانی در و نمی‌باید [۴۱۸]

۱۲۰

محلدار خاں

محلدار خاں حرکس کا لڑکا ہے ، حس نے نظام ساہی حکومت میں بہت قرب و اعتبار حاصل کیا ۔ چونکہ دکن میں بہت دنوں تک رہا تھا اس لیے دکنی مشہور ہو گیا ۔ اس کے مرنے کے بعد نظام ساہ نے اس کے لڑکے کو باپ کا لقب (محلدار خاں) مرحمت کیا اور اس کو سرداری اور فوج کی سربراہی دی ۔ چھٹے سال جلوس ساہجہانی میں جب کہ مہابت خاں سپہ سالار دولت‌آباد کے قلعے کا محاصرہ کیے ہوئے تھا تو اس نے اپنی بیدار بختی کی رہنمائی سے قصبہ بیالی سے کہ جو اس زمانے میں نعمت آباد کے نام سے مشہور اور سرکار کالنہ کا مضاف تھا ، سپہ سالار (مہابت خاں) کو پیغام بھیجا کہ وہ مقام جس کو آپ بتائیں ، سپرد کرکے آپ کے پاس پہنچ جاؤں ۔ اگرچہ اس کی سچائی ظاہر تھی مگر سپہ سالار نے اس سے کہا کہ اس کی خیرخواہی اور جوش تمام ہم عصروں پر ظاہر ہو جائے اگر وہ شاہ جی بھوسلہ[۱] اور رندولہ خاں کے پڑاؤ پر کہ جو بیضاپور میں ہے ، حملہ کرکے قبضہ کر لے اور بادشاہی عنایات کے لیے اس سے بہتر اور کوئی دستاویز نہیں ہو سکتی ۔

محلدار خاں نے زمانہ موافق ہونے کی وجہ سے بلا کسی تردد کے قصبہ مذکور (بیضا پور) پر چڑھائی کر دی ۔ اتفاق کی بات کہ آسانی سے اس کا مقصد حاصل ہو گیا ۔ اسی دوران میں کہ [۴۱۹] ساہو کی بیوی اور

---

۱ ۔ متن میں ساہو لکھا ہے جو غلط ہے ۔ یہ شیوا کا باپ شاہ جی بھونسلہ تھا ۔ (پ)

لڑکی جو بہت خزانے اور اسباب کے ساتھ وہاں جنیر[1] (جنار) آئی تھیں ، اس کے قبضے میں آ گئیں ۔ تقریباً بھونسلہ کے چار سو گھوڑے ، ایک لاکھ اور پچاس ہزار ہون (سکہ) اور دوسرا بہت مال و اجناس اور رندولہ خاں کے تقریباً بارہ ہزار ہون اور دوسرا سامان لوٹ میں ملا ۔ خان مذکور (ملدار خاں) بہت تحسین و تعریف کا مستحق ٹھہرا اور سپہ سالار (مہابت خاں) کی تحریر کے موافق ساہو کے اہل و عیال کو کالنہ[2] کے قلعہ دار جعفر بیگ کے سپرد کرکے وہ خود شاہی سرداروں سے آ ملا ۔

ساتویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ دکن سے دارالخلافہ آگرہ آیا اور بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا ۔ چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب ، بیس ہزار روپیہ نقد انعام اور دوسری شاہانہ عنایات سے سرفراز ہوا اور صوبہ بہار کے مضاف میں سرکار مونگیر اس کی جاگیر میں مقرر ہوئی ۔

چونکہ مشارٌ الیہ (ملدار خاں) دکن کے تمام امرا میں بردباری اور ذہانت میں ممتاز تھا اس لیے اسی سال اس کو علم و نقارہ مرحمت ہوا اور مخلص خاں کی تبدیلی کے بعد وہ سرکار گورکھپور کی فوج داری پر سرفراز ہو کر وہاں کے لیے روانہ ہوا ۔ اس کے بعد وہ دکن کے کومکیوں میں شامل ہو کر شاہی خدمات انجام دیتا رہا ۔

چونکہ وہ چرکس قوم سے تھا اور اس نے دکن میں توطن اختیار کر لیا تھا اس لیے وہاں کے لوگوں سے رشتہ داریاں اور تعلقات قائم کیے چنانچہ [۴۲۰] اپنی لڑکی کو دلاور خاں حبشی کے لڑکے کے ساتھ بیاہا ۔ اس کا باپ بھی نظام شاہی امرا میں سے تھا ۔

۱- متن میں جنیر دیا ہے یہ جنار ہونا چاہیے ۔ (پ)
۲- متن میں کالنہ ہے مگر صحیح گالنہ ہے ۔ (پ)

۱۲۱

مرشد قلی خاں ترکمان معروف بہ مروت خاں

وہ عہد جہانگیری میں ملک ایران سے آیا ۔ سات سو ذات اور دو سو سوار کے شاہی منصبداروں میں شامل ہوا ۔ تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں اسے ایک ہزاری منصب اور آختہ بیگی کا عہدہ ملا ۔ اس کی معاملہ فہمی اور بہادری معلوم و مشہور تھی ۔ چونکہ میر تزک کے لیے مرتبہ سنج اور مرتبہ شناس ہونا چاہیے اور خلیل اللہ خاں میر ترک درشت مزاجی کی وجہ سے بادشاہ کی مرضی کے موافق کام نہیں کرتا تھا ، اس لیے چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں وہ کام (میر ترکی) بھی ، دوسری خدمات کے ساتھ ، مروت خاں کے سپرد کر دیا گیا ۔ اس کے منصب میں پانچ سو کا اضافہ ہوا اور اس کے چچا مرشد قلی خاں کا خطاب کہ جو شاہ عباس ماضی کا اتالیق تھا ، مرحمت ہوا ۔ جس زمانے میں کہ بادشاہ آگرہ سے دولت آباد روانہ ہوا :

ع بادشاہ جہاں ایں سفر مبارک باد (۱۰۴۵ھ)

سے تاریخ نکلتی ہے تو روپ باس کی منزل سے متھرا اور مہاون کی فوج داری اور اس علاقے کے سرکشوں کی تنبیہ ، [۴۲۱] (مروت خاں) کے سپرد ہوئی ۔ چونکہ اس سر زمین کے انتظام کے لیے جمعیت کا بڑھانا ضروری تھا اس لیے اس کے منصب میں پانچ سو ذات اور ایک ہزار اور تین سو سوار کا اضافہ ہوا اور اسے دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور علم مرحمت ہوا ۔ جب اس نے اس فتنہ خیز علاقے میں عملداری قائم کر دی اور سرکشوں کو سزا دے کر عاجز کر دیا تو اس کے بعد اس پر بادشاہی نوازش ہوئی ۔ اس کے منصب میں پانسو ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور اسے نقارہ مرحمت ہوا ۔

گیارھویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۷ھ (۳۸ - ۱۶۳۷ء) میں سرکشوں

کے مقامات سے بریلی[1] پر تاخت کے دوران کہ جہاں تمام مفسدوں نے پناہ کی غرض سے ایک دیوار قائم کر لی تھی اور وہ ہنگامہ و فساد مچا رہے تھے ، وہ بندوق کی گولی سے مارا گیا ۔

متھرا کی فوج داری کے زمانے میں اس نے خوب قید و اسیر کیے اور پری چہرہ خوبصورت کنیزیں کہ ان میں سے ہر ایک حسن و جمال میں ایک دوسرے سے بڑھ کر تھی ، بہت حاصل کیں ۔

کہتے ہیں کہ گوردھن نگر میں کہ جو دریائے جمنا کے اس طرف متھرا کے مقابل ہے اور اس کو (سری) کرشن کا مولد و منشا سمجھتے ہیں ، ساون کے مہینے کی آٹھویں رات کو کہ باعتبار پیدائش (کرشن) اس کو جنم اشٹمی کہتے ہیں ، ہندو عورتوں اور مردوں کا ایک عجیب ہجوم ہوتا ہے ۔ اتفاقاً خان مذکور (مروت خان) ان لوگوں (ہندوؤں) کے طریقے پر تلک لگا کر اور دھوتی پہن کر اس ہجوم میں حسن کے عام نظارے کی غرض سے [۳۲۲] گھوم پھر رہا تھا ۔ اس نے ایک عورت کو دیکھا کہ جو خوبصورتی میں رشک ماہ تھی ؛ جیسے بھیڑیا بکریوں کے ریوڑ میں داخل ہوتا ہے ، اس طرح وہ اس کو اٹھا کر لے گیا ۔ چونکہ اس کے آدمیوں نے دریا کے کنارے کشتی مہیا کر رکھی تھی ، اس پر بیٹھ کر اکبر آباد چلا گیا ۔ ہندوؤں نے بالکل ظاہر نہیں کیا کہ کس کی لڑکی تھی ۔ مرشد قلی خان شاملو کا استاجلو کا حال بھی عجائبات سے خالی نہیں ہے ، اس لیے مختصر سا وہ بھی لکھا جاتا ہے ۔

مشار الیہ (مرشد قلی خان) خواف و باخرز کا حاکم تھا ۔ جب ہرات کا حاکم اور خراسان کا امیرالامرا علی قلی خان شاملو عباس مرزا کا اتالیق مقرر ہوا کہ جو اپنے دادا شاہ طہماسپ صفوی کے زمانے سے خراسان کا حاکم تھا

۱۔ بادشاہ نامہ (جلد دوم ، ص ۷) اور خافی خان جلد اول (ص ۵۵۲) میں اس مقام کا نام بریکی لکھا ہے ؛ انگریزی مترجم نے بریکی ہی صحیح قرار دیا ہے ۔ (ق)

تو شاہزادہ مذکور (عباس مرزا) کا باپ سلطان محمد خدا بندہ ایران کا فرمان روا مقرر ہوا ۔ اس کے اندھے ہونے کی وجہ سے قزلباشوں کا انتظام نہ ہو سکا اور وہاں فتنہ و فساد شروع ہو گئے ۔

(علی قلی خاں) نے مصلحت اندیشی سے خراسان کے امرا کو اپنے ساتھ ملا لیا ۔ ۹۸۹ھ (۱۵۸۱ء) میں اس نے عباس مرزا کو تخت سلطنت پر بٹھا دیا اور اس کو شاہ عباس کا خطاب دیا ۔ مرشد قلی خاں نے اس سلسلے میں پہلے سے ہر ایک سے موافقت پیدا کی اور یک جہتی کا عہد و پیماں مضبوط کر لیا لیکن مشہد مقدس کے حاکم مرتضیٰ قلی خاں درناک نے اتفاق نہیں کیا کیونکہ وہ اپنے کو علی قلی خاں کا ہمسر اور نصف خراسان کا امیرالامرا سمجھتا تھا ۔ اس نے [۴۲۳] کام کو خراب کیا ۔ سلطان محمد خاں خدا بندہ ایک بڑا لشکر لے کر خراسان کی طرف متوجہ ہوا ۔ علی قلی خاں نے اپنے میں مقابلے کی طاقت نہ دیکھی اور وہ ہرات کے قلعے میں قلعہ بند ہو گیا ۔ اور مرشد قلی خاں تربت میں قلعہ بند ہو گیا ۔ لڑائی جھگڑے کے بعد آپس میں صلح ہو گئی ۔ سلطان محمد نے ان کی موافقت و اطاعت کی شرط پر سابق دستور کے مطابق ہرات شاہزادہ (عباس مرزا) اور علی قلی خاں کو دے دیا ؛ خود واپس آ گیا اور خاں مذکور (علی قلی خاں) کے پاس خاطر سے مشہد مقدس سے مرتضیٰ قلی خاں کو تبدیل کر دیا ۔ مرشد قلی خاں اور استاجلو قبیلے کی تالیف قلوب کی غرض سے وہاں کی حکومت پر سلیمان خاں کو نامزد کیا کہ جو وہاں کے بزرگوں کی اولاد تھا ۔

ابھی (سلیمان خاں) نے اس ملک میں استقامت بھی حاصل نہ کی تھی کہ مرشد قلی خاں حضرت امام علی رضاؑ کے روضۂ مبارک کی زیارت کی تقریب سے شہر (مشہد) میں آ گیا ۔ مکر و فریب کی باتیں شروع کر دیں ۔ اس نے چاپلوسی اور خوشامد کے ذریعے سلیمان خاں سے اپنی عقیدت و اخلاص کا اظہار کیا ۔ آہستہ آہستہ اس کے آدمی جمع ہو گئے ۔ اس کے بعد اس نے سلیمان خاں کو پیغام بھیجا کہ تمھاری فوج اور لشکر آراستہ نہیں ہے کہ اس علاقے کے سرکشوں کے انتظام سے عہدہ بر آ ہو سکے اس لیے یہ ذمہ داری مجھ پر چھوڑو ۔ تم خواف و خزر کی طرف چلے جاؤ اور اطمینان

سے زندگی گزارو ۔ وہ خوش یا ناخوش اس بات پر راضی ہو گیا اور راستے سے اسباب و سامان بھیج کر عراق کو چلا گیا ۔

مرشد قلی خاں مشہد مقدس پر قابض ہو گیا [۴۲۴] اور خراسان کے علاقے کے سرکشوں کو مروت و ملامت سے اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لیا اور اس قدر ان کی تالیف قلوب کی کہ اس کا حکم خراسان کے علاقے میں پورے طور سے نافذ ہو گیا ۔ اور اس کے شوکت و اقتدار میں اضافہ ہوا ۔ اس کے بعد اس نے علی قلی خاں سے محبت و اخلاص کا اظہار کیا اور اپنے بھائی ابراہیم خاں کو اس کے پاس بھیجا کہ اس کو ملک گیری کی ترغیب دے اور خاں (علی قلی خاں) کو بادشاہ کے ساتھ مشہد مقدس کی طرف لائے تاکہ وہ فدویت و عقیدت کا اظہار کر سکے ۔

چونکہ دنیا کے بہت سے معاملات اس طرح کے ہوتے ہیں کہ شروع میں تو سچائی اور دوستی کا اظہار ہوتا ہے لیکن اس کا انجام مخالفت اور دشمنی ہوتا ہے ؛ شاملو (قبیلے) کے بڑے بوڑھوں نے اس کے اقتدار کو ناپسند کیا اور بد گوئی پر اتر آئے ۔ دونوں سرداروں کے درمیان اختلاف شروع ہوگیا ۔ رفتہ رفتہ بات یہاں تک پہنچی کہ علی قلی خاں نے بادشاہ کو لے کر مشہد پر فوج کشی کر دی ۔ مرشد قلی خاں جنگ کا ارادہ نہیں رکھتا تھا اور چاہتا تھا کہ کسی طرح صلح ہو جائے ۔ سو سفید برشیز میں دونوں مقابل ہو گئے ۔ علی قلی خاں کسی طرح صلح کے لیے آمادہ نہیں ہونا تھا ۔ اس نے حزم و احتیاط کو ہاتھ سے چھوڑ کر خود جنگ کا پیغام دیا ۔ ایک جماعت پر حملہ کر کے اس کو بھگا دیا اور ان کے تعاقب پر روانہ ہو گیا ۔

مرشد قلی خاں کچھ لوگوں کے ساتھ ایک طرف کھڑا ہوا تھا ۔ اس کی نظر شاہی جھنڈے پر پڑی ۔ اپنی خوش نصیبی [۴۲۵] پر نازاں ہوا ۔ جرأت یہ کی کہ اس بلند اقبال شہریار کو اپنے قبضے میں لیا اور ان تھوڑے آدمیوں کے ساتھ ہی دشمن پر حملہ کر دیا ۔ اس کو بری طرح شکست دی ۔ جب علی قلی خاں اس گروہ کے تعاقب سے لوٹ کر آیا تو اس نے اپنے چنداول لشکر اور چتر شاہی کا کوئی نشان نہ پایا ۔ حیرت زدہ رہ گیا ۔ وہ

نہایت ناکامی اور مایوسی کی حالت میں ہرات کو چلا گیا ۔ مرشد قلی خاں کو ابدی خوش نصیبی حاصل ہوئی ۔ اس بخشش سے کہ جس کی اس کو امید نہ تھی وہ بہت خوش ہوا ۔ اس نے علی قلی خاں کو محبت آمیز خط لکھا ؛ خادمانہ انداز اختیار کیا ، دوستانہ شکوہ و شکایت کی اور اس واقعہ کو تقدیر کے حوالے کیا ۔

بالآخر مرشد قلی خاں نے شاہ عباس کے لیے اسباب سلطنت ترتیب دیے اور وہ خود مستقل طور سے وکیل سلطنت اور اتالیق بنا ۔ جب عراق میں فساد اور بدنظمی کا ظہور ہوا اور اس نے سنا کہ دارالسلطنت قزوین کہ جو شاہان صفویہ کا دارالحکومت رہا ہے ، خالی پڑا ہے تو مرشد قلی خاں ، شاہزادے کو لے کر بڑی تیزی سے دامغان کے راستے سے قزوین پہنچا ۔ اس کی آمد پر قزلباشوں کے بوڑھوں نے ہر طرف سے آ کر مبارک باد دی ۔ اور جب یہ خبر سلطان محمد خدا بندہ کے لشکر میں پہنچی تو سپاہیوں اور متوسط الحال لوگوں سے لے کر سردار اور درباری تک کہ سب لوگوں کے گھر [۴۲۶] قزوین میں تھے بغیر اجازت (قزوین) جانے لگے ۔

چونکہ یہ بات مقدر ہو چکی تھی ، ناسور امرا نے بھی کہ جو سلطنت کے منتظم و مختار ہوتے ہیں ، مصلحت کو نظر انداز کر کے قزوین جانا طے کر لیا ۔ وہ مرشد قلی خاں سے عہد و پیماں کر کے مطمئن ہو گئے ۔ جب وہ اس شہر میں آئے تو سلطان محمد خدا بندہ نے کہ جو ناسازگار زمانے کے اطوار اور ناپائدار دنیا کی داروگیر سے بددل ہو گیا تھا ، فرصت و عافیت کا موقع تلاش کیا اور اپنے فرزند ارجمند شاہ عباس سے ملاقات کر کے مسرت و شادمانی کا اظہار کیا ۔ خود سلطنت سے قطع تعلق کر لیا اور اپنے لڑکے کے سر پر تاج شاہی رکھا ۔

دوسرے دن مرشد قلی خاں نے ایوان چھل ستون کو آراستہ کیا ۔ بادشاہ (عباس) کو تخت سلطنت پر بٹھایا اور امرا سے سلطان حمزہ مرزا کے قتل کا مواخذہ کیا ۔ چند امرا کو جو سلطنت کے رکن رکین تھے ، قتل کرا دیا اور تمام امرا اور ارباب مناصب کی خطائیں معاف کر دیں ۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو بہادر اور بلند ہمت کسی صاحب اقبال کی سلطنت کے جھنڈے اور علم کو بلند کرتا ہے (اس کی بادشاہت کے قیام کے لیے) جانفشانی اور بہادری دکھاتا ہے تو (اس بہادر اور بلند ہمت) کو برگ و بر کامرانی و کامیابی حاصل نہیں ہوتی ہے اور ساقی دوراں اس کو جرعۂ تلخ ہی پلاتا ہے اور تمام اعانت و موافقت ، مخالفت اور دشمنی میں بدل جاتی ہے - [۳۲۷] حقوق کی بجائے نافرمانی شروع ہوتی ہے اور آخر میں اس کا سر اڑا دیا جاتا ہے - شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ دور اندیش ذوی الاقتدار سلاطین بڑے بڑے کاموں میں اس (شخص) کے عزم بلند اور افتخار کو دیکھ کر اس کو زندہ رکھنا اپنی مصلحت کے خلاف سمجھتے ہیں اور اس کے مار ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں - اگرچہ یہ بات بھی ظاہر ہے کہ بہت سے لوگ کہ جن کی جبلت میں خدمت گاری اور کارگزاری داخل ہے ، نخوت اور غرور کا اظہار کرتے ہیں اور اس بات کی غیرت سلطانی کو برداشت نہیں ہوتی ہے (اس لیے بھی مارے جاتے ہیں) -

جب مرشد قلی خاں کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی اور وہ سلطنت کے تمام کلی و جزئی امور کا مالک و مختار ہوا تو اس کے ساتھیوں اور حریفوں کے سینوں میں کینہ و حسد کی آگ بھڑک اٹھی - چونکہ شاہ (عباس) نے شاملو قبیلے میں نشو و نما پائی تھی ، مرشد قلی خاں کی اتالیقی اور استاجلو کے درمیاں میں ہونا اسے ناپسند تھا اور وہ جو سلوک کرتا تھا اس کو بھی وہ پسند نہیں کرتا تھا - دوسرے سال جلوس ۹۹۷ھ (۱۵۸۹ء) میں جب کہ وہ خراسان کی طرف جا رہا تھا تو بادشاہ نے ایک جماعت کو اشارہ کر دیا کہ جو اس کے مکان میں داخل ہو گئی اور سوتے میں اس کا کام تمام کر دیا[1] -

---

۱- مرشد قلی خاں کا بیان تاریخ عالم آرائے عباسی از اسکندر منشی سے ماخوذ ہے - (پ)

۱۲۲

مخلص خاں

الہ وردی خاں[1] مسہور کا بڑا بھائی ہے ۔ سروع زمانے میں وہ سلطان پرویز کا ملازم تھا ۔ اپنی نیک بختی اور کار گزاری سے شاہزادے کی سرکار کا دیوان [۴۲۸] مقرر ہوا ، اور پھر صوبہ پٹنہ کی حکومت و حفاظت پر مقرر ہوا کہ جو سلطان (پرویز) کی جاگیر میں تھا ۔

انیسویں سال جلوس جہانگیری میں جب شاہزادہ ولی عہد شاہجہاں نے بنگالہ کے حاکم ابراہیم خاں فتح جنگ[2] کے مارے جانے کے بعد ایک ہراول فوج رانا امر سنگھ کے لڑکے راجا بھیم کی سرداری میں پٹنہ بھیجی تو مخلص ہمت ہار گیا ۔ باوجودیکہ افتخار خاں کا لڑکا الہ یار خاں اور شیر خاں افغان اس کی کمک پر تھے لیکن اس کو توفیق نصیب نہ ہوئی کہ پٹنہ کے قلعے کو مستحکم کر کے بادشاہی لشکر کے پہنچنے تک کچھ دن گزارتا ۔ وہ الہ آباد کی طرف چلا آیا ۔ اس کے بعد وہ جہانگیر بادشاہ کے ملازمین میں شامل ہو گیا ، اور اس کو (شاہی) قرب و اعتبار حاصل ہوا ۔

شہریار کے ہنگامے میں وہ خواجہ ابو الحسن کی ہمراہی میں یمین الدولہ کے ہراول دستے میں تھا ۔ شاہجہاں بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد اسے دو ہزاری ذات و سوار کا منصب اور علم عنایت ہوا اور اسے سرور کی فوج داری ملی ۔ اس کے بعد اس کے منصب میں اضافہ ہوا ، اسے نقارہ مرحمت ہوا اور سرکار گورکھپور کی فوج داری ملی ۔ ساتویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے تین ہزاری منصب اور تلنگانہ کی صوبیداری ملی کہ اس وقت صوبہ محمد آباد کے محالات ناندیر وغیرہ بھی (تلنگانہ میں) سامل تھے ۔ وہ اس طرف (تلنگانہ) روانہ ہوا ۔ دسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس نے سفر

۱۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلداول (اردوترجمہ) ، ص ۲۰۷-۲۱۴ ۔ (ق)
۲۔ دیکھیے مآثرالامرا ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۱۴۲-۱۴۵ ۔ (ق)

آخرت اختیار کیا ۔ کہتے ہیں کہ اس نے خوبصورت کنیزیں (مدخولہ) [۳۲۹] بہت جمع کی تھیں اور اس نے مرض موت میں پانسو (کنیزوں) کو آزاد کیا تھا ۔

اس کا لڑکا مرزا لشکری علامہ روزگار تھا مگر یاوہ گوئی اور ہرزہ سرائی میں مشہور تھا ۔ مہابت خان کے التفات کی وجہ سے وہ بادشاہ کی درگاہ میں روشناس ہوا ۔ کہتے ہیں کہ خان جہاں لودی کی خرابی کا پہلا سبب وہی بوالفضول تھا ۔ ایک دن غسل خانے (دولت خانے) میں جب کہ خان جہاں لودی کے لڑکے حسین خان اور عظمت خان انتظام پر تھے وہ ان سے جھگڑ پڑا ۔ انہوں نے اس کو خوب رگڑا ۔ اس نے کہا کہ تمہاری مردانگی تو کل دیکھیں گے کہ جب تمہارے باپ سے زنجیروں میں جکڑ کر ایک کروڑ روپیہ لیا جائے گا ۔ چونکہ رات کو خان جہاں کی چوکی کی باری تھی ، اس کے لڑکے پیش خانے[1] پہنچے اور باپ کو یہ بات بتائی ۔ چونکہ اس (خان جہاں) کے اقبال کا زمانہ ختم ہو گیا تھا اس لیے وہ اس لغو اور بے اصل بات سے خوف زدہ ہو کر گوشہ نشین ہو گیا ۔ اسلام خان بادشاہ کے حکم سے اس کے پاس آیا اور گوشہ نشینی کی وجہ دریافت کی ؛ اس وقت مرزا لشکری کی گفتگو کا گل کھلا ۔

شاہجہاں نے اس (مرزا لشکری) کو قید کر کے زنجیروں کے ساتھ گوالیار کے قلعے میں بھیج دیا اور اس کے بعد خان جہاں کا جو حشر ہوا وہ ہوا اور وہ ظاہر ہے ۔ (مرزا لشکری) قید سے رہا ہوگیا مگر غریب الوطنی میں زندگی گزاری یہاں تک کہ طبعی موت سے مر گیا[2] ۔

اس کا دوسرا لڑکا زوالی ہے کہ بیسویں سال جلوس شاہجہانی تک وہ سات سو ذات اور ایک سو پچاس سوار کے منصب پر پہنچا [۳۳۰] ۔

۱۔ متن میں تیش خانہ ہے جو صحیح نہیں ؛ یہ لفظ پیش خانہ ہونا چاہیے ۔ دیکھیے اقبال نامۂ جہانگیری ، ص ۲۵۴ ۔ (پ)

۲۔ ملاحظہ ہو ذخیرۃ الخوانین (جلد دوم) ، ص ۳۰۷ ۔

۱۲۳

معتمد خاں محمد شریف

ایران کے غیر مشہور لوگوں میں سے ہے - حب ہندوستان میں آیا نو اپنی بیدار بختی کی بدولت جہانگیر بادشاہ کی خدمت میں روشناس ہوا - تیسرے سال جلوس جہانگیری میں اس کو معتمد خاں کا خطاب ملا - اس زمانے کے مغل ظریفوں نے اس کے متعلق یہ شعر کہا ہے :

بیت

بدور شاہ جہانگیر خانی ارزان شد
شریفہ نابوئے ما رفت و معتمد خان شد

مدتوں احدیوں کا بخشی رہا - نویں سال جلوس جہانگیری میں جب شاہزادہ شاہجہاں کے لشکر کا بخشی سلیمان بیگ فدائی خاں کہ جو رانا کی مہم پر مامور تھا فوت ہوگیا تو شاہجہاں کے لشکر کی بخشی گری پر معتمد خاں متعین ہوا - گیارھویں سال جلوس جہانگیری میں جب شاہزادہ (شاہجہاں) دکن کے انتظام پر مقرر ہوا تو معتمد خاں پھر فوج کا بخشی مقرر ہوا - جس زمانے میں کہ جہانگیر پہلی مرتبہ کشمیر کی سیر کے لیے روانہ ہوا ، وہاں جانے کا مقصد صرف موسم بہار میں سیر کرنا تھا - چوں کہ اس موسم میں درہ پیر پنجال برف سے پٹا ہوتا ہے اور اس راستے سے لشکر کا گزر دشوار بلکہ محال تھا ، اس لیے پکھلی اور دمتور کے راستے سے جانا ہوا [۳۱۳]- پندرھویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۹ھ (۱۶۲۰ء) کا جشن دریائے کشن گنگا کے کنارے منعقد ہوا -

چوں کہ اس منزل سے کشمیر تک سارا راستہ دریائے جہلم کے کنارے ہے اور اس کے دونوں طرف بلند پہاڑ ہیں - اکثر درے بہت تنگ اور دشوار ہیں کہ جن سے گزرنا بہت مشکل ہے ، لہذا اس کا انتظام معتمد خاں کے سپرد ہوا کہ چند لوگوں کے سوا امرائے عظام وغیرہ میں سے بھی کسی کو بادشاہ کے ہم رکاب نہ رہنے دیا جائے - خان مذکور

(معتمد خاں) درۂ بھلباس (بلیاسا) کے پاس مقیم ہوا ۔ اتفاق کی بات کہ جب جہانگیر بادشاہ کی سواری اس کے خیمے کے قریب پہنچی تو برف و بارش کا اس قدر طوفان آیا کہ بادشاہ متفکر ہو گیا اور اہل حرم کے ساتھ (بادشاہ) اس (معتمد خاں) کے خیمے میں آ گیا اور اس طوفان کے صدمات سے محفوظ رہا ۔ رات اطمینان سے گزاری ۔ بادشاہ نے وہ لباس جو خود پہنے ہوئے تھا ، معتمد خاں کو مرحمت فرما دیا اور اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار اور پانسو ذات اور پانسو سوار کا منصب مرحمت فرمایا ۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ اکیلے ہونے کے باوجود کہ کشمیر کے سفر کے لیے ضروری ہے ، متعدد خیمے ، فرش ، سوتے وقت کے پہننے کے کپڑے ، باورچی خانے کا ساز و سامان اور ضروری اسباب و آلات کہ جو اہل دولت کی سرکار میں ہونے چاہییں ، وہ سب ساتھ تھے کہ کسی سے مانگنے کی ضرورت نہ ہوئی اور ایسی دعوت ہوئی کہ اندر اور باہر سب لوگ سیر ہو گئے [۳۳۲] ۔

سبحان‌اللہ ! وہ کیسی خیر و برکت کا زمانہ تھا کہ قلیل منصبی میں ایسے وقت یہ سارا سامان و اسباب موجود تھا کہ اچانک ہندوستان کے بادشاہ کی مہمان داری بخیر و خوبی انجام کو پہنچی ۔ کشمیر سے اس واپسی کے بعد میر جملہ کی بجائے اس کو عرض مکرر کا عہدہ ملا ۔

چوں کہ وہ شاہجہاں کی خیر خواہی میں مشہور تھا ، للھذا شاہجہاں کے تخت نشین ہونے کے بعد اس کے منصب میں اضافہ ہوا ، اور اسے مزید قرب و اعتبار حاصل ہوا ۔ دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں اسلام خاں کی بجائے وہ بخشی دوم مقرر ہوا ۔ دسویں سال جلوس شاہجہانی میں میر جملہ کے انتقال کے بعد وہ میر بخشی مقرر ہوا ، اور اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ملا ۔ اسی سال راجا بیتھل داس کے بھتیجے سیو رام کور کی مدد سے باتفاق راجۂ مذکور دھندیرہ کی ولایت پر متعین ہوا ۔ معتمد خاں وہاں کے زمین دار اندرمن کو لے کر بادشاہ کے حضور میں آیا ۔ تیرھویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۹ھ (۱۶۳۹ء) میں اس نے اس سرائے فانی سے کوچ کیا ۔

اگرچہ تاریخ دانی میں اس کی شہرت ہے ، لیکن اقبال نامہ جہانگیری سے کہ جو اس نے سلیس اور مربوط عبارت میں لکھا ہے ، معلوم ہوتا ہے کہ اس کو تاریخ نویسی کا سلیقہ نہ تھا ۔ اگرچہ وہ تاریخ نویسی کے عہدے پر مقرر تھا ، لیکن اس نے ضروری جزئیات کو بالکل نہیں لکھا بلکہ وہ بڑے بڑے واقعات کو بھی کتربیونت کے بعد [۴۳۳] تحریر میں لایا ہے ۔

اس کا لڑکا دوست کام بیسویں سال جلوس شاہجہانی تک آٹھ سو ذات اور دو سو سوار کے منصب پر پہنچا اور متعدد مرتبہ گجرات ، کابل اور بنگالہ کی بخشی گری پر متعین ہوا ، ساتویں سال جلوس عالم گیری میں بنگالہ میں فوت ہوا ۔

معتمد خاں کے بھائی محمد اشرف نے لکھنؤ کی جاگیرداری کے زمانے میں وہاں عالی شان عمارتیں بنوائیں ۔ اشرف آباد کی سرائے اور محلہ اسی کا بسایا ہوا ہے ۔ اس نے ایک باغ بھی لگوایا کہ جس کو دنیا کی سیر گاہ کہہ سکتے ہیں ۔ اس کی تاریخ باغ کے دروازے پر بصورت کتبہ کندہ ہے :

''بوستان دوستاں'' ۱۰۴۰ھ (۱۶۳۰-۳۱ء)

وہ اسی باغ میں گوشہ نشین ہو گیا تھا ، یہاں تک کہ اس نے عالم آخرت کی راہ لی ۔

۱۲۴

مرزا رستم صفوی

مرزا مظفر حسین قندھاری کا چھوٹا بھائی ہے ۔ اس کے حال میں گزر چکا ہے کہ ایران کے والی سلطان محمد خدا بندہ نے قندھار مظفر حسین مرزا کو اور زمین داور رستم مرزا کو ان کے دو چھوٹے بھائیوں ابو سعید مرزا اور سنجر مرزا کے ساتھ مرحمت فرمائی ۔ چوں کہ یہ علاقہ (زمین داور) قندھار کے مقابلے میں بہت کم تھا اور اس کی آمدنی مرزا (رستم) اور اس کے بھائیوں کو کفایت نہیں کرتی تھی ، (رستم صفوی) نے چاہا کہ سیستان کو ملک محمود کے قبضے سے کہ جو وہاں کے قدیم بادشاہوں کی اولاد سے ہے

اور شاہ اسماعیل ثانی کے انتقال کے بعد اس نے اس ولایت پر قبضہ کر لیا تھا ، نکال لے اور اپنے علاقے (زمین داور) میں شامل کر لے ۔ مظفر حسین مرزا نے ملک محمود کے اوپر فوج کشی [۴۳۴] کر دی ۔ مقابلے اور لڑائی کے بعد (مظفر حسین مرزا) نے اس کی لڑکی کے ساتھ نکاح کر لیا اور وہ ولایت اس کے لیے چھوڑ دی ۔ اس سے دونوں بھائیوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا ۔ رستم مرزا نے دو مرتبہ حمزہ بیگ لله کی مدد سے قندھار پر لشکر کشی کی مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا ۔

چوں کہ خراسان کے اکثر شہروں کو اوزبک لوٹتے رہتے تھے اور وہاں کوئی مسلمہ حاکم نہ تھا ، مرزا (رستم) زمین داور سے فراہ پہنچا اور اس پر قبضہ کر لیا ۔ اوزبکوں سے کئی مرتبہ مقابلہ ہوا ، لیکن اس نے شجاعت و مردانگی کا مظاہرہ کیا ۔ اس کے بعد اس کو سیستان کی تسخیر کا خیال ہوا اور اس علاقے پر اس نے چڑھائی کر دی ۔ ملک محمود نے قلعہ بندی اور قلعے کے استحکام و انتظام کے بعد (رستم مرزا) سے ملاقات کی اور اس کی خدمت گزاری میں مشغول ہوا ۔ مرزا (رستم) نے عالم مستی میں اپنے مغرور مشیروں کے بہکانے سے ملک (محمود) کو قید کر دیا ۔ اس کا لڑکا جلال الدین فوج جمع کر کے مقابلے کے ارادے سے آیا ۔ مرزا (رستم) نے ملک محمود کو مروا ڈالا ۔ جب اس نے مقابلے کی طاقت نہ دیکھی تو زمین داور چھوڑ دیا ۔ وہ (جلال الدین) اس کے تعاقب میں آیا ۔ ناچار لوٹ کر اس نے جنگ کی ، لیکن مرزا (رستم) نے شکست کھائی ۔ اس کے بعد لوگوں کی نظروں میں اس کی کوئی وقعت نہ رہی ۔ اس کا بڑا بھائی موقع کا منتظر تھا ، اس نے حملہ کر کے زمین داور پر قبضہ کر لیا ۔

رستم مرزا تیزی سے آیا اور قلات لے لیا ۔ ایک دن وہ شکار کو گیا تھا کہ بیات کے گروہ نے چاہا کہ اس پر قبضہ کر لے ۔ مرزا (رستم) کی ماں قلعہ داری کر رہی تھی ؛ ایک غدار کی بندوق سے کہ جو اس نے اس [۴۳۵] بوڑھی کے ماری وہ مر گئی ۔ مرزا (رستم) نے (اس پاداش) میں بہت سوں کو قتل کرا دیا ۔

جب اس نے زمانے کو اپنے موافق نہ دیکھا اور ہندوستان کے لشکر

کی آمد آمد کی شہرت ہوئی کہ وہ اس علاقے کی فتح کے لیے آ رہا ہے تو اس کی جماعت اور کم ہوگئی ۔ اس نے غزنین کے حاکم شریف خاں اتکہ کو دوستی کے تعلق سے لکھا کہ میں بادشاہ کی ملازمت میں آنا چاہتا ہوں ۔ اس کی درخواست کے مطابق اس کی طلبی کے لیے شاہی فرمان آیا ۔

اڑتیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۱ھ (۹۳-۱۵۹۲ء) میں مرزا (رستم) دریائے چناب کے کنارے پہنچا ۔ سراپردہ ، بارگاہ ، قالینیں اور فراش خانہ کا دوسرا ساز و سامان قرا بیگ درکہان کے ہمراہ سرکار شاہی سے بھیجا گیا اور اس کے ساتھ حکیم الملک کے ذریعے مرصع خنجر ارسال ہوا ۔ جب مرزا نزدیک آیا تو شریف خاں ، آصف خاں ، شاہ بیگ خاں اور کچھ مزید امرا استقبال کے لیے مقرر ہوئے ۔ جب لاہور چار کوس رہ گیا تو دسہرے کے جشن کے دن خان خاناں اور زین خاں کوکہ نے اس کی پیشوائی کی اور وہ (رستم مرزا) اپنے چھوٹے بھائی سنجر مرزا اور چار لڑکوں مراد ، شاہ رخ ، حسن ، ابراہیم اور چار سو ترکمانوں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ چونکہ اس کے بڑے بھائی کی تالیف قلوب منظور تھی ، پنجہزاری منصب ، ایک کروڑ تنکہ مرادی انعام اور ملتان نیز بلوچستان کے بہت سے پرگنے جاگیر میں ملے ۔ (یہ جاگیر) قندھار سے زیادہ تھی ۔ کچھ دنوں کے بعد علم اور نقارہ مرحمت ہوا ۔ مرزا [۳۴۶] ابوسعید بھی جو قندھار میں رہ گیا تھا ، آ گیا اور بادشاہی نوکری سے سرفراز ہوا ۔

جب مرزا کے آدمیوں نے ملتان میں داد و ستد کے معاملے میں زیادتی و شدت اختیار کی تو چالیسویں سال جلوس اکبری میں چتور کی سرکار مرزا کی جاگیر میں مقرر ہوئی اور وہ وہاں کے لیے روانہ ہو گیا ، لیکن کسی وجہ سے سرہند سے واپس بلا لیا گیا ۔ چونکہ راجا باسو اور شمالی پہاڑی علاقے کے کچھ زمینداروں نے بغاوت کی اس لیے اکتالیسویں سال جلوس اکبری میں پٹھان (کوٹ) اور اس کے قرب و جوار کا علاقہ مرزا (رستم) کی جاگیر میں مقرر ہوا اور وہ چلا گیا ۔ آصف خاں اس کی مدد کے لیے ہمراہ گیا ۔ مرزا (رستم) اور خان (آصف) کے درمیان اختلاف ہو گیا ۔ راجا باسو نے

مئو کو محفوظ و مستحکم کر کے سرکشی شروع کر دی ۔ بادشاہ نے راجا مان سنگھ کے لڑکے جگت سنگھ کو (اس کام کے لیے) نامزد کیا اور مرزا کو اپنے حضور میں بلا لیا ۔ تینتالیسویں سال جلوس اکبری میں رائے سین اور اس کے قرب و جوار کا علاقہ مرزا کی جاگیر میں مقرر ہوا ، اور وہ ادھر چلا گیا ۔

چونکہ احمد نگر کی فتح میں دیر ہوئی ۔ سپاہ مہنگائی سے پریشان ہوگئی اور سرکشوں نے فساد شروع کر دیا اس لیے شہزادہ سلطان دانیال نے مدد کے لیے درخواست کی ۔ بادشاہ نے برہان پور سے مرزا (رستم) کی سرداری میں ایک تازہ فوج اور ایک لاکھ اشرفی بھیجی ۔ اس کے بعد مرزا دکن کا کومکی رہا ۔ اس نے اپنے لڑکے مرزا مراد کے لیے خانخاناں کی صاحبزادی کا رشتہ طلب کیا ، اور اس سپہ سالار (خانخاناں) کی مدد سے وہ ایک زمانے تک قصبہ ٹمرنی میں کہ جس کو آج کل ظفر نگر کہتے ہیں ، مقیم رہا [۴۳۷] ۔

ساتویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۱ھ (۱۶۱۲ء) میں مرزا غازی ترخاں کے انتقال کے بعد اسے ٹھٹہ کی حکومت اور مدد خرچ کے لیے دولاکھ روپیہ مرحمت ہوا ۔ جہانگیر بادشاہ نے عدالت و انصاف کے متعلق اس کو قیمتی نصیحتیں فرمائیں کہ وہ ارغونوں کو کہ جو کچھ مدت اس ملک کے حاکم رہے ہیں ، خسرو خاں چرکس وکیل کے ہمراہ کہ جو چار پشت سے ان کا (وکیل) رہا ہے علیحدہ کر دیں ، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ سرکشی کریں ۔ اور میر عبدالرزاق معموری کو اس کے ساتھ نامزد کیا کہ وہ ماضی و حال کی روشنی میں اس ملک کی جمع بندی (بندوبست مالگزاری) کر کے مرزا اور اس کے سرداروں کی جاگیر مقرر کرے ۔

مرزا (رستم) نے ارغونوں کے ساتھ بد سلوکی کی اور حسن سلوک کی بجائے وہاں کے لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آیا کہ جو مروت و مردمی کے طریقے کے خلاف تھا ۔ ناچار معزول ہوا ۔ جب بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو ایک دنیا اس کے ساتھ داد خواہی کے لیے آئی ، لہٰذا مرزا انی رائے سنگھ دلن کے سپرد ہوا تاکہ مدعیوں کی جواب دہی کرے ۔ کچھ دنوں کے بعد جہانگیر نے اسے اپنے پاس بلا لیا اور اس پر شاہی عنایات فرمائیں ۔ مرزا

کی لڑکی کی شادی سلطان پرویز کے ساتھ ہوئی ۔ اس کے بعد اس کو چھ ہزاری منصب ملا اور وہ الہ آباد کا صوبیدار مقرر ہوا ۔

جب شاہزادہ شاہجہاں نے بنگالہ سے آ کر پٹنہ و بہار [۴۳۸] پر قبضہ کر لیا تو عبداللہ خاں بطور ہراول بہت تیزی سے آیا ۔ اس نے قصبہ جھوسی میں الہ آباد کے مقابل گنگا کے اس طرف لشکر ڈالا ۔ مرزا (رستم) قلعہ بند ہو گیا ۔ چونکہ عبداللہ خاں کے ساتھ کشتیوں کا ایک مستعد بیڑا تھا ، لہٰذا توپ و تفنگ سے مقابلہ کرتا ہوا دریا سے پار آ گیا اور شہر میں داخل ہو گیا ۔ ہر چند شاہجہانی توپ خانے کے مہتمم رومی خاں نے زور دیا کہ تھوڑی سی جدوجہد سے قلعہ فتح ہو جائے گا ، عبداللہ خاں نے بلاوجہ اضطراب دکھایا اور پھر جھوسی کو لوٹ گیا ۔ چند روز گزرے تھے کہ بادشاہی (فوج) کی آمد آمد کی شہرت ہوئی ۔ مرزا (رستم) کو مصیبت سے نجات ملی اور از سر نو راحت و آرام حاصل ہوا ۔ اکیسویں سال جلوس جہانگیری میں وہ بہار کی صوبیداری پر مقرر ہوا ۔

شاہ جہاں بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں وہ بہار کی حکومت سے معزول ہو کر بادشاہ کے حضور میں آیا ۔ بڑھاپے کے ساتھ نقرس کا پرانا مرض بھی تھا ۔ وہ ہلنے جلنے سے معذور ہو گیا ۔ نوکری سے اسے معاف کر دیا گیا اور ایک لاکھ بیس ہزار روپے اس کا سالانہ وظیفہ مقرر ہو گیا تاکہ اطمینان کے ساتھ آگرہ میں زندگی گزارے ۔

چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ محمد شجاع کے ساتھ مرزا کی لڑکی کا نکاح ہو گیا ۔

مہد بلقیس بسر منزل جمشید آمد (۱۰۴۲ھ) تاریخ ہے ۔ بہتر سال کی عمر میں پندرھویں سال جلوس شاہجہانی [۴۳۹] ۱۰۵۱ھ (۴۲-۱۶۴۱ء) میں وہ دنیا سے رخصت ہوا ۔

کہتے ہیں کہ جب مرزا (رستم) فوت ہو گیا تو آگرہ کے متصدیوں نے چاہا کہ اس کے مال کو ضبط کر لیں ۔ مرزا کی عالی مرتبہ بیوی نے کنیزوں کو مردانہ لباس پہنایا اور ان کو بندوقیں تھما کر لڑائی کے لیے تیار ہو گئی کہ ہمارے ساتھ تمام امرا جیسا سلوک نہیں کرنا چاہیے ۔ وہ

بطور احتیاط اس کارروائی سے باز رہے اور انھوں نے بادشاہ کے حضور میں (کیفیت لکھ کر) بھیج دی ۔ شاہجہاں محظوظ ہوا اور ہاتھیوں کے سوا سب کچھ بخش دیا ۔

مرزا (رستم) دنیا دار آدمی تھا ۔ وہ زمانے کا مزاج پہچانتا تھا اور اپنے بڑے بھائی (مظفر حسین مرزا) کے معاملے میں زیادہ ہوشیار اور با اصول تھا ۔ ایک دن شکار گاہ میں رائے سال دربار کے لڑکے کا باز کسی درخت پر بیٹھا تھا ۔ مرزا کے ہمراہیوں نے اس کو پکڑ لیا ۔ کچھ راجپوت لڑائی کے لیے آمادہ ہو گئے ۔ مرزا جھگڑا چکانے کے ارادے سے وہاں گیا ۔ اچانک اس کے ہاتھ میں تلوار لگ گئی ۔ جب اس کو معلوم ہوا تو اس نے اس بے راہ رو (مارنے والے) کو باندھ کر رائے سال کے پاس بھیج دیا ۔ اکبر بادشاہ نے مرزا (رستم) کے تحمل و بردباری کی تعریف کی ۔ مرزا (رستم) موزوں طبع تھا ۔ فدائی تخلص تھا ۔ یہ اسی کا (قطعہ) ہے :

قطعہ

درچید دلم بساط ایمانی را
کج باختہ ام نرد خدادانی را
ابروے بتے قبلۂ خود ساختہ ام
بر طاق نہادہ ام مسلمانی را

مرزا ہزل گو ایسا تھا کہ جس وقت اس کا بڑا بھائی مظفر حسین [۳۴۰] مرزا کہ دونوں کی آپس میں رنجش و عداوت تھی ، قندھار سے آ رہا تھا تو میرزا (رستم) نے یہ رباعی کہی :

رباعی

آن کور کہ در راہ حسد پامال است
دجال نکو بمش خر دجال است
گویند ز ایران خنکی می آید
اے باد سموم وقت استقبال است

اس کا یہ قطعہ مشہور ہے۔

قطعہ

مرا زیں پیشتر بود اے عزیزاں
ذکر چوں جرہ بازے تیز چنگے
بہر صیدے کہ می‌افگندم او را
نمی دادے مجالے و درنگے
کنوں پریدہ است آں باز و ماندہ
بدستم نسمۂ او جفت زنگے

مرزا کے بیٹوں کا حال کہ ان میں سے ہر ایک مشہور و معروف تھا، ان کے مقام پر لکھا گیا ہے۔ اس کے بھائی ابوسعید مرزا اور سنجر مرزا دونوں ۱۰۰۵ھ (۹۷-۱۵۹۶ء) میں طبعی موت سے مر گئے۔

۱۲۵

موسوی خاں صدر

کہتے ہیں کہ مشہد کے سادات سے ہے اور سید یوسف خاں رضوی، کے ساتھ اس کی قریبی رشتہ‌داری تھی۔ جہانگیری دور میں وہ [۱۴۴] بادشاہ کی روشناسی سے مشرف ہوا۔ پندرھویں سال جلوس جہانگیری میں آب دار خانے کا داروغہ مقرر ہوا اور آہستہ آہستہ صدارت کل اور دو ہزاری منصب پر فائز ہوا۔

چونکہ یمین الدولہ کے ساتھ اس کے خاص تعلقات تھے اس لیے جہانگیر کے مرنے کے بعد وہ بادشاہ کی حضوری سے مشرف ہوا۔ اسے صدارت کل کا عہدہ بحال رہا اور اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور سات سو پچاس سوار کے منصب پر فائز ہوا۔ پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں چار ہزاری ذات اور سات سو پچاس سوار کا منصب ملا۔ سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ وہ اس طرح اپنا فرض منصبی ادا نہیں کرتا ہے جیسا کہ اسے ادا کرنا چاہیے، لہٰذا معزول ہوا۔

سترھویں سال جلوس شاہجہانی ۱۸ صفر ۱۰۵۴ھ (۶ اپریل ۱۶۴۴ء) کو انتقال ہو گیا ۔

دو لڑکوں نے بادشاہ کی عنایت سے اپنی حیثیت کے مطابق سرفرازی حاصل کی ۔

کہتے ہیں کہ اس نے زیادہ علم حاصل نہیں کیا تھا مگر اہل کمال کے ساتھ زیادہ صحبت رکھنے کی وجہ سے علم مجلسی اور ملکۂ تقریر خوب حاصل ہو گیا تھا ۔

۱۲۶

مبارز خاں روہلہ

جہانگیری عہد میں اس کو امارت کا مرتبہ حاصل ہوا ۔ تین ہزاری ذات اور تین ہزار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ اس بادشاہ (جہانگیر) کے زمانے سے شاہجہاں کے آغاز سلطنت میں لشکر خاں کی صوبیداری تک وہ کابل میں تعینات رہا ۔ بلخ کے والی ندر محمد خاں کے سپہ سالار یلنگتوش اوزبک کی لڑائی میں کہ جو خانہ زاد خاں [۴۴۲] خان زماں کے ساتھ غزنین کے قرب و جوار میں ہوئی تھی ، خان مذکور (مبارز خاں) فتح مند ہراول فوج میں تھا ، اس نے اس لڑائی میں بہت بہادری اور جاں نثاری دکھائی ۔

اس کے بعد وہ دکن کے کومکیوں میں شامل ہوا اور دولت آباد کی تسخیر میں بہادری و مردانگی کے کارنامے انجام دیے ۔ خاص طور سے اس دن جب کہ خان زماں ظفر نگر سے خزانہ و رسد لا کر موضع کھرکی میں داخل ہو رہا تھا کہ جو دولت آباد سے پانچ کوس ہے اور جس کو آج کل اورنگ آباد کہتے ہیں ، عادل شاہیوں اور نظام شاہیوں نے مل کر اچانک قلب لشکر پر حملہ کر دیا ۔ سردار نے ڈٹ کر مقابلہ کیا ، خوب لڑائی ہوئی ۔ دشمن کچھ نہ کر سکا اور اسے بھاگنا پڑا ۔ دشمن نے تلافی کی غرض سے فوج کے پچھلے حصے پر حملہ کردیا ۔

ایک طرف سے جادو رائے کا لڑکا بہادرجی بجلی گرانے والے بادل کی

طرح پہنچا اور اس نے دشمن کے درمیانی لشکر کو بھگا دیا ۔ اور ایک طرف سے مبارز خاں کہ جو فوج کے پچھلے حصے میں تھا ، آیا ، اور اس نے تیز تلواروں اور نیزوں سے ایسا کاٹ کیا کہ دشمن کا صفایا ہوگیا اور ان بد نصیبوں کا خون کہ جن کے سروں پر موت نے ادبار و نحوست کی خاک ڈال دی تھی میدان جنگ کی مٹی میں مل گیا ۔

مہابت خاں خانخاناں کے مرنے کے بعد کہ جب دکن کی سرداری آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ۔ بالا گھاٹ خان زماں کو [۴۴۳] اور پایاں گھاٹ خان دوراں کو ملا تو کومکی سردار بھی تقسیم ہو گئے اور متعینہ جمع بندی ایک دوسرے کی رضا مندی سے طے ہو گئی ۔ مبارز خاں ، خان زماں کے ہمراہ دولت آباد پر متعین ہوا ، اور اس کے منصب میں پانسو ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہوا ۔

اس کے بعد وہ بادشاہ کے حضور میں آ گیا اور گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں چار ہزاری ذات اور سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ چونکہ وہ مدتوں کابل میں رہا تھا اس لیے افغانوں کی جنگ کے طور طریق سے واقف تھا ۔ وہ اس ملک کے راستوں اور جنگ کی مصلحتوں کو خوب سمجھتا تھا ، لہٰذا پھر وہاں کا کومکی مقرر ہوا ۔ اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۵۶ھ (۱۶۴۶ء) میں[1] جب وہ دیال پور کا فوجدار اور جاگیردار تھا تو اس کے اوپر ایک مکان گر پڑا اور وہ فوت ہو گیا ۔

وہ بزرگی اور دینداری میں بہت مشہور تھا ۔ اس کا وقت روزہ ، نماز اور تفسیر و فقہ کے مطالعے میں گزرتا تھا ۔ اس کے ملازم چاہے سوار ہوں یا پیدل ، کلمۂ طیبہ کا ورد رکھتے تھے اور کلمہ پڑھتے ہوئے راستہ طے کرتے تھے ، اس وجہ سے پہچان لیے جاتے تھے کہ مبارز خاں کے نوکر ہیں ۔

۱۔ بادشاہ نامہ (جلد دوم ، حصہ دوم ، ص ۳۸۶) میں اس کے انتقال کا سال ۱۰۵۴ھ (۱۶۴۴ء) دیا ہے ۔ (پ)

کہتے ہیں کہ وہ زہد و تقویٰ میں عمر بن عبدالعزیز[1] اور تدبیر و رسائی فکر میں حضرت عمرو بن عاص رض کی مثل تھا ۔ تمام عمر عزت و اعتبار سے گزاری [۴۴۴] ۔

۱۲۷

مہیس داس راٹھور

راجا سورج سنگھ کے بھائی دلپت[2] کا لڑکا تھا ۔ مشار الیہ نے مہابت خاں خانخاناں کی نوکری کے ابتدا میں بہادری دکھائی ۔ خان مذکور کے انتقال کے بعد آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ شاہ جہاں بادشاہ کی ملازمت میں آیا اور اس کو پانسو ذات اور چار سو سوار کا منصب ملا ۔ پھر وہ شاہزادہ اورنگ زیب کے ہمراہ گیا کہ جو اس متعینہ فوج کی مدد کے لیے گیا ہوا تھا کہ جو جھجھار سنگھ بندیلہ کے استیصال کے لیے مقرر ہوئی تھی ۔ نویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ خاندوراں کے ساتھ ناندیر کی طرف متعین ہوا ۔ گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور چھ سو سوار کے منصب پر فائز ہوا اور پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں چار سو سوار کا اضافہ ہوا ، اس کو علم عنایت ہوا اور وہ شاہزادہ دارا شکوہ کے ہمراہ قندھار کی طرف روانہ ہوا ۔

سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل واضافہ کے بعد اسے دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور پرگنہ جالور بطور وطن جاگیر

۱۔ اموی خاندان کے نامور خلیفہ کہ جنھوں نے ہر طرح کے موانع اور مشکلات کے باوجود ایک مرتبہ پھر فاروقی خلافت کا نمونہ دنیا کو دکھا دیا ، ۱۰۱ھ میں انتقال ہوا ۔ (ق)

۲۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد دوم (اردو ترجمہ) ، ص ۱۸۱-۱۸۵ ۔ (ق)

میں ملا ۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو ذات کا اضافہ ہوا اور وہ شاہزادہ مراد بخش کے ہمراہ بلخ و بدخشاں کی تسخیر کے لیے روانہ ہوا ۔ پھر اسے اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور نقارہ مرحمت ہوا ۔

شاہزادے کے بلخ پہنچنے اور وہاں کے والی نذر محمد خان کے فرار ہونے کے بعد جب بہادر خاں اور اصالت خان ایک جماعت کو لے کر [۳۴۵] اس کے تعاقب پر مامور ہوئے تو وہ بہادری کی وجہ سے شاہزادے کی بغیر اجازت ان کے ہمراہ چلا گیا ۔ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں حسب طلب بادشاہ کے حضور میں آیا ۔ اور اسی سال ۱۰۵۶ھ (۱۶۴۶ء) میں فوت ہو گیا[۱] ۔

وہ تجربہ کار اور جنگ آزمودہ شخص تھا ۔ بادشاہ کو اس پر بہت اعتماد تھا اور دولت خانۂ شاہی میں تخت کے پیچھے اس چوکی کے پاس کھڑا ہوتا تھا کہ جو دو گز کے فاصلے پر تلوار اور ترکس کے لیے رکھی جاتی تھی ۔ اور بادشاہ کی سواری کے وقت مناسب فاصلے پر چلتا تھا ۔

اس کا بڑا لڑکا رتن کہ جو جالور میں تھا اور جس کو چار سو ذات اور دو سو سوار کا منصب ملا ہوا تھا ، اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ وہ وطن سے آ کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اس کی دلی مراد بر آئی ، اور وہ شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے پاس بلخ کو روانہ ہوا ۔ شہزادہ (اورنگ زیب) نے صوبۂ مذکور (بلخ) وہاں کے والی ندر محمد خان کو واگزاشت کر دیا اور وہ واپس آ گیا ۔ اس (رتن) نے راستے میں المانوں سے مقابلہ کر کے خوب بہادری دکھائی ۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ شاہزادہ مذکور (اورنگ زیب) کے ساتھ قندھار کی طرف گیا اور قزلباشوں کی لڑائی میں رستم خان کے ہمراہ متعین ہوا ۔ پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کو علم مرحمت ہوا ، اور

۱۔ بادشاہنامہ (جلد دوم ص ۶۳۵) میں اس کے انتقال کی تاریخ ۹ صفر ۱۰۵۷ھ (۱۶ مارچ ۱۶۴۷ء) دی ہوئی ہے ۔ (پ)

وہ شاہزادہ مذکور (اورنگ زیب) کے ہمراہ مہم مذکور (قندھار) پر دوبارہ ، اور شاہزادہ دارا شکوہ کے ہمراہ سہ بارہ [۳۴۶] مقرر ہوا ۔
ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں علامی سعداللہ خاں کے ہمراہ چتور کے انتظام پر روانہ ہوا ۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے پاس دکن کی طرف گیا ۔ عادل خانیوں کی لڑائی میں اس نے بہادری میں پہل کی اور اس کے صلے میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ اس کے بعد مہاراجا جسونت سنگھ کے ہمراہ اس لڑائی[1] میں کہ جو اجین کے قریب ہوئی تھی وہ وجود تھا اور اس میں اس نے خوب داد شجاعت و مردانگی دی اور اورنگ زیب کی فوج کے بہادروں کے ہاتھ سے مارا گیا ۔

۱۲۸

میر سید جلال صدر

میر سید محمد بخاری رضوی کے لائق فرزند ہیں کہ جن کا سلسلہ پانچ واسطوں سے شاہ عالم تک پہنچتا ہے کہ جو شہر احمد آباد کے قریب رسول آباد میں دفن ہیں ۔ وہ ۲۰ جمادی‌الآخر ۸۱۷ھ (۶ ستمبر ۱۴۱۴ء) کو پیدا ہوئے اور ۸۸۰ھ (۱۴۷۵ء) میں ان کا انتقال ہوا[2] ۔ اپنے والد قطب عالم کے مرید تھے اور وہ سید جلال مخدوم جہانیاں کے پوتے ہیں[3] ۔ حاکم اوچھ سے مخالفت کی بنا پر وہ اپنے باپ اور مرشد شاہ محمود[4] کے حکم

۱۔ دھرمت کی لڑائی مراد ہے جو ۲۶ اپریل ۱۶۵۸ء کو ہوئی ۔ یہ مقام اجین سے جنوب و مغرب کی طرف ۱۴ میل کے فاصلے پر واقع ہے ۔
۲۔ ملاحظہ ہو اخبارالاخیار ، از شیخ عبدالحق دہلوی (کتب خانہ رحیمیہ دیوبند) ، ص ۱۶۷-۱۶۸ - (ق)
۳۔ اپنے زمانے کے نامورشیخ طریقت المتوفیٰ ۷۸۵ھ (۱۳۸۳ء) - (ق)
۴۔ اخبارالاخیار ، ص ۱۶۸-۱۶۹ - (ق)

کے مطابق سلطان محمود کے زمانے میں اس علاقے (گجرات) میں آ کر قصبہ پٹوہ میں مقیم ہو گئے ۔ سلطان محمود کا سلسلہ دو واسطوں سے سلطان مظفر والیٔ گجرات سے مل جاتا ہے [۴۴۷] ۔

پٹوہ ، احمد آباد سے تین کوس ہے اور ۸۵۷ھ (۱۴۵۳ء) میں ان کا انتقال ہو گیا[1] ۔

میر سید محمد ، شاہ عالم کے سجادہ نشین تھے اور فضل و بزرگی سے آراستہ تھے ۔ فقر و توکل میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا ۔ انھوں نے قرآن شریف کا ترجمہ بہت اچھی عبارت میں کیا ہے[2] ۔ جس زمانے میں جہانگیر بادشاہ ، گجرات سے سمندر کی سیر کے ارادے سے روانہ ہوا ، اور کھنبایت پہنچا تو میر (سید محمد) نہایت تعظیم و تکریم سے اس کے ساتھ تھے ۔ شاہجہاں بادشاہ سے بھی ان جلیل القدر سید کی دو مرتبہ ملاقات ہوئی ۔ پہلی مرتبہ شاہزادگی کے زمانے میں احمد آباد میں اور دوسری دفعہ جب شاہجہاں جنیر سے دارالخلافے کی طرف آ رہا تھا ۔ آں بزرگوار (سید محمد بخاری) نے اپنی تاریخ ولادت اس

۱۔ اخبارالاخیار ، ص ۱۶۷ ۔ (ق)

۲۔ یہاں یہ صراحت نہیں کی گئی کہ میر سید محمد نے کس زبان میں ترجمہ کیا لیکن تزک جہانگیری (ص ۲۴۵) میں تحریر ہے : ''مصحف بعبارت سلیس خالی از تکلف و تصنع ترجمہ نماید و اصلا تشرح و بسط و شان نزول آں متید نشدہ بلغات ریختہ قرآن را لفظ بلفظ فارسی ترجمہ کند و یک حرف بر معنی تحت اللفظ نیفزاید'' ۔

لیکن اس عبارت کے الفاظ ''بلغات ریختہ قرآن لفظ بلفظ فارسی ترجمہ کند'' سے گنجلک پیدا ہو گئی ہے ۔ مشہور محقق پروفیسر حافظ محمود خاں شیرانی (ف ۱۳۶۶ھ) کا یہ خیال ہے کہ یہ ترجمہ ریختہ (اردو) میں ہوا تھا ۔ ملاحظہ ہو ، مقالات حافظ محمود شیرانی ، جلد دوم (مرتبہ مظہر محمود شیرانی) (مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۶ء) ، ص ۴۳ - ۴۵ ۔ (ق)

مشہور مصرعے سے نکالی :

ع من و دست و دامان آل رسول[1] ۹۸۹ھ

کہتے ہیں کہ سیّد اور ان کے باپ دادا کا مذہب امامیہ ہے[2]۔ ۱۰۴۵ھ (۳۶-۱۶۳۵ء) آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں ان کا انتقال ہوا۔ وہ شاہ عالم کے روضے کے مغربی جانب دروازے کے پاس گنبد میر دفن ہوئے۔

میر سید جلال صورت و سیرت میں بہت خوب اور پاکیزہ تھا۔ ظاہری علوم و فنون میں بھی مہارت رکھتا تھا۔ اس کی طبع موزوں بھی اور شعر سے بہت مناسبت رکھتی تھی۔ رضائی تخلص تھا۔ [۴۴۸] یہ مشہور رباعی اسی کی ہے :

رباعی

در نخوت و کبر لا علاجم چہ کنم
با آنکہ امیر احتیاجم چہ کنم
میرم بنیاز و ناز دلبر نکشم
من عاشق معشوق مزاجم چہ کنم

سیّد (جلال) ۱۵ جمادی‌الآخر ۱۰۰۳ھ (۲۵ فروری ۱۵۹۵ء) کو پیدا ہوا۔ 'وارث رسول' سے تاریخ نکلتی ہے۔ شاہجہاں بادشاہ کی تخت نشینی کے

۱- یہ بوستان سعدی کا مصرع ہے۔ (ن)

۲- مصنف کا یہ خیال غلط ہے۔ اس خاندان کے مورث مخدوم جہانیان جہاں گشت مذہب اہل سنت و جماعت کے متبع بلکہ مبلغ و مناد تھے۔ ان کے تمام ملفوظات جامع‌العلوم ، سراج‌الہدایہ ، مقرر نامہ (مکتوبات) ، خزانۂ جلالی ، جواہر جلالی ، مظہر جلالی ، مناقب مخدوم جہانیان وغیرہ ہماری نظر سے گزرے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم کا مذہب اہل سنت و جماعت تھا اور ان کی اولاد و احفاد بھی اسی مذہب حقہ کی پابند تھی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ہماری کتاب "مخدوم جہانیان جہاں گشت" کراچی ۱۹۶۳ء۔

بعد وہ اپنے باپ کے حکم کے مطابق سلطنت کی مبارک باد دینے کے لیے دارالخلافہ آگرہ آیا ۔ اس کا نہایت اکرام و اعزاز ہوا ۔ حصول مراد کے بعد وہ اپنے وطن واپس چلا گیا ۔

دوسری مرتبہ پھر بادشاہ کے حضور میں آیا ۔ چوں کہ پرانے زمانے میں بھی اس خاندان کے چند لوگ سلاطین گجرات کے بڑے امرا میں سے رہے تھے اس لیے شاہجہاں بادشاہ نے ۷ شعبان ۱۰۵۲ھ (۱۶۴۲ء) کو سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں بہت کہنے سننے کے بعد لباس درویشی کو ترک کرایا اور چار ہزاری منصب اور موسوی خاں کی بجائے (سید جلال) کو ہندوستان کی صدارت کا عہدہ مرحمت فرمایا ۔

سید (جلال) نے اخلاق فاضلہ سے آراستہ اور عالی خاندان ہونے کے باوجود (بادشاہ سے) عرض کیا کہ سابق صدر موسوی خاں کے تساہل اور بے خبری کی وجہ سے اکثر ایسے آدمیوں کی مدد معاش مقرر ہو گئی ہے کہ جو اس کے بالکل مستحق نہ تھے [۴۴۹] اور اکثر لوگ جعلی سندوں کی بنا پر بہت سی اراضی پر قابض ہو گئے ہیں ۔ تمام ملک میں شاہی حکم پہنچا کہ تحقیق و تنقیح تک مدد معاش کی سندیں ضبط کر لی جائیں ۔ نوکری کی حالت میں اس قسم کی سختیاں عرفاً و عقلاً مستحسن ہیں لیکن اس وجہ سے لوگوں میں سید (جلال) کی بہت بد نامی ہوئی ۔ اگرچہ اس بات سے اس کی ذمہ داری سے برأت اور آقا کے حقوق کی ادائی ہو گئی ۔

اتفاق کی بات کہ اسی زمانے میں بیگم صاحبہ کے دامن میں آگ لگ گئی اور کچھ بدن جل گیا ۔ بہت خیرات و انعام ہوا ، قیدی رہا ہوئے ، (شاہی) مطالبات معاف ہوئے ۔ یہ حکم (ضبطی سندات مدد معاش) بھی موقوف رہا ۔ میر (جلال) منصب میں اضافے کے بعد چھ ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ اگر موت اس کو مہلت دیتی تو وہ بہت ترقی کرتا ۔ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں یکم جمادی الاولیٰ ۱۰۵۷ھ (۴ جون ۱۶۴۷ء) کو لاہور میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

کہتے ہیں کہ ملا محمد صوفی مازندرانی مشہور ، جوانی میں ایران سے

آیا اور اس نے ہندوستان کے اکثر علاقوں کی سیر و سیاحت کی اور وہ احمد آباد میں مقیم ہو گیا ۔ اس کو میر (جلال) سے تعلق خاطر ہو گیا اور وہ اس کو تعلیم دیتا تھا ۔ مُلا (مازندرانی) کے شعر لطف سے خالی نہیں ہیں ۔ یہ شعر اس کے ساقی نامے کا ہے :

بیت

نمی ماند ایں بادہ اصلا بآب [۳۵۰]
تو گوئی کہ حل کردہ اند آفتاب

مُلا (مازندرانی) نے ایک بیاض مرتب کی تھی جس کا نام 'بت خانہ' تھا ۔ اس میں شعرا کے دواوین سے ساٹھ ہزار اسعار انتخاب کیے تھے۔ گجرات کے صوبے دار سیف خاں کو مُلا سے اعتقاد تھا ۔ جہانگیر بادشاہ کے حکم کے مطابق مجبوراً اس کو : مُلا کے لیے (دربار شاہی میں) روانہ کرنا پڑا ۔ (مُلا مازندرانی) راستے میں فوت ہو گیا ۔ اسی حالت میں اس نے یہ رباعی کہی تھی :

رباعی

اے شاہ نہ بخت و نہ نگیں می ماند
از بہر تو یک دو گز زمیں می ماند
صندوق خود و کاسۂ درویشاں را
خالی کن و پر کن کہ ہمیں می ماند

بادشاہ نے (جب یہ رباعی) سنی تو رقت طاری ہو گئی ۔

الحاصل میر سید جلال نے دو لڑکے چھوڑے : پہلا سید جعفر تھا کہ جو صورت و سیرت میں باپ کے مشابہ تھا ۔ جب میر (جلال) صدارت کے عہدے پر سرفراز ہوا تو وہ شاہ عالم کے روضے کا سجادہ نشین مقرر ہوا ۔ دوسرا سید علی کہ جس کا خطاب رضوی خاں تھا ، ہندوستان کی صدارت پر فائز ہوا ۔ اس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے ۔ میر سید جلال نے اپنی لڑکی کو سید بھوہ بخاری مخاطب بہ دین دار خاں کے لڑکے شیخ فرید سے بیاہا تھا ۔

۱۲۹

محمد زمان طہرانی

جہانگیر بادشاہ کے منصب داروں میں سے ہے ۔ ایک زمانے تک صوبۂ بنگالہ میں تعینات رہا ۔ سلہٹ کا فوج دار اور جاگیر دار تھا ۔ جب شاہجہان بادشاہ تخت نشین ہوا تو پہلے سال جلوس میں دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا کہ وہ پہلے سے اس منصب پر تھا ۔ چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں دو سو سوار کا اضافہ اور پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں بھی دو سو سوار کا (اور) اضافہ ہوا ۔

آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ حضور میں حاضر ہوا ، اور ارادت و عقیدت کا اظہار کیا ۔ کچھ دنوں کے بعد وہ اسلام خاں کے ہمراہ کہ جو اعظم خاں کی تبدیلی کے بعد بنگالہ کی صوبے داری پر فائز ہوا تھا ، اس طرف روانہ ہوا ۔ آسام کے لوگوں کے ہنگامے میں کہ جو کوچ ہاجو کے زمیں دار پری چھت کے بھائی بلدیو کی مدد سے ہوا تھا اور جس میں انھوں نے بہت فساد مچایا تھا ، اسلام خاں کہ جس کا خطاب سیادت خاں تھا ، کے بھائی میر زین‌الدین علی کے ہمراہ اس نے نمایاں کارگزاری اور عمدہ خدمات انجام دیں اور اپنے رسوخ و فدویت کا اظہار کیا ۔ اسی وجہ سے گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور ایک ہزار اور آٹھ سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں دو سو سوار کا اضافہ ہوا ، اور ذات و سوار کے اعتبار سے اس کا منصب برابر ہوگیا ۔ چوں کہ اسی سال شاہزادہ محمد شجاع کو [۳۵۲] بنگالہ کی صوبے داری کے ساتھ اڑیسہ بھی مل گیا لہٰذا وہ حسب حکم وہاں کے انتظام و انصرام کے لیے روانہ ہوا ۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ وہاں سے معزول ہو کر دربار میں پہنچا ۔

بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے پاس گیا کہ جو بلخ وغیرہ کے بندوبست کے لیے گیا تھا ، اور جب

بادشاہزادہ بلخ نذر محمد خاں کے آدمیوں کو سپرد کر کے اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں واپس آیا تو وہ (محمد زماں طہرانی) حسب طلب شاہزادے سے پہلے دربار میں آ گیا ۔ اس کے بعد اس کا حال معلوم نہیں ہوا ۔

۱۳۰

مادھو سنگھ ہادا

راؤ رتن کا دوسرا لڑکا ہے ۔ پہلے سال جلوس شاہجہانی میں وہ ایک ہزاری ذات اور چھ سو سوار کے اپنے سابقہ منصب پر سرفراز رہا ۔ دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں وہ خان جہاں لودھی کے تعاقب پر مقرر ہوا اور تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں دکن میں بادشاہ کے آنے کے بعد وہ اس فوج میں مقرر ہوا کہ جس کا سردار شائستہ خاں تھا ۔ اس کے بعد سید مظفر خاں کے ہمراہ خان جہاں لودھی کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا کہ جو دکن چھوڑ کر مالوہ کی طرف جا رہا تھا ۔ اس نے اس مفرور کی تلاش میں بہت کوشش کی اور وہ اس کے پاس پہنچ گیا ۔ وہ (خان جہاں لودھی) پریشان ہو کر گھوڑے سے نیچے اُتر آیا ۔ مقابلے کے دوران مادھو سنگھ نے کہ جو سید مظفر خاں کا ہراول تھا ، اس کے برچھا مارا ۔ اس حسن خدمت کی وجہ سے اسے اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب [۳۵۴] اور علم عنایت ہوا ۔ چوں کہ اسی سال اس کا باپ فوت ہوا تھا اس لیے بادشاہ نے اس کے منصب میں پانسو ذات اور پانسو سوار کا اضافہ کیا اور اسے پرگنہ کوٹھ بیلاتھ جاگیر میں مرحمت فرمایا ۔ چھٹے سال جلوس میں وہ شاہ شجاع کے ہمراہ دکن کی طرف روانہ ہوا ، اور دکن کے صوبے دار مہابت خاں کے مرنے کے بعد برہان پور کے صوبے دار خان دوراں کی تعیناتی میں مقرر ہوا ۔

اسی زمانے میں دولت آباد کے نواح میں ساہو بھونسلہ نے شورش پھیلائی ۔ خان دوراں نے دوسرے تعیناتیوں کے ساتھ اس کی تنبیہ کا ارادہ کیا اور وہ روانہ ہو گیا ۔ اس نے شہر برہان پور کی حفاظت کے لیے (مادھو سنگھ) کو چھوڑا ۔ اس کے بعد ساتویں سال جلوس شاہجہانی میں

خان مذکور (خان دوراں) کے ساتھ ججھار سنگھ بندیلہ کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا ۔ ملک چاندا میں پہنچنے کے بعد جس دن بہادر خان روہلہ کا چچا نیک نام مصروف کار زار ہوا ، اور میدان میں زخمی ہوکر گر پڑا تو مادھو سنگھ نیک نام کی دائیں طرف سے نہایت تیزی کے ساتھ[۲] آگے بڑھا اور اس نے ان میں سے کچھ سرکشوں کو بری طرح قتل کیا اور بقیہ کو بھگا دیا ۔ اس کے بعد خان دوراں کے بڑے لڑکے سید محمد کے ساتھ اس عاقبت خوار گروہ پر حملہ آور ہوا کہ جو اپنے خاندان کے ساتھ جوہر کی رسم ادا کرنے والے تھے ، اور بہت سے آدمیوں کو ہلاک کر دیا ۔ اس کے بعد وہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور تین ہزاری ذات اور ایک ہزار چھ سو سوار [۳۵۴] کے منصب پر فائز ہوا ۔

نویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ برہان پور پہنچا اور ساہو بھونسلہ کی تنبیہ اور عادل خانیوں کے ملک کی بربادی کے لیے تین فوجیں تین سرداروں کی ماتحتی میں مقرر ہوئیں تو وہ خان دوراں کے ہمراہ مقرر ہوا ۔ وہاں سے واپس آنے کے بعد دسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب وہ بادشاہ کے حضور میں آیا تو اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں سلطان محمد شجاع کے ہمراہ کابل کی طرف روانہ ہوا اور تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں سلطان مراد بخش کے ہمراہ گیا کہ جو کابل کی طرف متعین ہوا تھا ۔

شاہزادے کی واپسی کے بعد چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور دو ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر مقرر ہوا ۔ سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا ۔ اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ کابل کے صوبیدار امیر الامرا کی کومک پر روانہ ہوا کہ جو بدخشاں کی تسخیر پر مقرر ہوا تھا ۔ اس کے بعد وہ سلطان مراد بخش کے ہمراہ بلخ روانہ ہوا ۔ جب سلطان مذکور (مراد بخش) مذکورہ خدمت سے سبکدوش ہوا اور سلطان محمد اورنگ زیب اس کی بجائے

مقرر ہوا تو مشار° الیہ (مادھو سنگھ) خدمات میں مشغول ہوا اور کچھ دنوں تک بلخ کے قلعے کی حفاظت پر مامور رہا ۔

جب شاہزادہ مرحوم (اورنگ زیب) عالی قدر باپ (شاہجہاں) کے حسب‌الحکم صوبہ مذکور (بلخ) کو وہاں کے حاکم نذر محمد خاں کے سپرد کر کے واپس لوٹ آیا اور جب وہ کابل میں آیا تو شاہی (حکم) کے مطابق مادھو سنگھ [۳۵۵] شاہزادے (اورنگ زیب) سے رخصت ہوکر اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور وطن کے جانے کی اجازت لی ۔ کچھ دنوں کے بعد ۱۰۵۷ھ (۱۶۴۷ء) میں وہ فوت ہوگیا ۔ اس کا لڑکا مکند سنگھ ہادا ہے کہ اس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے ۔

۱۳۱

مرزا والی

نسب کے اعتبار سے خواجہ حسن نقشبندی کا لڑکا ہے ۔ خواجہ ایک زمانے سے کابل میں سکونت اختیار کیے ہوئے تھا اور وہاں زندگی گزار رہا تھا[۱] ۔ جب بدخشاں کے والی مرزا سلیمان نے مرزا محمد حکیم کے اوپر سے کہ جو ابھی سن تمیز کو نہ پہنچا تھا ، شاہ ابوالمعالی کے غلبہ و استیلا کو ختم کر کے اس (شاہ ابوالمعالی) کو کیفر کردار کو پہنچا دیا ، اپنی لڑکی کو مرزا (محمد حکیم) کے ساتھ بیاہ دیا اور کابل کے اکثر محالات کو بدخشاں کی مملکت میں شامل کر لیا ۔ اس طرح دوستی کے پردے میں دشمنی کی اور یہ چاہا کہ آہستہ آہستہ کابل پر قبضہ کر لے ۔ جب مرزا سلیمان بدخشاں لوٹ گیا تو ایک جماعت نے کہ جس کے سردار خواجہ حسن اور باقی قاقشال تھے معاملے کی حقیقت مرزا (محمد حکیم) کو سجھائی ۔ انھوں نے بدخشیوں کے اخراج میں کوشش و انتظام کیا ۔

۱- دوسرے خطی نسخے میں خواجہ کی بجائے اس کے باپ دادا کے متعلق یہ بات بیان ہوئی ہے ۔ (مرزا اشرف علی مرتب متن فارسی)

جب مرزا [۳۵۶] سلیمان اس بات سے آگاہ ہوا تو وہ پھر کابل کی طرف متوجہ ہوا - مرزا (محمد حکیم) قلعے کو باقی خاں کے سپرد کرکے خود پشاور کی طرف چلا گیا - دریائے سندھ پار کر کے اس نے مدد کے لیے اکبر بادشاہ سے درخواست کی - انکہ خیل امرا اور صوبۂ پنجاب کے جاگیر دار شاہی حکم کے مطابق مرزا (محمد حکیم) کے ہمراہ گئے اور (مرزا محمد حکیم کو) مسند حکومت پر دوبارہ متمکن کرا دیا - اکبر بادشاہ کے حکم سے میر محمد خاں انکہ کابل کے معاملات کی سر براہی میں مشغول ہوا -

مرزا محمد حکیم نے اپنی بہن نجیب النساء کو کہ جس کو پہلے اس کی والدہ نے شاہ ابوالمعالی کے نکاح میں دے دیا تھا ، اکبر بادشاہ سے بغیر پوچھے اور میر محمد خاں سے بغیر دریافت کیے خواجہ حسن سے بیاہ دیا - جب خواجہ کو ایسی عالی نسبت حاصل ہو گئی تو اس نے مرزا (محمد حکیم) کے معاملات کو اپنے طور سے انجام دینا شروع کر دیا اور جو کام اس سے متعلق نہ تھے ان میں بھی دخل دینے لگا - میر محمد خاں کا مطلق خیال نہیں کرتا تھا - خاں مذکور تیز مزاج ہونے کی وجہ سے ان باتوں کی تاب نہ لا سکا اور وہاں سے لاہور چلا آیا -

خواجہ (حسن) مستقل طور سے وکیل (سلطنت) بن بیٹھا - بخل اور سخت گیری کے ساتھ ساتھ مغرور بھی ہو گیا - اس وقت کے ظریف اس کے متعلق کہتے تھے :

بیت

گر خواجۂ ما خواجہ حسن خواہد بود
مارا نہ جوال و نے رسن خواہد بود

جب مرزا سلیمان کو یقین ہوگیا کہ امرائے (اکبر) شاہی میں سے کوئی بھی [۳۵۷] کابل میں نہیں ہے تو گیارھویں سال جلوس الٰہی ۹۷۳ھ میں اس نے تدارک مافات کی غرض سے کابل پر لشکر کشی کر دی - مرزا (محمد حکیم) شہر (کابل) کو اپنے کوکہ ، معصوم کے سپرد کر کے خود خواجہ (حسن) کے ساتھ غور بند چلا گیا - جب مرزا سلیمان کابل پر زبردستی قبضہ نہ

کر سکا تو اس نے اپنی بیوی ولی نعمت بیگم کو قرا باغ کہ جو کابل سے بارہ کوس ہے ، بھیجا ۔ اس نے مکاری کے پردے میں صلح کی بات چیت کی ۔ مرزا (محمد حکیم) بیگم کے باتیں بنانے سے دھوکا کھا گیا اور ملاقات کرنی طے ہو گئی ۔ مرزا سلیمان ، بیگم کے اشارے سے کابل کے قرب و جوار سے یلغار کرکے آ گیا اور گھات میں بیٹھ گیا ۔ مرزا (محمد حکیم) کو پہلے ہی معلوم ہوگیا اور وہ فرار ہوگیا ۔ جب وہ ہندو کوہ کے درے پر آیا تو خواجہ حسن نے چاہا کہ وہ مرزا (محمد حکیم) کو پیر محمد خاں کے پاس بلخ لے جائے اور اس سے مدد کی درخواست کرے ۔ باقی قاقسال اس کے لیے تیار نہ ہوا ۔ اکبر بادشاہ سے مدد لینے کی غرض سے وہ جلال آباد پہنچا ۔ خواجہ (حسن) اپنی جماعت سے علیحدہ ہو کر بلخ چلا گیا ۔ مراۃ العالم میں لکھا ہے کہ وہیں فوت ہو گیا ۔

بیت

دل بشد جاں گریخت دین گم شد
اے حسن زیں بتر چہ خواہم شد

اس کی تفصیل اور اس (شعر) سے کیا غرض ہے معلوم نہیں ہوتا ، کیونکہ خواجہ اس واقعہ کے بعد مدتوں وکالت کا کام انجام دیتا رہا چنانچہ اکبر نامہ اور طبقات اکبری میں مندرج ہے [۳۵۸] ۔

جب مرزا (محمد حکیم) بنگالہ کے باغیوں کی ترغیب و تحریص سے شورش کے ارادے سے لاہور پہنچا تو اکبر بادشاہ کی روانگی کی شہرت ہی سے وہ کابل لوٹ گیا اور اکبر بادشاہ نے اس کے تعاقب کے ارادے سے ۹۹۰ھ (۱۵۸۲ء) میں دریائے سندھ عبور کیا اور مرزا (محمد حکیم) کی عذر خواہی کے جواب میں لکھا کہ اگر تمھاری بات درست ہے اور تم شرم کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتے تو اپنے لڑکوں میں سے کسی کو اپنی بہن کے ساتھ بھیجو ، اور اگر اس کے لیے تیار نہیں ہو تو خواجہ حسن کو وہاں کے اکابر کے ساتھ بھیجو تاکہ وہ عہد و پیمان کریں ۔

مرزا (محمد حکیم) نے ہر چند چاہا کہ (اس کی) بہن (اکبر کی) بارگاہ

میں جا کر سفارش کرے لیکن خواجہ (حسن) نہیں مانا اور وہ اپنی بیوی (خواہر محمد حکیم) کو لے کر بدخشاں کی طرف چلا گیا ، اور شاید اسی زمانے میں فوت ہوا ۔

خاندان سلطنت کی اس عفت مآب خاتون (خواہر محمد حکیم) کے بطن سے خواجہ کے دو لڑکے تھے ۔ ایک مرزا بدیع الزمان کہ جو نہایت لائق اور بہادر تھا ۔ جب ایک گم نام آدمی نے خود کو مرزا سلیمان کا بیٹا ہمایوں ظاہر کیا اور بدخشاں کے پہاڑوں میں اس نے سرداری کا جھنڈا بلند کیا تو بدیع الزمان نے چھیالیسویں سال جلوس الٰہی میں کچھ لوگوں کے ساتھ حصار شادماں سے نکل کر مقابلہ کیا اور غالب [۹۵۰ھ] آیا اور مقابلے میں وہ کم ظرف مارا گیا ۔ مشارٌ الیہ (بدیع الزماں) نے اکبر بادشاہ کے نام کا منبر اور سونا اور چاندی آراستہ کیا اور اس کے حضور میں عرض داشت بھیجی اور بادشاہ کے حضور سے اس پر بہت عنایات ہوئیں ۔

دوسرا مرزا والی ہے کہ جو ہندوستان آیا تو اس پر شاہی نوازشیں ہوئیں ۔ اکبر بادشاہ نے شاہزادہ دانیال کی لڑکی بلاقی بیگم کو اس کے نکاح میں دے دیا[1] ۔ جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں وہ ایک ہزار اور پانسو ذات اور سات سو پچاس سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ شاہجہاں بادشاہ کی تخت نشینی کے موقع پر اس کے منصب میں پانسو ذات اور دو سو پچاس سوار کا اضافہ ہوا اور وہ دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ آخر میں وہ سرکار ماندو کی فوج داری پر مقرر ہوا ۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۵۸ھ (۱۶۴۸ء) میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

اجین کے مضافات میں پرگنہ انہل بطور وطن اس کی جاگیر میں تھا ۔ جیسی اس کی (شاہی خاندان سے) قرابت تھی ویسی اس نے ترقی نہیں کی ۔ خسیس طبیعت تھا ۔ اس کے لڑکے مرزا ابوالمعالی مرزا خاں کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے ۔

۱۔ جہانگیر نے بلاقی بیگم کو مرزا والی سے بیاہا تھا ۔ ملاحظہ ہو تزک جہانگیری (لکھنؤ اڈیشن) ، ص ۲۷۴ ۔ (ق)

۱۳۲

مکرمت خاں

مُلا مرشد شیرازی (نام) ہے ۔ شروع زمانے میں مدتوں مہابت خاں سپہ سالار کے ساتھ رہا ۔ اس کے بعد جہانگیر بادشاہ کے ملازمین میں شامل ہوا ۔ شاہجہاں بادشاہ کی تخت نشینی کے شروع میں اسے [۶۰م] مکرمت خاں کا خطاب ، دیوان بیوتات کا عہدہ اور ایک ہزاری ذات اور دو سو سوار کا منصب ملا ۔ چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں وہ دارالخلافہ اکبر آباد کی دیوانی ، بخشی گری ، واقعہ نویسی اور بیوتاتی پر مامور ہوا[1] ۔ آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہی جھنڈے بندیلہ کی سرزمین میں لہرائے تو وہ جھانسی کے قلعے پر قبضہ کرنے اور اس مقہور (ججھار سنگھ بندیلہ) کے خزانوں کی تلاش کے لیے مقرر ہوا ۔ (جھانسی کا قلعہ) بد نصیب ججھار سنگھ کے مضبوط قلعوں میں سے تھا ۔ قلعے کے نگہبان زبردست فوج کے غلبے سے کہ جس کو انھوں نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا تھا ، ہمت ہار گئے اور عاجز ہو گئے ۔ انھوں نے ایسے قلعے کو کہ جو قلعہ داری کے ساماں و اسباب کے ساتھ نہایت مستحکم تھا اور ایک پہاڑی کے اوپر گھنے جنگل اور کانٹے دار درختوں کے درمیان واقع تھا بغیر لڑے بھڑے سپرد کر دیا ۔

مکرمت خاں نے اس فتح سے اٹھائیس لاکھ روپیہ جھانسی اور دتیہ کے قرب و جوار کے دفینوں سے تلاش کر کے حاصل کیا ۔ وہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور نذر کیا ۔ شاہجہاں بادشاہ نے اس علاقے کی سیر و تفریح کے بعد کہ جو چشموں اور آبشاروں کی کثرت کی وجہ سے رشک کشمیر ہے اسی سال کے آخر میں دریائے نربدا عبور کیا اور مکرمت خاں [۶۱م] بطور

۱۔ وہ علم نجوم کا بھی ماہر تھا اور اہل تنجیم کا داروغہ مقرر ہوا ۔ بادشاہنامہ ، جلد اول ، حصہ اول ، ص ۶۰م ۔ (پ)

سفیر بیجاپور کے والی عادل شاہ کے پاس روانہ ہوا کہ جس نے ناعاقبت اندیشی سے پیشکش بھیجنے میں تساہل کیا تھا اور عادل شاہیوں کے ان لوگوں کو جو قتل ہونے سے بچ گئے تھے ، اپنی حمایت میں اپنے پاس رکھ لیا تھا ۔ خان مذکور (مکرمت خان) نے ترغیب و تخویف کے ذریعے اس کو اطاعت کے لیے آمادہ کر لیا ۔ دسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ عجیب و غریب پیشکش اور ہاتھی کے ساتھ کہ جو اپنی نسل میں بے نظیر تھا اور اس کا نام گج راج تھا ، لے کر واپس ہوا اور اسے فخر حاصل ہوا ۔ اس کے بعد وہ خانسامانی کے عہدے پر مقرر ہوا ۔ پندرھویں سال جلوس شاہجہانی کے شروع ۱۰۵۱ھ (۱۶۴۱-۴۲ء) میں اسے تین ہزاری ذات و سوار کا منصب نقارہ اور دہلی کی صوبیداری ملی ۔ اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اعظم خان کی تبدیلی کے بعد ان مناصب کے ساتھ وہ متھرا و مہابن کا فوجدار و جاگیر دار بھی مقرر ہوا اور اس کے منصب میں ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا اضافہ ہوا اور اس طرح وہ چار ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

کیفیت شہر شاہجہاں آباد

چونکہ عالی ہمت لوگوں کا یہ خیال رہتا ہے کہ ان کا ذکر جمیل دنیا میں باقی رہے ، خاص طور سے ذوی الاقتدار سلاطین ہمیشہ چاہتے ہیں کہ دنیا کو مضبوط آثار و عمارات سے آراستہ کریں اس لیے شاہجہاں بادشاہ نے دریائے جمنا کے کنارے ایک شہر بسانے کا ارادہ [۴۶۲] کیا ۔ عمارت کے کام سے آگاہی رکھنے والوں (انجینیروں) نے بہت تلاش کے بعد ایک قطعۂ زمین ایسا انتخاب کیا کہ جو دارالملک دہلی کے حدود میں نورگڑھ اور اس آبادی کے آغاز کے بیچ میں واقع ہے - ۲۵ ذی‌الحجہ (۱۹ اپریل ۱۶۳۹ء) بارھویں سال جلوس شاہجہانی کو بنیاد کے نشانات کہ جو بادشاہ نے مقرر کر دیے تھے ، غیرت خان برادر زادہ عبداللہ خان کہ دہلی کا ناظم تھا ، کی سربراہی میں ڈالے گیے اور بنیادیں کھدنی شروع ہو گئیں ۔ ۹ محرم (۲ مئی ۱۶۳۹ء) کو اس عظیم‌الشان عمارت کی بنیاد رکھی گئی ۔ سلطنت کے ہر حصے

سے جہاں کہیں سنگ تراش سادہ اور جوڑ کا کام کرنے والے اور معار اور بڑھئی تھے ، بادشاہ کے حکم سے آئے اور بہت سے عملے کے ساتھ کام میں مشغول ہوگئے - ابھی پورے طور سے بنیاد نہیں رکھی گئی تھی اور کسی قدر مسالہ اور سامان جمع ہوا تھا کہ غیرت خاں تبدیل ہوکر ٹھٹہ کی صوبیداری پر چلا گیا[1] - صوبۂ دہلی کا انتظام اور عظیم‌الشان عارت کی تعمیر کا انتظام الہ وردی خاں کے سپرد ہوا[2] - وہ دو سال اور چند دن اس کام پر مامور رہا اور قلعہ کی بنیاد دریا کی طرف سے دس گز اٹھ گئی -

اس کے بعد صوبۂ دہلی کا انتظام اور عارت کی بنیاد و تعمیر کا کام مکرمت خاں کے سپرد ہوا کہ جو میر سامان کی خدمت [۴۶۳] پر مقرر تھا - اس نے اس کام میں بہت جد و جہد کی - یہاں تک کہ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں یہ فلک نما قلعہ مع اپنی دوسری خوبصورت عارات کے تیار ہوگیا - اس (قلعے) کے ہر گوشے میں محل اور ایوان تھے اور ہر کونے میں باغ اور تالاب تھے - بغیر کسی تکلف اور مبالغے کے اس کو نگار خانۂ چین کہہ سکتے ہیں - لیکن وہ پہلے والوں کا نقش تھا اور یہ بعد والوں کا نقش ہے :

بیت

در و آں قدر بردہ صنعت بکار
کہ خود نیز محو است صنعت نگار

یہ امیر خسرو کی غیب دانی ہے کہ جو کچھ پہلے انھوں نے دہلی کی

۱- غیرت خاں کے حالات کے لیے دیکھیے مآثرالامرا ، جلد دوم (اردو ترجمہ) ص ۸۵۸-۸۶۰ - کتابت کی غلطی سے آثارالصنادید ، (ص ۱۳۲) اور واقعات دارالحکومت دہلی ، جلد دوم (ص ۴۲) میں یہ نام عزت خاں لکھا گیا ہے - (ق)

۲- ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۲۰۷-۲۱۴ - (ق)

مدح میں کہا تھا وہ اب کام میں آیا :

بیت

اگر فردوس بر روئے زمیں است
ہمیں است و ہمیں است و ہمین است

چھ لاکھ روپے کے صرفے سے نو سال ، تین ماہ اور چند روز کے عرصے میں (قلعہ) مکمل ہوا ۔

(یہ) رفیع‌الشان قلعہ ہشت پہلو بغدادی (طرز) کا ہے ۔ اس کی لمبائی ایک ہزار بادشاہی گز اور چوڑائی چھ سو ہاتھ ہے ۔ اس کی دیواریں فتح پور کے سرخ پتھر کی بنی ہوئی ہیں ۔ اس کی بلندی زمین سے لے کر کنگروں تک پچیس ہاتھ ہے ۔ اس کا رقبہ چھ لاکھ گز (مربع) ہے جو مستقر الخلافہ اکبرآباد کے قلعے کی زمین سے دو گنا ہے ۔ اس کا دور تین ہزار چھ سو ہاتھ ہے ۔ [۴۶۴] اکیس برج ہیں جن میں سے سات گول اور چودہ ہشت پہلو ہیں ۔ قلعے میں چار دروازے اور دو کھڑکیاں ہیں ۔ قلعے کے ساتھ ایک خندق بھی ہے کہ جو بیس گز چوڑی اور دس گز گہری ہے اور خندق نہر کے پانی سے بھری ہوئی ہے ۔ اور یہ نہر دو طرف سے دریائے جمنا سے ملحق ہے مشرق جانب کے سوا کہ جدھر دریا (جمنا) قلعے کی دیوار سے ملا ہوا ہے ۔ یہ اکیس لاکھ روپے کی لاگت سے تیار ہوئی ۔

خاص محلات میں ایک شاہ محل ہے کہ جس کی چھت چاندی کی ہے ۔ بادشاہ کی آرام گاہ ، امتیاز محل ہے کہ جس کو برج طلا کہتے ہیں ۔ دیوان خاص و عام ہیں ۔ حیات بخش باغ پر اٹھائیس لاکھ روپیہ صرف ہوا ۔ بیگم صاحب کا محل اور دوسری بیگمات کے مکانات سات لاکھ روپے میں تیار ہوئے ۔ قلعے کے اندر دوسری عمارات بازار اور چوکیاں وغیرہ کہ جو بادشاہی کارخانہ جات کے لیے تعمیر ہوئی تھیں وہ چار لاکھ روپے میں مکمل ہوئیں ۔

سلطان فیروز خلجی نے خضر آباد کے قرب و جوار میں دریائے جمنا سے ایک نہر اپنی سلطنت کے زمانے میں نکالی تھی اور اس کو تیس بادشاہی

کوس تک لا کر پرگنہ سفیدون تک پہنچایا کہ جو اس کی شکارگاہ تھی اور جہاں آبپاشی کے لیے پانی کم تھا ۔ سلطان کے انتقال کے بعد سالہا سال گزر جانے پر وہ نہر خراب ہو گئی اور اس کا سلسلہ روانی بند ہو گیا ۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں دہلی کے صوبیدار شہاب‌الدین احمد خاں نے زراعت کی ترقی اور اپنے جاگیر کے علاقے کی آبادکاری کی غرض سے نہر مذکور کی مرمت کرائی اور اسے دوبارہ جاری کیا [۳۶۵] اور 'شہاب نہر' کے نام سے موسوم ہوئی ۔

جب اس کا انتقال ہو گیا تو پھر اس کی تعمیر و ترمیم نہ ہوئی ، اور پہلے کی طرح بند ہوگئی ۔ اس زمانے میں جب شاہجہاں بادشاہ نے اس قلعے کی تعمیر کی طرف توجہ کی تو حکم ہوا کہ خضر آباد سے سفیدون تک کہ جو اس کے آغاز و انتہا کے مقامات ہیں ؛ نہر مذکور کی مرمت کی جائے اور سفیدون سے قلعے تک کہ وہ تین شاہی کوس کی مسافت ہوگی ، ایک جدید نہر کھودی جائے ۔ تیاری کے بعد اس کا نام 'نہر بہشت' ہوا ۔ (قلعے کے) محلات میں پانی سے بھرے ہوئے حوض اور بلند پرواز فوارے عجیب بہار دے رہے تھے ۔

۲۴ ربیع‌الاول ۱۰۵۸ھ (۸ اپریل ۱۶۴۸ء) کو اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں کہ نجومیوں نے یہ دن بادشاہ کے نزول اجلال کے لیے مقرر کیا تھا ، جشن کے ساز و سامان اور عشرت کے اسباب مرتب و مہیا ہوئے اور تمام شاہی محلات کو مختلف قسم کے نفیس فرس سے آراستہ کیا گیا کہ جو کشمیر اور لاہور میں ایک خاص اون سے تیار ہوئے تھے اور ہر جگہ کے لیے بہت نفاست و لطافت سے تیار ہوئے تھے ۔

حجروں اور ایوانوں پر سنہرے ، روپہلے ، کلابتوں ، مخمل زربفت کے کام کیے ہوئے پردے لٹک رہے تھے جن کو گجرات کے عمدہ کام کرنے والے صنعت کاروں نے بنایا تھا ۔ ہر نشست گاہ میں تخت تھا کہ جو مرصع ، طلائی مینا کار ، منبت اور سادہ بنا ہوا تھا ۔ ہر جگہ مسند آراستہ تھی ۔ گاؤ تکیے موتیوں کے ٹکے ہوئے غلافوں سے مزین تھے ، سنہرے مسند پوش ان پر پڑے ہوئے تھے ۔ دیوان خاص اور دیوان عام کے رفیع الشان

محلات کے تیں طرف [۳۶۶] روپہلی جالیاں اور جھروکے کے سامنے سنہری جالیاں آراستہ تھیں ۔ اس زریں محل کے ہر طاق میں سونے کی زنجیر لٹکی ہوئی تھی جس کو دیکھ کر آسمان حکر میں تھا ۔

اس محل کے وسط میں ایک مربع تخت گاہ تھی کہ جس کے چاروں طرف سنہری جالیاں بنی ہوئی تھیں اور اس کے اوپر ایک مرصع تخت رکھا ہوا تھا کہ جو عظمت میں آسمان کے مثل تھا اور دنیا کو روشن کرنے والے سورج کا سرمایۂ فروغ وہی (تخت) ہے ۔ تخت کے سامنے زرنگار سائبانہ مروارید کی ڈوریوں کے ساتھ مرصع ستونوں پر کھڑا ہوا ہے ۔ تخت گاہ کے دو طرف دو مرصع چھتر مروارید کی ڈوریوں کے ساتھ اور تخت کے دوسری دو طرف پشت پہلو مسند نصب ہیں ۔

تخت گاہ کے پیچھے مرصع اور مطلا چوکیاں بچھی ہوئی تھیں کہ جس کے اوپر مقرر خانہ (اسلحہ) رکھا ہوتا ہے ۔ اس میں اسلحہ میں جواہر جڑاؤ تلواریں مع مرصع دستوں کے اور ترکش مرصع ساز و سامان کے ساتھ اور مرصع نیزے نہایت سلیقے سے رکھے ہوئے تھے ۔ (اسلحہ کی آرائش میں) سمندروں اور کانوں کے سرمائے کو کام میں لایا گیا ہے ۔ اس جادو کے بنے ہوئے محل کی چھتیں ، ستون ، دروازے اور دیواریں اور دیوان خاص و عام کے چاروں طرف کے محلات کو زردوزی سائبانوں ، فرنگی و چینی زرنگار پردوں اور گجرات کے سونے اور چاندی کے تاروں کے بنے ہوئے مخمل زربفت کے پردوں اور کلابتوں اور بادلے کی ڈوریوں سے آراستہ کیا گیا تھا ۔ اس رفیع الشان محل کے سامنے مخمل زربفت (کے شامیانے کی) بارگاہ اور اطراف کے محلات کے سامنے مخمل زربفت کے شامیانے [۳۶۷] روپہلی بلیوں پر کھڑے ہوئے تھے ۔

اس بارگاہ (وسیع شامیانے) کے نیچے رنگین فرش بچھا ہوا تھا اور اس کے چاروں طرف سنہری جالیاں نصب تھیں ۔ بارگاہ مذکور (بڑا شامیانہ) رفعت و وسعت میں آسمان سے مقابلہ کرتی تھی ۔ اور (وہ شامیانہ) بادشاہ کے حکم سے احمدآباد میں شاہی کارخانے میں تیار ہوا تھا ۔ اور ایک لاکھ روپے میں کافی مدت میں مکمل ہوا ۔ اس کی لمبائی ستر (۷۰) بادشاہی ہاتھ اور چوڑائی

پینتالیس (۴۵) ہاتھ تھی ۔ وہ چاندی کے چودہ ستونوں پر کہ جن میں ہر ایک سوا دو گز گول اور بائیس گز اونچا تھا ، کھڑا ہوا تھا ، اور وہ تین ہزار دو سو گز (مربع) زمین کا احاطہ کرتا تھا ۔ اور اس کے نیچے دس ہزار آدمی کھڑے ہو سکتے تھے ، اور فراش وغیرہ تین ہزار آدمی جر ثقیل کے ذریعے سے ایک مہینے میں اس کو کھڑا کرتے تھے اور خاص و عام میں وہ 'دل بادل' کے نام سے مشہور ہے ۔

غرض ایسی بارگاہ کہ جو آسمان سے مقابلہ کرے کبھی وجود میں نہ آئی اور ایسا مکان (قلعہ) کہ جو جنت کا نمونہ ہے ، زیب و زینت سے آراستہ (کبھی) نہ ہوا ۔ جس روز سے بادشاہ اس جنت نظیر قلعے میں آیا ہے اس دن سے دس دن تک جشن ہونا قرار پایا ۔ ہر روز سو آدمیوں کو فاخرہ خلعتیں مرحمت ہوتی تھیں ۔ بہت سے لوگوں کے مناصب میں اضافہ ہوتا تھا ۔ ان کو خطاب ملتے تھے ۔ اسی طرح ایک بڑی تعداد کو نقد انعام ، گھوڑے اور ہاتھی مرحمت ہوئے تھے ۔ میر [۴۹۸] یحییٰ کاشی نے اس عالی شان عمارت (قلعے) کے اختتام کی یہ تاریخ نکالی ہے :

ع شد شاہجہاں آباد از شاہ جہاں ، آباد

اس کو ایک ہزار روپیہ انعام ملا[1] ۔

ان عمارات کی تعمیر کی تکمیل پر مکرمت خاں کے منصب میں ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا اضافہ ہوا اور اس طرح وہ اصل و اضافہ کے بعد پانچ ہزاری ذات و سوار کے منصب پر سرفراز ہوا جن میں سے تین ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ تھے ۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۵۹ھ (۱۶۴۹ع) میں مکرمت خاں کا دہلی میں انتقال ہوا ۔

مشارٌ الیہ (مکرمت خاں) مالداری اور دولت مندی میں بہت شہرت رکھتا تھا ۔ مشہور ہے کہ ایک دن شاہجہاں بادشاہ نے فرمایا کہ بغداد و اصفہان کا نقشہ ملاحظہ فرمانے کے بعد کہ وہاں کے بازار ہشت پہلو اور

۱۔ قلعہ دہلی کے لیے دیکھیے آثارالصنادید ، ص ۱۳۰-۱۵۵ و رہنمائے قلعۂ دہلی مترجمہ و مرتبہ ظفر حسن دہلی ۱۹۲۰ء ۔ (ق)

مسقف ہیں ، اور یہ بات ہماری طبیعت کو پسند تھی (ویسے بازار یہاں) نہ بنائے گئے ، اور وہ انداز جو ہمیں پسند تھا ، اس شہر (کی تعمیر میں) عمل میں نہ آیا ۔ گویا اس طرح سے مکرمت خاں پر اعتراض کیا ۔ اس روز سے مکرمت خاں کہتا تھا کہ اگر یہ شہر میرے نام پر موسوم کر دیا جائے تو جو کچھ خرچ ہوا ہے وہ (تمام رقم) میں خزانے میں جمع کر دوں ۔

اس کا ایک لڑکا تھا جس کا نام محمد لطیف تھا ۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ [۴۶۹] دوآبہ کی فوجداری پر مقرر ہوا ۔ اور اس کے بھتیجے روح اللہ کو مناسب منصب ملا ۔

چونکہ تیز رفتار قلم نے یہ بیان کر دیا کہ کس طرح قلعہ وجود میں آیا ، اب وہ اس شہر اور پرانی دہلی کے حالات بھی بیان کرتا ہے ۔ جب قلعۂ مبارک شاہجہاں آباد مکمل ہو گیا تو عالی شان شہزادوں اور عظمت نشان امرا نے اس (قلعے) کے دائیں اور بائیں دریائے (جمنا) کے کنارے ایسی وسیع و عجیب عمارتیں اور دل پسند محلات بنانے شروع کیے کہ ان پر بیس لاکھ روپیہ خرچ ہوا ہوگا ۔ عوام ، مشاہیر اور رؤسا نے اپنے مرتبے اور احوال کے مطابق اپنی مالی حالت کی قلت و کثرت کے اعتبار سے عمارتیں بنوائیں کہ جن سے ان کی رغبت طبع اور دل پسندی کا اظہار ہوتا ہے کہ ان کا احاطہ ناممکن ہے ۔ یہ ایسی عظیم بستی اور ایسا بڑا شہر ہے کہ جہاں گشت سیاحوں نے ایسی نفاست ، وسعت ، ایسی جمعیت اور جامعیت کا شہر کسی اقلیم میں نہ دیکھا ہوگا :

بیت

تعالی اللہ اگر مصر است و گر شام
بود یک گوشۂ ایں محشر عام

مدینۃالسلام بغداد کہ جو پانسو اور کچھ سال عباسی خلفا کا دارالخلافہ رہا تھا ، دریائے دجلہ سے دو فرسخ یعنی [۴۷۰] چھ کوس کے فاصلے پر تھا اور اس عظیم‌الشان شہر کا محیط پانچ فرسخ یعنی پندرہ رسمی کوس کا ہے ۔ چوں کہ نئے شہر کی فصیل پتھر اور مٹی سے بنی تھی للہذا

کثرت بارش سے جگہ جگہ سے ٹوٹ گئی ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں فصیل پتھر اور چونے سے نہایت مضبوط و مستحکم بنانی شروع ہوئی اور تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں مکمل ہوئی ۔ اس کی لمبائی چھ ہزار تین سو چونسٹھ (۶۳۶۴) ہاتھ تھی ۔ ستائیس برج اور گیارہ دروازے تھے ۔ ان میں دو دروازے بڑے تھے کہ جن کی چوڑائی چار ہاتھ اور بلندی نو ہاتھ تھی ۔ اس تعمیر پر چار لاکھ روپیہ صرف ہوا ۔

چنانچہ لاہور کی طرف کا راستہ چالس ہاتھ چوڑا ، ایک ہزار پانسو بیس گز لمبا تھا ، اور اس پر نہایت مرغوب دل پسند ایک ہزار پانسو ساٹھ حجرے اور محل بادشاہ کے حکم سے وہاں کے رہنے والوں نے بنوائے تھے ۔ بازار کے آغاز سے چوک تک اسی (گز) طول اور اسی (گز) عرض ہے ، یعنی ۸۰ × ۸۰ ۔ بازار بادشاہی اصطبل سے ملا ہوا ہے کہ جو قلعے کی دیوار سے دو سو پچاس ہاتھ کے فاصلے پر بنا ہے ۔ کوتوالی چبوترہ چار سو اسی گز فاصلے پر ہے ۔ اور وہاں سے دوسرے چوک تک کہ جو سو (گز) لمبا اور سو (گز) چوڑا ۱۰۰ × ۱۰۰ ہشت پہلو بغدادی طرز کا بنا ہوا ہے ، ایک بازار ہے اسی قدر لمبا اور چوڑا ۔ اس چوک سے شمال کی طرف ایک وسیع دو منزلہ سرائے ہے کہ جس کو بیگم صاحب نے بنوایا ہے ۔ اس کا ایک دروازہ بازار کی طرف ہے اور دوسرا دروازہ اس باغ کی طرف ہے کہ جس کو صاحب آباد کہتے ہیں کہ جس میں بیں باغ ہیں ۔ [۴۷۱] اس کا طول نو سو ستر ہاتھ ہے ۔ ان میں سے ایک مکرمت خاں نے پیش کش گزرانا تھا اور شاہجہاں نے وہ باغ ملکہ عالم کو مرحمت فرما دیا ۔

بازار مذکور کے جنوبی طرف ایک حمام ہے کہ کمال لطافت اور صفائی سے ملکۂ زماں کے حکم سے تیار ہوا ہے ۔ اس سرائے اور چوک سے اس سرائے اور فتح پوری محل کے چوک تک پانسو ساٹھ گز کا فاصلہ ہے اور اکبر آباد کی طرف جانے والے جنوب کی طرف کے بازار کا راستہ ایک ہزار پچاس گز لمبا اور تیس ہاتھ چوڑا ہے ۔ اس کے دونوں طرف نہایت پاکیزہ اور خوب آٹھ سو اٹھاسی (۸۸۸) حجرے اور مکان بنے ہوئے ہیں ۔

قلعے کے دروازے کے سامنے والے بازار کے شروع میں جنوب کی طرف

اکبر آبادی محل (بیگم) کی بنوائی ہوئی ایک مسجد اور اس شہر (شاہجہاں‌آباد) کی جامع مسجد ہے کہ جس کا نام مسجد جہاں نما ہے جو نہایت مضبوط و مستحکم اور وسیع ہے اور قلعے سے پچھم کی طرف ایک پہاڑی پر ایک ہزار گز کے فاصلے پر واقع ہے ۔ ۱۰ سوال ۱۰۶۰ھ (۲۶ ستمبر ۱۶۵۰ء) کو اس مسجد کی نیاد رکھی گئی ۔ چھ سال کی مدت میں دس لاکھ کے صرفے سے یہ مسجد سعداللہ خاں اور خلیل‌اللہ خاں کے اہتمام سے تیار ہوئی :

ع قبلۂ حاجات آمد مسحد شاہجہاں

اس کی نکمیل کی تاریخ ہے ۔ ۱۰۶۷ھ

شاہزادگان عظام اور امرائے والا مقام [۲ء۷۴] نے خوب صورت حویلیاں اور دل پسند باغات اس طرح بنوائے ہیں کہ خیال کا تیز گام گھوڑا اس کے بیان کرنے میں لنگڑا جاتا ہے تو بھلا لکڑی کا یہ قلم کس طرح اس راستے کو طے کر سکتا ہے ۔ خاص طور سے وہ مسجدیں جو چوک سعداللہ خاں اور مشہور چوک یعنی چاندنی چوک میں ہیں اور (چاندنی چوک) ظفر خاں مخاطب بہ روشن‌الدولہ کا بنوایا ہوا ہے ۔ (ان مسجدوں کے) گنبد اور ستارے کہ جن پر سونے کا پانی پھرے ہوئے پیتل کے پتر چڑھے ہیں وہ خوب چمک دار ہیں ۔ سورج اور چاند کے نکلتے وقت ان کی چمک سے آسمان کی آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں ۔

چوں کہ یہ شہر ایک زمانے سے سلاطین کا پایۂ تخت رہا ہے اس لیے قلعے کے باہر ہر طرف بکثرت عمارتیں تعمیر اور بستیاں آباد ہوئیں اور اس کے چاروں کنارے آباد ہو گئے ۔ لوگوں کی کثرت اور تمام دنیا سے باشندوں کے آ جانے کی وجہ سے ہر گلی اور بازار مستقل ایک ولایت ہے کہ جس میں ہفت اقالیم کا سامان موجود ہے اور ہر گھر میں شہری ضروریات کی اشیا اور تمدن کا سامان موجود ہے اور ہر دوکان میں ہر ملک کی نفیس اور نادر اشیا بڑی کثرت اور بہتات سے موجود ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ نادر شاہی تاراجی و بربادی میں اس شہر (دہلی) کو کچھ نقصان ضرور پہنچا لیکن تھوڑے ہی دنوں میں وہ اپنی اصلی حالت پر آ گیا ۔ بلکہ ہر چیز پہلے سے بہتر اور ارزاں ہے ۔ اس شہر کے نقش و نگار کی تصویر کشی قلم کی طاقت

سے باہر ہے - یہاں کی صنعت‌کاری اور نزاکت پردازی روز افزوں ترقی پر ہے - یہاں کے لوگ [۴۷۳] عیش و عشرت اور بزم آرائی سے واسطہ رکھتے ہیں - چوں کہ اس حیرت افزا شہر کی خصوصیات کے بیان کرنے میں قلم قاصر ہے اس لیے فروغی کشمیری کے ایک شعر پر کہ جو اس نے اس شہر کی تعریف میں کہا ہے اکتفا کیا جاتا ہے :

بیت

جہاں را گر بہ از خود یاد باشد
ہمیں شاہ جہاں آباد باشد

لیکن قدیم دہلی کہ جو ہندوستان کے بڑے اور پرانے شہروں میں سے ہے ، پہلے اس کا نام اندر پت تھا - وہ ایک سو چودہ درجہ اور اڑتیس دقیقہ طول‌البلد اور اٹھائیس درجہ اور پندرہ دقیقہ عرض‌البلد پر واقع تھا - بعض لوگوں نے اس کو دوسری اقلیم میں شمار کیا ہے لیکن وہ تیسری اقلیم میں واقع ہے - سلطان قطب‌الدین اور سلطان شمس‌الدین نے رائے پتھورا کے قلعے میں زندگی گزاری اور سلطان غیاث‌الدین بلبن نے ایک اور قلعہ بنوایا[1] اور اسی میں اپنا مقبرہ تجویز کیا - معزالدین کیقباد نے دریائے جمنا کے کنارے ایک اور شہر بسایا اور اس کا نام کیلو کڑھی رکھا - امیر خسرو نے قران‌السعدین میں اس شہر کی تعریف کی ہے[2] -

بیت

وہ دہلی و وہ بتان دہلی
پگ بستہ و چیرہ کج نہادہ

ہمایوں کا مقبرہ اسی شہر میں ہے[3] - سلطان علاء الدین نے ایک اور

۱- ملاحظہ ہو آثارالصنادید ، ص ۸۷-۸۹ - (ق)
۲- ایضاً ، ص ۱۹۸-۲۰۰ - (ق)
۳- ملاحظہ ہو اخبار الصنادید ، ص ۳۳-۳۵ - (ق)

شہر کی بنیاد رکھی ؛ اس کو سری کہتے ہیں ۔ اس کے بعد [۴۷۸] تغلق شاہ نے تغلق آباد بسایا اور اس کے لڑکے سلطان محمد (تغلق) نے ایک نیا شہر آباد کیا اور دلکشا عمارتیں بنوائیں ۔ سلطان فیروز (تغلق) نے اپنے نام پر ایک بڑا سہر آباد کیا اور دریائے جمنا کو کاٹ کر (شہر کے) نزدیک لایا ۔ فیروز آباد سے تین کوس کے فاصلے پر اس نے ایک دوسرا محل بنوایا اور اس کا نام جہاں نما رکھا ۔

جب ہمایوں بادساہ کا زمانہ آیا تو اس نے اندر پت کے قلعے کی تعمیر کرائی اور اس کا نام دین پناہ رکھا ۔ سیر خان سوری نے علائی دہلی کو ویران کر کے ایک اور سہر بسایا ، اس شہر کے آثار موجود ہیں[1] ۔

اس صوبہ (دہلی) کی لمبائی پلول سے لدھیانہ تک کہ جو دریائے ستلج کے کنارے ہے ، ایک سو ساٹھ کوس ہے اور اس کی چوڑائی سرکار ریواڑی سے کوہ کمایوں تک ایک سو چالیس کوس ہے ۔ اور دوسری طرف حصار سے خضر آباد تک ایک سو تیس کوس کا فاصلہ ہے ۔ مشرق میں آگرہ ہے مشرق اور شمال کے درمیان خیر آباد سے ملا ہوا ہے کہ جو صوبہ اودھ میں ہے ۔ شمال میں پہاڑی سلسلہ ہے ، جنوب میں آگرہ و اجمیر ہے ۔ مغرب میں لدھیانہ اور دریائے گنگا کا دہانہ ہے ۔

چونکہ اس صوبے میں چشمے اور ندیاں کثرت سے ہیں ۔ اس صوبے کے شمالی پہاڑ کے کچھ علاقے کو کماؤں کہتے ہیں ۔ اس میں سونے ، چاندی ، سیسے ، تانبے ، ہرتال اور سہاگے کی کانیں ہیں ۔ کالے ہرن ، نیل گائے ، ریشم کے کپڑے ، باز ، شاہین ، اور دوسرے شکاری جانور ، گھوڑے ، اور خاص طور سے گوت گھوڑے یہاں بہت پائے جاتے ہیں ۔

اس صوبے میں آٹھ سرکاریں اور دو سو بتیس پرگنے ہیں ۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں اس کی جمعبندی ساٹھ کروڑ ، سولہ لاکھ پندرہ ہزار پانسو پانچ دام کی ہوئی ۔ [۴۷۵] جب شاہجہاں بادشاہ نے شاہجہاں آباد ، آباد کر کے اس شہر کو دارالخلافہ بنایا تو اس میں اور محال بھی شامل کر دیے ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو واقعات دارالحکومت دہلی ، جلد دوم ، ص ۶۴۲-۶۴۶ ۔

اس طرح اس صوبے میں بارہ سرکاریں اور دو سو اکیاسی محال ہو گئے اور اس کی جمعبندی ایک ارب بائیس کروڑ انتیس لاکھ ، پچاس ہزار اور ایک سو سینتیس دام ہوئی -

اس خطۂ عظیم میں کہ جو ہندوستان کے بہترین علاقوں میں ہے تین موسم ہوتے ہیں : موسم سرما کہ جو شروع آبان سے بہمن تک رہتا ہے - آذر اور دے کے مہینوں میں سخت سردی پڑتی ہے - پہلے اور آخر کے دونوں مہینے اگرچہ سرد ہیں لیکن زیادہ سرد نہیں ہیں - اور اس زمانے میں ہندوستان کا موسم خوب ہوتا ہے کہ سیر و شکار دل بھر کے کر سکتے ہیں -

دوسرا موسم گرما کہ جو شروع اسفندار سے آخر خورداد تک رہتا ہے - اسفندار کے مہینے میں ہندوستان میں موسم بہار کا آغاز ہوتا ہے اور موسم بہت معتدل ہوتا ہے اور فروردی کا مہینہ بھی معتدل ہے - ان دونوں مہینوں میں آدمی سواری کر سکتا ہے اور دوڑ سکتا ہے - اردی بہشت بھی برا نہیں ہے لیکن بغیر ضرورت محنت کر سکتے ہیں اور خرداد میں سخت گرمی پڑتی ہے -

تیسرا برسات کا موسم ہے - اس میں بھی اگر بارش ہو تو ہوا (آب و ہوا) اچھی رہتی ہے اور نہیں تو خورداد کی طرح گرم رہتا ہے - امرداد میں خوب بارش ہوتی ہے - بارش کے اختتام پر ہوا بہت پر لطف لگتی ہے - کبھی کبھی دن میں دس پندرہ مرتبہ بارش ہوتی ہے اور رنگین بادل [٤٧٦] چھا جاتے ہیں - اور یہ بھی ہندوستان کے بہت اچھے دن ہیں - ماہ شہریور میں بھی اگرچہ بارش تو ہوتی ہے لیکن ماہ گزشتہ (امرداد) کی طرح نہیں ہوتی ہے - مہر ، برسات کے موسم کا آخری مہینہ ہے -

اس زمانے میں بارش خریف اور ربیع کے لیے بہت نفع بخش ہے - (برسات میں) ایک پہر کے بعد دن گرم ہو جاتا ہے اور رات میں سردی سی پڑتی ہے - اس موسم میں تین طرح کی ہوا ہوتی ہے - اگر بارش ہوتی ہے تو مرطوب ورنہ گرم ، لیکن گرمی کے زمانے میں ہوا ناقابل برداشت نہیں ہوتی ہے - بارش کے موسم میں اگر بارش نہیں ہوتی ہے اور ٹھنڈی ہوا نہیں چلتی ہے ، تو ہوا ناقابل برداشت ہوتی ہے - تمام ہندوستان میں

بہترین موسم ہوتے ہیں ، لیکن (مختلف علاقوں میں) ہوا (آب و ہوا) میں فرق ہوتا ہے ۔

۱۳۳

مرزا حسن صفوی

مرزا رستم قندھاری کا تیسرا لڑکا ہے ۔ جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں ایک ہزار اور پانسو ذات اور سات سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ شاہجہاں بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد وہ اپنے باپ کے ہمراہ صوبہ بہار سے آیا اور بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا ۔ دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں وہ صوبۂ بنگالہ پر تعینات ہوا ۔ وہ ایک زمانے تک اپنے لڑکے مرزا صف شکن خاں کے ہمراہ اس صوبے کے کومکیوں میں شامل رہا ۔ پھر بادشاہی حکم کے مطابق حضور میں پہنچا اور شرف باریابی حاصل کیا ۔ اس کے بعد وہ پھر اپنی جگہ پر لوٹ گیا اور اس کے منصب میں [۴۷۷] اضافہ ہوا ۔

انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ملا اور فتح پور کی جاگیر داری پر مقرر ہوا ۔ اور بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اپنے چھوٹے بھائی شاہنواز کے تبادلے کے بعد جونپور کی فوجداری پر فائز ہوا ۔ اس کے لڑکے صف شکن خاں کے ساتھ اس کو نقارہ مرحمت ہوا ۔ پھر اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر مقرر ہوا اور اسے اپنے باپ کے پاس جانے کی اجازت ملی ۔

اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں مرزا (حسن صفوی) اپنے لڑکے (صف شکن) کے ہمراہ جونپور سے آکر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اس کے بعد باپ بیٹے دونوں بنگالہ کے کومکی ہو کر اس طرف روانہ ہوگئے ۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شہزادہ محمد شجاع کی درخواست کے مطابق وہ صوبۂ مذکور (بنگالہ) میں کوچ (کوچ بہار) کی تھانیداری پر

مقرر ہوا اور اس کے منصب میں ایک ہزار سوار کا اضافہ ہوا ۔ تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۵۹ھ (۱۶۴۹ء) کے آخر میں اس کا انتقال ہو گیا ۔ مشارٌالیہ (مرزا حسن صفوی) نے 'خان' کا خطاب قبول نہیں کیا ۔

باپ کے مرنے کے بعد مرزا صف شکن صوبۂ بنگالہ میں جیسور[1] کی تھانیداری اور فوجداری پر کچھ دنوں رہا ۔ اس کے بعد اس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور بادشاہ کی دعا گوئی کے وظیفے میں دن گزارنے لگا ۔ ۱۰۷۳ھ (۱۶۶۲ء) پانچویں سال جلوس عالم گیری میں اس کا انتقال ہو گیا ۔ میر میران یزدی کی لڑکی اور نوازش خان عبدالکافی کی بہن اس کے گھر میں تھی [۴۷۸] ، (نوازش خان) خلیل اللہ خان کا سوتیلا بھائی تھا ۔

اس کے لڑکے سیف الدین صفوی پر خلیل اللہ خاں کے داماد ہونے کی وجہ سے بادشاہ کی عنایات ہوئیں اور ساتویں سال جلوس عالم گیری میں اسے کامیاب خاں کا خطاب ملا ۔ کسی وجہ سے وہ منصب سے معزول ہو گیا اور چودھویں سال جلوس میں وہ اپنے منصب پر بحال ہوا اور اسے 'خان' کا خطاب ملا ۔

۱۴۴

مرتضیٰ خان سید نظام

میر صدر جہان پہانی کا دوسرا لڑکا ہے ۔ اس (صدر جہان) کی ایک برہمن عورت تھی کہ جس سے میراں (صدر جہاں) بہت محبت کرتا تھا ۔ اسی وجہ سے وہ اس لڑکے سے بہت محبت کرتا تھا ۔ اس نے اس کی تربیت میں بہت کوشش کی ۔ (میراں نے) اپنی زندگی ہی میں اسے بادشاہ کی خدمت میں روشناس کرایا اور عمدہ منصب دلوا دیا ۔

میراں (صدر جہاں) کے انتقال کے بعد جہانگیر بادشاہ نے اسے دو ہزار اور پانسو ذات اور دو ہزار سوار کا منصب مرحمت کیا ۔ شاہجہاں

۱۔ متن میں حصر ہے جو غلط ہے جیسور صحیح ہے ۔ (ب)

بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد پہلے سال جلوس میں اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا اور اسے تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور نقارہ مرحمت ہوا ۔ مرتضیٰ خاں میر حسام الدین انجو کے مرنے کے بعد سید مذکور (سید نظام) کو مرتضیٰ خاں کا خطاب حاصل ہوا ۔

جس زمانے میں کہ مہابت خاں خان خاناں صوبہ دکن کا ناظم مقرر ہوا تو خان مشار الیہ (مرتضیٰ خاں) بھی کومکیوں میں شامل ہو کر دکن روانہ ہوا ۔ جب مہابت خاں سپہ سالار کی بہادری سے دولت آباد کے نو قلعے [۴۲۹] چھٹے سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۲ھ (۳۳-۱۶۳۲ء) میں فتح ہو گئے تو سپہ سالار نے چاہا کہ فوج کے کسی ایک سردار کو مخلص سپاہیوں کے ساتھ قلعے کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر خود برہان پور چلا جاؤں ۔ قلعے کے محاصرے کے زمانے میں بہت دنوں تک مختلف قسم کی مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھائی تھیں اور بیجاپوریوں اور نظام شاہیوں کی لڑائی سے صبح شام کسی وقت فرصت نہیں ملی تھی اور رسد بھی ختم ہو گئی تھی ۔ وہ جس کو یہ کام سپرد کرنا تھا وہ ذمہ داری نہیں لیتا تھا ۔ چونکہ مرتضیٰ خاں کے پاس سامان اور جمعیت بہت تھی اس لیے مہابت خاں نے (قلعے کی حفاظت کے لیے) اس پر بہت زور دیا ۔ لیکن اس نے انکار کرنے میں اتنا اصرار کیا کہ مہابت خاں نے اس سے استعفا لے لیا ۔

چونکہ خان دوراں نے نہایت اخلاص اور حمایت سے اس خدمت کو قبول کر لیا ، خانِ خاناں (مہابت خاں) نے حکمت عملی سے کام لیا اور دوسری جماعت کے ساتھ سید مرتضیٰ خاں کو بھی خان (دوراں) کی ہمراہی میں قلعے میں چھوڑا اور خود چلا آیا ۔ چند ہی روز میں خان دوراں کے نام فرمان پہنچا کہ چونکہ اس نے (تسخیر قلعہ) میں سب سے زیادہ مصیبت اور تکلیف اٹھائی ہے اس لیے وہ قلعے کو مرتضیٰ خاں کے سپرد کر کے مالوہ کو چلا جائے کہ جو اس کی صوبیداری میں ہے اور وہاں کچھ دنوں آرام کرے ۔ خان مذکور (خان دوراں) نے سید (مرتضیٰ خاں) کو قلعے میں چھوڑا اور جو سرکاری خزانہ کہ اس کے پاس تھا ، قلعے کی حفاظت کے

لیے مشار' الیہ (مرتضیٰ خان) کو [۴۸۰] دے کر وہ (مالوہ) کی طرف چلا گیا۔

اس کے بعد وہ دلمئو کی جاگیرداری پر فائز ہوا اور اس علاقے کے بیس (راجپوت) سرکشوں کی تنبیہ پر مامور ہوا۔ چونکہ اس کا وطن دلمئو کے قریب تھا اس لیے اس نے بڑی جماعت اور بہت سے آدمی جمع کر لیے اور بیس (راجپوتوں) کی تنبیہ و تادیب میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ وہ بار بار لڑائی اور مقابلے میں غالب آیا اور اس کی بہادری کا سکہ بیٹھ گیا۔ وہ ایک زمانے تک بیسواڑہ اور لکھنؤ کے انتظام پر مقرر رہا۔

آخر میں بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے اس میں چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی اور وہ اچھی طرح خدمت انجام نہیں دے سکتا تھا۔ چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ شاہی حکم سے منصب سے معزول ہو گیا، اور بیس لاکھ دام سالانہ اس کے وطن پرگنہ پہانی سے اسے ملنے لگے۔ پہانی کی سالانہ جمعبندی ایک کروڑ دام تھی۔

چونکہ اس کے لڑکے فوت ہو چکے تھے، اس کے پوتوں عبدالمقتدر اور عبداللہ میں سے ہر ایک کے منصب میں اضافہ ہوا اور اس کے دوسرے پوتوں کو ان کے حسب حال منصب ملے۔ اس پرگنہ (پہانی) کی آمدنی میں سے اسی لاکھ دام ان (سب کو) ملنے لگے۔ اس کے بعد سید مذکور (مرتضیٰ خان) ایک زمانے تک وظیفہ خواروں کی فہرست میں شامل رہا، پھر اس کا انتقال ہو گیا۔ عبدالمقتدر شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں ایک ہزاری ذات اور چھ سو سوار کے منصب تک پہنچا اور اسے خیرآباد کی فوجداری ملی [۴۸۱]۔

۱۳۵

معتقد خان مرزا مکی

افتخار خان کا لڑکا ہے کہ جس نے بنگالہ میں ساتویں سال جلوس جہانگیری میں عثمان خان لوہانی کی لڑائی میں بہت جانفشانی اور جاں ستانی

دکھائی اور آخر اس میں کام آیا ۔ مرزا (معتقد خاں) نے بھی اس جنگ میں بہت بہادری دکھائی ۔ یہ دونوں باپ بیٹے تیر اندازی میں مشہور زمانہ تھے ۔

باپ کے مرنے کے بعد اپنے نصیبے کی رہنمائی سے وہ شاہزادہ ولی عہد شاہجہاں کی ملازمت میں آ گیا ۔ خدمت انجام دیتا رہا اور ہمیشہ شاہزادے کے حضور میں رہا ۔ اس طرح اس کو قرب و اعتبار حاصل ہوا ۔ کہتے ہیں کہ اس کو شاہجہاں بادشاہ کے ساتھ رضاعت کی نسبت کا شرف بھی حاصل تھا ۔

جب شاہزادے (شاہجہاں) نے پہلی مرتبہ دکن کی مہمات کے سر کرنے کا بیڑہ اٹھایا تو افضل خاں اور بکرماجیت کہ جو شاہجہانی سرکار کے سرداروں میں سے تھے ، عادل شاہ کے سمجھانے اور اس کو اطاعت پر تیار کرنے کے لیے مامور ہوئے ۔ مشارٌ الیہ (معتقد خاں) کو جادو داس دیوان بیوتات کے ساتھ حیدر آباد جانے کا حکم ہوا کہ وہ وہاں کے حاکم قطب شاہ کو خواب غفلت سے بیدار کر کے اطاعت پر آمادہ کریں ۔ وہ بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ۔ اس نے قطب شاہ کو پورے طور سے مطیع و فرمانبردار پایا اور پندرہ لاکھ روپے کی پیشکش لے کر واپس لوٹا کہ جس میں قیمتی جواہر ، مشہور و مضبوط ہاتھی اور عمدہ گھوڑے شامل تھے - اور جب وہ بادشاہ کے حضور میں آیا تو اس کی خدمت پسند کی گئی اور [۴۸۲] اس کے عز و وقار میں اضافہ ہوا ۔

شاہزادہ (شاہجہاں) کی ناکامی کے زمانے میں جب کہ بد قسمتی سے سفر کے سوا مفر نہ تھا تو اس نے اخلاص و صفائی سے کہ اچھے عادات میں ہیں ، اپنے آقا کی خدمت اور وفاداری کو اپنی بہبود کی پونجی سمجھا اور شہزادے (شاہجہاں) سے جدائی اختیار نہیں کی ۔ یہاں تک کہ زمانے کے انقلاب سے موافق دور آ گیا اور شاہجہاں کا عہد سلطنت شروع ہوگیا ۔ ۱۰۳۷ ھ (۱۶۲۷ء) میں جہانگیر کا انتقال ہو گیا ۔

شاہجہاں جنیر، دکن سے چل پڑا اور ۱۷ ربیع‌الآخر (۱۶ دسمبر ۱۶۲۷ء) کو کانگریہ تالاب کے کنارے مقیم ہوا کہ جو شہر احمد آباد کے باہر واقع

ہے اور شہر کی رونق کو بڑھا رہا ہے ۔ اس علاقے کا انتظام وقت کے تقاضے کے مطابق شیر خاں تونور کے سپرد ہوا ۔ چوں کہ ابھی تک وہ دارالخلافہ میں نہیں پہنچا تھا اور سلطنت کو استقلال حاصل نہیں ہوا تھا مگر معتقد خان کو چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب مرحمت ہوا اور اسے ایک جماعت کے ساتھ احمد آباد میں چھوڑ دیا گیا ۔

دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں وہ اجمیر کی فوج داری پر مقرر ہوا ۔ اس کے بعد مالوہ کی فوج داری پر مقرر ہوا ۔ پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں جب اس صوبے کی حکومت نصرت خان خاندوراں کو ملی تو وہ دارالخلافہ کے اطراف کی فوج داری پر مامور ہوا ۔ اسی سال دوبارہ اڑیسہ کے ناظم باقر خان نجم ثانی کی شکایت [۴۸۳] شاہجہاں بادشاہ کے حضور میں پہنچی کہ وہ رعایا کے ساتھ نامناسب سلوک کرتا ہے ۔ معتقد خان کے منصب میں سواروں کا اضافہ ہوا اور وہ اڑیسہ کی صوبے داری پر فائز ہوا ۔

عجیب بات یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ باقر خاں نے کچھ ایسے کام کرکے دولت حاصل کی کہ اگر کوئی اس کا راز فاش کردے تو اس شخص کی رسوائی ہو ، لہٰذا اس نے چاہا کہ اس معاملے کو دبا دے ۔ اس نے اس علاقے کے زمیں دار بشمول دیس مکھ ، دیس پانڈیہ اور مقدم جمع کیے اور جن پر شرارت کا گماں تھا ان کو قید کر دیا ، اور ان میں سے ایک دم سات سو آدمی قتل کر دیے ۔ ان جاں گرفتہ لوگوں میں سے ایک نکل بھاگا اور وہ بادشاہ کے حضور میں پہنچ گیا اور اس نے چالیس لاکھ روپے کی تفصیل بنام باقر خاں لکھ کر دی ۔ اسی دوران میں اس مقدمے کی تحقیق بھی معتقد خان کے سپرد ہوئی ۔ اتفاق سے باقر خاں کا داماد مرزا احمد کہ جس کو اس صوبے کی بخشی گری ملی تھی اور وہ بھی ساتھ تھا ، ایک دن الہ آباد سے کشتی میں بیٹھے ہوئے جا رہے تھے کہ مرزا احمد نے ، کسی عنوان سے اس تفصیل (گوشوارے) کو نکلوایا اور اس زمیں دار سے پوچھ گچھ کی اور دیکھنے کے بہانے سے اس گوشوارے (درخواست) کو لے لیا اور نہایت پھرتی سے اس پر ایسی تلوار چلائی کہ سر تن سے جدا ہو کر دریا میں گر پڑا اور

وہ گوشوارہ (درخواست) بھی پھاڑ کر دریا میں بہا دیا ۔ اور معتقد خاں سے کہا کہ یہ کام میں نے محض تمھاری خیر خواہی کی وجہ [۴۸۴] سے کیا ہے کہ آخر کار اس طرح کی درخواست تمھارے نام سے بھی مرتب کر سکتا تھا ۔ معتقد خاں نے (اس بات کو) پسند کیا لیکن کچھ دنوں بادشاہ کا معتوب رہا ۔

معتقد خاں مدتوں اس علاقے میں انصاف سے حکومت کرتا رہا ۔ اس نے فرماں برداروں پر مہربانی اور سرکشوں پر سختی کی ۔ جب وہ بادشاہ کے حضور میں آیا تو دوبارہ اسے اُنیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسی علاقے کی حکومت پر متعین کیا گیا ۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ بادشاہ کے حضور میں طلب ہوا ۔ چوں کہ اسی زمانے میں جون پور کے حاکم اعظم خاں کا انتقال ہوا تھا اس لیے اس سرکار (جون پور) کا بندوبست معتقد خاں کے سپرد ہوا ۔ (وہ حضور سے واپس ہوتے ہوئے) راستے سے لوٹ آیا اور اپنی مفوضہ خدمات پر روانہ ہوا ۔ چوں کہ وہ بوڑھا ہو گیا تھا لہٰذا اب اس سے کام نہیں ہوتا تھا ۔ پچیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۲ ذی قعدہ ۱۰۶۱ھ (۱۷ اکتوبر ۱۶۵۱ء) کو بادشاہ کے حضور میں اس کی عرضی پہنچی کہ وہ جون پور کے نواح کا انتظام نہیں کر سکتا ہے ، لہٰذا وہ خدمت مراد کام صفوی کے نام تجویز ہوئی ۔ اتفاق سے وہ بھی اسی تاریخ کو جون پور میں فوت ہو گیا ۔

۱۳۶

مرزا عیسیٰ ترخان

اس کا باپ جان بابا ، سندھ کے حاکم مرزا جانی بیگ کے باپ کا چچا ہے ۔ جب مرزا جانی (بیگ) کا انتقال ہو گیا تو مرزا عیسیٰ نے حکومت کی ہوس میں ہاتھ پاؤں مارے ۔ خسرو خاں چرکس نے کہ جو اس خاندان (ترخانیان) کا مستقل وکیل تھا ، مرزا [۴۸۵] غازی کو باپ کا جانشین بنایا اور اس نے چاہا کہ مرزا عیسیٰ کو قید کر دے ۔ وہ اپنی خوش قسمتی

اور اقبال مندی سے اس ملک سے بھاگ کر جہانگیر بادشاہ کی پناہ میں پہنچ گیا ۔ جہانگیر بادشاہ نے اسے اچھا منصب عنایت کیا اور دکن میں تعینات فرمایا ۔

جب مرزا غازی قندھار کی حکومت کے زمانے میں فوت ہو گیا تو خسرو خاں نے اس خاندان کے ایک شخص عبدالعلی کو ترخانیوں کی مسند پر متمکن کیا اور خود حکم رانی کرنے کا ڈول ڈالا ۔ جہانگیر بادشاہ نے اس خیال سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ خسرو خاں کی سازش سے عبدالعلی اس علاقے میں مستقل قبضہ کر لے، اس نے مرزا عیسیٰ خاں کو فرمان لکھ کر بھیجا ۔ اور جب وہ حضور میں حاضر ہوا تو بعض حاسدوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مرزا ایک زمانے سے اپنے موروثی ملک کی آرزو میں ہے ، اگر اس نے مستقل طور سے قبضہ کر لیا اور کچ ، مکران اور ہرمز کے حاکم سے کہ جو قریب ہی ہے ، مدد حاصل کر کے شاہ عباس صفوی (والی ایران) سے تعلق پیدا کر لیا تو اس کے تدارک میں بہت وقت لگے گا ۔ بادشاہ نے بدگمان ہو کر مرزا رستم قندھاری کو اس ملک (سندھ) کی حکومت پر مامور فرما دیا اور اس کی کوشش سے ترخانیوں کا رگ و ریشہ اس ملک سے اکھاڑ پھینکا گیا ۔

مرزا عیسیٰ کو دھن پور ، گجرات کی جاگیر داری ملی اور وہ اس صوبے میں متعین ہوا ۔ جس زمانے میں کہ شاہجہاں ٹھٹہ کے قرب و جوار سے ناکام ہو کر رن (کچھ) اور ولایت بھارہ (مضاف گجرات) کے راستے سے دکن کو [۳۸٦] چلا تو مرزا (عیسیٰ) نے اپنی خوش قسمتی سے نقد ، جنس ، گھوڑے اور اونٹ بطور پیش کش شاہجہاں کے حضور میں بھیجے اور اس نے اپنی بھلائی اور بہبود کا ذخیرہ جمع کیا ۔

جہانگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد جب شاہجہاں دکن سے دارالخلافہ آگرہ کی طرف تخت نشینی کے لیے روانہ ہوا تو مرزا بھی حضور میں پہنچا ۔ اس کے منصب میں دو ہزاری ذات اور تین سو سوار کا اضافہ ہوا ۔ اور اس طرح وہ چار ہزاری ذات اور دو ہزار اور پانسو سوار کے منصب اور صوبۂ ٹھٹہ کی حکومت پر فائز ہوا ۔ لیکن تخت نشینی کے بعد وقت کے تقاضے کے مطابق اس

صوبہ کا انتظام شیر خواجہ کے سپرد ہوا کہ جس کا خطاب خواجہ باقی خاں تھا ۔ مرزا (عیسیٰ) ناکام راستے سے واپس لوٹ آیا اور متھرا اور اس کے قرب و جوار کی جاگیرداری پر فائز ہوا[1] ۔

پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے سواروں میں اضافہ ہوا اور وہ ایلچ پور کی جاگیرداری پر روانہ ہوا ۔ آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا اضافہ ہوا اور وہ پانچ ہزاری ذات اور چار ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سرفراز ہوا اور اس کو سرکار سورت کی فوج داری ملی ۔ پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں اعظم خاں کے تبادلے کے بعد وہ گجرات کا صوبے دار مقرر ہوا اور سورت کا انتظام اس کے بڑے لڑکے عنایت‌اللہ کے سپرد ہوا کہ جو دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر فائز تھا ۔

صوبے داری سے معزول ہونے کے بعد وہ از سر نو جونا گڑھ کی حکومت پر مقرر ہوا کہ جو صوبۂ سورت کا صدر مقام تھا [۴۸۷] ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس صوبے کی حکومت اس کے دوسرے لڑکے محمد صالح کو ملی اور مرزا (عیسیٰ) کی حضور میں طلبی کا فرمان صادر ہوا ۔ محرم ۱۰۶۲ھ (۱۶۵۲ء) میں وہ قصبہ سانبھر میں پہنچا کہ وہیں اس کا انتقال ہو گیا ۔

باوجودیکہ مرزا کی عمر سو سال سے زیادہ تھی لیکن قویٰ اصلی حالت پر تھے۔ قوت مردمی جوانوں کی طرح تھی ۔ بہت عیش پرست ، نشے کا عادی اور گانے بجانے کا شوقین تھا ۔ وہ سرود اور ساز نوازی میں بھی کمال رکھتا تھا ۔

اس کے اولاد بہت ہوئی ۔ اس کا بڑا لڑکا عنایت‌اللہ کہ جو امیر تھا ، اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں مر گیا ۔ بہت سے (لڑکے) باپ کی زندگی میں فوت ہوگئے ۔ مرزا (عیسیٰ) کے مرنے کے بعد محمد صالح کہ جو اس کا

---

[1] ۔ متھرا کے قریب اس کے نام پر ایک گاؤں 'عیسیٰ پور' آج بھی موجود ہے ۔ (ب)

لائق فرزند تھا اور اس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے ، دو ہزاری ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر اور فتح اللہ پانسو کے منصب پر اور عاقل مناسب منصب پر سرفراز ہوئے ۔

۱۳۷

محمد علی خاں محمد علی بیگ

قلیج خاں کا داماد اور شاہزادہ دارا شکوہ کے داخلی منصب داروں میں سے تھا ۔ چونکہ حصار کی سرکار ضابطے (آئین) کے مطابق شاہزادہ ولی عہد کو ملتی تھی ؛ چنانچہ بابر کے زمانے میں ہمایوں کو اور ہمایوں کے زمانے میں اکبر کو اور اکبر کے زمانے میں جہانگیر کو اور اس طرح جہانگیر کے زمانے میں شاہجہاں [۳۸۸] کو ملی ۔ لہٰذا شاہجہاں کے زمانے میں بڑے بادشاہزادے (داراشکوہ) کو ملی اور وہ (محمد علی) وہاں کی فوجداری پر مقرر ہوا ۔

چونکہ ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر ہے اور کارکنان قضا و قدر ادنیٰ وسیلے سے مقصد برآری کر دیتے ہیں ، اس زمانے میں بیگم صاحب کے دامن میں آگ لگ جانے کی وجہ سے ان کے بدن کا کچھ حصہ جل گیا تھا ۔ اس زمانے کے طبیبوں نے علاج کیا لیکن تکلیف کبھی کبھی عود کر آتی تھی ۔ (محمد علی خاں نے) بادشاہ کے حضور میں عرض کیا کہ میری سرکار (حصار) میں ایک بے نوا فقیر ہاموں رہتا ہے ، اس کا مرہم اس قسم کے زخموں کے لیے مفید و مشہور ہے ۔

وہ بادشاہ کے حکم کے مطابق اس (فقیر) کو لایا ۔ اس کے مرہم سے (شہزادی) کو مکمل فائدہ ہو گیا ۔ بادشاہ نے اس فقیر کو سونے میں تلوا کر وہ سونا اس کو دیا اور خلعت ، گھوڑا اور ہاتھی مرحمت فرمایا اور اس کے وطن میں ایک گاؤں بطور التمغا (دوامی جاگیر) مرحمت فرمایا ۔

مشارٌالیہ (محمد علی خاں) جو اس کام میں ایک ذریعہ تھا اسے بھی شاہی عنایت سے نوازا گیا اور اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے

''خان'' کا خطاب ملا ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب شاہزادہ مذکور (داراشکوہ) کو گجرات کے عوض میں ملتان کا صوبہ ملا تو اسے خلعت اور وہاں کا انتطام سپرد ہوا ۔ جب سابق صوبجات کے ساتھ ٹھٹہ کا صوبہ بھی شہزادہ مذکور (داراشکوہ) کو مل گیا تو وہ وہاں کی حفاظت پر مامور ہوا ۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۶۶ھ (۱۶۵۸ء) میں وہ فوت ہو گیا ۔ [۳۸۹]

۱۳۸

مغل خاں

زین خاں کوکہ[۱] کا لڑکا تھا ۔ جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں اسے ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کا منصب ملا ۔ شاہجہاں بادشاہ کی تخت نشینی کے شروع میں وہ دارالملک کابل کی قلعہ داری پر مقرر ہوا اور وہاں گیا ۔ جب نویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ دولت آباد پہنچا اور زبردست لشکر نامور سرداروں کی سرکردگی میں عادل شاہیوں کے ملک کی غارتگری اور نظام شاہیوں کے بقیہ قلعوں کی تسخیر کے لیے متعین ہوئے تو مغل خاں کے منصب میں پانسو ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور وہ خان دوراں نصرت جنگ کے ہمراہ متعین ہوا ۔

اس سال کے آخر میں سردار کی بہادری اور شجاعت کی بدولت اودگیر کا عظیم الشان قلعہ کہ جو بالا گھاٹ دکن کے مضبوط اور بڑے قلعوں میں سے ہے اور اس وقت محمد آباد بیدر کے مضاف میں واقع ہے ، ۸ جمادی الاولیٰ ۱۰۴۶ھ (۲۸ ستمبر ۱۶۳۶ء) کو تین مہینے اور کچھ دن کے محاصرے کے بعد شاہی قبضے میں آ گیا ۔ خان مذکور (مغل خاں) کے منصب میں پانسو ذات اور پانسو سوار کا مزید اضافہ ہو گیا ، اور وہ اس مضبوط قلعے کی حفاظت پر مقرر ہوا ۔ مشار الیہ نے وہاں ایک مدت گزاری اور مروت و

۱۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد دوم (اُردو ترجمہ) ، ص ۳۶۶-۳۷۳ - (ق)

بہادری میں مشہور ہوا - [۹۰م]

راقم سطور کو خاقان زماں کے پندرھویں سال جلوس میں قلعۂ مذکور کے دیکھنے کا اتفاق ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک عمارت کی دیوار میں کہ جو قلعے کے اندر واقع ہے ، ایک پتھر پر قلعے کی فتح کی اور مغل خاں کو سپرد ہونے کی تاریخ کندہ کی ہوئی نصب ہے۔ اغلب ہے کہ خان مذکور (مغل خاں) کی فرمائش پر یہ (کتبہ) لگا ہو۔

اس (فتح قلعہ) کے بعد وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہؤا اور اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے دو ہزار اور پانسو ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ملا۔ جب اسی زمانے میں دکن کا صوبیدار خان دوراں رخصت ہوا تو خان مذکور (مغل خاں) کو بھی نقارہ مرحمت ہوا اور وہ بھی صوبیدار (خان دوراں) کی ہمراہی میں روانہ ہوا - پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ ٹھٹہ کی صوبیداری پر فائز ہوا اور گجرات کے راستے سے ادھر روانہ ہوا۔ وہ بہت با مروت اور ہنس مُکھ تھا - مصیبت کے وقت جو کوئی اس کے پاس پہنچتا تھا وہ پرسش احوال اور دل جوئی میں کوتاہی نہیں کرتا تھا اور نیک نامی کا خواہاں تھا -

خان مذکور (مغل خاں) کو اپنی تن آسانی اور آسائش پسندی کی وجہ سے یہ توفیق حاصل نہ ہوئی کہ وہ قندھار کی مہم میں شاہزادہ داراشکوہ کی خدمت میں پہنچے - اس وجہ سے وہ تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب اور جاگیر سے برطرف ہوا - اس طرح کچھ دن گزرے اور پریشانیاں اٹھائیں - آخر تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ داراشکوہ کے حسب التماس [۹۱م] اسے پندرہ ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر ہو گیا - اس کے مرنے کی تاریخ نظر سے نہیں گزری - کہتے ہیں کہ وہ شکار دوست تھا ؛ گانے بجانے کا بھی شوقین تھا ، اس نے بہت سے گانے بجانے والے اکٹھے کر رکھے تھے -

۱۳۹

میر شمس

وہ حسینی سادات سے ہے ۔ کہتے ہیں کہ ایک زمانے تک تارک الدنیا رہا ۔ سیاحت کرتا تھا ۔ اس کے بعد وہ شاہ جہاں کی ملازمت میں آیا ۔ جہانگیر کے انتقال کے بعد شاہجہاں سورٹ کے نواح میں آیا تو اس نے اسے وہاں کی قلعہ داری پر سرفراز کیا ۔ ساتویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار پانسو ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

دسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور وہ گجرات کے مضاف پرگنہ بڑودہ[1] کی فوجداری اور جاگیرداری پر مقرر ہوا ۔ اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے نقارہ مرحمت ہوا ۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب اور بیر کی فوجداری اور جاگیرداری پر فائز ہوا ۔ پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ گجرات کے مضاف پٹن کی فوجداری اور جاگیرداری پر مقرر ہوا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ پھر احمد آباد کے مضاف بڑودہ کی تھانیداری اور جاگیرداری پر مقرر ہوا ۔ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۹ رمضان ۱۰۶۷ھ (۲۱ جون ۱۶۵۷ء) کو اس کا انتقال ہوا [۴۹۲] ۔

۱۴۰

مرشد قلی خان خراسانی

سپاہی پیشہ ترکوں میں سے ہے ۔ کارگزاری اور معاملہ فہمی کے اعتبار سے ممتاز تھا ۔ ابتدا میں قندھار کے حاکم علی مردان خان زیک کا نوکر تھا ۔

۱۔ متن میں ثرودہ ہے جو ٹائپ کی غلطی ہے ۔ (پ)

حب خان مذکور (علی مردان) نے اس مضبوط قلعے کو بادشاہی (شاہجہانی) حکام کے سپرد کر دیا اور شاہی اطاعت قبول کرلی تو اس کے چند عمدہ نوکر بھی شاہی ملازمت میں داخل ہوئے۔ ان میں سے مرشد قلی خان بھی تھا ۔ اس کو اپنی قسمت کی یاوری سے شاہی روشناسی کا شرف حاصل ہوا اور اس پر بادشاہ کی نظر التفات ہوئی[1] ۔

انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں خنجر خان کے تبادلے کے بعد وہ کوہ کانگڑہ کے دامن کی فوجداری پر مقرر ہوا ۔ جب بلخ و بدخشان کی صوبیداری اور سرداری پر شاہزادہ محمد اورنگ زیب نامزد ہوا تو وہ متعینہ فوج کی بخشی گری پر مقرر ہوا ۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جان نثار خان کی بجائے وہ آختہ بیگی مقرر ہوا ۔ اور چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ لاہور کا بخشی مقرر ہوا ۔

جب شاہزادہ مذکور (محمد اورنگ زیب) چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں صوبۂ دکن کی نظامت پانے کے بعد اس طرف متوجہ ہوا تو وہ اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار اور پانسو ذات اور پانسو سوار کے منصب اور بالا گھاٹ دکن کی دیوانی پر مقرر ہوا اور شاہزادے کے ساتھ روانہ ہو گیا ۔ اس خدمت کی ادائی میں اس نے نمایاں کوشش کی ۔ اپنی تجربہ کاری اور کارگزاری [۴۹۳] کو ظاہر کیا اور بادشاہزادہ (محمد اورنگ زیب) کے حسب التماس ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا اور اسے ''خان'' کا خطاب ملا ۔ انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانچ سو سوار کا مزید اضافہ ہوا اور وہ اپنے سابقہ عہدے کے ساتھ ، ملتفت خان کی بجائے پایان گھاٹ کی دیوانی پر مقرر ہوا ۔

فتح نصیب شاہزادہ محمد اورنگ زیب نے یہ ارادہ کیا کہ مستقر الخلافہ (دہلی) پہنچ کر دارا شکوہ کے اقتدار کو ختم کیا جائے کیونکہ وہ شاہجہان کی توجہ کی وجہ سے دوسرے بھائیوں کو اپنے برابر نہیں سمجھتا ہے اور خود پسندی اور خود آرائی سے کام لیتا ہے اور سلطنت کے کاموں میں شاہجہان

۱- ملاحظہ ہو بادشاہ نامہ ، جلد دوم ، ص ۱۵۸ - (پ)

کا صرف نام رہ گیا ہے (ورنہ دارا شکوہ حکم رانی کرتا ہے) - اس مقصد کے لیے انتظام شروع ہوا اور تھوڑی سی مدت میں ایک بڑا لشکر اور توپ خانہ مرتب ہو گیا -

بادشاہی ملازموں میں سے کہ جو اس صوبے میں تھے ، جس کی اقبال مندی نے مساعدت کی ، اس نے (محمد اورنگ زیب کی) اطاعت و ہمراہی اختیار کی - مرشد قلی خاں نے سب سے پہلے دولت خواہی کا اظہار کیا کیونکہ اخلاص اور جانفشانی اس کے حالات سے نمایاں تھی اور وہ تمام عقیدت مندوں اور مخلصوں پر سبقت لے گیا - وہ میر ضیاء الدین حسین اسلام خاں کی بجائے کہ جو شاہزادہ محمد سلطان کی رفاقت میں بطور ہراول اورنگ آباد سے برہان پور [۴۹۴] کو گیا تھا ، جلیل القدر شاہی (اورنگ زیبی) سرکار کی دیوانی پر مقرر ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد اسے تین ہزاری منصب ملا -

جب بادشاہی (اورنگ زیب کی) فوجیں ۱۰ رجب ۱۰۶۸ھ (۳ اپریل ۱۶۵۸ء) کو اکبر پور کے گھاٹ سے دریائے نربدا کو عبور کرکے اسی مہینے کی ۲۲ تاریخ (۱۵ اپریل ۱۶۵۸ء) کو مہا راجہ جسونت سنگھ کے ساتھ صف آرا ہوئیں ، یہ اس فتح مند شاہ (محمد اورنگ زیب) کا پہلا معرکہ تھا - جسونت سنگھ نے اپنی جہالت اور جسارت سے شاہزادے کا راستہ روکا تھا اور اجین کے قریب میں وہ مقابل ہوا تھا - مشہور راجپوت مثلاً مکند سنگھ ہادا رتن راٹھور ، دیال سنگھ جھالہ اور ارجن گور کہ جو اس بہادر قوم کے رئیس تھے ، جان کی پروا کیے بغیر آگے بڑھ آئے اور شاہزادے (محمد اورنگ زیب) کے توپ خانے پر حملہ کر دیا کہ جس کا انتظام اس دن شجاع و بہادر شخص مرشد قلی خاں کے سپرد تھا کہ جو ایک راسخ العقیدہ صاحب سیف و قلم سردار تھا -

خان مذکور (مرشد قلی خاں) نے ذوالفقار خاں کے ساتھ کہ جو ہراول فوج کا سردار تھا ، میدان جنگ میں نہایت استقلال دکھایا اور اپنی جگہ سے نہ ہلا - اگرچہ دشمن کی کثیر اور زیادہ فوج کے مقابلے میں اس کے پاس فوج کم تھی لیکن اس نے سخت مقابلوں اور بے حد تلاش و سعی کے

ںد کہ جو سپاہ گری اور جانفشانی کی آخری منزل ہے ، اپنی جان نچھاور
ر دی اور حق اخلاص کی ادائی میں اس نے سرخروئی حاصل کی [۵۹۴] ۔
مشارٌ الیہ (مرشد قلی خاں) بہادر اور سپاہی ہونے کے باوجود دفتری
ام کی صلاحیت بھی رکھتا تھا ۔ وہ نہایت دیانت دار اور خدا ترس تھا ۔
س نے دکن کی دیوانی کے زمانے میں رعایا کی دلدہی اور افادیت کی بہت
وشش کی ۔ اس نے ملک کو وسیع پیمانے پر آباد کرنے میں جد و جہد
ی ۔ اس نے کار شناسی اور توجہ سے زمین کا بندوبست کیا اور پیداوار کا
وتھائی حصہ لینا طے کیا اور ایک ''دستور العمل'' مرتب کیا ۔ کہتے
یں کہ احتیاط کی وجہ سے کہ کہیں (کارندوں سے) ظلم یا مروت کا دخل
ہ ہو جائے، وہ اکثر خود جریب کی زنجیر ہاتھ میں لے کر زمین کی پیمائش
کرتا تھا ۔ اس کی حسن نیت کا نتیجہ ہے کہ اس نے عمر جاودانی
ائی ، یعنی اس کا نام اس دستورالعمل کی وجہ سے سالہا سال گزرنے کے
اوجود دنیا میں زندہ رہے گا[۱] ۔

معلوم ہونا چاہیے کہ دکن کے زرخیز اور سیر حاصل علاقوں میں
ال گزاری کا بد و بست بیگے کے اعتبار ، زمینوں کو جریب سے ناپ کر ،
مینوں کے فرق کو مد نظر رکھتے ہوئے اور اجناس کی تقسیم، غلہ و سبزی
غیرہ کے اعتبار سے کرکے نہیں ہوتا تھا ۔ کاشت کار اور کسان ایک ہل
ور ایک جوڑی بیل کے اعتبار سے (لگان) ادا کرتا تھا اور جو جنس وہ
چاہتا تھا ہل کے اعتبار سے (کہ کتنی ہل کی کاشت کرتا ہے) حاکم کو
دا کرتا تھا ۔ شہروں اور پرگنوں کا خفیف سا اختلاف (ادائی مال گزاری
کے وقت) نظر میں رہتا تھا ۔ (پیداوار کی) کمیت و کیفیت کی باز پرس نہیں
وتی تھی ۔

۱۔ اس سلسلے میں ملاحظہ ہو خافی خاں ، جلد ، اول ص ۷۳۲-۷۳۵ ،
یز دیکھیے کیمبرج ہسٹری آف انڈیا ، جلد چہارم ، ص ۳۶۸ و مقالات
یوم عالم گیر (مرتبہ محمد ایوب قادری) کراچی ۱۹۶۶ء)، ص ۷۸-۸۵ - (ق)

اس کے بعد یہ ولایت (دکن) (شمالی) ہندوستان کے سلاطین کی پیہم اور مسلسل فوج کشیوں سے ایک زمانے تک [۹۹۶م] برباد ہوتی رہی اور وہاں کی رعایا معلوں کا نام اور نیا نظام سن کر خوف زدہ ہو گئی اور اپنے اپنے وطن (ٹھکانے) چھوڑ کر چلی گئی ۔ کئی سال تک بارش نہیں ہوئی اور قحط کا سلسلہ رہا ۔ (اس علاقے میں) ایسی ویرانی ہو گئی کہ باوجودیکہ شاہجہاں بادشاہ نے چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں تیس چالیس کروڑ درم صوبۂ خاندیس کی (مال گزاری) سے معاف کر دیے مگر پھر بھی وہ صوبہ اپنی حالت پر نہ آیا یہاں تک کہ مرشد قلی خاں کی نوبت آئی ۔

خان مذکور (مرشد قلی خاں نے) کوشش اور دقیقہ سنجی سے اپنی صوابدید کے ساتھ راجا ٹوڈرمل کے دستورالعمل کو کہ جو اکبر بادشاہ کے زمانے میں رائج تھا اور (شمالی) ہندوستان میں مروج ہوا تھا ، از سر نو اس علاقے (دکن) میں جاری کیا ۔ اول اس نے متفرق رعایا کو اکٹھا کرنے میں پوری پوری کوشش کی اور جا بجا سمجھدار ، امین اور ایماندار عمال مقرر کیے کہ اکثر پرگنوں کی زمینوں کی وہ پیمائش کرائیں کہ اس کا نام رقبہ ہوگا ۔ زراعت کی زمین ، پہاڑ اور نالوں کے فرق کو بتائیں کیونکہ (پہاڑ اور نالوں) میں کاشت نہیں ہوگی ۔

جس دیہات میں مقدم نہیں تھا اور اس کے وارث زمانے کے حوادث کی وجہ سے اپنا اثر و رسوخ کھو بیٹھے تھے ، وہاں ایسا مقدم مقرر کر دیا کہ جو وہاں کی آباد کاری کی صلاحیت اور رعایا کی نگاہداشت کی استعداد رکھتا ہو ۔ اس طرح کاشتکاری کا کام سرگرمی سے شروع ہوگیا ۔ بیلوں کی خریداری اور زراعت کی دوسری ضروریات کے لیے سرکار سے نقد رقم دی گئی کہ اس کو تقاوی کہتے ہیں اور عمال کو حکم تھا کہ [۹۹۷م] وہ اس (تقاوی کی رقم) کو فصل کے موقع پر وصول کر لیں ۔

کسانوں سے تین طرح سے معاملہ کیا :

اول : تشخیص سربستہ ، کہ جو زمانۂ قدیم کے معمول کے مطابق تھی ۔

دوم : تقسیم غلہ ، کہ اس کو 'بٹائی۱' کا نام دیا اور اس کی بھی تین قسمیں ہیں : (۱) جو فصل کہ بارش کے پانی سے تیار ہوتی ہے وہ نصف نصف ہوگی ، (نصف کاشتکار کی اور نصف سرکار کی) ۔ (۲) جو فصل کہ آبپاشی (کنوئیں کے پانی) سے تیار ہوگی ، تو اگر وہ غلہ کی فصل ہے تو تہائی حصہ سرکار کا ہوگا اور دو حصے رعایا کا ہوگا ۔ اور اگر غلے کے علاوہ انگور ، گنے ، زیرے یا اسپغول وغیرہ کی کاشت ہے تو شرح مالگذاری مختلف ہوگی ۔ آبپاشی کے خرچ اور اس کی تیاری کے دنوں کو نظر میں رکھنا ہوگا ۔ ان چیزوں کی پیداوار میں سے نویں حصے سے چوتھائی حصہ تک سرکار کا ہوگا باقی رعیت کا ہوگا ۔ (۳) دریا سے نالیاں اور نہریں نکال کر اگر زراعت کی جائے تو اس طریقے کو پاٹ کہتے ہیں ۔ اور کنوئیں (سے سیراب شدہ پیداوار) کے خلاف قرارداد کے بموجب کم یا زیادہ حصہ سرکار کو ادا کیا جاتا ہے ۔

عمل سوم : جریب یعنی ہر جنس ، غلہ ، سبزی پھل اور بیج ، (جو بھی ہو) (پیداوار) کا چوتھائی ہی یکہ مقرر تھا ۔ مگر بونے کے وقت سے کاٹنے تک کتنی مدت میں اور کس قدر پیداوار ہوئی اور نرخ کیا ہے اس کا لحاظ رکھا جاتا تھا ۔ اور پیمائش کرنے کے بعد وصول کرتے ہیں ۔ صوبۂ دکن کے تیں چوتھائی حصے میں کہ اس وقت اسی قدر علاقہ شاہی قبضے میں آیا تھا ، یہ دستورالعمل نافذ ہوا ، اور 'دہارہ مرشد قلی خاں' کے نام سے مشہور ہوا ۔

چوتھے سال جلوس عالم گیری میں اس کے لڑکے علی بیگ کو اہتمام خاں کا خطاب ملا اور دوسرے لڑکے فضل علی بیگ کو [۴۹۸] بتیسویں سال جلوس عالم گیری میں دیوان اعلیٰ کی کچہری کی وقائع نگاری سپرد ہوئی ۔ جس وقت اس (فضل علی بیگ) کو خان کا خطاب مرحمت ہو رہا تھا تو بادشاہ نے فرمایا کہ اس سے پوچھو کہ 'خان' کا خطاب چاہتا ہے یا اپنے باپ کا خطاب (مرشد قلی خاں) چاہتا ہے ۔ مشارٌ الیہ (فضل علی بیگ) نے بعض وجوہ کی وجہ سے مرشد قلی خاں کا خطاب اختیار کیا ۔ عالم گیر بادشاہ

۱۔ متن میں یہ لفظ بتائی چھپ گیا ہے جو غلط ہے ۔ (پ)

نے فرمایا کہ میں اور میری ماں ، علی (کرم اللہ وجہہ) پر قربان ہوں ، اس نادان کو نتاؤ 'علی' کو چھوڑ کر 'قلی' ہونا ہے ۔ فضل علی خان بہتر ہے ۔

اس کے بعد وہ شاہزادہ محمد معزالدین کی دیوانی پر کہ جو قید سے رہا ہوا تھا ، مقرر ہوا ۔ بیالیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ صوبہ ملتان کی دیوانی پر فائز ہوا ۔ خان مذکور کے ایک رفیق کی زبانی کہ جو قابل اعتماد تھا ، معلوم ہوا کہ جب وہ دکن سے ملتان کی طرف روانہ ہوا تو کامیابی کی امید میں نہایت شوق سے راستہ طے کرنا شروع کیا ۔ لیکن اس کی اور اس کے ساتھیوں کی دلی مراد پوری نہ ہوئی ۔ جب وہ لاہور پہنچا تو سفر کی کوفت کے ازالے کے لیے کچھ دنوں وہاں ٹھہرا ۔ صبح کو باغ کی سیر کرتا تھا اور شام کو تازہ مجلس آراستہ کرتا تھا کہ اچانک ایک ایسا حادثہ رونما ہوا کہ اس کی تمام آرزوؤں پر پانی پھر گیا ۔

اس شہر (لاہور) کے حاکم کے نام ایک بادشاہی حکم صادر ہوا کہ فضل علی خان کو طوق و زنجیر کے ساتھ گرفتار کرکے حضور میں روانہ کیا جائے ۔ اس نے حکم کی تعمیل کی اور جب [۴۹۹] یہ خبر وہاں (لاہور) کے اخبار نویسوں کے ذریعے بادشاہ کے حضور میں پہنچی تو معلوم ہوا کہ یہ فرمان جعلی تھا اور وہ بیچارہ بلاوجہ معتوب و مقہور ہوا ۔ اسی وقت گرز بردار متعین ہوئے کہ جہاں کہیں وہ (فضل علی خان) پہنچا ہو ، قید و بند سے رہا کرکے لائیں ، اور اس کے اسباب و سامان کو واپس کریں کہ جو لاہور میں ضبط ہوا ہے ۔

۱۴۱

ملتفت خاں

اعظم خاں جہانگیری[۱] کا سب سے بڑا لائق فرزند ہے ۔ اس نے

۱- ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد اول ، (اردو ترجمہ) ص ۱۷۸- ۱۸۳ - (ق)

مروجہ علوم کو خوب حاصل کیا تھا اور اچھی عادات کا مالک تھا ۔ جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں اسے روشناسی اور ناموری حاصل ہوئی ۔ جب اس کا باپ دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں دکن کی نظامت پر مامور ہوا تو اس کے منصب میں چار سو ذات اور ایک سو پچاس سوار کا اضافہ ہوا اور وہ ایک ہزاری ذات اور دو سو پچاس سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ جب وہ اپنے باپ کے ساتھ خان جہاں لودی کی تنبیہ کے لیے بالا گھاٹ ، دکن کو روانہ ہوا تو اس کے بعد وہ ایک ہزار اور پانسو ذات اور پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

جب خان جہاں لودی نے نظام شاہیوں کے ساتھ دوبارہ شاہی فتح مند فوج سے سزا پائی تو پھر وہ (شاہی) لشکر کے اطراف میں دور سے ظاہر ہوتا تھا اور کبھی حملہ کرکے بھاگ جاتا تھا ۔ اس وجہ سے شاہی فوج کے بہادر سپاہی اس سے نہیں ڈرتے تھے ۔ اتفاق سے ایک دن جب کہ ملتفت خان مشہور راٹھوروں کی ایک جماعت کے ساتھ فوج کے پچھلے حصے [۵۰۰] پر مقرر تھا تو سہل انگاری کی وجہ سے تقریباً دو کوس قلب لشکر سے دور رہ گیا ۔ دشمن موقع کی گھات میں تھا ایک دم دس ہزار سواروں کے ساتھ آ گیا اور لڑائی شروع کر دی ۔ کچھ مشہور مغل اور راجپوت خانہ زادوں نے داد مردانگی دی اور اپنی جانیں نچھاور کر دیں ۔ ملتفت خان راؤ دودا چند راوت کے ساتھ ثابت قدم نہ رہ سکا اور میدان جنگ سے انھوں نے پہلوتہی کی ۔

دسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ عرض مکرر کی خدمت پر فائز ہوا اور تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے صوبۂ بنگالہ کی دیوانی ملی ۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اس لشکر کا بخشی مقرر ہوا کہ جو شاہزادہ مراد بخش کی سرداری میں بلخ و بدخشاں کی مہم پر تعینات ہوا تھا ۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب شاہزادہ محمد اورنگ زیب فتح مند لشکر کے ساتھ قندھار کی مہم پر متعین ہوا تو خان مذکور اس فوج کی بخشی گری پر مقرر ہوا ۔

اسی سال اس کے باپ کا انتقال ہو گیا ۔ وہ (شاہزادے) کے ہم رکاب

تھا ۔ اس کے منصب میں پانسو سوار کا اور اضافہ ہوا ۔ تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا اور وہ دکن میں تعینات ہوا ۔ جس زمانے میں کہ شائستہ خان دکن کا صوبیدار تھا تو وہ سابقہ تعلقات ، تجربہ کاری اور معاملہ فہمی کی وجہ سے (شائستہ خاں) کی نیابت میں برہان پور میں متعین ہوا ۔ اس نے اس صوبے کا ایسا بندوبست کیا کہ وہاں کی سرزمین سے سرکشی و بغاوت کے آثار ناپید کر دیے اور اپنے حسن سلوک سے سب کو راضی اور خوش رکھا [۵۰۱] ۔

چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ بادشاہ کے حضور سے بالا گھاٹ ، دکن کی دیوانی پر مقرر ہوا کہ جس سے صوبۂ خاندیس اور نصف صوبۂ برار مراد ہے ۔ انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دکن کے ناظم شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے حسب التماس اس کے منصب میں پانسو ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور شاہ بیگ خاں کی بجائے اسے احمد نگر کی قلعہ داری ملی ۔

اس کے اخلاص پر شہزادے (محمد اورنگ زیب) کی توجہ تھی ۔ جب عالم گیر نے سلطنت کے معاملات کی درستی کے لیے سفر اختیار کیا تو وہ ساتھ رہا ۔ جب شہزادہ برہان پور سے روانہ ہوا تو اسے نقارہ مرحمت ہوا ۔ جسونت سنگھ کی لڑائی کے بعد کہ جو اجین کے نواح میں ہوئی تھی ، رجب کے آخری عشرے میں مرشد قلی خاں کے انتقال کے بعد کہ اس نے اس معرکے میں مردانہ وار جان دی تھی ، اسے سرکار (عالم گیری) کی دیوانی ملی ۔ اعظم خان کا خطاب اور طوغ (علم) مرحمت ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد وہ چار ہزاری ذات اور دو ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔

چونکہ ستم گار آسمان اور ناسازگار زمانہ ایسا ہے کہ اس کی خوشی میں غم ملا ہوا ہے اور اس کے شربت میں زہر گھلا ہوا ہے ؛ جو کوئی ترقی کرتا ہے اسے یہ گراتا ہے اور جو اس سے ملتا ہے اس سے یہ نہیں نباہتا ہے [۵۰۲] اس بد نصیب نے وزارت کی شراب سے ابھی لب بھی تر نہیں

کیا تھا کہ اس کا پیمانۂ حیات لبریز ہو گیا ۔ ابھی ڈیڑھ مہینہ پورا بھی نہیں گزرا تھا ، دارا شکوہ کی لڑائی کے دن فتح کے بعد لو اور گرمی کی شدت اور زرہ و جوشن کے کساؤ کی وجہ سے وہ فوت ہو گیا ۔

وہ فہم و فراست میں مشہور ، شگفتہ مزاج اور متواضع تھا ۔ حسن معاشرت سے پیش آتا تھا ۔ جو کوئی اس کے پاس پہنچتا تھا وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو جاتا تھا ۔ موزوں طبع تھا ۔ یہ شعر اسی کا ہے :

فرد

خواب دیدہ ام آں طرۂ پریشاں را
تمام عمر ذکر خواب من پریشان است

اسد اللہ خاں معموری کی لڑکی اس کے گھر میں تھی ۔ اس کے لڑکے ہوشدار خاں کا حال کہ جو عالم گیری امرا میں سے ہے ، علیحدہ لکھا گیا ہے ۔

۱۴۲

معمور خاں میر ابوالفضل معموری

صحیح‌النسب سید اور اعلیٰ حسب مرد ہے ۔ فہم و فراست سے آراستہ تھا ۔ شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں پانسو ذات اور دو سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور صوبہ دکن کے کومکیوں میں شامل ہوگیا ۔ اس کے نصیبے کی یاوری اور سلیقۂ درست کی مدد سے ہر صوبیدار کہ جو اس [۵۰۳] صوبے (دکن) میں پہنچتا تھا ، مرزا (معمور خاں) کو اپنے قرب اور مصاحبت سے نوازتا تھا ، اور اعزاز و احترام سے پیش آتا تھا ۔ اہلیت و مردمی میں منتخب روزگار اور کارگزاری و اقربا پروری میں یکتائے زمانہ تھا ۔

جب اس ولایت (دکن) کا انتظام شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے سپرد ہوا تو اس کی کار شناسی تجربہ کاری ، پرانی خدمات اور خیر خواہی کی وجہ سے شاہزادے کے دل میں اس نے گھر کر لیا اور ہمیشہ اس پر توجہ رہی ۔

جس زمانے میں کہ شہزادہ (محمد اورنگ زیب) سلطنت کے معاملات کی درستی کے لیے مستقر الخلافہ (دہلی) کی طرف روانہ ہوا اور متواتر کوچ کے بعد دریائے نربدا کے قریب پہنچا تو اسے ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کا منصب مرحمت ہوا ۔ جسونت کی لڑائی میں وہ شاہزادہ محمد سلطان کے ہمراہ ہراول فوج میں تھا ۔ فتح و نصرت کے پھول کھلنے کے بعد اسے معمور خان کا خطاب اور ایک ہزار اور پانسو ذات اور پانسو سوار کا منصب مرحمت ہوا ۔

جب دارا شکوہ کی لڑائی کے بعد عالمگیر دہلی کے اعز آباد کے باغ کے قریب کہ جو شالامار کے نام سے موسوم ہے ، مقیم ہوا اور نجومیوں نے بتایا کہ تخت نشینی کے لیے روز جمعہ یکم ذی قعدہ ۱۰۶۸ھ (۲۱ جولائی ۱۶۵۸ء) نہایت مبارک و مسعود ہے ۔ اور وقت میں اتنی گنجائش نہ تھی کہ وہ تمام لوازم پورے کیے جاتے کہ جو اس سرکار (خاندان چغتائیہ) کا معمول ہیں ، لہذا [م ۔ د] باغ مذکور (اعزآباد) میں مقررہ ساعت میں بادشاہ نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا ۔

اتفاق سے اس زمانے میں نجابت خان سپہ سالار (ہی ایسا شخص تھا) کہ ان لڑائیوں اور معرکوں میں اس کی بہادری ، شجاعت ، مردمی ، تدبیر اور کارگزاری شریک غالب تھی ، اور امرائے شاہجہانی میں وہ بہادر اور لائق امیر تھا ۔ اس نے اورنگ زیب کی ہمراہی اختیار کر کے اتنا بار عظیم اٹھایا اور اتنا بڑا کام انجام دیا کہ کوئی اور دوسرا ایسا نہ تھا ۔ اگرچہ اس کو سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کا منصب ، دو لاکھ روپے نقد انعام اور خانخانان سپہ سالار کا خطاب ، جو اس نے خود اصرار کر کے لیا تھا ، ملا لیکن وہ اپنی حماقت اور کم حوصلگی سے اور زیادہ طلب کرتا تھا اور اس وجہ سے خانہ نشین ہو گیا ۔

معمور خان اپنی قدیم خدمات اور قابلیت کی وجہ سے بادشاہ کی عنایات کا مورد تھا ۔ اور خان مذکور (نجابت خان) سے بھی مخلصانہ تعلقات اور دوستی تھی ، وہ بادشاہ کے حکم کے مطابق بعض احکام اور زبانی پیغام خان مذکور کو پہنچانے کے لیے گیا ۔ ہر چند (معمور خان) نے (نجابت خان)

سے دوستانہ انداز میں سخت نصیحتیں کیں مگر اس نے نہیں سنیں ۔ فطری رعونت اور پندار کے ساتھ ساتھ کامیابی کے غرور اور نخوت نے بھی اس کا دماغ خراب کر دیا تھا ۔ بیجا درخواستیں اور نامناسب تقاضے شروع کر دیے ۔ بلاوجہ کی گفتگو اور لغو اور بے بنیاد باتیں بنانے لگا ۔

معمور خاں نے کہ جس کو دوستی کے مقابلے میں نمک کا پاس اور آئین سلطنت کی حفاظت کا زیادہ خیال تھا ، [۵۰۵] اس کو اس بات سے سختی سے منع کیا لیکن وہ نہیں مانا ۔ مجبوراً اس نے اپنی اور اس کی بھلائی اسی میں دیکھی کہ وہ وہاں سے اٹھا اور چل دیا ۔ نجابت خاں نے سمجھا کہ شاید کچھ اور گل کھلے ؛ اس کے پیچھے سے ایسی تلوار ماری کہ اس کا سر اڑ گیا ، اور اس کی لاش کو دروازے پر پھینک دیا ۔ اگرچہ اس پر ہفت چوکی وغیرہ کے آدمی مقرر ہونے لیکن وہ بھی لڑائی کے لیے تیار ہو گیا ۔ منصب اور خطاب سے معزول ہونے کے علاوہ اس خون ناحق کا اور کوئی بدلہ نہ ہوا ۔ وہ بیچارہ (معمور خاں) روز افزوں دولت کی حسرت دل میں لے گیا اور وہ غنچہ بن کھلے مرجھا گیا ۔

اس کا لڑکا میر عبداللہ کچھ دنوں تک خاں فیروز جنگ کی فوج کا بخشی رہا ۔ وہ (میر عبداللہ) مشہور و معروف شخص تھا ۔ اس کا طریقہ متین و بردبار تھا ۔ خوش نویسی کے فن میں استاد تھا ۔ اس کا لڑکا بے روزگاری کی وجہ سے فقیر بن بیٹھا ۔

اس کی لڑکی جعفر علی خاں خراسانی کی بیوی ہے کہ جس کو شروع میں حاتم بیگ کفایت خاں کا داماد ہونے کی وجہ سے بہت شہرت ہوئی اور عالم گیری زمانے میں وہ بیجا پور ، حیدر آباد اور بیدر کی دیوانی اور خان فیروز جنگ کی فوج کی بخشی گری کے فرائض انجام دیتا تھا ۔ آخر زمانے میں وہ پریشان حال ہو گیا تھا اور محمد شاہ کے شروع زمانے میں اس کا انتقال ہوا ۔ (اس کی لڑکی) آج تک (۱۱۹۰ھ میں) اپنے باپ اور دادا کے مقبرے میں زندگی گزار رہی ہے جو شہر اورنگ آباد میں واقع ہے ۔ میر ابوالفضل معمور خاں کی دوسری اولاد کے حالات معلوم نہیں ہوئے [۵۰۶]۔

اس مرحوم (معمور خاں) کی بہن کے اولاد بہت تھی ۔ اس کے پوتوں

میں فخرالدین علی خاں معموری ہے کہ جو بڑا عالی ہمت اور صاحب عزم تھا ، مگر افسوس کہ وہ صاحب قسمت نہ تھا ورنہ وہ بڑے کارنامے انجام دیتا ۔ اس کے باپ میر ابوالفتح نے شاہی نوکری سے استعفا دے دیا اور صوبہ اڑیسہ کے دارالحکومت شہر کٹک میں جہاز کی تجارت اور سوداگری شروع کر دی ۔

خان مذکور (فخرالدین خاں) عالمگیری عہد میں سکھم بیر کی بخشی گری اور واقعہ نویسی کی خدمت پر مامور تھا ، اور بہادر شاہ اول کے زمانے میں سورت بندر کی قلعہداری پر مقرر ہوا ۔ فرخ سیر کے شروع زمانے میں وہ معزول ہوا ، لیکن اس نے مقرر ہونے والے کو دخل نہیں دیا اور جنگ کے لیے تیار ہو گیا اور اس پر عتاب سلطانی ہوا ۔ کچھ دنوں وہ احمد آباد گجرات میں رہا ۔

جس زمانے میں کہ امیرالامرا حسین علی خاں دکن میں آیا تو چوں کہ اس کے باپ سید عبداللہ خاں بارہہ سے اس کی ملاقات تھی ، اس لیے اس سے تعلقات قائم کر لیے اور نربدا کے کنارے بیجا گڑھ کی فوج داری پر مقرر ہوا لیکن بعض وجوہ سے اسے کچھ آرام و اطمینان حاصل نہ ہو سکا اور نقصان پر نقصان ہوا ۔ وہ دکن سے تباہ حال ہو کر دارالخلافہ (دہلی) پہنچا اور وہاں سے [۷۰۵] بنگالہ گیا ۔ اگرچہ اس نے ہر طرح کی کوشش اور جدوجہد کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا ۔ وہ اڑیسہ کے راستے سے حیدر آباد گیا ۔ چوں کہ وہاں کے حاکم مبارز خاں سے سابقہ دوستی تھی اس لیے اس نے اچھا سلوک کیا ۔

چوں کہ بادشاہ نے (مبارز خاں کو) صوبجات دکن کا ناظم بنا دیا تھا للہذا اس نے برار کی صوبے داری پر خان مذکور (فخرالدین خاں) کو نامزد کیا ۔ چوں کہ مبارز خاں کا عمل دخل نہ ہو سکا اور وہ اسی سلسلے میں مارا گیا ، خان مشارٌ الیہ (فخرالدین) وہاں سے جدا ہو کر سورت پہنچا اور از سر نو جدوجہد شروع کی ، اور بد قسمتی سے دشمن (مرہٹوں) نے اس کو لوٹ لیا اور وہ اس کو راجا ساہو کے پاس لے گئے ۔ ہر چند اس نے راجا کو بھکانا چاہا اور کوشش کی کہ دکن کی صلح ختم ہو جائے مگر کوئی

فائدہ نہ ہوا -
جس دوران میں کہ آصف جاہ فتح جنگ نے چاندہ کے متعلقہ پرگنوں کو ایلمہ کے قبضے سے نکالا ، (ایلمہ) تلنگانہ کا ایک گروہ ہے ، تو وہ فتح جنگ کا ملازم ہو گیا - اس کی بہادری اور تجربہ کاری کی وجہ سے اس کے لیے کوئی عہدہ تجویز ہو رہا تھا کہ موت نے امان نہ دی اور وہ مر گیا - اسی نواح میں وہ دفن ہوا - راقم ابن سطور (مؤلف) کے ساتھ اس کی سسرال کی قریبی رشتہ داری تھی - اس کے مزاج میں افراط بہت تھی کہ کسی اور کے مزاج میں یہ بات نہ دیکھی [۵۰۸] -

۱۴۳

مکند سنگھ ہادا

مادھو سنگھ کا لڑکا ہے[۱] - باپ کے مرنے کے بعد اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حضور میں آیا - دو ہزاری ذات اور ایک ہزار او پانسو سوار کا منصب ملا اور وطن اس کو بطور جاگیر مرحمت ہوا - اس کے بعد اس کے منصب میں پانسو سوار کا اور اضافہ ہوا - بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سلطان محمد اورنگ زیب کے ہمراہ قلعہ قندھار کی کومک پر گیا کہ جس کا قزلباشوں (ایرانیوں) نے محاصرہ کر لیا تھا -
وہاں سے لوٹنے کے بعد پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو ذات کا اضافہ ہوا اور اسے علم و نقارہ مرحمت ہوا - اس سال وہ سلطان محمد اورنگ زیب کے ہمراہ دوسری مرتبہ قندھار کی جانب روانہ ہوا - چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سلطان دارا شکوہ کے تعینا کی حیثیت سے اس طرف (قندھار) روانہ ہوا اور وہاں سے واپس آنے کے بعد اصل و اضافہ کے بعد وہ تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب سرفراز ہوا -

---

۱- ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، ص ۳۴۲-۳۴۳ -

اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ سعداللہ خاں کے ہمراہ قلعہ چتور کی تخریب کے لیے مقرر ہوا ، اور اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں[1] مہاراجا جسونت سنگھ کے ہمراہ کہ جو سلطان محمد اورنگ زیب کا راستہ روکنے کی غرض سے صوبۂ مالوہ میں متعین ہوا تھا ، روانہ ہوا ۔ لڑائی کے دن اپنے بھائی موہن سنگھ ہادا کے ہمراہ وہ مقابل توپ خانے اور فوج سے گزر کر شاہزادے کے سامنے آ گیا اور اس نے بہت جرأت دکھائی [۵۰۹] ۔ کشش وکوشش میں کوئی غفلت نہیں کی ۔ اس کے سامنے رستم کے کارنامے ماند پڑ گئے؛ یہاں تک کہ اس نے اپنی آبرو کے لیے جان نچھاور کر دی ۔ دونوں بھائی ۱۰۶۸ھ (۱۶۵۸ء) میں مارے گئے ۔

مکند سنگھ کا لڑکا جگت سنگھ عالم گیری عہد میں دو ہزاری منصب اور وطن کی سرداری پر فائز ہوا اور مدتوں دکن میں تعینات رہا ۔ پچیسویں سال جلوس عالم گیری میں فوت ہو گیا ۔ وطن کی زمیں داری (جاگیر) کشور سنگھ کو ملی کہ جس کا ذکر رام سنگھ ہادا کے حالات میں آیا ہے ۔

۱۴۴

معتمد خاں محمد صالح خوافی

ابتدا میں وہ بادشاہی توپ خانے کا محاسب اور مناسب منصب دار تھا ۔ جب شاہجہاں بادشاہ نے اس کی کارگزاری اور حسن خدمت کو ملاحظہ فرمایا تو چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے ساتھ لشکر کی کوتوالی بھی دے دی اور منصب میں اضافہ فرمایا ۔ پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ لاہور کا کوتوال مقرر ہوا ۔ اس کے بعد سلطان محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ وہ قندھار کی مہم پر روانہ ہوا ۔

۱۔ یہاں تیسواں سال جلوس شاہجہانی ہونا چاہیے کیونکہ جسونت سنگھ ملتان کا گورنر ۲۲ ربیع الاول ۱۰۶۸ھ (۲۸ دسمبر ۱۶۵۷ء) کو مقرر ہو (عمل صالح ، جلد سوم ، ص ۲۸۴-۲۸۵) ۔ (پ)

چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں پھر سلطان داراسکوہ کے ساتھ مہم مذکور (قندھار) پر روانہ ہوا - چونکہ اس نے اس مہم میں بہت عمدہ خدمات انجام دیں ، اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کو رائے مکند کی بجائے دیوانیٔ بیوتات کی خدمت سپرد ہوئی - بڑھاپے کی وجہ سے وہ (رائے مکند) جیسی چاہیے ویسی خدمت [۵۱۰] انجام نہیں دے سکتا تھا ، اس لیے اس کے منصب میں اضافہ ہوا ، اور اسے سونے کا قلم دان مرحمت ہوا - اسی سال کے آخر میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور دو سو سوار کا منصب اور معتمد خاں کا خطاب ملا - دیوانیٔ بیوتات سے معزول ہوا اور شیخ عبدالکریم کی بجائے کہ جو بوڑھے ہونے کی وجہ سے مفوضہ خدمت انجام نہیں دے سکتا تھا ، سلطان داراسکوہ (کی سرکار کا) دیوان مقرر ہوا - انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار اور پانسو ذات اور دو سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا - تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد اسے دو ہزاری ذات اور دو سو سوار کا منصب ملا -

اس کے بعد زمانے نے ایک دوسرا رنگ دکھایا - سلطان محمد اورنگ زیب بہادر دکن سے باپ کی عیادت کی عرض سے حضور میں روانہ ہوا - سموگڑھ کے قریب اس کے اور سلطان داراشکوہ کے درمیان جنگ ہوئی - اس مقابلے میں (معتمد خاں) کہ جو داراشکوہ کی طرف سے وزیر خاں کا خطاب رکھتا تھا ، ۱۰۶۸ھ (۱۶۵۸ء) میں قتل ہو گیا -

۱۳۵

مبارک خاں نیازی

محمد خاں نیازی کا پوتا ہے - اس کے باپ مظفر خاں نے ترقی نہیں کی اور فوت ہو گیا - مشارٌ الیہ (مبارک خاں) بچپن ہی میں [۵۱۱] جہانگیری ملازمین میں داخل ہو گیا - جب تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ برہان پور میں قیام فرما ہوا تو اصل و اضافہ کے بعد وہ ایک ہزاری ذات

اور سات سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور راؤ رتن کے ہمراہ تلنگانہ کے لیے روانہ ہوا۔

جب اس صوبے (تلنگانہ) کا سپہ سالار نصیری خاں خاندوراں ہوا کہ شجاعت و بہادری اس خاندان کا ورثہ ہے اور کوشش و جانفشانی اس گھرانے کا باپ دادا کا کام ہے، مشارٌ الیہ (مبارک خاں نیازی) نے بہادری کی وجہ سے خان مذکور (خاندوراں) کی رفاقت میں قلعہ قندھار (دکن) کے فتح کرنے میں نمایاں جد و جہد کی اور اس کے منصب میں پانسو ذات اور تین سو سوار کا اضافہ ہوا۔ تھوڑے ہی عرصے میں منصب میں متواتر اضافوں کے بعد وہ دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہو کر امارت و بزرگی میں مشہور ہوا۔

جب خان دوراں کی ہمراہی میں قلعہ اودگیر اور اوسا کی تسخیر میں اس نے گرانقدر کارنامے انجام دیے اور اس کی کوشش اور خیر خواہی معلوم و مشہور ہوئی تو دسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس بہادر سردار (خاندوراں) کے حسب التماس اسے علم و نقارہ مرحمت ہوا۔ اس نے ایک مدت مدید صوبۂ گجرات میں گزاری اور قصبہ آشتی کی آبادی میں اس نے بہت زیادہ کوشش کی کیونکہ اس کے دادا نے اس کو اپنا وطن قرار دیا تھا اور اس کے چچا احمد خاں نیازی نے اس (شہر) کی تعمیر میں حصہ لیا تھا۔ چنانچہ [۵۱۲] آج تک (۱۱۶۰ھ) وہ شہر اس کے نام سے مشہور ہے۔

اسلام خاں مشہدی کی صوبیداری کے زمانے میں بعض معاملات کے سلسلے میں ایک دن بر سر عدالت کچھ گفتگو ہو پڑی۔ وہ فرط غضب و غیرت سے برداشت نہ کر سکا اور بادشاہ کے حضور میں پہنچ گیا۔ شرف باریابی کے بعد اس پر شاہانہ نوازشیں ہوئیں اور وہ دارالملک کابل کے کومکیوں میں منسلک ہوا۔ ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ دونوں بنگشات (بالا و پائیں) کی تھانیداری اور جاگیرداری پر مقرر ہوا کہ جو سلطان سلیمان شکوہ کو انعام میں ملے تھے۔ جب اس سرزمین کا بندوبست کہ جو فتنہ پرداز مفسدوں کا مرکز ہے، جیسا کہ چاہیے، نہ ہو سکا تو انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اس منصب سے معزول ہوا لیکن وہ

اسی صوبے میں تعینات رہا ۔

دوسرے سال جلوس عالم گیری میں حسین بیگ خاں کے تبادلے کے بعد وہ دوبارہ بنگش کی فوجداری پر مامور ہوا ۔ اس کے مرنے کی تاریخ نظر سے نہیں گرری ۔ وہ فقیر دوست تھا ۔ درویشوں کی حدمت کرتا تھا ۔ اس کے بعد اس خاندان میں کسی نے ترقی نہیں کی ۔ اب آشتی میں کھنڈروں اور گرے ہوئے مکانوں کے نشانات کے سوا کہیں اس کا نام اور علامت بھی نہیں ہے ۔

۱۴۶

مرزا ابو سعید

اعتمادالدولہ کا پوتا اور نور جہاں بیگم کا بھتیجا ہے ۔ [۵۱۲] خوبصورتی اور نازک مزاجی میں مشہور زمانہ تھا ۔ وہ لباس اور طعام میں بہت تکلف کرتا تھا ۔ چاندنی اور فرش کے سلسلے میں بہت نزاکت اور لطافت برتتا تھا ۔ وہ نشست و برخاست ، قیام اور دنیا داری کے سارے معاملات میں ایسی زیب و زینت اور شان و شوکت دکھاتا تھا کہ اس سلسلے میں اس کے ہم مرتبہ لوگوں میں سے ، بلکہ اس سے برتر درجہ رکھنے والوں میں سے کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا ۔ اس کی نازک مزاجی اور عالی دماغی کا یہ حال تھا کہ وہ پگڑی باندھتا رہتا تھا اور دربار برخاست ہو جاتا تھا ، کبھی پگڑی باندھتے باندھتے اس کے دماغ میں آ جاتا تھا تو سواری موقوف کر دیتا تھا ۔ اپنے دادا (اعتماد الدولہ) کی بدولت اس نے بہت اعزاز و اعتبار حاصل کیا ۔ وہ امرا سے خود کو بلند مرتبہ اور بزرگ سمجھتا تھا ۔ اس کے نخوت و غرور کا یہ عالم تھا کہ آسمان اور فرشتوں تک کو نظر میں نہیں لاتا تھا ۔

چونکہ اس کا خط اعتمادالدولہ کے خط سے ملتا جلتا تھا اس لیے (اعتمادالدولہ) کی وزارت کے زمانے میں مدد معاش اور خزانے سے رقوم کی برآمدگی کے کاغذات پر اکثر وہ دستخط کرتا تھا ۔ اعتماد الدولہ کے مرنے

کے بعد اس نے ناتجربہ کاری اور کم عمری کی وجہ سے اپنے چچا آصف جاہی سے بگاڑ کر لیا اور مہابت خان سے اخلاص کا رشتہ جوڑا ۔ اس نے سلطان پرویز سے بھی تعلقات قائم کیے لہٰذا اس کے اعزاز و مراتب میں ترقی ہوئی ۔ شاہزادہ (سلطان پرویز) کی رفاقت میں وہ دکن گیا اور اس کے مرنے کے بعد بادشاہ کے حضور میں آیا ۔ بائیسویں سال جلوس [۵۱۴] جہانگیری میں وہ ٹھٹہ کی حکومت پر سرفراز ہوا ۔

جب شاہجہاں بادشاہ سریر آرائے حکومت ہوا تو یمین الدولہ آصف خاں کی ناراضی کی وجہ سے وہ منصب و اعزاز سے معزول ہوا اور اس کو بیس ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر ہو گیا ۔ ایک مدت تک وہ گوشۂ عزلت میں اطمینان اور فارغ البالی سے زندگی گزارتا رہا تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بیگم صاحب کے حسب التماس بادشاہ کے حضور سے وہ اجمیر کی فوجداری اور دو ہزاری ذات اور آٹھ سو سوار کے منصب پر مقرر ہوا اور اس خدمت پر روانہ ہو گیا ۔

چونکہ وہ بالخورے کی بیماری میں مبتلا تھا لہٰذا وہ اپنا کام انجام نہیں دے سکتا تھا ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں پھر اسے چالیس ہزار روپیہ سالانہ مقرر ہو گیا ۔ وہ آکبر آباد میں گوشہ نشیں ہو کر اپنی زندگی مسرت و خوشی سے گزارنے لگا اور عہد عالمگیری کے شروع میں وہ فوت ہوگیا ۔ وہ موزوں طبیعت تھا ۔ فصیح شعرا کے دواوین کا انتخاب کرتا تھا ۔ بہت سے اشعار انتخاب کر کے ایک کتاب میں مرتب کر لیے تھے اور اس کا نام ''خلاصۂ کوبین'' رکھا تھا ۔

اس کا لڑکا حمید الدین خان شاہزادہ محمد اورنگ زیب کے ہمراہ رہا اور راجا جسونت سنگھ کی جنگ کے بعد کہ جو اورنگ زیب عالم گیر کی پہلی فتح تھی ، اس کو خانہ زاد خاں کا خطاب ملا ، اور اس کے بعد اس کو 'خان' کا خطاب ملا ۔ چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں کرم اللہ کے انتقال [۵۱۵] کے بعد مونگی پٹن کی فوجداری پر متعین ہوا کہ جو اورنگ آباد سے بیس کوس کے فاصلے پر دریائے گوداوری کے کنارے ہے ۔

انتیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ قندھار ، دکن کی قلعہ داری پر مقرر ہوا ۔

۱۴۷

مصطفیٰ خاں خوافی

اس کا نام میر احمد تھا ۔ اس کا باپ مرزا عرب، کہ جو صحیح النسب سادات سے تھا ، ہندوستان میں آیا اور جہانگیر بادشاہ کے ملازمین میں منسلک ہو گیا ۔ تھوڑے ہی زمانے میں وہ بادشاہ کی وقائع نگاری کی خدمت پر مقرر ہوا ۔ اس کے بعد اپنی قسمت کی یاوری سے وہ امارت کے درجے پر پہنچا اور زندگی اعزاز و اعتبار کے ساتھ گزاری ۔

اس کے لڑکے مرزا شمس الدین اور میر احمد تھے ۔ پہلا (شمس الدین) اپنے نوکر کے ہاتھ سے اس کو کوڑے مارتے وقت مارا گیا ، اور دوسرا شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں کچھ دنوں کے لیے لکھنؤ کی بخشی گری پر متعین رہا ۔ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جس وقت کہ شاہزادہ مراد بخش صوبۂ کشمیر کے انتظام کی غرض سے روانہ ہوا تو وہ شاہزادے کی سرکار کی دیوانی پر مقرر ہوا ۔ اس کے بعد وہ دکن میں متعین ہوا اور سات سو ذات اور دو سو پچاس سوار کے منصب سے سرفراز ہوا ۔ تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں وہ بالا گھاٹ کے مضاف قلعہ ظفر نگر کی حفاظت پر مقرر ہوا کہ جو اورنگ آباد سے اٹھائیس کوس کے فاصلے پر واقع ہے ۔

چونکہ وہ راستی ، درستی ، تجربہ کاری اور معاملہ فہمی کی صفات [۵۱۶] سے متصف تھا ، اس لیے دکن کے ناظم شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کی سرکار سے منسلک ہو گیا ، اور اس ظفر نصیب بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد اس کے منصب میں اضافہ ہوا ۔ چونکہ بالا گھاٹ کرناٹک کی ولایت جو معظم خاں میر جملہ نے اس وقت فتح کی تھی ، جب وہ حیدر آباد کے والی سلطان عبداللہ قطب شاہ کی ملازمت میں تھا ،

اس کے بعد اس نے (وہ ولایت) شاہجہاں بادشاہ کے حضور میں نذر گزرانی بادشاہ نے (وہ ولایت) خان مذکور (معظم خان میر جملہ) کو بطور انعام عطا کر دی ۔ چند اور قلعے مثلاً کنچی کوٹھ کہ جو اس علاقے کے مضبوط قلعوں میں سے ہے ، اس میں بڑا توپ خانہ اور تمام سامان بھی تھا اور یہ قلعہ اس کے آدمیوں کے قبضے میں تھا ، اور چونکہ قطب شاہ اس ولایت پر قبضہ کرنے کی فکر میں لگا رہتا تھا اس لیے وہاں کے معاملات دگرگوں تھے ۔ دوسرے سال جلوس عالم گیری میں وہ بھی اسی علاقے کے معاملات کے انتظام کے لیے مقرر ہوا ۔ اس کو مصطفیٰ خاں کا خطاب ، گھوڑا ، ہاتھی مرحمت ہوا اور اس کے منصب میں ایک ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار اور چار سو سوار کا اضافہ ہوا اور اس طرح وہ تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

چونکہ وہ سنجیدہ وضع اور مزاج داں شخص تھا اس بات کو دیکھتے ہوئے بادشاہ نے اسے توران کی سفارت پر متعین فرمایا ۔ اور اس کے ساتھ وہ خط کہ جو دانشمند خاں نے تحریر کیا تھا اور ایک لاکھ [۱۵۷] پچاس ہزار روپے کے نادر مرصع آلات ، نفیس عجائبات بخارا کے والی عبدالعزیز خاں کو اور ایک لاکھ روپے کے تحائف اس کے بھائی سبحان قلی خاں والی بلخ کو بھیجے کہ وہ دونوں تحائف اور قیمتی نوادر بھیج کر دوستی اور تعلقات کو مضبوط کرتے رہتے تھے ۔ اس کا مزید حال اور انجام نظر سے نہیں گزرا ۔

اس کے بھانجے اور لے پالک کا نام میر بدیع الزمان تھا ۔ اس کا لڑکا میر احمد مصطفیٰ خاں ثانی ہے کہ جو کچھ دنوں نظام الملک آصف جاہ کی سرکار کا دیوان رہا اور اس (مصطفیٰ خاں ثانی) کا لڑکا میر محمد علی سید مکرم خاں بہادر ہے ۔ اس نے علم حاصل کیا اور ہر جگہ سے تمتع کیا ۔ اس سے پہلے وہ نظام الدولہ آصف جاہ کے لڑکے عالی جاہ کی سرکار کا دیوان تھا ۔ محرر اوراق (مؤلف کتاب) سے بہت محبت رکھتا ہے ۔

۱۴۸

میرک شیخ ہروی

قاضی اسلم[1] مشہور کا بھتیجا ہے۔ وہ عہد جہانگیری میں تمیز و شعور کے آغاز میں ہندوستان آیا اور لاہور میں ملا عبدالسلام کی شاگردی اختیار کی ۔

ملا عبدالسلام اس سہر (لاہور) کے معتبر فاضل تھے اور علم فقہ میں عالی رتبہ رکھتے تھے ۔ تقریباً پچاس سال وہ مسند افادہ و افاضہ پر متمکن رہے ۔ (تفسیر) بیضاوی پر ان کا حاشیہ ہے۔ کچھ دنوں بادشاہی لشکر کے مفتی بھی رہے ۔ شاہجہاں بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں ان کا انتقال ہوا[2] [۵۱۸] ۔ (اس نے ملا عبدالسلام سے) اکثر مروجہ کتابیں پڑھیں ۔

اکتساب کمال کے بعد وہ بادشاہ شاہجہاں کے ملازمین میں منسلک ہو گیا اور اپنی قسمت کی یاوری سے شاہزادہ داراشکوہ اور دوسرے شہزادوں کی تعلیم پر مقرر ہو گیا ۔ آہستہ آہستہ اس کے حال پر بادشاہ کی نوازش ہوئی اور وہ معقول منصب پر سرفراز ہوا ۔ سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ عرض مکرر کی خدمت پر فائز ہوا اور اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے بیگم صاحب کی سرکار کی دیوانی ملی ۔ اس کے منصب میں پانسو ذات اور پچاس سوار کا اضافہ ہوا اور اس طرح وہ دو ہزاری ذات اور دو سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ اس کے بعد پانسو کا اس کے منصب میں اور اضافہ ہوا ۔

جب محمد اورنگ زیب بہادر ہندوستان کے تخت سلطنت کا مالک ہوا ۔

۱- قاضی اسلم المتوفی ۱۰۶۱ھ (۱۶۵۱ء) کے لیے دیکھیے تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۱۰ ۳۱-۳۱۱ - (ق)

۲- ملا عبدالسلام لاہوری المتوفی ۱۰۳۷ھ (۱۶۲۷-۲۸ء) کے لیے دیکھیے تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ، ص ۲۹۸ - (ق)

تو اس پر پہلے سے بھی زیادہ عنایات ہوئیں ۔ دوسرے سال جلوس کے جشن کے موقع پر اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا اور وہ تین ہزاری منصب پر سرفراز ہوا اور دوسرے سال جلوس عالمگیری کے آخر میں اسے عنایت اللہ قادری کی بجائے صدارت کل کا عہدہ ملا ۔ چونکہ وہ بہت بوڑھا ہو گیا تھا اس لیے چوتھے سال جلوس عالم گیری میں اس خدمت سے معزول ہوا اور اسی زمانے میں ۱۰۷۱ھ (۶۱-۱۶۶۰ء) میں وہ فوت ہو گیا [۵۱۹] ۔

۱۴۹

مالوجی و پرسوجی

(یہ دونوں) کھیلو جی بھونسلہ کے بھائی تھے کہ جو نظام شاہی سرداروں میں سے تھا ۔ پہلے سال جلوس شاہجہانی میں وہ (کھیلو جی) اپنے بخت بیدار کی رہنمائی سے بادشاہی ملازمین میں داخل ہو گیا اور مہابت خاں خان خاناں کے لڑکے خان زماں سے وابستہ ہو گیا کہ جو باپ کی نیابت میں تمام ممالک دکن اور برار و خاندیس کی حکومت پر مامور تھا ۔ بادشاہ کے حضور سے اسے پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب ملا ۔ ایک تسلی نامہ ، خلعت ، مرصع جمدھر ، علم ، نقارہ ، مطلا زین کے ساتھ گھوڑا اور ہاتھی بھیجا گیا اور وہ دکن کے تعینا تیوں میں شامل ہوا ۔ وہ بادشاہی خدمات کے انجام دینے میں بہت سرگرم رہا ۔ قلعہ دولت آباد کی تسخیر کے شروع میں اس نے خان زماں کی ہمراہی میں نمایاں کام کیے ۔ بار بار غنیم سے مقابلہ کیا اور اپنے ساتھیوں پر اپنی خیر خواہی کا نقش بٹھا دیا ۔

جب مخلص بہادروں کی مساعئی جمیلہ سے اس مضبوط قلعے (دولت آباد) کے فتح کے اسباب کہ جو نظام شاہیوں کا پائے تخت تھا ، مہیا ہوتے جا رہے تھے تو کھیلو جی نے اس اندیشے سے کہ دولت آباد کے قلعے کی تسخیر کے بعد نظام شاہی حکومت کمزور ہو جائے گی ، یاقوت خاں حبشی کی طرح راہ فرار اختیار کی اور [۵۲۰] عادل شاہی نوکروں میں منسلک ہوگیا ۔ پھر بادشاہی فوج کے ساتھ مقابلہ کرنے لگا لیکن

سوائے نقصان اور خسارے کے کچھ حاصل نہ ہوا۔

کہتے ہیں کہ اس کی بیوی گوداوری میں اشنان کے لیے آئی تھی وہ گرفتار ہوگئی۔ مہابت خان نے بہت اعزاز کے ساتھ اس کو رکھا اور کھیلو جی کو پیغام بھیجا کہ عزت کے لیے مال قربان ہوتا ہے، اگر ایک لاکھ ہون (سکہ) تم دیتے ہو تو میں اس کو عزت کے ساتھ بھیجتا ہوں۔ اس نے مجبوراً نقد رقم بھیج دی۔ مہابت خان نے اس کی عورت کو نہایت اہتمام کے ساتھ روانہ کیا۔ جب عادل شاہ نے شاہی اطاعت کے احکام کو سننا پسند کیا اور بادشاہی حکام سے موافقت و خیر خواہی کے تعلقات قائم کیے تو اس کے بعد اس نے کھیلو جی کو اپنے یہاں سے علیحدہ کر دیا۔ وہ ایک زمانے تک سرکشی کی بنا پر ہاتھ پاؤں مارتا رہا اور بادشاہی ملک کو تاراج کر کے گزر کرتا رہا۔ شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر نے تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں دکن کی اپنی پہلی صوبیداری کے زمانے میں اس کو پکڑ لیا اور کیفر کردار کو پہنچایا۔

اس کے چھوٹے بھائی مالوجی اور پرسو جی دونوں نظام شاہی حکومت میں اپنی بہادری و شجاعت کی وجہ سے مشہور تھے۔ جب وہ بد نصیب (کھیلو جی) بادشاہی ملازمت سے تعلق ختم کر کے عادل شاہیوں سے مل گیا تو یہ لوگ اپنی دلالت عقلی اور قسمت کی رہنمائی سے اس کے ساتھ شامل نہ ہوئے اور خان‌خانان مہابت خان کے پاس آ گئے۔ جانفشانی کا عہد کیا۔ مہابت خان نے بہت سی رعایات کیں اور ان کو خدمت کے لیے تیار کر لیا [۵۲۱]۔

پہلے (مالو جی) کو پانچ ہزاری ذات و سوار کا اور دوسرے (پرسو جی) کو تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ملا۔ بادشاہی ملازمت کی برکت سے انھیں علم و نقارہ عنایت ہوا اور ان کو نہایت اطمینان و سکون حاصل ہوگیا۔ ہمیشہ ہوشیاری اور زمانہ سازی سے ملازمت کے کام انجام دیتے تھے اور دکن کے تمام صوبیداروں کو راضی رکھتے تھے، ان کی عنایت کے مستحق ٹھہرتے تھے۔ چونکہ مالو جی میں مروت و اہلیت تھی اور وہ

تعلقات (دوستی) کا لحاظ رکھتا تھا کہ اس سلسلے میں تمام دکنی منسلک تھے اس لیے سب (حکام) اس سے اچھے تعلقات رکھتے تھے ۔

گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب شاہزادہ محمد اورنگ زیب نے بکلانہ کی ولایت کے فتح کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے اس (مالو جی) کو تین ہزار بادشاہی سپاہیوں کے ساتھ محمد طاہر وزیر خاں کی ہمراہی میں کہ شاہزادہ عالی قدر (اورنگ زیب) کے معتمد ملازموں میں سے تھا ، اس طرف متعین کیا ۔ مالو جی نے اپنے مفوضہ فریضہ کو نہایت شائستہ طریقے سے انجام دیا اور کامیابی کے ساتھ واپس لوٹا ۔ اس کے بعد دکن کے صوبیداروں کی رفاقت میں جب ضرورت پڑی تو نہایت چستی و چالاکی سے اس نے اچھی طرح خدمت انجام دی ۔

مراد بخش کی حکومت (صوبیداری) کے زمانے میں جب شاہ نواز خاں صفوی نے دیو گڑھ پر لشکر کشی کی تو وہ (مالو جی) دکن کے امیروں میں سب سے آگے تھا ۔ انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ محمد اورنگ زیب نے برار کے ناظم مرزا خاں کو تلنگانہ کے صوبیدار ، ہادی داد کے ساتھ دیو گڑھ کی پیشکش وصول کرنے کے لیے کہ وہاں کا زمیندار حیلے بہانے سے ٹالتا [۵۲۲] تھا ، متعین کیا تو مالو جی کو دکن کے سارے امرا کے ساتھ اس کے ہمراہ بھیجا ۔ اس مہم کے بعد وہ خود تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادے کے پاس پہنچا کہ جو گولکنڈہ کے محاصرے میں بہادری دکھا رہا تھا ، اور وہاں خدمات انجام دیں ۔

اس زمانے میں بعض وجوہ کی بنا پر شاہزادہ (اورنگ زیب) کا مزاج دونوں بھائیوں سے منحرف ہو گیا ، اور اسی زمانے میں شاہزادہ بادشاہ کے حضور سے عادل شاہ بیجا پوری کی تادیب کے لیے مقرر ہوا اور بادشاہ کے حضور سے زبردست فوج بطور کمک متعین ہوئی ۔ یہ دونوں بھائی بادشاہی حکم کے مطابق دکن سے شاہجہان آباد پہنچے اور حضور میں حاضر ہوئے ۔ اس سال وہ ایرج بھاندیر اور اس کے نواح کے کچھ پرگنوں کی جاگیرداری پر مقرر ہوئے ۔

جس زمانے میں کہ مہاراجا جسونت بہادر سپاہیوں کے ساتھ مالوہ پر

متعین ہوا تو وہ بھی فوجی مددگار ہو کر گیا ۔ اجین کی لڑائی میں وہ راجا کے پڑاؤ کی حفاظت پر مقرر تھا کہ جو لڑائی کے میدان کے قریب تھا ۔ عین معرکۂ کار زار میں مراد بخش نے کہ جو عالم گیری فوج کے دائیں حصے میں تھا ، (راجا کے) پڑاؤ پر حملہ کر دیا اور اس کو لوٹ لیا ۔ مالو جی اور پرسو جی مقابلے کی تاب نہ لا سکے ۔ وہ مقابلے سے منہ موڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور اکبرآباد تک منہ پھیر کے نہ دیکھا ۔ دارا شکوہ کی لڑائی میں اس کے لڑکے سپہر شکوہ کے ساتھ میسرہ میں متعین ہوئے اور فتح کے بعد عالم گیر کی ملازمت میں آ گئے اور وقت کے تقاضے کے مطابق وہ بھی عام نوازش میں شامل ہوئے [۵۲۳]۔

چونکہ عالم گیر بادشاہ ان کی سابقہ اور موجودہ حرکات سے کبیدہ خاطر تھا اس لیے اس نے تیسرے سال جلوس عالم گیری میں دونوں کو منصب سے بر طرف کر دیا اور ان کی ملازمت کی قدامت اور سابقہ خدمات کی وجہ سے کہ وہ تمام عمر بادشاہی خدمت گزاری میں رہے ، پہلے (مالو جی) کو تیس ہزار روپے سالانہ اور دوسرے کو بیس ہزار روپے سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا ۔

مالوجی پانچویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۷۲ھ (۶۲-۱۶۶۱ء) میں فوت ہو گیا ۔ دونوں بھائیوں نے اورنگ آباد میں (اپنے اپنے نام کے) محلے آباد کیے تھے کہ جو آج بھی ان کے نام سے مشہور ہیں ۔ مالجی پورہ شہر کے باہر ہے اور پرسوجی پورہ قلعے میں داخل ہو گیا ہے ۔ کہتے ہیں کہ پرسوجی مغلیہ طریقے سے زندگی گزارتا تھا ۔ اس نے برار کے مضاف میں جل گاؤں کی زمین داری اسی ہزار روپے میں خریدی تھی ۔

۱۵۰

ملا علاء الملک تونی مخاطب بہ فاضل خاں

طبیعی اور ریاضی علوم میں وہ یکتائے زمانہ تھا[1] ۔ خاص طور سے علم ہئیت اور نجوم میں اس فن کے ماہروں میں ممتاز تھا اور فضل و کمال کے باوجود تمام امور میں اس کا طرز و طور زمانۂ حال کے دانشوروں کے مطابق تھا ۔ ساتویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ ایران سے ہندوستان آیا اور نواب آصف جاہی سے وابستہ ہو گیا کہ جو مختلف فنون کا جامع تھا اور مصاحب کی حیثیت سے اس کے ساتھ رہنے لگا ۔ اس پسندیدہ اطوار امیر کے انتقال کے بعد پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں [۱۰۵۲ھ] وہ بادشاہی ملازمین میں شامل ہوا ۔ پانسو ذات اور پچاس سوار کا منصب ملا ۔

چونکہ لاہور کی نہر علی مردان خاں کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کہ جو نہر کے کھودنے میں مہارت رکھتا تھا ، دریائے راوی کے منبع کے پاس سے جو شہر سے ساڑھے اڑتالیس کوس قریبی پر ہے (علی مردان خاں کے) اہتمام سے ایک لاکھ روپے کے خرچ سے تعمیر کر کے لایا لیکن جیسا کہ پانی پہنچنا چاہیے ویسا وہاں اس شہر (لاہور) کے قرب و جوار کے باغوں اور پھلواڑیوں میں نہیں پہنچتا تھا ، ایک لاکھ روپیہ مزید اس کام والوں کے سپرد ہوا ۔ انھوں نے ناتجربہ کاری سے پچاس ہزار روپیہ اس کی مرمت پر لگا دیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا ۔ ملا علاءالملک تمام فنون ریاضی کی طرح آب رسانی کے فن سے بھی واقف تھا ۔ اس نے پانچ کوس کا فاصلہ تو جوں کا توں رکھا اور باقی تیس کوس تک اس کو اور کھدوایا ۔ پھر بغیر کسی رکاوٹ کے کافی پانی دارالسلطنت میں آیا اور وہاں کی رونق میں اضافہ ہوا ۔

---

[1] ملاحظہ ہو فرحت الناظرین (مشمولہ اورینٹل کالج میگزین لاہور ، اگست ۱۹۲۸ء) ، ص ۱۷ - (ق)

سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے دیوانیٔ تن کا عہدہ ملا اور انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں پہلے اسے داروغۂ عرض مکرر کی خدمت ملی اور اس کے بعد وہ خانسامانی کے عہدے پر فائز ہوا ، پھر اس کے منصب میں برابر اضافہ ہوتا رہا ۔ چونکہ بلخ و بدخشاں کی تسخیر سے پہلے اس نے علم نجوم کی رو سے اس ولایت کی فتح کا حکم نکال کر شاہجہاں بادشاہ سے عرض کر دیا تھا ، اس لیے اس ملک کی فتح کے بعد وہ اصل واضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور چار سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے فاضل خاں کا خطاب ملا اور اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ تین ہزاری منصب پر سرفراز ہوا ۔

۷ رمضان ۱۰۶۸ھ (۳۰ اپریل ۱۶۵۸ء) تیسویں سال جلوس شاہجہانی کو جب داراشکوہ عالم گیری معرکے سے منہ موڑ کر چلا گیا تو فتح مند شاہزادہ اورنگ زیب جنگ کے میدان سے دو کوچ کر کے آگرہ کے قریب باغ منزل میں آ کر مقیم ہوا ۔ شاہجہاں کو فاضل خاں پر خاصا اعتماد و اعتبار تھا اور وہ سلطنت کے اسرار و رموز کی حفاظت کے سلسلے میں دوسروں سے ممتاز تھا اور اس وقت شاہجہاں بادشاہ کا مقرب تھا ۔ شاہجہاں بادشاہ نے زبانی پیغام اور تحریری فرمان بھی دے کر عالم گیر کے پاس بھیجا ۔ اس کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے :

> ''جو بات کہ پردۂ تقدیر میں پوشیدہ تھی اب مشیت ازلی کے تقاضے کے مطابق ظاہر ہو گئی ہے ۔ ہونے والی بات کو نظرانداز کرنے سے خود شناسی اور خدا شناسی کا موقع ملے گا ۔ چونکہ اب شدید امراض سے شفا حاصل ہو گئی ہے اور حقیقت میں دوبارہ زندگی حاصل ہوئی ہے ، ملاقات کا بہت اشتیاق ہے ، لہٰذا جلد ملاقات کر کے مطمئن کریں ۔''

فاضل خاں نے کہ جو پاک طینتی اور نیک اندیشی سے طرفین کا خیرخواہ [۵۲۶] تھا احکام و فرمان پہنچانے کے بعد وقت کے مناسب حال اتنی دلپذیر گفتگو کی کہ شاہزادہ (اورنگ زیب) باپ (شاہجہاں) سے ملاقات کے لیے مستعد اور تیار ہوگیا اور اس نے بادشاہ کے پاس ارادت و قدم بوسی

کے حصول اور حضور میں اپنے پہنچنے کی عرضداشت بھیج دی ۔ لیکن فاضل خاں کے چلے جانے کے بعد بعض ممتاز امرا نے شاہزادہ کو جانے سے منع کیا اور فسخ ارادہ میں مبالغہ کیا ۔ جب دوبارہ خان مذکور (فاضل خاں) بادشاہ کے پاس سے مسرت آمیز پیغام لے کر آیا تو اس نے یہاں دوسرا ہی رنگ دیکھا ۔ اگرچہ اس نے معقول توجیہات پیش کیں لیکن اس کی امید پوری نہ ہوئی اور وہ ناکام رہا اور جو ہونا تھا وہ ہوا ۔

چوں کہ عالم گیر کو فاضل خاں کی دانائی اور خیر خواہی پر پورا اعتماد تھا اس لیے مزاج شناسی اور زبان دانی کی وجہ سے اس کو شاہجہاں بادشاہ کی خدمت اور اس کی سرکار کے معاملات کی سربراہی کے لیے متعین فرمایا ۔ جلوس ثانی کے بعد دوسرے سال جلوس عالم گیری میں اسے چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ملا ۔ وقیع فرامین و احکام کے لکھنے کی خدمت کہ جو دیوان کل اور وزیر اعظم سے متعلق ہوتے تھے ، اس کے سپرد ہوئی ۔ اس کے بعد اس کو کوئی پیغام دے کر شاہجہاں بادشاہ کے حضور میں بھیجا ۔ چوتھے سال جلوس عالم گیری میں وہ بادشاہ عالم گیر کے حضور میں آیا اور شاہجہاں بادشاہ کے بھیجے ہوئے جواہر اور مرصع آلات اس نے عالم گیر کے حضور میں پیش کیے [۵۲۷] ۔ اور پانچویں سال جلوس عالم گیری میں اسے پانچ ہزاری منصب مرحمت ہوا ۔

چھٹے سال جلوس عالم گیری میں بادشاہ کشمیر گیا اور مہات دیوانی کا متصدی رگھناتھ فوت ہو گیا ۔ خان مذکور علوم معقول و منقول کے جامع ہونے کے باوجود وزارت کے جلیل القدر منصب کا استحقاق رکھتا تھا ۔ وہ سنجیدگی ، معاملہ فہمی اور اصابت رائے کی صفات سے متصف تھا ۔ ۱۱ ذی قعدہ ۱۰۷۳ھ (۷ جون ۱۶۶۳ء) کو اسے یہ منصب عظیم (وزارت) حاصل ہوا ۔

چوں کہ ارباب فضل کی کامیابی کا یہ قدیم دشمن اور حسد پیشہ آسمان اور دل آزار زمانہ ہمیشہ سے مخالف رہا ہے ، فاضل خاں کہ جس کے جسم پر وزارت کی خلعت نہایت موزوں تھی ، (وزارت کا عہدہ) قبول کرنے کے بعد معدے کی تکلیف میں مبتلا ہو گیا اور بہت جلد اس مرض نے شدت اختیار

کر لی ۔ چوں کہ اس کی عمر ساٹھ سال سے گزرگئی تھی اور ستر کے قریب پہنچ چکی تھی ، بڑھاپا اس مرض کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا ، لہٰذا علاج اور دوا سے کوئی فائدہ نہیں ہوا ۔ اسی مہینے کی ستائیس تاریخ (۲۴ جون) کو کہ وزارت کو سترہ دن ہوئے تھے اس نے داعی حق کو لبیک کہا [۵۲۸]۔ اس کا جنازہ اس کی وصیت کے مطابق لاہور لایا گیا اور اس باغ میں وہ مدفون ہوا کہ جو اس نے اپنے دفن کرنے کے لیے بنوایا تھا ۔ کہتے ہیں کہ وزیر بننے سے چند روز پہلے وہ کہتا تھا کہ میں وزارت پر فائز ہو رہا ہوں لیکن میری عمر وفا نہیں کرے گی ۔ چنانچہ دیوانی (وزارت) کے بعد اس نے یہ شعر بار بار پڑھا :

فرد

اُمید بستہ برآمد ولے چہ فائدہ زانکہ
اُمید نیست کہ عمر گزشتہ باز آید

کہتے ہیں کہ فاضل خاں نے نجوم کے اعتبار سے جو حکم لگا کر شاہجہاں بادشاہ اور عالمگیر بادشاہ کو دیے تھے وہ اکثر واقعات کے مطابق ہوئے ۔ کہتے ہیں کہ اس صدمے کی بھی اس نے خبر کر دی تھی کہ جو عالم گیر بادشاہ کے پاؤں کو چالیسویں سال جلوس میں خواص پورہ میں پہنچا تھا[1] ۔ مُلائی (مذہبی علوم) میں وہ کسی کی وقعت نہیں سمجھتا تھا ۔ کسی کو اپنے زور اور قابلیت کی وجہ سے نظر میں نہیں لاتا تھا ۔

کہتے ہیں کہ ایک دن شاہجہاں بادشاہ نہر بہشت کی سیر کے لیے گیا کہ جو نئی نئی کھدی تھی اور شاہجہاں آباد میں آئی تھی ۔ سعداللہ خاں (علامی) بھی ہمراہ تھا ، اس نے دوران گفتگو دو مرتبہ نہر کو 'ہ' پر زبر (نَہَر) کے ساتھ بولا جیسا کہ عام لوگ بولتے ہیں ۔ فاضل خاں نے تردید کرتے ہوئے کہا نَہْر کہیے ، 'ہ' ساکن ہے ۔ سعداللہ خاں نے جواب میں قرآن کریم کی آیت پڑھی [۵۲۹] ان اللہ مبتلیکم بِنَہَرٍ ۔ فاضل نے اس کی بے انصافی

۱۔ یہ واقعہ تینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں ہوا ۔ (پ)

سے ترش رو ہو کر کہا کہ عربی شعر سے سند ہونی چاہیے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ کیا قرآن کی وضاحت (عربی) شعر سے کم ہے۔ فاضل خان خاموش ہوگیا۔

چوں کہ اس کے کوئی اولاد نہ تھی اس لیے اس کا بھتیجا برہان الدین کہ جو اسی زمانے میں اپنے چچا کے پاس آیا تھا، اس کے مرنے کے بعد مناسب منصب پر سرفراز ہوا، اس کا حال عنقریب بیان ہوگا۔

۱۵۱

میر محمد سعید میر جملہ

مخاطب بہ معظم خان خان خانان سپہ سالار

اردستان[۱] صفاہان کے سادات سے ہے۔ جب وہ ولایت گل کنڈہ میں آیا تو اس ملک کے والی سلطان عبداللہ قطب شاہ کی تربیت اور نوازش سے اسے دولت و اقبال حاصل ہوا۔ اور مدتوں اس مملکت (گل کنڈہ) کی مہمات کے انتظام و انصرام اور وہاں کے معاملات کو نبانے اور سنبھالنے میں اس کا اختیار رہا[۲]۔ اس نے اپنی بہادری اور تجربہ کاری سے کرناٹک کے مضافات میں کرناٹکیوں سے چھین کر ایک ولایت پر قبضہ کر لیا۔ یہ ولایت ایک سو پچاس کوس لمبی اور بیس کوس چوڑی تھی اور چالیس لاکھ روپیہ سالانہ اس کی آمدنی تھی۔ اس میں الماس کی کان تھی اور کنجی کوٹھ اور سدھوب جیسے مضبوط قلعے تھے کہ ان سے بالا گھاٹ کرناٹک کا علاقہ مراد ہے اور وہاں کا صدر مقام کڑپہ ہے [۵۳۰]۔ قطب الملک کے بزرگوں میں سے کسی کو ایسی فتح نصیب نہیں ہوئی تھی۔ پہلے کے مقابلے میں اب اس کی حیثیت و ثروت اور ساز و سامان ایسا ہو گیا کہ خود اس نے اپنے پانچ ہزار سپاہی نوکر رکھ لیے اور وہ ہم عصروں سے فوقیت اور بازی لے گیا۔

۱۔ اردستان ۳۶ کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ (پ)

۲۔ ان مہمات کے لیے دیکھیے ہسٹری آف شاہجہاں، ص ۱۷۰-۱۸۱۔ (پ)

اسی وجہ سے ایک جماعت نے کہ جو اس کی مخالف تھی ، دشمنی اور بد اندیشی سے دولت خواہی کے انداز میں دور از کار باتیں قطب شاہ کے ذہن نشین کیں اور میر جملہ کی طرف سے اس کو متوہم اور منحرف کر دیا ۔

اس کے لڑکے میر محمد امین کے طرز عمل اور حرکات سے کہ جو دربار میں تھا اور جوانی و دولت کے نشے سے سرشار ہو رہا تھا ، رعونت ظاہر ہوتی تھی ۔ اور اس شان دار فتح سے کہ جو اس کے باپ (میر جملہ) کو نصیب ہوئی تھی ، وہ بد مست اور مغرور ہو گیا تھا اور وہ اپنی حد سے بہت بڑھ گیا تھا ۔ چنانچہ ایک دن وہ شراب کے نشے میں مست دربار میں آیا اور شاہی مسند پر سو گیا اور قے کر دی ۔ اس کی بد مزاجی ظاہر ہوئی ۔ اس سے اور بھی بے التفاتی بڑھ گئی ۔

میر جملہ کہ جو ایسی فتح کے صلے میں عظیم توقعات رکھتا تھا اپنے خلاف نتائج دیکھ کر دل برداشتہ ہوگیا اور اس نے ترک رفاقت کا خیال کیا ۔ اُنتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس نے شاہزادہ محمد اورنگ زیب کا وسیلہ اختیار کیا کہ جو اس وقت دکن کا صوبے دار تھا اور التماس کی کہ حضور میں اس کو طلب کیا جائے ۔ شاہجہان بادشاہ نے شاہزادہ (محمد اورنگ زیب) کی استدعا پر ایک فرمان بھیجا جس میں تحریر تھا [۵۳۱] کہ پانچ ہزار ذات و سوار کا منصب (میر جملہ کو) اور دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب اس کے لڑکے میر محمد امین کو مرحمت ہوا اور قطب شاہ کو لکھا گیا کہ اس باب میں اس سے یا اس کے متعلقین سے کوئی تعرض نہ کیا جائے اور یہ فرمان قاضی محمد عارف کشمیری کے ذریعے روانہ ہوا ۔

قطب شاہ نے جب یہ خبر سنی تو اس نے محمد امین کو مع اس کے متعلقین کے قید کر دیا اور جو کچھ مال و دولت اور کنیز و غلام تھے ، ان کو ضبط کر لیا اور شاہجہانی فرمان صادر ہونے کے باوجود اپنے کیے ہوئے پر اس نے اصرار کیا ۔ شاہزادہ محمد اورنگ زیب نے ایک شاہی فرمان (قطب شاہ کے پاس) بھیجا جس میں تحریر تھا کہ سلطان محمد چاہتا ہے کہ اڑیسہ کے راستے سے اپنے چچا شاہزادہ محمد شجاع کی خدمت میں جائے ۔ لٰہذا تم کو چاہیے کہ تم اچھے طریقے سے (شاہزادے کو) اپنی حکومت سے گزر جانے

دو ۔ وہ بے وقوف نیرنگیٔ زمانہ سے بے خبر ضیافت کے سامان میں مشغول ہوا ۔ شاہزادہ (اورنگ زیب) نے حسب‌الحکم (شاہی) ۸ ربیع‌الاول ۱۰۶۶ھ (۲۶ دسمبر ۱٦۵۵ء) کو اپنے بڑے لڑکے سلطان محمد کو بطور ہراول حیدر آباد بھیج دیا اور (اورنگ زیب) خود بھی ۳ ربیع‌الآخر (۲۰ جنوری ۱٦۵٦ء) کو روانہ ہو گیا ۔

اب قطب‌الملک خواب غفلت سے بیدار ہوا اور اس نے محمد امین کو مع اس کی والدہ کے بھیج دیا ۔ وہ حیدرآباد سے بارہ کوس کے فاصلے پر آ کر سلطان محمد کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ چوں کہ اس نے نا تجربہ کاری کی وجہ سے اس کا مال واپس [۵۳۲] نہیں کیا اس لیے سلطان محمد نے (حیدرآباد) شہر کا ارادہ کیا ۔ قطب‌الملک اس خبر کے سنتے ہی ۵ ربیع‌الآخر (یکم فروری ۱٦۵٦ء) کو پریشانی کے عالم میں نقد ، جواہر ، سونا ، چاندی لے کر گل کنڈہ کے قلعے میں آ گیا کہ جو شہر سے تین کوس کے فاصلے پر ہے ۔

جب حسین ساگر تالاب کے کنارے شاہی لشکر مقیم ہوا اور قطب شاہی فوجیں آئیں تو مقابلے کے بعد وہ فوجیں بھاگ گئیں ۔ سلطان محمد نے نہایت دلیری سے شہر کی دیوار (فصیل) تک شکست کھائے ہوؤں کا تعاقب کیا اور دوسرے دن اس نے حیدرآباد پر قبضہ کر لیا ۔ اگرچہ وہاں کی عمارتیں آتش زدگی سے اور وہاں کے رہنے والے لوٹ مار سے کسی قدر محفوظ رہے لیکن قطب شاہی املاک اور کارخانے لوٹے گئے ۔ نادر کتابیں ، چینی کا سامان اور دوسری اجناس بہت ہاتھ لگیں ۔ سامان کی بہتات کا یہ عالم تھا کہ چند روز کی لوٹ کھسوٹ کے باوجود کوچ کے وقت سامان و اسباب سے گھر بھرے پڑے تھے ۔

ہر چند سلطان عبداللہ نے ظاہر میں صلح و صفائی کی بات کی اور دوبارہ پیشکش میں جواہر اور ہاتھی بھیجے اور اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا لیکن سامان جنگ کی تیاری ، استحکام قلعہ اور قلعہ‌داری کے اسباب و سامان میں لگا رہا اور کمک کی طلبی میں عادل شاہ کو مکرر لکھا ۔ جب شاہزادہ ۱۸ دن کے عرصے میں قلعے سے ایک کوس کے فاصلے پر پہنچ

گیا ، لشکر آراستہ کیا اور قلعے کے اطراف میں کہ جس کا دور تین کوس جریبی تھا ، مورچالوں کا تعین کیا ، اگرچہ قلعے سے [۵۳۳] توپ و بندوق کی گولیوں کی ایسی بارش ہو رہی تھی جیسے اولے گرتے ہیں اور میدان میں سخت جنگ اور مقابلہ برپا تھا لیکن بادشاہی فوج بہادری دکھا رہی تھی اور فتح یاب ہو رہی تھی ۔

جب قطب شاہ نے شہزادے کی کوشش قلعے کی تسخیر کے سلسلے میں ملاحظہ کی تو مجبوراً پناہ کا طالب ہوا ۔ اس نے اپنے داماد میر احمد کو بھیجا ۔ سالہائے گرشتہ کی پیشکش اور میر محمد امین کا سامان بھی بھیج دیا اور استمالت نامہ کی درخواست کی ۔ ان چیروں (پیشکش وغیرہ) کے پہنچنے کے بعد اس نے اپنے مقصد کے حصول کے لیے اپنی والدہ کو بھیجا ۔ وہ بزرگ خاتوں شہزادے کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس کے لڑکے کی خطا کی معافی کے لیے طے ہوا کہ وہ ایک کروڑ روپیہ حال کی پیشکش گزرانے اور قطب الملک کی لڑکی کی شادی سلطان محمد کے ساتھ ہو ۔ اور اس لڑکی کے ساتھ دس لاکھ روپیہ بطور جہیز لے کر قلعے سے نہایت احترام کے ساتھ سلطان محمد کے یہاں لائے ۔

۱۲ جمادی الآخر تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں تالاب حسین ساگر کے کنارے میر جملہ اپنی مفتوحہ ولایت سے آیا اور شہزادے کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اس کو حضور میں بیٹھنے کی اجازت ملی جس سے اس کا اعزاز و مرتبہ بہت بڑھ گیا ۔ شاہزادہ خود بھی اس کی قیام گاہ پر گیا اور اس کو شرف بخشا ۔ ۷ رجب کو شاہزادہ اورنگ آباد کو واپس ہو گیا ۔ پوشیدہ طور سے میرجملہ سے ہوا خواہی اور یک جہتی کے عہد و پیمان ہوگئے اور اندور کی منزل سے اس کو اس کے لڑکے کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا [۵۳۴]۔

اسی منزل پر بادشاہ کے حضور سے ایک فرمان پہنچا جس میں میر جملہ کے لیے معظم خان کا خطاب اور علم و نقارہ مرحمت ہوا تھا ۔ ۲۵ رمضان المبارک کو خان مذکور (میر جملہ) شاہجہاں آباد میں داخل ہو کر شرف باریابی سے مشرف ہوا ۔ چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار کے

منصب ، دیوانی کی خدمت ، مرصع قلم دان ، پانچ لاکھ روپے کے نقد انعام اور دوسری شاہانہ نوازشوں سے سرفراز ہوا ۔

معظم خاں نے ایک بڑا الماس کہ جس کا وزن نو ٹانک تھا کہ جو دو سو سولہ رتی کے برابر ہوتے ہیں[1] اور جس کی قیمت دو لاکھ سولہ ہزار روپے تھی ، ساٹھ ہاتھی اور دوسرے قیمتی جواہر بادشاہ کے حضور میں پیش کیے کہ جن کی مجموعی قیمت پندرہ لاکھ روپے تھی ۔ چونکہ اس نے دکن میں نشو و نما پائی تھی اس لیے وہ اسی ترکیب میں رہتا تھا کہ کسی طرح اپنے مقصد (دکن کی روانگی) میں کامیاب ہو ۔ اتفاق کی بات اسی سال معلوم ہوا کہ بیجا پور کا والی ابراہیم عادل شاہ فوت ہو گیا ، اور اس کے امرا نے کہ جن میں زیادہ تر غلام ہیں ، ایک مجہول النسب شخص علی کو کہ جس کو اس نے اپنا فرزند (لے پالک) قرار دیا تھا ، اس کا جانشین بنایا ہے ۔ معظم خاں کو حصول مقصد کا موقع ملا ، اس نے اس ولایت کی فتح کو آسان بات سمجھا اور اس عظیم مہم کے پورا کرنے کے لیے متعین ہوا ۔ اس نے اپنے لڑکے محمد امین کو اپنی نیابت میں وزارت پر بادشاہ کے حضور میں چھوڑا اور ممتاز امرا مثلاً مہابت خاں ، راؤ ستر سال [۵۳۵] اور نجابت خاں کے ہمراہ اورنگ آباد میں شاہزادہ محمد اورنگ زیب کے پاس پہنچ گیا ۔ شاہزادے نے اس امیر معظم (میر جملہ معظم خاں) کی صواب‌دید سے بہت جلد بیدر کے قلعے کو کہ جو دکن کے مضبوط قلعوں میں سے ہے فتح کر لیا ۔ یکم ذی قعدہ ۱۰۶۷ھ (یکم اگست ۱۶۵۷ء) کو کلیان کے قلعے پر بھی قبضہ ہو گیا ۔ اور اس علاقے کے اکثر مقامات پر تھانے قائم کر دیے گئے ۔

اس کے بعد جب گلبرگہ کی تسخیر کا ارادہ ہوا کہ جو بیجا پور کے مشہور شہروں میں سے ہے تو عادل شاہ اپنی بربادی سے بہت فکر مند ہوا ۔ اس نے ایک کروڑ روپیہ پیشکش گزرانا ؛ ولایت کوکن ، قلعہ پرینڈہ اور

۱۔ ملاحظہ ہو خافی خاں ، جلد اول ، ص ۷۵۳ ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مشہور کوہ نور ہیرا ہے ۔ (پ)

امر کے ملحقات بادشاہی قلم رو میں شامل کر دیے اور اطاعت اختیار کی ۔ بادشاہ کے حضور سے شہزادے کے نام فرمان صادر ہوا کہ وہ خود اورنگ‌آباد پہنچے اور معظم خاں کوکن کے قلعوں میں تھانے قائم کرے اور پھر حضور میں پہنچے ۔

ابھی پیشکش کی قسطوں کا تعین اور مفتوحہ ملک کا انتظام شہزادے کے حسب منشا نہ ہوا تھا کہ شاہجہاں کی بیماری اور سلطنت کے داراشکوہ کے قبضے میں جانے کی خبر شائع ہوئی ، اور بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ابھی گلبرگہ کا محاصرہ اور عادل شاہیوں سے مقابلہ ہو رہا تھا کہ یہ ہنگامہ برپا ہو گیا ۔ دشمن کا زور بڑھ گیا ۔ داراشکوہ نے از روئے عناد اور کام بگاڑنے کی غرض سے اس مہم کے سارے کمکیوں (فوجی مددگار) کو [٥٣٦] حضور میں طلب کر لیا ۔ مہابت خاں اور راؤ ستر سال شہزادے (اورنگ زیب سے) بغیر اجازت لیے چلے گئے ۔ مجبوراً شہزادہ مصالحت کے لیے مجبور ہو گیا اور ایسے وقت میں جب کہ لشکر میں انتشار پیدا ہو گیا بڑی ترکیبوں سے ١٠٦٨ھ کے شروع اور اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی کے آخر (١٦٥٨ء) میں وہ اورنگ آباد سلامتی کے ساتھ پہنچ گیا ۔ اسی زمانے میں بعض وجوہ کی وجہ سے معظم خاں وزارت سے معزول ہوا اور اس نے بھی دوسروں کی طرح بادشاہ کے حضور میں جانے کا ارادہ کیا ۔

ایسے مدبر ، صاحب رائے اور خزائن و سپاہ کے مالک امیر کا جانا عقل دور اندیش کے قانون کے خلاف تھا ، لہذا (شہزادے نے) اس کو پیغام بھیجا کہ جملۃ الملک (معظم خاں) اس وقت اجازت لے کر جائے کیونکہ مصالح ملکی کے لحاظ سے یہ ضروری ہے ۔ اس نے اس بات سے پہلوتہی کی اور معروضہ پیش کیا کہ غلام کے لیے (شاہی) حکم کی اطاعت کے سوا چارہ نہیں ہے ۔ دوسری مرتبہ شاہزادہ معظم کو اس صاحب ثروت و حیثیت امیر کو ہموار کرنے کے لیے بھیجا کہ ہم اس خیر اندیش (معظم خاں) کو اپنا خیرخواہ سمجھتے ہیں ، کچھ بہت ضروری باتیں ہیں ، اگر ان کو سن کر وہ (دربار میں) جائے تو مناسب ہے ۔ جب خان مذکور (معظم خاں) نے (سلطان معظم) کی تملق آمیز گفتگو سنی تو اس نے وہم کو اپنے دل سے

نکال دیا [۵۳۷] اور وہ آ گیا ۔ جیسے ہی وہ شاہزادے (اورنگ زیب) کے پاس پہنچا ، اس کو قید کر لیا گیا ۔

بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ چونکہ وہ خود بھی بادشاہ کے حضور میں جانا نہیں چاہتا تھا اور ٹھہرنا بھی مناسب نہیں تھا لہٰذا جو کچھ ہوا وہ اس کے مشورے سے ہوا اور اس نے اپنی تجربہ کاری سے ایسا معاملہ کیا کہ اس سے بادشاہ کو شاہزادے کا ظلم اور بے اعتدالی معلوم ہوئی ۔ بادشاہ نے فرمان بھیجا کہ قیامت کی باز پرس سے ڈرو اور اس بیچارے سید (معظم خاں) کو قید سے رہا کرو کہ وہ سراسر خدمت میں مصروف رہا ہے ۔ شہزادے نے بادشاہ کے فرمان پہنچنے سے قبل حضور میں عرضداشت بھیجی کہ اس کے طور و طریق سے سرکشی کا گمان ہوتا تھا اس لیے اس کو قید کیا ورنہ یقیناً وہ بھاگ کر دکنیوں سے مل جاتا ۔

جب شاہجہاں بادشاہ کی بیماری کی زیادتی اور دارا شکوہ کے غلبے کی خبر تمام ہندوستان میں مشہور ہوئی تو ایک ہنگامہ برپا ہو گیا ۔ شاہزادے نے معظم خاں کے مال اور خزانے کو اپنی ضروریات کے پورا کرنے میں صرف کیا ۔ اس کے نوکروں کو اپنی ملازمت میں لے لیا اور اس کو دولت آباد کے قلعے میں نظر بند رکھا اور وہ خود ہندوستان کے لیے روانہ ہو گیا ۔ جب شاہزادے (اورنگ زیب) کو اس کے اقبال سے ہندوستان کی سلطنت مل گئی تو اس نے معظم خاں کو اس کی نقد و جنس واپس کر دی اور (مزید) عنایت فرمائی [۵۳۸] صوبہ خاندیس کی صوبیداری پر سرفراز کردیا ۔ اسی سال جب (اورنگ زیب عالم گیر) دہلی سے شاہزادہ محمد شجاع کی شورش کی آگ دبانے کے لیے پورب کو روانہ ہوا تو معظم خاں کو حضور میں طلب کیا ۔ وہ یلغار کر کے جنگ سے دو دن قبل کڑہ میں بادشاہ کے حضور میں پہنچ گیا اور اپنے حسن اخلاص کا ثبوت دیا اور لڑائی کے دن اس کا ہاتھی بادشاہ کی سواری کے ہاتھی کے پیچھے تھا ۔

فتح و نصرت حاصل ہونے کے بعد معظم خاں سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کے منصب اور دس لاکھ روپے کے انعام سے سر فراز ہوا اور شاہزادہ محمد سلطان کی ہمراہی میں محمد شجاع کے تعاقب کے لیے کہ جو میدان

جنگ سے بھاگ گیا تھا ، روانہ ہوا[1] ۔ اس مہم میں جو صائب تدابیر اور شائستہ بہادری کہ جو عظیم‌الشان سرداروں کے لائق ہے ، معظم خان نے دکھائی اس کا زمانے پر اس سے پائدار نقش بیٹھا ۔ جب شاہ شجاع نے قصبہ مونگیر کو آلات حرب سے مستحکم کر کے وہاں قیام کیا اور اپنے حسن تدابیر سے اس پر ایسا رعب بٹھا دیا کہ شجاع اس مقام کو چھوڑ کر قیام کے لیے اکبر نگر چلا گیا کہ جس کو وہ اپنے لیے عافیت کا مقام سمجھتا تھا ، معظم خان نے وہاں کا سیدھا راستہ چھوڑ کر جنگل اور پہاڑ کا راستہ اختیار کیا تاکہ پیچھے سے اس کے سر پر پہنچے [۵۳۹] اور اس کے فرار کے راستے کو روک دے ۔

شجاع نے جب یہ خبر سنی تو وہ اکبرنگر کو کہ جس کو اس نے اپنا صدر مقام بنایا تھا چھوڑ کر مع اہل و عیال دریائے گنگا عبور کر کے چلا گیا اور ٹانڈہ پور میں وہ بنگالہ کے مکمل نوارے (کشتیوں کا بیڑہ) کو اپنے قبضے میں لایا کہ جن پر اس ملک کی لڑائی کا دار و مدار ہے ، اور وہاں مور چالیں باندھ کر مقیم ہو گیا ۔ معظم خان نے شہزادہ سلطان محمد کو اکبر نگر میں چھوڑا کہ وہ دشمن کی ہراول فوج کو نگاہ میں رکھے اور وہ خود کسی دوسرے گھاٹ سے عبور کرنے کے لیے آگے بڑھا ۔ بہت دنوں بہادرانہ مقابلے اور مردانہ معرکے ہوتے رہے ۔

جب برسات کا موسم شروع ہو گیا تو مقابلہ و معرکہ موقوف ہو گیا اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ آرام کرنے لگا ۔ سلطان شجاع نے فریب کاری شروع کی اور اس نے سلطان محمد کو اپنی لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کا لالچ دیا ۔ وہ (سلطان محمد) بعض فتنہ پردازوں کے بہکانے سے معظم خان سے کبیدہ خاطر تھا ، وہ شجاع کے فریب سے ڈگمگا گیا اور دو تین خاص آدمیوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر ۲۷ رمضان ۱۰۶۹ھ[2] (۸ جون ۱۶۵۹ء) کو شجاع کے پاس چلا گیا ۔

۱۔ ملاحظہ ہو جادو ناتھ سرکار ، جلد دوم ، ص ۵۶۶-۶۱۲ ۔ (پ)

۲۔ متن میں ۹۶۹ھ تحریر ہے جو غلط ہے ۔

اس واقعے سے بادشاہی لشکر میں بہت انتشار اور فتور پیدا ہو گیا ۔ کہتے ہیں کہ اگر معظم خاں جیسا مدبر اور با وقار (سردار) نہ ہوتا تو مشکل ہو جاتی ۔ معظم خاں موضع سولی سے کہ جہاں وہ مقیم ہو کر دشمن کی مدافعت کر رہا تھا ، اس حادثے کے وقوع [۵۳۰] ہوتے ہی ثابت قدم رہ کر لشکر میں پہنچا اور ہمت کر کے تدارک کے لیے مختلف تدابیر میں مشغول ہو گیا ۔ چونکہ سارے ملک میں پانی پھیلا ہوا تھا اور نوارہ (کشتیوں کا بیڑہ) دشمن کے قبضے میں تھا ، لشکر میں غلے کی کمی پڑ گئی اور دوسری مصیبتیں بھی رونما ہوئیں ۔ شجاع نے دوسری مرتبہ اکبر نگر پر قبضہ کر لیا ۔ برسات گزرنے کے بعد شجاع ، سلطان محمد کو ہراول لشکر بنا کر لڑائی کے لیے روانہ ہوا ۔ معظم خاں نے فتح جنگ خاں روہیلہ کو ہراول پر ، اسلام خاں بد خشی کو میمنہ پر اور فدائی خاں کوکہ کو میسرہ پر (متعین کیا) اور اس فوج سے بھاگیرتی کے کنارے مقابلہ کرنے لگا کہ جس کے بین سردار مثلاً سلطان محمد ، شجاع اور اس کا لڑکا بلند اختر تھے ۔ شام تک توپ ، بندوق اور بانوں سے جنگ کی آگ بھڑکتی رہی ۔ رات کو لڑائی موقوف ہو گئی اور دونوں لشکر اپنے اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے۔

معظم خاں نے بہار کے صوبیدار داؤد خاں قریشی کو لکھا کہ جو مدد کے لیے آ رہا تھا کہ تم ٹانڈہ کے راستے سے آ کر وہاں قبضہ کرو کیونکہ شجاع کے اہل و عیال اور مال و اسباب وہیں ہے ۔ یہ یقینی بات ہے کہ اس خبر کو سن کر اس کے پیر اکھڑ جائیں گے ۔ اور خود اس نے دلیر خاں کے انتظار میں کہ جو بادشاہ کے حضور سے (کمک لے کر) آ رہا تھا ، چند روز کے لیے لڑائی موقوف کر دی ۔ اسی دوران میں جو بات معظم خاں نے سوچی تھی ، (عمل میں آئی) اور داؤد خاں کی خبر سن کر شجاع نے روانگی شروع کر دی اور وہ بھاگیرتی کے کنارے سے [۵۳۱] سولی کو چل پڑا تا کہ دریائے گنگا کو عبور کر کے ٹانڈہ پہنچ جائے ۔ معظم خاں اس موقع کی تلاش میں تھا ، اس نے تعاقب شروع کر دیا اور پندرہ روز تک صبح سے شام تک دونوں فریقوں میں توپ و بندوق کی لڑائی کا ہنگامہ گرم رہا ۔ رات کو خیموں میں آرام کرتے تھے یہاں تک کہ

شاہ شجاع دریائے گنگا کو عبور کر کے ٹانڈہ کی طرف چل دیا ۔ معظم خان نے اسلام خان کو دس ہزار سواروں کے ساتھ اکبر نگر بھیجا تاکہ دریا کے اس طرف کے علاقے پر قبضہ و انتظام کرے اور وہ خود شجاع کے استیصال میں مشغول ہوا۔

جب شاہزادہ محمد سلطان نے شجاع کی بربادی اور خرابی کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو اسی دوران میں وہ ۶ جمادی الآخر کو شکار کے بہانے سے ٹانڈہ سے سوار ہو کر دریا کے کنارے آ گیا اور کشتی میں بیٹھ کر ٹانڈہ کے گھاٹ سے گزر کر دوکاری (دو گاحی) پہنچا ۔ معظم خان نے شہزادے کو اپنے پاس بلایا اور تمام امرا کے ساتھ اس کا استقبال کیا ۔ (شہزادے کے لیے) خیمے اور دوسری ضروریات کا سامان کہ جو اس عجلت میں میسر ہو سکتا تھا ، مہیا کیا اور شاہزادے کو بادشاہ کے حکم کے مطابق فدائی خان کے ہمراہ حضور میں روانہ کر دیا ۔

جب بادشاہی لشکر اور دشمن کے سپاہیوں کے درمیان بار بار مقابلے ہوئے تو ہر مرتبہ بادشاہی لشکر کے آدمی کامیاب ہوئے ۔ معظم خان ایک مہینے [۵۴۲] محمود آباد میں ٹھہرا اور مہا ندی کو عبور کرنے اور دشمن کو برباد کرنے کی کوشش کی ، کیونکہ دشمن دریا کے بیچ میں ہونے ، توپ خانے کی قوت اور نوارے کی وجہ سے بہت مضبوط تھا اور ثابت قدمی دکھا رہا تھا ۔ (معظم خان نے) آرام و آسایش کو خیر باد کہا اور بہت کوشش اور جد و جہد کی تاکہ یہ مہم جلد ختم ہو جائے اور دوسرا برسات کا موسم نہ آ جائے ۔ اتفاق سے بکلہ گھاٹ کے پاس پایاب جگہ ملی ۔ وہ قوی ہمت سردار (معظم خان) تمام سواروں کو لے کر نالہ کے کنارے آ گیا ۔ دشمن کی مدافعت کے باوجود اس نے دریا پار کر لیا اور اس کی مورچال پر حملہ کر دیا ۔ بہت سے ہمت ہار کر ٹانڈہ بھاگ گئے ۔ مجبوراً شجاع نے بھی بنگالہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ چھوڑا اور چوکی میر داد پور کو چھوڑ کر ٹانڈہ چلا گیا ، اور وہاں سے کچھ لوگوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر جہانگیر نگر (ڈھاکہ) روانہ ہو گیا ۔

معظم خان ٹانڈہ پہنچا اور اس کے مال کی ضبطی اور تصرف میں کہ

جو لٹیروں کے ہاتھ سے باقی بچ گیا تھا ، مشغول ہوا ۔ اور جو مال بد معاش لوٹ کر لے گئے تھے اس کی واپسی کی کوشش کی ، اور وہاں سے نہایت تیزی کے ساتھ تعاقب میں آگے بڑھا ۔

شجاع جہانگیر نگر (ڈھاکہ) میں اراکان کے راجا کی کمک کے انتظار میں تھا کہ وہ شاہی فوج کی آمد کی وجہ سے خوف زدہ ہو گیا ۔ تیسرے سال جلوس عالمگیری کے شروع میں ۶ رمضان (۲۶ اپریل ۱۶۶۱ء) کو شجاع اپنے تین لڑکوں اور کچھ سرداروں کے ہمراہ جہانگیر نگر (ڈھاکہ) سے [۵۴۳] نکل کر نکبت و ادبار کی حالت میں اراکان روانہ ہوا کہ نہایت خراب ملک اور کافروں کا ٹھکانا تھا ۔ اس کے ساتھ سادات بارہہ میں سے سید عالم تھا کہ جس کے ساتھ دس آدمی تھے اور مغلوں میں سے سید قلی اوزبک تھا کہ جس کے ساتھ بارہ آدمی تھے ۔ تھوڑے سے کچھ اور لوگ تھے کہ جن کی تعداد چالیس سے زیادہ نہ تھی ۔ (ان کے سوا) اور کوئی نہ تھا ۔ معظم خاں کو ان مساعئی جمیلہ کے بدلے میں خان خاناں سپہ سالار کا اعلیٰ خطاب ملا کہ اس نے سولہ ماہ کی مدت میں مختلف مصیبتیں اور تکلیفیں جھیل کر ایسی عظیم مہم کو انجام کو پہنچایا ۔

جب شاہجہاں بادشاہ کی بیماری کی وجہ سے بادشاہی مملکت کی تمام سرحدوں پر شورش و فساد شروع ہو گیا تو کوچ بہار کے زمیندار بیم نرائن[1] نے سرکشی شروع کر دی اور گھوڑا گھاٹ پر حملہ کرنے کی جسارت کی ۔ آسام کے راجا جی دھج سنگھ[2] نے بھی کہ جو فوج ، ملک اور ساز و سامان کے اعتبار سے فوقیت رکھتا تھا ، ایک فوج کو دریا اور خشکی کے راستے ولایت کامروپ پر بھیج دیا کہ جس سے ہاجو ، گواہٹی اور اس کا مضافات مراد ہے اور اس پر قبضہ کر لیا ۔ یہ علاقہ مدت سے بادشاہی مملکت

۱- فتحیہ عبریہ ، تاریخ آسام ۔ (ص ۱۲۵) اور سرکار (جلد سوم ، ص ۱۵۵) میں پران نرائن نام دیا ہے (پ)

۲- تاریخ آسام (ص ۱۲۵) اور سرکار (جلد سوم ، ص ۱۵۶) میں جے دھج سنگھ نام دیا ہے ۔ (پ)

میں شامل تھا ۔ چونکہ شجاع کا حال تو خود خراب تھا لہٰذا وہ اس جھگڑے کے نبٹانے کی کوشش نہ کر سکا ۔ انھوں نے اور جرأت کا قدم بڑھایا اور پرگنہ کری باڑی کے مضافات تک [۴۴۵] قبضہ کر لیا کہ جو جہانگیر نگر (ڈھاکہ) سے پانچ منزل ہے ۔ معظم خاں کہ جو شجاع کے تعاقب میں جہانگیر نگر (ڈھاکہ) آیا تھا ، اس شورش کو دفع کرنے کے لیے اس طرف بڑھا ۔ آسام کا راجا مرعوب اور خوف زدہ ہو کر معذرت خواہ ہوا اور اس نے مقبوضہ علاقہ چھوڑ دیا ۔ خان خاناں نے بظاہر اس کی معذرت قبول کر لی اور چوتھے سال جلوس عالم گیری ۱۸ ربیع الاول ۱۰۷۲ھ کو وہ خضر پور سے بیم نرائن کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا ۔

جب وہ موضع بری پتھ کے پاس پہنچا کہ جو بادشاہی ملک کی سرحد ہے تو اس نے ایک واقف کار کی رائے کے مطابق غیر متعارف راستے کو اختیار کیا کہ گھنے جنگل اور باسی کی وجہ سے بیم نرائن نے لشکر کا آنا اس راستے سے مشکل سمجھا تھا اور اس راستے کی کوئی محافظت نہیں کی تھی ۔ روزانہ جنگل کاٹا جاتا تھا اور نہایت محنت و مشقت سے اس جنگل میں راستہ بنایا جاتا تھا اور پھر ہمت مردانہ سے راستہ طے کرتے تھے ، یہاں تک کہ ۷ جمادی الاول (۹ دسمبر ۱۶۶۱ء) کو شاہی لشکر کوچ بہار پہنچ گیا ۔ کہتے ہیں کہ یہ شہر نہایت سلیقے اور قرینے سے آباد ہے ۔ کوچے خیاباں کے انداز پر ہیں ۔ ناگیسر اور کچنار کے درخت لگے ہوئے ہیں کہ جن کے پتے اور پھول نہایت خوب اور موزوں ہیں ۔ معظم خاں نے ایک جماعت کو بیم نرائن کے تعاقب میں متعین کیا کہ جو کوہ بھوتنت (بھوٹان) کے دامن میں چلا گیا تھا [۴۴۵] کہ جو کوچ بہار سے شمال میں پندرہ کوس کے فاصلے پر ہے ۔ اس نے وہاں کے حاکم دھرم راج کا وسیلہ پکڑا اور پہاڑ کے اوپر پہنچا کہ وہ ایک ٹھنڈا پہاڑ ہے کہ اس پر پیدل چڑھنا نہایت دشوار ہے ۔

یہ (کوچ بہار) ایک ولایت ہے جو بنگالہ سے شمال و مغرب میں شمال کی طرف واقع ہے ۔ اس کا طول پچپن کوس جریبی اور عرض پچاس کوس جریبی ہے ۔ آب و ہوا ، پھول اور پھولوں کی لطافت میں مشرقی علاقوں میں (یہ ولایت) ممتاز ہے ۔ تمام بھیتر بند اور باہر بند کہ جس سے اندر اور باہر مراد ہے

نواسی (۸۹) پرگنے ہیں کہ جن کی آمدنی دس لاکھ (روپیہ) ہے۔ چونکہ وہاں کے رہنے والے زیادہ تر کوچ موم کے ہیں اس وجہ سے کوچ بہار مشہور ہوگیا اور اس علاقے کے رہنے والوں کے معبود کا بت ''نرائن'' نام کا ہے لہٰذا یہ لفظ (نرائن) ان کے حکام کے نام کا جزو ہو گیا ہے۔ ہندوستان کے کافروں کے نزدیک وہاں کا زمیندار بہت اعتبار رکھتا ہے کیونکہ اسلام سے قبل کے بڑے راجاؤں کی اولاد سے ہے وہ سونے کا سکہ ڈھالتے ہیں اور اس کو نرائنی کہتے ہیں۔

چونکہ اس یورش (کوچ بہار) سے خانخاناں کی غرض آسام کی تسخیر تھی لہٰذا اس نے اسفند یار خاں ولد اللہ یار خاں مرحوم[1] کو کوچ بہار کی فوجداری پر مقرر کیا اور اس کا نام عالمگیرنگر رکھا اور خود گھوڑا گھاٹ کے راستے سے چلا۔ جب وہ دریائے برہمپتر کے کنارے پہنچا تو اس نے [۵۳۶] یہ دریا رنگا مائی سے دو کوس کے فاصلے پر عبور کیا اور راستے کی دشواری کے باوجود اس نے طے کرنے کا ارادہ کر لیا اور ان ناقابل عبور راستوں کے طے کرنے کے لیے پوری کوشش کی۔ پہاڑ جیسے ہاتھی، دانتوں (سونڈوں) سے جنگل کو توڑ پھوڑ کر ختم کرتے تھے۔ تیرانداز اور پیدل لشکر بقدر ہمت تیزی دکھاتا تھا۔ چونکہ سارا راستہ دریا کا کنارا تھا لہٰذا ہر قدم پر دلدل یعنی ایسی کیچڑ کہ جس میں گھوڑا اور آدمی دھنس جائے، سامنے آتی تھی۔ اس پر درخت کی شاخیں، بانس کے ڈنڈے اور گھاس کے گٹھے ڈالتے تھے اور راستہ بناتے تھے۔ اور اس طریقے سے ایک دن میں ڈھائی کوس راستہ طے کرتے تھے۔ جب کھتہ کی چوکی پر پہنچے کہ جو اس دریا کے کنارے ایک پہاڑ ہے اور اس پہاڑ کے مقابل دوسرا (پہاڑ) ہے کہ جس کا نام پنج رتن ہے، اور دونوں (پہاڑوں) کے اوپر دو نہایت مضبوط قلعے بنے ہوئے ہیں تو ان کے اوپر قبضہ کیا۔ اور (ان کی) وہ جماعت جو نوارے (کشتیوں کے بیڑے) سے جنگ میں مشغول تھی،

۱۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا، جلد اول (اردو ترجمہ)، ص ۱۸۵-۱۸۷ - (ق)

شکست یاب ہوئی ؛ کچھ (دریا میں) ڈوب گئی اور کچھ گرفتار ہو گئی ۔ یہاں تک کہ گوہاٹی سے دو کوس کے فاصلے پر فتح سند لشکر رہ گیا کہ جو بادشاہی قدیم سرحد تھی ۔ وہاں پر ایک بہت مضبوط قلعہ تھا اور وہاں سے سات کوس کے فاصلے پر اس جنگل کے پاس کجلی قلعہ ہے کہ جس کو کجلی بن کہتے ہیں کہ اس (جنگل میں) ہاتھی بہت [۵۳۷] پیدا ہوتے ہیں کہ جس کا ذکر ہندوستان کی کہانیوں میں آتا ہے ۔ گورپکھا ، لونا چماری اور اسمٰعیل جوگی کے سب ہی حالوں پر قبضہ کر لیا کہ مشہور بڑے مندر ہیں اور ہندی افسوں (جادو) میں جن کا بڑی عظمت سے ذکر ہوتا ہے ۔ یہ مندر ایک پہاڑ پر واقع ہیں کہ نیچے سے اوپر تک جانے کے لیے پتھر کی ایک ہزار سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں ۔ ایک لاکھ سے زیادہ آسامی وہاں جمع ہو گئے تھے ۔ وہ زندگی کے خوف و ہراس کی وجہ سے بھاگ گئے ۔ گواہٹی تک کہ وہاں سے آسام کے دارالحکومت کا راستہ ایک مہینے کا ہے ، (تمام علاقہ) کفار کے قبضے سے نکال لیا ۔ جب خانخاناں اس ولایت کے انتظام سے فارغ ہو گیا تو اس نے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا ۔

چونکہ اس قوم (آسامیوں) کی لڑائی کا دار و مدار مکاری اور شب خون پر ہے اس لیے تمام لشکر بطور احتیاط جاگتا رہتا تھا ، ہتھیار نہیں اتارتا تھا اور گھوڑوں کی پیٹھ سے زین علیحدہ نہیں کرتے تھے ؛ یہاں تک کہ دریائے برہمپتر کو عبور کر کے انھوں نے قلعہ سیملہ (سیمل گڑھ) کو اقبال کی یاوری سے جنگ و پیکار کر کے لے لیا ۔ وہ وہاں کے مشہور قلعوں میں سے ہے اور کرگانوں سے پچاس کوس کے فاصلے پر تھا ۔ تقریباً تین لاکھ لڑنے والے آسامی وہاں جمع تھے ۔ بہت سے آسامی اہل اسلام کی تلوار کے گھاٹ اتر گئے ۔ اس کے بعد نوارہ کی جنگ شروع ہو گئی ۔ بہت دنوں تک نوارہ [۵۳۸] (کشتیوں کے بیڑے) کی جنگ ہوتی رہی کہ اس سے پہلے کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا کہ ان میں سے اکثر بدبخت (آسامی) مارے گئے ۔ چمدرہ (سمدھرہ) کا قلعہ کہ جو قلعہ سیملہ کا ثانی تھا ، بغیر لڑے ہوئے فتح ہو گیا ۔ ان حالات کے وقوع پذیر ہونے کے بعد تمام بدنصیب آسامی شکست خوردہ ہو گئے ۔ راجا

کامروپ کے پہاڑوں کی طرف بھاگ گیا کہ کرگانوں سے وہاں کا چار دن کا راستہ ہے اور اس (پہاڑ) کے اوپر پہنچنا بہت دشوار ہے ۔ چوتھے سال جلوس عالم گیری کے آخر میں ۶ شعبان کو کرگنوں کا علاقہ ماہ اسلام کی روشنی سے منور ہو گیا اور اس میں بادشاہی خطبہ و سکہ جاری ہوا ۔

جب اس سردار سپہ سالار کی حسن تدبیر اور شجاعت کی بدولت وہ دور و دراز کی ولایت بادشاہی قبضے میں آئی کہ جہاں تک پہنچنا بہت دشوار تھا اور اس میں ایسے مضبوط قلعے اور ایسا وسیع علاقہ ہے کہ ہندوستان کے بادشاہوں نے کبھی اس کے فتح کرنے کی ہمت نہیں کی تھی ، اور جب کبھی گزشتہ زمانے میں کوئی لشکر اس ملک میں گیا تو وہ ان بد بختوں (آسامیوں) کے ہاتھوں قید و قتل ہوا ۔ چنانچہ ہندوستان کے بادشاہ سلطان محمد شاہ تغلق نے ایک مرتبہ ایک لاکھ سوار اور اس ملک کے فتح کرنے کے لائق ساز و سامان بھیجا کہ جس کا اس سرزمین میں پتا نہ چلا کہ کہاں گیا اور کیا ہوا ۔ (اس فتح پر) بادشاہ (عالم گیر) کے حضور سے خان خاناں (معظم خاں) کو ایک کروڑ دام کی آمدنی کا علاقہ اور تومان طوغ (علم) مرحمت ہوا ۔

یہ ولایت بنگالہ کے شمال و مشرق میں لمبائی میں واقع ہے ۔ اس کی لمبائی تقریباً [۵۰۹] دو سو کوس جریبی ہے ۔ اور اس کی چوڑائی شمالی پہاڑ سے جنوبی پہاڑ تک تقریباً آٹھ دن کا راستہ ہو گی ، اور وہاں سے ولایت ختن تک پندرہ منزل کی مسافت ہو گی ۔ (ولایت ختن) پیران ویسہ کا مسکن تھا اور اس زمانے میں وہ اوہ کے نام سے مشہور ہے اور راجا پیگو کا دارالحکومت ہے کہ جو اپنے کو پیران ویسہ کی نسل سے سمجھتا ہے ۔ ان میں سے پانچ منزل کامروپ کے جنگل سے اس طرف ہیں کہ جو نہایت دشوارگزار ہے اور اس کے شمال کی طرف خطا کا جنگل ہے کہ اس سے (گزر کر) مہا چین پہنچتے ہیں اور عام لوگ اس کو ماچین کہتے ہیں اور دریائے برہم پتر اسی راستے سے آیا ہے اور کئی دریا کہ ان میں سب سے بڑا دریائے دھنک ہے ، اس سے مل گئے ہیں اور وہ سب اسی ولایت (ماچین) سے گزرتے ہیں اور اس سرزمین کا جو حصہ دریا (برہم پتر) کے شمالی ساحل کی طرف ہے اس کو اترکول کہتے

ہیں اور جو کہ جنوبی ساحل کی طرف ہے اس کو دکن کول کہتے ہیں اور اس تمام ولایت میں دریا کے ریت کو دھوے سے سونا ملتا ہے اور یہ یہاں کی آمدنی کا ایک ذریعہ ہے - کہتے ہیں کہ بارہ ہزار آدمی یہ کام کرتے ہیں اور ایک سال میں کل ایک تولا سونا راجا کو دیتے ہیں -

اہل آسام کا کوئی مخصوص مذہب نہیں ہے - ان کی خواہش نفس جس چیز کو چاہتی ہے اس کو اختیار کر لیتے ہیں - اور اس ولایت کے قدیم رہنے والوں [۵۵۰] کی دو قومیں ہیں : آسامی اور کلتانی - دوسری (قوم کلتانی) پہلی قوم (آسامی) پر سوں جنگ کے سوا ہر معاملے میں فوقیت رکھتی ہے - جب اس ملک کا راجا اور سردار مرتا ہے تو اس کے خاص متعلقین عورت اور مرد خوشی خوشی زندگی کا کچھ ضروری سامان لے کر مردے رکھنے کے تہہ خانے میں چلے جاتے ہیں -

شہر کرگانوں کے چار دروازے ہیں - ہر دروازے سے راجا کے محل تک تین کوس کا فاصلہ ہے - دراصل وہ احاطہ شدہ شہر ہے - اس میں گاؤں اور کھیتیاں ہیں - ہر آدمی کے گھر کے سامنے باغ اور کھیت ہے - اور دنجو (دکھو) نہر شہر کے بیچ میں سے گزرتی ہے - (کرگانوں میں) مختصر سا ایک بازار ہے کہ اس میں پان فروش کے علاوہ کوئی اور پیشہ ور نہیں بیٹھتا ہے - اس علاقے میں خرید و فروخت کا رواج نہیں ہے - وہاں کے رہنے والے ایک سال کی خوراک کا ذخیرہ رکھتے ہیں - ان لوگوں کے سر پر ایک سوتی کپڑا ہوتا ہے اور کمر میں لنگی لپیٹ لیتے ہیں ، اس کے سوا کچھ نہیں پہنتے ہیں - اس ملک سے باہر جانے کا رواج نہیں ہے ، چاہے کوئی اجنبی ہی کیوں نہ آ جائے - لہٰذا اس گروہ کے متعلق کما حقہ معلومات حاصل نہیں ہوئیں - ہندوستان کے رہنے والے ان کو جادوگر سمجھتے ہیں - اور وہاں کے راجا کا لقب سرگی راجا ہے - کہتے ہیں کہ اس کے بزرگوں میں سے کوئی ملاء اعلیٰ (فرشتوں) کا فرماں روا تھا - جب وہ اس ملک میں آیا تو یہ ملک اس کو بہت اچھا لگا ، پھر وہ آسمان پر نہیں گیا [۵۵۱] -

الحاصل جب خان خاناں نے برسات کے موسم کے آثار دیکھے کہ اس علاقے میں سارے ہندوستان سے پہلے برسات شروع ہوتی ہے تو وہ لشکر کے

بڑے حصے کے ساتھ برسات گزارنے کی غرض سے موضع متھرا پور میں مقیم ہو گیا کہ جو دامن کوہ میں کرگانوں سے ساڑھے تین کوس کے فاصلے پر واقع ہے ۔ حدود کی حفاظت ، راستوں کے انتظام اور تھانوں کے قائم کرنے میں مشغول ہوا ۔ راجا اور اس کے ساتھیوں کا استیصال برسات گزرنے کے بعد طے کیا ۔

جب برسات کا موسم آیا تو زمین پر پانی ہی پانی تھا ۔ بد ذات آسامیوں نے کہ جو جابجا چھپے ہوئے تھے اور موقع کی تلاش میں وقت گزار رہے تھے سرکشی شروع کر دی اور سب طرف سے اکٹھے ہو گئے ۔ چوں کہ مجاہدین اسلام دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے تھے ، اس لیے (آسامیوں نے) ہر تھانے پر سب خون مارا ۔ کرگانوں اور متھرا پور کے علاوہ کوئی اور جگہ بادشاہی لشکر کے قبضے میں نہ رہی ۔ آب و ہوا کی خرابی کی وجہ سے مختلف قسم کے مرض اور بیماریاں شروع ہوگئیں ، اور ہوا کے مسموم ہونے کی وجہ سے وبا پھوٹ پڑی ۔ اپنے اور پرائے بہت سے آدمیوں نے ملک عدم کی راہ لی ۔ راستوں کے انسداد اور رسد کی کمی کی وجہ سے بادشاہی فوج کی حالت زندگانی ، مرنے سے بدتر تھی ۔ جب ربیع‌الاول کے آخر میں زمین نظر آئی تو اسلام کی فوج نے اطراف و جوانب میں حملہ کیا اور کشتوں کے پشتے لگا دیے ۔ راجا پھر کوہستان میں [۵۵۲] چلا گیا اور مصالحت اور عاجزی کے لیے تیار ہو گیا ۔ خان سپہ سالار نے مصلحت وقت کے تقاضے کے مطابق اس طرف توجہ نہیں دی اور وہ تا مروپ کی طرف چلا گیا ۔

ان ہی حالات کے دوران سپہ سالار (معظم خاں) ذات‌الصدر (ورم سینہ) کے مرض میں مبتلا ہو گیا ۔ امرا اور لشکری گھبرا گئے کہ کہیں سپہ سالار کی موت نہ واقع ہو جائے اور سردار کے نہ ہونے کی وجہ سے کہیں لشکر میں ابتری نہ پھیل جائے یا پھر اس مہم کے سر ہونے سے پہلے برسات کا موسم نہ آ جائے اور پھر وہی مصیبتیں پڑیں ۔ بلکہ بعض نے تو یہ ارادہ کیا کہ اگر خان خاناں ، راجا کے استیصال کے لیے برسات کے موسم کے گزرنے کا انتظار کرے تو خود سری اختیار کر کے بنگالہ چلے

جانا چاہیے ۔ جب سردار (معظم خاں) کو اس بات کا علم ہوا تو اس روحانی تکلیف سے جسمانی کوفت میں اور اضافہ ہوا ۔ اگرچہ وہ ایک منزل اور آگے بڑھا تا کہ غنیم سرکشی نہ کرے لیکن اس نے مصالحت اور واپسی کا مصمم ارادہ کر لیا ۔ چنانچہ دلیر خاں کے ذریعے کہ راجا نے اس کا وسیلہ اختیار کیا تھا ، یہ طے پایا کہ راجا اپنی لڑکی اور راجا پیام (تپام) کی لڑکی کو بھیجے کہ جو اس کا قرابت دار تھا ، اور ان کے ساتھ بیس ہزار تولہ سونا اور ایک لاکھ اسی ہزار تولہ چاندی بھی دے اور پیش کش میں بیس ہاتھی ، خان خاناں کے لیے پندرہ ہاتھی اور دلیر خاں کے لیے پانچ ہاتھی بھیجے اور ہر سال [۵۵۳] ایک لاکھ تولہ سونا اور نوے ہاتھی سرکار (شاہی) میں بھیجا کرے اور ہر سال بیس ہاتھی بطور پیش کش بھیجنے ہوں گے اور ان چیزوں کے وصول ہونے تک ایک لڑکا اور تین سردار بطور یرغمال بنگالہ میں رہیں گے ۔ اترکول میں سے ولایت درنگ کہ جس کے ایک طرف گواہٹی ہے اور دکن کول میں سے ولایت بلی بلی شاہی ممالک میں شامل ہوں گے ۔

چوں کہ راجا نے قرارداد کے مطابق عمل کیا اس لیے خان خاناں پانچویں سال جلوس عالم گیری میں ۸ جمادی‌الاولیٰ[1] کو کوہستان کے دہانے سے کامروپ کے لیے کوچ کر آیا اور وہاں سے صوبۂ بنگالہ کے لیے روانہ ہوا ، اور راستے ہی میں سے وہ اس ولایت کے انتظام میں مشغول ہوا کہ جو ممالک محروسہ میں تازہ شامل ہوئی تھی ۔

چوں کہ (خان خاناں کو) بعض گرم دواؤں کے استعمال کی وجہ سے ضیق‌النفس اور خفقان کا عارضہ ہو گیا اس لیے مجبوراً وہ کجلی سے کوچ کر کے گواہٹی آ گیا اور وہاں پڑاؤ ڈال لیا ۔ اس نے رشید خاں کو کامروپ کی فوج داری پر متعین کیا اور عسکر خاں کو کچھ فوج کے ساتھ ولایت

۱- یہ تاریخ غلط ہے کیوں کہ صلح ۹ جمادی‌الاولیٰ سے قبل نہیں ہوئی اور واپسی ۱۰ جمادی‌الاولیٰ (۲۰ جنوری ۱۶۶۳ء) سے پہلے نہیں ہوئی ۔ ملاحظہ ہو عالم گیر نامہ ، ص ۸۰۹ ۔ (پ)

کوچ بہار کے زمیں‌دار بیم نرائن کی تنبیہ کے لیے مقرر کیا کہ اس نے دوبارہ اس علاقے پر قبضہ کر لیا تھا ۔ اور وہ خود خضر پور کی طرف روانہ ہوا ۔ چھٹے سال جلوس کے آخر میں ۲ رمضان ۱۰۷۳ھ (۱۰ اپریل ۱۶۶۳ء) کو خضر پور سے دو کوس کے فاصلے پر اس نے عالم بقا کی راہ لی [۵۵۴] ۔

میر جملہ عظیم الشان امیر اور شہزادوں کی طرح سردار تھا ۔ وہ اپنے قریبی عہد کے امیروں اور سرداروں میں وضع متین ، فرط وقار ، رائے دوربین ، دانش رسا ، بہادری ، شجاعت فطری اور جرأت کے اعتبار سے بجا طور پر بےنظیر اور بےمثال تھا ۔ کشور کشائی اور فتوحات میں کوئی اس کی برابری کو نہیں پہنچتا ۔ چونکہ اس نے (شمالی) ہندوستان میں کم زمانہ گزارا لہٰذا اس ملک میں اس کی نشانیاں زیادہ نہیں ہیں ۔ تلنگانہ کے قصبوں میں اس کی بہت یادگاریں ہیں کہ جن سے اس کا نام آج تک زندہ ہے ۔ چنانچہ حیدرآباد کے شہر میں اس کے نام سے تالاب ، باغ اور حویلی مشہور ہیں[1] ۔

۱۵۲

مرزا نوذر صفوی

وہ مرزا حیدر کا لڑکا ہے کہ جو مرزا مظفر حسین قندھاری کا دوسرا لڑکا ہے ۔ چونکہ اکبری دربار میں مرزا مظفر حسین کا معاملہ صحیح نہیں بیٹھا اس لیے اس کے لڑکوں نے بھی کوئی ترقی نہیں کی ۔ مرزا حیدر جہانگیری عہد میں پانسو ذات اور ایک سو پچاس سوار کے منصب پر پہنچا تھا ۔ جب شاہجہاں بادشاہ تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا تو اسے قدیم خاندان ہونے کی وجہ سے ایک ہزاری ذات اور دو سو سوار کا منصب دیا ۔ چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں (مرزا حیدر) فوت ہو گیا ۔

اس کے لڑکے مرزا نوذر پر قسمت کی یاوری سے ، [۵۵۵] بادشاہی

۱۔ میر جملہ کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے ہسٹری آف بنگال از اسٹیوارٹ ۔ (پ)

نوازشیں ہوئیں ۔ اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ملا ۔ انیسویں سال جلوس ساہجہانی میں[1] اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا اور وہ توش بیگی کی خدمت پر سرفراز ہوا ۔ اسی سال اس کے منصب میں پانسو کا اور اضافہ ہو گیا اور وہ تین ہزاری منصب پر سرفراز ہوا ۔ چونکہ عنایت کے لیے بہانہ چاہیے ، بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وزن شمسی کے جشن کے موقع پر اسے چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب ملا ۔

قندھار کی پہلی مہم میں شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کی ہمراہی میں بائیں طرف کی فوج کی سرداری اس کو ملی - مورچال کی تقسیم میں کوہ چہل زینہ کے عقب کی حفاظت اس کے اور اس کے بھائی مرزا سلطان کے سپرد ہوئی ۔ تیئیسویں سال جلوس ساہجہانی میں اعتقاد خاں کی بجائے اس کو صوبہ اودھ کے مضاف بہرائچ کی جاگیر ملی اور وہ اس کے بندوبست کے لیے روانہ ہوا ۔ اس کے بعد وہ مانڈو کی فوجداری پر سرفراز ہوا ۔

چونکہ بیماری کی شدت اور مرض کے پرانے ہونے کی وجہ سے وہ کام کے لائق نہیں رہا تھا اس لیے وہ اپنی جاگیر کی بھی حفاظت نہیں کر سکا ۔ چھبیسویں سال جلوس ساہجہانی میں وہ نوکری سے معاف کر دیا گیا اور اسے اسی ہزار روپیہ سالانہ مقرر ہو گیا ۔ اور حکم ہوا کہ جس طرح اس کے باپ کے چچا مرزا رستم قندھاری کا لڑکا مرزا مراد التفات خاں پٹنہ میں عزلت گزینی کی زندگی گزارتا تھا وہ بھی وہیں رہے ۔

مشارٌالیہ [۵۵۶] (مرزا نوذر) کچھ دنوں کے بعد پٹنہ سے مستقر الخلافہ اکبر آباد آ گیا اور گوشہ نشینی میں اطمینان و فراغت سے زندگی گزارنے لگا ۔ ساتویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۷۴ھ (۶۴-۱۶۶۳ء) میں وہ فوت ہو گیا ۔

مرزا بڑا فضول خرچ تھا ۔ جو آتا تھا وہ خرچ کر ڈالتا تھا ۔ اکثر

۱- بادشاہنامہ جلد دوم ، (ص ۴۲۶) کے مطابق اٹھارھواں سال جلوس تھا ۔ (پ)

محتاجوں کی مدد کرتا تھا ۔ اس نے اپنی انگوٹھی میں یہ شعر بہ طور سجع کندہ کرایا تھا :

بیت

بوذر مسکیں اگر زر داشتے
بینوائی در جہاں نگزاشتے

۱۵۳

مرزا ابو المعالی

مرزا والی مشہور کا لڑکا ہے کہ شاہزادہ دانیال کی لڑکی بلاق بیگم اس کے گھر میں تھی ۔ مشارٌ الیہ (مرزا ابوالمعالی) باپ کے مرنے کے بعد اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ دو ہزاری ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کے منصب اور سیوستان کی جاگیرداری و فوجداری پر سرفراز ہوا ۔ اس کے بعد اس کے منصب میں پانسو سوار کا اور اضافہ ہوا اور اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سزاوار خان مشہدی کے انتقال کے بعد صوبۂ بہار کے مضاف تربت کی فوجداری پر متعین ہوا ۔

چونکہ انقلاب زمانہ سے شاہجہاں بادشاہ کی بادشاہت میں بد نظمی کا آغاز ہوا اور سلطنت کے حق داروں کے اختلاف کی وجہ سے مہمات ملکی میں طرح طرح سے خلل [۵۵۷] واقع ہوا اور فساد و جدال شروع ہو گیا ، داراشکوہ کہ جو سلطنت کی زمام اقتدار اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا عالم گیری مقابلے میں شکست کھا کر بھاگ گیا اور عالم‌گیر مستقر الخلافہ (آگرہ) میں پہنچ گیا ۔ مصلحت سنج عقل کے تقاضے کے مطابق بڑے کاموں میں پہلا کام جس کو عالم گیر نے ضروری سمجھا اور ساری مہمات پر اس کو مقدم جانا وہ یہ تھا کہ صوبۂ بہار و پٹنہ کے ساتھ قصبہ مونگیر کو کہ جس کی ہمیشہ شاہزادہ شجاع کو آرزو رہتی تھی ، شاہجہاں بادشاہ سے نہایت

کوشش کے بعد اس (شجاع) کے لیے لیا اور بنگالہ کی وسیع مملکت میں شامل کر دیا۔ اور اس تدبیر سے اس (شجاع) کی طرف سے فارغ ہو گیا۔ اس صوبے کے سارے جاگیردار اور فوجدار خوشی اور نا خوشی سے اس (شجاع) کے پاس پہنچے۔ مرزا ابو المعالی نے بھی ضرورتاً رفاقت اختیار کی۔

شجاع کہ سابق میں داراشکوہ کی دشمنی کی وجہ سے اس نے بنارس کے قریب شکست کھائی تھی اور اس کا حال بہت خراب ہو گیا تھا، داراشکوہ کی شکست اور ولایت بہار کے تقرر سے بہت احسان مند ہوا اور شکرگزاری کی کوشش کی۔ لیکن اسی زمانے میں عالم گیر، داراشکوہ کے تعاقب میں پنجاب کی طرف متوجہ ہوا، اور اس مہم کے خاتمے میں قیاس اور اندازے سے زیادہ وقت لگا۔ شجاع نے موقع پا کر زیادہ (علاقہ) حاصل کرنے کی آرزو کی اور الہ آباد کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا۔

جب عالم گیر بادشاہ اس بات سے آگاہ ہوا تو داراشکوہ کے تعاقب کو چھوڑ کر شجاع سے لڑنے کے ارادے سے واپس لوٹ [۱۰۶۸ھ] آیا۔ قبل اس کے کہ فریقین میں مقابلہ اور لڑائی ہو، مرزا ابو المعالی اس (شجاع) کے لشکر کو چھوڑ کر عالم گیر کے حضور میں آ گیا۔ (عالم گیر نے) اسے ہاتھی، مختلف عطیے، مرزا خان کا خطاب اور تیس ہزار روپیہ مرحمت فرمایا۔ اس کے منصب میں ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور وہ تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا۔ شجاع کے فرار ہونے اور شاہزادہ سلطان محمد کے اس کے تعاقب پر متعین ہونے کے بعد خان مذکور (مرزا ابو المعالی) بھی شاہزادے (سلطان محمد) کے کومکیوں میں شامل ہوا اور اس کے بعد اس کو در بھنگہ (صوبۂ بہار) کی فوجداری ملی۔ چھٹے سال جلوس عالم گیری میں وہ شاہی حکم کے مطابق گورکھپور کے فوجدار الہ وردی خان کے ساتھ مورنگ کے زمیندار کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا اور اسی زمانے میں ۱۰۷۴ھ (۱۶۶۳-۶۴ء) میں وہ اجل طبعی سے فوت ہو گیا۔

اس کا لڑکا عبدالواحد خان بائیسویں سال جلوس عالم گیری میں خان کے خطاب سے سرفراز ہوا اور حیدرآباد کے محاصرے میں بہادری کے ساتھ

اس نے اچھی خدمات انجام دیں - پرگنہ انہل (مالوہ) کہ جو مرزا والی کے زمانے سے اس خاندان کی جاگیر میں تھا ، اس کی جاگیر میں آیا اور اس کے بعد اس زمانے تک اس کی اولاد کے لیے مقرر رہا جب مرہٹوں نے صوبہ مالوہ پر مکمل قبضہ کر لیا تو ان کو بے دخل کر دیا -

اس کا پوتا خواجہ عبدالواحد خاں خواجہ ہمت بہادر ہے کہ جو نظام الملک آصف جاہ کی عملداری میں دکن آیا - [۵۵۹] جب صلابت جنگ کو حکومت ملی تو اس کو اس کے دادا کا خطاب ملا - آہستہ آہستہ اعلیٰ منصب اور امین الدولہ بہادر سیف جنگ کا خطاب اور نظام الدولہ آصف جاہ کے لڑکے عالی جاہ کی سرکار کی دیوانی ملی - ۱۱۸۹ھ (۱۷۷۵ء) میں وہ فوت ہوگیا ، دوستی میں وہ بے مثال تھا -

۱۵۴

محمد صالح ترخان

مرزا عیسیٰ خاں ترخاں کا دوسرا لڑکا ہے - چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کا باپ سورت کی فوجداری سے حضور میں طلب ہوا اور مذکورہ سرکار (سورت) کا انتظام بالاصالت (محمد صالح خاں) کے سپرد ہوا - چونکہ اسی سال اس کے باپ کا انتقال ہوگیا [۱] اس لیے اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا اور وہ دو ہزاری ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا - تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں مرزا ابوالمعالی کی بجائے وہ سیوستان کی فوجداری اور جاگیرداری پر مقرر ہوا - اس کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور وہ دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا -

---

۱- مرزا عیسیٰ خاں پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دربار میں طلب ہوا اور سنبل پیر کے مقام پر ۱۷ محرم ۱۰۶۱ھ (۸ دسمبر ۱۶۵۱ء) کو فوت ہوا - ملاحظہ ہو عمل صالح ، جلد دوم ، ص ۱۳۴ - (پ)

اتفاق سے اسی دوران میں داراشکوہ ، عالم گیری فوج کے تعاقب کی وجہ سے کہیں قدم نہ جما سکا اور وہ ٹھٹھ جانے کے ارادے سے سیوستان کی طرف بڑھا ۔ عالم گیری توپ خانے کا داروغہ صف شکن خاں بھی کہ جو اس کے تعاقب پر مامور تھا پیچھے پیچھے آیا ۔ اسی دوران [۵٦۰] میں محمد صالح کی تحریر خان مذکور (صف شکن خاں) کے پاس پہنچی کہ دارا شکوہ قلعے سے پانچ کوس کے فاصلے پر رہ گیا ہے ، تم کو چاہیے کہ بہت جلد پہنچو اور اس کے خزانے کی کشتیوں کو راستے میں روک لو ۔ خان مذکور (صف شکن خاں) نے اپنے داماد محمد معصوم کو لشکر کے ساتھ آگے بھیج دیا کہ دارا شکوہ کی کشتیوں سے گزر کر دریا کے کنارے پر مورچال بنائے ۔ وہ خود راتوں رات کوچ کر کے لشکر کے مقابل سے دو کوس آگے بڑھ کر دشمن کی کشتیوں کی امید میں بیٹھ گیا اور چاہا کہ دریا پار کر کے دشمن کا دفعیہ کرے ۔ جب دشمن کی کشتیاں سامنے آئیں اور خان مذکور (صف شکن خاں) کی کشتیوں کے پیچھے میں مانع ہوئیں تو اس نے محمد صالح کو پیغام بھیجا کہ اس طرف سے کشتیاں بھیج دے اور خود بھی (داراشکوہ) کی کشتیوں کو روکے ۔

چونکہ دارا شکوہ کے رضاعی بھائی کی لڑکی محمد صالح کے گھر میں تھی اس لیے اس کو خدمت کی توفیق نہ ہوئی ، بلکہ اس (بیوی) کی خیر خواہی دل میں تھی اس لیے خان مذکور (صف شکن خاں) کو پیغام بھیجا کہ اس کنارے پر دریا کا پانی کمر تک ہے ، دریا کے اُس کنارے سے وہ (دارا شکوہ) عبور کرے گا ۔ صف شکن خاں نے اس بات کو درست سمجھا اور اس نے دریا پار نہیں کیا ۔ دوسرے دن دریا کے اس طرف گردوغبار ظاہر ہوا کہ دارا شکوہ نے کوچ کر دیا اور مخالف کشتیاں اسی طرف سے لے گئے ۔

چونکہ محمد صالح کی وجہ سے اپنے قابو کی فتح حاصل نہ ہو سکی اس لیے وہ (محمد صالح) شاہی عتاب میں ماخوذ ہوا ۔ منصب و خطاب بھی چھین [۵٦۱] لیا گیا ۔ پھر دوسرے سال جلوس عالم گیری میں اسے ایک ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب بحال ہوا اور وہ بہادر خاں کی ہمراہی میں بہادر بھگوتی کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا کہ جس نے بیسواڑہ

کے قرب و جوار میں فساد برپا کر رکھا تھا ۔ اس کے بعد وہ دکن کی مہم پر تعینات ہوا اور مرزا راجا جے سنگھ کی ہمراہی میں اس نے سیوا بھونسلہ کے قلعوں کی تسخیر اور اس کی ولایت کی تاخت و تاراجی پر کمر باندھی ۔ اس کے مرنے کی تاریخ نظر سے نہیں گزری ۔ اس کا لڑکا مرزا بہروز شاہجہانی دور کا پانصدی منصب دار تھا ۔

۱۵۵

ملا احمد نایتہ

قوم نوایت ، نو آمد (نئے آئے ہوئے) عرب شرفا میں سے ہے ۔گویا یہی لفظ 'نو آمد' کثرت استعمال سے نوایت ہو گیا ۔ اور صاحب قاموس نے لکھا ہے :

النواتی الملاحون فی البحر	نواتی وہ ہیں کہ جو سمندر میں
الواحد نوتی	کشتیاں چلاتے ہیں ؛ واحد نوتی ہے ۔

ظاہر ہے کہ تصریف (قواعد) کے اصول کے اعتبار سے نوایت ، نایت یا نایتہ کی جمع ہے ۔ اور نواتی ، نوایت کے علاوہ ہیں ۔ پس عوام الناس جو نوایت کو ملاح کہتے ہیں اور قاموس سے سند لاتے ہیں وہ غلطی پر ہیں ۔

کہتے ہیں کہ مشہور ظالم حجاج بن یوسف نے از روئے دشمنی اکابر و اشراف کے استیصال کا ارادہ کیا اور بہت سے صلحا و علما کو قتل کرا دیا تو مجبوراً اس کے خوف کی وجہ سے لوگوں نے ترک وطن کیا اور جہاں امن پایا وہاں چلے گئے ۔ بنی قریش کی ایک جماعت [۵۶۲] ۱۵۲ھ (۷۶۹ء) میں مدینہ (شریف) سے ہجرت کر کے جہازوں کے ذریعہ (وہاں سے) نکل آئی اور بحر ہند کے ان سواحل پر کہ جو ولایت دکن سے متعلق ہیں (اور وہ علاقہ) کوکن کہلاتا ہے ، آئے اور توطن اختیار کر لیا ۔ دنوں اور سالوں کے گزرنے کے بعد ان میں بہت سی شاخیں اور گروہ ہو گئے ۔ انھوں نے اس علاقے میں گاؤں اور بستیاں بسا لیں اور تعارف کی غرض سے

ہر گروہ نے تھوڑی سی مشابہت یا کسی چیز سے تعلق کی وجہ سے اس چیز سے متعلق لقب اختیار کر لیا ۔ غرض اس جماعت (نوایت) میں عجیب عجیب لقب ہیں ۔

ملا احمد ، صاحب علم و فضل اور ارباب علم و دانش سے تھا ۔ قسمت کی یاوری سے اس پر بیجاپور کے والی عادل شاہ کی توجہ ہوئی اور تھوڑی ہی مدت میں وہ جوہر عقل اور صواب اندیش رائے کی وجہ سے رکن دولت اور مدار المہام سلطنت قرار پایا ۔ تھوڑے دنوں کے بعد کسی وجہ سے عادل شاہ کی رفاقت سے وہ دل برداشتہ ہوگیا ۔ حرص اور لالچ کی وجہ سے اس نے حق بینی سے آنکھ بند کر لی ، اپنے کو بیجا پوریوں کی نوکری سے برتر سمجھا اور عالم گیری ملازمت کی خواہش کی اور موقع کی تلاش میں رہا ۔ یہاں تک کہ آٹھویں سال جلوس عالم گیری میں سیوا کی مہم کے بعد مرزا راجا جے سنگھ ایک بڑے لشکر کے ساتھ ولایت بیجاپور پر فوج کشی کے لیے متعین ہوا ۔ عادل اپنے سابقہ جرائم و تقصیرات کو ملاحظہ کرنے کے بعد خواب غفلت سے [۵۶۳] بیدار ہوا اور اس نے ملا (احمد) کو کہ جو فراست اور تجربہ کاری کے اعتبار سے بیجا پور کے تمام امرا میں ممتاز تھا ، اصلاح کار ، معذرت اور عہد و پیمان کی تجدید کے لیے راجا کے پاس بھیجا ۔ ملا (احمد) نے اس تقریب کو غنیمت سمجھا کیونکہ اس وقت اس کی دیرینہ آرزو کے پورے ہونے کی صورت نظر آئی ، اور وہ قلعہ پورندھر کے نیچے ۱۰۷۶ھ (۶۶-۱۶۶۵ء) میں راجا کے پاس پہنچا اور اپنا دلی ارادہ (ملازمت عالم گیری کا) ظاہر کر دیا ۔ جب یہ بات بادشاہ کو معلوم ہوئی تو اس کی طلبی کے لیے فرمان جاری ہوا ۔ اس پر غائبانہ طور سے شاہی نوازش ہوئی اور چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار کا منصب مرحمت ہوا ۔ کہتے ہیں کہ مرزا راجا کو اشارہ ہوا تھا کہ جب ملا (احمد) بادشاہ کے حضور میں پہنچے گا تو اسے سعد اللہ خاں کا خطاب ملے گا اور استعداد کے مطابق عمدہ خدمت پر تقرر ہوگا ۔

غرض راجا نے (شاہی) حکم کے مطابق سرکار سے اسے دو لاکھ روپے اور اس کے لڑکے کو پچاس ہزار روپے دے کر بادشاہ کے حضور میں بھیج

دیا ۔ مشارٌ الیہ (ملا احمد) قسمت کے موافق اور تقدیر کے مطابق کہ جس سے کسی کو چارۂ گریز نہیں ہے ، راستے میں بیمار پڑ گیا ۔ جب احمد نگر پہنچا تو اس کو موت کا پیغام آ گیا ۔ ظاہر ہے کہ چونکہ اس نے قدیم حق نمک کو نظر انداز کر دیا تھا اس لیے نئی دولت سے بھی کامیاب نہ ہوا ۔

اس کا لڑکا محمد اسد شاہی حکم کے مطابق بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور نویں سال جلوس عالم گیری کے سروع میں باریابی [۵۶۴] سے مشرف ہوا ۔ اس پر مختلف قسم کی (شاہی) عنایات ہوئیں ۔ ایک ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب اور اکرام خاں کا خطاب مرحمت ہوا ۔

ملا احمد کا چھوٹا بھائی ملا یحییٰ کہ جو اپنے بھائی (ملا احمد) کے رجوع و التجا سے پہلے ہی اپنی قسمت کی یاوری سے چھٹے سال جلوس عالم گیری میں بیجا پور سے بادشاہ کے حضور میں آ گیا تھا ، دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ پھر دکن میں متعین ہوا ۔ اور مرزا راجا کی ہم راہی میں ولایت بیجا پور کی تاخت و تاراج میں اس نے نمایاں خدمات انجام دیں ۔ اس کے بعد اسے مخلص خاں کا خطاب ملا ۔ وہ اورنگ آباد میں رہتا تھا ۔ اس کے لڑکے زین الدین علی خاں اور اس کے داماد عبدالقادر خاں میں سے ہر ایک کو مناسب منصب ملے ۔

جب کوکن کی فوجداری معتبر خاں کے سپرد ہوئی تو مشارٌ الیہ (معتبر خاں) نے احتیاط و ہوشیاری سے اس علاقے کا کہ جو گمراہ مرہٹوں کا وطن اور مسکن تھا ، ایسا بندوبست کیا کہ اس کی عقیدت اور کارگزاری بادشاہ کے یہاں قابل اعتبار ٹھہری ۔ بادشاہ کے حضور میں اس کا عجیب اعتبار قائم ہوا کہ اس کی تجویز کی ہوئی ہر بات منظور ہوتی تھی اور اس کی کارگزاری کے اعتبار سے کہ بادشاہ اس فتنہ خیز علاقے سے مطمئن ہوگیا تھا ، بادشاہ نے بار بار فرمایا کہ معتبر خاں کی طرح نوکر ہونا چاہیے۔

اس کے کوئی لڑکا نہ تھا مگر اس نے اپنے عزیزوں میں سے کسی کا ایک لڑکا ابو محمد خاں نام [۵۶۵] اپنی فرزندی میں لے لیا تھا ۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا تعلقہ اس کے سالے زین الدین علی خاں کے سپرد ہوا اور اس نے (اس تعلقے پر) ایک مدت گزاری اور محمد شاہ کے زمانے میں اسے وہی

تعلقہ دوسری مرتبہ ملا ۔ فرخ سیر کی سلطنت کے زمانے میں حیدر قلی خان خراسانی دکن کی دیوانی پر مقرر ہو کر اورنگ آباد پہنچا ۔ چونکہ اس (خراسانی) کا تسلط اور اقتدار (دوسرے) دیوان کے مقابلے میں ایک ہزار اور ایک گنا زیادہ تھا ، وہ خان مذکور (زین الدین علی خاں) سے زر خالصہ کے سلسلے میں کہ جس کو اس نے خرچ کر لیا تھا ، اُلجھ پڑا اور اس کو خفت پہنچائی ۔

حسین علی خان امیر الامرا کی صوبیداری کے آغاز میں وہ سعادت اللہ خان نایتہ کے پاس ارکاٹ چلا گیا ۔ اس نے ہم قومی ، قدیم خاندان کی رعایت اور رئیس زادگی کی وجہ سے اس کے آنے کو اعزاز سمجھا ۔ خان مذکور (زین الدین علی خان) نے اس عالی قدر (سعادت اللہ خان) کی مدد سے بقیہ زندگی بہت آرام سے گزاری ۔ اس کے لڑکے نے بھی باپ کا خطاب پایا ہے اور وہ کرناٹک میں ہے ۔ ملا یحییٰ کی حویلی اورنگ آباد کی قدیم مشہور حویلیوں میں سے ہے ۔ چونکہ وہ حویلی حاکم کے مکان کے متصل ہے لہٰذا آصف جاہ نے سعادت اللہ خان کو اس کی خریداری کا اشارہ کیا ، اس نے (حویلی کے) ورثا سے رضامندی نامہ تحریر کرا کے بھیج دیا ۔

۱۵۶

مخلص خان قاضی نظاما کرہردوئی[۱]

ابتدا میں شاہجہاں بادشاہ کی ملازمت میں منسلک ہو کر شاہی نوکری سے [۶۶۵] سرفراز ہوا ۔ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بلخ کا بخشی متعین ہوا ۔ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ کابل کی بخشی گری اور وقائع نویسی پر سرفراز ہوا اور چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ صوبۂ مذکور (کابل) کے توپ خانے کا داروغہ مقرر ہوا ۔ اور اس کے منصب

۱۔ بادشاہنامہ اور عالم گیر نامہ میں اس لفظ کے کئی اختلاف نسخ دیے ہیں ۔ (پ)

میں اضافہ ہوا ۔ پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ صوبۂ دارالخلافہ (دہلی) کا دیوان مقرر ہوا ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ محمد دارا شکوہ کے ہمراہ قندھار کی مہم پر روانہ ہوا ، اور ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاگرد پیشہ کی بخشی‌گری پر مقرر ہوا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس نے سعد اللہ خاں کی ہمراہی میں قلعہ چتور کی تخریب میں بہت بہادری دکھائی ۔ اس کے بعد وہ فوج کے واقعہ نویس بخشی خلیل اللہ خاں کے ساتھ مقرر ہوا اور سری نگر کے زمیندار پر چڑھائی کی ۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ صیغۂ داغ کا امین مقرر ہوا ۔ اس کے بعد وہ دکن میں تعینات ہوا اور اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں عادل خاں سے پیشکش وصول کرنے کے لیے وہ بیجا پور روانہ ہوا ۔

جب سلطان محمد اورنگ زیب بہادر دکن سے مستقر الخلافہ (آگرہ) کے لیے روانہ ہوا تو اس کے بعد اس نے (عالم گیری) خدمت کا ارادہ کیا ۔ اسے اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار اور پانسو ذات اور دو سو سوار کا منصب اور مخلص خان کا خطاب مرحمت ہوا ۔ مہاراجا جسونت سنگھ کی لڑائی میں اور دارا شکوہ کے پہلے مقابلے میں وہ [۵۶۷] بادشاہ (عالم گیر) کے ہم رکاب رہا ۔ ملتان سے واپس آنے کے بعد وہ اکبر آباد روانہ ہوا ۔ پھر (شاہی) حکم کے مطابق صوبۂ مذکور کے کومکیوں کو نہایت تاکید سے شاہزادہ محمد سلطان کے ہمراہ لایا اور پھر حضور میں آ گیا ۔

جب دارا شکوہ کی دوسری لڑائی میں صوبۂ اکبر آباد کا ناظم شائستہ خاں بادشاہ کے ہمراہ گیا تو وہ (مخلص خاں) صوبۂ مذکور (اکبر آباد) کا ناظم مقرر ہوا ۔ دوسرے سال جلوس عالم گیری میں (شاہی) حکم کے مطابق وہ بنگالہ گیا اور خان خاناں کے ساتھ شریک مہم ہوا ۔ تیسرے سال جلوس عالم‌گیری میں اکبر نگر کی حفاظت اس کے سپرد ہوئی ۔ ساتویں سال جلوس عالم گیری میں حسب طلب حضور میں پہنچا اور شرف باریابی حاصل کیا ۔ نویں سال جلوس عالم‌گیری میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور تین سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ شروع میں سلطان محمد

معظم کے ہمراہ دارالسلطنت لاہور میں اور وہاں سے واپسی کے بعد دکن میں تعینات ہوا ۔ اس کے بعد اس کا حال نظر سے نہیں گزرا ۔

۱۵۷

مرزا راجا جے سنگھ کچھواہہ

راجا مہا سنگھ کا لڑکا ہے ۔ جب اس کا باپ مر گیا تو شاہی طلبی کے مطابق وہ جہانگیر کے حضور میں پہنچا اور بارھویں سال جلوس جہانگیری میں بارہ سال کی عمر میں اسے ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کا منصب اور ایک ہاتھی مرحمت ہوا ۔ اس کے بعد وہ سلطان پرویز کے ہمراہ دکن کی مہم پر تعینات ہوا ۔ متواتر اضافوں کے بعد اس کو عمدہ منصب مل گیا ۔ اس بادشاہ (جہانگیر) کے انتقال کے بعد [۵۶۱] دکن کا صوبیدار خان جہان لودی باغی ہو کر مالوہ کو چلا گیا تو وہ بصورت مجبوری اس کے ساتھ ہو گیا مگر جب اس نے سنا کہ بادشاہ (شاہجہان) اجمیر آ گیا ہے تو وہ اس سے جدا ہو کر اپنے وطن کو چلا گیا ۔

اس کے بعد پہلے سال جلوس شاہجہانی میں وہ بادشاہ کے حضور میں آیا ۔ اس کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور اسے چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب اور علم و نقارہ مرحمت ہوا ۔ قاسم خان جوینی کے ہمراہ مہابن کے سرکشوں کی تنبیہ کے لیے کہ جو سرکار آگرہ کا ایک پرگنہ ہے ، مقرر ہوا اور مناسب تنبیہ کر کے وہ واپس آ گیا ۔ اس سال جب بلخ کے والی نذر محمد خان نے فساد کا سلسلہ شروع کیا اور صوبہ کابل میں آ کر شہر کا محاصر کر لیا اور مہابت خان خان خاناں اس کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا تو وہ (جے سنگھ) بھی خان مذکور (مہابت خان) کے ساتھ متعین ہوا ۔

دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں ، خواجہ ابوالحسن تربتی کے ساتھ خان جہان لودی کے تعاقب پر مامور ہوا ۔ تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں شائستہ خان کے ہمراہ خان جہان لودی کی تنبیہ اور نظام الملک دکنی کے ملک کی تخریب کے لیے مقرر ہوا ۔ اس کے منصب میں ایک ہزار سوار

کا اضافہ ہوا اور وہ چار ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کے منصب پر مقرر ہوا ۔ جب بیماری کی وجہ سے سید خان جہاں بارہہ کو حضور میں طلب کر لیا گیا تو اعظم خاں کی فوج کی ہراولی اس سے متعلق ہوگئی ۔ بھاتوری کی لڑائی اور پیٹھ اور قصبہ پرینده کی چڑھائی میں اس نے [۵۶۹] خوب بہادری دکھائی ۔ چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں وہ یمین الدولہ کے ساتھ کہ جو عادل شاہ کے ملک کی تخریب کے لیے نامزد ہوا تھا ، متعین ہوا اور بائیں طرف کی فوج میں اس کو جگہ ملی ۔ وہ اسی (یمین الدولہ) کے ساتھ واپس آیا ، باریابی سے مشرف ہوا اور پھر وطن کو چلا گیا ۔

چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں وہ بادشاہ کے حضور میں آیا اور ہاتھیوں کی لڑائی کے دن جب کہ ایک ہاتھی نے شاہزادہ اورنگ زیب پر حملہ کیا تو راجا نے اس پر گھوڑا دوڑایا اور سیدھی طرف سے برچھے سے حملہ کیا ۔ اسی سال کے آخر میں سلطان شجاع کے ہمراہ دکن کی مہم پر روانہ ہوا ۔ ساتویں سال جلوس شاہجہانی میں خان زماں کے ہمراہ گھاس چارے کی بربادی کے لیے پرینده میں مامور ہوا ، اور گھاس چارہ لاتے وقت جب وہ لوٹ رہا تھا تو دشمن سے زائد معاملہ ہوا ۔ راجا نے قدم پیچھے نہیں ہٹایا ؛ بہت استقامت دکھائی اور اچھی خدمات انجام دیں ۔

آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بالا گھاٹ کی صوبے داری کہ جس سے دولت آباد و احمد نگر وغیرہ کی سرکار مراد ہے ، خان زماں کے سپرد ہوئی تو وہ خان مذکور (خان زماں) کی تعیناتی پر مقرر ہوا ۔ اسی سال اس کے منصب میں ایک ہزاری ذات کا اضافہ ہوا اور وہ پانچ ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ اس کے بعد اس نے بادشاہ کے حضور میں آ کر شرف باریابی حاصل کیا ۔ نویں سال جلوس شاہجہانی میں خان دوراں بہادر کے ہمراہ ساہو بھونسلہ کی تادیب پر مقرر ہوا ۔ دسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور جب [۵۷۰] دکن کی مہم میں اس سے عجیب و غریب کارنامے ظہور میں آئے تو بادشاہ نے اپنی نوازش سے اسے خلعت خاصہ سے نوازا اور اس کو انبیر جانے کی اجازت دی کہ وہ کچھ دنوں آرام کرے ۔ گیارھویں سال جلوس شاہجہانی

میں وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور سلطان شجاع کے ہمراہ متعین ہوا کہ وہ شاہ صفی (والیٔ ایران) کے کابل آنے کے احتمال کی وجہ سے وہاں روانہ ہوا تھا کیوں کہ علی مرداں نے قندھار کے قلعے کو بادشاہی آدمیوں کے سپرد کر دیا تھا ۔ بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں (شاہی) حکم کے مطابق حضور میں حاضر ہوا ۔ اسے مروارید کی مالا ، (شاہی) فیل‌خانے کا ہاتھی اور 'مرزا راجہ' کا خطاب مرحمت ہوا ۔ تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اپنے وطن کو گیا ۔ چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ پھر حضور میں حاضر ہوا ، اور مراد بخش کے ساتھ کابل میں متعین ہوا ۔

پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں سعید خاں کی ہمراہی میں مئو کے قلعے کی تسخیر کے لیے روانہ ہوا کہ جو جگت سنگھ پسر راجا باسو سے متعلق تھا اور وہ باغی ہو گیا تھا ۔ جب وہ قلعے کے قریب پہنچا اور محاصرے نے طول پکڑا تو چڑھائی کا حکم ہوا ۔ راجا مذکور (مرزا راجا) سب سے پہلے قلعے میں داخل ہوا ۔ اور اس بہادری کے صلے میں اسے پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب مرحمت ہوا جس میں دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ تھے [۵۷۱] ۔ اور قلعۂ مذکور کی حفاظت اس کے سپرد ہوئی ۔ جب راجا جگت سنگھ کے قصور معاف ہو گئے تو اس کے بعد راجا (مرزا) بادشاہ کے حضور میں آیا اور اسی سال اس کو خلعت خاصہ ، جمدھر مرصع مع پھول کٹارہ ، طویلہ خاصہ کا گھوڑا مع طلائی ساز و سامان اور (شاہی) فیل خانے کا ہاتھی مرحمت ہوا ۔ اور وہ شاہزادہ دارا شکوہ کی ہمراہی میں قندھار کے لیے نامزد ہوا ۔ سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر وطن جانے کی اجازت پائی ۔ سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اجمیر میں باریابی سے مشرف ہوا اور اپنی سپاہ کے پانچ ہزار سوار بادشاہ کے حضور میں پیش کیے ۔ اس کو وطن جانے کی اجازت ملی ۔ اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب دکن کی صوبےداری خان دوراں کے سپرد ہوئی اور خان مذکور کو مشورے کی غرض سے حضور میں طلب کیا گیا تو راجا مذکور کے نام فوری حکم صادر ہوا کہ وطن سے دکن جائے اور خان دوراں کے پہنچنے تک اس ملک کی حفاظت کرے ۔

جب خان دوراں رخصت حاصل کر کے لاہور پہنچا اور وہاں فوت ہو گیا تو دکن کی محافظت مستقل طور پر راجا (مذکور) کے سپرد ہوگئی ۔ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ حسب طلب دکن سے بادشاہ کے حضور میں آیا اور باریابی سے مشرف ہوا ۔ اس کے بعد شاہزادہ اورنگ زیب کے ہمراہ بلخ کی مہم پر مامور ہوا ۔ جب بادشاہ کے حکم کے مطابق صوبۂ مذکور (بلخ) نذر محمد خاں کے سپرد ہوا تو واپسی کے وقت بائیں طرف کی فوج کی سرداری پر (مرزا راجا) مقرر ہوا ۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں [۵۷۲] اس کے منصب میں ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوئے ۔ وہ اصل و اضافہ کے بعد پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا اور شاہزادہ اورنگ زیب کے ہمراہ قندھار کی مہم پر روانہ ہوا اور دائیں طرف کی فوج کا سردار مقرر ہوا ۔ چوں کہ قندھار فتح نہ ہو سکا اس لیے شاہزادہ حضور میں طلب کر لیا گیا اور مشارٌ الیہ (مرزا راجا) بھی تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں آ کر باریابی سے مشرف ہوا ۔ اس سال کے آخر میں وطن کو رخصت ہوا اور کاماں پہاڑی کے فسادیوں کی تنبیہ پر مامور ہوا کہ جو مستقرالخلافہ اکبر آباد اور دارالخلافہ شاہجہاں آباد کے درمیان واقع ہے ۔

جب بادشاہ کے حضور میں یہ خبر پہنچی کہ راجا نے وطن پہنچنے کے بعد تقریباً چار ہزار سوار اور چھ ہزار پیادے ، توپچی اور تیر انداز جمع کیے ہیں تو پھر وہ مذکورہ محال (کاماں پہاڑی) پر آیا ۔ اس نے جنگل کو کٹوا کر بہت سے فتنہ پردازوں کو قتل کیا اور قیدی بنایا اور بہت سے مویشی ہاتھ لگے ، اس کے منصب میں مزید ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ بنا دیے گئے اور اصل و اضافہ کے بعد وہ پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا جن میں سے چار ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوئے اور اس اضافہ کی وجہ سے پرگنہ چال کلیانہ (چال کلیانہ) کہ جس کی آمدنی ستر لاکھ دام تھی اس کو عنایت ہوا ۔

پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں حسب طلب حضور میں حاضر ہوا ۔ شاہزادہ اورنگ زیب کے ہمراہ قندھار کی مہم پر متعین ہوا [۵۷۳] اور ہراول فوج کی سرداری اس کے سپرد ہوئی ۔ خلعت خاصہ ، طویلۂ خاصہ کا

گھوڑا مع طلائی زین اور (شاہی) فیل خانے سے ہاتھی مرحمت ہوا ۔

جب قندھار کی فتح ملتوی رہی تو چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں کہ اس وقت شاہجہان بادشاہ کابل میں تھا ، وہ بادشاہ کے حضور میں باریابی سے مشرف ہوا اور اسی سال سلطان سلیمان شکوہ کے ہمراہ کہ جو کابل کی صوبے داری پر فائز ہو تھا ، متعین ہوا ۔ اس کے بعد وہ بادشاہزادہ دارا شکوہ کی ہمراہی میں قندھار کی مہم پر مامور ہوا ۔ جب قندھار کے فتح ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو راجا حضور میں آ گیا اور ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وطن کو روانہ ہوا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جملۃ الملکی سعداللہ خان کے ہمراہ قلعۂ چتور کے منہدم کرنے کے لیے نامزد ہوا ۔

اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب کہ سلطان شجاع کی بے راہ روی کی خبریں بادشاہ (شاہجہان) کے پاس پہنچیں کہ شاہجہان کی بیماری کی وجہ سے اس نے (شاہی) خالصہ کے اکثر محالات پر قبضہ کر لیا ہے تو وہ سلیمان شکوہ کا اتالیق مقرر ہوا ۔ اس کے منصب میں ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا اضافہ ہوا اور وہ ایک بڑی فوج کے ساتھ (سلیمان شکوہ کی ہمراہی میں) سلطان شجاع کے مقابلے کے لیے گیا ۔ اس (شجاع) کے شکست پانے کے بعد شاہزادہ دارا شکوہ کی درخواست پر غائبانہ طور سے اسے سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کا منصب ملا ۔ جن میں پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ تھے ۔ اور شہزادے (دارا شکوہ) کے حسب طلب وہ حضور (شاہ) میں روانہ ہو گیا [۴۷۵] ۔

اس دوران میں عالم گیر دکن سے روانہ ہو ، اور مہاراجا جسونت سنگھ اور دارا شکوہ کو شکست دینے کے بعد آگرہ آیا اور پھر وہاں سے شاہجہان آباد کو روانہ ہو گیا ۔ مشارٌ الیہ (مرزا راجا) نے غور و فکر کے بعد سلیمان شکوہ کی ہمراہی چھوڑ دی اور بادشاہی (عالم گیری) ملازمت میں آ گیا ۔ اسے ایک کروڑ دام کی آمدنی کا علاقہ انعام میں ملا اور پہلے سال جلوس عالم گیری میں ایک جماعت کے ساتھ خلیل اللہ خان کی مدد کے لیے

روانہ ہوا کہ جو دارا شکوہ کے تعاقب پر مامور تھا۔

جب دارا شکوہ نے ملتان کا راستہ لیا تو (مرزا راجا) (شاہی) حکم کے مطابق لاہور میں ٹھہر گیا اور بادشاہ (عالم گیر) کے حضور میں حاضر ہوا۔ چوں کہ وہ بہت دنوں سے اپنے وطن نہیں گیا تھا اور مسلسل لڑائیوں کی مصیبتیں برداشت کی تھیں، اس لیے اس نے وطن جانے کی اجازت لی اور شجاع کی جنگ کے بعد حضور میں آ گیا۔ دارا شکوہ کی لڑائی میں کہ جو اجمیر کے قریب ہوئی تھی، اس نے بہت بہادری دکھائی اور شکست دینے کے بعد وہ اس (دارا شکوہ) کے تعاقب پر مامور ہوا۔

چوتھے سال جلوس عالم گیری میں اپنے سابقہ انعام کے علاوہ ایک کروڑ دام کی آمدنی کا علاقہ ملا اور ساتویں سال جلوس عالم گیری میں وہ سیوا بھونسلہ کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا کہ جس نے صوبہ اورنگ آباد کے متعلقہ مضبوط قلعوں مثلاً پورندھر گڑھ وغیرہ کے اعتماد پر کہ جو نظام شاہی سلاطین کے زمانے سے اس کے قبضے میں تھے، خودسری شروع کر دی اور راہزنی اور لوٹ مار میں [۵۷۵] مشغول ہو گیا تھا اور دریا کے سرکشوں کو بھی اس نے نقصان پہنچایا۔ اس علاقے میں پہنچنے کے بعد راجا نے قلعہ پورندھر کا محاصرہ کر لیا اور سیوا کے متعلقہ ملک کو بادشاہی لشکر کے پیروں سے روند ڈالا اور اس قہر زدہ (سیوا) کو ایسا زچ کیا کہ وہ پریشان ہو کر راجا سے ملاقات کے لیے آیا اور تیئیس قلعے سرکار کے قبضے میں دے دیے۔ جب بادشاہ کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو اس کے سواروں میں سے دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ قرار پائے اور اصل و اضافہ کے بعد وہ سات ہزاری ذات اور سات ہزار دو اسپہ سہ اسپہ سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔

آٹھویں سال جلوس عالم گیری میں عادل خاں کے ملک کی تخریب کے لیے مقرر ہوا کہ جس نے مقررہ پیش کش کے بھیجنے میں تاخیر کی تھی اور بادشاہی حکم کے مطابق نہایت ہمت کے ساتھ پوری فوج کے ہمراہ بیجاپور پہنچا۔ سفر کے دوران میں اس نے قتل و قید، اور غارت گری و تاراجی میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا اور عادل خاں کے اکثر مقامات پر قبضہ کر لیا۔

جب اس علاقے میں غلے اور چارے کی کمی ہوئی تو وہ مصلحت کے تقاضے کے مطابق اس علاقے سے واپس آ گیا اور بادشاہی علاقے میں داخل ہو گیا تاکہ ہلکے پھلکے طریقے سے دکنیوں کی گوشمالی کرے ۔ اس آمد و رفت میں متواتر دکن کی فوج سے مقابلہ ہوتا رہا کہ جو قزاقی (گوریلا) طریقے سے لڑائی کرتے تھے ۔ راجا نے خود مردانہ سعی و کوشش کی اور وہ سردارانہ حزم و احتیاط کو کام میں لایا ۔ جب برسات کا موسم [۵۷۶] آیا تو اس کے بعد اس مضمون کا بادشاہی فرمان پہنچا کہ اورنگ آباد کے شہر میں چھاؤنی کی جائے ، چنانچہ شہر مذکور (اورنگ آباد) پہنچا ۔ حسب طلبی کا فرمان صادر ہوا تو وہ بادشاہ کے حضور میں روانہ ہوا ۔ دسویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۷۷ھ میں جب وہ برہان پور پہنچا تو اس کا انتقال ہو گیا[1] ۔

راجا حسن تدبیر اور سنجیدگی کا مالک تھا ۔ سردار ہونے کے ساتھ ساتھ سپاہی بھی تھا ۔ زمانہ شناس اور وقت آشنا تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ ترقی کے آغاز سے زندگی کے آخر تک عزت و آبرو سے رہا اور ہمیشہ زیادہ سے زیادہ ترقی حاصل کی ۔

اس کے لڑکے راجا رام سنگھ اور کیرت سنگھ ہیں ۔ دونوں کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے ۔ اورنگ آباد کی شہر پناہ سے باہر پچھم کی طرف اس کے نام سے ایک محلہ آباد ہے ۔

۱۵۸

محمد قلی خاں نو مسلم

(اس کا نام) نیتو بھونسلہ ہے اور وہ مشہور سیواجی کا قریبی عزیز ہے[2] ۔ وہ اس کی سرکار کا ممتاز سردار تھا ۔ جب آٹھویں سال جلوس عالم گیری

۱۔ مآثر عالم گیری (ص ۶۲) کے مطابق وہ ۲۸ محرم ۱۰۷۸ھ (۲۰ جولائی ۱۶۶۷ء) کو فوت ہوا ۔ (ق)

۲۔ مآثر عالم گیری (ص ۵۸) اور خافی خاں (جلد دوم ص ۲۰۰) کے مطابق وہ سیوا کا داماد تھا ۔ (ق)

میں مرزا راجا جے سنگھ کی کوشش سے سیواجی بادشاہی اطاعت اور فرمانبرداری کے لیے تیار ہوا اور اس کا لڑکا سنبھاجی کہ جس کی عمر آٹھ سال کی تھی بادشاہی ملازمین میں منسلک ہوا تو اس فیصلے کے مطابق کہ وہ سنبھا راجا کے ساتھ رہے گا [۵۷۷]، اس کی فوج اور اس کے نوکر خدمت انجام دیں گے اور اگر اس علاقے میں کوئی مہم ہو تو سیوا خود بھی ساز و سامان کے ساتھ خدمت انجام دے گا ۔ اس زمانے میں نیتوجی کو کہ جو اس (سیوا) کے لشکر کا سردار اور معتبر آدمی تھا ، مرزا راجا کی تجویز کے مطابق پانچ ہزاری منصب ملا ۔

جب راجا (جے سنگھ) سیوا کی مہم سے فارغ ہو کر بیجاپور کی ولایت پر حملہ آوری کے لیے مامور ہوا تو اس مہم کے شروع میں نیتوجی ، سیوا کی فوج کا سردارمقرر ہوا اور اس نے اچھی خدمات انجام دیں ۔ قلعہ منگل بیرا اور ولایت بیجاپور کی سرحد کے دوسرے قلعوں پر قبضہ کرنے میں اس نے خود کوشش اور بہادری دکھائی ، عادل شاہیوں کے قبضے سے ان کو نکال لیا اور وہاں بادشاہی تھانے قائم کر دیے ۔

چونکہ راجا (جے سنگھ) کا ارادہ بیجاپور کے محاصرے کا نہ تھا کیونکہ اس کے پاس قلعے کی فتح کا پورا ساز و سامان نہ تھا لہذا وہ بیجاپور سے پانچ کوس کے فاصلے سے واپس آ گیا اور اس نے بیجاپور کے ان سرداروں کی طرف توجہ کی کہ جو بادشاہی ملک میں آ کر شورش برپا کرتے تھے ۔ اس نے سیوا کو پرنالہ کے قلعے کی طرف روانہ کیا کہ جو عادل شاہ کے بڑے قلعوں میں سے تھا تاکہ دشمن پریشان ہو کر کچھ اس طرف کو چلے جائیں ، اور اگر موقع بن جائے تو اس قلعے کو فتح کر لیا جائے ۔ سیوا اس قلعے (پرنالہ) کے قریب گیا اور اپنی فوج کے ساتھ [۵۷۸] اس پر چڑھائی کر دی ۔ چونکہ محصورین قلعہ اس بات سے باخبر تھے اس لیے انھوں نے مدافعت اور مقابلہ کیا ۔ سیوا نے اپنے آدمیوں کی ایک جماعت کو ضائع کیا اور وہاں سے کھیلنا کے قلعے میں جا کر مقیم ہو گیا کہ جو وہاں سے بیس کوس کے فاصلے پر تھا اور اس (سیوا) کے قبضے میں تھا ۔ اس وقت اس (سیوا) اور لشکر کے سردار نیتوجی کے درمیان کدورت

اور ملال پیدا ہو گیا ۔ مشار* الیہ (نیتوجی) اس سے علیحدہ ہو کر بیجاپوریوں کے پاس چلا گیا ، اور اس علاقے (بیجا پور) کے سرداروں کے ساتھ بادشاہی مملکت میں شورش انگیزی اور فتنہ پردازی میں اس نے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ۔ مرزا راجا مصلحت کے تقاضے اور تجربہ کاری کی وجہ سے اس کی تسلی اور تالیف قلب میں از سر نو مشغول ہوا اور اس کو (شاہی) اطاعت و خدمت کے لیے تیار کر لیا ۔ نویں سال جلوس عالم گیری کے شروع میں اس نے اپنی قسمت کی یاوری سے وہ برے کام (شورش پسندی) چھوڑ دیے ، دشمن کی جماعت سے علیحدہ ہو گیا اور راجا (جے سنگھ) سے آ ملا ۔ جب راجا اورنگ آباد واپس آیا تو اس نے اس (نیتوجی) کو فتح آباد دھارور میں نگرانی میں رکھا ۔

اتفاق سے اسی زمانے میں مکار سیوا کہ جو اپنے آپ بادشاہ کے حضور میں گیا تھا اکبرآباد سے کہ جہاں بادشاہ مقیم تھا ، اپنی فتنہ سرشتی کی وجہ سے فرار ہو گیا ۔ لہٰذا راجا (جے سنگھ) کو فرمان پہنچا کہ نیتو کو حسن تدبیر سے گرفتار کر کے دارالخلافہ بھیج دیا جائے کہ شاید اس کی شقاوت بھی بھڑک اٹھے اور وہ بھی اس (سیوا) کے پاس چلا جائے ۔ راجا نے ایک جماعت کو متعین کر دیا کہ جو اس کو اس کے لڑکے کے ہمراہ فتح آباد سے [۹۷د] لائی اور اس نے بیر کے قرب و جوار میں دلیر خاں[1] کے حوالے کر دیا ۔ وہ حسب طلب بادشاہ کے حضور میں جا رہا تھا کہ خان مذکور (دلیر خاں) دریائے نربدا سے گزرنے کے بعد بادشاہی فرمان کے مطابق چاندہ کی طرف متعین ہوا اور وہ (نیتو جی) بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور اسے فدائی خاں میر آتش[2] کے سپرد کر دیا گیا ۔ اس نے توپچیوں کی ایک جماعت کو اس کی حراست پر مقرر کر دیا تاکہ وہ اس کے حال سے

۱۔ دلیر خاں کے لیے دیکھیے مآثر الامرا ، جلد دوم (اردو ترجمہ) ، ص ۳۰-۵۳ ۔ (ق)

۲۔ فدائی خاں کے لیے دیکھیے اعظم خاں کوکہ مآثر الامرا ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۲۴۴-۲۴۸ ۔ (ق)

باخبر رہے -

چند روز کے بعد اس کو ہدایت ہوئی کہ اس نے اسلام قبول کرنے کی تمنا ظاہر کی[1] - جب خان مشار الیہ (فدائی خان) کے ذریعے اس کی یہ رضا (قبول اسلام کا ارادہ) حق پرور بادشاہ (عالم گیر) کو معلوم ہوئی تو اس نے اس کو معاف کر دیا اور نوازشیں فرمائیں - اس خوش قسمت نے کہ جس کا انجام بخیر ہونے والا تھا ، اسلام قبول کیا اور وہ شرک سے پاک ہو گیا کہ اس کی تمام عمر گمراہی اور بت پرستی میں گزری تھی -

اس کے بعد بادشاہ کو خیال ہوا کہ اس کو مسلمانی آداب سکھائے جائیں اور اسلامی تربیت دی جائے - پھر وہ تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب ، محمد قلی خان کے خطاب اور دوسرے قیمتی عطیات سے سرفراز ہوا - پھر وہ دارالملک کابل کے کومکیوں میں شامل ہوا اور اسے ہاتھی مرحمت ہوا[2] -

اس کی موافقت میں اس کے چچا کوندا جی نے بھی اسلام قبول کر لیا اور ایک ہزاری ذات اور آٹھ سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا [۵۸۰] -

۱۵۹

مرزا سلطان صفوی

مرزا نوذر قندھاری کا چھوٹا بھائی ہے - اسلام خان مشہدی کا داماد تھا - جب شاہجہانی دور سلطنت میں خان مذکور (اسلام خان) صوبجات

۱- یکم شوال ۱۰۷۷ھ (۲۷ مارچ ۱۶۶۷ء) کو نیتو جی نے اسلام قبول کیا - ملاحظہ ہو مآثر عالم گیری ، ص ۶۰ و خافی خان ، جلد دوم ، ص ۲۰۷ - (ق)

۲- بعد میں وہ مرتد ہو کر پھر سیوا کے پاس چلا گیا اور دکن میں اس نے سخت ہنگامے برپا کیے - ملاحظہ ہو ، خافی خان جلد دوم ، ص ۲۰۷ - (ق)

دکن کے انتظام پر مامور ہوا تو اسے (مرزا سلطان) کو ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کا منصب دے کر خان مذکور کے ساتھ رخصت کر دیا۔ اسلام خان کے انتقال کے بعد وہ بادشاہ کے حضور میں آیا۔ اس کے منصب میں اضافہ ہوا اور وہ شاد کام ہوا۔ چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اپنے چچا کے لڑکے مرزا مراد کام کی بجائے وہ توریکی کی خدمت پر مقرر ہوا اور بہت دنوں تک اس خدمت پر رہا۔

جب تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر عادل شاہ کی تنبیہ اور اس کے ملک کی تخریب کے لیے مامور ہوا، اور ایک بڑا لشکر معظم خان میر جملہ کی ہمراہی میں بادشاہ کے حضور سے بطور کومک متعین ہوا تو مرزا سلطان کو بھی اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کا منصب ملا اور وہ (اس مہم پر) روانہ ہوا۔ کومکی فوج داراشکوہ کے اشارے سے واپس آ گئی، مگر چونکہ مرزا (سلطان) کو شاہزادے (اورنگ زیب) سے اخلاص تھا اس لیے اس نے اس کی خدمت کو نہیں چھوڑا اور وہ اورنگ آباد میں ٹھہر گیا۔

چونکہ اس زمانے میں اورنگ زیب نے (شمالی) ہندوستان جانے کا ارادہ کیا اس لیے شاہزادہ محمد معظم کو دکن کی صوبیداری پر متعین کیا۔ مرزا کے [۵۸۱] منصب میں ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کا اضافہ کر کے اسے چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز کیا اور پھلمری سے اورنگ آباد کو رخصت کیا کہ شہزادے (محمد معظم) کی خدمت میں پہنچ کر ملازمت کے ذریعے اظہار عقیدت کرے۔ اس کے بعد جب اورنگ زیب عالم گیر تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہو گیا اور اس نے دشمنوں کے فساد کے جھاڑ جھنکاڑ صاف کر دیے اور ہر چھوٹا بڑا اس کے سایۂ عاطفت میں آ گیا تو (مرزا سلطان) بھی دکن سے بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور اس نے بندگی کا اظہار کیا۔

نویں سال جلوس عالم گیری میں اس کے منصب میں ایک ہزار سوار کا اضافہ ہوا اور وہ شاہزادہ محمد معظم کے ہمراہ کابل پر متعین ہوا، کیونکہ شاہ عباس ثانی کے ہندوستان پر فوج کشی کے ارادے سے آنے کی خبر

مشہور ہو گئی تھی اور شاہزادہ (محمد معظم) بسرعت تمام کابل کو روانہ ہوا تھا - شاہزادہ ابھی دارالسلطنت لاہور سے آگے نہیں بڑھا تھا کہ فرمانروائے ایران شاہ (عباس ثانی) خناق کے مرض میں مبتلا ہو کر مر گیا - دسویں سال جلوس عالم گیری کے شروع میں مشارٌ الیہ (مرزا سلطان) شاہزادے کے ہمراہ واپس آ کر بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا - اسی زمانے میں شاہزادہ مذکور (محمد معظم) کو صوبۂ دکن کی نظامت پر جانے کا حکم ہوا کہ جو حقیقت میں اس عالی جاہ (محمد معظم) سے متعلق تھی - آٹھویں سال جلوس عالم گیری کے آخر میں بادشاہ کے حسب طلب وہ حضور میں آ گیا تھا ، اور مصلحت کے تقاضے کی بنا پر یہ خدمت راجا جے سنگھ کے سپرد ہوئی تھی کہ جو عادل شاہیوں کی تنبیہ کی غرض سے وہاں مقیم تھا ، (شاہزادہ محمد معظم کو حکم ہوا) کہ وہ حسب سابق وہاں کی حکومت سنبھالے - مرزا سلطان [۵۸۲] بھی خلعت پا کر جاگیر کو روانہ ہوا کہ وہاں کا بندوبست کر کے وہ بادشاہزادے (محمد معظم) کی خدمت میں دکن پہنچے - مشارٌ الیہ (مرزا سلطان) مدتوں اس علاقے (دکن) میں رہا - اس کی وفات کا سال نظر سے نہیں گزرا لیکن اغلب ہے کہ دکن ہی میں وہ فوت ہوا ، کیونکہ اس کا مقبرہ اورنگ آباد سے باہر جے سنگھ پورہ سے متصل قلعۂ دولت‌آباد کے راستے پر واقع ہے - اس کا لڑکا مرزا صدرالدین محمد خاں بخشی ہے کہ جس کا حال تحریر ہو چکا ہے -

۱۶۰

مرزا مکرم خاں صفوی

مراد کام نام ہے اور وہ مرزا مراد التفات خاں کا لڑکا ہے کہ جو مرزا رستم قندھاری کا چھوٹا لڑکا ہے - (مرزا مراد التفات) کی شادی عبدالرحیم خان خاناں کی لڑکی کے ساتھ ہوئی اور وہ اپنی مراد میں کامیاب ہوا - جہانگیری عہد میں اس کو التفات خاں کا خطاب اور دو ہزاری ذات اور آٹھ سو سوار کا منصب ملا - شاہجہان بادشاہ کے زمانے میں بھی وہ مدتوں

شاہی خدمت انجام دیتا رہا ۔ چونکہ وہ ملازمت میں زیادہ کارگزاری نہ دکھا سکا اس لیے سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ ملازمت سے مستعفی ہو گیا اور چالیس ہزار روپیہ سالانہ اس کا وظیفہ مقرر ہو گیا ۔ مدتوں وہ شہر پٹنہ میں گوشہ نشین رہا اور امن و امان کے ساتھ زندگی گزاری اور آسودگی و فراغت کے ساتھ رہتا تھا ۔

مراد کام نہایت مستعدی اور طریقے سے (شاہی) خدمت گزاری کرتا تھا ، اس پر بادشاہ [۵۸۳] کی عنایت ہوئی ۔ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی کے شروع میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزاری ذات کے منصب اور قوربیگی کی خدمت پر مقرر ہوا اور چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں اضافہ ہوا ۔ سید مرتضیٰ خاں کی بجائے وہ لکھنؤ اور بیسواڑہ کی فوجداری پر فائز ہوا ۔ پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں معتمد خاں کے انتقال کی وجہ سے اسے جون پور کی فوجداری ملی اور اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب اور نقارہ مرحمت ہوا ۔ اس کے بعد وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے مکرم خاں کا خطاب ملا اور اس کو اپنے تعلقے پر جانے کی اجازت ہوئی ۔ اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ حضور میں آیا اور رہنے لگا ۔ اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں از سر نو وہ جون پور کی فوجداری پر فائز ہوا ۔

جب شاہجہاں بادشاہ کا دور حکومت ختم ہو کر عالم گیری سلطنت کی جلوہ آرائی ہوئی تو شاہزادہ شجاع ، داراشکوہ کی دشمنی و ظلم کی وجہ سے محمد اورنگ زیب سے مل گیا اور اس کے ساتھ یک جہتی کا عہد و پیمان کیا ۔ اس نے بہت خوشی و مسرت اور شکرانے کا اظہار کیا اور اس طرف (عالم گیر) سے بھی ویسا ہی اظہار ہوا ۔ اس (شجاع) کو بنگالہ کے ساتھ صوبۂ بہار بھی دے دیا اور اس سلسلے میں شاہجہاں بادشاہ کی تصدیق و توقیع حاصل کر لی گئی ۔ شجاع بظاہر [۵۸۴] احسان مند تھا ، وہ اکبر نگر سے پٹنہ آیا اور موقع کے انتظار میں بیٹھ گیا ۔

جب عالم گیر دارا شکوہ کے تعاقب میں ملتان پہنچا ، اس گھات میں بیٹھنے والے اور موقع کے امید وار (شجاع) نے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا ۔ سید عالم بارہہ اور حسن خان خویشگی کی سرکردگی میں ایک فوج جونپور بھیج دی ۔ مکرم خان نے اپنے میں مقابلہ و مجادلہ کی طاقت نہ دیکھی ۔ چند توپیں چلا کر اور تھوڑا سا مقابلہ کرنے کے بعد وہ قلعے سے نکل آیا اور ان (بارہہ و خویشگی) کے ساتھ آ کر الہ آباد سے دو منزل پر عاجزی کے ساتھ شجاع کے پاس آیا اور اس کے لشکر میں شامل ہو گیا ۔

کھجوہ کی لڑائی میں شجاع نے بائیں طرف کی فوج کی سرداری پر اس کو مقرر کیا ۔ جب اس نے عالم گیری صولت و کامیابی اور شجاع کی خرابی اور ادبار کو دیکھا تو وہ عین معرکۂ کا رزار میں اس (شجاع) سے علیحدہ ہوکر عالم گیر سے مل گیا ۔ فتح کے بعد حسب سابق جونپور کی فوجداری پر مقرر ہوا ۔ نویں سال جلوس عالم گیری میں اس پر بادشاہ کی عنایت ہوئی ۔ اسے مرزا مکرم خان کا خطاب ملا اور وہ معزز و مفتخر ہوا ۔ اس کے بعد کسی وجہ سے وہ چند روز گوشہ نشیں رہا ۔

بارھویں سال جلوس عالم گیری میں ازسرنو اس پر شاہی نوازش ہوئی ۔ وہ بغیر ہتھیاروں کے حضور میں حاضر ہوا ۔ بادشاہ نے قدر شناسی فرمائی اور اس کو تلوار عنایت کی ۔ [۵۸۵] اسی سال ۱۰۸۰ھ (۱۶۶۹ء) میں شدید بخار کی وجہ سے فوت ہوگیا ۔ موزوں طبع تھا ؛ شعر خوب کہتا تھا ۔ یہ اسی کا شعر ہے :

شعر

شکست شیشۂ دلہائے بلبلاں چنداں
کہ پا برہنہ صبا جلوہ در چمن نکند

اس کے انتقال کے بعد ایسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کی لڑکی کی شادی شاہ عالم بہادر کے بڑے لڑکے شاہزادہ معز الدین کے ساتھ ہوئی اور اس عفیفہ کے انتقال کے بعد شاہزادے (معز الدین) کی شادی

مکرم خاں مرحوم کے لڑکے مرزا رستم کی لڑکی سید النساء بیگم کے ساتھ اٹھائیسویں سال جلوس عالمگیری میں ہوئی ۔

۱۶۱

مرزا خاں منوچہر

مرزا ایرج شاہنواز خاں[۱] پسر عبدالرحیم خانخاناں کا لڑکا ہے ۔ بیرم خانی خاندان کی یادگار ہے ۔ اس کے سوا اس عالی خاندان (بیرامیہ) میں کوئی اور مشہور آدمی نہ رہا کہ اپنے عالی قدر بزرگوں کے نام کو روشن کرے ۔ مردمی ، مردانگی ، دلیری اور دلاوری سے متصف تھا کہ جو اس کے خاندان کی صفات ہیں ۔ طبع رسا ، فکر بلند ، تدبیر درست اور مشورۂ خوب کا مالک تھا ۔ قابلیت اور اہلیت میں بے مثل تھا ۔ لڑائی میں اس کو جو زخم آئے تھے ان کی وجہ سے وہ نشے کا عادی ہو گیا تھا ۔ اس نے زیادہ ترقی نہیں کی ۔ بہت دنوں کے بعد دکن کے کو مکیوں میں شامل ہو گیا تھا ۔

بھاتوری احمد نگر [۵۸٦] کی لڑائی میں انیسویں سال جلوس جہانگیری میں کہ لشکر خاں بہت سے امرا کے ساتھ ملک عنبر کی قید میں پڑا تھا ، مرزا منوچہر بھی کہ جس کا عنفوان شباب اور آغاز جوانی تھا ، زخمی ہو کر قید میں تھا ۔ دولت آباد میں وہ بہت دنوں تک قید میں رہا ۔ اس مرد آزما معرکے میں اس نے بہادری دکھائی تھی اس لیے رہائی کے بعد جہانگیر نے اس کو مرزا خاں کا خطاب اور تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ، علم اور نقارہ مرحمت فرمایا ۔

شاہجہاں بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد اس پر اور شاہی نوازشیں ہوئیں ۔ چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں وہ سرکار بہرائچ کی فوجداری پر مقرر ہوا ۔ جب آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں بعض خراب انتظامات کی وجہ

۱۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد دوم (اردو ترجمہ) ، ص ٦۴۵ - ٦۴۸ (ق) ۔

سے سری نگر کی مہم میں نجابت خاں شاہی عتاب کا مورد ہوا تو مشار الیہ (نجابت خاں) کی بجائے وہ کوہ کانگڑہ کے دامن کی فوجداری پر مقرر ہوا اور اس کو جاگیر (بھی) ملی ۔

نویں سال جلوس شاہجہانی میں دماغ کی خرابی کی وجہ سے گوشہ نشین ہو گیا اور ایک زمانے تک اسی جنون کے عالم میں دنیا سے بے خبر زندگی گزارتا رہا ۔ جب مرض سے افاقہ اور صحت ہو گئی تو کچھ دنوں صوبۂ اودھ کا ناظم رہا اور اس کے بعد ماندو کی فوجداری اور جاگیرداری پر مقرر ہوا ۔ پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں احمد خاں نیازی کے انتقال کے بعد وہ احمد نگر کی قلعہ داری پر مقرر ہوا ۔ اور اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں ایلچپور کی حکومت پر [۵۸۷] سرفراز ہوا ۔

دیو گڑھ کے زمیندار ''کوکیا'' نے دسویں سال جلوس شاہجہانی کے بعد خان دوراں نصرت جنگ کو پیش کش ادا کی تھی اور اس (کے مرنے کے) بعد اس کا لڑکا کیرت سنگھ وہاں کا حاکم مقرر ہوا[1] ۔ اس نے ایک درم بھی خزانے میں داخل نہیں کیا ۔ دکن کے صوبیدار شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کو جو شاہی حکم پہنچا اس کے مطابق انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس نے مرزا خاں کو بلندہ کے ناظم ہادی داد خاں اور دکن کے دوسرے امرا کے ساتھ اس زمیندار کے اوپر متعین کیا ۔ جب خان مذکور (مرزا خاں) اس کی ولایت کی سرحد کے قریب پہنچا تو اس دور اندیش زمیندار نے اپنی رہائی اسی میں دیکھی کہ شاہی احکام و فرمان کو قبول کر لے لہٰذا اس نے عاجزی و انکسار کا اظہار کیا ۔ مجبوراً مرزا خاں کے پاس حاضر ہوا ۔ اور سالہائے گذشتہ سے آخر سال تک کی پیش کش کی بقایا کی ادائی قبول کی ۔ مرزا خاں اس مہم سے فارغ ہو کر زمیندار مذکور (کیرت سنگھ) کو بیس ہاتھیوں کے ساتھ کہ ان کے سوا اس کے پاس اور (ہاتھی) نہ تھے ، شاہزادے کے حضور میں لایا ۔

۱- جادو ناتھ سرکار ، جلد اول ، (ص ۱۸۳-۱۸۶) میں اس کا نام کیسری سنگھ دیا ہے ۔ (پ)

تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں گلکنڈہ کی مہم میں اس نے شہزادے کے ساتھ خوب خدمات انجام دیں اور قلعے کی شمالی مورچال پر وہ مقرر ہوا ۔ وہ ان سرکشوں کی تنبیہ میں مشغول ہوا اور اپنی بہادری سے ان کو بھگا دیا ۔ جب سلطان عبداللہ قطب شاہ کے ساتھ مصالحت ہو گئی اور شاہزادہ (اورنگ زیب) اورنگ آباد کو لوٹ آیا تو وہ بھی ایلچ پور کو روانہ ہو گیا ۔

اس خدمت گزاری اور حسن اخلاص کے باوجود وہ ان معرکوں میں کہ جو شاہزادہ (اورنگ زیب) کو مدعیان سلطنت سے لڑنے پڑے ، شریک نہیں ہوا ۔ اس وجہ سے یا شاید کوئی اور سبب ہو ، عالم گیر کی سلطنت کے آغاز میں منصب سے معزول ہوا اور مدتوں گوشہ نشینی اور گم نامی کی حالت میں زندگی گزارتا رہا ۔ چونکہ وہ شیخ عبداللطیف برہان پوری کا ارادت مند تھا اور بادشاہ بھی شیخ کے اخلاص مندوں میں تھا[1] ، اس تعلق کی وجہ سے دسویں سال جلوس عالم گیری میں اس پر پھر شاہی عنایت ہوئی اور وہ تین ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا اور اسے ایرج کی جاگیرداری اور فوجداری مرحمت ہوئی ۔ اسی جگہ سولھویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۸۳ھ (۷۳-۱۶۷۲ء) میں فوت ہوا ۔ اس نے برہان پور میں ایک باغ لگوا کر شیخ عبداللطیف کی نذر کیا تھا اور وہ شیخ سے خاص ارادت رکھتا تھا ۔

اس کا لڑکا محمد منعم قابل اور لائق تھا ۔ جب عالم گیر دکن سے سلطنت کے ارادے سے چلا ، وہ اس کے ہم رکاب تھا ۔ اسے ایک ہزار اور پانسو کا منصب اور خان کا خطاب ملا ۔ وہ سارے معرکوں میں (عالم گیر کے) ہم رکاب رہا اور اس نے بہادری دکھائی ۔ دوسرے سال جلوس عالم گیری میں داراب خاں کے بجائے وہ احمد نگر کی قلعہ داری پر مقرر ہوا ۔ [۵۸۹]

۱۔ شیخ عبداللطیف کا انتقال ۱۰۶۰ھ میں ہوا ۔ ملاحظہ ہو تاریخ برہان پور ، ص ۱۳۸-۱۳۹ ۔ ق

۱۶۲

مہابت خاں مرزا لہراسپ

خان زماں بہادر کے بعد مہابت خاں خانخاناں سپہ سالار کے لڑکوں میں وہ سب سے لائق تھا ۔ شاہجہانی دور حکومت کے آغاز میں اسے دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ملا اور اس نے دولت آباد کے قلعے کی تسخیر میں اپنے باپ کے ہمراہ نمایاں کارنامے اور بہادری دکھائی ۔ باپ کے مرنے کے بعد خانہ زاد پروری کی وجہ سے بادشاہ کے حضور سے روز بروز اس کے منصب میں اضافہ ہوا اور میر توزک کی خدمت پر مقرر ہوا ۔ اس کے بعد وہ صوبہ اودھ کے مضاف بہرائچ کی فوجداری پر گیا اور اس علاقے کا خوب انتظام کیا ۔ بعد ازاں وہ بیانہ کی جاگیرداری پر روانہ ہوا اور پھر دوبارہ قندھار کی مہم میں شاہزادے کے ہم رکاب متعین ہوا ۔

چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا اور خلیل اللہ خاں کی بجائے میر بخشی مقرر ہوا ۔ پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں ایک ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا اضافہ ہوا اور وہ پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوگیا ۔ لہراسپ خاں کی بجائے مہابت خاں کا خطاب ملا اور سعید خاں کے انتقال کے بعد وہ صوبۂ کابل کی نظامت پر مقرر ہوا ۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے نام شاہی فرمان صادر ہوا کہ وہ بیجا پور کی طرف جائے کیونکہ ایک [۵۹۰] مجہول النسب شخص علی کو عادل شاہیوں نے وہاں کی حکومت پر مقرر کر دیا ہے ۔ جس طرح بھی مناسب سمجھے وہ اس مہم کو انجام کو پہنچائے اور مہابت خاں کے نام بھی فرمان صادر ہوا کہ اپنی جاگیر سے دکن کو روانہ ہو ۔ قلعہ بیدر کے فتح ہونے کے بعد شاہزادہ والا قدر (اورنگ زیب) کے حکم کے مطابق وہ ایک

بڑی فوج لےکر کلیانی[۱] و گلبرگہ کے قرب و جوار کی تاخت و تاراجی کے لیے روانہ ہوا اور اس نے دوبارہ بیجا پور کے سرداروں کے ساتھ نہایت بہادری کے ساتھ مقابلے کیے اور اس بد نصیب گروہ کو آوارہ و منتشر کر دیا ۔

قلعہ کلیانی کے محاصرے میں ایک دن مہابت خان ، پنہشہ شاہجہاں پور کہ جو اس مقام سے پانچ کوس کے فاصلے پر ہے گھاس چارہ لینے کے لیے گیا تھا کہ دشمن اچانک پوری تعداد میں آ گیا اور لڑائی شروع ہو گئی ۔ رستم خاں بیجا پوری نے اخلاص خان چنداول کے ساتھ مقابلہ کیا ۔ خان محمد خاں کہ جو مشہور سرداروں میں سے تھا راؤ ستر سال سے مقابل ہوا اور ہر طرف جاں ستانی و جاں فشانی کا ہنگامہ گرم ہو گیا ۔ اسی دوران میں بہلول کے لڑکے راجا رائے سنگھ سیسودیہ پر حملہ آور ہوئے اور ایسا سخت مقابلہ ہوا کہ راجپوتوں نے موت کو لبیک کہا ، گھوڑوں سے اتر آئے اور پوری بہادری و شجاعت کا مظاہرہ کیا ۔ مہابت خاں خود بھی خوفناک شیر کی طرح ان بد بختوں کے قلب لشکر پر [۱۹۵] حملہ آور ہوا ۔ افضل خاں مشہور کو کہ جو بیجا پور کے لشکر کی سرداری پر مغرور ہو رہا تھا میدان سے اکھاڑ دیا اور وہ شکست کھا کر بھاگ گیا ۔

اس مضبوط قلعے کی فتح کے بعد کہ حسب خواہش سارے کام انجام کو نہیں پہنچے تھے، کہ شاہجہاں بادشاہ کی بیماری اور خرابیٔ صحت کی خبریں تمام ملک میں ہر طرف مشہور ہو گئیں ۔ داراشکوہ نے کہ اس زمانے میں پہلے سے زیادہ سلطنت کا اختیار اس کے ہاتھ میں تھا ، ایک فرمان مہابت خاں کے نام بھیجا کہ وہ شاہزادہ اورنگ زیب کی اجازت و حکم کا پابند نہ رہے اور سارے مغل (سرداروں) کے ساتھ جتنی جلد ممکن ہو سکے ، حضور میں پہنچے ۔ مجبوراً بادشاہی حکم کے مطابق کہ غلام کے لیے اس کی پابندی بہت ضروری ہے ، کاربند ہوا ۔ شاہزادے (اورنگ زیب) کو یہ بات بغیر بتائے ہوئے ، بہت تیزی سے حضور میں روانہ ہو گیا ۔ اکتیسویں سال

---

(۱) متن میں کلیان ہے مگر کلیانی صحیح ہے ۔ ضلع بیدر میں یہ ایک قصبہ ہے ۔ (پ)

جلوس شاہجہانی ۱۰۶۸ھ (۱۶۵۸ء) میں وہ دوبارہ کابل کی صوبیداری پر فائز ہوا۔

پانچویں سال جلوس عالم‌گیری میں وہ کابل کی صوبے داری سے معزول ہو کر بادشاہ کے حضور مس پہنچا اور مہاراجہ جسونت سنگھ کے تبادلے کے بعد وہ صوبہ‌ٔ گجرات کی نظامت پر روانہ ہوا۔ اصل و اضافہ کے بعد اس کا منصب چھ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار مقرر ہوا کہ جن میں سے تین ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ تھے۔ گیارھویں سال جلوس عالم گیری میں وہ گجرات سے بادشاہ کے حضور میں [۶۹۲] پہنچا اور از سر نو اس کو کابل کی حکومت سپرد ہوئی۔ تیرھویں سال جلوس عالم گیری میں تبدیل ہو کر وہ آگرہ میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔

چوں کہ اس زمانے میں ظالم سیوا کی شور انگیزی کا یہ عالم ہوا کہ اس نے بندر سورت پر چڑھائی کر دی، وہ شہر اور شہریوں کے مکانات کو جلانے میں مشغول ہوا، مہابت خاں اس مقہور کی تنبیہ کے لیے ایک بڑا لشکر لے کر دکن روانہ ہوا اور اس نے مرہٹوں کی تنبیہ میں نمایاں کوشش کی۔ اس کے بعد جب کوہستان کابل میں افغانوں کی شورش ہوئی اور انھوں نے درۂ خیبر میں وہاں کے حاکم محمد امین خاں کو لوٹ لیا تو مہابت خاں کو اس خیال سے دکن سے حضور میں طلب کر لیا گیا کہ وہ ان مفسد کوہ نشینوں سے کسی طرح نباہتا ہی تھا۔ اور سولھویں سال جلوس عالم‌گیری میں وہ کابل کے بند و بست کے لیے روانہ ہوا، لیکن خان مذکور (مہابت خاں) نے تجربہ کاری اور کار شناسی کی بنا پر کہ جب وہ پشاور سے آگے بڑھا تو کسی سے کوئی تعرض نہیں کیا اور اس باغی گروہ کی سزا دہی سے کھلم کھلا چشم پوشی کی، اور وہ 'ما بخیر و شما بسلامت' کہتا ہوا کابل پہنچ گیا۔ یہ بات بادشاہ کو پسند نہ آئی کہ اس کی رضا کے خلاف تھی۔

سترھویں سال جلوس عالم گیری میں جب بادشاہ حسن ابدال کے قریب پہنچا اور ان فتنہ پردازوں کی تنبیہ کے لیے ایک زبردست فوج متعین ہوئی تو مہابت خاں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور وہ راجا بھوپت سنگھ کور

کے پوتے بیر سنگھ کی تادیب پر [۵۹۳] مامور ہوا ۔ جب وہ پنجاب کے مضاف امن آباد میں پہنچا تو ۱۰۸۵ھ (۱۶۷۵ء) اٹھارھویں سال جلوس عالم گیری کے شروع میں اس کا انتقال ہو گیا[۱] ۔

وہ خودسری اور بے باکی میں اپنے باپ کی یادگار تھا ۔ وہ عالم گیر بادشاہ سے کہ جو غیور اور غضب ناک آدمی تھا ، گستاخانہ گفتگو کرتا تھا ۔ مشہور ہے کہ عالم گیر شریعت مقدسہ کی پاس داری اور احکام شرعی کے اجرا کی پابندی کی وجہ سے اکثر امرا کے مقدمات میں حضور کے قاضی عبدالوہاب سے رجوع کیا کرتا تھا کہ جو بادشاہی مزاج میں خاصا دخل رکھتے تھے ۔ اور ان کے استقلال و اعتبار کا یہ عالم تھا کہ نام ور امرا ان سے خوف کھاتے تھے اور اپنی آبرو کے لیے ڈرتے تھے ۔ جب تبہ کار سیوا کی سرگرمیاں حد سے بڑھ گئیں اور اب روانگی (تاخت) کی گفتگو ہوئی تو بادشاہ نے بطور تمہید بر سر دربار اس سرکش (سیوا) کے کچھ ظلم و جور بیان کیے اور مہابت خاں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس ظالم کا استیصال اسلام کی حمیت کے تقاضے کی رو سے واجب ہے ۔ خان مذکور (مہابت خاں) نے بے دھڑک کہا کہ (پھر) فوج کے تعین کی ضرورت نہیں ہے بلکہ قاضی (عبدالوہاب) کا حکم نامہ کافی ہوگا ۔ یہ بات بادشاہ کو بہت بری لگی اور اس نے جعفر خاں کو حکم دیا کہ وہ اس (مہابت خاں) سے کہہ دے کہ ہمارے حضور میں لغو بات زبان پر نہ لائے ۔

اس کا لڑکا طہماسپ مر گیا کہ جس کو سعید خاں ظفر جنگ کی لڑکی منسوب تھی ۔ اس کے مرنے کے بعد (اس کے لڑکے) بہرام اور فرجام [۵۹۴] مناسب منصب پر فائز ہوئے اور بتدریج ان کو خانی کا خطاب ملا ۔ بہرام خاں گل کنڈہ ، کے محاصرے میں گولہ کی ضرب سے مارا گیا ۔ اس خاندان میں کوئی اور صاحب لیاقت نہ ہوا ۔

۱- وہ ۴ شوال ۱۰۸۵ھ (۲ جنوری ۱۶۷۵ء) کو فوت ہوا ۔ (ملاحظہ ہو مآثر عالم گیری ، ص ۱۴۱ ۔ امن آباد غالباً ایمن آباد ہے ، جو ضلع گوجرانوالہ میں واقع ہے ۔ (م)

۱۶۳

مبارز خاں میر کل

بدخشاں کے سادات سے ہے - تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اپنے چند بھائیوں اور اعزہ کے ہمراہ اپنے اصلی وطن سے نکلا اور بادشاہی ملازمت کی اُمید میں ہندوستان کو روانہ ہوا - قسمت کی یاوری سے وہ کامیاب ہوا - اسے پانسو ذات اور دو سو سوار کا منصب اور تین ہزار روپے انعام ملے - چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ پرگنہ پنجشیر کی تھانہ داری پر فائز ہوا کہ جو صوبۂ کابل کے پرگنوں میں سے ہے - چوں کہ وہ بہادر آدمی تھا اس لیے اس کے منصب میں متواتر اضافے ہوئے - اُنتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے ایک ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب ملا اور صوبۂ مذکور (کابل) کے مضاف کے پرگنوں ایسا اور بجرا کی جاگیرداری پر فائز ہوا[1] - تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں عزیز بیگ بدخشی کو کہ جو کابل کے کومکیوں میں شامل تھا ، موضع بلعیں کے فسادیوں نے مکر و فریب سے قتل کر دیا (موضع بلعیں ، محمود عراق کے مضافات میں ہے کہ جو اس (مبارز خاں میر کل) کی جاگیر میں تھا - وہاں کے ناظم بہادر خاں دارا شکوہی نے [۵۹۵] کہ جو پشاور میں مقیم تھا ، بادشاہی حکم کے مطابق میر کل کو لکھا کہ کابل کے نائب (صوبے دار) ، وہاں کے متعینہ افسروں اور غلزئی اور صافی[2] قبیلوں کے ساتھ مل کر ان کی تنبیہ میں مشغول ہو - اس نے پھرتی اور چالاکی سے ایک بڑا لشکر مرتب

۱- انگریزی مترجم بینی پرشاد کے خیال میں یہ مقامات السائی اور بدراؤ ہونے چاہئیں - (ق)

۲- متن میں علزی اور صائی دیے ہیں ، اختلاف نسخ میں غلزئی اور صافی دیے ہیں - انگریزی مترجم بینی پرشاد کا خیال ہے کہ یہ غلزئی اور صافی قبائل ہیں - (ق)

کیا اور وہ چل پڑا - نہایت بہادری اور جرأت سے اس نے دشوار گزار راستوں کو طے کیا اور گھوڑوں کو تیز دوڑا کر راستہ طے کیا - وہ خود ان بد نصیبوں کے پاس پہنچ گیا اور معرکہ شروع کر دیا - بہت سے (دشمن) قتل ہوئے ، ان میں سے چودہ آدمی پرگنہ بجرا کے منشاہیر مارے گئے کہ جو کمک کے لیے آئے تھے - بلعین کے بہت سے فسادی اپنی سور چالوں میں چلے گئے - مشارٌ الیہ (میر کل) نے تعاقب کیا - برف اور چٹانوں کی وجہ سے وہ پیدل ہو گیا - وہ نہایت احتیاط اور ہمت و جرأت کر کے ان بد نصیبوں کے ٹھکانوں تک پہنچ گیا - اگرچہ انھوں نے اپنی پناہ گاہیں بنانے میں بہت کوشش کی تھی ، لیکن اس نے اور اس کے ہمراہیوں نے اپنی شجاعت کی بنا پر ان کو بھیڑوں کی طرح ختم کر دیا - واپس لوٹتے ہوئے ان کے گھروں کو جلا ڈالا اور وہ فتح مند اپنے مقام پر واپس آ گئے - مشارٌ الیہ (میر کل) کے اس حسن سعی کے بدلے میں اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا اور اسے علم اور مبارز خاں کا خطاب ملا - عہد عالم گیری میں بھی وہ مدت تک صوبۂ کابل میں رہا اور نویں سال جلوس عالم گیری میں کشمیر کا صوبے دار مقرر ہوا [۵۹۶] - تیرھویں سال جلوس عالم گیری میں لشکر خاں کی بجائے وہ صوبۂ ملتان کا ناظم مقرر ہوا - پھر وہ متھرا کی فوج داری پر مقرر ہوا ، اس کے بعد اس کا انجام معلوم نہیں ہوا -

۱۶۴

مرتضیٰ خاں سید شاہ محمد

بخارا کے سادات سے ہے - سلطان اورنگ زیب بہادر کی سرکار میں چوکی خاص کے ملازمین میں شامل تھا - جس زمانے میں کہ شہزادۂ مذکور (اورنگ زیب) باپ کی عیادت کے سلسلے میں دکن سے ہندوستان روانہ ہوا تو اس کو مرتضیٰ خاں کا خطاب ملا - مہاراجا جسونت سنگھ کی لڑائی میں وہ ہراول فوج کا سردار تھا - اور اس نے نمایاں بہادری اور کارگزاری دکھائی - دارا شکوہ کی پہلی لڑائی میں وہ زخمی ہوا اور دارا شکوہ کی دوسری

لڑائی میں شجاع کے مقابلے میں بھی خوب بہادری دکھائی اور ممتاز رہا ۔ ساتویں سال جلوس عالم گیری میں پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور اکیسویں سال جلوس عالم گیری میں ۱۰۸۸ھ (۱٦٧٧ء) میں وہ فوت ہوا[۱] ۔

بادشاہ (عالم گیر) نے اس کی عیادت کے لیے بختاور خان خواجہ سرا کو بھیجا تھا ۔ اس نے جواب میں کہا کہ میری یہ آرزو تھی کہ میں بادشاہ کے کسی کام میں جان نذر کروں لیکن یہ بات مجھے میسر نہ ہوئی ۔ دوسرے لوگ بادشاہ کے حضور میں زر و جواہر نذر کرتے ہیں ، میں اپنے بجائے چند جانیں (بیٹے وغیرہ) پیش کرتا ہوں ؛ ممکن ہے کہ یہ بادشاہ کے کام آئیں - [۵۹٧]

اس کے مرنے کے بعد اس کے ایک ہزاری سے اسی (۸۰) تک کے نوکر شاہی ملازم ہو گئے اور پیدل بھی شاہی کارخانوں میں ملازم ہو گئے ۔ سید (مرتضیٰ خان) بہادر شخص تھا ۔ فوج کو اچھی تنخواہ اور ساز و سامان کے ساتھ رکھتا تھا ۔ اس کا لڑکا سید حامد خان ہے کہ چوتھے سال جلوس عالم گیری میں اسے خان کا خطاب ملا ۔ پندرھویں سال جلوس عالم گیری میں وہ رعدانداز خان کے ہمراہ ست نامی گروہ کی تنبیہ کے لیے متعین ہوا اور کارگزاری دکھائی ۔ سولھویں سال جلوس عالم گیری میں وہ کماؤں کے زمیندار کے لڑکے کو بادشاہ کے حضور میں لایا ۔ بادشاہی لشکر کی سیر و گشت کی وجہ سے اس کا تعلقہ برباد ہو گیا تھا ۔ مرتضیٰ خاں کے مشورے سے اس کا قصور معاف ہو گیا ۔ بیسویں سال جلوس عالم گیری میں سید احمد خان کی بجائے وہ اجمیر کا صوبیدار مقرر ہوا اور اکیسویں سال جلوس میں وہ بادشاہ کے حضور میں آیا اور بادشاہ کے انتقال کے بعد چوکی خاص کا داروغہ مقرر ہوا ۔

۱- ۳ ربیع‌الاول ۱۰۸۸ھ کو فوت ہوا ، ملاحظہ ہو مآثر عالم گیری ص ۱٦۳ - (ق)

تیئیسویں سال جلوس عالم گیری میں سوجت اور جیتارن کے سرکشوں کی تنبیہ کے لیے اور چوبیسویں سال جلوس عالم گیری میں مفسد راٹھوروں کی تادیب کے لیے میرٹھ کی طرف گیا اور اچھی کارگزاری دکھائی ۔ اس کے بعد اس کو مجاہد خاں کا خطاب ملا ۔ پینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ میوات کا فوجدار مقرر ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ اس کے انتقال کا سال معلوم نہ ہوا [۵۹۸] ۔

۱۶۵

مہاراجا جسونت سنگھ راٹھور

راجا گج سنگھ کا لڑکا ہے ۔ گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ باپ کے ہمراہ شاہی دربار میں آیا اور باریابی سے مشرف ہوا ۔ تمام راجپوتوں کی رسم کے خلاف کہ وہ بڑے لڑکے کو باپ کا ولی عہد قرار دیتے ہیں ، وہ گروہ (راٹھور) اس لڑکے کو ولی عہد منتخب کرتے ہیں کہ جس کی ماں سے (راجا کو) زیادہ محبت ہوتی ہے ؛ اس لیے اس کے باپ کے مرنے کے بعد کہ اگرچہ عمر میں امر سنگھ اس سے بڑا تھا اسے (جسونت سنگھ کو) باپ کا جانشین بنایا اور بادشاہ کے حضور سے اسے خلعت ، مرصع جمدھر ، چار ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کا منصب ، باپ کی وصیت کے مطابق راجا کا خطاب ، علم ، نقارہ ، گھوڑا مع طلائی زین اور شاہی فیل خانے کا ہاتھی عنایت ہوا ۔

پندرھویں سال جلوس میں بادشاہ زادہ داراشکوہ کے ہمراہ وہ قندھار کی مہم پر متعین ہوا اور اسے خلعت خاصہ ، مرصع جمدھر مع پھول کٹارہ ، طویلۂ خاصہ کا گھوڑا مع طلائی ساز و سامان اور شاہی فیل خانے کا ہاتھی مرحمت ہوا ۔ ٭بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں کہ جب بادشاہ اکبر آباد سے لاہور کی جانب روانہ ہوا تو اس کو حکم ہوا کہ شیخ فرید ولد قطب الدین کوکہ کے پہنچنے تک کہ جو صوبۂ دارالخلافہ کی نظامت پر مقرر ہوا ہے وہ وہاں

کی حفاظت کرے ، اور اس کے بعد بادشاہ کے حضور میں چلا آئے ۔

اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اصل و اضافہ کے بعد پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار [۵۹۹] کے منصب پر سرفراز ہوا کہ جن میں سے تین ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ تھے اور اسی سال کے آخر میں بقیہ سوار (دو ہزار) بھی دو اسپہ اور سہ اسپہ مقرر ہو گئے ۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ قندھار کی کمک پر روانہ ہوا کہ جس کا قزلباس (ایرانی) فوج نے محاصرہ کر لیا تھا ، لیکن بادشاہی حکم کے مطابق وہ کابل میں ٹھہر گیا ۔ اور جب اسی سال کے آخر میں بادشاہ (شاہجہاں) کابل پہنچا تو اس نے اپنے سواروں کی جماعت کہ جو دو ہزار تھی ، بادشاہ کی نظر سے گزرانی ۔

چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ چھ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر فائز ہوا ۔ انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے اصل و اضافہ کے بعد چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار کا منصب ملا جن میں پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ تھے اور اسے مہاراجا کا خطاب بھی عنایت ہوا ۔ انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس وجہ سے کہ اس کی شادی سرب دیو سیسودیہ کی لڑکی کے ساتھ طے ہوئی تھی ، حکم ہوا کہ وہ متھرا جائے اور اس (شادی) کے رسوم سے فارغ ہو کر اپنے وطن جودھپور روانہ ہو ۔

بتیسویں سال جلوس شاہجہانی کے شروع میں مراد بخش کی ناشائستہ حرکات اور بادشاہ زادہ محمد اورنگ زیب بہادر کی دکن سے بادشاہ کی عیادت کی غرض سے روانگی کی شہرت ہوئی تو دارا شکوہ نے یہ تدبیر سوچی کہ معتمد سرداروں کے ساتھ دو فوجیں دونوں بھائیوں کے راستوں پر متعین کردی جائیں ، اس وجہ سے اس نے مہاراجا کو اصل و اضافہ کے بعد [۶۰۰] سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کے منصب پر فائز کیا جن میں سے پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ تھے ، اور خان جہاں بہادر شائستہ خاں کی بجائے مالوہ کی صوبیداری ملی ۔ سو گھوڑے کہ جن میں ایک گھوڑا مع طلائی ساز اور ہاتھی مع نقرئی ساز اور ہتھنی اور ایک لاکھ روپیہ نقد

مرحمت ہوا اور بادشاہ کے حضور سے اسے اجازت دلوائی ۔

(راجا جسونت سنگھ) اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اوجین پہنچا ۔ عالم گیر جب وہاں آ گیا تو اس (شاہزادے) نے ہر چند نرمی کا اظہار کیا مگر راجا نے نخوت کا مظاہرہ کیا اور جدال و قتال کا میدان آراستہ کر دیا ۔ سخت مقابلہ ہوا ۔ بہت سے راجپوت قتل ہوئے اور بہت سے بھاگ گئے جس سے اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے ۔ اس نے بھی بھاگ جانا ہی غنیمت سمجھا ۔

پہلے سال جلوس عالم گیری میں جب کہ بادشاہ دریائے ستلج کے کنارے داراشکوہ کے تعاقب میں پہنچا ہوا تھا ، تو حضور کے امرا کی سفارش سے اس کی خطائیں معاف ہو گئیں اور سرف باریابی سے مشرف ہوا ۔ بادشاہ نے وقت کے تقاضے کے مطابق اس کو حکم دیا کہ تعاقب (دارا شکوہ) کی مہم کے انجام ہونے تک وہ دارالخلافہ شاہجہاں آباد میں رہے ۔ شجاع کی جنگ میں وہ دائیں طرف کی فوج کی سرداری پر مقرر ہوا ۔

چوں کہ شاہجہاں بادشاہ کی نازبرداری کا عادی تھا ، لیکن یہاں (عالم گیری دربار میں) اس قسم کا شائبہ بھی نہ تھا لہذا وہ دل گرفتہ ہوا ، [۶۰۱] یہاں تک کہ اپنی بےوقوفی اور کم حوصلگی سے اس نے دشمن سے ساز باز کر لی ۔ اس کا ارادہ ظاہر ہو گیا ۔ ایک رات کو وہ ٹھکانا چھوڑ کر چلتا بنا اور اپنی فوج کے ساتھ وطن کا راستہ لیا ۔ اس ہنگامے میں بادشاہزادہ محمد سلطان کی سرکار اور بادشاہی سرکار ، نیز سپاہیوں اور امرا کا کچھ ساز و سامان لوٹ لیا گیا ۔ اس بات سے آدمیوں (سپاہیوں) کو بہت صدمہ ہوا ۔

شجاع کی جنگ سے فارغ ہونے کے بعد بادشاہ نے اجمیر کو روانگی کا ارادہ کر دیا ۔ چوں کہ اس زمانے میں اس کو بادشاہ (عالم گیر) سے کوئی اُمید نہیں رہی تھی اور گجرات کی طرف سے دارا شکوہ کی آمد آمد کی خبر تھی اس لیے اس نے اپنے وطن جودھ پور میں بہت فوج جمع کی اور اس سے ساز باز کر لی ۔ اسی دوراں میں مرزا راجا جے سنگھ کہ جس کی حسن تدبیر کا سارے عالم میں شہرہ تھا ، بیچ میں پڑ گیا ۔ اس نے اس (راٹھور) کو معافی و بخشش کا اُمید وار بنایا اور اس (دارا شکوہ) کی رفاقت فسخ کرا دی ۔

متواتر تقصیرات کے وقوع پذیر ہونے کی وجہ سے اسے بادشاہ کے حضور میں آنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی ، اس لیے غائبانہ طور سے وہ سابقہ منصب پر بحال ہوا ۔ مہاراجا کا خطاب اور احمد آباد کی صوبے داری ملی اور اس طرح وہ مطمئن ہوگیا ۔ چوتھے سال جلوس عالم گیری میں بادشاہی حکم کے مطابق وہ تمام فوج لے کر امیرالامرا شائستہ خاں کی کمک کے لیے دکن روانہ ہوا ۔ پانچویں سال جلوس عالم گیری میں گجرات کی صوبے داری سے معزول ہوا اور اس نے دو تین سال دکن میں گزارے ۔ وہ کچھ دنوں شائستہ خاں کے ساتھ رہا اور ایک زمانے تک شاہزادہ محمد معظم سے وابستہ رہا کہ جو خان مذکور (شائستہ خاں) کے معزول ہونے کے بعد اس نواح (دکن) کی نظامت پر مقرر ہوا تھا [۹۰۲] ۔ سیوا کے ملک کی تخریب میں اس نے حتی‌المقدور کوشش کی ۔ ساتویں سال جلوس عالم گیری کے آخر میں وہ بادشاہ کے حضور میں طلب ہوا اور شرف باریابی حاصل کیا ۔

نویں سال جلوس عالم‌گیری میں جب بادشاہ (عالم‌گیر) اور ایران کے والی شاہ عباس ثانی کے درمیان تعلقات خراب ہو گئے اور بادشاہ کی روانگی سے قبل شاہزادہ محمد معظم احتیاط کی وجہ سے ایک بڑی فوج کے ساتھ کابل روانہ ہوا تو وہ (مہاراجا) بھی اس کے ہمراہ متعین ہوا ۔ اور جب والیٔ ایران کے مرنے کی خبر ملی اور شاہزادہ لاہور سے بادشاہی حکم کے مطابق واپس آ گیا تو وہ بھی شاہزادۂ مذکور (محمد معظم) کے ہمراہ واپس آ گیا ۔ دسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ بادشاہزادہ محمد معظم کے ہمراہ دکن کے لیے روانہ ہوا ۔ چودھویں سال جلوس عالم گیری میں اسے کابل کے مضافات میں جمرود کی تھانے داری مرحمت ہوئی ۔ بائیسویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۸۹ھ (دسمبر ۱۶۷۸ء) میں وہ مر گیا ۔

راجا (جسونت سنگھ) اسباب کی کثرت اور فوج کی فراوانی کے اعتبار سے ہندوستان کے ممتاز راجاؤں میں سے تھا ۔ چوں کہ اس نے ناز و نعمت میں پرورش پائی تھی اور ایک ہی انداز سے کم و بیش زندگی گزاری تھی ، اس لیے دنیا داری کا سلیقہ نہ تھا ۔ اورنگ آباد کی شہر پناہ کے باہر پورب کی طرف اس کے نام سے ایک محلہ اور تالاب مشہور ہے ۔ اس نے پتھر کی

عمارتیں بنوائیں کہ جو تالاب کے کنارے ہیں اور ان میں سے کچھ باقی ہیں ۔
اس کا بڑا لڑکا کنور پرتھی سنگھ اس کی زندگی ہی میں فوت ہو گیا تھا ۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی دو حاملہ عورتوں سے [۶۰۳] دو لڑکے پیدا ہوئے ۔ ان میں سے ایک جلد ہی فوت ہو گیا ، دوسرے کا نام محمدی راج ہے کہ جس نے اسلام قبول کر لیا اور اس کی شاہی محلات میں تربیت ہوئی[1] ۔ ایک اور لڑکا اجیت سنگھ ہے ۔ کہتے ہیں کہ اس کو اس کے ہم قوم نہایت کوشش اور تدابیر کے بعد وطن لائے اور اس کو اس کا جانشین بنایا کہ جس کا حال اس کتاب میں علیحدہ لکھا گیا ہے ۔

۱۲۶

میر سید محمد چشتی قنوجی

فاضل اور اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے ۔ درویشی کا ذوق رکھتے تھے ۔ ان کے بزرگوں نے ایک زمانے سے قنوج میں سکونت اختیار کر لی تھی کہ جو قدیم زمانے سے ہندوستان کے صاحب اقتدار راجاؤں کی راج دھانی رہا ہے اور ایک عظیم‌الشان شہر تھا ۔ کہتے ہیں کہ وہاں (کسی زمانے میں) تیس ہزار تو صرف پان فروشوں کی دکانیں تھیں اور اب وہ اکبرآباد کا مضاف ہے اور اکبر آباد اور الہ آباد و اودھ کے درمیان واقع ہے ۔
میر شروع میں اپنے شہر (قنوج) میں توکل و تسلیم کے ساتھ فقیرانہ زندگی گزارتے تھے۔ لوگوں کو درس و تدریس اور تعلیم و تذکیر سے مستفید کرتے تھے ۔
شاہجہاں بادشاہ کے آخر زمانے میں اس قدر شناس بادشاہ کی خواہش اور اصرار کے بعد اپنے وطن سے نکل کر بادشاہ کے حضور میں پہنچے ۔

۱۔ محمدی راج بتیسویں سال جلوس عالم گیری ۱۱۰۰ھ (۱۶۸۸-۸۹ء) میں طاعون کے مرض میں فوت ہوا ۔ ملاحظہ ہو مآثر عالم گیری ، ص ۳۱۸ ۔ (ق)

شاہجہاں نے کہ جو علم اور علما کے اعزاز میں ہمیشہ مصروف رہتا تھا ، سید (محمد قنوجی) کے آنے کے بعد کہ جو ظاہری و باطنی فضائل سے آراستہ تھے ، بہت [م ۶۰۴] التزام سے ملاقات کی اور اپنے مقربین میں شامل کیا ۔

ابھی چند دن نہیں گزرے تھے کہ نا مہربان آسمان نے دوسرا ہی نقشہ جمایا ۔ وہ شاہ آفاق گیر (شاہجہاں) معزول اور گوشہ نشین ہو گیا اور عالم گیر کے حکم سے اس (شاہجہاں) کی خدمت میں لوگوں کا آنا جانا کلیتاً موقوف ہوگیا ، مگر میر (سید محمد قنوجی) کو باریابی کی اور اس کی مجلس میں رہنے کی اجازت تھی ۔ بتیسویں سال جلوس شاہجہانی کے آغاز سے شاہجہاں بادشاہ کے انتقال تک وہ ہمیشہ بادشاہ کی مجلس میں حاضر رہتے تھے ۔ وہ بادشاہ سے تصوف اور احادیث کی گفتگو کیا کرتے تھے ۔

اس (انتقال شاہجہاں) کے بعد عالم گیر بادشاہ نے مستقرالخلافہ آگرہ سے نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ (سید محمد قنوجی کو) اپنے حضور میں بلایا اور اپنے تقرب و مجالست سے مشرف فرمایا ۔ بادشاہ (عالم گیر) ہفتے میں، تین دن سید (محمد قنوجی) کے ساتھ حجۃالاسلام امام محمد غزالی کی تصنیفات خاص طور سے مفید کتاب احیاءالعلوم ، فتاوئ عالم گیر شاہی کہ جو اس بادشاہ کے اہتمام سے تازہ تازہ تالیف ہوا تھا ، اور علم تصوف کی دوسری کتابوں کے متعلق گفتگو کرتا تھا ۔ وہ بزرگوار (سید محمد قنوجی) ہمیشہ طلبہ کے درس میں مشغول رہتے تھے اور مخلوق کی حاجت برآری کی کوشش کیا کرتے تھے[۱] ۔

اجمیر کے سفر میں وہ بادشاہ کے ہمراہ نہیں گئے ۔ چوبیسویں سال جلوس عالم گیری میں دارالخلافے سے محمد اکبر کے فرار ہونے کے بعد وہ بادشاہ کے حضور میں پہنچے اور ملاقات کی [۶۰۵] ۔ سید (محمد قنوجی) کے انتقال کے بعد ان کے سلسلے میں اکثر عالم گیر بادشاہ 'استاد اعلیٰ حضرت و من غافل از اجل' کہا کرتا تھا ۔

۱۔ ملاحظہ ہو شاہجہاں نامہ ، از محمد صالح (جلد سوم) ، ص ۳۷۲۔۳۷۳ و تذکرہ علمائے ہند (اُردو ترجمہ) ، ص ۲۲۸ ۔ (ق)

مشہور ہے کہ سید (محمد قنوجی) شیخ محب اللہ الہ آبادی کے مرید تھے[1] کہ جو ظاہری و باطنی علوم کے عالم تھے ۔ اگرچہ وہ خواجگان چشت کے سلسلے میں مرید تھے لیکن بہت سے مسائل میں شیخ اکبر شیخ محی الدین عربی[2] کے متبع تھے ۔ انھوں نے فصوص الحکم کی ایک شرح اخص خواص کے نام سے لکھی ہے ۔ ان کے زمانے سے آج تک اہل عناد ان کی طرف زندقہ اور الحاد کی نسبت کر کے ہنگامہ آرائی کرتے ہیں ۔ شیخ کا رسالہ "تسویہ" مشہور ہے ۔ کہتے ہیں کہ جب عالم گیر بادشاہ نے وہ رسالہ دیکھا اگرچہ وہ اس زمانے میں رحلت کر چکے تھے مگر ان کے دو مرید شاہجہان آباد میں مشہور تھے : ایک تو یہی میر (سید محمد قنوجی) کہ جو نہایت معزز و محترم تھے اور دوسرے شیخ محمدی کہ جو درویشانہ اور زاہدانہ زندگی گزارتے تھے ۔ بادشاہ نے پہلے اس رسالے کے دقائق و رموز سید (محمد قنوجی) سے دریافت کیے ۔ میر (قنوجی) نے شیخ (محب اللہ) کی مریدی سے انکار کر دیا ۔

اس کے بعد بادشاہ نے شیخ محمدی کو پیغام بھیجا کہ اگر شیخ محب اللہ کی مریدی کا اقرار کرتے ہو تو اس رسالے کے مقدمات کو شرع شریف کے احکام کے مطابق ثابت کرو اور نہیں تو ان (شیخ محب اللہ) کی مریدی سے توبہ کرو اور اس رسالے کو آگ میں جلاؤ ۔ انھوں (شیخ محمدی) نے جواب دیا کہ مجھ کو مریدی سے انکار نہیں ہے اور توبہ بھی ضروری نہیں

۱۔ شیخ محب اللہ الہ آبادی المتوفیٰ ۹ رجب ۱۰۵۸ھ (۱۶۴۸ء) ، ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند (اُردو ترجمہ) ص ۴۰۴ - ۴۰۵ - ذکرالمعارف از شوکت حسین الہ آبادی (رضوی پریس الہ آباد ۱۳۴۲ھ) ۔ (ق)

۲۔ محمد ابن علی ابن عربی نام ، محی الدین لقب ۱۷ رمضان ۵۶۰ھ کو اندلس میں پیدا ہوئے ۔ مسلک وحدۃالوجود کے مبلغ و منّاد ہیں ۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں ۔ فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ مشہور زمانہ ہیں ۔ ربیع الثانی ۶۳۸ھ میں انتقال ہوا ۔ مقالات احسانی از مولانا مناظر احسن گیلانی (کراچی ۱۹۵۹ء) ص ۴۹۴ - ۴۹۵ - (ق)

سمجھتا کیونکہ شیخ (محب اللہ) نے (سلوک کے) جس مقام پر پہنچنے کے بعد گفتگو کی ہے مجھے ابھی تک وہ مقام حاصل نہیں [۶۰۶] ہوا ہے ۔ جب میں اس مرتبے کو پہنچ جاؤں گا تو حسب درخواست مشکلات کا حل لکھ دیا جائے گا ۔ اور اگر اس رسالے کے جلانے کا پختہ ارادہ کر لیا گیا ہے تو متوکل فقیروں کے گھر کے مقابلے میں بادشاہی مطبخ میں آگ زیادہ ہے ، حکم دیا جائے کہ وہاں جلا دیں ۔

الحاصل میر (محمد قنوجی) نے منصب اور امارت کی طرف مطلق توجہ نہیں کی اور انہوں نے اہل علم کی زندگی کے طریقے کو نہیں چھوڑا ۔ لیکن وطن میں زمینیں ، کھیت ، املاک اور گاؤں وغیرہ ان کی ملکیت میں تھے ۔ خاص طور سے ان کے دونوں لڑکے سید امجد خاں اور سید عبدالکریم شریف خاں کہ جو بادشاہ کے استاد کے فرزند ہونے کی وجہ سے مشہور تھے ، ان کو منصب ، جاگیر اور اعلیٰ عہدے ملے ۔

پہلا (سید امجد خاں) تیرھویں سال جلوس عالم گیری میں قاضی محمد حسین جونپوری کے انتقال کے بعد محتسب لشکر مقرر ہوا[1] اور مدتوں اس عہدے پر فائز رہا ۔ اس کے لڑکے کو بھی باپ کا خطاب (امجد خاں) ملا اور وہ دارالخلافہ شاہجہاں آباد کی صدارت پر فائز ہوا ۔ اس کا بہت اقتدار و اعتبار رہا ۔ اس کے بعد وہ وہاں کی بخشی گری اور واقعہ نویسی پر مقرر ہوا ۔ کہتے ہیں کہ وہ نماز جمعہ کے لیے منصب داروں کا جائزہ لیتا تھا ۔ اور شاہ عالم اول کے زمانے میں وہ صدارت کل کے عہدے پر فائزہ ہوا ۔ اس کو صدر جہاں کا خطاب اور اعلیٰ منصب ملا ۔ جہاندار شاہ کے زمانے میں وہ معزول ہوا ۔ بہت دیانتدار تھا ۔ محمد فرخ سیر کی سلطنت کے شروع میں بھی قطب الملک کی تجویز سے صدر الصدور مقرر ہوا ۔ پھر میر (امجد خاں) اور وزیر (قطب الملک) کے اختلاف کی وجہ سے معزول ہو گیا ۔ شاید وہ کسی وقت اجمیر کی دیوانی [۶۰۷] اور سانبھر کی فوجداری پر بھی مامور

۱۔ مآثر عالم گیری ، ص ۹۸ ۔

ہوا ۔ فرخ سیر کے آخری زمانے میں خالصہ (کی جاگیر) اجارے پر لے لی اس لیے مواخذے اور محاسبے میں بہت ذلت اٹھائی ۔

دوسرا سید عبدالکریم تھا کہ اس نے بھی درسی کتابیں مدرسے میں پڑھی تھیں ۔ جس زمانے میں بادشاہ (عالمگیر) شہر برہان پور میں پہنچا تو وہ شہر مذکور (برہان پور) کے جزیے کی وصولی کی خدمت پر مقرر ہوا ۔ اس نے اس کام میں بہت کوشش اور ایمانداری دکھائی ۔ سختی اور تنبیہ کو بھی کام میں لایا ۔ گزشتہ سال تمام شہر (برہان پور) سے جزیے کی مد میں چھبیس ہزار روپے وصول ہوئے تھے اور اس نے تین ماہ کے عرصے میں آدھے شہر سے ایک لاکھ اور بیس ہزار روپے وصول کر کے خزانے میں داخل کیے ۔ اس کے (منصب میں) اضافہ ہوا ، وہ تحسین و آفرین کا مستحق ٹھہرا اور دکن کے چاروں صوبوں کے جزیے کا امین مقرر ہوا ۔ اس کے بعد اس کو سید شریف خاں کا خطاب ملا ۔

جب حیدر آباد کے محاصرے میں بارش کی کثرت اور دریائے مانجرا کے سیلاب کی وجہ سے رسد کا پہنچنا موقوف ہوا ، بازار میں غلہ نایاب ہوگیا اور قحط پڑ گیا ، حالت یہ ہو گئی کہ رندوں نے مردار کھانا شروع کر دیا اور جدھر نظر جاتی تھی مردوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے ، بازار کی کرورگری کی تجویز سردار خاں کی بجائے خاں مذکور (سید شریف خاں) کے لیے ہوئی ۔ مرزا یار علی بیگ نے اس وجہ سے چار صوبوں کی (کرور گری) کے قبول کرنے سے پہلوتہی کی کہ وہ اس کام کو انجام دینے سے خود کو معذور [۶۰۸] سمجھتا تھا ، اگرچہ اس کے سرانجام دینے میں اس کی نیک نامی تھی ۔ (شریف خاں کی) دیانت اور سخت گیری بہت مشہور تھی ۔ اس کام کی انجام دہی میں لوگوں کی گالیوں اور نفرت سے واسطہ پڑتا تھا ۔ ایک دنیا اس کے تشدد سے نالاں تھی ۔ بادشاہی اہل کار جو پریشان تھے اس کے تقرر سے خوش ہوئے ۔ جب بارش میں کمی ہو گئی تو آخر کار (غلہ وغیرہ) سستا ہو گیا ۔ خان مذکور (شریف خاں) کو اجازت مل گئی کہ وہ دکن کے چاروں صوبوں میں مقررہ فرائض انجام دے اور احکام شرعی کے موافق جزیہ وصول کرے ۔

اس کے مرنے کے بعد اس کے لڑکے امام الدین خاں اور میر عبدالرحیم شریف خاں کہ جو حقیقی بھائی تھے ، سوتیلے بھائیوں فصیح الدین خاں وغیرہ سے جھگڑنے لگے ۔ کچھ دنوں کے بعد بادشاہ کا دستخطی حکم عنایت اللہ خاں کو پہنچا کہ وہ منصب اور جاگیر کے عادی ہو گئے ہیں ؛ انھوں نے درویشی اور درریش کی اولاد ہونے کا خیال دل سے نکال دیا ہے :

وکان ابوھما صالحاً ان دونوں کا باپ صالح تھا

ان کا منصب بحال کرنا چاہیے ۔

ان میں سے سید عبدالرحیم صوبۂ برار کے جزیے کا امین مقرر ہوا ، اور بہادر شاہ اول کے زمانے میں اسے باپ کا خطاب ملا ۔ جہاندار شاہ کی بادشاہت کے زمانے میں وہ اکبرآباد کا نائب صوبیدار مقرر ہوا ۔ محمد شاہ کے زمانے میں اس نے جون پور کی فوجداری کو عظیم اللہ خاں کے نائب کی حیثیت سے اجارے [۶۰۹] پر لے لیا ۔ بہت سی سپاہ رکھی ۔ لیکن کوئی کام نہ بنا ۔ اس کے نقصان میں وطن کی موروثی املاک کو بھی گنوا بیٹھا اور دکن آ گیا ۔

نواب آصف جاہ نے قدر شناسی فرمائی ۔ کچھ دنوں دکن کا نائب دیوان رہا اور اس کے بعد اورنگ آباد کے محالات کا متصدی مقرر ہوا ۔ جس زمانے میں نادر شاہ آیا اور اس نے آصف جاہ کے متصدیوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور کچھ استفسار کیے تو خان مذکور (عبدالرحیم) اس (نادر شاہ) کے سامنے کہ جس کی ہیبت سے آسمان لرزتا تھا اور شیر نر کا پتہ پھٹتا تھا ، بالکل نہیں گھبرایا اور مردانہ سوال و جواب کیے ۔

واپس آنے کے بعد آصف جاہ نے دکن میں اس عالی شان سرکار کی بخشی‌گری مرحمت فرمائی اور تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور نقارہ عنایت کیا ۔ آخر صفر ۱۱۵۹ھ (مارچ ۱۷۴۶ء) میں وہ برار کا نائب صوبیدار مقرر ہوا ۔ سپاہ رکھنے کے ساتھ نا لیاقت بھی ہے ۔ بوڑھا ، جہاندیدہ ، منکسر المزاج اور احسان کرنے والا شخص ہے ۔ لیکن لوگ کہتے ہیں کہ مہربانی نہیں کرتا ہے اور سو وعدوں میں سے ایک بھی پورا

نہیں کرتا ہے -

مصرع

خوش آں کسے کہ دراز است از زباں دستش

اللہ ان سب پر رحم کرے ! عالم گیر بادشاہ خوب آدم شناس تھا - اس نے عنایت اللہ خاں کو لکھا جیسا کہ رسالہ کلمات طیبات میں [۶۱۰] مندرج ہے :

''شریف خاں کا لڑکا عبدالرحیم ، سید زادہ اور مستعد طالب علم ہے - تقریباً دس ہزار روپے کے مروارید اس نے جوہری کے ہاتھ بیچے ہیں - اس سے تحقیق کی جائے اور وہ اس سے لے لیے جائیں - اس کو کوئی عہدہ نہ دیا جائے کہ وہ گندم نما جو فروش ہے - (اس کے قول و فعل میں مطابقت نہیں ہے) اور اس نے دولت جمع کی ہے -''

جو بات کہ آغاز عمر میں ہوتی ہے بعد کو تو اور زیادہ بڑھ کر ہوتی ہے ؛ اب عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ اطوار و عادات بھی پختہ ہو گئے ہیں -

۱٦۷

ملتفت خاں میر ابراہیم حسین

اصالت خاں میر بخشی[۱] کا دوسرا لڑکا ہے - چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی کے آخر میں احدیوں کی بخشی گری کی خدمت پر مقرر ہوا - اس کے بعد پیشکش کی داروغگی پر فائز ہوا - اگرچہ اس دور (شاہجہانی) میں اس کا منصب ہفت صدی سے زیادہ نہیں ہوا لیکن خانہ زاد ہونے کی وجہ سے وہ اپنے ساتھیوں میں ممتاز تھا کیونکہ قدر شناس سلاطین اس بات کا خاص لحاظ

۱- ملاحظہ ہو ماٰثرالامرا ، جلد اول ، (اردو ترجمہ) ، ص ۱۷۰- ۱۷۳ - (ق)

رکھتے ہیں ۔

عالم گیر بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد چونکہ اس کا بڑا بھائی میر سلطان حسین افتخار خاں امارت کے مرتبے پر فائز ہو گیا تھا لہٰذا اس کے اوپر بھی شاہی نوازش ہوئی۔ اس کے منصب میں اضافہ ہوا ، ملتفت خاں کا خطاب ملا اور احدیوں کا میر بخشی مقرر ہوا ۔ چھٹے سال جلوس عالم گیری میں اپنے بھائی افتخار خاں کی بجائے [۶۱۱] کہ جو خانساماں مقرر ہو گیا تھا ، وہ آختہ بیگی کی خدمت پر سرفراز ہوا ، اور اسی سال الہ یار خاں کے انتقال کی وجہ سے گرز برداروں اور ملازمیں حلو کا داروغہ مقرر ہوا کہ اس خدمت پر معتمدین کے علاوہ کوئی اور فائز نہیں ہوتا تھا ۔ اس کے ساتھ ساتھ میر ترک بھی مقرر ہوا ۔

جب تیرھویں سال حلوس عالم گیری میں اس کا بھائی (افتخار خاں) معتوب ہوا اور دریائے اٹک سے واپس بلا لیا گیا تو وہ بھی خطاب اور منصب سے معزول ہوا اور اس پر سخت محافظ (یساول) مقرر ہو گئے کہ اس کو لاہور لائیں ۔ اس کے بعد اپنے بھائی کی خطاؤں کی معافی کے ساتھ وہ بھی منصب پر بحال ہو گیا اور معتمد خاں کی بجائے دارالخلافہ (دہلی) کے قلعے کی حفاظت پر مقرر ہوا ۔ پندرھویں سال جلوس عالم گیری میں وہ پھر ملازمین جلو کا داروغہ مقرر ہوا ۔ اس کے بعد وہ پشاور کے مضاف لنگر کوٹ کی فوج داری پر مقرر ہوا ۔ اٹھارھویں سال جلوس عالم گیری میں صف شکن خاں محمد طاہر کے انتقال کی وجہ سے وہ توپ خانے کا داروغہ مقرر ہوا ۔ اس کے بعد وہ کسی وجہ سے منصب سے معزول ہوا ۔

بائیسویں سال جلوس عالم گیری میں اسے ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب اور غازی پور زمانیہ کی فوج داری ملی ۔ وہاں سے معزول ہونے کے بعد وہ اکبر آباد کے نواح کی فوج داری پر مقرر ہوا ۔ چوبیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ ایک دن کسی گاؤں پر حملہ آور ہوا اور زخمی ہوا ۔ ۱۹ جمادی‌الاخریٰ ۱۰۹۲ھ (۲۶ جون ۱۶۸۱ء) کو فوت ہو گیا ۔ عجیب [۶۱۲] اتفاق ہے کہ اس کا بھائی بھی اسی سال جون پور میں مرا ۔

۱٦۸

محمد امین خاں میر محمد امین

معظم خاں میر جملہ اردستانی کا لڑکا ہے ۔ جب شاہزادہ محمد اورنگ زیب کی کوشش سے تلنگانہ کے حاکم قطب شاہ کی گرفت اس کے باپ پر ڈھیلی ہو گئی تو اس کو قید سے رہائی دلوائی اور سلطان محمد کی خدمت میں بھیج دیا کہ جو اس ملک میں بطور ہراول کے آ گیا تھا ۔ مشارٌ الیہ (محمد امین) بھی حیدرآباد سے بارہ کوس کے فاصلے پر سلطان (محمد) کی خدمت میں حاضر ہوا ، اور اس نے دل سے خوف اور ڈر بالکل نکال دیا ۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اپنے باپ کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضری کا ارادہ کیا لیکن جب برہان پور میں پہنچا تو بارش کی کثرت اور طبیعت کی خرابی کی وجہ سے کچھ دنوں کے لیے (باپ کا ساتھ) چھوٹ گیا ۔ اس کے بعد وہ بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا ۔ اسے خلعت اور خان کا خطاب مرحمت ہوا ۔

اسی سال معظم خاں کو حکم ہوا کہ وہ شاہزادہ محمد اورنگ زیب کے ہمراہ عادل شاہی ملک کی تاخت و تاراجی کے لیے روانہ ہو اور اس مہم کو پسندیدہ طور سے انجام کو پہنچائے ۔ محمد امین کے منصب میں ایک ہزاری ذات کا اضافہ ہوا ، وہ تین ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا اور اس کو حکم ہوا کہ باپ کے آنے تک وہ بطور نائب وزارت کے کام انجام دے ۔ جب اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں معظم خاں بعض امور کی بنا پر کہ جو بادشاہ کی خلاف مرضی واقع ہوئے تھے [٦١٣] دیوان اعلیٰ کے عہدے سے معزول ہوا تو محمد امین خاں کو بھی کام سے منع کر دیا گیا ۔ چونکہ اس (محمد امین) کی لیاقت اور معاملہ فہمی بادشاہ کے دل نشین ہو چکی تھی لٰہذا اس کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا ۔ اسے مرصع قلمدان اور دانش مند خاں کی بجائے میر بخشی کا عہدہ ملا ۔ (دانش مند خاں نے) خود اس عہدے سے استعفا

دیا تھا ۔

جب شاہزادہ محمد اورنگ زیب نے معظم خاں کو ، کہ جو بادشاہ کے حکم کے مطابق فتح مند لشکر کو (دکن) سے لے کر دربار آ رہا تھا ، اور آنے سے کسی طرح نہیں رکتا تھا ، قید کر دیا اور دکن میں روک لیا اور داراشکوہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے اس بات کو خان مذکور (معظم خاں) اور شاہزادہ (اورنگ زیب) کی سازش پر محمول کیا ۔ اور شاہجہاں کے ذہن میں وحشت انگیز مقدمات بٹھا دیے ۔ محمد امین کو بھی غیر واقع امور سے متہم کیا اور بادشاہ سے اس کو گرفتار کرنے کا حکم لے لیا اور اس کو اپنے گھر بلا کر قید کر دیا ۔ جب تین چار روز کے بعد خان مذکور (محمد امین خاں) کی بے گناہی بادشاہ کو معلوم ہو گئی تو دارا شکوہ کی قید سے اس کو رہا کرا دیا ۔

دارا شکوہ کی شکست کے دوسرے دن جب مظفر و منصور بادشاہ عالم گیر سموگڑھ کی شکارگاہ کی عمارت میں کہ جو دریائے جمنا کے کنارے واقع ہے ، آ کر مقیم ہوا [۹۱۴] تو بادشاہی خدام میں سب سے پہلے محمد امین خاں عقیدت و ارادت کے ساتھ عالم گیر کے حضور میں حاضر ہوا ۔ بادشاہ کی اس پر عنایات ہوئیں ۔ وہ چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور اسی مہینے میں وہ میر بخشی کے عہدے پر فائز ہوا ۔

چونکہ شجاع کی جنگ میں راجا جسونت سنگھ نے کھلم کھلا مخالفت اور نفاق کا مظاہرہ کیا اور عالم‌گیر کے مقابلے سے بھاگ کر وطن کی راہ لی اور چاہا کہ دارا شکوہ سے جا کر مل جائے ؛ شجاع کی لڑائی سے فارغ ہونے اور وہاں سے واپس آنے کے بعد محمد امین خاں ایک لشکر جرار لے کر اس کافروں کے سردار (راجا جسونت سنگھ) کی گوشمالی کے لیے متعین ہوا ۔ دارا شکوہ کے قریب آنے کی وجہ سے کہ وہ احمد آباد سے اجمیر آ رہا تھا ، خان مذکور (محمد امین خاں) پوہکر (پشکر) کے قرب و جوار سے لوٹ کر (عالم گیر) بادشاہ کے پاس آ گیا ۔ دوسرے سال جلوس عالم گیری میں وہ پانچ ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ، اور پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں ایک ہزار سوار کا اضافہ ہوا ۔

جب چھٹے سال جلوس عالم گیری میں میر جملہ (معظم خان) بنگالہ میں مر گیا تو شاہزادہ محمد معظم اس کی قیام گاہ پر پہنچا ، اس کی تعزیت اور تسلی فرمائی ۔ اس کو اپنے ساتھ بادشاہ کے حضور میں لایا ۔ بادشاہی نوازش سے اسے [۶۱۵] خاص خلعت عنایت ہوئی اور سوگواری کا لباس موقوف ہوا ۔

دسویں سال جلوس عالم گیری میں جب یوسف زئی گروہ نے موضع اوہند میں کہ جو اس کوہستان کا دبادہ ہے ، دوسری مرتبہ جمع ہو کر شورش اور فساد اُٹھایا تو محمد امین خان ایک شائستہ فوج کے ساتھ اس گروہ (یوسف زئی) کی تنبیہ کے لیے متعین ہوا ۔ اگرچہ خان مذکور (محمد امین خان) کے وہاں پہنچنے سے پہلے شمشیر خان ترین نے اس مفسد گروہ سے خوب مقابلے کیے ؛ اچھی طرح ان کی تنبیہ و تادیب کی اور مغلوب و مفرور کر دیا ۔ لیکن جب خان مذکور (محمد امین) ان کے علاقے میں پہنچا تو اس نے بھی ان کی تاخت و تاراجی اور ان کے ٹھکانوں اور بستیوں کی بربادی میں کہ جتنی بھی تھیں ، خوب کوشش کی ۔ اور پھر بادشاہی حکم کے مطابق واپس آ کر ابراہیم خان کی بجائے لاہور کی صوبیداری پر مقرر ہوا ۔

تیرھویں سال جلوس عالم گیری میں شاہی حکم کے مطابق مہابت خان (مرزا لہراسپ) کی بجائے صوبہ کابل کی نظامت اس کے سپرد ہوئی ۔ اسی سال جعفر خان وزیر اعظم کا انتقال ہو گیا ۔ (وزارت کے) کچھ کام اسد خان بطور نائب انجام دیتا تھا ، بادشاہ کی رائے یہ تھی کہ اس بڑے کام کی قابلیت اور اس عظیم الشان امر کی لیاقت عمدہ امیر کے سوا کسی اور میں نہیں ہے اس لیے اس کو بادشاہ کے حضور میں طلب کیا گیا ۔ چودھویں سال جلوس عالم گیری میں وہ بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا ۔ اس پر بادشاہ کی بہت سی نوازشیں اور عنایات ہوئیں [۶۱۶] اگرچہ وہ اصابت فکر اور پختگی رائے میں مشہور زمانہ تھا لیکن اس میں غرور کی بری عادت تھی ۔ اس نے چند شرائط پر وزارت کا قبول کرنا موقوف رکھا کہ جو سراسر بادشاہ کی مرضی کے خلاف تھیں اور اس کی اس التماس (شرائط) سے (بادشاہ) کو تکالیف شاقہ ہوئیں ۔

چونکہ اس کی تقدیر کے نوشتے کے مطابق اس کو برا دن پیش آنے

والا تھا اس لیے اس کو صوبہ کابل کے بند و بست پر جانے کا حکم ہوا۔ بادشاہ نے طرح طرح کی نوازشیں فرمائیں اور عالم گمان ہاتھی کو نقرئی ساز و سامان کے ساتھ مرحمت فرمایا۔

چونکہ غرور کے مجیٹھ (رنگ) سے صرف زرد رنگ حاصل ہوتا ہے اور نحوست کا دھتورہ سر پر ذلت کی خاک ڈالتا ہے۔ گردن کی رگ (پھلا کر) جو جھنڈا لہرایا جاتا ہے اس سے کام بگڑتا ہے اور ناکامی سے واسطہ پڑتا ہے۔ جو غلط پندار کا مظاہرہ کرتا ہے وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ خان (محمد امین) نے اپنے گھمنڈ میں جاہ و ثروت کے اسباب کی کثرت اور شان و شوکت کی افراط سے چاہا کہ پشاور سے دارالملک کابل پہنچے اور شورش پسند افغانوں کے استیصال میں جس قدر بھی ہو سکے کوشش کرے اور اس سرزمین سے اس باغی گروہ کی فساد کی جڑ کو اکھاڑ پھینکے۔

پندرھویں سال جلوس، ۳ محرم ۱۰۸۳ھ (۲۱ اپریل ۱۶۷۲ء) کو قبل اس کے کہ وہ درۂ خیبر سے عبور کرے اس کو یہ خبریں پہنچی تھیں کہ ارادۂ مذکور (استیصال غارت گران) کی شہرت کی وجہ سے افغانوں نے راستہ بند کر دیا ہے اور مور و ملخ کی طرح [۷۱۶] جمع ہو گئے ہیں۔ اس غضبناک (خان) نے استقلال دکھایا اور بالکل خوف نہیں کیا۔ اس نے ان مفسدوں کی بربادی کے سلسلے میں کوئی خاص فکر نہیں کی اور آگے بڑھا۔ (درۂ خیبر) عبور کرتے وقت بے تدبیری اور ناسمجھوں کے نفاق کی وجہ سے وہی بات ظاہر ہوئی کہ جو اکبر کے زمانے میں زین خاں کوکہ، حکیم ابوالفتح اور راجا بیربر پر گزری تھی۔

افغان چاروں طرف سے جمع ہو گئے۔ انھوں نے تیر اور پتھر برسانے شروع کر دیے۔ (شاہی) فوج منتشر ہوگئی۔ ہاتھی، گھوڑے اور آدمی ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ اس ہنگامے میں کئی ہزار آدمی پہاڑ کے اوپر سے غار میں گر گئے اور مر گئے۔ محمد امین خاں نے غیرت کی وجہ سے چاہا کہ خود بھی مر جائے۔ اس کے نوکر گھوڑے کی لگام پکڑ کر اس کو اس ہنگامے سے نکال لائے۔ اپنی عزت کا خیال کیے بغیر وہ تباہ حال نہایت

عجلت سے پشاور پہنچا ۔ اس کا لائق فرزند عبد اللہ خاں اس ہنگامے میں مارا گیا ۔ لشکر کا مال و اسباب سب لٹ گیا ۔ بہت سے لوگوں کے اہل و عیال گرفتار ہو گئے ۔ محمد امین خاں کی لڑکی اور دوسری خواتین کافی رقم لے کر (افغانوں نے) رہا کیں ۔

کہتے ہیں کہ اس واقعے کے پیش آنے کے بعد اس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ جو تقدیر میں لکھا تھا وہ ہوا ؛ [۶۱۸] اب اگر دوبارہ یہ مہم میرے سپرد کر دی جائے تو اس کا تدارک اور تلافی کروں گا ۔ بادشاہ نے اس سلسلے میں مشورہ کیا ۔ امیر خاں نے کہا کہ وہ تیر کھائے ہوئے سور کی طرح ہے ، ان کے اوپر پل پڑے گا چاہے کامیاب ہو یا نہیں ۔ لہٰذا اس کے منصب میں سے ، کہ چھ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا تھا ، ایک ہزار ذات کی کمی بطور تنبیہ ہوئی ۔ وہ احمد آباد گجرات کی صوبیداری پر مامور ہوا اور حکم ہوا کہ ہمارے حضور میں بغیر آئے ہوئے اپنے علاقے کو روانہ ہو جائے ۔ ایک مدت تک اس نے اس مملکت کا انتظام کیا ۔

تیئیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب بادشاہ (عالم گیر) اجمیر پہنچا تو وہ بادشاہ کے حسب طلب حضور میں باریاب ہوا ۔ وہ اودے پور تک رانا کے ساتھ رہا ۔ بادشاہ نے اس پر نوازش فرمائی اور چتور سے اس کو روانگی کی اجازت ملی ۔ چھبیسویں سال جلوس عالم گیری ۸ جمادی الآخر ۱۰۹۳ھ (۴ جون ۱۶۸۲ء) کو احمدآباد میں اس کا انتقال ہو گیا ۔ ستر لاکھ روپے ، ایک لاکھ پینتیس ہزار اشرفی و ابراہیمی ، چھہتر ہاتھی اور دوسرا مال و متاع (شاہی) سرکار میں ضبط ہو گیا ۔

اس کے کوئی لڑکا نہ تھا ۔ سید محمد اس کا بھانجا تھا ۔ اس کا داماد سید سلطان کربلائی کہ جو اس مقتدر مقام (کربلا) کے سادات سے تھا ، ابتدا میں حیدرآباد میں آیا ۔ وہاں کے حاکم عبداللہ قطب شاہ نے اس کو اپنی دامادی کے لیے منتخب کیا ۔ اتفاق سے کہ جس دن [۶۱۹] نکاح ہونے والا تھا میر احمد عرب سے کہ جو (سلطان کا) بڑا داماد ، سلطنت کے معاملات کا سنبھالنے والا اور اس کام (نکاح) میں ثالث تھا ، کسی بات پر جھگڑا ہو گیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سید بیچارہ (سلطان کربلائی) اپنے گھر کے اسباب

کو آگ لگا کر نکل بھاگا ۔

اگرچہ خان مذکور (محمد امین) نہایت مغرور اور متکبر تھا لیکن دیانتداری اور سچائی میں اپنی مثال نہیں رکھتا تھا ۔ خیرسگالی اور نیک اندیشی میں بہت کوشش کرتا تھا ۔ حافظہ بہت تیز تھا ۔ آخر عمر میں احمدآباد کی صوبیداری کے زمانے میں بہت کم مدت میں اس نے قرآن شریف حفظ کر لیا ۔ چنانچہ عالمگیر بادشاہ اس کو حافظ محمد امین خاں کہہ کر خطاب کرتا تھا ۔ امامیہ مذہب میں وہ بہت متعصب تھا ۔ اس کی خلوت سرا میں ہندوؤں کو داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی ۔ اگر کوئی بڑا راجا کہ جس کو وہ منع نہیں کر سکتا تھا ، اس کی ملاقات کے لیے چلا جاتا تو مکان کو دھلواتا تھا اور فرش و لباس کو تبدیل کرتا تھا ۔

۱۶۹

مختار خاں میر شمس الدین

مختار خاں سبزواری کا بڑا لڑکا ہے ۔ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہجہان بادشاہ نے کل دکن کا بخشی مقرر فرمایا اور اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کا منصب مرحمت فرما کر روانگی کا حکم دیا ۔ تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ قلعہ آسیر کی حفاظت پر [۶۲۰] مامور ہوا کہ جو صوبہ خاندیس کے قلعوں میں سب سے بڑا اور تمام ممالک دکن میں مضبوطی و پختگی کے اعتبار سے ممتاز ہے ۔ اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دکن کے توپ خانے کا داروغہ مقرر ہوا ۔ اس وسیلے سے اس ملک (دکن) کے ناظم شاہزادہ محمد اورنگ زیب کے حضور میں خدمت کا موقع ملا اور اس نے بندگی و خانہ زادی کے رشتے کو اور مضبوط کیا ۔ جو کام اسے سپرد ہوتا وہ ہمیشہ اس عالی تبار (اورنگ زیب) کی منشا کے مطابق انجام دیتا اور اپنے کو مزید عنایات کا مستحق ٹھہراتا ۔ وہ گل کنڈہ کی مہم میں (شہزادے کے) ہمراہ تھا ۔ وہاں کے والی سلطان عبداللہ

قطب شاہ کے ساتھ جب مصالحت ختم ہو گئی تو شاہزادے (اورنگ زیب) کے بڑے لڑکے سلطان محمد کا عقد قطب شاہ مذکور (والی گل کنڈہ) کی لڑکی کے ساتھ قرار پایا ۔ میر شمس الدین ، محمد طاہر وزیر خاں کے ہمراہ قلعے کے اندر گیا اور اس پاک سرشت خاتون (دختر قطب شاہ) کو شاہزادے کے پاس لایا ۔ اس کے بعد اس کے منصب میں ایک سو سوار کا اور اضافہ ہوا ۔

تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اودے گیر کی قلعداری پر مقرر ہوا اور اس کے منصب میں پانسو ذات اور تین سو سوار کا اضافہ ہوا۔ اور وہ ایک ہزار اور پانسو ذات اور آٹھ سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ جب اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں عالب خاں عادل شاہی نے پرینڈا کے قلعے کو کہ جو دکن کے مستحکم قلعوں میں سے ہے (بادشاہی آدمیوں کے) سپرد [۶۲۱] کیا تو بادشاہ کے حسب الحکم مختار خاں اس قلعے کی قلعداری پر مقرر ہوا ۔

جب وہ فتح نصیب شاہزادہ (اورنگ زیب) برہان پور کے علاقے سے مستقرالخلافہ اکبرآباد کی طرف سلطنت حاصل کرنے کی غرض سے روانہ ہوا تو خان مذکور (مختار خاں) شہزادہ (اورنگ زیب) کے ہمراہ رہا ۔ اس کے منصب میں پانسو ذات اور دو سو سوار کا اضافہ ہوا اور اسے دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب ، باپ کا خطاب اور علم مرحمت ہوا ۔ سمو گڑھ کی لڑائی اور داراشکوہ کی شکست کے بعد وہ تا ندیر ، دکن کی فوجداری پر روانہ ہوا ۔

جب دوسرے سال جلوس عالمگیری میں اس ولایت (دکن) کے صوبیدار شائستہ خاں نے سیوا کے استیصال کا ارادہ کیا اور وہ اورنگ آباد سے اس کے ملک کی طرف روانہ ہوا تو اس تجربہ کار خان (مختار خاں) کو اس شہر کی حفاظت پر مقرر کیا ۔ اور اس کے بعد وہ ظفر آباد بیدر کی قلعداری اور فوجداری پر مقرر ہوا ۔ پندرھویں سال جلوس عالم گیری میں ہوشدار خاں کے انتقال کے بعد وہ خاندیس کی صوبیداری پر مقرر ہوا ۔ اس کے بعد صوبۂ مالوہ کی حکومت اس کے سپرد ہوئی ۔ بائیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب پہلی مرتبہ بادشاہ اجمیر پہنچا تو مختار خاں بادشاہ کے حضور

میں تھا اور جب پچیسویں سال جلوس عالم گیری میں اجمیر سے برہان پور کی طرف روانہ ہوا تو وہ اپنے تعلقے کی سرحد پر [۶۲۲] بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا ۔ اس پر بادشاہ کی نوازش ہوئی - اسے سنگ یشم کے دستے کا خنجر مرحمت ہوا کہ جو سوائے قدیم الخدمت امرا کے کسی اور کو نہیں ملتا تھا ۔ اس کے اعزاز میں اضافہ ہوا ۔ اسی سال گجرات کا صوبیدار محمد امین خاں فوت ہوا ، خان مشارٌ الیہ (مختار خان) اس کی جگہ مقرر ہوا ۔ وہ دو سال مکمل احمد آباد میں رہا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس عالم گیری کے شروع ، ۱۰۹۵ھ (۱۶۸۴ء) میں وہ فوت ہوا ۔

خان مذکور (مختار خان) قبیلہ بنی مختار کا منتخب رکن ہے ۔ اگرچہ یہ خاندان اپنی نیک خصوصیات کے لیے لوگوں میں مشہور و معروف ہے لیکن مختار خاں تو گویا مستثنیٰ تھا اور ہر خوبی میں مشہور و ممدوح تھا ۔

۱۷۰

مغل خاں عرب شیخ

طاہر خاں بلخی[۱] کا لڑکا ہے ۔ اپنے باپ کے سامنے اس کی لیاقت کی وجہ سے اسے بادشاہ کی روشناسی کا شرف حاصل ہوا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ اعتبار کا مستحق ٹھہرا ۔ نویں سال جلوس عالم گیری میں اسے مغل خاں کا خطاب ملا ۔ اس کے بعد عرض مکرر کا داروغہ مقرر ہوا ۔ تیرھویں سال جلوس عالم‌گیری میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری منصب پر سرفراز ہوا اور ملتفت خاں کی بجائے گرز برداروں کا داروغہ مقرر ہوا ۔ اسی سال اسے میر توزک کا عہدہ اور طلائی عصا مرحمت ہوا ۔

پندرھویں سال جلوس عالم گیری میں وہ [۶۲۳] قوش بیگی کی خدمت پر مقرر ہوا ۔ انیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں کسی وجہ سے منصب اور

۱- ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد دوم (اردو ترجمہ) ، ص ۷۴۷- ۷۴۹ - (ق)

جاگیر سے معزول ہو گیا ۔ پھر وہ منصب میں کمی کے بعد بحال ہو گیا ۔ اکیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ روح اللہ خاں کی بجائے آختہ بیگی کی خلعت پر مقرر ہوا اور اس کے بعد دکن میں تعینات ہوا ۔ جس زمانے میں کہ بادشاہ اودے پور رانا سے لوٹ کر اجمیر آیا تو وہ بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا اور اسے میر توزکی کی خلعت ملی ۔ اور اس کے بعد وہ سانبھر اور دیدواہ کے سرکشوں کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا ۔

چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب درجن سنگھ ہادا نے بوندی کا محاصرہ کر لیا اور اس پر قابض ہو گیا تو وہ اس بد انجام (ہادا) کے استیصال کے لیے مقرر ہوا ۔ جب خاں مذکور (مغل خاں) بوندی کے قریب پہنچا تو درجن سنگھ قلعہ بند ہو گیا ۔ وہ بہادر خاں (مغل خاں) بجلی کی طرح اس پر حملہ آور ہوا ۔ آخرکار وہ بد اطوار رات کی تاریکی میں فرار ہو گیا ۔ راؤ بھاؤ سنگھ ہادا[1] کا پوتا انرودھ سنگھ کہ جو بادشاہ کے حضور سے (اس مہم پر) آیا تھا ، شاہی حکم کے مطابق اپنی جماعت کے ساتھ قلعے میں داخل ہوا ۔ مشارٌالیہ (مغل خاں) فوراً واپس لوٹ گیا ۔ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور تحسین و آفرین کا مستحق ٹھہرا [۳/۶۲۴] ۔

اٹھائیسویں سال جلوس عالم گیری کے شروع میں خان زماں کے انتقال[2] کے بعد وہ مالوہ کی صوبیداری پر فائز ہوا ۔ اسے ذوالفقار نام کا ہاتھی اور اصل و اضافہ کے بعد تین ہزار اور پانسو ذات اور تین ہزار سوار کا منصب مرحمت ہوا ۔ اور اسی سال کے آخر ۱۰۹۶ھ (۱۶۸۵ء) میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

اس کے لڑکے کو بھی باپ کا خطاب ملا اور اس نے شاہی خدمات انجام دیں ۔ عالم گیر کے انتقال کے بعد وہ ایک زمانے تک دارالخلافہ

۱۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد دوم ، (اردو ترجمہ ، ص ۳۰۸۔ ۳۱۱) ۔ (ق)

۲۔ دیکھیے مآثرالامرا ، جلد اول ، (اردو ترجمہ) ، ص ۷۷۵۔ ۷۸۱ ۔ (ق)

(دہلی) میں بیکار رہا ۔ اس کتاب کی تالیف سے چند سال پہلے اس کا انتقال ہوا ۔ غیرت اور شرافت نفس کی صفات سے متصف تھا ۔ آصف جاہ فتح جنگ کی بیوی سیدہ بیگم کی بہن اس کے گھر میں تھی۔ جس زمانے میں کہ صاحب عزت نواب (آصف جاہ) دکن سے بادشاہ کے حضور میں آیا اور امارت کے اعلیٰ منصب پر فائز ہوا تو اس نے بالکل (آصف جاہ) کی طرف توجہ نہیں کی بلکہ آنا جانا بھی موقوف کر دیا ۔

۱۷۱

محمد علی خان خانساماں

تقرب خان حکیم داؤد کا لڑکا ہے ۔ ولایت (ایران) میں پیدا ہوا ۔ جب اس کے باپ کو کہ جو علم طب میں حاذق طبیب تھا ، شاہجہاں بادشاہ کی خدمت میں علاج اور دوا کرنے کا شرف حاصل ہوا تو وہ امارت کے درجے پر فائز ہوا اور پھر اس (محمد علی خان) کو بھی ایک ہزاری منصب مرحمت ہوا ۔

عالم گیر بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد جب کہ فتح نصیب بادشاہ [۶۲۵] پنجاب سے دارالخلافہ (دہلی) کی طرف واپس ہوا تو مشارٌ الیہ (محمد علی خان) کو خان کا خطاب ملا ۔ چونکہ تقرب خان اس متروک السلطنت بادشاہ (شاہجہاں) کی بیماری کے علاج کی غرض سے اس کے پاس مقیم تھا لیکن کسی وجہ سے عالم گیر (بادشاہ) کی طبیعت اس سے منحرف ہو گئی اور اس پر شاہی عتاب ہوا ، باپ کی پیروی میں وہ بھی منصب سے معزول ہوا اور اس سے بھی بادشاہ کی نظر التفات پھر گئی ۔

جب پانچویں سال جلوس عالم گیری میں اس کا باپ طبعی موت سے مر گیا تو بادشاہ (عالم گیر) نے خان مذکور کو خلعت عطا کر کے شاد کام کیا اور اصل و اضافہ کے بعد اسے ایک ہزار اور پانسو ذات اور دو سو سوار کے منصب پر فائز کیا ۔ سترھویں سال جلوس عالم گیری میں حکیم صالح خان کے انتقال کے بعد وہ کرکراق خانے کا داروغہ مقرر ہوا

اور منصب میں اضافے کے بعد وہ دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور اس کے بعد چینی خانے کی داروغگی بھی اس کے سپرد ہوئی ۔

چونکہ بادشاہ کے حضور میں اس کی دیانت ، کفایت ، کارگزاری اور معاملہ فہمی ظاہر ہو چکی تھی اس لیے اجمیر کے سفر سے قبل روح اللہ خاں کی بجائے اس کو خانساماں کا عہدہ ملا ۔ وضعداری ، راست کرداری ، صلاح اور تقویٰ کی وجہ سے اس نے بادشاہ عالم گیر کے مزاج میں دخل حاصل [۶۲۶] کر لیا اور قرب و اعتبار کے لحاظ سے اپنے ساتھیوں میں اسے امتیاز حاصل ہو گیا بلکہ اعلیٰ امرا نے اس سے حسد کرنا شروع کر دیا ۔ گلکنڈہ کے محاصرے کے زمانے میں کہ ابھی تک بادشاہی فوجوں کی فتح نہیں ہوئی تھی ، ۱۸ رجب ۱۰۹۸ھ (۲۰ مئی ۱۶۸۷ء) کو اس کا انتقال ہو گیا ۔

فراست ، دانائی ، بزرگی اور اعلیٰ کرداری میں وہ مشہور زمانہ تھا ۔ بہت دیانت اور جدوجہد سے بادشاہی مال کے وصول کرنے میں کوشش کرتا تھا ۔ وہ کریم الطبع تھا ۔ جو کوئی اس کے پاس جاتا تھا اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا تھا ۔ بہت متقی اور پرہیزگار تھا ۔ نماز اور روزے میں مصروف رہتا تھا اور ہمیشہ اوراد و وظائف کا شغل رکھتا تھا ۔ ہجوگو نعمت خاں (عالی) اپنی ہزلیات میں زاہد خشک اور عابد خودنما سے اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے ۔ ممکن ہے کہ چونکہ وہ خانسامانی (کے صیغہ جات) کا داروغہ رہا اس لیے اس نے (نعمت خاں) کو مال وغیرہ سمیٹنے کا موقع نہ دیا ہو اور اس لیے اس نے اپنے دل کا غبار نکالا ہو ۔ خان مذکور (محمد علی خاں) قاضیوں کی طرح ایک بڑی دستار اپنے سر پر باندھتا تھا ؛ نعمت خاں نے اس طرف بھی اشارہ کیا ہے :

بیت

در سر داری بزرگی بسیارے
ما ہیچ ندیدیم بجز دستارے

۱۷۲

مہابت خاں حیدر آبادی

محمد ابراہیم قمارباز کے نام سے مشہور ہے - ولایت (ایران) میں پیدا ہوا تھا ، تلنگانہ کے والی ابو الحسن قطب شاہ[1] کی حکومت کے زمانے میں اپنی قسمت کی یاوری سے [۶۲۲ب] اس نے امارت کا اعلی مرتبہ حاصل کیا - سید مظفر کے معزول ہونے کے بعد کہ جو مدتوں اس مملکت کا وکیل السلطنت رہا تھا[2] ، ملکی و مالی امور کے تمام انتظامات دو منحوس اور بد اطوار برہمن بھائیوں مادنا[3] اور ایکنا کے سپرد ہو گئے کہ جو اس پرانی حکومت کے فتنہ و فساد اور وبال و زوال کا ذریعہ بنے - اگرچہ وہ دونوں اپنے ہم قوموں (ہندو) اور دکنیوں کو آگے بڑھاتے تھے اور مغلوں اور اجنبیوں (باہر سے آئے ہوؤں) کو گراتے تھے لیکن خان مذکور (مہابت خاں) زمانہ سازی اور مزاج شناسی کی وجہ سے خوشامد اور چاپلوسی کرتا تھا اور وہ دونوں بھائی اس کی رضا جوئی اور فرمانبرداری میں لگے رہتے تھے - لہذا اس نے اعلی مدارج پر ترقی کی - اسے لشکر کی سپہ سالاری اور خلیل اللہ خاں پلنگ حملہ کا خطاب ملا - اس کی انگوٹھی کا سجع یہ تھا :

بیت

ز التفات پادشاہ و پنڈت روشن رواں
گشت ابراہیم سر لشکر خلیل اللہ خاں

جس زمانے میں کہ عالم گیر بادشاہ دکن پہنچا اور اس نے پہلے

۱- ملاحظہ ہو خافی خاں ، جلد دوم ، ص ۳۰۹-۳۱۲ و سرکار ، جلد چہارم ، ص ۳۲۲-۳۸۶ - (پ)

۲- سرکار ، جلد چہارم ، ص ۳۲۳-۳۲۴ - (پ)

۳- ملاحظہ ہو سرکار ، جلد چہارم ، ص ۳۵۲-۳۵۴ - (پ)

بیجا پور کی تسخیر کا ارادہ کیا تو شاہزادہ محمد اعظم شاہ کو ایک گراں لشکر کے ساتھ اس کی فتح کے لیے متعین کیا ۔ چونکہ اس مہم میں زیادہ مدت لگی لہذا فاتح بادشاہ (عالم گیر) صوابدید کی بنا پر اورنگ آباد سے احمد نگر اور وہاں سے شولا پور پہنچا اور لشکر جاپایا ۔ اتفاق سے ابوالحسن کا خط اس کے سفیر کے نام کہ جو [۶۲۸] عالم گیر کی فوج میں آیا ہوا تھا ، بادشاہ (عالم گیر) کی نظر سے اصلی حالت میں گزر گیا[1] ، اس کا مضمون یہ تھا کہ :

''ہم نے اب تک ان کی بزرگی کا خیال کیا ۔ اب انھوں نے سکندر کو یتیم اور ناتواں سمجھ کر بیجا پور کا محاصرہ کر لیا ہے اور اس کو پریشان کر رکھا ہے ۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ بیجا پور کی کثیر فوج کے علاوہ ایک طرف سے راجا سنبھا اپنا گراں لشکر لے کر اس بے چارے (سکندر) کی مدد کے لیے آ جائے اور ہم خلیل اللہ خاں پلنگ حملہ کی سرداری میں چالیس ہزار سوار جنگ کے لیے تیار رکھیں اور پھر دیکھیں کہ وہ کدھر کدھر مقابلت اور مدافعت کریں گے ۔''

اس خط کے ملاحظے کے بعد بادشاہ کو غضب و جوش آیا اور اس نے کہا:

''ہم نے چینی فروش ، بندر کا تماشا کرنے والے اور چنگ بجانے والے سے لڑائی کو موقوف رکھا تھا ؛ اب مرغی خود کڑکڑاتی ہے ، اس کو ٹھکانا نہیں ملے گا ۔

بیجا پور کی مہم کے جاری اور برقرار رہنے کے باوجود بادشاہزادہ شاہ عالم بہادر خانجہاں کو کلتاش کےساتھ اٹھائیسویں سال جلوس عالم گیری کے آخر میں ابوالحسن کی تنبیہ کے لیے مامور ہوا ۔ خلیل اللہ خاں شیخ منہاج کی ہمراہی میں کہ جس نے بیجا پور کی نوکری کے زمانے میں خضر خاں پنی کو دھوکے سے مار ڈالا تھا اور پھر ابوالحسن کے پاس آ کر شہرت حاصل کر لی تھی ، مادنا کے چچا زاد بھائی رستم راؤ [۶۲۹] کے ساتھ

۱۔ مآثر عالم گیری ، ص ۲۶۰ ۔

شاہزادے کے مقابلے پر آیا اور کئی مرتبہ مڈ بھیڑ ہوئی ۔ نہایت بہادری اور شجاعت سے مقابلہ کیا ۔ اس کے باوجود ایک دن خانجہاں کو اس طرح سے گھیر لیا کہ قریب تھا کہ وہ ہمت ہار جاتا مگر راجہ رام سنگھ کا مست ہاتھی زنجیر توڑ کر وہاں پہنچ گیا اور دشمن کی فوج میں ٹکریں مارتا ہوا گھس گیا ۔ اکثر نامی سرداروں کے گھوڑوں کو بھڑکا دیا ۔ دو آدمیوں کو زمین پر اوندھا گرا دیا ۔ ان کے سردار ہمت ہار بیٹھے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

دوسری بار تین روز تک شاہزادے کے ساتھ جنگ جاری رہی ، اکثر بادشاہی امرا زخمی ہوئے۔ آخر تلنگانہ کی فوج کو شکست ہوئی اور اس نے راہ فرار اختیار کی لیکن شاہزادے نے تعاقب نہیں کیا بلکہ توقف کیا ۔ باوجودیکہ نمایاں طور سے کامیابی ہوئی لیکن یہ بے جا وقفہ بادشاہ کو پسند نہ آیا اور عتاب آمیز فرمان صادر ہوا ۔ شاہزادے نے لشکر کے سردار محمد ابراہیم کو پیغام بھیجا کہ ہم اس چشم پوشی (رعایت) کی وجہ سے کہ جو ہم نے تمھارے ساتھ برتی ہے ، معتوب ہوئے ہیں ؛ اگر تم کوہیر اور مسرم کے پرگنے کہ جو صوبہ بیدر کی سرحد پر ہیں ، چھوڑ دو تو ہمیں ابوالحسن کی سفارش کے لیے ایک دستاویز مل جائے گی ۔ مشارٌ الیہ (سردار لشکر) نے اس بات کو سنا کیونکہ وہ سننے والے کان رکھتا تھا ۔ رستم راؤ اور دوسرے گنواروں نے کہا کہ ہم نے ان پرگنوں کو نیزوں کی نوک کے ساتھ [۶۳۰] باندھ رکھا ہے ، ہم جنگ کے لیے آمادہ ہیں ۔ اس کے بعد پھر لڑائی شروع ہو گئی ۔ ایک دن ایسی تیزی اور حملہ ہوا کہ بادشاہزادے کے دیوان رائے بندرا بن کو ہاتھی پر سوار ہنکا کر لے گئے مگر سید عبد اللہ خاں بارہہ اس کے پاس پہنچا اور دشمن کے ہاتھ سے اس کو رہائی دلائی ، اگرچہ (سید بارہہ) کا ہونٹ بان[1] سے زخمی ہوگیا تھا ۔ اسی دن بادشاہزادے کے بخشی عیرت خاں کی بیوی ، ہودج میں بان کی ضرب سے مر گئی ۔ صبح سے شام تک لڑائی ہوتی رہی ۔

دوسرے دن مغرور دکنیوں نے متفقہ طور پر یہ پیغام بھیجا کہ

۱۔ خافی خاں ، جلد دوم (ص ۳۰۴) میں چوب چھتری بان ہے ۔ (پ)

انصاف کی بات یہ ہے کہ دونوں طرف کی فوجیں اپنی اپنی جگہ رہیں اور (دونوں طرف کے) سردار ایک دوسرے سے مقابلہ کریں ۔ شاہزادے نے جواب دیا کہ اگرچہ اس میں زیادہ فائدہ نہیں ہے کیونکہ تم نیزہ بازی اور شمشیر زنی میں لگے رہتے ہو ، لیکن ہم قبول کرتے ہیں بشرطیکہ تم اپنے ہاتھیوں کے پیروں میں زنجیریں ڈال دو تاکہ آخر میں تم بھاگ نہ جاؤ ، کیونکہ (بھاگنا) ہمارے لیے باعث شرم ہے اور تم اس کو ہنر سمجھتے ہو ۔ انھوں نے کہا کہ ہم پیروں میں زنجیر ڈال کر نہیں لڑیں گے ۔ شاہزادے نے کہا کہ ہم بھی فرار کی جنگ نہیں لڑیں گے ۔

آخر میں وہ نفاق ظاہر ہوا کہ جو قدیم زمانے سے اجنبیوں (باہر سے آئے ہوؤں) اور اجنبیوں کی اولاد اور دکنیوں کے درمیان تھا ۔ ابو الحسن کی فوج نے فرار اختیار کیا اور وہ حیدر آباد پہنچی ۔ بادشاہزادے نے اس مرتبہ ان کا تعاقب کیا ۔ دکنیوں نے خلیل اللہ خاں کو [۶۳۱] تساہل کا الزام دیا اور اس کو شکست کا ذمہ دار ٹھہرایا ۔ مادنا نے کہ جو پورے طور سے مغلوں کا مخالف تھا ، ابوالحسن کے ذہن نشین کر دیا کہ وہ بادشاہی نوکری کا ارادہ رکھتا ہے اس کو قید کر دینا چاہیے ۔

مجبوراً خان مذکور (خلیل اللہ خاں) حیدرآباد کے نواح میں انتیسویں سال جلوس عالم گیری میں شہزادے کے پاس آ گیا اور اس کو شاہی تجویز کے مطابق چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار کا منصب اور مہابت خاں کا خطاب مرحمت ہوا ۔ اسی سال وہ شولاپور میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور وہ پچاس ہزار روپے کے انعام اور دوسری عنایات سے سرفراز ہوا ۔ تیسویں سال جلوس عالم گیری میں بیجا پور کی فتح اور حسن علی خاں عالم گیر شاہی کے انتقال کے بعد وہ برار کی صوبیداری پر مقرر ہوا ۔ حیدرآباد کی فتح کے بعد اکتیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کے منصب میں ایک ہزار ذات اور ایک ہزار سوار کا اضافہ ہوا اور اسی زمانے میں وہ صوبۂ پنجاب کی نظامت پر فائز ہوا ۔ وہ اپنی ملازمت پر پہنچا کہ بتیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں موت کا پیغام

آ گیا ۔ لفظ ''مہابت خاں'' سے اس کے مرنے کی تاریخ نکلتی ہے ، ۱۰۹۹ھ ۔

اس کے بادشاہی نوکری اختیار کرنے کے بعد اس کا پوتا محمد منصور تازہ تازہ ایران سے آیا اور بادشاہ کے حضور میں باریابی سے مشرف ہوا ۔ اسے ایک ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب اور مکرمت خاں کا خطاب ملا ۔ [۶۳۲]

۱۷۳

موسوی خاں مرزا معز

سید السادات میر محمد زمان مشہدی کا نواسا ہے کہ جو فیض نشان مقام (مشہد) کے ممتاز عالم تھے ۔ مشارٌ الیہ (موسوی خاں) اپنے آغاز جوانی میں اپنے والد مرزا فخرا سے ناراض ہو کر کہ جو قم کے موسوی سادات سے ہے ، دارالسلطنت اصفہان آ گیا ، کیوں کہ وہاں اہل فضل و کمال کا مجمع تھا ۔ اور اس نے علامی آقا حسین خوانساری کی خدمت میں علوم حاصل کیے اور اپنے طبع رسا و ذہن عالی کی بدولت علوم عقلیہ میں یکتائے زمانہ ہوا ۔ ۱۰۸۲ھ (۷۲-۱۶۷۱ء) میں ہندوستان پہنچا ۔

اس کی قابلیت کی طرح اس کا نصیبہ بھی بلند تھا ۔ اس لیے عالم گیر بادشاہ کی اس پر عنایات ہوئیں اور اس کو مناسب منصب مرحمت ہوا ۔ شاہزادہ محمد اعظم کے ماموں شاہ نواز خاں کی لڑکی کے ساتھ اس کی شادی ہوئی ۔

کہتے ہیں کہ حسن ابدال کے مقام پر ایک دن مرزا (موسوی خاں) اور شیخ عبدالعزیز عزت[۱] کے درمیان علم و حکمت کے متعلق مباحثہ و مذاکرہ ہوا اور اس نے طول کھینچا ۔ شیخ نے کہا کہ اس (بات) کی سند

۱۔ ملاحظہ ہو کلمات الشعرا از محمد افضل سرخوش ، بہ تصحیح صادق علی دلاوری (لاہور ۱۹۴۲ء) ، ص ۷۸-۷۹ ۔ (ق)

تم کہاں سے رکھتے ہو ؟ اس نے جواب دیا کہ شیخ بہاؤالدین محمد سے ۔ (شیخ عبدالعزیز نے) کہا کہ میں نے شیخ (بہاؤالدین محمد) کی بائیس مقامات پرگرفت کی ہے [۹۳۳] ۔ میر نے کہا یہ اس لیے کہ تمھاری دسترس حروف تہجی تک ہے ، آخر بات یہاں تک بڑھی کہ شیخ (عبدالعزیز) نے ناراض ہو کر کہا کہ تم شیعہ میت کو غسل کے وقت گز کرتے ہو ، اس کا کیا سبب ہے ؟ میر نے ہنس کر کہا کہ (کبھی) یہ مسئلہ مجھ سے لاہور میں رنڈی کے بھڑؤوں نے پوچھا تھا یا آج تم نے پوچھا ۔

الحاصل وہ (موسوی خاں) شروع میں صوبہ پٹنہ و بہار کی دیوانی پر مقرر ہوا ۔ وہاں کے ناظم بزرگ امید خاں کے ساتھ اس کی نہ بن سکی اور ناچاقی ہو گئی ۔ خاں مذکور (بزرگ امید خاں) کو اپنے عالی خاندان اور امیرالامرا شائستہ خاں کے بیٹے ہونے کا غرہ تھا اور وہ دوسرے کو کم حیثیت سمجھتا تھا اور میر اپنے فضل و کمال کے علاوہ بادشاہ کے ساڑھو ہونے کی وجہ سے اکڑتا تھا اور وہ کسی کے سامنے جھکنے کے لیے تیار نہ تھا ۔ ہر ایک نے بادشاہ کے پاس شکایت بھیجی ۔ مرزا معز بادشاہ کے حضور میں طلب کر لیا گیا ۔

تیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں اس کو موسوی خاں کا خطاب ملا اور وہ معتمد خاں کی بجائے دیوانِ تن کے عہدے پر مقرر ہوا ۔ خان مذکور (موسوی خاں) نے کفایت شعری کی وجہ سے نئے ملازم شدہ منصب داروں سے مچلکا لیا کہ وہ یادداشت تیار ہونے کے بعد سے جاگیر پانے تک کے درمیانی زمانے کا کوئی مطالبہ نہ کریں گے اور اگر ملی ہوئی جاگیر تبدیل ہو جائے تو دوسری جاگیر کی منظوری تک کے درمیانی وقفے کا وہ حساب رکھیں گے ۔ اس طریقۂ کار سے وہ بہت بدنام ہوگیا [۹۳۴] ۔ لہٰذا اس نے اس کی تلافی کے لیے طے کیا کہ نئے جاگیر پانے والوں کو اس وقت تک کوئی عہدہ نہ دیا جائے جب تک کہ وہ درخواست نہ کریں ۔ سبحان‌اللہ ! کہتے ہیں کہ اس ضبط و نظم کے زمانے میں جاگیرداری کے محاسبے میں منصب داروں کے ذمے بھی اکثر سرکار کا روپیہ نکلتا تھا ، لہٰذا وصولیابی کے لیے سزاول (سپاہی) مقرر ہوتے تھے اور وہ کچھ روپیہ دے کر ٹال مٹول کرتے تھے ۔

دکن کی مہم میں محفوظ زمینوں کی قلت ، ملک کی کم آمدنی اور ارباب طلب
کی کثرت کہ جن میں خاص طور سے دکن کے نئے نوکر تھے ، اور
موسوی خاں کے معمولہ مچلکوں کے باوجود ایسا ہوا ۔ منصب داروں سے
روپیہ وصول ہوا اور سرکار میں جمع کیا گیا ۔ لہٰذا ہرچند منصب دار
محاسبے کی طرف رجوع کرتے تھے مگر سنی ان سنی کر کے متوجہ نہ ہوتے ۔
اس زمانے میں یہ سارے ضابطے نسیاً منسیاً ہو گئے ۔

الحاصل تینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں موسوی خاں ، حاجی
شفیع خاں کی بجائے دکن کا دیوان مقرر ہوا ۔ اور چونتیسویں سال جلوس
عالم گیری ۱۱۰۱ھ (۱۶۹۰ء) میں وہ فوت ہو گیا ۔ اس کے مرنے کی
تاریخ 'کجا شد موسوی خاں' اور اس کی پیدائش کی تاریخ 'افضل اولاد زمانہ'
ہے (۱۰۵۶ھ) ۔

خوش خیالی اور نازک آفرینی میں کوئی اس کے مقابل نہ تھا ۔
انشا پردازی اور معنی آفرینی میں وہ ممتاز تھا ۔ شاعری کی مشق کے شروع
زمانے میں وہ فطرت [۶۳۵] تخلص کرتا تھا آخر میں اس نے 'موسوی'
تخلص پسند کر لیا ، یہ اس کا شعر ہے[۱] ۔

شعر

سد راہ معصیت ہا شد پریشانی مرا
داشت عریانی نگہ ز آلودہ دامانی مرا

۱۔ ملاحظہ ہو کلمات الشعرا ، ص ۹۸-۱۰۲ و سرو آزاد ، ص ۱۲۶-
۱۲۸ و نگارستان فارس از شمس العلما محمد حسین آزاد (لاہور ۱۹۲۲ء) ،
ص ۱۶۳-۱۶۷ ۔

۱۷۴

محمد بدیع سلطان

وہ خسرو[1] (ابن نذر محمد خاں) کا لڑکا ہے - انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اپنے باپ کے ہمراہ ہندوستان آیا - بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور باریابی کا شرف حاصل کیا[2] - اسے خلعت، مرصع جیغہ اور گھوڑا مع طلائی زین مرحمت ہوا - ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے لیے بارہ ہزار روپیہ سالانہ مقرر ہوا - پھر اصل و اضافہ کے بعد وہ ایک ہزار اور پانسو کے منصب پر فائز ہوا - اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اُس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا - تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار اور پانسو ذات اور تین سو سوار کے منصب پر فائز ہوا -

جب تخت سلطنت پر اورنگ زیب عالم گیر رونق افروز ہوا تو اس کے بعد وہ اپنے باپ اور چچا کے ہمراہ اکبر آباد کے نواح میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا - وہ شجاع اور دارا شکوہ کی دوسری لڑائی میں بادشاہ کے ہم رکاب تھا - اور سر بلند خاں میر بخشی اور رعد انداز خاں میر آتش کے ہمراہ خدمات پر مقرر ہوا - اس کے بعد وہ کسی وجہ سے معتوب ہو گیا اور منصب سے برطرف ہوا - چھتیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس پر بادشاہ کی عنایت ہوئی اور وہ [۶۳۶] تین ہزاری ذات اور سات سو سوار کے منصب پر فائز ہو کر شاد کام ہوا - اس کا انجام کیا ہوا یہ معلوم نہیں ہو سکا -

---

۱- ملاحظہ ہو مآثرالامرا، جلد اول (اردو ترجمہ)، ص ۷۵۸ - ۷۶۳ - (ف)

۲- عمل صالح جلد دوم (یزدانی ایڈیشن)، ص ۴۹۲ - (پ)

۱۷۵

مصطفیٰ خاں کاشی

(کاشی) افغانوں کے قبیلوں کی ایک شاخ ہے ۔ اس کا باپ اس قدر عزت تھا کہ جب وہ مرا تو بڑی مشکل سے اس کا کفن دفن ہو سکا ۔ خان مذکور (مصطفیٰ خاں) چودہ سال کی عمر میں اپنی ماں سے اجازت لے کر تلاش معاش میں (ہندوستان) چلا آیا[1] ۔ رفتہ رفتہ وہ محمد اعظم شاہ کی سرکار میں ملازم ہوگیا اور اس کے ساتھ اس کی خوب نبھی ۔ اور وہ شہزادے کے خاص مقربین اور محرم راز جلیسوں میں سے ہو گیا ۔ چوں کہ بادشاہزادے کی سرکار میں سپاہ کے خرچ کی زیادتی کی بنا پر ہمیشہ شکایت رہتی تھی ۔ خان مذکور (مصطفیٰ خاں) نے حقیقت کو سمجھ لیا اور طے کیا کہ چھ ہزار سوار سے زیادہ نہ رکھے جائیں اور اگر سفارش ، عمدہ آدمیوں کے رجوع کرنے یا کسی مہم کی ضرورت کے سبب رکھے جائیں تو اس وقت تک ان کی تنخواہ جاری نہ ہو جب تک کہ مرنے یا فرار ہونے کی وجہ سے مقررہ تعداد کے اندر نہ آتے ہوں ۔ اس کی کفایت شعاری کی وجہ سے بادشاہزادے کی سرکار کا انتظام درست ہو گیا ۔ سپاہ اور شاگرد پیشہ لوگوں کی شکایت دور ہو گئی ، اور فوج بھی ہمیشہ دس بارہ ہزار سوار موجود رہتی تھی ۔

اس نے شہزادے (محمد اعظم شاہ) کے مزاج میں اس قدر دخل حاصل کر لیا تھا کہ اس کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا تھا اور جو کام شاہزادے کی طرف سے عالم گیر بادشاہ کے خلاف مزاج ہوتا تھا تو بادشاہ اس کام کو خان مذکور کی تجربہ کاری [۶۳۷] کا نتیجہ سمجھتا تھا ۔ چونکہ افغانوں کا اعتبار نہیں کیا جاتا تھا اس لیے شاہزادے کی سرکار میں اس کا با اختیار ہونا اور بھی بدگمانی کا سبب تھا ۔ اس سلسلے میں (بادشاہ نے) اشارتاً شہزادے سے ارشاد بھی فرمایا ۔ آخر کسی عنوان سے وہ معتوب اور منصب سے معزول ہوا ۔ اور اس پر سخت گرز بردار مقرر ہوا کہ جس نے

۱۔ ملاحظہ ہو خافی خاں ، جلد دوم ، ص ۱۳۳ ۔ (ق)

شاہزادے کے لشکر سے خارج کر کے اس کو بندر سورت پہنچا دیا اور وہاں کے متصدی کو حکم ہوا کہ جہاز پر بٹھا کر اس کو بیت‌اللہ (مکہ معظمہ) بھیج دے ۔ خان مذکور (مصطفیٰ خاں) مکہ معظمہ کی زیارت کے بعد سورت واپس آ گیا ۔ اگرچہ اس کے نام طلبی کا حکم صادر ہوا ، لیکن چوں کہ اسے اس کے جرائم کی معافی کی اطلاع نہیں ملی تھی اس لیے اڑتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ اورنگ آباد آیا اور درویشانہ لباس میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ، بادشاہ نے یہ مصرع پڑھا : ع

بہر صورت کہ آئی می شناسم

کہتے ہیں کہ ہر چند محمد اعظم شاہ نے چاہا کہ اس کی سفارش کر کے اس کو اپنے ساتھ رکھے مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا ۔ خان مذکور (مصطفیٰ خاں) نے کہ جو صاحب فضل و کمال تھا ، ایک کتاب امارات‌الکلام کے نام سے تالیف کی جس سے قرآنی آیات کے نکالنے میں سہولت ہوتی تھی ۔ شاہزادے نے (وہ کتاب) بادشاہ کے حضور میں پیش کی کہ مصطفیٰ خاں کی تصنیف ہے ۔ مطالعے کے بعد (بادشاہ نے) ارشاد فرمایا کہ اس کو تصنیف نہ کہو [۶۳۸] یہ تو تالیف ہے ۔ شاہزادے نے عرض کیا کہ اب تک کسی اور نے اس طرح کا کام نہیں کیا ہے لہٰذا تصنیف کہہ سکتے ہیں ۔ بادشاہ ناراض ہو گیا اور کتب خانے کے داروغہ سے کہا کہ ایسی کتاب جو اس سلسلے میں پہلے کسی نے لکھی ہے ، کتب خانے سے لا کر شاہزادے کو دو ۔

خان مذکور (مصطفیٰ خاں) نے بقیہ عمر خانہ نشینی میں گزاری ۔ ایک عالی شان مکان کہ جو اس نے اورنگ آباد کے محلہ سلطان گنج میں بنوایا تھا ، اس کے نام سے مشہور ہے ۔

باوجودیکہ عالم گیر بادشاہ اپنے دوسرے فرزندوں کے مقابلے میں محمد اعظم شاہ سے زیادہ محبت کرتا تھا لیکن طرفین کے اختلاف مزاج کی وجہ سے عجیب معاملہ تھا ۔ کہتے ہیں کہ چھتیسویں سال جلوس عالم گیری

میں[1] جب سلطان محمد معظم کی رہائی کی خبر مشہور ہوئی تو محمد اعظم شاہ کے باطل ارادے کی بھی خبر اڑی ۔ بادشاہ نے بر بنائے مصلحت محمد اعظم شاہ کو کہ جو سکا پور کے قریب تھا ، واکنکیرہ جانے کے لیے مامور فرمایا ۔ چونکہ بادشاہی لشکر راستے میں تھا اور محمد اعظم شاہ کو بھی بادشاہ کی طرف سے مختلف خبریں پہنچ رہی تھیں ، جب بادشاہزادہ شاہی لشکر کے نزدیک پہنچا تو اس نے بادشاہ کے پاس عرضداشت بھیجی کہ مجھے بادشاہ کے حضور میں حاضری کی بہت تمنا ہے جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے ، لیکن چونکہ مجھے ابھی ماموره مہم پر جانا چاہیے ، مگر اندیشہ یہ ہے کہ میرے ہمراہی جب لشکر میں پہنچ جائیں گے تو (تعلقات کی وجہ سے) لشکر سے نکلنے میں تساہل کریں گے ۔ اب جو کچھ حضور کا حکم ہو اس پر عمل کیا جائے [۶۳۹] ۔

(بادشاہ کی طرف سے) جواب صادر ہوا کہ ہم بھی اپنے بیٹے کی ملاقات کی بہت خواہش رکھتے ہیں ۔ لیکن چونکہ لشکر میں داخل ہونا مناسب نہیں ہے ، ہم اکیلے شکار کے لیے آتے ہیں تم بھی صرف پانسو سوار اور دونوں بیٹوں کے ہمراہ آؤ کہ اسی وقت اجازت دے دی جائے گی ۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ لشکر سے کچھ فاصلے پر پست زمین میں ایک مختصر سا خیمہ نصب کیا جائے کہ جو دور سے دکھائی نہ دے اور پوشیدہ طور سے بخشیوں ، جلو خاص کے داروغہ ، گرز برداروں اور چوکی خاص کے آدمیوں کو حکم ہوا کہ وہ بہت تھوڑے سے منتخب مسلح آدمی ساتھ لیں ۔ اور بظاہر تاکید کر دی گئی کہ (شاہزادے کے ہمراہ) زیادہ آدمی نہ آئیں ۔ بارہہ کے آدمی اور میر توزک ، ہجوم کی ممانعت اور دولت خانہ کے چاروں اطراف کے بندوبست کے لیے مامور ہوئے کہ کوئی بغیر حکم کے داخل نہ ہو ۔ شکار گاہ میں پہنچنے کے بعد شہزادے کو متواتر احکام پہنچے کہ دولت خانے میں کم جگہ ہے وہ تھوڑے آدمیوں کے ساتھ آئے ۔ اور جب شاہزادہ نزدیک پہنچ گیا تو جال چیلہ نے حکم پہنچایا کہ جو شکار تیار رکھا

۱- دیکھیے خافی خاں ، جلد دوم ، ص ۴۰۷-۴۱۰ ۔ (ق)

گیا ہے وہ بھاگ جانے کا[1] ، جلو خانہ کا میدان تنگ ہے تین جلودار سے زیادہ ہمراہ نہ لائیں ۔

جب شاہزادہ (محمد اعظم شاہ) اپنے دو لڑکوں والا جاہ اور عالی تبار کے ساتھ جلو خانے میں پہنچا تو انتظام کی بنا پر دو جلودار سے زیادہ اس کے ہمراہ نہ تھے ؛ شاہزادے کا رنگ اڑ گیا کہ وہ مصیبت میں پھنس گیا ۔ مختار خاں نے حکم پہنچایا کہ تینوں (شہزادے) ہتھیار وغیرہ اتار کر آئیں ۔ [۶۳۰]

بادشاہ کے حضور میں پہنچے اور آداب بجا لانے کے بعد اس نے ازراہ شفقت اپنی بغل میں لیا اور شہزادے کے ہاتھ میں بندوق دے کر شکار پر تیر چلانے کا حکم دیا ۔ اس کے بعد تسبیح خانے میں لے جا کر بیٹھنے کا حکم فرمایا ۔ بڑی گرم جوشی سے حالات پوچھے ۔ اس شہرت کی وجہ سے کہ شہزادے نے زیر جامہ کے نیچے زرہ پہن رکھی ہے ، (بادشاہ نے) ارگجہ (خوشبو) کا پیالہ طلب فرمایا اور لباس کے بند کھولنے کے بعد اپنے ہاتھ سے (خوشبو) ملی ۔ اور شمشیر خاصہ کہ جو بادشاہ کے سامنے تھی ، غلاف سے نکال کر شاہزادے کے ہاتھ میں دے دی ۔ اس نے (تلوار) کو کپکپاتے ہوئے ہاتھوں سے لیا اور دیکھنے کے بعد واپس کرنا چاہا ۔ بادشاہ نے از راہ عنایت تلوار اس کو مرحمت فرمائی ۔ وعظ و نصیحت کے چند کلمے ادا کیے جن میں اشارہ تھا کہ تم کو ہم نے گرفتار بھی کیا اور رہا بھی کر دیا اور پھر اس کو جانے کی اجازت دے دی ۔

۱۔ یہ واقعہ خافی خاں ، جلد دوم ، ص ۷-۴۰۶ سے مقتبس ہے ۔ متن میں لفظ ''رم'' رہ گیا ہے جس کے بغیر مفہوم ناقص رہتا ہے ، لہٰذا رم کے ساتھ ترجمہ کیا گیا ہے ۔ (ق)

۱۷۹

مخلص خاں

صف شکن[۱] کا لڑکا اور خلیفہ سلطان کے بھائی قوام الدین خان صدر ایران کا پوتا ہے ۔ ولایت (ایران) میں پیدا ہوا تھا ۔ قلعہ گلکنڈہ کے محاصرے میں اس نے اپنے باپ کی نیابت میں بادشاہی توپ خانے کی داروغگی کی خدمت انجام دی ۔ اور اس مضبوط قلعے کے فتح ہونے کے بعد اس کے منصب میں دو سو سوار کا اضافہ ہوا ۔ وہ ایک ہزاری ذات اور تین سو سوار کے منصب پر فائز ہوا اور اصالتاً اس خدمت پر مقرر ہوا ۔

تینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ عرض مکرر کی خدمت پر سرفراز ہوا ۔ اس کے بعد اسے قوربیگی کا عہدہ ملا اور وہ دو ہزاری ذات اور سات سو سوار کے منصب پر فائز ہوا [۹۳۱] ۔ چھتیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا اور بہرہ مند خان کی بجائے بخشی گری دوم کا عہدہ[۲] ملا ۔ اس کے بعد اس کے منصب میں پانسو کا مزید اضافہ ہوا اور وہ تین ہزاری منصب پر سرفراز ہوا ۔ چوالیسویں سال جلوس کے آخر میں بادشاہ عالم گیر خاص پور سے پرنالہ پر قبضہ کرنے کے لیے آیا اور ۲ شعبان کو بیجا پور کے مضاف قصبہ مرتضیٰ آباد پہنچا ۔ (بیجا پور سے) چھتیس کوس کے فاصلے پر بادشاہ نے قیام کیا ۔ خان مذکور (مخلص خاں) کہ جو شدید امراض میں مبتلا تھا ، ۶ شعبان ۱۱۱۲ھ (۳ جنوری ۱۷۰۱ء) کو فوت ہو گیا ، اور زبدۃ العرفاء سید شمس الدین کے روضے میں کہ جو وہاں کے ایک شیخ طریقت تھے ، اسی قصبے (مرتضیٰ آباد) میں دفن ہوا ۔

۱- ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد دوم ، (اردو ترجمہ) ، ص ۷۴۰- ۷۴ - (ق)

۲- ملاحظہ ہو مآثر عالم گیری ، ص ۳۴۹ -

کسبی کمالات کے ساتھ وہ ذاتی شرافت بھی رکھتا تھا۔ بہت سے محاسن اخلاق کا مالک تھا۔ آسنا اور بیگانہ ہر ایک کو فیض پہنچاتا تھا اور مخلوق کے کام بنانے میں بہت کوشش کرتا تھا۔ بادشاہ کے حضور میں منصب داروں کے حالات پیش کرنے اور عرض مطلب میں وہ روح اللہ خان اول کی طرح جری اور کوشاں تھا۔ وہ کنجوس نہیں تھا، بلکہ استغنا اور جبلی و فطری آزادی اس کا مزاج تھا۔ اس کے باوجود اس نے بادشاہ کے مزاج میں دخل حاصل کر لیا تھا۔ عالمگیر بادشاہ نے کئی مرتبہ اس کے متعلق [۳۴۶] کہا کہ ہمارے پاس (گویا) جوان حلیمہ سلطان ہے۔

بادشاہ کی اس پر بہت مہربانیاں اور نوازشیں تھیں۔ جیسا کہ بادشاہ کے دستخطی خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو اس کے لڑکے کے متعلق عنایت اللہ خان[1] کو شاہزادہ بیدار بخت کے لیے لکھنے کا حکم ہوا تھا۔ شاہزادہ اس زمانے میں اورنگ آباد میں مقیم تھا اور وہ خط ''کلمات طیبات'' میں موجود ہے:

> ''چونکہ مخلص خان مرحوم کا لڑکا یتیم ہے لیکن قابلیت رکھتا ہے۔ نحو و صرف کے علم کو اس نے پڑھ لیا ہے۔ اس کے ظاہری احوال کی دیکھ بھال کرنی چاہیے۔ اتفاق سے وہ دشمنوں اور بھیڑیوں کے بیچ میں ہے۔ اس کی دودھ پلانے والی دایہ ملتفت خان کی حقیقی والدہ ہے اور حاجی محمد علی خان دیوان ہے۔ ان دونوں میں بہت عداوت ہے۔ قائما کہ جو لڑکے کے ساتھ تھا وہ حیدرآباد کا دیوان ہو گیا۔ یتیم لڑکے کے حالات کی ہر طرح سے خبر گیری کی جائے۔''

جب آقا کی شفقت اس درجہ ہو تو نوکری کا مزہ ہوتا ہے۔ یہ ملتفت خان مرزا محمد علی، حاجی محمد علی خان اور میر قائما نفرشی سب مخلص خانی (حلقے کے) ہیں کہ اس مرحوم (مخلص خان) کے انتقال کے بعد

۱۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا، جلد دوم (اردو ترجمہ)، ص ۸۲۱-۸۲۳ - (ق)

بادشاہ کے حضور سے خان (نیز دوسرے) خطاب حاصل کیے ۔

خان مذکور (مخلص خاں) کے صرف یہی ایک لڑکا تھا جو اکیسویں سال جلوس عالم گیری ۱۱۰۸ھ (۹۷-۱۶۹۶ء) میں پیدا ہوا ۔ عالم گیر بادشاہ نے اس کا نام محمد حسن رکھا ۔ بہادر شاہ اول کے زمانے میں اسے شمس الدین خاں کا خطاب ملا ۔ اس کتاب کی تالیف سے چند سال پہلے [۶۴۳] دار الخلافہ (دہلی) میں فوت ہو گیا ۔

الحاصل مخلص خاں علمیت و ملائیت کے باوجود موزوں طبع تھا اور رنگین اشعار کہتا تھا ۔ یہ اسی کا شعر ہے :

شعر

خمار ما و در توبہ و دل ساقی
بیک تبسم مینا شکست و بست و کشاد

اور تعجب کی یہ بات ہے کہ مغل اور عالم ہونے کے باوجود تصوف کا مذاق رکھتا تھا ۔ درد سے خالی نہ تھا ۔

۱۷۷

مرتضیٰ خاں سید مبارک خاں

بخاری سادات سے ہے ۔ اورنگ زیب کے زمانے میں اس نے نشو و نما پائی ۔ کچھ دنوں رام گیسر اور آمیر کے قلعوں کی حفاظت پر مامور رہا اور کچھ مدت سلطان پور نذر بار کا فوج دار رہا ۔ اس کے بعد اسے سید حامد خاں کی بجائے دولت آباد سپرد ہوا ۔ انتیسویں سال جلوس عالم گیری میں اسے مرتضیٰ خاں کا خطاب اور بیں ہزاری منصب ملا ۔ کہتے ہیں کہ خان جہاں بہادر سے اس کا بہت ربط تھا ۔ جب بادشاہ نے اس کے لڑکوں سید محمود اور سید جہانگیر کو 'خاں' کا خطاب دینا طے کیا تو خانجہاں نے عرض کیا کہ سید محمود کہتا ہے کہ ہمارے خاندان میں کوئی محمود خاں اور فیروز خاں نہیں ہوا ہے ۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تم (خطاب) تجویز کرو ۔

اس نے کہا کہ سید محمود کو مبارک خان اور سید جہانگیر کو مجتبیٰ خان (دیا جائے) ۔ بادشاہ نے فرمایا مبارک خان باپ کا خطاب ہے ۔ اس نے عرض کیا کہ [۶۴۴] مرتضیٰ خان کا خطاب کس شخص کے لیے رکھا گیا ہے ، اس سے بہتر کوئی نہیں ہے ۔ بادشاہ نے منظور فرمایا ۔ پینتالیسویں سال جلوس عالم گیری ۱۱۱۲ھ (۱-۱۷۰۰ء) میں اس کا انتقال ہوا ۔ ''قلعدار بہشت'' اس کے انتقال کی تاریخ ہے (لفظ قلعدار میں) قلعہ کی آخر کی 'ہ' ساقط ہو جائے گی ۔

اس کے مرنے کے بعد اس کا بڑا لڑکا سید مبارک خان قلعۂ مذکور مہاکوٹ کی حفاظت پر مقرر ہوا ۔ شاہجہانی دور میں وہ بیں ہزاری منصب پر فائز ہوا ۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا سید مراد علی مبارک خان کہ جو دو ہزار و پانصدی منصب دار تھا ، اور اس کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا سید شیر علی مبارک خان مذکورہ تعلقے پر متعین رہے ۔

اس کا دوسرا لڑکا سید جہانگیر مجتبیٰ خان عمر کوٹ کی حفاظت پر متعین ہوا ۔ اور اس کے مرنے کے بعد اس کے لڑکے سید علی رضا کو باپ کا خطاب ملا اور بادشاہ محمد شاہ کے زمانے میں تین ہزاری منصب ، دادا کے خطاب (مرتضیٰ خان) اور تعلقۂ مذکور کی تقرری سے شاد کام ہوا ۔

اس کے بعد قلعۂ مذکور صلابت جنگ کے قبضے میں آ گیا ۔ اس وقت تک وہاں کے قلعدار ، دکن کے صوبے داروں مثلاً حسین علی خان امیرالامرا ، نظام الملک آصف جاہ اور اس کے لڑکوں سے دبتے نہیں تھے ۔ جب مذکورہ صوبے داروں نے کوشش کر کے قلعے کی جاگیر کو ضبط کر لیا تو محمد شاہ بادشاہ نے دو لاکھ روپیہ [۶۴۵] سالانہ نقد شاہی خزانے سے قلعہ کے تعلقہ داروں کے نام مقرر کر دیا ۔ ایک مرتبہ آصف جاہ کسی وجہ سے وہاں کے قلعہ دار سے ناراض ہو گیا اور اس نے اس کے محاصرے کے لیے فوج متعین کر دی ۔ جب یہ خبر بادشاہ کو پہنچی تو اس نے فرمان بھیجا کہ سارے دکن میں ایک قلعہ ہم سے متعلق ہے تم اس کو بھی نہیں چاہتے ہو ۔ آصف جاہ نے بادشاہ کے حکم کا خیال کر کے صلح کر لی اور اپنی فوج کو واپس بلا لیا ۔

۱۷۸

محتشم خاں میر ابراہیم

شیخ میر خوافی کا بڑا لڑکا ہے کہ جو عالم گیر بادشاہ کی شہزادگی کے زمانے میں اس کا خاص مقرب تھا ۔ اگر موت اس کو مہلت دیتی تو وہ (عالم گیری) سلطنت میں رکن خاص اور عمدہ امیر ہوتا[1] ۔ اس نے (عالم گیر) کی تخت نشینی کے وقت اہم کارنامہ انجام دیا اور سلطنت پر اپنا حق چھوڑا ۔ قدر شناس بادشاہ نے اس کے لڑکوں کی تربیت کا حکم دیا کہ جو ابھی کم سن تھے اور ان کو مناسب منصب مرحمت فرما دے ۔ اگرچہ وہ اپنی بد قسمتی سے بادشاہ کے مزاج کے موافق نہیں تھے مگر انھیں امارت کا اعلیٰ درجہ حاصل ہوا ۔ اس طرف (بادشاہ کی طرف) سے آن مرحوم (میر خوافی) کے حقوق کی رعایت پیش نظر رہتی تھی ۔ بادشاہی توجہ کبھی ان کے حال سے نہیں ہٹتی تھی ۔

میر ابراہیم کو ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کا منصب ملا ، ہمیشہ بادشاہ کی خدمت پر سرفراز رہے اور ان کے منصب میں اضافے ہوتے رہے ۔ اس کے بعد کسی وجہ سے اسے حجاز کا سفر [۱۰۷۶] پیش آیا ۔ اٹھارھویں سال جلوس عالم گیری میں حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد وہ بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا اور اسے ایک ہزار پانسو ذات کا منصب ملا اور محتشم خاں کا خطاب مرحمت ہوا ۔ حسن ابدال سے لنگر کوٹ کی فوجداری پر مقرر ہوا کہ جو پشاور سے بیس کوس کے فاصلے پر ہے اور علم بھی مرحمت ہوا ۔ حسن ابدال سے واپس آنے کے بعد وہ سارنگ پور

۱۔ وہ دیورائی کی لڑائی میں (۲۳-۲۵ مارچ ۱۶۵۹ء) فوت ہوا ۔ یہ مقام اجمیر سے چار میل کے فاصلے پر واقع ہے ۔ ملاحظہ ہو عالم گیر نامہ ، ص ۳۱۴-۳۲۶ ، خافی خاں ، جلد دوم ، ص ۶۸-۷۱ ، سرکار جلد دوم ، ص ۵۰۵-۵۱۷ (پ)

کی فوج داری پر مقرر ہوا ۔

بیسویں سال جلوس عالم گیری میں اسے میوات کی فوج داری ملی ۔ اور جب شاہزادہ محمد اکبر نے بغاوت کی اور کومکی امرا میں سے بعض بدست اور کچھ نے باکراہ اس کی رفاقت اختیار کی تو خان مذکور (معتشم خان) نے مع چند ہمراہیوں کے عقیدت و اخلاص کے راستے کو نہیں چھوڑا اور اس نے زبان سے بھی شاہزادے کی فرماں برداری کا اقرار نہیں کیا ۔ (شاہزادے کی) بات نہ ماننے کی وجہ سے وہ کچھ دنوں قید بھی رہا ۔ شاہزادے کے فرار ہونے کے بعد وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضری سے مشرف ہوا اور تحسین و آفریں کا مستحق ٹھہرا ۔ اس کے بعد وہ اکبر آباد کا صوبے دار مقرر ہوا اور اٹھائیسویں سال جلوس عالم گیری میں سیف خاں کے انتقال کے بعد وہ الہ آباد کا صوبے دار مقرر ہوا ۔ پھر وہ منصب سے معزول ہوا اور مدتوں گوشہ نشیں رہا ۔ بیالیسویں سال جلوس عالم گیری میں دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر بحال ہوا ۔ کچھ دنوں کے بعد مزید ایک ہزار سوار کا اضافہ ہوا کہ جو کم ہو گئے تھے اور اورنگ آباد کی حفاظت پر مقرر ہوا ۔ لیکن تقرر کا سال معلوم نہیں ہو سکا ۔ سینتالیسویں [۱۱۱۷] سال جلوس عالم گیری میں نلدرک کی قلعہ داری پر مقرر ہوا ۔ اس کے بعد وہ پھر منصب سے معزول ہو کر بادشاہ کے حضور میں آ گیا ۔

جب اُنچاسویں سال جلوس عالم گیری میں بادشاہ کی توجہ واکنکیرہ کے قلعے کے فتح[1] کرنے کی طرف ہوئی تو طرفین سے مقابلے کے بعد قلعہ بند پیریا نائک نے مکر و فریب کا جال پھیلایا ۔ صلح کی بات چیت شروع کر دی اور لشکر میں خوانچہ فروش عبدالغنی کشمیری کو اس پناہ چاہنے والے (پیریا نائک) نے اپنی معروضات لکھ کر دیں ۔ (عبدالغنی) مکر و حیلہ

۱۔ ملاحظہ ہو سرکار، جلد پنجم، ص ۲۲۱-۲۲۴، مآثر عالم گیری، ص ۴۹۸-۵۰۶ - (ق)

سے اس فتنہ پرداز (نائک) سے داد و ستد کا تعلق رکھتا تھا ۔ (عبدالغنی نے وہ معروضات) ہدایت کیش واقعہ خواں کی معرفت بادشاہ کے حضور میں پیش کیں ، بادشاہ نے ان کو منظور کر لیا ۔

اس کے بعد محتشم خاں کہ جو بغیر منصب کے پریشان حال تھا اور اس کشمیری (عبدالغنی) کا مقروض تھا ، (پیریا) نائک کی تجویز سے منصب پر بحال ہوا ۔ وہ اس قلعے کی قلعہ داری پر سرفراز ہوا اور وہ روانہ ہو گیا ۔ اس غداو (پیریا نائک) نے خان مذکور (محتشم خاں) کو چند آدمیوں کے ساتھ قلعے میں داخل کر لیا ۔ بادشاہ کے حضور میں فتح کے شادیانے بجوا دیے اور مبارک باد پیش کی ۔

اس کے بعد (عبدالغنی) کشمیری اس (پیریا نائک) کی ماں کی طرف سے پیغام لایا کہ پیریا کا دماغ خراب ہو گیا ہے اور وہ بھاگ گیا ہے ۔ اس کے بھائی سوم سنگھ کو کہ جو مصالحت کے لیے بادشاہ کے حضور میں آیا تھا (وہاں) جانے کی اجازت مل گئی ، تاکہ وہ قلعہ خالی کر دے ۔ اس بات پر بھی عمل ہوا ۔ وہ جانتا تھا کہ اگر وہ حیلہ و مکاری اور خدع و فریب کرے گا تو بادشاہ کوچ کر کے آ جائے گا ۔ جو بات کہ اس نے سوچی تھی وہ عمل میں [۶۳۸] نہ آئی ۔ اس نے دوبارہ لڑائی اور جھگڑا شروع کر دیا اور بے چارے محتشم خاں کو قید کر دیا ۔

جس دن کہ (شاہی) بہادروں نے قلعے کو فتح کر لیا تو اس بدکردار نے خان مذکور (محتشم خاں) کو ایک مکان میں بند کر دیا اور عمارت کو آگ لگا کر وہ فرار ہو گیا ۔ اگر بادشاہی آدمیوں کو پہنچنے میں ذرا سی دیر ہو جاتی تو خان مذکور (محتشم خاں) جل کر راکھ ہوتا ۔

کہتے ہیں کہ خان مذکور (محتشم خاں) نے کوئی معدنی چیز کھا لی تھی ۔ خاص جاڑے کے موسم میں اس کے بدن سے پسینہ ٹپکتا تھا اور پنکھے کی اس کو ضرورت ہوتی تھی ۔ قوت رجولیت اور عورتوں کی کثرت کے لیے مشہور تھا ۔ شہوت رانی ، کھانے اور سونے کے سوا اسے کوئی اور کام نہ تھا ۔ متواتر برطرفی اور بے روزگاری کی وجہ سے وہ پریشان رہتا تھا ۔

کھیلنا سے واپسی کے وقت امرا اور سرداروں کو راستے میں بہت

مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھانی پڑیں[1] - بارش کی کثرت کی وجہ سے ہر نالہ ایک سمندر معلوم ہوتا تھا اور ہر قدم پر پل باندھنا پڑتا تھا - سواری اور بار برداری کے جانور کا کہیں نام نہ تھا - حودہ کوس کا فاصلہ ایک مہینہ اور سترہ دن میں طے ہوا - خان مذکور (محتشم خان) کہ جو بغیر عورت کے نہیں رہ سکتا تھا ، پیدل ہاتھ میں عصا لے کر دامن کوہ کے راستے سے چلا - بہت سی عورتیں اس کے ساتھ تھیں ، خان گرتا پڑتا چند قدم چلتا تھا -

اس کے اولاد بہت تھی - اس کے لڑکوں میں سے [۶۳۹] کسی نے ترقی نہیں کی - مگر میر محمد خان کو باپ کا خطاب ملا تھا اور اس نے کچھ حیثیت بنا لی تھی - اس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے -

۱۷۹

مطلب خاں مرزا مطلب

مختار خاں سبز واری کا نواسا ہے - اس کی والدہ گل رنگ بانو بیگم مشہور ، خان مذکور (مختار خاں سبز واری) کے بھائی سید مرزا کے لڑکے مرزا محسن کو بیاہی تھی - خاں مذکور (مطلب خاں) نے قسمت کی یاوری اور اپنی والدہ کی سفارش سے عالم گیر بادشاہ کے عہد میں ترقی کی اور تدریج احدیوں کی بخشی گری کے عہدے پر پہنچا - اُنیسویں سال جلوس عالم گیری میں بہرہ مند خاں کی نیابت میں کہ وہ اسدی کے تھانے کو چلا گیا تھا ، بخشی گری کے کام انجام دینے پر مقرر ہوا ، اور اسی سال سیف‌اللہ خاں کے انتقال کی وجہ سے میر توزکی کی خدمت ملی -

اکتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں اسے خان کا خطاب ملا اور اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا - چوں کہ اس نے بادشاہ کے حضور میں اپنے کو کار گزار اور کار طلب ثابت

۱- دیکھیے سرکار ، جلد پنجم ، ص ۱۸۷-۱۸۹ - (ق)

کر دیا تھا ، اس لیے وہ اکثر فوج ماموره کی سزاولی پر تعینات ہو کر دشمنوں (مرہٹوں) کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا اور کبھی حضور میں نیابت کی خدمات انجام دیتا ۔ جب اس کے حسن خدمات کا جائزہ لیا جاتا تو اس کے منصب میں اضافہ ہوتا ۔

بہره مند خاں کے انتقال کے بعد میر بخشی گری کی جلیل القدر خدمت پر [۶۵۰] خان نصرت جنگ مائر ہوا ۔ چوں کہ خان مذکور (نصرت جنگ) زیادہ تر ملکی انتظام اور بدکردار مرہٹوں کے تعاقب میں بھاگتا دوڑتا رہتا تھا اس لیے واکنکیرہ کی فتح کے بعد مستقل طور سے مطلب خاں اس کی نیابت میں بخشی گری کی خدمات انجام دینے لگا ۔ اسی وجہ سے وہ سرداری اور رجوع خلق میں ممتاز ہوا ۔ اس کے منصب میں سواروں کا اضافہ ہوا اور اسے نقارہ مرحمت ہوا[۱] ۔ عالم گیری دور کے آخر میں دربار کے امرا اور با اختیار متصدیوں میں جیسا اقتدار و اختیار اس کا تھا ایسا (اقتدار) چند (امرا) سے زیادہ کا نہیں تھا ۔ وہ لشکر کے قرب و جوار میں بدکردار دشمن (مرہٹوں) کی تنبیہ و تادیب پر مقرر رہتا تھا ۔

عالم گیر بادشاہ کے انتقال کے بعد دربار کے سارے امرا کی طرح وہ بھی شاہزادہ محمد اعظم کے ہم رکاب رہا ۔ وہ شاہی (اعظم شاہی) عنایات سے سرفراز ہوا اور اس کو مرتضیٰ خان کا خطاب ملا ۔ وہ بے حیثیت اور کھترا آدمی تھا ۔ بحوکو نعمت خان مرزا (عالی) نے کہ جس کی زبان سے کوئی نہیں بچا ہے اس وقت (خطاب ملنے کے وقت) یہ شعر کہا :

بیت

راستی را می‌گزارم در کجی خواہم شدن
مرتضیٰ گر این بود من خارجی خواہم شدن

شاہزادہ مذکور (محمد اعظم شاہ) کی ہمراہی میں بہادر شاہ کی لڑائی میں وہ سخت زخمی ہوا ۔ منعم خاں خان خاناں اس کو میدان جنگ سے اپنے

۱۔ ملاحظہ ہو مآثر عالم گیری ، ص ۵۰۵ ۔

فیل بان کے پیچھے [۶۵۱] بٹھا کر لایا ۔ ان ہی المناک زخموں سے اس کا انتقال ہو گیا ۔

بہت مضبوط اور لمبا آدمی تھا ۔ اس کی بے وقوفی اور احمق پن مشہور تھا ۔ چوں کہ باپ کی عادت صحت نسب کی علامت ہے ، آن مرحوم (مطلب خاں) کی اولاد میں بھی وہ عادتیں پائی جاتی تھیں ۔ اس کے دو لڑکے تھے ۔

بہادر شاہ اول کے عہد میں پہلے نے کہ جو جان سپار خاں بہادر دل کا داماد تھا ، باپ کا خطاب پایا ، اور دوسرے کو کہ جو ترتیب خاں میر آتش کا داماد تھا ، ابو طالب خاں کا خطاب ملا ۔ فرخ سیر کے زمانے میں بڑا ، کبھی گجرات کا فوج دار مقرر ہوا ۔ جب تبادلہ ہو گیا تو تازہ قرابت کی وجہ سے وہ نیک خصلت امیر دکن جا کر اورنگ آباد میں مقیم ہوگیا ، کیونکہ اس کی بھانجی اور کامیاب خاں کی لڑکی امیرالامرا حسین علی خاں کو منسوب ہوئی تھی ۔

اس کا چھوٹا بھائی صوبہ گجرات کے مضاف گودرہ اور تھاسرہ کی فوجداری پر مقرر ہوا ۔ اچھی حالت اور جمعیت کا مالک تھا ۔ اس کے بعد امیرالامرا نے اس کو نکلانہ کی فوجداری پر مقرر کر دیا ۔ خان مذکور (ابوطالب خاں) شائستہ فوج کے ساتھ عالم علی خاں کا شریک ہوا اور نواب آصف جاہ کی جنگ میں وہ امارت کا سارا ساز و سامان ہار گیا ۔

ان ہی دنوں حیدر آباد کا ناظم مبارز خاں فتح جنگ سے ملاقات کے لیے آیا ۔ اس نے مطلب خاں کی لڑکی کو [۶۵۲] اپنے لڑکے خواجہ اسد خاں کے لیے مانگا ۔ کہتے ہیں کہ افلاس کی وجہ سے شادی کی سربراہی کے لیے کچھ روپیہ طے ہوا تھا ۔ مطلب خاں زیادہ طلب کرتا تھا اور وہ (مبارز خاں) پہلوتہی کرتا تھا ۔ خان مذکور ناراض ہوا ۔ اس نے بیچ والوں سے کہا کہ جو اس سلسلے میں پیغام رساں تھے، کہ آخر انصاف کرو کہ (خاندان) بنی مختار کی لڑکی ہے ۔ ان میں سے ایک نے کہ جو شوخ مزاج تھا ، جواب دیا کہ مذکورہ شادی کے آپ پورے طور سے مختار ہیں ۔

ابو طالب خاں آفت رسیدہ تھا ، خان مذکور (مبارز خاں) کے ہمراہ حیدر آباد چلا گیا اور کولپاک کے مضاف ساہ پور کی قلعہ داری پر مقرر ہوا ، اس کے ساتھ دوسری مراعات بھی ہوئیں ۔ اور نواب آصف جاہ کی لڑائی میں کہ جو مبارز خاں کے ساتھ ہوئی تھی ، وہ زخمی ہوا ۔ اورنگ آباد میں دونوں بھائی مقررہ وقت پر فوت ہو گئے ۔

۱۸۰

مرزا صفوی خان علی نقی

صفوی سلاطین کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے ۔ سینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں ہندوستان آیا اور ملازمت میں منسلک ہو گیا ۔ تین ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب اور مرزا صفوی خاں کا خطاب مرحمت ہوا[۱] اور بخشی گری سوم کی خدمت ملی ۔ اںچاسویں سال جلوس عالم گیری میں جب کہ اس کی نسبت معظم خاں کی لڑکی کے ساتھ قرار پائی تو اسے خلعت مع سر پیچ اور بارہ ہزار روپے نقد مرحمت ہوئے ۔

اس بادشاہ (عالم گیر) کے انتقال کے بعد [۶۵۳] وہ محمد اعظم شاہ کے ہمراہ دکن سے ہندوستان آیا اور بہادر شاہ کی جنگ میں وہ قلب لشکر میں موجود تھا ۔ چونکہ اعظم شاہ کے ہمراہیوں میں سے اکثر معتبر امرا مارے گئے ، وہ بھی قتل ہوا ۔

۱۸۱

منور خاں شیخ میراں

خان زماں شیخ نظام[۲] کا دوسرا لڑکا ہے ۔ انتیسویں سال جلوس

۱۔ ملاحظہ ہو مآثر عالم گیری ، ص ۴۸۲ ۔ (ق)

۲۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد دوم (اُردو ترجمہ) ، ص ۷۸۲۔ ۷۸۶ ۔ (ق)

عالم‌گیری میں اپنے باپ کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ جب اس کے باپ نے سنبھا بھونسلہ کی گرفتاری میں نمایاں کوشش کی تو تیسویں سال جلوس عالم گیری میں[1] اس کے منصب میں اضافہ ہوا اور اسے منور خان کا خطاب ملا۔ انتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ چار ہزاری ذات اور دو ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔ پچاسویں سال جلوس عالم‌گیری میں وہ محمد اعظم شاہ کی تعیناتی میں مقرر ہوا کہ جو مالوہ کے لیے روانہ ہوا تھا۔

عالم گیر بادشاہ کے انتقال کے بعد وہ شاہزادۂ مذکور (محمد اعظم شاہ) کے ہمراہ ہندوستان روانہ ہوا۔ اور اس لڑائی میں کہ جو شاہزادۂ مذکور (اعظم شاہ) اور بہادر شاہ کے درمیان اکبر آباد کے قریب ہوئی تھی، وہ (منور خان) اپنے بڑے بھائی خان عالم کے ساتھ ہراول فوج میں تھا۔ اس نے عظیم الشان کے مقابلے میں ہاتھی دوڑایا کہ اس کے بھائی (خان عالم) کے تیر کا زخم لگا کہ دنیا اس کی آنکھوں میں تاریک ہو گئی۔ اسی دوران میں بندوق کی گولی نے اس کا کام [۶۵۴] تمام کر دیا۔

اس کا لڑکا منور خان قطبی ہے کہ مرتضیٰ پور، صوبہ برار اس کی جاگیر میں تھا۔ نظام الملک آصف جاہ کی عملداری کے شروع میں اس نے اپنی حیثیت سے زیادہ فوج جمع کر لی تھی۔ اس بےنظیر امیر (آصف جاہ) نے حسن تدبیر سے اس کی فوج کم کر دی۔ یہاں تک کہ وہ اپنی طبعی موت سے فوت ہو گیا۔

اس کے لڑکے اختصاص خان اور اعزاز خان اور دوسرے بھی تھے۔ (اختصاص خان) کو آخر میں خان زماں کا خطاب ملا۔ ہر ایک کو اس کی قسمت کے مطابق موروثی جاگیر میں سے حصہ ملا۔ اب سے کچھ سال پہلے سب فوت ہو چکے۔ مگر اس کا کم عمر لڑکا کہ جس کا نام فقیر محمد ہے، ابھی باقی ہے۔ جس‌تس کی نوکری کرکے گزارا کرتا ہے۔

۱۔ سنبھا کی گرفتاری کا سال بتیسواں سال جلوس عالم‌گیری ہے۔ دیکھیے سرکار، جلد چہارم، ص ۳۹۸-۴۰۴۔ (پ)

۱۸۲

مختار خاں قمر الدین

شمس الدین مختار خاں کا لڑکا ہے ۔ اکیسویں سال جلوس عالم گیری میں اسے خان کا خطاب ملا ۔ اس کے بعد وہ قراول بیگی کی خدمت پر فائز ہوا ۔ چونکہ اس کا باپ احمد آباد گجرات کا صوبے دار تھا اس لیے وہ اپنے باپ کی نعیناتی میں مقرر ہوا ۔ باپ کے انتقال کے بعد بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا ۔ اس کو مختار خاں کا خطاب ملا اور گھوڑوں کے اصطبل کا داروغہ مقرر ہوا ۔

انتیسویں سال جلوس عالم گیری میں اسے ترکش اور کمان مرحمت ہوئے اور وہ ہونگی کے تھانے [۶۵۵] پر روانہ ہوا کہ جو بیجا پور کے محالات میں سے تھا، اور وہاں سے بیجا پور کے محاصرے پر متعین ہوا ۔ جب تیسویں سال جلوس عالم گیری میں بیجا پور کی فتح کے بعد بادشاہ شولا پور میں آیا تو ۱۵ محرم ۱۰۹۸ھ (۲۱ نومبر ۱۶۸۶ء) کو شہزادہ شاہ عالی جاہ محمد اعظم شاہ کے بڑے لڑکے شاہزادہ محمد بیدار بخت کی شادی خان مذکور (مختار خاں قمر الدین) کی لڑکی کے ساتھ ہوئی اور ا ے عفت مآب خاتون کو پوتی بیگم کا خطاب ملا ۔ ستیسویں سال جلوس عالم گیری میں خان مذکور (مختار خاں قمرالدین) میر آتش مقرر ہوا ۔ اس کے بعد وہ کنک گیری اور رائے باغ کے مفسدوں کی تنبیہ و تادیب کے لیے مقرر ہوا ۔ سینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ پھر میر آتش مقرر ہوا اور اڑتیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ فدائی خاں کوکہ کے بجائے اکبر آباد کا صوبے دار مقرر ہوا ۔

اکتالیسویں سال جلوس عالم گیری کے آخر میں وہ آگرہ کی حکومت سے معزول ہوا اور صوبۂ مالوہ کے بند و بست پر مقرر ہوا ۔ پینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ دوبارہ آگرہ کا صوبے دار مقرر ہوا ۔ خان مذکور تین ہزاری منصب دار تھا ۔ کسی قصور کی وجہ سے اس کے منصب میں پانسو کی کمی ہو گئی اور وہ کم کیے ہوئے منصب پر بحال رہا [۶۵۶]

انچاسویں سال جلوس عالم گیری میں فتنہ پرداز راجہ رام جاٹ کے تعلقہ سنسنی کی فتح کے سلسلے میں اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا اور وہ تین ہزار اور پانسو کے منصب پر فائز ہوا - (سنسنی کی فتح) ۲ رجب ۱۱۱۷ھ (۹ اکتوبر ۱۷۰۵ء) کو دوبارہ ہوئی تھی -

جب کارکنان قضا و قدر کسی کی خیر خواہی کے ساعی ہوں تو اس کی مخالفت کی تمہیدات کس طرح کامیاب ہو سکتی ہیں ؟ جو کچھ اس کی خرابی کے لیے سوچا جاتا ہے وہی چیز صاحب اقبال کے لیے مددگار ہو جاتی ہے - تفصیل یہ ہے کہ شاہزادہ محمد اعظم شاہ غرور اور شجاعت کی وجہ سے اپنے بڑے بھائی شاہ عالم بہادر کی کوئی وقعت نہیں سمجھتا تھا - جب شاہ عالم کے دوسرے لڑکے محمد عظیم نے بنگالہ و بہار میں جا کر استقلال حاصل کر لیا اور خزانہ و جمعیت کا مالک ہو گیا تو (اعظم شاہ) اس کی بربادی کے درپے ہوا -

جب عالم گیر بادشاہ کے آخر زمانے میں محمد اعظم شاہ احمد آباد سے احمد نگر آیا کہ جہاں بادشاہ قیام پذیر تھا تو اس نے محمد عظیم کے متعلق بادشاہ سے کچھ ایسی بات کہی کہ اس کی طلبی کا فرمان صادر ہوا اور اس پر گرز بردار مقرر ہو گئے - اس نے یہ سوچا کہ محمد عظیم کا آنا اس کی جان کے لیے بلائے عظیم ہوگا - چنانچہ جب محمد عظیم شاہزادپور کے قریب پہنچا تو اس کو عالم گیر بادشاہ کے انتقال کی خبر ملی - وہ فوج کے جمع کرنے، [۷۵۶] اس اطراف کے فوج داروں اور اس نواح کے تھانے داروں کی دل دہی میں مصروف ہوا اور بیس ہزار فوج لے کر بہت جلد اکبر آباد پہنچ گیا - وہاں کے ناظم مختار خاں کو قید کرکے اس کے تمام مال و متاع پر قبضہ کر لیا - اسی تیزی سے مستقر الخلافہ (آگرہ) پہنچ جانا کہ جو ملک کا وسط اور سلطنت کا پایۂ تخت تھا اور جہاں اکبر بادشاہ کے زمانے سے خزانے اور جواہرات جمع ہو رہے تھے ، بہادر شاہ کی تخت نشینی کی طرف پہلا قدم تھا اور اب (بہادر شاہ کی جماعت کی ہمت) سو گنا بڑھ گئی :

مصرع

عدو شود سبب خیر چوں خدا خواہد

ظاہر ہے کہ اگر عظیم الشان پٹنہ کی مملکت میں ہوتا تو اتنی جلدی کس طرح پہنچ جاتا ۔

اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اعظم شاہ نے اپنے پدر بزرگوار (عالم گیر) کے انتقال کے بعد چاہا کہ بیدار بخت کو لکھے کہ جو مالوہ سے گجرات آ گیا تھا کہ تم مالوہ اور گجرات کی فوجوں کو لے کر یلغار کر کے آگرہ کی طرف متوجہ ہو اور مختار خاں کے ساتھ مل کر ، کہ جو اس کا خسر ہوتا تھا ، فوج کے جمع کرنے اور جنگ و پیکار کے سامان کی فراہمی کی کوشش کرو ۔ کہتے ہیں کہ صوبیدار ابراہیم خاں کہ جو نیا نیا گجرات آیا تھا اور اپنے کو اعظم شاہی سمجھتا تھا ، انتظار میں تھا کہ اگر بیدار بخت کی رفاقت کا حکم ہو تو فوج آراستہ کرکے روانہ ہو جائے ۔ جب اعظم شاہ کے دوسرے لڑکے والا جاہ کو [۶۵۸] باپ (اعظم شاہ) کا ارادہ معلوم ہوا تو اس نے ہم رتبہ ہونے کی دشمنی کی وجہ سے کہ کہیں بڑا بھائی صاحب جمعیت و حیثیت نہ ہو جائے ، باپ (اعظم شاہ) کے درباریوں اور مشیروں سے سازش کی اور بادشاہ کے حضور میں یہ بات پیش کی کہ شہزادے (بیدار بخت) کو پہلے سے (آگرہ) بھیج دینا حزم و احتیاط کے خلاف ہے ۔ کیونکہ دنیا کی دولت آدمی کے غرور کو بڑھا دیتی ہے اور پھر آدمی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے ۔ اگر وہ آگرہ کے خزانوں پر قابض ہو جائے اور دو صوبیداروں (مختار خاں اور ابراہیم خاں) کی مدد سے سرکشی کر بیٹھے تو بہت مصیبت ہو جائے گی کیونکہ گھر کا دشمن باہر والے کے مقابلے میں بہت برا ہوتا ہے ۔ محمد اعظم شاہ ، کہ جس کی قسمت میں سلطنت نہ تھی اور ادبار و نحوست نے اس کو گھیر رکھا تھا ، جو کچھ وہ اپنی بھلائی اور بہبود کے لیے سوچتا تھا اس میں سینکڑوں تباہیاں ہوتی تھیں ۔ اعظم شاہ نے فوراً شاہزادہ بیدار بخت کو لکھا کہ وہ اس طرف آنے کے لیے مالوہ میں ٹھہرا رہے کہ جو دکن کے راستے پر واقع ہے ۔

الحاصل ہندوستان کے تخت سلطنت پر بہادر شاہ جلوہ افروز ہوا ۔ اس کرم گستر بادشاہ کی عنایت و مہربانی سے ہر ادنیٰ و اعلیٰ مستفید ہوا اور

اس کی رحمت و فیض بخشی سے ہر ضرورت مند اور غنی مستفیض ہوا ۔ مختار خاں کے منصب میں نمایاں اضافہ ہوا ۔ وہ عمدہ منصب اور خان عالم بہادر شاہی کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ اکبر آباد کی صوبےداری پر بحال ہوا اور اس کو خانسامانی کی خدمت بھی سپرد ہوئی ۔ اس کا مال و متاع [۶۵۹] اور لونڈی غلام عظیم الشان نے ضبط کر لیے تھے ، وہ اس کو بحال ہو گئے ۔

کہتے ہیں کہ اس کے مال و متاع کی واپسی کے حکم سے پہلے کی یہ بات ہے کہ جشن کے روز وہ (مختار خاں قمرالدین) سفید لباس پہن کر دربار میں حاضر ہوا ۔ شاہ عالم تمام حوصلے اور تحمل کے باوجود کبیدہ خاطر ہوا اور اس نے خانخاناں منعم خاں سے فرمایا کہ جو مختار خاں کی طرف ہے ، اس کو ہماری سلطنت سے کیا خوشی ہوگی ۔ خانخاناں نے مشارٌ الیہ (مختار خاں) سے کہا کہ جشن کے دن اس لباس کی کیا مناسبت تھی ۔ خاں مذکور نے بتایا کہ افلاس کی وجہ سے یہ بات ہوئی ۔ خانخاناں نے اپنے پاس سے نقد اور سامان بھجوایا ۔

مختار خاں بعض چیزوں[1] کے ساتھ متہم تھا ۔ ہجو گو نعمت خاں نے اس شعر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے :

شعر

ہیچ کس در خانۂ مختار خاں بےکار نیست
ہر کرا دیدیم آں جا فاعل مختار بود

۱۸۳

مرزا یار علی بیگ

وہ ایمان دار اور اچھا آدمی تھا ۔ رشوت مطلق نہیں لیتا تھا۔ اسی وجہ سے بادشاہ کا منظور نظر اور اس کے حضور میں صاحب اعتبار تھا ۔ شروع

۱۔ متن میں ''حیزہا'' چھپا ہے ہمارے خیال سے ''چیزہا'' ہوگا ۔ (ق)

میں [۶۶۰] روح‌اللہ خان بخشی کا پیش کار تھا اور درشتی و سخت‌گیری کے لیے مشہور تھا ۔ اس کے بعد وہ ڈاک کی داروغگی پر سرفراز ہوا ۔ وہ اللہ کی مخلوق کی کاربرآری میں کوشش کرتا تھا ۔ بیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ چار سو ذات اور چالیس سوار کے منصب تک[1] پہنچا ۔ اکتیسویں سال جلوس میں پندرہ سوار کا اور اضافہ ہوا[2] ۔

بادشاہ ہر چند چاہتا تھا کہ اس کے منصب میں اضافہ کرے مگر وہ قبول نہیں کرتا تھا ۔ وہ بادشاہ کے حضور میں گفتگو کرنے میں بہت گستاخ تھا ۔ کہتے ہیں کہ اس نے ایک خوب صورت لڑکے کو منصب کے لیے پیش کیا ۔ بادشاہ نے فرمایا کہ کم عمر ہے ۔ اس نے عرض کیا کہ جب تک اس کو جاگیر ملے گی ادھڑ ہو جائے گا اور ادھیڑ اہل ہند کی زبان میں اس شخص سے مراد ہے کہ جس کی عمر ڈھلنی سروع ہو جائے ۔

یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن اس کو بادشاہ کے حضور سے کھانا مرحمت ہوا ۔ جب وہ بادشاہ کی خدمت میں آیا تو وہ بھول گیا ۔ بادشاہ نے اس (کھانے) کا مزہ دریافت کیا ، وہ متنبہ ہوا ۔ اس کے بعد وہ چار تسلیمات الوش (کھانے) کے عنایت ہونے کی اور چار تسلیمات اور بجا لایا کہ وہ بطور سجدۂ سہو تھیں ۔

یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ایک شرعی مقدمے میں کسی تورانی کے گواہی دینے کے سلسلے میں اس نے عرض کیا کہ وہ تورانی ہے ، اس کی شہادت کا کیا اعتبار ہے ، اور یہ خیال نہیں کیا کہ بادشاہ (عالم‌گیر) خود تورانی ہے[3] ۔

جب گولکنڈہ کے محاصرے میں غلہ کی نایابی اور قحط پڑ گیا تو اس کی ایمان داری کی وجہ سے بادشاہ نے چاہا کہ اس کو رسد کا داروغہ مقرر

۱- مآثر عالم گیری ، ص ۲۸۳ -

۲- مآثر عالم گیری ، ص ۳۰۳ -

۳- خافی خاں ، جلد دوم ، ص ۳۷۸-۳۷۹ -

کرے ، اس نے بد نامی کے خوف سے انکار کر دیا ۔ چوں کہ اعظم شاہ اس کے طرز عمل سے ناراض تھا ، اس لیے اس نے عرض کیا [۶۶۱] کہ کسی پاجی کو کیا طاقت ہے کہ بادشاہ کے حکم سے انکار کرے ۔ چوں کہ بادشاہ بھی اس بات سے کبیدہ خاطر ہوا تھا ، اس لیے اس نے حکم دیا کہ یار علی بیگ کو مارتے ہوئے دیوان خانے سے باہر لے آئیں ۔ عالم گیر کے انتقال کے بعد وہ محمد اعظم شاہ سے اجازت لے کر مکہ معظمہ گیا ، اور تیسرے سال جلوس بہادر شاہی میں بیت اللہ (مکہ معظمہ) سے واپس آ کر بادشاہ کے حضور میں پہنچا ، اسی سال ۱۱۲۱ھ (۱۷۰۹ء) میں فوت ہوگیا۔

۱۸۳

میر احمد خان

خواجہ عبدالرحیم خان بیوتات کا داماد ہے[1] ۔ ایمان دار ، نیک اور سپاہی وضع آدمی تھا ۔ عالم گیری دور میں وہ شاہ عالی جاہ محمد اعظم شاہ کی فوج کا واقعہ نویس اور بخشی مقرر ہوا کہ جو اس زمانے میں صوبہ گجرات کا ناظم تھا ۔ وہ درستی و سخت گیری میں مشہور تھا کیوں کہ راستی اور درستی کے لیے (دونوں چیزیں) ضروری ہیں ۔ اس نے بادشاہزادہ (اعظم شاہ) کو اس کام میں راضی اور متفق رکھا ، اگرچہ شاہزادہ اکثر ارباب تحریر سے ناراض اور کبیدہ خاطر رہتا تھا ۔ اس کے بعد وہ محمد بیدار بخت کی فوج کا دیوان مقرر ہوا ۔ اڑتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ دیوان کی بجائے شہزادے کی نیابت میں خاندیس کا (نائب) صوبے دار مقرر ہوا ۔

جس زمانے میں کہ شاہ عالم کام بخش کی جنگ سے [۶۶۲] فارغ ہو کر واپس لوٹا اور برہان پور کے شہر میں مقیم ہوا تو اس نے چاہا کہ کچھ دنوں کرارہ کے رمنے میں شکار کیا جائے کہ جو ایک دل کشا سیرگاہ

۱- خافی خان (جلد دوم ، ص ۳۸۱) میں ان کو بھائی کہا گیا ہے - (پ)

اور مسرت افزا شکار گاہ ہے ۔ وہ برہان پور سے تین کوس کے فاصلے پر ایک دیہات ہے اور وہاں بے مثال آب مصفا کی ایک ندی بہتی ہے ۔ پہلے زمانے میں اس ندی پر کرارہ کے مقابل ایک بند باندھا گیا ۔ وہ سو گز چوڑا اور دو گز اونچا ہے اور اس کے اوپر سے ایک آبشار گرتا ہے ۔ شاہجہان بادشاہ کے حکم سے کہ جو شاہزادگی کے زمانے میں دکن کی مہمات کے انتظام کے لیے وہاں مقیم تھا ، پہلے بند سے آگے اسی گز کے فاصلے پر ایک اور بند باندھا گیا اور دونوں بندوں کے درمیان ایک حوض سو گز لمبا اور اسی گز چوڑا تعمیر ہوا ۔ دوسرا آبشار اس (دوسرے) بند سے گرتا ہے ۔ اس کے دونوں طرف عمارتیں بنی ہوئی ہیں اور اس کے قریب ایک باغیچہ ہے ۔

جب راجپوتوں کی شورش اور سکھوں کے فساد کی خبر ملی تو بغیر کسی تساہل و تاخیر کے (بہادرشاہ نے) اوائل شعبان ۱۱۲۱ھ (ستمبر ۱۷۰۹ء) میں کوچ کر دیا اور خان مذکور (میر احمد خان) کو اس شہر (برہان پور) کی حفاظت پر مقرر کیا ۔ اتفاق سے چوتھے سال جلوس بہادر شاہی میں مرہٹہ سرداروں میں کسی سردار کی ایک عورت تلسی بائی نے زبردست فوج کے ساتھ حملہ کر دیا [۶۶۳] ۔ اس نے قصبہ راویر کی تاراجی و غارتگری کے بعد کہ جو برہان پور سے سات کوس کے فاصلے پر ہے ، قلعہ دار (میر احمد خان) کو گھیر لیا کہ جو میدان میں لڑنے اور مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اور محصور ہو گیا تھا ۔ چوں کہ قلعہ زیادہ مضبوط نہیں تھا اور قریب تھا کہ وہ گرفتار ہو جائے ۔ خان مذکور (میر احمد خان) نے غیرت و حمیت کی بنا پر شہادت کو پسند نہیں کیا اور اس لڑنے والی عورت کے مقابلے سے ہٹ گیا : مصرع

چہ مردی بود کز زنی کم بود

وہ وقار کو قائم نہ رکھ سکا ۔ لشکر کو جمع کرنے اور ساز و سامان کو درست کرنے کی بجائے بہادر پورہ چلا گیا اور ٹھہر گیا ۔ اس نے سپاہیوں اور نقیبوں کو متعینہ منصب داروں اور اہل خدمت کے طلب کرنے کے لیے بھیجا ۔ اگرچہ لوگ اس کے تشدد اور بد مزاجی کی وجہ سے اس سے آشفتہ خاطر

تھے ، مگر انھوں نے اپنے ذاتی تحفظ پر پاس آبرو کو ترجیح دی ۔ زبردستی اور جبر سے آدمیوں کو جمع کیا گیا ۔ ان میں سے اکثر پیدل اور گاڑی بان تھے ۔ خان مذکور (میر احمد خاں) نے دوسرے دن کہ سات سو سواروں سے زیادہ نہیں تھے[1] ، میمنے اور میسرے کو درست کیا اور چل پڑا ۔ راستے میں دونوں فریقوں کی مڈ بھیڑ ہو گئی ۔ ہر چند سردار (میر احمد خاں) کے پوتے اور رشتہ‌دار مرنے کے لیے تیار ہوگئے اور انھوں نے تیروں اور تلواروں سے بہت سوں کو ختم کر دیا [۶۶۴] ۔ مگر دشمنوں نے لمبے لمبے نیزوں کی مار سے اکثر مجاہدوں کو زخمی کر دیا اور ان کو مار ڈالا ۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ بندوق کی گولی کے دو زخم سردار (میر احمد خاں) کی پنڈلی میں لگے ۔ اسی دوران میں جامود کا فوج دار شیخ اسماعیل ظفر مند خان مدد لےکر پہنچ گیا کہ اس کے پاس بہت اچھی فوج تھی ۔ اس نے دشمن کو پسپا کر دیا اور راویر کے قلعے کے چاروں طرف اسلام کی موج پھیل گئی ۔ دو دن اور رات تک تیر و بندوق کی لڑائی ہوتی رہی ۔ جب دشمنوں نے سمجھ لیا کہ بہادروں کے قدم نہیں ڈگمگائیں گے تو وہ شہر کی طرف بھاگ گئے ۔ اگرچہ قاضی (سہر) نے شہر کے ممتاز لوگوں کی مدد سے شہر کی حفاظت کی کوشش کی ، لیکن شہر کا نواحی علاقہ لوٹ اور غارت گری سے برباد ہو گیا ۔

ماہ صفر کی دسویں رات کو خان مذکور (میر احمد خاں) نے شب خون مارنے کا ارادہ کیا اور قلعہ راویر کے پاس سے چلا ۔ اگرچہ بعض تجربہ‌کاروں نے از روئے خیر خواہی اس سے کہا کہ رات میں چلنا مناسب نہیں ہے ۔ اس نے نہیں سنا ۔ جب وہ شہر کے نزدیک پہنچا ۔ دو ان گم راہوں کو معلوم ہو گیا ۔ انھوں نے راستہ روک لیا اور لڑائی شروع ہو گئی ۔ دونوں طرف سے بہادروں نے بہادری اور دلاوری دکھائی ۔ میر احمد خاں ، اپنی اولاد ، اقربا اور دو تہائی لشکر کے ساتھ مارا گیا ۔ ظفر مند خاں ہوا سے تھی

---

[1] ۔ یہ لڑائی ۹ محرم ۱۱۲۲ھ (۲۷ فروری ۱۷۱۰ء) کو ہوئی ۔ ایلیٹ جلد ہفتم ، ص ۴۲۲ ۔ (پ)

یز بھاگا ۔ اس حالت میں کہ ہوا تو[۶۶۵] پیچھے رہ گئی اور وہ شہر میں داخل ہو گیا ۔ اس کے ساتھ اس کا شہید ہونے والا لڑکا اور کچھ اور آدمی تھے ۔ باقی ماندہ آدمیوں میں سے کچھ زخمی ہو گئے اور کچھ قید ہو گئے ۔

خان مذکور (میر احمد خاں) کے دو لڑکے زندہ رہے ۔ ایک میر سید محمد تھا کہ جو درویشانہ زندگی بسر کرتا تھا اور اس (درویشی) میں بہت اعتقاد رکھتا تھا ۔ دوسرا میر محامد ہے کہ جس کو باپ کا خطاب ملا ۔ اس کا حال اس کتاب میں علیحدہ لکھا گیا ہے ۔

۱۸۵

محمد اسلم خاں

میر زاہد ہروی کا لڑکا ہے کہ جس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے[۱] ۔ وہ عہد عالم گیری میں سن تمیز کو پہنچا اور اسے مناسب منصب اور خان کا خطاب ملا ۔ مدتوں صوبۂ کابل کی دیوانی پر سرفراز رہا اور پھر شاہ عالم (کی سرکار کی) دیوانی بھی اس کو مل گئی ۔ اڑتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ ان کاموں سے فارغ ہوا اور سید مبارک خان کی بجائے لاہور کی دیوانی پر فائز ہوا[۲] ۔ پچاسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ مذکورہ خدمت سے علیحدہ[۳] ہوا ۔ کچھ دنوں وہ لاہور کی حفاظت پر مقرر ہوا ۔ بہادر شاہ اول کے زمانے میں وہیں اس کا انتقال ہو گیا ۔

جب اس کے لڑکے محمد اکبر اور محمد اعظم بادشاہی ملازمت میں آئے

۱- ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد سوم (اُردو ترجمہ) ، ص ۸۰-۸۳ - (ق)
۲- ملاحظہ ہو مآثر عالم گیری ، ص ۴۸۲ - (ق)
۳- متن میں اکتالیسواں سال جلوس عالم گیری تحریر ہے ، جو غلط ہے - ملاحظہ ہو مآثر عالمگیری ، ص ۵۱۳ - (پ)

تو شاہزادوں کے نام کی رعایت کی وجہ سے ان کا نام بدل دیا گیا [۶۶۶] ۔ اور محمد اکرم اور محمد اصغر ناموں سے موسوم ہوئے ۔ پہلے (محمد اکرم) کو خان کا خطاب ملا اور ہندوستان (شمالی) ہی میں وہ فوت ہو گیا ۔

دوسرے (محمد اصغر) کو باپ کا خطاب ملا اور نادر شاہ کے ہنگامے کے بعد وہ نظام‌الملک آصف جاہ کے ہمراہ دکن چلا آیا ۔ کچھ دنوں وہاں کے صوبوں کی دیوانی پر فائز رہا اور اس کے بعد میر آتش کی خدمت پر مقرر ہوا ۔ صلابت جنگ کی عمل داری میں اسے دکن کی بخشی گری کا عہدہ ملا ۔ اس کے بعد اس کو حشمت جنگ بہادر کا خطاب ملا اور وہ برہان پور کی حفاظت پر مقرر ہوا ۔ نظام‌الدولہ آصف جاہ کی عمل داری میں اس کے خطاب میں 'ضیاءالدولہ' کے لفظ کا اضافہ ہوا ۔ اس تالیف سے چند سال پہلے اس کا انتقال ہو گیا ۔ چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار تک کے منصب تک پہنچ گیا تھا ۔ اس کی اولاد موجود ہے ۔

۱۸۶

منعم خان خان خاناں بہادر شاہی

اس کا باپ سلطان بیگ برلاس قوم سے ہے ۔ اکبرآباد کی کوتوالی سے متعلق کسی خدمت پر مقرر تھا ۔ بادشاہی کام کے سلسلے میں وہ کشمیر بھی گیا ۔ اس (باپ) کے مرنے کے بعد محمد منعم تلاش روزگار میں دکن پہنچا ، اور اپنی لیاقت اور کارگزاری کی وجہ سے روح‌اللہ خان میر بخشی کے ساتھ بادشاہی لشکر میں ملازم ہو گیا ۔ بخشی الملک (روح‌اللہ خان) نے اس کے لیے منصب حاصل کیا اور اپنی مہر اس کے حوالے کر دی [۶۶۷] اس کے بعد اپنی قسمت کی یاوری اور نصیبے کی مدد سے ترقی کر کے بادشاہ عالم گیر کے حضور میں روشناس ہو گیا اور متفرق خدمات انجام دینے لگا ۔ چونتیسویں سال جلوس عالم گیری میں میر عبدالکریم ملتفت خان کی بجائے وہ ہفت چوکی کا امین مقرر ہوا[1] ۔

۱۔ مآثر عالم گیری ، ص ۳۳۸ ۔

چھیالیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ فیل خانے کا داروغہ مقرر ہوا ۔ چوں کہ وہ کھیلنا کی مہم میں محمد امین خاں بہادر کی مدد کو نہ پہنچ سکا ، اور اس نے تساہل برتا اس لیے اس کے منصب میں کمی ہو گئی اور جاگیر بھی چھین لی گئی ۔ اس کے بعد وہ اسلم خاں کی بجائے سب سے بڑے شاہزادے محمد معظم (کی سرکار کی) دیوانی پر مقرر ہوا اور کابل کی دیوانی بھی اسے ملی ۔ حسن اخلاص اور اچھی خدمت گزاری کی وجہ سے اس پر بادشاہزادے کی عنایات ہوئیں اور انچاسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ شاہزادے کے وکیل کی حیثیت سے پنجاب کی صوبے داری پر نامزد ہوا ۔ شاہزادے کی تجویز سے نیابت کے ساتھ خان مشارٌ الیہ (منعم خاں) کو جموں کی فوج داری اصالتاً ملی ، اور ایک ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب ملا ۔ اس نے اپنی صائب رائے اور مردانگی سے اس صوبے کے سرکشوں اور باغیوں کو مطیع و منقاد بنا لیا اور اس نے عدل و انصاف سے کام کیے ۔

چوں کہ مدبر اور تجربہ کار آدمی تھا ، شاہزادہ (محمد معظم) کی دولت خواہی پر کمر بستہ رہتا تھا ۔ اس نے انقلاب زمانہ کی آواز کو سنا اور پوشیدہ طور سے شاہزادے (محمد معظم) کی سلطنت کا ڈول ڈالنے لگا ۔ نیرنگیٔ تقدیر سے [۶۶۸] ۲۵ ذی‌الحجہ ۱۱۱۸ھ (۱۹ مارچ ۱۷۰۷ء) کو منعم خاں کو عالم گیر کے انتقال کی خبر ملی[1] ۔ جب ۲ صفر ۱۱۱۸ھ (۲۴ اپریل ۱۷۰۷ء) کو شاہزادہ پشاور سے کہ جو کابل کے لیے موسم سرما کا سٹیشن ہے ، دارالسلطنت لاہور پہنچا تو منعم خاں نے تقریباً پانچ ہزار سوار اور ایک اچھا توپ خانہ فراہم کیا اور سلطنت کے ساز و سامان کے ساتھ شاہ دولہ کے پل سے اس طرف شاہزادے کے حضور میں حاضر ہوا ۔ سرہند پہنچنے تک اسے چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ، خان زماں کا

۱۔ خافی خاں جلد دوم (ص ۵۷۳) سے مقتبس ہے ، لیکن اس میں تاریخ ۲۷ ذی‌الحجہ ہے ۔ متن میں ۱۰۱۸ھ بدیہی طور سے غلط ہے ۱۱۱۸ھ ہونا چاہیے ۔ (پ)

خطاب اور طوغ (علم) و نقارہ مرحمت ہوا ۔ مستقرالخلافہ (آگرہ) پہنچنے پر اس کی کوشش اور کارگزاری سے شاہزادے کی فوج کے علاوہ پچاس ہزار سوار بادشاہی جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے اور اسی قدر شاہزادے کی فوج تھی ۔ اسے پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب ملا اور اس کے خطاب میں 'بہادر ظفر جنگ' کا اضافہ ہوا ۔ محمد اعظم شاہ کی جنگ میں وہ بہادری اور جاں فشانی کے اعتبار سے شریک غالب تھا ۔

مختصر بیان یہ ہے کہ جب محمد اعظم شاہ اپنے سامان اور خاندان کو اپنی حقیقی بہن زینت‌النساء بیگم اور جملۃ‌الملک اسد خاں کے ہمراہ گوالیار میں چھوڑ کر آگے بڑھا تو بہادر شاہ اول نے کہ جو بہت حلیم اور خدا ترس تھا ، مسلمانوں کے خون کے بہانے سے احتراز ضروری سمجھا اور اپنے بھائی (اعظم شاہ) کو لکھا کہ :

''باپ کی وصیت کے مطابق [۶۶۹] دکن سے مالوہ و گجرات تمھارا ملک ہے اور (شمالی) ہندوستان ہمارا ہے ۔ مروت کے تقاضے کی بنا پر بیجا پور کے ساتھ تلنگانہ کو بھی کام بخش کو دے دو کہ چھوٹا بھائی مثل بیٹے کے ہوتا ہے اور ہم اپنے حصے میں سے تمھارا حصہ بڑھا دیں گے ۔ تو یہ بہترین تقسیم ہے ۔ اور اگر اس بات کو تم پسند نہیں کرتے ہو تو کیا ضروری ہے کہ نفسانی غرض کے لیے ملک فانی کے واسطے جنگ کریں اور دنیا کا جان و مال تلف ہو ، ہم اور تم تنہا میدان میں آ جائیں ۔

ع تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد

اس صورت میں تمھارا فائدہ ہے کہ تم اپنی تلوار کے مقابلے میں کسی دوسرے کو نظر میں نہیں لاتے ہو ۔''

بعض ثقہ حضرات کا یہ خیال ہے کہ بہادر شاہ کو اس وصیت کی اطلاع نہ تھی ، لیکن عالم گیر بادشاہ نے آخر زمانے میں اس کو ایک فرمان لکھا اور اس کے لفافے پر خاص اپنے قلم سے تحریر کیا ''السلام علیک یا والی الہند'' اور اسی کے ساتھ اس کو منسلک کیا ۔

بہر تقدیر جب یہ پیغام محمد اعظم ساہ کے پاس پہچا تو اس نے لکھا کہ یہ تقسیم منظور نہیں ہے اور دوسری تقسیم (تجویز کی) کہ جو عدل اور برابری سے بعید تھی -

بیت

از فرس خانہ تا بلب بام از آن من
از بام خانہ تا بثریا از آن تو

والا معاملہ تھا - اور اس کے بعد سفیر سے نکڑ کر کہا کہ اس بد حواس بوڑھے نے [۶۰۷] شیخ سعدی کی گلستان بھی نہیں پڑھی ہے کہ دو بادشاہ ایک ملک میں نہیں رہ سکتے ہیں -

بیت

چو فردا بر آید بلند آفتاب
من و گرز و میدان افراسیاب

۱۸ ربیع الاول (۸ جون ۱۷۰۷ء) کو اکبرآباد سے دس کوس جاجو کے پاس دونوں فریقوں کی مڈ بھیڑ ہوئی - خان زماں ایک زبردست فوج کے ساتھ دوسرے شاہزادوں کو لے کر ایسے وقت پہنچا کہ جب بیدار بخت نے محمد عظیم الشان کو تین طرف سے گھیر رکھا تھا - سخت لڑائی اور زور دار مقابلے ہونے - اگرچہ توپ کا ایک گولہ بغل کے نیچے سیدھے پہلو میں لگا تھا اور پہلو کی ہڈیاں تو ثابت رہیں لیکن پیٹھ کی طرف سے ایک جانب کا گوشت اور کھال بالکل اڑ گئی - اس نے لڑائی سے منہ نہیں موڑا اور ایسا استقلال دکھایا کہ محمد اعظم مع اپنے دونوں لڑکوں بیدار بخت اور والا جاہ کے مارا گیا - 'ہائے محمد اعظم' اس کی تاریخ ہے (۱۱۱۹ھ) - اس ہنگامے میں خان زماں نے اعظم شاہ کے اہل و عیال اور مال و منال کو جمع کیا - آدھی رات کو (بہادر شاہ کے) حضور میں پہنچ گیا اور اس قبیح زخم کی وجہ اسے غش آ گیا -

اسی مہینے کی ۲۹ تاریخ (۱۹ جون) کو اسے 'خان خاناں بہادر

ظفر جنگ' کا خطاب اور ساب [۱۷۲۱] ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کا منصب اور وزارت کا جلیل‌القدر کام اس کے سپرد ہوا اور بادشاہ کے حضور سے ایک کروڑ روپیہ نقد اور ایک کروڑ روپے کا ساز و سامان مرحمت ہوا۔ سلطنت تیموریہ کے آغاز سے کسی امیر کو اتنا بڑا عطیہ نہیں ملا تھا۔ ۱۰ ربیع‌الآخر (۳۰ جون) کو بادشاہ دہر آرا باغ میں اس کی عیادت کے لیے گیا اور اس پر عنایت و نوازش فرمائی کہ (اس) زخم کی وجہ سے وہ صاحب فراش تھا اور یہ فتح اسی صاحب سیف و قلم (منعم خان خانان) کی اصابت رائے اور تلوار کی طاقت کی وجہ سے عمل میں آئی تھی۔ اس نے تقریباً دس لاکھ روپے کی پیش‌کش بادشاہ کے حضور میں گزرانی تھی جس میں تقریباً ایک لاکھ روپے کی پیش‌کش قبول ہوئی۔ ۸ جمادی‌الاولیٰ (۲۷ جولائی) کو اسے وزارت اور اکبر آباد کی صوبے داری ملی۔ تیسرے سال جلوس بہادر شاہی میں اسے بادشاہ کے حضور میں نوبت بجانے کی اجازت مرحمت ہوئی۔

چوتھے سال جلوس بہادر شاہی میں بہادر شاہ اول نے بد انجام گرو (بندا بیراگی) کے استیصال کے ارادے سے جا کر شاہ دھورا (سادھورا) میں مقیم ہوا اور خانخاناں کو بادشاہزادہ محمد رفیع‌الشان کی سرداری میں اس (گرو) پر متعین کیا۔ وہ بدکار میدان جنگ سے دشوار گزار مقام پر جا کر محصور ہو گیا کہ جس کا نام لوہ گڑھ تھا'۔ بادشاہی فوجوں نے تعاقب سے منہ نہیں موڑا اور اس قلعے (لوہ گڑھ) کے محاصرے میں مشغول ہو گئے۔ اس عاقبت خراب (گرو بندا بیراگی) کے پیرو اور فدائی (سکھ) جان فشانی کو [۱۷۲۲] آواگون کے اعتقاد کی وجہ سے حیات ابدی سمجھتے تھے، وہ بڑے شوق و رغبت سے (قلعے سے) نکل کر مور چالوں پر حملہ آور ہوتے تھے اور دوسروں کو مار کر مر جاتے تھے۔ جب رسد ختم ہو گئی تو ایک تنباکو فروش کھتری نے کہ جس کا نام گلابا تھا، اس گمراہ باغی (گرو) کے لیے اپنے کو بطور فدیہ پیش کیا اور فاخرہ لباس پہن کر اس کی جگہ بیٹھ گیا۔ گرو (بندا بیراگی) نے ایک جماعت کے ساتھ بادشاہی مورچال پر

۱۔ ملاحظہ ہو خافی خاں، جلد دوم، ص ۱۷۲۱۔

حملہ کیا اور برفی راجا کے ملک (ناہن) میں چلا گیا کہ جو قریب ہی تھا ۔ جب بادشاہی فوج نے اس مقام (لوہ گڑھ) کو فتح کر لیا تو انھوں نے گلابا کو شان و شوکت کے ساتھ دیکھ کر خیال کیا کہ یہ گرو ہے اور اس کو قید کر کے خانخاناں کے پاس لے آئے ۔ خانخاناں نے نہایت عجلت کے ساتھ یہ خوش خبری بادشاہ کو پہنچائی ۔ وہ تحسین و آفریں کا مستحق ٹھہرا ۔ نوبت بجنے اور دیوان عام کی تیاری کا حکم ہوا اور بادشاہ نے فرمایا کہ سیخ دار لوہے کا پنجرہ فوراً تیار کیا جائے ۔

جب تحقیقات ہوئی تو حقیقت کھلی کہ باز اڑ گیا اور الو جال میں پھنس گیا ۔ خانخاناں کو شرمندگی ہوئی ۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو تنبیہ کی اور کہا کہ سب پیدل ہو جائیں اور راجا برفی کے پہاڑی (علاقے) میں گھس پڑیں ۔ یا تو گرو کو گرفتار کر کے لائیں یا راجا کو پکڑ کر لائیں ۔ اس نے راجا کو بھی لکھا کہ وہ اپنی بھلائی اس مکار (گرو بندا بیراگی) کے گرفتار کرانے میں سمجھے ۔

کہتے ہیں کہ ذوالفقار خاں کے ہرکاروں نے خان مذکور (ذوالفقار خاں) کے اشارے سے کہ وہ خانخاناں کے ساتھ [۶۷۳] ہمسری کی وجہ سے عداوت رکھتا تھا ، کوہستان سے شاہی لشکر تک مشہور کر دیا کہ گرو گرفتار ہوگیا ۔ خانخاناں کے ہرکاروں نے ہم جنس ہونے کی وجہ سے ان کی بات کا اعتبار کر لیا اور متواتر اس خبر کو پہنچایا ۔ اس نے بادشاہ سے عرض کیا ۔ ذوالفقار خاں نے کہا کہ شاید یہ بات (گرو کی گرفتاری) صحیح نہ ہو ۔ جب اس کی تحقیقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ بات جھوٹ تھی ۔ اگرچہ راجا کو اسی لوہے کے پنجرے میں دارالخلافہ (دہلی) لا کر قید کر دیا لیکن خان خاناں کو شرمندگی پر شرمندگی ہوئی اور وہ غصے کی وجہ سے بیمار پڑ گیا ۔ دماغی مادہ ڈھلنے اور کان کے راستے بہنے لگا اور اسی زمانے میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

خانخاناں بہت متواضع اور سلوک کرنے والا آدمی تھا ۔ غرور اور گھمنڈ اس کو بالکل نہ تھا ۔ پرانے تعلقات کا خیال رکھتا اور مراتب کا قدر شناس تھا ۔ یہاں تک کہ قدیم تعلقات کی وجہ سے کم منصب والوں

کے ساتھ بھی تعظیم سے پیش آتا تھا ۔ اگرچہ وہ جود و کرم اور اکرام و انعام میں دست کشادہ نہیں تھا لیکن عام طور سے لوگوں کے کام آتا تھا ۔ وزارت کے کاموں کو نیک نامی اور نیک نفسی کے ساتھ بغیر کسی لالچ اور غرض کے انجام دیتا تھا ۔ کچھری کے وقت وہ سپاہیوں کو متعین کر دیتا تھا کہ حاجت مندوں کے کاغذات دستخط کے بغیر دوسرے دن کے لیے نہ رہ جائیں ۔ منصب داروں کے ذمے سے جانوروں کی خوراک کے مصارف کو ہٹانے میں اس نے کوشش کی اور نیا طریقہ جاری کیا ۔ عالم گیر کے زمانے میں یہ طریقہ [۶۷۴] تھا کہ جانوروں کی خوراک منصب داروں کے ذمے ہوتی تھی ۔ ہر چند کہ جاگیر کی آمدنی کی قلت ، ویرانی اور وقفے کی وجہ سے آمدنی کم ہوتا (یہ سب باتیں تھیں) یہاں تک (کہ آمدنی) جانوروں کے نصف اور تہائی خرچ کو کافی نہیں ہوتی تھی تو اس (منصب دار) کی دوسری ضروریات کے مصارف کا کیا ہوتا ہوگا ۔ فیل خانے کے داروغہ ، آختہ بیگی ، اور دوسرے متصدی تشدد کے ساتھ اس (منصب دار) کے وکیل سے خوراک کی رقم طلب کرتے تھے یہاں تک کہ وکلا وکالت سے استعفا دے دیتے تھے ۔ خانخاناں نے مقرر کیا کہ مالگزاری کے تقرر کے وقت جاگیر کی آمدنی میں سے جانوروں کے خرچ کے بقدر منہا کر دیا جائے اور باقی لکھا جائے ۔ چنانچہ اب تک یہی طریقہ چلا آ رہا ہے : ع

نیکواں رفتند و سنتہا بماند

وہ کسبی کمالات کا بھی مالک تھا کہ جس کو قابلیت اور استعداد سے تعبیر کرتے ہیں ۔ وہ شعر کہتا تھا ۔ تصوف کا بھی ذوق رکھتا تھا ۔ اس نے ایک رسالہ 'الہامات منعمی' کے نام سے لکھا تھا ۔ اس کے مطالب کچھ زیادہ عمدہ نہ تھے ۔ بعض نکات کو حسب حال برجستہ اشعار میں بیان کیا جاتا تھا ۔ بعض چرب زبان معترضین نے الحاد کا اور بعض نے دعوی معراج کا اتہام لگایا حالانکہ ان باتوں سے وہ بالکل بری ہے ۔ جس الہام میں کہ بہشت کی سیر اور وہاں سے عرش کے نیچے تک پہنچنے کا بیان کیا ہے اس میں لفظ 'رویا' کا استعمال کیا ہے ۔ [۶۷۵] اس میں کوئی حرج

نہیں ہے - ہاں اگر ہم لفظ الہام کو اولیا کے لیے مخصوص سمجھیں تو بے معنی دعویٰ ہے اور اس سے بے ادبی کا گمان ہوتا ہے -

اگرچہ وہ رفاہ کوش اور کم آزار تھا لیکن اس کو حرص اور لالچ بہت تھا - چاہتا تھا کہ میرا نام دنیا میں ہمیشہ باقی رہے - ہر شہر اور بستی میں اپنے نام سے حویلی، سرا اور کٹرہ بنواتا تھا - جابجا اراضی اور عمارات و سامان کے خریدنے کے لیے روپیہ بھیجتا تھا ناعاقبت اندیش متصدی اس کی خوشامد اور فرمانبرداری میں لوگوں سے ظلم وجور کے ذریعے زمین اور مکان خریدتے تھے - چونکہ ظلم کی بنیاد خرابی پر ہوتی ہے ظاہر ہے اس (ظلم) کی بنیاد پر قائم شدہ عمارت کب دیر تک قائم رہ سکتی ہے - بہت سے نامکمل مکانات اس کے انتقال کے بعد کھنڈر ہو گئے -

کہتے ہیں کہ خانخانان بادشاہی سرکار کے ضبط شدہ مکانات کو بھی خرید لیتا تھا - ایک دن مخلص خان معز بیگ نے دشمنی و عناد کی وجہ سے بادشاہ سے کہا کہ ہندوستان میں بفضل الٰہی ہفت اقلیم (ساری دنیا) کے لوگ موجود ہیں ؛ اگر کوئی اس بات کو کہ ہندوستان کا بادشاہ اپنے نوکر کے ہاتھ زمین فروخت کر ڈالتا ہے ، ایران یا روم کے بادشاہ سے بیان کر دے تو بدنامی ہے - بادشاہ نے بے خبری کی شہرت کے باوجود نہایت ہوش مندانہ جواب دیا کہ مخلص خان ! اس میں ہم کیا برا کرتے ہیں - بیکار اور افتادہ زمین ہم اس کو دے دیتے ہیں - روپیہ خرچ کر کے وہ اس کو درست کرتا ہے - بوڑھا ہو گیا ہے ، کل کو مر جائے گا - پھر (وہ زمین) سرکار میں ضبط ہو جائے گی [۶۷۶] -

اس کا بڑا لڑکا نعیم خان تھا ، جب بہادر شاہ تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا تو اصل و اضافہ کے بعد وہ پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب اور مہابت خان کے خطاب سے سرفراز ہوا اور ایک روایت یہ ہے کہ اس کو مکرم خان خان زمان بہادر کا خطاب ملا اور بخشی گری سوم کی خدمت پر مقرر ہوا -

جب جہاندار شاہ کی حکومت کا زمانہ آیا تو ذوالفقار خان کی دیرینہ عداوت کی وجہ سے وہ (نعیم خان) بادشاہ کے غضب کا شکار ہوا - وہ قید اور

زنجیروں میں ڈالا گیا۔ اس کے بعد جب فرخ سیر کا زمانہ آیا تو حسین علی خاں امیرالامرا پرانے تعلقات اور دوستی کی وجہ سے اس کی فریاد کو پہنچا اور اپنے ہمراہ اس کو دکن لے گیا۔ آخر کار وہ عماد الملک مبارز خاں سے وابستہ ہوگیا۔ اس لڑائی میں کہ جو ۱۱۳۶ھ (۱۷۲۴ع) میں نظام الملک آصف جاہ کے ساتھ ہوئی تھی، وہ موجود تھا۔

اس کا دوسرا لڑکا حسامہ زاد خاں تھا کہ جو بہادر شاہ کے شروع زمانے میں چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔

۱۸۷

مرزا محمد ہاشم

دو واسطوں سے خلیفہ سلطان مشہور کا پوتا اور تین واسطوں سے شاہ عباس ماضی کا نواسا ہے۔ چوتھے سال جلوس بہادر شاہی میں وہ بندر سورت میں مسافرانہ وارد ہوا[1]۔ بہادر شاہ [۶۷۷] کریم الطبع بادشاہ تھا؛ جب اسے (مرزا محمد ہاشم کا آنا) معلوم ہوا تو اس نے قدر شناسی اور مسافرنوازی کی وجہ سے اسے تین ہزار روپے وظیفہ اور ایک سہ‌ہزاری مقرر کر دیا اور اس طرح اس کی ہمت افزائی کی اور گجرات کے ناظم فیروز جنگ کے پاس حکم پہنچا کہ حسب مشارٌ الیہ (مرزا محمد ہاشم) احمد آباد پہنچے تو گجرات کے سابق صوبیدار محمد امین خاں کی طرح وہ بھی اس کی ضروریات کا پورا پورا انتظام کرکے اس کو بادشاہ کے حضور میں اسی طرح بھیجے جیسے کہ عالمگیر بادشاہ کے زمانے میں جب خلیفہ سلطان کا بھائی قوام الدین خاں ایران سے آیا تھا، تو بادشاہ کے حکم کے مطابق اس کی ضروریات کا انتظام (محمد امین خاں نے) کیا تھا۔

۱- مرزا محمد ہاشم کے حالات خافی خاں، جلد دوم، ص ۶۶۳-۶۶۵ و ۶۷۷-۶۸۰ سے ماخوذ ہیں۔ (پ)

فیروز جنگ نے اپنے کم عمر لڑکے کو اس کے استقبال کے لیے بھیجا اور خود بھی چند قدم آگے جا کر ملاقات کی ۔ پندرہ ہزار روپیہ نقد ، ہاتھی اور گھوڑا پیش کیا ۔ جب مرزا (محمد ہاشم) شاہی لشکر کے قریب آیا تو اس کے بعد کوکہ خاں اس کی مہمان داری پر مقرر ہوا کہ جس کی ماں بادشاہ کی مصاحبہ تھی ۔ جس دن وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اس پر گونا گوں شاہی نوازشیں ہوئیں ۔ گرمی کی زیادتی کی بنا پر اس کے چہرے پر ضعف کی وجہ سے پسینہ آ گیا تھا ، اس لیے حکم ہوا کہ حس خانے میں لے جا کر برف کا پانی پلایا جائے ۔

اس زمانے میں خان خاناں (منعم خاں) کے انتقال کی وجہ سے وزارت کی گفتگو زیر بحث تھی ۔ بادشاہ کا دوسرا لڑکا محمد عظیم‌الشان کہ سلطنت کے معاملات میں پورا پورا دخیل تھا ، اس بات پر مصر ہوا [۶۷۸] کہ وزارت ذوالفقار خاں[1] کو ملنی چاہیے اور میر بخشی گری اور دکن کی صوبے داری خان خاناں مرحوم کے دونوں لڑکوں کے سپرد ہو ۔ ذوالفقار خاں کہتا تھا کہ جب تک میرا باپ (اسد خاں[2]) زندہ ہے وزارت اس کا حق ہے ۔ اور وہ چاہتا تھا کہ اس طرح سے تینوں چیزوں پر قابض ہو جائے ۔ اس بحث و تمحیص میں بہت وقت گزرا ۔ بادشاہ نے خلوت میں کئی بار یہ بات کہی کہ ہم اس جھگڑے سے تنگ آ گئے ہیں ۔ ہم چاہتے ہیں کہ وزارت پر ایران کے شاہزادے کو نامزد کر دیں اور دیوان تن اور خالصہ میں سے ایک کو اس کا نائب مقرر کر دیں ، اور نائب سے وزارت کا کام لیا جائے ۔ لیکن مرزا (محمد ہاشم) کے حضور میں پہنچنے سے پہلے اور اس کے بعد بادشاہ کے حضور میں شاہزادوں کی طرف سے بعض چیزیں (شکایات) پیش ہوئیں ۔ خاص طور سے اس کی رعونت اور بے جا غرور (کی شکایت ہوئی) ۔ مشارٌ الیہ (مرزا ہاشم) بادشاہزادوں کی تعظیم نہیں کرتا تھا ۔ اس نے تمام امرا کو ملول اور کبیدہ خاطر کر دیا تھا ۔ یہاں تک کہ اس کے مہمان دار (کوکہ خاں) نے مرزا

۱۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد دوم (اردو ترجمہ) ، ص ۹۰-۱۰۲ ۔

۲۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۳۰۴-۳۱۴ ۔

شاہ نواز خاں صفوی کے اشارے سے کہ جو اس کا پہلے سے حریف تھا اور اس سے حسد رکھتا تھا ، (مرزا ہاشم کے متعلق) بادشاہ کے حضور میں عرضی پیش کی کہ وہ سواری اور دربار کے موقع پر شاہزادوں کے حضور میں کس طرح آداب بجا لائے اور امرا کے ساتھ کس طرح پیش آئے ۔ اور بادشاہ کے آنے سے پہلے اگر وہ دربار میں آ جائے تو کہاں بیٹھے ۔ بادشاہ نے عرضی کی پیشانی پر حکم لکھ دیا کہ اگر شاہزادے سوار ہوں تو وہ گھوڑے سے اتر کر آداب بجا لائے اور دربار میں امرا کی طرح [۹۷۶] مجرا پیش کرے ، اور بیں ہزاری منصب دار تک (کے لیے) کہ جو سلام میں سبقت کریں گے ، ہاتھ سر تک لے جائے ۔ جب وہ تیسری شق پر آیا تو اس (بادشاہ نے) مرزا شاہنواز خاں کی طرف منہ کر کے پوچھا کہ (اس سلسلے میں) کیا حکم دینا چاہیے ۔ اس نے عرض کیا کہ بادشاہ کے آنے تک وہ خانہ زاد خاں کے پیش خانے میں بیٹھے ۔

چنانچہ دوسرے دن مرزا (محمد ہاشم) بادشاہ کے آنے سے پہلے جب دربار میں آیا تو شاہنواز خاں کے کہنے کے مطابق ایک سزاول (سپاہی) پہنچا اور وہ (شاہی) حکم کے مطابق اس (مرزا) کو خان مذکور کے پیش خانے میں لے گیا اور وہاں بٹھایا ۔ مرزا کے غرور کی وجہ سے صاحب خانہ رسمی اور ظاہری آداب و تکریم سے بھی پیش نہ آیا ۔ اگرچہ دوسرے دن مرزا شاہنواز خاں اس کے گھر پہنچا اور عذر و معذرت کی لیکن یہ عرضی اور اس طرح اس کا آنا اس کی سبکی اور خفت کا سبب ہوا ، اور اس کا ذکر مجلسوں اور محفلوں میں ہوا ۔

آخرکار وہ پانچ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب اور خلیفہ سلطان کے خطاب سے کہ جس کی اس نے خود درخواست کی تھی ، سرفراز ہوا ۔ مرزا (محمد ہاشم) زمانہ ساز مزاج نہیں رکھتا تھا ۔ اگرچہ امرائے دربار اس کے ساتھ بے روئی اور کج خلقی سے پیش آتے تھے لیکن اس ترش روئی سے بھی اس کے غرور میں کوئی کمی نہیں آئی ۔ ابھی اس کی جاگیر مقرر نہیں ہوئی تھی کہ بہادر شاہ کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد کسی نے اس کو پوچھا بھی نہیں ۔ ایک زمانے تک دارالخلافہ (دہلی) میں

رہا اور مقررہ وقت پر فوت ہو گیا ۔

خوافی خاں ، مؤلف تاریخ منتخب‌اللباب کو کہ جس سے راقم حروف (شاہنواز خاں) کے تعلقات تھے ، خان فیروز جنگ نے اتفاق سے [۶۸۰] اپنی طرف سے احمد آباد سے شاہزادے کا مہمان دار مقرر کر دیا تھا اور شاہزادے نے راستے میں اس کو اپنا دیوان مقرر کر دیا تھا ۔ وہ (مؤلف منتخب‌اللباب) نقل کرتا ہے : مرزا کی معلومات کی معراج (اس کا) نسب تھا ۔ بزرگوں کی استخواں فروشی اور نسب پرستی کے سوا اس کو کچھ یاد ہی نہیں تھا ۔ اور نسب پر وہ بہت مغرور تھا کہ گویا اسے زمین کے رہنے والوں سے کوئی مناسبت ہی نہیں ہے اور شاید وہ اس سے غافل تھا جیسا کہ کہا ہے :

بیت

نہ نسب فخر ز نقص گہر و کم خردی ست
چوں نگیں چند تواں زیست بنام دگراں

جب وہ احمد آباد سے دارالخلافہ دہلی میں آیا تو اس کے ساتھی کہ جنھوں نے ترقی کی امید میں اس کی رفاقت اختیار کر لی تھی ، منت سماجت کر کے اس کو آصف‌الدولہ (اسد خاں) کی ملاقات کو لے گئے ۔ آصف‌الدولہ نے دوسری سوزنی اپنی مسند کے سامنے مرزا (محمد ہاشم) کے لیے بچھوا دی تھی ، یہ بات اس کے مزاج کو پسند نہ آئی ۔ ملاقات کے بعد آصف‌الدولہ نے ہر چند گرم جوشی دکھائی لیکن وہ شگفتہ رو نہ ہوا ، یہاں تک کہ اس کا دل خوش کرنے کے لیے آصف‌الدولہ نے یہ بات بھی کہی کہ جب تم بادشاہ کے حضور میں باریاب ہو گے تو تمھارے لیے پہلے ہی دن ہفت ہزاری منصب تجویز ہو جائے گا کہ جو ہندوستان کی حکومت کا سب سے بڑا منصب ہے ۔ اس نے ایک مرتبہ ناراض ہو کر جواب دیا کہ یہاں ہر حاجی ہفت ہزاری ہے ، [۶۸۱] اس میں میرے لیے کیا فخر کی بات ہے ۔

سبحان‌اللہ ! جب ایران کے حالات بگڑ گئے اور سلطنت صفویہ کا خاتمہ ہو گیا تو اس کے بعد اس خاندان کے بہت سے لوگ سلامتی و امن کی غرض سے ہندوستان میں آ گئے ۔ جب یہاں کی سلطنت بھی کم زور ہو گئی

اور ملک داری کے معاملات بگڑ گئے تو ان کا پہلا سا وہ عزت و مرتبہ بھی نہیں رہا کہ جو ان کی شان و شوکت کے مطابق نہیں تھا - ہر آدمی ادھر اُدھر چلا گیا اور محض اپنی خاندانی عظمت کی وجہ سے انھوں نے روزگار حاصل کیے - تعجب کی یہ بات ہے کہ بہت سوں نے اپنی لڑکیوں کا ان سے رشتہ کر دیا اور اس خاندان سے تعلق پیدا کر کے خلیفہ سلطانی (ایرانیت یا صفوی خاندان کی نسبت) کا دعویٰ کرنے لگے - چنانچہ بنگال کے ایک حاکم نے ان میں سے کسی کے ساتھ رشتہ کیا تھا اور بعد کو معلوم ہوا کہ مدعی جھوٹا ہے -

اسی طرح ملک دکن میں بھی بہت سے آ گئے اور اس خاندان کے نام پر عزت حاصل کی اور جب اس خاندان (صفوی) کے اصلی مرزا آئے تو سب کو معلوم ہو گیا کہ وہ (جو پہلے آئے ہیں) اس خاندان (صفوی) سے کوئی نسبت نہیں رکھتے ہیں -

۱۸۸

محمد مراد خاں

مرشد قلی خاں محمد حسین کا لڑکا ہے - اس کی نانی کا نام ماہ بانو ہے کہ جس کی تربیت عالم گیر کی خالہ نجیبہ بیگم[۱] نے کی تھی - آخرکار بادشاہی محل میں اس کا بہت اعتبار بڑھ گیا - اسی وجہ سے خان مذکور اور اس کے بھانجے میر ملک نے کہ جو کام بخش کا میر بخشی تھا اور جس کو احسن خاں کا خطاب ملا تھا [۶۸۲] ، محل میں پرورش پائی اور وہیں پلے اور بڑھے - اس کے باپ کا خطاب مرشد قلی تھا -

اس کے بھائی کا نام مرزا محمد تھا کہ جو غسل خانے کا مشرف (محاسب) تھا - ستائیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ ابوالحسن سے بقایا پیش کش وصول کرنے کے لیے مقرر ہوا اور اس کو حکم ہوا کہ چوں کہ تجھ کو ہم

۱- نجیبہ بیگم ، ممتاز محل کی بہن تھی - (پ)

اپنا فرض شناس خانہ زاد سمجھتے ہیں لہٰذا تجھ کو چاہیے کہ تو دوسروں کی طرح مال کے لالچ میں پھنس کر اس کی خوشامد میں مشغول نہ ہو جائے بلکہ بے باکانہ گفتگو کرنا اور سخت رویے سے پیش آنا تاکہ وہ بھی تیرے ساتھ سختی کرے اور ہم کو اس کے استیصال کے لیے دلیل (بہانہ) مل جائے۔

چنانچہ اس نے جا کر گفتگو میں بادشاہ کی مرضی کے مطابق بے باکی دکھائی اور ابوالحسن نے چشم پوشی کی ۔ کہتے ہیں کہ ایک دن ابوالحسن کی زبان سے نکلا کہ ہم بھی اس چھوٹے سے علاقے کے بادشاہ کہے جاتے ہیں ۔ مرزا محمد بگڑ گیا اور اس نے کہا کہ تمہارے اوپر بادشاہ کے لفظ کا اطلاق نہیں ہوتا ہے اور یہی باتیں عالم گیر بادشاہ کی زیادہ گرانیِ خاطر کا سبب ہوتی ہیں ۔ ابوالحسن نے کہا کہ مرزا محمد ! تمہارا یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ جب تک ہم بادشاہ نہ کہلائیں گے اس وقت تک حضرت عالم گیر 'بادشاہوں کے بادشاہ' نہیں کہلائیں گے ۔

الحاصل خان مذکور (مراد خاں) کو شروع میں سعادت خاں کا خطاب ملا اور وہ کل دکن کی واقعہ نگاری پر مقرر ہوا ۔ ستائیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں کہ جب بادشاہ نے سلطان محمد معظم کو [۶۸۳] رام درہ کی مہم پر متعین فرمایا تو اس کے (فرائض کے ساتھ) شاہزادے کی فوج کی واقعہ نگاری بھی سپرد کر دی ۔ جب شاہزادہ مذکور (محمد معظم شاہ) ابوالحسن کی مہم پر روانہ ہوا تو خانجہاں بہادر کی فوج کی دیوانی بھی اس کے سابقہ فرائض کے ساتھ اس کو مل گئی ۔ وہاں کی لڑائیوں میں سے ایک لڑائی میں وہ زخمی ہوا ۔

شاہزادے (محمد معظم) نے ابوالحسن پر چڑھائی کی اور پیہم مقابلوں کے بعد صلح پر معاملہ ٹھہرا ۔ سابقہ اور حال کی پیشکش مقرر ہوئی اور بقیہ (پیشکش) کی وصولیابی کے لیے اس (محمد مراد خاں) کو وہاں چھوڑ دیا گیا ۔ چونکہ یہ صلح بادشاہ کو پسند نہیں آئی اور بیجاپور کی فتح کے بعد انتیسویں سال جلوس عالم گیری میں گولکنڈہ پر حملے کا ارادہ ہوا ، بادشاہ نے خان مذکور کو اپنے ما فی الضمیر سے آگاہ کر دیا اور پیشکش کی وصولیابی کے لیے تاکیدی فرمان صادر ہوا ۔ ابوالحسن نے امید موہوم پر

(کہ شاید معاملہ درست ہو جائے) جواہر کے نو خوانچے ، ایک یادداشت کے ساتھ خان مذکور (محمد مراد خان) کو بطور امانت بھیج دیے اور طے پایا کہ جو کچھ نقد بھی فراہم ہو جائے گا ، اس کو جواہر مذکور کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں بھیج دے اور ان جواہر کی قیمت خود لگا دے ۔ اتفاق سے اس کے بعد میوے کی چند بہنگیاں بادشاہ کے لیے بھیجیں ۔ سعادت خان نے بھی چند کہار اور ڈالی (میوے کے تحائف) اپنی طرف سے بادشاہ کے حضور میں بھیجے[1] ۔

اسی دوران میں بادشاہ کا اس طرف (گولکنڈہ) آنا یقینی طور سے معلوم ہو گیا ۔ ابوالحسن نے خان مذکور (محمد مراد خان) سے اپنے جواہر کا تقاضا کیا اور ایک فوج اس کے گھر پر متعین کر دی [۶۸۴] ۔ دو دن جھگڑا رہا ۔ خان مذکور نے حق نمک ادا کیا اور جواب میں کہا کہ اگرچہ حق تمھاری طرف ہے لیکن چونکہ بادشاہی فرمان سے معلوم ہوا کہ بادشاہ اس طرف آ رہا ہے لہٰذا میں نے اپنی رہائی اسی میں دیکھی کہ جواہر کے خوانچوں کو بہنگیوں میں رکھ کر حضور میں بھیج دیا ۔ اب میرا سر حاضر ہے ، لہٰذا مجھے قتل کر کے واپس ہو جائیے ، مگر بادشاہ کو سفیر کے مارے جانے سے بہتر کوئی اور دستاویز تمھارے استیصال کے لیے نہیں ملے گی ۔ ابوالحسن نے اسے چھوڑ دیا ۔

گولکنڈہ کی فتح کے بعد وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی وجہ سے مزید آگ بھڑکے ، اس لیے اس نے دو تین باتیں بادشاہ کو نہیں لکھیں اور دوسرے ذریعے سے (یہ باتیں) بادشاہ کو معلوم ہو گئیں ۔ وہ معتوب ہوا ۔ اس کے منصب میں دو سو ذات اور دو سو سوار کی کمی ہو گئی اور اس کا خطاب بھی ضبط ہو گیا ۔ اس زمانے میں اس نے ہر چند چاہا کہ جواہر مذکور کے خوانچے کہ جن کی تقریباً دس لاکھ روپے مالیت ہوگی ، کارخانہ داروں کو سپرد کر دے لیکن کسی نے ان کو نہیں لیا ۔ ایک سال کے بعد متصدیوں نے یہ بات بادشاہ کے حضور میں عرض کی ۔ بادشاہ نے از روئے

۱۔ ملاحظہ ہو خافی خان ، جلد دوم ، ص ۳۲۳ ۔

قدر شناسی فرمایا کہ اس کے خیانت نہ کرنے کے متعلق ہمیں اطمینان ہے ۔ (جواہر اس سے) لے لیں اور ان کی رسید دے دیں ۔ اسی زمانے میں اس کے منصب کی کمی بحال کر دی گئی اور چاہا کہ اس کو اس کے باپ کا خطاب دیا جائے ۔ اس نے اپنے نام کے ساتھ 'خاں' کا خطاب چاہا اور محمد مراد خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا [۶۸۵] ۔

بخشی گری کے متصدیوں سے رجوع نہ کرنے کی وجہ سے اورنگ زیب عالم گیر کے آخر زمانے تک وہ سات سو ذات اور چار سو سوار تک کے منصب تک پہنچا ۔ ضابطہ کے خلاف محض رعایت کی وجہ سے وہ شہر اور صوبۂ احمد آباد کے پرگنوں کی وقائع نگاری اور سوانح نگاری کی خدمت پر فائز رہا اور کچھ آدمیوں کے تبدلے کے بعد اس کے ساتھ ساتھ اسے صوبۂ مذکور (احمد آباد) کے مضاف گودھرہ اور تھاسرہ کی فوج داری بھی مرحمت ہوئی ۔

جب بہادر شاہ (اول) تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا تو اس کی شہزادگی کے زمانے سے حیدر آباد کی مہم تک اس (محمد مراد خاں) کی نیکو خدمتی کے حقوق بادشاہ (بہادر شاہ) کے حضور میں ثابت تھے ۔ وہ (محمد مراد خاں) عالم گیر بادشاہ کی طرف سے شاہزادے کی فوج کی وقائع نگاری پر (حیدر آباد کی مہم کے دوراں) مقرر ہوا تھا ۔ اس وقت اس کا خطاب سعادت خاں تھا ۔ (ایک شخص) اعتماد خاں نے ذوالفقار خاں کے ذریعے سے کہ وہ اس کے خطاب کی تبدیلی (محمد مراد خاں) سے مطلع نہ تھا ، بادشاہ کے حضور میں عرض کیا کہ محمد مراد خاں ، کام بخش کے بخشی کے ساتھ قرابت رکھتا ہے اور صوبۂ احمد آباد کے متعلقات پر مامور ہے کہ جو سپاہ فراہم کرنے والا ملک ہے ، اس وجہ سے وہ (محمد مراد خاں) خدمت سے معزول ہوا اور بادشاہ کے حضور میں طلب کر لیا گیا ۔

خانخاناں جب اس بات پر مطلع ہوا کہ وہ (محمد مراد خاں) بے گناہ ہے اور حقیقت میں (یہ الزام) اس کے دشمنوں کا لگایا ہے تو اس نے بادشاہ کے حضور میں حقیقت عرض کی اور اس کی بحالی کا حکم بھجوا دیا ۔ لیکن اس نے اپنے برأت کے ثبوت کی غرض سے سارے کام متصدیوں کو سونپ دیے اور

دوسرے [۶۸۶] سال جلوس بہادر شاہی میں وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور شرف باریابی کے بعد اسے خلعت ، مرصع سرپیچ اور اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار اور پانسو ذات کا منصب مرحمت ہوا اور پھر دو ہزاری ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کا منصب اور تصحیحہ داغ کا عہدہ مرحمت ہوا ۔ تیسرے سال جلوس بہادر شاہی میں جب بادشاہ کام بخش کی مہم سے فارغ ہو کر حیدرآباد سے ہندوستان کو واپس ہوا تو وہ (محمد مراد خاں) اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب ، نقارہ اور بیجا پور کی صوبیداری پر فائز ہوا ، لیکن روپے کی کمی کی وجہ سے وہ اپنے تعلقے کو روانہ نہ ہو سکا ۔ اگرچہ ذوالفقار خاں بہادر نصرت جنگ نے کچھ مدد کی تھی لہٰذا وہ اورنگ آباد کے نائب صوبہ دار کی حیثیت سے وہاں (اورنگ آباد) چلا گیا کیونکہ اصالتاً صوبیداری ذوالفقار خاں بہادر سے متعلق تھی ۔ اسی سال وہ وہاں سے تبدیل ہو گیا ۔ چوتھے سال جلوس بہادر شاہی ۱۱۲۲ھ (۱۰-۱۷ء) میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

وہ (محمد مراد خاں) جرأت اور بہادری میں یگانہ روزگار تھا ۔ آخر زمانے میں جب عالم گیر بادشاہ کو فوج مطلوب تھی تو اس نے صوبوں کے اکثر ناظموں کو حکم بھیجا کہ سرکاری عمال کے ان لڑکوں کو کہ جو درسر روزگار نہیں ہیں ، نوکری کی عرض سے ہمارے حضور میں بھیج دیا جائے۔ محمد مراد خاں نے کہ جو اس وقت گودھرہ و تھاسرہ کی فوج داری پر مقرر تھا ، اس بات سے مطلع ہو کر بادشاہ کے حضور میں عرض کیا کہ جب کہ حضرت بادشاہ خود کفار کی تنبیہ کے لیے متوجہ [۶۸۷] ہوئے ہیں تو ہم غلاموں کو دیوار کے سائے کا سہارا لینا اور آرام سے بیٹھنا گوارا نہیں ہے ، جس قدر (بھرتی کے لیے آدمیوں کی) ضرورت ہو اس فوج کے ملازموں کے لڑکوں کو ہمراہ لے کر حاضر ہو جاؤں ۔ بادشاہ نے جواب میں تحسین و آفریں فرمائی اور اس سلسلے میں جماعت کے ساتھ پہنچنے کا حکم صادر ہوا ۔ اور احمدآباد کے صوبیدار شجاعت خاں محمد بیگ کے نام تشنیع نامہ صادر ہوا کہ اس نے لائق آدمیوں کے نہ ہونے کا عذر کیا تھا اور محمد مراد خاں کی عرضی کا حوالہ (اس خط میں) لکھ دیا گیا ۔ اس خط کے آنے کے بعد

شجاعت خاں نے شہر کے باشندگان کو تنبیہ کر دی کہ کوئی آدمی محمد مراد خاں کی رفاقت قبول نہ کرے ۔ جب خان مذکور (محمد مراد خاں) نے یہ حال دیکھا تو وہ پریشان ہوا ۔ اس نے ایک شخص کے ساتھ کہ جو پہلے شجاعت خاں کے گھر کا بخشی تھا اور اب کچھ دنوں سے اس نے ناراضی کی وجہ سے ترک ملازمت کر دی تھی ، گٹھ جوڑ کیا اور وعدہ کیا کہ جن کو وہ لائے گا اس کو ان کا سردار بنا دیا جائے گا ۔ (محمد مراد خاں نے) اس کے ذریعے سے آدمیوں کو جمع کیا اور وہ بادشاہ کے حضور میں روانہ ہو گیا ۔ جب وہ حضور میں پہنچا تو قلعۂ پرنالہ کے محاصرے میں اسے مورچال کا افسر مقرر کر دیا گیا ۔

ایک دن اس کا ایک لڑکا تفریح کی غرض سے مورچال سے باہر آ گیا ۔ اس نے تیر و کمان ہاتھ میں لے کر ان بھینسوں کے پیچھے پیچھے کچھ راستہ طے کیا کہ جو جنگل میں چر رہی تھیں ۔ چونکہ یہ قلعے کی بھینسیں تھیں ، مقررہ راستے سے پہاڑ پر چڑھ گئیں ۔ لڑکے نے اس واقعے سے باپ (محمد مراد خاں) کو با خبر کیا ۔ خان مذکور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ وہاں پہنچا اور پہاڑ کے درمیان میں مورچال قائم کیا ۔ اور بادشاہ کے حضور میں عرضی بھیجی کہ کمک [۶۸۸] ارسال فرمائی جائے ۔ بادشاہ نے روح اللہ خاں اور تربیت خاں کو کمک کے لیے حکم بھیجا ۔ انھوں نے جان بوجھ کر سستی برتی اور ٹال مٹول کی اور خان مذکور (محمد مراد خاں) کو پیغام بھجوا دیا کہ ہم ہرگز تمھاری مدد کو نہیں آئیں گے ۔ یہ بہتر ہے کہ تم بادشاہ کو عرضی بھیج دو کہ وہ جگہ قیام کے لیے مناسب نہیں ہے ، میں یہاں تک غلطی سے آ گیا ۔

جب (محمد مراد خاں کی یہ دوسری عرضی) بادشاہ کی نظر سے گزری تو فرمایا کہ ایسی لغو حرکت کیوں کی ؟ اپنے مورچال پر چلے آؤ ۔ لیکن بادشاہ کو مفصل کیفیت ہرکاروں کی عرضی کے ذریعے معلوم ہو گئی ۔ دوسرے دن جب خان مذکور (محمد مراد خاں) خلاف معمول تنہا مجرے کے لیے حاضر ہوا تو بادشاہ نے کہا کہ تمھارے ساتھی کیوں نہیں آئے ؟ اس نے جواب میں عرض کیا کہ اسی لغو حرکت کی تھکن کی وجہ سے نہیں آئے

کہ جو کل عمل میں آئی تھی ۔

وہ حسن توجیہ کا خوب سلیقہ رکھتا تھا ۔ کہتے ہیں کہ حیدرآباد کی سفارت کے زمانے میں ایک دن ابوالحسن کی مجلس میں کہ وہاں کے اہل علم و فضل جمع تھے ، عالمگیر بادشاہ کی خوبیوں کا ذکر چھڑ گیا اور یہ بات بھی تذکرے میں آئی کہ جب عالم گیر بادشاہ اور والیٔ ایران سے تربیت خان ایلچی کی توہین کرنے کی وجہ سے تعلقات خراب ہو گئے تو (عالمگیر) نے حکم دیا کہ والی (ایران) کے بھیجے ہوئے گھوڑوں کو ذبح کرکے فقرا میں تقسیم کر دیا جائے ۔ تقویٰ کے اس دعوے کے باوجود اس بات کو تو اتباع نفس پر محمول کیا جائے گا (اس کے سوا) کس چیز پر محمول کیا جائے گا؟ چاہیے تھا کہ [٦٨٩] ان (گھوڑوں) کو علما و صلحا میں تقسیم کر دیتے ۔

خان مذکور (محمد مراد خان) نے کہا کہ اس میں والیٔ ایران کا تو کوئی دخل ہی نہیں ہے ۔ اصل بات یہ ہے کہ جب بادشاہ (قرآن کریم کی) تلاوت میں مشغول تھا تو آختہ بیگی مذکور گھوڑوں کو ملاحظہ کے لیے بادشاہ کے حضور میں لایا ۔ بادشاہ نے چاہا کہ (قرآن کریم کی روزانہ کی مقرر تلاوت) میں سے جو حصہ (تلاوت) کرنے کو باقی رہ گیا ہے اس کو کل کے لیے ملتوی کر دیا جائے اور گھوڑوں کو دیکھ لیا جائے ۔ اسی دوران میں قرآن کریم کی وہ آیت زیر تلاوت آ گئی کہ جس میں حضرت سلیمان علیہ‌السلام کا ذکر ہے کہ پیشکش کے گھوڑوں کے ملاحظہ کرنے میں سنت نماز یا دوسری روایت کے مطابق فرض نماز قضا ہوگئی اور حضرت سلیمان علیہ‌السلام نے کفارے میں ان گھوڑوں کو ذبح فرما دیا[1] ۔ (اس آیت کو پڑھ کر) عالم گیر بادشاہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور انھوں نے تنبیہ نفس کی غرض سے حضرت سلیمان (علیہ‌السلام) کی سنت پر عمل فرمایا ۔ ان لوگوں نے کہا کہ اگر یہ بات تھی تو ایران کے امرا کے مکانوں کے دروازوں پر

۱۔ ملاحظہ ہو قرآن کریم ، سورہ ص ، رکوع ۳ ۔

گھوڑوں کے بھیجنے کی کیا وجہ تھی ؟ اس نے جواب دیا کہ یہ بات غلط مشہور ہو گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شاہجہاں آباد نیا نیا آباد ہوا تھا اور کوئی ایسا محلہ نہیں تھا کہ جو ایرانی اُمرا کی حویلی سے خالی ہو ۔ (اس امیر کی سکونت کی وجہ سے) وہ محلہ اسی امیر کے نام مشہور تھا ۔ چونکہ (گھوڑوں کا) ایک جگہ ذبح کرنا اس لیے مناسب نہ تھا کہ فقیروں کی بھیڑ ہو جاتی اس لیے حکم ہوا کہ ہر محلے میں ایک دو گھوڑے ذبح کر کے تقسیم کر دیے جائیں ۔ جب یہ خبر وقائع نگار کی تحریر کے مطابق بادشاہ کو معلوم ہوئی تو خان مذکور (محمد مراد خاں) تحسین کا مستحق ٹھہرا ۔

کہتے ہیں کہ جس زمانے میں کہ ابراہیم خاں زیک گجرات کا صوبیدار ہوکر وہاں پہنچا اور شاہزادہ بیدار بخت کی حضور میں طلبی [۰۹۹] ہوئی تو محمد مراد خاں کو کہ گودھرہ اور تھاسرہ کا فوجدار تھا بادشاہزادہ کے حضور سے خلعت مرحمت ہوئی اور اس کو تعلقے پر جانے کی اجازت ملی ۔ جیسے ہی کہ وہ (محمد مراد خاں) گھر آیا تو فوراً ابراہیم خاں نے طلب کر لیا ۔ فوراً وہ وہاں پہنچا ۔ اس نے شاہزادے (بیدار بخت) کا احوال پوچھا اور عالمگیر بادشاہ کے انتقال کی خبر سنائی کہ جو اس کو ملی تھی اور کہا کہ اسی وقت بادشاہزادے کے حضور میں جا کر اس خبر کو پہنچانا چاہیے ۔ خان مذکور آدھی رات کو بادشاہزادے کے دربار میں پہنچا ۔ جب خواجہ سرا کی زبانی معلوم ہوا کہ شاہزادہ سو رہا ہے تو اس نے کہا کہ ضروری کام ہے ، شاہزادے کو خبر ہونی چاہیے ۔ جب شاہزادے نے کروٹ لی تو خواجہ سرا نے عرض کیا کہ محمد مراد خاں حاضر ہے ۔ شاہزادے نے پوچھا کہ جو لباس اس کو عنایت ہوا تھا وہ پہنے ہوئے ہے یا اس کو تبدیل کر دیا ہے ؟ خواجہ سرا نے کہا کہ سفید لباس پہنے ہوئے ہے ۔ شاہزادے نے اس کو بلا کر جب خبر سنی تو رنج و ملال کا اظہار کیا ۔

خان مذکور (محمد مراد خاں) نے تعزیت کے مراسم ادا کرنے کے بعد سلطنت کی مبارک باد پیش کی ۔ شاہزادے نے کہا کہ اے (محمد مراد خاں) لوگ حضرت عالمگیر کی قدر نہیں جانتے تھے؛ کیا ہوا کہ زمانہ ہمارے موافق

ہوگیا (سلطنت ہمیں مل جائے گی) ، اب تم دیکھو گے کہ کس کس پاگل سے واسطہ پڑتا ہے -

محمد مراد خاں کے لڑکے اور لڑکیاں بہت تھیں - اس کا بڑا لڑکا جواد علی خاں خط نسخ اور ثلث خوب لکھتا تھا - بڑھاپے میں اس کی نگاہ کمزور ہو گئی تھی - اورنگ آباد میں گوشہ نشین ہو گیا تھا - [۶۹۱] اس کی بڑی لڑکی امانت خاں میر حسین کے لڑکے میر حسن کو بیاہی تھی - اس کے دوسرے لڑکوں کی اولاد بھی گجرات اور اورنگ آباد میں موجود ہے -

۱۸۹

مرزا شاہ نواز خاں صفوی

صدر الدین محمد نام ہے - مرزا سلطان صفوی کا لڑکا ہے ، صفوی خاندان کی یادگار تھا - اپنی خوش نصیبی کی یاوری سے امارت میں اپنے باپ اور دادا سے بھی بڑھ گیا ، لیکن اپنے خاندان کا خاتم تھا - اس کے بعد سے اب تک اس خاندان میں کوئی (اور) شخص مشہور نہ ہوا -

الحاصل مشارٌ الیہ (شاہ نواز خاں) اپنے باپ کے مرنے کے بعد مشہور ہوا - دور و نزدیک کی مہمات میں متعین ہوتا تھا - چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کو خاں کا خطاب اور رام گیر کی فوجداری ملی - اس کے بعد وہ صوبۂ آگرہ کے مضاف ایرج بھاندیر کی فوجداری پر اور پھر صوبۂ برار کے تعلقہ پونار کی فوجداری پر مقرر ہوا - چوالیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ معتقد خاں کی بجائے خاندیس کی صوبیداری پر مقرر ہوا - اور اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا اور وہ دو ہزاری منصب پر سرفراز ہوا - اس کے بعد وہ بخشی گری سوم کی خدمت پر مقرر ہوا اور اس کے خطاب میں لفظ مرزا کا اضافہ ہوا اور وہ صدر الدین محمد خاں صفوی کے نام سے پکارا گیا -

جس زمانے میں کہ بادشاہ (عالم گیر) بہادر گڑھ کے نواح سے کہ جہاں کچھ دن قیام [۶۹۲] رہا تھا ، قلعہ کنداند کی تسخیر کے ارادے سے

روانہ ہوا تو سارا ساز و سامان اور مال و اسباب بہادرگڑھ میں چھوڑا ۔ بادشاہ کی عنایت سے بخشی الملک مرزا صدر الدین محمد خان کا منصب دو ہزار اور پانسو ذات اور آٹھ سو سوار کا تھا ، اس میں پانسو ذات اور دو سو سوار کا اضافہ ہوا ۔ اس کو تین ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب اور ہاتھی مرحمت ہوا ، اور وہ بنگاہ (سار و سامان اور اسباب کی قیام گاہ) کی حفاظت پر مقرر ہوا ، اڑتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں روح اللہ خان ثانی کے انتقال کے بعد بخشی گری دوم کے منصب پر غائبانہ مقرر ہوا اور بنگاہ سے اس کی طلبی بادشاہ کے حضور میں ہوئی ۔ واکن کیرہ کی فتح کے بعد اس کے منصب میں مزید پانسو کا اضافہ ہوا ۔

عالم گیر بادشاہ کے انتقال کے بعد وہ شاہزادہ محمد اعظم شاہ کے ہمراہ روانہ ہوا ۔ بہادر شاہ کی جنگ میں جب اعظم شاہ مارا گیا تو اکثر عالم گیری امرا اور والاشاہیوں نے بہادر شاہ کی رفاقت اختیار کر لی بلکہ اس سلسلے میں مسابقت کی ۔ تھوڑے سے (وہاں سے) چلے بھی گئے ، مگر خان مذکور (شاہ نواز خان) جو زخمی ہو گیا تھا ، میدان میں پڑا رہا ۔ جب وہ بہادر کے حضور میں باریاب ہوا ۔ تو اس کا سابقہ عہدہ بحال ہوا ۔ پانچ ہزاری منصب اور حسام الدولہ [۶۹۳] مرزا شاہ نواز خان صفوی کا خطاب مرحمت ہوا ۔ وہ نہایت اعزاز و احترام سے زندگی گزارتا تھا ۔

جب لاہور کے قریب صاحب حلم و فضل بادشاہ بہادر شاہ کا انتقال ہوگیا تو بادشاہ کے چاروں لڑکے سلطنت کے لیے صف آرائی اور ایک دوسرے سے مقابلے کے لیے تیار ہو گئے ۔ بادشاہی امیروں میں سے ہر ایک نے اس شہزادے کی رفاقت اختیار کی جس کے ساتھ وہ ربط و اخلاص رکھتا تھا ۔ خان مذکور (شاہ نواز خان) عظیم الشان کا متوسل تھا ۔ لڑائی سے دو تین دن پہلے کہ جو بحران اور آسوب کے دن تھے ، مشار الیہ (شاہ نواز خان) شاہ زادہ مذکور (عظیم الشان) کے پاس سے آ رہا تھا ؛ جب وہ جہاں شاہ کے ڈیرے کے نزدیک سے گزرا تو آدمیوں نے غلطی سے اچانک اس پر حملہ کر دیا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے ۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ جنگ کے دن جبکہ عظیم الشان مارا گیا

تو اس نے یہ چاہا کہ وہ شاہ زادہ جہاں شاہ کے پاس چلا جائے ۔ اسی ہنگامے میں لوگوں نے اس کو تیروں کی بوچھاڑ میں لے لیا ۔ ہر چند اس نے فریاد کی کہ میرا ارادہ جنگ کا نہیں ہے ، کسی نے (اس کی یہ بات) نہیں سنی ؛ اس کے ہاتھی پر دوڑ پڑے اور اس کو ختم کر دیا[1] ۔

وہ ایسا آدمی تھا کہ اس سے نہ کسی کو فائدہ تھا اور نہ نقصان تھا ۔ وہ بہت ضعیف الخلقت آدمی تھا ۔ اس کی کم خوری اور کم طعامی مشہور تھی ۔ کہتے ہیں کہ اس کے لیے ایک تیتر میں سے تھوڑے سے کباب ، تھوڑا سا پلاؤ اور تھوڑا سا سالن تیار کیا جاتا تھا ۔ سیر ہو کر کھانے کے بعد اگر خوراک ماشوں سے بڑھ کر چند تولہ (بھی زیادہ کھا لیتا تھا) تو بد ہضمی ہو جاتی تھی ۔ [۶۹۴]

۱۹۰

مکرم خاں میر اسحاق

شیخ میر کا دوسرا لڑکا ہے ۔ اس بہادر اور جرأت مند (شیخ میر) کی بہادریاں اور حسن عقیدت سب ، بادشاہ کے دل نشیں ہوئیں ۔ (عالم گیر بادشاہ کی) تخت نشینی کے آغاز میں اس نے آقا کے کام میں اپنی جان نثار کر دی ۔ اس خدمت گزاری کی وجہ سے بادشاہ اس کا حق اپنے ذمے سمجھتا تھا ۔ بادشاہ نے اس کے لڑکوں پر طرح طرح سے نوازش کی اور ان کی تربیت فرمائی ۔ مشہور ہے کہ ان کو بادشاہ ، صاحب زادہ کہتا تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ آقا کے اس التفات کی وجہ سے وہ مغرور خانہ زادی پر ناز کرتے تھے ۔ وہ زمانہ سازی نہیں جانتے تھے اور بے نیازی کی وجہ سے کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے ۔ گوشہ نشینی اور عزلت گزینی کی زندگی گزارتے تھے اور کسی سے تعلقات نہیں رکھتے تھے ۔

۱۔ ملاحظہ ہو تاریخ محمدی از مرزا محمد بن رستم مرتبہ امتیاز علی عرشی (علی گڑھ ۱۹۶۰ء) ، ص ۳۰ ۔ (ق)

الحاصل میر اسحاق ، عمدہ منصب اور مکرم خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا اور 'بندگان جلو' کی داروغگی اس کے سپرد ہوئی ۔ اٹھارھویں سال جلوس عالم گیری میں کہ بادشاہ حسن ابدال میں مقیم تھا ، خان مذکور (مکرم خاں میر اسحاق) اپنے چھوٹے بھائی شمشیر خاں محمد یعقوب کے ہمراہ ایک شائستہ فوج کے ساتھ افغانوں کی تنبیہ کے لیے مامور ہوا ۔ خان مذکور (مکرم خاں) درۂ خالوس کی طرف سے [۶۹۵] (اس علاقے میں) داخل ہوا اور دشمن سے مقابلہ کیا ۔ اس نے ان میں سے اکثر کو قید کیا اور ان کے وطن کو روند ڈالا ۔ ایک دن فتنہ پرداز پہلے تو ظاہر ہوئے، اس کو ان کی تعداد کا اندازہ نہ تھا ، فوراً اس نے دشمن پر حملہ کر دیا اور فتح یاب ہوا ۔ اسی درمیان میں دو بڑی فوجیں حملہ آور ہوئیں کہ جو دونوں طرف سے پہاڑ کے بیچ میں گھات میں تھیں ۔ طرفین سے سخت خوب مقابلہ و مقاتلہ ہوا ۔ شمشیر خاں اور شیخ میر کے داماد میر عزیزاللہ نے (میدان جنگ میں) استقلال دکھایا اور ایک بڑی جماعت کے ساتھ وہ لوگ مارے گئے ۔ اس علاقے کے واقف کاروں کی رہنمائی کی وجہ سے مکرم خاں باجور کے تھانے دار عزت خاں کے پاس پہنچ گیا ۔ مشارٌ الیہ (عزت خاں) نے اس کے آنے کو غنیمت سمجھا ۔ نہایت خلوص اور دلداری سے پیش آیا اور بادشاہ کے حکم کے مطابق اس کو [۶۹۶] حضور میں روانہ کر دیا ۔

بیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ عبدالرحیم کی بجائے گرز برداروں کا داروغہ مقرر ہوا ۔ تیئیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ اودے پور رانا سے واپس آیا اور چتور کے مصاف ندھور کے مفسدوں کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا اور اس کو ہاتھی بھی عنایت ہوا ۔ اس کے بعد کسی وجہ سے اس پر عتاب ہوا اور وہ کورنش کی سعادت سے بھی محروم رہا ۔ چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ از سر نو ملازمت سے شاد کام ہوا اور لاہور کی حکومت پر مقرر ہوا ۔ تیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ معزول ہوا ۔ اس کے بعد اس کو ملتان کی صوبیداری ملی ۔ اس کے بعد وہ دوبارہ لاہور کی صوبیداری پر مقرر ہوا ۔ اکتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں

وہ معزول ہوا اس نے نوکری سے استعفا دے دیا اور دارالخلافہ میں گوشہ نشین ہو گیا ۔

پینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کو ملازمت کا پھر شوق ہوا اور وہ کھٹانوں کے مقام پر کہ جو قلعہ پرنالہ کے نزدیک ہے ، بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ کچھ دنوں اس پر بادشاہ کی نوازشیں ہوئیں ۔ چونکہ طرفین کا مزاج بے نیاز تھا اور موافقت نہیں رکھتا تھا ، لہٰذا کسی طرف سے تکلیف کا بیان نہیں ہوا ۔ وہ واپس چلا گیا اور پھر گوشہ نشین ہو گیا ۔ اس کے بعد وہ دارالخلافہ میں رہنے لگا ۔ اور وہیں فراغت و آسودگی سے زندگی گزارنے لگا ۔ اور وہاں اپنے جمع شدہ سرمائے سے حویلیاں اور دکانیں خرید لیں ۔ اس کا خرچ بھی [۶۹۷] تھا ۔

صاحب کمال تھا ۔ خود کو صوفی کہتا تھا اور ہمہ اوست کا دم بھرتا تھا ، اور اس سلسلے میں وہ مبالغے سے کام لیتا تھا ۔ نواب آصف جاہ کہ جو بہادر شاہ کے زمانے میں کچھ دنوں دارالخلافہ (دہلی) میں گوشہ نشین رہے تھے ، خود فرماتے تھے کہ اس زمانے میں میں نے مکرم خاں کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کیا ہے ۔ محمد فرخ سیر کے زمانے میں اس کا انتقال ہوا[1] ۔

وہ لا ولد تھا ۔ عبیداللہ خاں نام ایک شخص اس کا لے پالک مشہور ہے ۔ سید حشمت اللہ خاں کہ جو اس زمانے (۱۱۶۱ھ) میں آصف جاہ کی جانب سے بادشاہی دربار میں وکالت پر متعین ہے ، اس (عبیداللہ خاں) کا لڑکا ہے ۔

چوں کہ اکثر بے کاری میں کیمیا سازی اور کیمیا گری کا خیال ہوتا ہے ؛ زیادہ تر دیکھا گیا ہے کہ یہ سراپا امید شغل بے کاری رفع کرنے میں ضرور اثر رکھتا ہے ۔ مکرم خاں بھی اس جنون سے خالی نہ تھا۔ عالم گیر بادشاہ کے آخری زمانے میں ایک عجیب واقعہ رونما ہوا کہ جس کو سوانح نگاروں نے بادشاہ کے حضور میں بھی عرض کیا اور خواص خاں نے اس کو اپنی

۱- ۱۹ محرم ۱۱۲۹ھ کو فوت ہوا ۔ تاریخ محمدی ، ص ۳۶ - (ق)

تاریخ میں لکھا ہے کہ میں نے (اس واقعہ) کو اس شخص سے سنا ہے کہ جو دہلی کے ناظم محمد یار خان کی طرف سے اس خبر کی تحقیق کے لیے مکرم خان کے پاس گیا تھا اور اس نے خود اس کی زبانی سنا تھا - چونکہ یہ قابل اعتماد تھا اس لیے لکھا جاتا ہے :

جب خان مذکور (مکرم خان) کی کیمیا کی تلاش کے سلسلے میں شہرت ہوئی اور اس نے عملی طور سے کام شروع کر دیا - تو ایک فقیر [۶۹۸] مرتاض مسافرانہ شکل و صورت میں اس کے پاس آیا - اس نے مخلصانہ طریقے اور بے نیازی کے انداز میں خود کو پیش کیا اور نہایت احتیاط سے ظاہر کیا کہ میں قدوۃالواصلین زبدۃالعارفین حضرت غوث‌الثقلین کا مرید ہوں اور میں اس صنعت (کیمیا گری) سے با خبر کیا گیا ہوں اور تمہاری تعلیم کے لیے مامور ہوا ہوں - اس نے ایسے افسانے اور قصے سنائے اور اپنی ہتھ پھیری کے ذریعے مکارانہ زور سے اس نے تھوڑے سے سونے کو دوچند کر دیا - اس کی فریب کاری سے مکرم خان اس کا گرویدہ ہو گیا - اس زمانے میں ہرچند وہ (اس فقیر کے لیے) تکلف اور تواضع کرتا تھا ، مگر وہ بالکل (ان باتوں کی طرف) توجہ نہیں دیتا تھا - اور ساری نعمتوں (آرائش و آرام) سے محترز رہتا تھا اور (کھانے پینے کے لیے) کم مقدار میں معمولی سی چیز کو پسند کرتا تھا ، اور جب (کیمیا کی) تعلیم کا ذکر آتا تھا تو وہ رخصت کے دن پر ٹال دیتا تھا - یہاں تک کہ ایک دن اس نے کہا کہ ایک بہت بڑی دیگ لاؤ - اس (دیگ) میں ایک تہ اشرفی کی اور ایک تہ تانبے کے پیسوں کی اس (دیگ) کے منہ تک چن دی گئی - اس کو گل حکمت کر دیا اور اس کے نیچے آگ جلا دی گئی - جب تہائی رات گزری تو اس دیگ سے ایک خوفناک آواز بلند ہوئی - اس غدار نے افسوس سے ہاتھ ملے اور کہا کہ اس عمل میں کچھ خرابی ہو گئی - اگر سیاہ رنگ کے چھوٹے بچے کا خون ڈالا جائے تو اس کی اصلاح ہو سکتی ہے - مکرم خان نے کہا کہ خون ناحق کا بہانا کس طرح مناسب ہے ، اسے چھوڑ دینا چاہیے - [۶۹۹] فقیر نے ناراض ہو کر کہا تم سے (کیا) ہو سکتا ہے - اس نے چند اشرفیاں لیں اور باہر چلا گیا - دو گھنٹے کے بعد وہ ایک لڑکے کو پکڑے

ہوئے لایا اور ہاتھ سے اس (فقیر) نے اس کے گلے در حھری پھیری ۔ اس کے حون کے حند قطرے آگ در ڈالے ، آواز سد ہوگئی ۔ اور اس مقتول کے اوپر گھاس کوڑا ڈال دیا ۔ تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ کوتوال کے آدمی مسعل لیے ہوئے اور شور مچاتے ہوئے آ گئے اور انھوں نے قرنے بجانے اور کہا کہ ایک چور سر ایک غریب بچے کو اٹھا کر لے آیا ہے اور اس گلی میں آیا ہے ۔ اور اس گھر سے آگے نہیں گیا ہے ۔ اس (فقیر) کو پکڑ کر دیکھیے کہ اس مظلوم کے ماں باپ بے طاقت اور مجبور ہیں ۔

مکرم حاں پریشاں ہوا ، اس نے بد نامی کے خوف سے ہر چند بڑی رقم کا لالچ دیا لیکن انھوں نے شور و غوغا اور ساتھیے کو بند نہیں کیا ۔ وہ حیلہ ساز مکار اصرار کرتا تھا کہ روپیہ کیوں دیتے ہو ، مجھے (ان کے) حوالے کر دو : وہ کیا کریں گے ۔ بہت حصص بعض کے بعد وہ شعبدہ باز خود باہر نکل آیا اور اس نے کہا کہ میں موجود ہوں ۔ پیادے اس کے ہاتھ پیر باندھ لات گھوسے مارتے ہوئے اس کو لے گئے ۔ مکرم حاں درخت کے نیچے پریشان بیٹھا ہوا تھا : کبھی حیرت سے اپنے سر میں ہاتھ دے لیتا تھا اور کبھی ندامت سے دانت کریدتا تھا ۔ جیسے ہی کہ صبح کی روشنی ظاہر ہوئی اس نے کسی آدمی کو فقیر کا حال معلوم کرنے کے لیے بھیجا ۔ وہاں اس ہنگامے کا کوئی نشان نہ تھا ۔ اہل محلہ سے پوچھ [. . .] گچھ کی ۔ کسی نے کچھ نہیں بتایا ۔ اس مقتول کی خبر کے لیے گئے ۔ کچھ پتا نہ چلا ۔ بہت حیرت ہوئی ۔ اس کے بعد دیگ کی آگ کو ٹھنڈا کر کے اس کا ڈھکن ہٹایا تو اشرفیوں کی بجائے ٹھیکریاں ملیں ۔ جو کوئی حاں مذکور (مکرم حاں) سے پوچھتا تھا تو وہ کہتا تھا کہ یہ اس تماشے کی قیمت تھی کہ جو میں نے دیکھا تھا ۔

۱۹۱

میر ویس غلزئی

غلزئی ، افغانوں کی ایک قوم ہے ۔ یہ لوگ رہیں داور کے قرب و جوار میں رہتے ہیں ۔ شاہ سلطان حسین کے زمانے میں جب کہ گرجستان کا والی گرگین خاں قندھار کا بیگلربیگی تھا ، تو گرجیوں نے اس کی ہمراہی میں افغانوں پر مظالم شروع کر دیے ۔ میر ویس ، جو اسی قوم کا رئیس تھا[۱] ، بادشاہ (سلطان حسین) کے حضور میں ان کے ظلم کی فریاد لے کر گیا ۔ چوں کہ بادشاہ حلیم مزاج اور سلیم‌الطبع تھا ، رات دن علما کی صحبت اختیار کرنے کے سوا اسے کوئی اور کام نہ تھا ، وہ سیاست سے دست بردار ہو گیا تھا جو ریاست کے لیے ضروری جز ہے ۔ قاتل کو مدعی کے سپرد نہیں کیا جاتا تھا ، وہ قصاص کی رقم اپنے خزانے سے ادا کر دیتا تھا ۔ لوگوں کے دلوں سے ہیبت نکل جانے کی وجہ سے عمل داری میں سستی آ گئی تھی ۔ جب کہ کوئی آدمی شاہی احکام کی پیروی نہیں کرتا تھا تو دوسروں کی فریاد کو کون سنتا ۔ میر ویس نے یہ حال دیکھا تو مکہ معظمہ کا راستہ لیا ۔

(جب میر ویس) وہاں سے واپس آنے کے بعد وطن پہنچا [۱۷۰۱ء] تو موقع کی تلاش میں رہا ۔ ۱۱۲۰ھ (۱۷۰۸-۹ء) میں جب کہ گرگین خاں کاکری (قبیلہ) کی تنبیہ کی غرض سے قندھار کے باہر دہ منج کے مقام پر گیا تھا ، تو اس (میر ویس) نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کو قتل کر کے

۱- یہ حالات 'تاریخ جہاں کشائے نادری' (ایشیاٹک سوسائٹی اڈیشن ۱۸۴۵ء) ، ص ۸-۸۷ سے ماخوذ ہیں ۔ میر ویس پر ایک کتاب لندن سے 'The Persian Cromwell, ۱۷۴۲ء میں شائع ہوئی ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے باپ کا نام امیر محمد باقر تھا اور وہ ۱۶۸۷ء میں پیدا ہوا تھا ۔ (پ)

اس کا خاتمہ کر دیا اور قندھار پر مستقل طور سے قبضہ کر لیا۔ اس نے مہری حامیوں کے ساتھ ایک عرض داشت بہادر شاہ اول کے حضور میں ارسال کی اور رسوخ کا اظہار کیا۔

بادشاہ مذکور (بہادر شاہ) ایران کے بادشاہ سے دوستانہ تعلقات کی خواہش رکھتا تھا۔ عالم گیر بادشاہ اور والیٔ ایران کے درمیان ہندوستان کے ایلچی تربیت خان کی نا رسائی کی وجہ سے کدورت پیدا ہو گئی تھی، اس کو (بہادر شاہ) رفع کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے اس نے میدان ہموار کیا اور اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ (میر ویس کو) پنج ہزاری منصب، بادشاہ نواز خان کا خطاب اور قندھار کی قلعہ داری کی سند بھجوائی، تاجروں کے ذریعے شاہ سلطان حسین کو پیغام بھجوایا کہ افغان نمک حراموں نے جو اس درگاہ (ایران) کے ساتھ نمک حرامی کا سلوک کیا ہے، لہٰذا جو بات ان کو کیفرکردار تک پہنچانے کے لیے ضروری ہو اس کو فوراً عمل میں لایا جائے اور اس طرف (ہندوستان) کی مدد سے بالکل مطمئن رہیں (کہ افغانوں کی امداد نہیں کی جائے گی)۔ شاہ سلطان نے گرگین خان کے بھتیجے کیخسرو خان کو ایک فوج کے ہمراہ قندھار کی طرف متعین کیا۔ اس نے آ کر (قندھار کا) محاصرہ کر لیا اور اپنی بد تدبیری کی وجہ سے مارا گیا۔ اس کے بعد محمد زمان خان شاملو قورچی باشی اس کام پر مقرر ہوا، اتفاق کی بات کہ وہ وہاں پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں مر گیا [۲۰۷]۔

میر ویس آٹھ سال تک وہاں کا انتظام سنبھالے رہا، اور اس کے بعد فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی عبدالعزیز حکمرانی پر فائز ہوا۔ ایک سال کے بعد میرویس کے لڑکے محمود نے کچھ لوگوں کو اپنا ساتھی بنا کر اس (عبدالعزیز) پر حملہ کر دیا، اس کو قتل کر دیا اور خود حکومت پر قابض ہو گیا۔ جب ہرات میں ابدالی کا ہنگامہ برپا ہوا کہ جو (ابدالی) افغان قوم کی ایک شاخ ہے، عبداللہ خان ابدالی نے اپنے لڑکے اسداللہ خان کو کہ جسے وہاں (ہرات) کے حاکم عباس قلی خان شاملو نے ہرات میں اسی اندیشے کی بنا پر کچھ دنوں سے قید کر رکھا تھا، قید سے نکال کر فوج جمع کرنی شروع کر دی۔ پہلے انھوں نے قلعہ اسفرار پر قبضہ

گیا - ۱۱۲۹ھ (۱۷۱۷ء) میں ہرات پر قبضہ کر لیا - اسداللہ نے فراہ کے قلعے پر کہ جو عدریوں کے قبضے میں تھا ، غفلت میں حملہ کر دیا اور اس پر قبض ہو گیا - کچھ دنوں کے بعد محمود غلزئی فراہ پر قبضہ کرنے کے ارادے سے آیا - فراہ اور زمین داور کے درمیان اسداللہ سے لڑائی ہوئی اور اس (اسداللہ) کو قتل کر دیا - ع

اسد را سگ شاہ ایران درید

اس واقعے کی تاریخ ہے -

چونکہ قلعہ مذکور (فراہ) بہت مستحکم تھا ، لہذا اس نے اسداللہ کے سر پر اکتفا کیا اور قندھار واپس آ گیا - اس بات کو اس نے بڑی خدمت سمجھا - شاہ سلطان حسین [۳۰۔] کو عرضی بھیجی اور استدعا کی کہ بادشاہی سواری اس طرف سے خراسان کی جانب روانہ ہو ، میں بھی ہرات کی طرف پہنچتا ہوں - (سلطان حسین) کے ارکان سلطنت نے اس کے فریب کو قرین صداقت سمجھا - محمود کو موتمن صاف ضمیر کا لقب اور حسین قلی خان کا خطاب دیا - قندھار اس کو سونپ دیا اور اس کے لیے خلعت اور تلوار بھیجا - محمود ، ہرات کے ابدالی کی تنبیہ کے بہانے سے سیستان پہنچا - اسی دوران میں کرمان چلا گیا اور وہاں اس کے قبضہ کرنے میں تو مصروف لگ گئے -

اس کے بعد اس نے یحیی سلطان لکزی ساکن فراہ کے ہنگامے کے متعلق سنا کہ جس کو اس نے قندھار میں نائب بنا دیا تھا - اس (یحیی سلطان) نے میدان خالی دیکھ کر چند آدمیوں کو ساتھ ملا کر اندر کے افغانوں کو مار ڈالا اور خود بھی بیرونی افغانوں کے ہاتھ قتل ہوا - (اس کے بعد محمود) قندھار واپس آ گیا - دوسرے سال وہ (محمود) کرمان پہنچا اور اس نے وہاں بہت قتل و غارت کیا - قلعے کے لوگوں نے مجبوراً پیشکش گزرانی قبول کی اور قلعے کو سپرد کرنا اصفہان کے انجام پر موقوف رکھا - محمود غلزئی نے اس بات کو بھی اپنی کامیابی سمجھا اور وہ اصفہان روانہ ہو گیا - چار فرسخ اصفہان رہ گیا ہو گا کہ شاہی فوج سے

آخرکار (اشرف) شیراز کی طرف چلا گیا اور وہاں کوئی ٹھکانا نہ ملا ۔ قندھار کے قریب پہنچا ، محمود کو مار ڈالنے کی وجہ سے وہاں (قندھار) جا نہیں سکتا تھا ، اس نے اس نے بلوچستان جانے کا ارادہ کیا ۔ جب محمود غلزئی کے بھائی حسین نے یہ بات سنی تو اس نے اپنے سالار ابراہیم کو ایک فوج کے ساتھ اس کے اوپر متعین کر دیا ۔ ابراہیم اس کے پاس پہنچ گیا اور ابراہیم کی توپ کی ضرب سے اشرف ۱۱۴۲ھ (۳۰-۱۷۲۹ء) میں مارا گیا ۔ حسین مذکور کچھ دنوں قندھار میں رہا ۔ آخرکار قلعۂ مذکور (قندھار) بھی نادر شاہ کے قبضے میں آ گیا ۔

۱۹۲

محمد یار خان

مرزا بہمن یار اعتقاد خان[1] کا فرزند ہے ۔ اپنے باپ کا ایسا ہی بیٹا ہونا چاہیے ۔ لیکن استغنا اور بے نیازی میں وہ اس (باپ) سے بھی بڑھ کر تھا ۔ دنیا والوں سے اس کو کوئی مناسبت ہی نہ تھی ۔ جتنی وہ دنیا کو ٹھوکر مارتا تھا ، اس سے زیادہ وہ اس کے دامن کو پکڑتی تھی ۔ جتنا وہ دولت کو ٹھکراتا تھا اتنی ہی وہ اس کے آستانے پر سر رگڑتی تھی ۔ گرچہ اس کے باپ نے زندگی کو آزادانہ عیش و عشرت میں گزارا لیکن اس نے بیداری ، ہوشیاری ، قاعدے اور اصول کے ساتھ زندگی گزاری اور اس کو فراغت و اطمینان نصیب ہوا ۔ اس نے ملازمت کی کم تکلیفیں [۲۰۶ب] اٹھائیں ۔

اس کی زندگی کے آغاز میں بارھویں سال جلوس عالم گیری میں کہ ابھی اس کا باپ زندہ تھا ، اسے چار سو کا منصب ملا اور اس کے چچا

۱۔ مآثرالامرا ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۲۳۰-۲۳۲ ۔ (ق)

مرزا فرخ فال کی بیٹی کے ساتھ شادی ہوئی[1] کہ جو (فرخ فال) یمین الدولہ آصف جاہ کا چھوٹا لڑکا ہے ۔ وہ زیادہ جسیم اور تنومند ہونے کی وجہ سے گوشہ نشین تھا اور عیدین اور جشن کے روز بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوتا تھا ۔ شاہی عطیات اور انعامات کو وہ جمع کرتا رہتا تھا ۔

اکتیسویں سال جلوس عالم گیری میں (محمد یار خاں) سرکاری زرگر خانے کا داروغہ مقرر ہوا ۔ اس کے بعد اسے توپ خانے کی داروغگی بھی مل گئی ۔ رفتہ رفتہ میر توزک کے عہدے پر مقرر ہو گیا اور پھر عرض مکرر کا عہدہ بھی اسے مل گیا ۔ اس کے بعد غسل خانے (دولت خانے) کا داروغہ مقرر ہوا ۔

لیکن وہ آرام اور تن آسانی کی وجہ سے ایک ایک دو دو مہینے دربار نہیں جاتا تھا ۔ جب ذوالفقار خاں نصرت جنگ کے منصب میں اضافہ ہوا تو ہم عصر اور ساتھی ہونے کی وجہ سے وہ اس بات کو گوارا نہ کر سکا ۔ حالانکہ اس (نصرت جنگ) نے فوج کے سردار ہونے کی حیثیت سے شہرت حاصل کی اور دکن کے قلعوں کی تسخیر اور دشمنوں (مرہٹوں) کی تنبیہ کے بدلے میں ہمیشہ اس کے منصب میں اضافے ہوئے اور اس (محمد یار خاں) کے منصب میں بھی سوا اضافے ہوتے رہے ۔ وہ دو ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار پانسو سوار پر پہنچ چکا تھا ، مگر وہ بگڑ بیٹھا ۔ اس نے نوکری سے استعفا دے دیا اور اس پر اصرار کیا ۔ بادشاہزادہ محمد اعظم کو حکم ہوا کہ اس کی دلدہی کی جائے ۔ شاہزادے نے اس کو مطمئن کرنے کی ہر چند کوشش کی لیکن کوئی فائدہ [ـ ـ ـ] نہ ہوا ۔ اس نے پیغام بھیج دیا کہ میری نوکری ایسی نہیں ہے کہ تمہارے (شہزادے کے) درمیان میں پڑنے سے معاملہ نپٹ جائے ۔ شاہزادہ ناراض ہو گیا اور اس نے بادشاہ کے حضور

۱- ملاحظہ ہو مآثر عالم گیری ، ص ۹۰ - اس کی شادی چودھویں سال جلوس عالم گیری میں بیان کی گئی ہے ۔ (مآثر عالم گیری ، ص ۱۱۰) - (پ)

میں بہت شکایت کی ۔ بادشاہ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس (محمد یار خاں) کو کسی قلعے پر بھیج دوں ۔ جب اس کو یہ معلوم ہوا تو اس نے عرضی گزرانی کہ میں نے تمام آدمیوں کو بر طرف کر دیا ہے ۔ بیجا پور نزدیک ہے ، اگر اس قلعے میں کوئی جگہ مرحمت ہو جائے تو وہاں جا کر بیٹھ جاؤں ۔ (شاہی) حکم کے مطابق گاگلہ سے وہاں جا کر مقیم ہو گیا ۔ بادشاہ بھی پیچھے پیچھے بیجا پور آیا ۔ جب معلوم ہوا کہ وہ نوکری کرنی نہیں چاہتا ہے تو اسے دارالخلافہ (دہلی) جانے کی اجازت دے دی ۔

اتفاق سے ان ہی دنوں بادشاہزادہ محمد معظم کو اکبر آباد کی طرف جانے کی اجازت ہوئی اور ان کے قافلے ایک ساتھ روانہ ہوئے ۔ اس نے راستے میں شاہزادے سے ملاقات نہیں کی یہاں تک کہ وہ (شاہزادہ) اس کے (محمد یار خاں) کے خیمے کے سامنے سے گزرا لیکن وہ (محمد یار خاں) باہر نہیں نکلا ۔ شاہجہاں آباد جا کر نہایت استغنا اور آزادی سے زندگی گزارنے لگا ۔ چند مہینے بیکاری میں نہیں گزرے تھے کہ بخت و اقبال نے یاوری کی ۔ چالیسویں سال جلوس عالم گیری ۱۱۰۸ھ (۹۷ - ۱۶۹۶ء)[1] میں عاقل خاں خوافی کے انتقال کی[2] وجہ سے اسے دارالخلافہ (دہلی) کی صوبیداری کا فرمان بادشاہ کے حضور سے پہنچا ۔ مقصد پورا ہونے کی امید نظر آئی ۔ اس کے منصب میں پانسو ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور وہ [۲۰۸] تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ چھیالیسویں سال جلوس عالم گیری میں اصل و اضافہ کے بعد اسے تین ہزار اور پانسو ذات اور تین ہزار سوار کا منصب ، نقارہ اور صوبیداری (دارالخلافہ دہلی) کے ساتھ مراد آباد کی فوجداری مرحمت ہوئی کہ جو عالی مرتبہ امیر کے سوا کسی اور کو نہیں ملتی تھی ۔

۱۔ متن میں ۱۰۰۸ھ تحریر ہے جو غلط ہے ، ۱۱۰۸ھ ہونا چاہیے ۔ (ب)

۲۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد دوم ، (اردو ترجمہ) ، ص ۸۱۴-۸۱۶ ۔ (ق)

عالم گیر بادشاہ کے انتقال کے بعد جب بہادر شاہ پشاور سے آیا اور دارالخلافہ (دہلی) تین منزل رہ گیا تو اس نے منعم خان کو کہ جس کا خطاب اس وقت خان زمان تھا ، خان مذکور (محمد یار خان) کی دلدہی کے لیے پہلے سے بھیج دیا ۔ اگرچہ محمد یار خان نے اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا اور اپنے لڑکے حسن یار خان کو قلعے کی کنجیوں اور سلطنت کی مبارکباد کے ساتھ خان زماں کے ہمراہ بھیجا ۔ تیس لاکھ روپیہ نقد اور آٹھ لاکھ روپے کا چاندی کا سامان بھی کہ جو (قلعہ داری کے لیے) ضروری سمجھا جاتا تھا ، روانہ کیا ، لیکن حمقاں کی بیماری کی وجہ سے وہ خود قلعے میں موجود رہا ۔ بہادر شاہ کی تخت نشینی کے بعد اگرچہ آصف الدولہ اسد خان دارالخلافے میں مقیم تھا لیکن (صوبہ کی) نظامت اور قلعے کی نگہبانی خان مذکور (محمد یار خان) کے سپرد ہی رہی ۔

جب جہاندار تخت نشین ہوا اور وہ لاہور سے دارالخلافہ روانہ ہوا ، وہ (محمد یار خان) اس کے استقبال کے لیے اسر آباد تک گیا ۔ اسی دن نیمدت کے پاس اس نے آصف الدولہ (اسد خان) سے بھی ملاقات کی اور وہ اپنی قیام گاہ پر آ کر [۷۰۹] اطمینان سے بیٹھ گیا ۔ ذوالفقار خان کہ جو اس وقت ہندوستان کا وزیر اعظم تھا ، دوبارہ اس کی ملاقات کے لیے بھیجا ۔ اس نے اس کے طریقے کے مطابق جمدھر اپنی کمر سے اتار کر علیحدہ رکھا اور پھر گیا ۔ کوئی آدمی اس کے حضور میں ہتھیار باندھ کر نہیں جا سکتا تھا ۔

جس دن کہ فرخ سیر بادشاہ مظفر و منصور شاہجہان آباد میں داخل ہوا تو وہ بیچ شہر میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قلعے سے باہر ہی اپنے گھر چلا گیا ۔ اگرچہ دربار میں اس کی آمدورفت نہیں رہتی تھی لیکن صوبیدار ہونے کی وجہ سے کبھی کبھی بعض مقدمات میں اس سے رجوع کیا جاتا تھا ۔ اور جس وقت کہ محمد فرخ سیر ، سادات بارہہ کے تسلط سے عاجز آ گیا تو اس نے عالم گیری امرا کو آگے بڑھانے کا ارادہ کیا ۔ تقرب خان کے انتقال کے بعد (فرخ سیر نے) خانسامانی کا عہدہ نہایت اصرار اور خوشامد سے اس کے سپرد کیا اور اس نے اس شرط پر اس عہدے کو قبول کیا کہ وہ دربار میں نہیں جائے گا ۔ کبھی اتفاق سے بادشاہ کے پاس

چلا جاتا تھا ۔ جب وہ خانسامانی کی کچہری میں جاتا تھا تو نیچے نہیں اترتا تھا بلکہ پالکی ہی میں سوار رہتے ہوئے دستخط کرتا تھا اور پالکی کے لیے ستون بنا دیے گئے تھے (کہ جن پر پالکی رکھی جاتی تھی) ۔ وہ بہت دیانتدار اور ہوشیار تھا ۔

فرخ سیر کی عملداری کے بعد اس کے ذمے کوئی کام نہ رہا لیکن اس کی جاگیر آخر عمر تک بحال رہی ۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں وہ دو تین مرتبہ بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا ۔ وقت موعود پر اس کا انتقال ہو گیا[1] ۔

حسن یار خاں کے سوا ، کہ جس کا جوانی میں [۱۰۷۰] انتقال ہو گیا[2] اس کے کوئی اور لڑکا نہ تھا ۔ خزانے اور املاک کا مالک تھا ۔ دہلی میں اس کی حویلی اور دکانیں بہت تھیں ۔ لوگ اس (جائداد) کے سلسلے میں مبالغے سے کام لیتے ہیں ۔

۱۹۳

میر جملہ خانخاناں

عبداللہ نام[3] ، توران کا رہنے والا اور (علوم مذہبی میں) ماہر تھا ۔ اس نے کسی سے خود بیان کیا کہ جس زمانے میں کہ وہ وطن میں تحصیل علم میں مشغول تھا ایک دن بطور تفریح ایک جماعت کے ساتھ بستی سے

۱- ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۱۳۸ھ (۲۲ جنوری ۱۷۲۶ء) کو فوت ہوا ۔ تاریخ محمدی ، ص ۶۱ - (ق)

۲- صفر ۱۱۳۳ھ (دسمبر ۱۷۲۰ء) میں فوت ہوا ۔ تاریخ محمدی ، ص ۴۳ - (ق)

۳- لیٹر مغلس (سرکار ایڈیشن) جلد اول ، ص ۲۶۷-۲۶۸ - اس کے بیان کے مطابق وہ ۱۰۸۱ھ (۱۶۷۰-۷۱) میں پیدا ہوا ۔ (ب)

باہر باغیچہ کی سیر کے لیے گیا ؛ اتفاق سے اوزبکوں کی فوج ڈاکہ زنی کے لیے آ گئی ۔ وہ مجمع منتشر ہو گیا ۔ اس نے باغ کی دیوار سے اتر کر ہندوستان کا راستہ لیا ۔ چونکہ سفر کا سامان ساتھ نہیں تھا لہذا بڑی تکالیف سے سفر طے ہوا اور عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں وہ اس ملک (ہندوستان) میں پہنچا ۔

پہلے وہ صوبۂ بنگالہ کے مضاف جہانگیر نگر عرف ڈھاکہ کا قاضی مقرر ہوا ، پھر وہ عظیم آباد ، پٹنہ کا قاضی ہوا ۔ جس زمانے میں کہ فرخ سیر پٹنہ پہنچا اور وہاں تخت نشین ہوا تو اس نے بادشاہ کے مزاج میں بہت دخل حاصل کر لیا اور اس کی ہم رکابی اختیار کی ۔ جب جہاندار سے جنگ کرنے کے بعد وہ (فرخ سیر) فتح یاب ہوا تو اسے سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کا منصب اور میر جملہ خانخانان معظم خان بہادر مظفر جنگ کا خطاب ملا [۱۱ ع] ۔

اگرچہ بظاہر وہ دیوان خاص اور ڈاک کا داروغہ تھا لیکن وہ سب سے زیادہ بادشاہ کا رازدار تھا اور بادشا کے دستخط (کی مہر) اس کے اختیار میں رہتی تھی ۔ وہ عجلت پسند مغل ایک مرتبہ ہی میں اس اعلیٰ مرتبے پر پہنچ گیا تھا اس لیے سادات بارہہ کے اقتدار کی وجہ سے ان سے حسد کرنے لگا نہ جو اپنی خدمات کے پیش نظر کسی کی بات کو خاطر میں نہیں لاتے تھے ۔ وہ (میر جملہ خانخانان) سادات بارہہ کی طرف سے ایک ایک کی دس دس باتیں لگاتا تھا ۔

ذوالفقار خان ، ہدایت اللہ خان اور دوسرے آدمیوں کے مارے جانے پر سازش اور غداری کے سلسلے میں اس کا بھی نام لیا گیا ۔ اس بات سے سید عبداللہ خان اور حسین علی خان کشیدہ خاطر ہو گئے اور انھوں نے دربار میں آنا جانا بند کر دیا ۔ محمد فرخ سیر کے دوسرے سال جلوس میں جب دکن کی نظامت امیر الامرا حسین علی خان کے سپرد ہوئی تو وہ اس وقت تک دکن جانے کے لیے تیار نہیں ہوا جب تک کہ میر جملہ پٹنہ کی صوبیداری پر نہ چلا جائے کہ جو وہاں کی صوبیداری پر مقرر ہوا تھا ۔ جب وہ (میر جملہ) وہاں پہنچا تو چونکہ اس کے پاس زیادہ اور اچھی تنخواہ دار فوج تھی ، لہذا وہ اس فوج کے واجبات دینے سے معذور رہا ۔

اس وجہ سے پریشان ہوا اور پردہ دار پالکی میں بیٹھ کر دربار میں چلا آیا ۔

اس وقت بادشاہ (فرخ سیر) اور سادات بارہہ میں کشیدگی تھی : ہر روز بدگمانی اور شک میں گزرتا تھا ۔ بادشاہ نے اس کی طرف توجہ نہیں کی ۔ مجبوراً وہ سید عبداللہ خاں کے پاس گیا اور خوشامد کی ۔ اس نے (اس خوشامد) کو چالبازی سمجھا ۔ آدمی [۲۱۲] تلاش کرتے ہوئے پیچھے سے آ گئے اور انھوں نے اپنے مطالبات کا تقاضہ شروع کر دیا ۔ ناچار اس نے محمد امین خاں کے گھر جا کر پناہ لی ۔ بادشاہ نے رفع فساد کی غرض سے اس کے منصب میں کمی کر دی اور اس کو تحاب کی صوبیداری سے معزول کر دیا ، اور اس کے آدمیوں کے مطالبات بادشاہی سرکار سے ادا کر دیے ۔

اس بادشاہ (فرخ سیر) کی گرفتاری کے بعد وہ سادات بارہہ کے پاس پہنچ گیا اور صدارت کل کے عہدے پر فائز ہوا ، لیکن پہلا جیسا اعزاز و وقار نہ رہا ۔ محمد شاہ بادشاہ کے دور میں اس کا انتقال ہو گیا ۔ ٹھٹھہ کی صوبیداری کے زمانے میں اس کے متعلق معلوم ہے کہ وہاں کی رعایا اور باشندوں پر بہت ظلم کیے ۔ وہ خود بھی رحم دل ، با مروت اور عاقبت اندیش نہیں تھا لیکن اس کے باوجود جو کام اس کے سپرد کیا جاتا تھا اس کے پورا کرنے میں کوشش کرتا تھا ۔

۱۹۳

مرحمت خاں بہادر غضنفر جنگ

میر ابراہیم نام ، امیر خاں کابلی[1] کا لڑکا ہے ۔ اڑتیسویں سال جلوس عالم گیری میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ محمد فرخ سیر کے زمانے میں وہ صوبہ مالوہ کے مضاف ماندو کی فوجداری اور قلعہ داری پر مقرر ہوا ۔ اس علاقے کے سرکشوں کی

۱۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۲۷۲-۲۸۱ (ق)

تنبیہ و تادیب میں اس نے خوب بہادری دکھائی اور مشہور ہوا ۔ بادشاہ مذکور (فرخ سیر) کے آخری زمانے میں جب کہ حسین علی خان [۳۱ـ] دکن سے دارالخلافہ (دہلی) روانہ ہوا ، چونکہ وہ (غضنفر جنگ) راستے میں تھا اور اس عبرت کی وجہ سے کہ بادشاہ (فرخ سیر) اس (حسین علی خان) سے خوش نہیں ہے ، اس نے نوکری کا بہانہ کر دیا اور (حسین علی خان) سے ملاقات نہیں کی ۔ حسین علی خان جب حضور میں پہنچا تو اس نے اس (غضنفر جنگ) کو معزول کر دیا اور اس بات کے عمل درآمد کے لیے نظام الملک آصف جاہ کو لکھا کہ جو اس وقت مالوہ کا ناظم تھا ۔ اس نے اس (غضنفر جنگ) کو معزول کر کے قلعے سے بلا لیا ۔ چونکہ اس کا ارادہ دربار میں جانے کا نہیں تھا اس لیے اس نے اس کو مالوہ کے متعلقہ محلات سرونج وغیرہ کی قلعہ داری پر مقرر کر دیا ۔

چونکہ اسی زمانے میں آصف جاہ نے دکن جانے کا ارادہ کیا لہذا اس نے اس کی ہمراہی اختیار کی اور ایک شدید فوج کے ساتھ اس کا شریک حال ہوا ۔ سید دلاور علی خان کی جنگ میں وہ دائیں جانب کی فوج کا سردار تھا ۔ اس نے بہت بہادری دکھائی وہ ہراول فوج کے پاس پہنچ گیا اور دشمن کے ساتھ کے بہت سے راجپوت مارے گئے ۔ عالم علی خان کے مقابلے میں بھی اس نے بہت بہادری دکھائی اور اس نے لڑائی میں [۲۱ـ] کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ۔ فتح کے بعد اضافہ و انعام کے بعد اسے پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب اور مرحمت خان بہادر غضنفر جنگ کا خطاب ملا ۔ وہ برہان پور کی صوبیداری پر مقرر ہوا اور ہم عصروں میں امتیاز حاصل کیا ۔ خاندیس کے راولوں (راجپوت سرداروں) کو تنبیہ کی اور بہت بہادری دکھائی ۔ جب اس کے دربدوں کے ظلم کی فریاد آصف جاہ کے پاس پہنچی تو خاندیس کی نظامت کے بجائے اسے بگلانہ کی فوجداری اور جودہ لاکھ روپے کی جاگیر ملی لیکن وہ مطمئن نہیں ہوا ۔ جب اسے محمد شاہ بادشاہ کے استقلال اور سادات بارہہ کے زوال کی خبر ملی تو وہ بادشاہ کے حضور میں (دہلی) پہنچا ۔ کچھ دنوں میوات کی فوجداری پر اور اس کے بعد پٹنہ کی صوبیداری پر فائز ہوا ۔ وقت موعود پر وہ فوت ہوا ۔

اس کا لڑکا بقاء اللہ خاں کہ جو ابو المنصور خاں صفدر جنگ کے بھائی مرزا محسن کا داماد تھا ، مذکور خاں مذکور (غضنفر جنگ) کی نیابت میں قلعہ الہ آباد کی حفاظت کے فرائض انجام دیتا رہا ۔ احمد خاں بنگش[1] کے ہنگامے کے دوران اس نے قلعے کی حفاظت میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور قلعے کو افغانوں کے تصرف سے بچائے رکھا ۔

۱۹۵

مرحوم مبرور محمد کاظم خاں مغفور

راقم سطور (صمصام الدولہ شاہنواز خاں) کا حقیقی دادا ہے ۔ جب اس کے والد بزرگوار میرک معین الدین امانت خاں[2] کا انتقال ہو گیا تو حق شناس اور قدر داں بادشاہ عالمگیر نے اس نیک عادات اور اچھے انجام والے (میرک معین الدین امانت خاں) کے لائق اور سعادت مند لڑکوں میں سے ہر ایک کے [د ۱ ۔] منصب میں مناسب اضافہ کیا اور ان کو مناسب خدمات پر مقرر کیا ۔

اس (کاظم خاں) کے آغاز جوانی میں اس کے منصب میں اضافہ ہوا اور وہ صوبۂ بیجا پور کی دیوانی پر مقرر ہوا ۔ اس کے بعد صوبۂ اورنگ آباد کے (پرگنہ) جالنا پور کا فوج دار مقرر ہوا ۔ اس کے علاوہ کچھ پرگنے بھی مرحمت ہوئے ۔ جس زمانے میں کہ بادشاہی لشکر برہم پوری کے قریب مقیم تھا تو وہ دارالسلطنت لاہور کا دیوان مقرر ہوا ۔ اس زمانے میں

۱۔ ملاحظہ ہو عہد بنگش کی سیاسی ، علمی اور ثقافتی تاریخ از مفتی ولی اللہ فرخ آبادی (مرتبہ محمد ایوب قادری) کراچی ۱۹۶۵ ، ص ۱۱۴-۱۲۲ - (ق)

۲۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۲۵۴-۲۶۳ - (ق)

خانہ زاد شناسی اور خانہ زاد پروری کا بہت خیال رکھا جاتا تھا ۔ کہتے ہیں کہ اس زمانے میں خان مذکور (کاظم خاں) شراب پینے کی عادت میں مبتلا تھا ۔ وزیر خان شاہجہانی کے پوتوں میں سے ایک شخص دارالسلطنت (لاہور) کا سوانح نگار تھا ؛ اس نے دوسرے واقعات کے ساتھ یہ بات بھی لکھ دی ۔ ڈاک کے داروغہ نے بجنسہٖ وہ خبر بادشاہ کے حضور میں پیش کر دی ۔ ملاحظہ کے بعد بادشاہ نے اس کے مضمون ارشد خان[1] سے کہ جو دیوان خالصہ تھا ، صحیح حال معلوم کیا اور فرمایا کہ امانت خان کی اولاد سے ان باتوں کا ظہور عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے ، لیکن وقائع نگار بھی خانہ زاد ہے ۔ اس تشرع اور احتساب کے باوجود کہ جو بادشاہ (عالمگیر) رکھتا تھا ، بادشاہ نے تامل فرمایا اور اس کے باپ کے حال کے حسن ظن اور آں مرحوم (کاظم خاں) کی نیکو خدمتی کے حقوق کی بنا پر داروغہ (ڈاک) سے ارشاد فرمایا کہ جواب میں [۱۶ـ] لکھو کہ تم دونوں خانہ زاد ہو ، لہٰذا یہ مناسب نہیں ہے کہ خانہ زاد ، خانہ زاد کے متعلق خراب اور ناپسندیدہ بات بادشاہ کے حضور میں لکھے ۔

جب بادشاہ زادہ محمد معظم بہادر شاہ کا بڑا لڑکا شاہ زادہ محمد معز الدین ، صوبہ ملتان کو روانہ ہوا اور (اس سلسلے میں) شہر (لاہور) میں آیا تو خان مذکور (کاظم) شہزادے کے حضور میں حاضر ہوا ۔ اس پر بہت سی مہربانیاں اور نوازشیں ہوئیں اور اکرام و اعزاز سے سرفراز ہوا ۔ دو تین دن میں ایسا نقش صحبت قائم ہو گیا اور دونوں میں ایسی موافقت ہو گئی کہ شاہ زادہ اس کی رفاقت کا بہت خواہش مند اور شائق ہوا اور اس سلسلے میں کئی مرتبہ بادشاہ کے حضور میں عرضداشت بھیجی ۔ بادشاہ کے حضور سے صوبہ ملتان ، ٹھٹھہ اور اس کے ساتھ ساتھ بھکر ، سیوستان وغیرہ کی فوج کی دیوانی اس (کاظم خاں) کو مرحمت ہوئی ۔

جب وہ (کاظم خاں) ملتان پہنچا تو چونکہ دونوں (شاہ زادہ جہاندار شاہ اور کاظم خاں) شراب خوری کی عادت رکھتے تھے ، لہٰذا ان میں کوئی معاشرت

۱ـ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد اول (اُردو ترجمہ) ، ص ۲۸۳ - (ق)

نہیں رہی اور مشرب کے اتحاد کی وجہ سے خاص تعلقات ہوگئے ۔ اس کے باوجود کہ دوسرے امرا شاہی محل میں اپنی مستورات کی آمدورفت امارت کے لیے ضروری سمجھتے تھے ، اور یہ بھی واقعہ ہے کہ ایک روز رات کو شاہ زادہ اس بزرگ (کاظم خان) کی حویلی کے باغ میں اپنی خاص کنیزوں کے ہمراہ سیر کی غرض سے آیا اور اس نے اس بات (مستورات کی آمد و رفت) کا اشارہ بھی کیا [۲۱۲] لیکن اس (کاظم خان) نے اس بات کو نامناسب سمجھا ۔

بلوچوں کی مہم میں کہ جو شاہ زادے کے کارناموں میں سے ہے ، جو عالم گیر بادشاہ (شاہ زادے کی اس مہم پر) بر کیا کرتا تھا ، جب فوج نے اس علاقے کو پامال کر دیا اور اس قوم (بلوچ) کی جمعیت کا شیرازہ منتشر کر دیا تو اس کے بعد شاہ زادے نے چاہا کہ اپنے مقربین میں سے کسی کی سرداری میں ایک فوج ان (بلوچوں) کے تھانوں اور شاہ گیہوں کو برباد کرنے کے لیے متعین کرے ۔ جب سے اس کے لیے تیار نہ ہوئے ۔ وہ صاحب نیس (کاظم خان) اپنے آقا (شاہ زادہ جہان دار شاہ) کے حکم کی تعمیل میں بلاتاخیر فوراً روانہ ہوگیا ۔ اس ایک مفسد گروہ نے قدرت و طاقت رکھنے کے باوجود محض سیادت کے ادب سے مقابلہ نہیں کیا اور وہ سامان و اسباب اپنی جگہ چھوڑ کر فرار ہوگئے ۔ جب شاہ زادے کی تحریر سے بادشاہ کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اس (کاظم خان) کے منصب میں اضافہ ہوا اور خان کا خطاب ملا ۔

جب عالم گیر بادشاہ کا انتقال ہوگیا اور شاہ زادہ (جہان دار)[1] اپنے عالی قدر باپ (محمد معظم شاہ) کی ہمراہی میں روانہ ہوا کہ جو پشاور سے اپنے بھائی محمد اعظم شاہ سے جنگ کرنے کے لیے آیا تھا ؛ ان دونوں (محمد اعظم و معظم) میں سے ہر ایک نے وقت کے تقاضے کے مطابق اپنے اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کر دیا ۔ (شاہ زادہ جہان دار شاہ نے) خان

۱- خافی خان ، جلد دوم ، ص ۵۷۳-۵۷۴ ۔

مشارٌ الیہ (کاظم خاں) کو ملتان میں اپنی نیابت میں صوبیداری کے منصب پر چھوڑا۔

معزول ہونے کے بعد جب (کاظم خاں) لاہور پہنچا تو چونکہ بہادر شاہ دکن کی طرف متوجہ تھا لہٰذا اس نے اتنے دور دراز کا سفر اختیار نہیں کیا۔ کم و بیش دو تین سال وہ اس شہر (لاہور) میں بیکار رہا۔ خرچ آمدنی سے زیادہ [۱۸ـ] بڑھ گیا جو امارت کا لازمہ ہے۔ وہ دیانت و امانت کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ خرچ کرنے والا بھی تھا۔ اس کی جاگیر کی آمدنی کا بیشتر حصہ ارباب طرب و نشاط پر خرچ ہوتا تھا۔ کیونکہ یہ لوگ باقاعدہ اس کے یہاں ملازم تھے اور اس زمانے میں جو رقم جائداد کی آمدنی سے اور نوکروں کی تنخواہ سے کہ وہ بھی بادشاہی یا شاہزادے کی سرکار میں ملازم تھے، آتی تھی وہ ان دوسرے مصارف میں خرچ ہوتی تھی۔

جب وہ سرہند کے مضافات سدھورا میں بادشاہ اور شاہزادے کی خدمت میں باریاب ہوا تو اس کو صوبہ پنجاب کی تنخواہ جاگیر اور شاہزادے کی سرکار کی بخشی گری دوم کا عہدہ ملا۔ جس دن جہاں دار شاہ کا لقب ملا تھا۔ جب ہندوستان کے تخت سلطنت پر جہاں دار شاہ رونق افروز ہوا تو اگرچہ وہ (کاظم خاں) چار ہزاری منصب پر سرفراز ہوا لیکن استغنا مزاجی، بے پروائی، زمانہ سازوں سے نہ نبھا سکنے اور دوسرے افسروں سے معاملہ بگڑنے اور کوکلتاش خاں[1] کی کینہ وری کی وجہ سے کہ جو ہمیشہ دوستی کے پردے میں دشمنی کرتا تھا، اسے کچھ زیادہ فراغت و اطمینان حاصل نہ ہو سکا۔ ناقدردانی اور افسردہ دلی کی وجہ سے دربار میں آنا جانا موقوف ہو گیا اور مجرئی و سلام کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔

ایک دن [۱۹ـ] دارالخلافہ (دہلی) میں اتفاق سے راستے میں بادشاہ سے ملاقات ہو گئی تو سابقہ عنایات کی وجہ سے اس سے پرسشِ حال ہوئی۔ بےکاری و پریشان حالی کی وجہ سے رنج و افسوس کا اظہار کیا اور تنبیہ و

۱- مآثرالامرا، جلد اول (اُردو ترجمہ)، ص ۸۰۴-۸۰۵ - (ق)

سرزنش جیسی کہ چاہیے تھی کوکلتاش کو کی گئی اور اس کے لیے گجرات و لاہور کی صوبے داری تجویز ہوئی ۔ اس زمانے میں رشوت کا بازار گرم تھا اور امیر و وزیر بغیر لیے دیے کام نہیں کرتے تھے ۔ وہ بہت دیانت دار تھا اور ان چیروں سے وہ بے گانہ محض تھا لٰہذا کام کیسے بنتا ؛ آخرکار مجبوراً لاہور کی قلعہ داری کی سند پر اکتفا کرنا پڑا ۔

چند مہینے نہیں گزرے تھے کہ اور گل کھلا ۔ فرخ سیر کی تخت نشینی کے بعد دور و نزدیک کے لوگ خوف زدہ ہو گئے ۔ قریب تھا کہ جہاں دار شاہ کی قدیم رفاقت کی وجہ سے اس پر بھی شاہی عتاب ہو کہ وہ پہلے سے قطب الملک (سید عبداللہ خاں) بارہہ کے پاس فریاد لے کر پہنچ گیا ، کیوں کہ کچھ دنوں (قطب الملک) ملتان میں متعین رہا تھا اور حقیقت حال سے پوری طرح واقف تھا ۔ (قطب الملک نے) بادشاہ سے عرض کیا ، مشارٌ الیہ (کاظم خاں) احد و جر اور ظلم و میل ہر چیز سے علیحدہ تھا ۔ شاہ زادہ ، کوکلتاش خاں سے مشورہ لیتا تھا اور سارے کام اسی کے اختیار میں تھے اور یہ (کاظم خاں) تو صرف نام ہی سے خوش تھا ۔ اس طرح اس (کاظم خاں) کے سر سے یہ بلا ٹلی ۔ جب اعتقاد خاں فرخ شاہی کو بادشاہ کے حضور میں قرب و اعتبار نہ درجۂ اتم حاصل ہوا تو اس سے سابقہ دوستی اور تعارف کی وجہ سے کہ وہ بھی جہاں دار شاہی تھا ، صوبۂ کشمیر کی دیوانی [۷۰۲ا] اس عیش پسند (کاظم خاں) کو دلوائی کہ عیش پسند اور آرام طلب لوگوں کے لیے (کشمیر) روح افزا اور دل کشا مقام ہے ۔

جب محتوی خاں کے ہنگامے کی وجہ سے کہ جس کا تفصیلی ذکر اس صوبہ کے نائب ناظم میر احمد خاں ثانی کے حالات میں لکھا گیا ہے ، اس علاقے میں فساد برپا ہوا ، اس احوال بد تمیزی میں بہت سے بادشاہی متصدی ذلیل و خوار ہوئے تو (کاظم خاں) صحیح و سلامت رہا ۔ دربار کے کارپردازوں نے اہل خدمت کے زمرے میں اسے بھی معزول کر دیا ۔ اس کے بعد وہ دہلی آ گیا ۔ چند سال بے کاری اور بے اطمینانی میں گزارے ۔

۱۱۳۵ھ (۲۳-۱۷۲۲ء) میں اس کا انتقال ہو گیا ۔ اس وقت اس کی عمر ساٹھ سال سے زیادہ تھی ۔

اس کا بڑا لڑکا میر حسن علی خاں ، راقم حروف (صمصام الدولہ شاہنواز خاں) کا باپ ہے کہ جس کی عمر انیس سال سے زیادہ نہیں ہوئی تھی ۔ جوانی کا آغاز تھا اور ابھی اس کی آرزو کا حسن پھولا پھلا نہیں تھا کہ شہر لاہور میں ۱۱۱۱ھ (۱۷۰۰ء) میں اس کا انتقال ہو گیا ۔ پندرہ دن کے بعد ۲۸ رمضان (۱۱۱۱ھ) (۹ مارچ ۱۷۰۰ء) کو مصنف (صمصام الدولہ شاہنواز خاں) پیدا ہوا[1] ۔ اگرچہ میرے کچھ چچا اور [۲۱ے] دوسرے ننھیالی رشتہ دار لاہور میں ہیں لیکن اپنے خاندان کے دوسرے لوگوں اور رشتہ داروں سے ملنے کی غرض سے اپنے دادا کی زندگی ہی میں اس سال میں اورنگ آباد پہنچا جس سال کہ امیرالامرا حسین علی خاں دکن گیا تھا ، اور آب و دانہ کے تقاضے کی بنا پر وہیں سکونت اختیار کرلی ۔ زیادہ قیام کی وجہ سے واپسی کا ارادہ ترک کر دیا ۔ وہاں دوستوں اور وطن کا تعلق پیدا ہو گیا ۔ وہیں شادی ہو گئی اور ملازمت بھی کرلی[2] ۔

۱۱۴۵ھ (۳۳-۱۷۳۲ء) میں راقم‌الحروف نواب آصف جاہ کی طرف سے صوبہٴ برار کی دیوانی پر مقرر ہوا ۔ وہاں کے بگڑے ہوئے حالات کو درست کیا اور اس مرجھائے ہوئے پھول (برار) کو از سر نو رونق بخشی ۔ اس کی کارگزاری اور حسن خدمات کی شہرت ہوئی اور آصف جاہ کی زبان حق ترجمان نے کہا کہ فلاں (شاہنوار خاں) کا کام بہت سلیقہ کا ہے ۔

جب اسی زمانے میں والا تبار ، گردوں وقار اور عالم مدار نواب نظام‌الدولہ بہادر ناصر جنگ نے باقتضائے وقت دکن کی عمل داری کے کام

---

[1] میر عبدالحئی نے صمصام الدولہ شاہنواز خاں کی پیدائش کی تاریخ ۲۸ رمضان ۱۱۱۱ھ لکھی ہے ۔ ملاحظہ ہو ، مآثرالامرا ، جلد اول ، (اردو ترجمہ) ، ص ۴۹ ۔ (ق)

[2] اس کے بعد مصنف صمصام‌الدولہ شاہنواز خاں نے اپنے حالات لکھے ہیں ۔ (ق)

اپنے ہاتھ میں لیے تو حسن اتفاق کہ راقم‌الحروف کو بھی اورنگ آباد کھینچ بلایا اور اس جوان بخت و جوان ہمت (ناصر جنگ) کی خدمت میں باریابی سے اس کی عقیدت میرے دل میں پیدا ہو گئی ۔ جس وقت رحمت خداوندی گوشۂ گمنامی کے کسی معذور شخص کی اعانت پر متوجہ ہوتی ہے اور تقدیر کا صیقل گر گمنامی میں سرگرداں لوگوں میں سے کسی کا آئینۂ روشناسی صیقل کرتا ہے [۲۲ے] تو اس کے ظہور کی عنایتیں جلوۂ شہود کو آراستہ کرتی ہیں ۔ چنانچہ کسی کی سفارش کے بغیر اس عالی قدر (ناصر جنگ) نے میری بے ہنری کو ہنر سمجھا اور میرے حال پر خاص طور سے مہربانیاں فرمائیں اور بغیر کسی شریک و سہیم کے قرب و اعتبار کے درجے پر فائز کیا اور مجھے اپنا مصاحب و محرم بنایا ۔

چوں‌کہ ہر کام کے پورا ہونے کے لیے ایک وقت مقرر ہے ، کچھ دنوں کے بعد اس نے دکن کی دیوانی اور آصف جاہ کی سرکار کی نائب دیوانی اور خانسامانی پر مقرر کیا ۔ اس کی خیر خواہی اور خیر سگالی کے واسطے میں نے کارگزاری اور کار سناسی کے لیے کمر کس لی اور مفوضہ خدمات کو انجام دینے لگا ۔ اس نے اپنے بزرگوں کے طریقے پر رسوت اور بالائی آمدنی کو کہ جسے ملازمین حق خدمت کہہ کر ماں کے دودھ سے بھی زیادہ حلال جانتے ہیں ، بالکل نظر انداز کر دیا اور اسے حرام و ناجائز سمجھا ۔ ظاہر ہے کہ خدا کے خوف اور ڈر کی وجہ سے یہ طریقہ احتیار کرنا بہت عجیب اور کم یاب باب تھی ۔ زیادہ تر لوگ اس بات (رشوت نہ لینے) کو آقا کی رضا اور التفات مزید کی عرض سے اختیار کرتے ہیں تا کہ ان کے منصب و جاہ میں اضافہ ہو ۔ اس فاسد زمانے میں وہ (نقطۂ نظر) بھی عنقا ہے اور اگر سو میں کوئی ایک اس صفت سے متصف ہے تو [۲۳ے] لوگ اس کو نادان اور بےوقوف سمجھتے ہیں ۔ الحمدللہ کہ یہاں (شاہنواز خاں کے پیش نظر) دوسری غرض (اضافۂ منصب و جاہ) مفقود ہے ۔ وہ خداوند با اقبال (ناصر جنگ) کہ جس کے اتباع میں ہم سرمایۂ سعادت حاصل کرتے ہیں ، علّو ہمت کا ایک روشن آفتاب ہے کہ جس کی تربیت کا پرتو عام ہے

اور جود و بخشش کا ایک بے نظیر بادل ہے کہ جس کے فیض انعام سے ہر ایک مستفیض ہوتا ہے ۔ مگر ہم عقل نامل کیش کی روشنی میں (رشوت وغیرہ) سے بر بنائے حیا مجتنب رہتے ہیں کہ شرمندگی نہ اٹھانی پڑے اور ہم کو ندامت نہ ہو ۔

بیت

سر ببالا نتواند ز خجالت کردن
ہمچو قلاب کسے را کہ گرفتن ہنر است

زمانے نے اور (بیا) رنگ بدلا اور اس عالی نژاد نیک اندیش نے مصلحت کی وجہ سے گوشہ نشینی اختیار کر لی ۔ چنانچہ یہ بات اس (ناصر جنگ) کے حالات میں تفصیل سے بیان کی گئی ہے ۔ چنانچہ راقم‌الحروف (شاہنواز خان) نے بھی اس کے محبت کے جذبے کی شکرگزاری میں تمام باتوں سے دست کشی اختیار کی اور اس کی پیروی میں گوشہ نشیں ہو گیا اور مئے شیراز سے اپنے کام و دہن کو حلاوت بخشی ۔

بیت

جائے کہ تخت و افسر جم میرود بباد
گر غم خوریم خوش نبود بہ کہ مے خوریم [۴۷۲]

کچھ دن فراغت و عافیت کے ساتھ گوشہ نشینی میں گزارے ، اور میں کہتا تھا :

بیت

ما گوشہ را نہ بہر قناعت گرفتہ ایم
تن پروری بگوشۂ خاطر رسیدہ است

اس رشک آگیں آسمان نے ہمیں اپنے حال پر نہ چھوڑا اور گوشہ نشینوں کو چمن سے پہاڑوں اور جنگل میں لے گیا ۔ اس موقع پر بہت سوں نے ہمت ہار دی اور سست پڑ گئے ۔ تھوڑے سے ایسے تھے کہ گردون ناہنجار کی

بے راہ روی سے جو لڑائی شروع ہو گئی ، اس میں انھوں نے خسارہ اٹھایا ۔
اس دن (مقابلے کے دن) حسب معمول راقم‌الحروف (شاہنواز خاں) ناصر جنگ
کے ساتھ ہاتھی پر (اس کے پیچھے) بیٹھا ہوا تھا ۔ جب معاملہ بڑھا اور
شکست نظر آنے لگی تو سردار اور افسر ایک احاطہ میں داخل ہو گئے کہ
جو مقابلہ کے قریب تھا ۔ اس عالی نژاد (ناصر جنگ) کے ہاتھی کے علاوہ
اس میدان میں کوئی بھی نہیں رہا اور وہ بھی اس احاطہ کی چار دیواری کے
پاس چلا گیا ۔ کارخانۂ تقدیر کے تماشائی (ناصر جنگ) نے یہ حالت
دیکھ کر مجھ سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ میں نے کہا کہ اس پناہ کی
جگہ سے تو بے پناہی بہتر ہے ۔ یہاں چاروں طرف سے بم گولہ اور بان کا
نشانہ بن رہے ہیں ، اور یہاں سوائے بے کار جان دینے کے اور کوئی فائدہ
نہیں ہے ۔ جب اس بہادر اور دانش مند نے یہ بات سنی تو وہ میدان میں
آ گیا [۵۲۷] ۔ پھر مشاہدہ کیا کہ جب فیل نشینوں نے اس کو تنہا دیکھا
تو وہ آگے بڑھے اور اس نے نہایت بہادری سے اکیلے اسی طرف تیزی سے
ہاتھی کو آگے بڑھایا ۔ جب ان لوگوں نے اس کی جرأت مشاہدہ کی تو اس
کے حق میں تحسین و آفریں کہی اور جنگ و جدال سے ہاتھ روک لیا اور
اس کو حلقے میں لے کر اسی حالت میں آصف جاہ کی جانب لے چلے ۔ چند
قدم (آصف جاہ کے پاس پہنچنے میں) باقی تھے کہ کچھ عیرت مند تلواریں
کھینچے ہوئے اس احاطہ سے نکلے اور بجلی کی طرح ایک دم آ گئے ۔ چونکہ
موقع گزر چکا تھا اس جرأت مند بہادر (ناصر جنگ) اور محرر اوراق
(شاہنواز خاں) نے نہایت درشتی سے منع کیا ۔ اس کا نتیجہ اس کے سوا
کچھ نہ ہوا کہ طرف ثانی کے لوگ بھڑک اٹھے اور انھوں نے حرم و احتیاط
کی بنا پر تیر برسانے شروع کر دیے اور اس طرح ان (شمشیر زنوں)
کو روکا ۔

تقدیر کی نیرنگی دیکھیے کہ جنگ میں صحیح و سالم رہے اور صلح
کے موقع پر زخمی ہوئے ۔ ناگاہ اسی ہنگامے میں کچھ اوباش تلواریں کھینچ کر
میرے اوپر حملہ آور ہوئے ۔ ایک امیر نے آواز دی کہ اپنے کو کیوں
ہلاکت میں ڈالتا ہے؟ یہ سن کر میں متنبہ ہوا اور میں ہاتھی پر سے

کود پڑا ۔ چوں کہ اللہ کی حفاظت میری نگہبان تھی (اس لیے بچ گیا) ورنہ میں ہاتھیوں کے ایسے حلقے کی طرف گرا کہ جو آپس میں دم اور سونڈ ملائے ہوئے تھے ۔ اچانک اس عالی مرتبہ (ناصر جنگ) کے ایک خیر خواہ امیر نے اپنے ہاتھی پر مجھے بٹھا لیا اور اس آشوب گاہ سے نکال لایا ۔ وہ ہنگامہ جو برپا ہوا تھا وہ ختم ہو گیا [٢٦ے] ۔

اس آوارگی اور پریشانی میں ایک دوست سے ملاقات ہو گئی ۔ وہ مجھ کو متہور خاں مرحوم کے گھر لے گیا کہ جس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے ۔ اگرچہ اس نا مناسب حرکت کے وقوع پذیر ہونے کی وجہ سے میں بہت سی سزاؤں کا مستحق تھا ، لیکن آصف جاہ کا حلم ملاحظہ ہو ، وہ (آصف جاہ) اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے ، کہ اس نے صرف اتنا ہی عتاب کیا کہ منصب اور جاگیر ضبط کر لی اور چند آدمی گھر پر نگران مقرر کر دیے ۔

اگرچہ مجھے خیال اور گمان تھا کہ میں بہت سی ہلاکتوں میں مبتلا ہوں گا لیکن اللہ کا شکر و امتنان ہے کہ گوشۂ عزلت میں نہ سننے والی بہت سی باتوں سے میرے کان محفوظ رہے اور بہت سی نہ دیکھنے والی چیزوں سے آنکھیں بچی رہیں ۔

بیت

اے گوشۂ عزلت ز تو آب رخم افزود
نشناسم اگر قدر ترا در بدر رفتم

یہی گوشہ نشینی ہے کہ جو اس کتاب (مآثرالامرا) کی تالیف کا باعث ہوئی ، جس کا اشارہ دیباچہ میں کیا گیا ہے ۔ جب تک کسی لطیفۂ غیبی کا ظہور نہ ہو اور اللہ کا فضل شامل حال نہ ہو اور کوئی دل پسند مشغلہ ہاتھ نہ لگے اس وقت تک رفع بے کاری کی غرض سے اسی دل چسپ کام میں لگا ہوا ہوں ۔ ظاہر ہے کہ یہ کام بیہودہ نویسی اور بے کار باتیں جمع کرنے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا ہے ۔ طبیعت کو بے کاری کی آفت سے محفوظ رکھنے اور افکار باطلہ کے ہجوم سے باز رکھنے (کو یہ مشغلہ اختیار

کیا ہے) ورنہ اس نظر بندی کے زمانے میں اور کیا کر سکتے ہیں ؟ کیونکہ بے کاری [۷۲۷] اور بے روزگاری کو بہت مدت ہو گئی ، تقریباً چھ سال ہو چکے ہیں :

بیت

خمیازہ سنج تہمت عیش رسیدہ ایم
مے این قدر نبود کہ رنج خمار ماند

اگرچہ کچھ مدت اس (تالیف) کی بدولت زمانے کی پریشانیوں سے محفوظ و مطمئن رہا :

بیت

ہر کہ در کار است گردوں می زند بر تک دگر
وقت آں آمد کہ بیکاری نکار آید مرا

مزاج عنصری کے تقاضے کے مطابق کہ اس کی شرح حرکت کے ساتھ وابستہ ہے کہ جتنا عمل ہوگا اتنی ہی بات بڑھے گی - جب پانی ٹھہرا رہتا ہے تو اس میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے ، پھر دل بھی کیوں نہ پریشان ہو ، اس کا اظہار ہم ضروری سمجھتے ہیں :

بیت

مارا زبان شکوہ ز بیداد چرخ نیست
از ما خطے بمہر خموشی گرفتہ اند

چونکہ دنیا امید سے قائم ہے اس لیے آرزو میں عیب نہیں ہے :

ع

شاید شب ما ہم سحرے داشتہ باشد

ہاں دو آسانیوں کے درمیان تکلیف بھی ہے اور رات کی سیاہی کے پیچھے صبح کے چاند کی روشنی ہے : [۷۲۸]

بیت

نقاب چہرۂ امید ناشد گرد نومیدی
غبار دیدۂ یعقوب آخر توتیا گردد

اے خدا تعالیٰ! اپنے کاموں کے سنبھالنے کا حوصلہ اور اسباب نہیں ہیں اور بغیر اسباب کے کوئی کام نہیں بنتا ہے - مجھ مجبور کے کچھ کام اسباب سے مستثنیٰ کر دے - اگر ان کو بغیر سبب کے پورا نہیں کرنا ہے تو ان کا سبب مہیا کردے، اور ہمیں ہمارے حال پر مت چھوڑ اور جس بات کو تو ضروری سمجھتا ہے وہ ظاہر فرما - اے اللہ! جو کچھ ہم نے تیری جناب میں کیا ہے اس سے پناہ مانگتے ہیں اور جو کچھ تونے ہمارے ساتھ کیا ہے اس کے لیے ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں:

اللّٰھم کما انعمت فزد و کما زدت فادم و کما ادمت فبارک بحق الحق و اہلہ و صل علیٰ محمد و آلہ و اصحابہ -

اے اللہ جس طرح تو نے انعام فرمایا ہے اس میں اضافہ بھی فرما اور جس طرح تونے اضافہ فرمایا ہے اس کو دوام بھی بخش، اور حس طرح تونے دوام بخشا ہے اس میں حق اور اہل حق کے واسطے سے برکت بھی عطا فرما - اور درود حضرت محمد اور ان کی آل اور ان کے اصحاب پر بھیجیو!

۱۹۶

مبارز خاں عماد الملک[1]

خواجہ محمد نام ہے - وہ اپنے بچپن اور طفلی میں اپنی ماں کے ہمراہ

۱- ملاحظہ ہو لیٹر مغلس (سرکار اڈیشن) جلد دوم، ص ۱۳۸-۱۵۰

(پ)

اپنے مولد اور وطن بلخ سے ہندوستان آیا ۔ جب وہ گجرات ، پنجاب پہنچا تو اس کو شاہ دولہ[1] مشہور کی خدمت میں لے گئے کہ جو صاحب کرامت درویش تھے ۔ باشندگان پنجاب ان کے بہت معتقد ہیں ۔ ان بزرگوار (شاہ دولا) نے اس نونہال (مبارز خاں) کو دولت و اقبال کی خوش خبری اور اپنا درویشی کا لباس مرحمت فرمایا ۔

جب وہ سن تمیز کو پہنچا اور کچھ دنوں تلاش روزگار میں گھوما پھرا تو [۷۲۹] آغاز شباب کے زمانے میں وہ مرزا یار علی سے وابستہ ہو گیا جو کم منصب ہونے کے باوجود بادشاہ (عالم گیر) کے مزاج میں بہت دخل رکھتا تھا ۔ مرزا اپنے دستخطی کاغذات کو اس کے حوالے کر دیتا تھا اور وہ (مرزا) اپنے کام اس سے لیتا تھا ۔ یہاں تک کہ مرزا (یار علی) کی توجہ اور التفات سے اس کے حالات درست ہو گئے اور وہ بادشاہی منصب پر سرفراز ہو گیا ۔ کچھ دنوں تک بخشی سوم کا پیش دست رہا ۔ اس کے بعد سردار خاں[2] کوتوال کے نائب کی حیثیت سے اس نے بہت ناموری اور شہرت حاصل کی ۔

اسی زمانے میں عنایت اللہ خاں[3] کی لڑکی سے کہ جو کشمیر کے اکابر میں تھا ، اس کی شادی ہوئی ۔ اس کے حالات اور دولت و اقبال میں ترقی اور منصب میں اضافہ ہوا اور وہ بادشاہزادہ محمد کام بخش کی سرکار کا بخشی مقرر ہوا ۔ قلعہ پرنالہ کے محاصرے کے زمانے میں وہ شاہزادے کی فوج کے ساتھ مورچال کا افسر تھا ۔ اس کے بعد وہ سنگم نیر کی فوجداری پر

۱۔ گجرات گزیٹیر کے مؤلف ڈیوس نے لکھا ہے کہ شاہ دولہ پٹھان تھے اور وہ بہلول لودی بادشاہ کی اولاد میں ہونے کے مدعی تھے ۔ لیکن گوجروں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ان کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے ۔ موجودہ سجادہ نشین خود کو سید بتاتے ہیں (گجرات گزیٹیر ۱۸۹۲-۹۳ء ، ص ۱۶۱) (پ)

۲۔ مآثرالامرا ، جلد دوم (اردو ترجمہ) ، ص ۴۹۴-۴۹۷ ۔ (ق)

۳۔ مآثرالامرا ، جلد دوم (اردو ترجمہ) ، ص ۸۲۱-۸۲۴ ۔ (ق)

مقرر ہوا کہ جو اورنگ آباد سے متعلقہ خالصہ (کی جائداد) کا محال تھا ۔ بہادری اور کارگزاری کی وجہ سے اسے امانت خاں کا خطاب ملا ۔ سینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں اسے بیجا پور کی فوجداری بھی مل گئی کہ جو اورنگ آباد سے چوبیس کوس کے فاصلے پر واقع ہے ، اور اسے ہاتھی بھی مرحمت ہوا ۔ بہادر شاہ اول کے زمانے میں وہ [۳۰ے] بندر سورت کی متصدی گری اور فوجداری پر فائز ہوا اور وہ وہاں کے لیے روانہ ہوا ۔

جب صوبۂ گجرات کے ناظم خان فیروز جنگ کا انتقال ہو گیا[۱] تو خان مذکور (مبارز خان) یلغار کرکے احمد آباد پہنچا ، اس کے خزانے اور کارخانوں کے انتظام میں مشغول ہوا اور اس وسیع علاقے (گجرات) کی حفاظت میں مصروف ہوا ۔ بادشاہ کے حضور سے اس کے منصب میں اضافہ ہوا ۔ وہ گجرات کا صوبیدار مقرر ہوا اور اسے بہت فخر و اعزاز حاصل ہوا ۔

جب جہاندار شاہ تخت سلطنت پر بیٹھا تو وہ صوبہ (گجرات) سربلند خاں کو ملا اور کوکلتاش خاں خانجہاں کے وسیلے سے خان مذکور (مبارز خاں) کو صوبۂ مالوہ کی ولایت ملی ۔ جب وہ اجین پہنچا کہ جو اس صوبے کا صدر مقام ہے تو اس نے سب سے پہلے رام پورہ کے زمیندار رتن سنگھ چندراوت کو صلاح آمیز پیغام بھیجے کہ جو عالم گیری عہد میں اپنے وطن میں مسلمان ہوا تھا اور اس کو اسلام خاں کا خطاب ملا تھا ۔ اس نے سلطنت میں کم زوری اور اختلال دیکھ کر سرداری کا ڈول ڈالا ۔ بہت سی فوج جمع کی اور بادشاہی علاقوں پر دست درازی شروع کردی ۔ اگرچہ مشہور یہ ہے کہ ذوالفقار خاں نے راجا کو اشارہ کر دیا تھا کیونکہ اس (ذوالفقار خاں) کو کوکلتاش خاں سے عداوت تھی اور وہ چاہتا تھا کہ خان مذکور (مبارز خاں) کی عمل‌داری میں [۳۱ے] خلل واقع ہو تاکہ اس

۱۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد دوم (اردو ترجمہ) ، ص ۸۶۷-۸۷۴ (ق)

کی وجہ سے اس کے مربی (کوکلتاش خاں) کی بدنامی ہو[1] ۔

اس ضعیف الاسلام اور شدید العناد (راجا رتن سنگھ المخاطب بہ اسلام خاں) نے غرور و تکبر کی وجہ سے اس کی صلاح کو قبول نہیں کیا اور دشمنی پر آمادہ ہو گیا ۔ اس نے دلیر خاں روہیلہ کو کہ جو اس صوبے کا مشہور جماعہ دار تھا ، ایک بڑی فوج کے ساتھ قصبہ سارنگ پور بھیج دیا ۔ اس نے وہاں کے تھانےدار عبدالرحیم بیگ کو اکھاڑ پھینکا اور ایک کثیر جماعت کو قید اور قتل کر ڈالا ۔ خان شہامت نشان (مبارز خاں) حمیت و غیرت کی وجہ سے اس جہالت کیش (رتن سنگھ) کے مظالم کو زیادہ نہ برداشت کر سکا اور اس نے ایک جماعت کہ جو تین ہزار سوار سے زیادہ نہیں تھی ، نہایت تیزی سے مقابلے کے لیے روانہ کر دی ۔ اس نے اس قصبے کے قرب و جوار میں کہ جو اُجین سے دس کوس کے فاصلے پر ہے ، لشکر آراستہ کیا اور جنگ کے لیے آمادہ ہو گیا ۔ اس ادبار زدہ (رتن سنگھ) نے بیس ہزار سواروں کے ساتھ مقابلہ کیا ۔ (ان سواروں میں) دوست محمد روہیلہ جیسے اکثر نامی افغان بھی تھے ۔ اس علاقے میں ابھی تک اس (دوست محمد) کو زمینداری نہیں ملی تھی اور وہ تین چار ہزاروں کے ساتھ نوکری کرتا تھا ۔

تین طرف سے تین فوجوں نے خان (مبارز خاں) کو گھیر لیا تاکہ اسے زندہ گرفتار کر لیں ۔ بان اور بندوق سے میدان جنگ بھڑک اٹھا کہ جس سے جنگ میں تیزی آتی ہے ۔ بہت سعی و کوشش [۷۳۲] کا مظاہرہ ہوا ۔ خدا تعالیٰ کی مہربانی ہوئی اور ان کو فتح حاصل ہوئی ۔ فتح کے بعد کسی نے راجا (رتن سنگھ) کو میدان جنگ میں پڑا ہوا دیکھا ، وہ اس کا سر کاٹ کر لے آیا ۔ معلوم ہوا کہ جب لڑائی ہو رہی تھی تو توپ کا ایک گولہ اس کے پاس پہنچا اور اس کو ختم کر دیا ۔ خان اقبال نشان (مبارز خاں) کو خوب مال غنیمت ہاتھ لگا ۔ فتح کرنے کے بعد اس نے چاہا کہ اس شقی (رتن سنگھ) کے وطن رام پورہ کو غارت کر ڈالے ، اس کی بیوی نے

۱- خافی خاں ، جلد دوم ، ص ۶۹۳ -(ق)

عاجزی اور اطاعت کا اظہار کیا اور پیش کش ارسال کرکے اسے اس ارادے سے باز رکھا ۔ جہاندار شاہ نے اس کو تحسین و عطایا کے فرمان بھیجے اور شہامت خاں کا خطاب مرحمت فرمایا ۔

محمد فرخ سیر کی سلطنت کے شروع زمانے میں وہ دوبارہ گجرات کا صوبے دار مقرر ہوا ۔ ابھی اس کی عملداری کو (گجرات میں) دو ہفتے نہیں گزرے تھے کہ وہاں کی حکومت داؤد خاں پنی[۱] کے سپرد ہو گئی ۔ خان مذکور کو مبارز خاں کا خطاب ملا اور اسے حیدرآباد کی صوبے داری ملی ، وہ اس طرف روانہ ہو گیا ۔ اس نے کم و بیش بارہ سال اس وسیع مملکت میں گزارے ۔ اس نے فسادیوں کو تنبیہ کی اور ان کو مطیع بنایا ۔ سرکشوں کو سرتابی کی مجال نہ تھی ۔ اس نے مالگزار رعایا کی دلدہی اور تسلی کی ۔ سعی و کوشش سے اس نے بالکل آرام نہیں کیا اور ہمیشہ اس وسیع صوبے (حیدر آباد) کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک [۷۳۲] دوڑتا رہتا تھا ۔ اگرچہ اس کے پاس تین ہزار سے زیادہ سوار نہیں تھے لیکن وہ مرہٹوں کی بڑی فوجوں کو مقابلے کے بعد بھگا دیتا تھا ۔ اگر کوئی دشمن اس کی سرحد میں قدم رکھتا تھا تو اس کو پوری پوری سزا ملتی تھی ، اور جب وہ (دشمن) اس صوبے میں دست اندازی کا ارادہ کرتا تھا تو اس سے مقابلہ ہوتا تھا اور دشمن کو شکست ہوتی تھی ۔

جس زمانے میں کہ امیرالامرا حسین علی خاں ، دکن کا ناظم ہو کر وہاں آیا تو خان مذکور (مبارز خاں) ملاقات کی غرض سے اورنگ آباد پہنچا ۔ امیرالامرا نے جب اس کی شخصیت اور مرتبے کو پہچان لیا تو اس کے قدر و منزلت کے اعتبار سے اس کے ساتھ سلوک کیا اور اس کے تعلقے پر اسے بامراد جانے کی اجازت دی ۔ جب آصف جاہ نے محمد شاہ بادشاہ کی خیرخواہی پر کمر باندھی اور وہ مالوہ سے دکن کے لیے روانہ ہوا تو چونکہ خاں (مبارز خاں) مدد کا وعدہ کر چکا تھا ، اس لیے حیدر آباد سے چلا گیا ۔

۱- ملاحظہ ہو ماثرالامرا ، جلد دوم (اُردو ترجمہ) ، ص ۶۱-۶۵ - (ق)

جب آصف جاہ مخالفوں کی لڑائی سے فارغ ہو گیا اور اورنگ آباد میں آ کر قیام پذیر ہوا تو وہ ملاقات کے لیے آیا اور اخلاص میں اضافہ ہوا ۔ طرفین سے دوستی کے مواعید کی تجدید ہوئی ۔ اس کے لیے سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کا منصب اور عماد الملک کا خطاب تجویز ہوا ۔ اتفاق سے اسی دوران میں سادات (بارہہ) کا وقت پورا ہو گیا کہ جن کی [۷۳۴] دشمنی کے اندیشے کی وجہ سے رات کو نیند نہیں آتی تھی ، اور ان کا زوال ہو گیا ۔ کلی طور سے پریشانی رفع ہو گئی ۔ خان مذکور (مبارز خاں) نے اپنے لڑکوں کی شادی کا انتظام کیا ۔ ان کی شادی کے جلسے اور جشن عروسی منعقد کیے ۔

اسی زمانے میں آصف جاہ نے بادشاہ کے حضور میں جانے کا مصمم ارادہ کیا ، اگرچہ اس نیک اندیش دور بین خان (مبارز خاں) کا مشورہ نہیں تھا اور اس نے منع بھی کیا ۔ اتفاق سے وہ (آصف جاہ) فردا پور کے درے تک پہنچا تھا کہ کچھ وجوہ اس کے دل میں دکن کے قیام کی پیدا ہو گئیں اور وہ واپس لوٹ آیا ۔ خان مبارزت نشان (مبارز خاں) کی صحیح رائے کے بارے میں اس نے خط لکھا اور عنوان میں یہ شعر لکھا :

بیت

آنچہ در آئینہ جواں بیند
پیر در خشت کہنہ آں بیند

اس کے بعد ایک دوسرے کے مشورے کے بعد آصف جاہ فتح جنگ ادونی کی طرف روانہ ہوا ۔ اس نے جنوبی سرداروں اور افغانوں سے معقول پیشکش طلب کی کیونکہ وہ ایک زمانے سے شتر بے مہار (سرکشی) کی زندگی گزار رہے تھے اور انھوں نے خوب دولت جمع کر لی تھی ۔ وہ زمانے کے مزاج کو پہچاننے والا خان (مبارز خاں) پہلے اپنے تعلقے کو گیا ۔ اسے چاہیے تھا کہ بہت سی جمعیت لے کر آتا تاکہ رعب پڑتا ، مگر وہ تھوڑے سے آدمی لے کر آیا اور آ کر (آصف جاہ) سے مل گیا ۔ اس نے اپنا فائدہ اس بات میں نہ دیکھا کہ اس بارے میں آصف جاہ سے اتفاق رائے کیا

جائے اور وہ سردار ہر اس بات کو قبول [۵۳۷] کر لیں اور اس کو مان لیں جو ان سے کہا جائے کیونکہ وہی اس کی آمدنی کا ذریعہ تھے ۔ جو بات آصف جاہ فتح جنگ کے پیش نظر تھی اس کا سواں حصہ بھی پورا نہ ہوا ۔ اگرچہ بظاہر ناخوشی کا اظہار نہیں ہوا اور (اختلاف کی) خاک نہیں اڑی مگر دلوں میں گرہ پڑ گئی ۔

اس کے بعد اس (مبارز خاں) اور دوسرے جنوبی حکام نے بازپرس کا خیال مطلق چھوڑ دیا اور سیکا کول محال پر کہ جو خالصہ تھا اور کبھی اس کی کچھ آمدنی خزانے میں داخل کر دی جاتی تھی اور اس صوبے کے دوسرے محالات پر مالکانہ طور سے قبضہ کر لیا ۔ جب نواب فتح جنگ بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور مسند وزارت پر متمکن ہوا تو اس موقع پر (آصف جاہ نے) اس (مبارز خاں) کے اور اس کے لڑکوں اور ساتھیوں کے مناصب میں کمی اور نقصان کیا ۔ اس کے وکیل کو زر خالصہ کے ادا کرنے کے سلسلے میں ہدایت کی اور زبانی بھی کہا ۔ اور جو بات اس کے دل میں تھی وہ ظاہر کر دی ۔

جب کابل کی نظامت کی تجویز زیر بحث آئی تو (آصف جاہ) نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اس کام کے لیے مبارز خاں سے بہتر کوئی دوسرا آدمی نہیں ہے ۔ دوستی کے پردے میں وہ چاہتا تھا کہ اس کا کام بگاڑ دے ۔ وزارت کے ساتھ آصف جاہ کو دکن کے عوض مالوہ اور گجرات کے صوبے ملے ۔ اب اس نے سوچا کہ کوئی ناواقف صوبیدار کیوں ہو ، بہتر ہے کہ مبارز خاں صوبیدار ہو جائے اور اس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ ہم دونوں میں نہایت اخلاص کے تعلقات ہیں [۵۳۶] اور اس (آصف جاہ) نے مشارٌالیہ (مبارز خاں) سے مکرر خط و کتابت کر کے اس کو اس بات کے لیے آمادہ کر لیا ، لیکن اسی درمیان میں اس کے خسر عنایت اللہ خاں نے کہ جو بادشاہ کے حضور میں خانساماں اور نائب وزیر تھا ، بادشاہ کے اشارے سے اسے سبز باغ دکھایا ، اسے لالچ دیا اور روغن قاز مل کے اس کو امیدیں دلائیں ۔ خان مذکور (مبارز خاں) آزمودہ کار ہونے کے باوجود بھٹک گیا اور نواب فتح جنگ سے مشورہ کیے بغیر از روئے فدویت و وفاداری اس

نے بادشاہی احکام کی تعمیل کا مصمم ارادہ کر لیا ۔ گڑھی بھولچری کے محاصرے میں کہ جو مچھلی بندر کے نزدیک ہے ، اور وہاں کا فسادی زمیندار آپا راؤ قلعہ بند ہو گیا تھا ، اور جنگ میں بہت دلاوری و بہادری دکھا رہا تھا ، چھ سات مہینے گزرے تھے کہ دکن کی صوبیداری کا فرمان پہنچا ۔ خان مذکور (مبارز خاں) نے کچھ وقت اور اس قلعے پر خرچ کیا اور مصلحت سے اس کو حاصل کر لیا ۔ پھر وہ حیدر آباد کے لیے واپس ہوا ۔

چونکہ اس معاملے میں جنوبی افغان بھی متعلق تھے ، کرنول کا فوجدار بہادر خان پنی ، کڑپہ کے فوجدار عبدالنبی خاں کا لڑکا ابوالفتح ، دلیر خاں کا پوتا عبدالمجید خاں اور اس کا لےپالک علی خاں ، کرناٹک کے فوجدار سعادت اللہ کی طرف سے [۲۷۰] امیر ابوطالب بدخشی کا لڑکا عالب خاں ایک شائستہ فوج لے کر اس کی رفاقت کے لیے پہنچ گئے اور عین برسات کے زمانے میں ناندیر کے قریب اُنھوں نے دریائے گنگا کو عبور کیا اور چاہا کہ اوندھیہ کے قریب کہ جو بالا گھاٹ برار کی سرکار باسم کا ایک پرگنہ ہے ، برسات کا موسم گزارا جائے ۔

اسی زمانے میں نواب فتح جنگ آصف جاہ نے کہ جو دربار (شاہی) کے آدمیوں سے موافقت نہ ہونے کی وجہ سے شکار کے بہانے سے نکل آیا تھا مالوہ میں مرہٹوں کا فساد سنا ، وہ گنگا بھاگیرتھی کے کنارے سوردن کی منزل سے اس طرف (مالوہ) کو چل پڑا ۔ وہ دشمنوں (مرہٹوں) کو نکال کر اوجین کے قریب سے واپس ہوا اور پرگنہ سہور آیا کہ جو سرونج کے قریب ہے کہ اسی دوران میں محمد عنایت خاں بہادر کا خط اورنگ آباد سے پہنچ گیا کہ دربار کے اختلاف ڈالنے والے آدمیوں کے بھکانے اور جنوبی افغانوں کی تحریک سے مبارز خاں نے دکن کی صوبیداری قبول کر لی ہے اور فرمان ملنے کے بعد وہ اس طرف چل پڑا ہے اور ان کے مشوروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صوبیداری پر دخل کرنے کے بعد وہ دکن کی فوج ہمراہ لے کر مالوہ کی طرف متوجہ ہوگا اور بادشاہ کے حضور سے بھی ایک جماعت (اُس کام کے لیے) متعین ہوئی ہے ۔ (اس کو اپنے) خدام کے ساتھ ناقابل برداشت تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا ، اس وقت ان کی گردن مروڑنا مشکل اور مطیع کرنا

دشوار ہوگا ۔ اسی اندیشے کے دوران مبارز خاں کے وکیل کا خط ہاتھ پڑ گیا ۔ اس میں وہی بات تحریر تھی جو عنایت اللہ خاں نے [۳۸ے] کہی تھی اور اس سے محمد عنایت خاں کے خط کے مضمون کی تائید ہوتی تھی ۔ اب اسے پورا یقین ہو گیا اور وہ (آصف جاہ) دکن کی طرف چل دیا ۔ اس نے نہایت عجلت سے راستہ طے کیا اور چھٹے سال جلوس محمد شاہی کے ماہ ذی قعدہ (جولائی ۔ اگست ۱۷۲۴ء) میں وہ اورنگ آباد میں داخل ہو گیا ۔ پہلے (آصف جاہ نے) بذریعہ تحریر اتمام حجت کے لیے نصیحت کی اور مسلمانوں کے خون کے بہنے کا خوف دلایا ۔ اتفاق سے اب بات اس منزل پر پہنچ گئی تھی کہ بہادر خان (مبارز خاں) کا اس معاملہ سے دست کش ہو جانا اور واپس ہو جانا سرداری اور افسری کے منافی تھا ، کیونکہ وہ اپنے زمانے کے جنگجو بہادروں میں سے تھا ، اور خاص طور سے بادشاہی خدمت میں یہ بات اس کے نام اور شان کے لائق نہ تھی (کہ وہ مقابلے سے منہ پھیر لے) اس نے (آصف جاہ) کی غرض آلود نصیحت کو نہیں سنا اور لڑائی کے لیے تیار ہو گیا ۔

آصف جاہ بھی باجی راؤ وغیرہ مرہٹوں کے ساتھ چھ ہزار سوار لے کر مقابلہ کے لیے آیا اور چارتھانہ پہنچ گیا ۔ اجل رسیدہ اور قضا گرفتہ خان (مبارز خاں) نے بہادر اور تجربہ کار ہونے کے باوجود ایک غلط اندازہ لگانے والی جماعت کے کہنے سے ظفر نگر کا ارادہ کر لیا کہ جو بہادر خاں کی آبائی جاگیر میں تھا اور وہاں افغانوں کی آبادی تھی ۔ اس کا خیال تھا کہ وہ یلغار کر کے وہاں پہنچے گا ، رات کو وہیں رہے گا ، ذرا دیر آرام نہ کرے گا ، اور سیدھا اورنگ آباد پہنچے گا ۔ اس نے سوچا تھا کہ اس صورت میں دو باتیں ہوں گی کہ یا تو دشمن پریشانی کی حالت میں تعاقب کے لیے آئے گا اور توپ خانہ چھوڑ آئے گا کہ جس پر اس کو بہت ناز ہے ، اور پھر ہمارے حسب خواہش جنگ ہو گی ۔ اور اگر دشمن نے توپ خانہ نہیں چھوڑا [۳۹ے] تو وہ دیر میں پہنچے گا تو اس وقت تک سردار (آصف جاہ) کے قبائل و خزائن اور سپاہیوں کے خاندان اور مال و اسباب اور شہر پر قبضہ کر لیا جائے گا کہ جو پائے تخت ہے اور پھر جنگ کے تیار ہوں گے ۔ دریائے

پورنا کو کہ جہاں سے وہ دس بارہ کوس آ چکا تھا واپس ہوا اور پھر اس کو عبور کیا ۔ اس نے یہ نہ جانا کہ ہندوستان میں دشمن کے سامنے سے چلا جانا فرار ہونے اور حریف کے غلبے کو شہرت دینے کے مصداق ہے ۔ واقعہ یہ ہے کہ راقم الحروف (شاہنواز خاں) آصف جاہ کے ساتھ تھا ۔ اس دن (مبارز خاں کا) خوف اور ڈر لوگوں کے دلوں سے نکل گیا ۔ اب لوگ اس کی فتح کے متعلق شک کرنے لگے ، اگرچہ پہلے بہت سوں کو (فتح کا) یقین تھا بلکہ ہر چھوٹا بڑا جان کے خوف سے لرزاں تھا اور فرار کے لیے آمادہ تھا ۔ سردار (آصف جاہ) کو لوگوں نے مبارک باد کی نذریں پیش کرنی شروع کر دیں ۔ شاعروں نے تاریخیں موزوں کیں ۔ ایک شخص نے ہندی (اردو) زبان میں خوب تاریخ نظم کی : ع

ڈر گیا مبارز خاں ۱۱۳۶ھ (۱۷۲۴ء)

اس کا مادۂ تاریخ ہے ۔

آخر کار عبور کرتے وقت فتح جنگ کی قراول فوج کے کچھ بہادر اور جانباز سپاہی وہاں پہنچ گئے اور سخت مقابلہ ہوا ۔ اس کے توپ خانے کا داروغہ ایک جماعت کے ہمراہ ختم ہو گیا ۔ وہ (آصف جاہ کی قراول کے سپاہی) اس سے مطمئن نہ ہوئے ، وہ کچھ مرہٹوں کو لے کر قزاقی اور لوٹ مار کے لیے پہنچ گئے ۔ دشمن کا آگے بڑھنا روک دیا ۔ اس کے لیے دو قدم راستہ طے کرنا مشکل [۳۰۷] ہو گیا ۔ مجبوراً مبارز خاں اپنے بھیر و بنگاہ کو لے کر قصبۂ شکر کھیرلا پہنچا اور خود جنگی سپاہیوں کے ساتھ باہر مقیم ہوا ۔ اس کی یہ علیحدگی دو دن اور دو رات تک رہی ۔ اس کے آدمیوں کو بےسروسامانی کی وجہ سے عجیب تکلیف رہی ۔ ان کے پاس سوائے گھوڑے اور چابک کے کچھ نہ تھا ۔ وہ سپاہی مرنے سے بدتر تھے ۔

۲۲ محرم ۱۱۳۷ھ (۳۰ ستمبر ۱۷۲۴ء) کو جمعہ کے دن کا تہائی حصہ باقی تھا کہ (مبارز خاں) دس ہزار سے کم سوار لے کر فتح جنگ کی طرف روانہ ہوا کہ جس نے دو فوجیں مرتب کی تھیں ۔ ایک خود اس کی اپنی سرداری میں تھی اور دوسری کا سربراہ عضد الدولہ عوض خاں تھا اور

وہ (عضد الدولہ) قصبہ مذکور سے دو کوس کے فاصلے پر صف آرا تھا ۔ وہ (مبارز خاں) عوض خاں کی فوج کے دائیں طرف بڑھا کہ جو آصف جاہ کے دائیں ہاتھ کو تھا ۔ اچانک ایک نالہ سامنے آ گیا کہ جس کی آند (کیچڑ) میں آدمی اور جانور سینے تک دھنس گئے ۔ اچانک صف آرائی کا سلسلہ ٹوٹ گیا ، فوج میں انتشار پڑ گیا ۔ عجیب ہنگامہ برپا ہو گیا ۔ اگر گھوڑا بھڑکتا تھا تو جگہ کی تنگی کی وجہ سے کھڑا کا کھڑا ہی رہتا تھا ، اور اگر سوار گرتا تھا تو زمین پر نہیں پہنچتا تھا بلکہ (دو) گھوڑوں کے دونوں سرین اور سروں کے درمیان [۱۳۷] اٹک جاتا تھا اور اوپر اوپر کا راستہ لیتا تھا ۔

یہاں تک کہ بائیں طرف کی فوج آ گئی ۔ توپ خانے نے برق اندازی شروع کر دی اور دشمن کو دائیں ہاتھ پر لے لیا ۔ (اسی دوران میں مبارز خاں) غضبناک شیر کی طرح آیا اور اس نے عوض خاں کی میمنہ فوج اور محفوظ دستے پر حملہ کر دیا اور خوب جنگ ہوئی ۔ اسی دوران میں فتح مند سردار بڑی توپوں اور بندوقوں کے ساتھ آ گئے اور انھوں نے ان بہادروں (مبارز خاں کے ساتھیوں) کو ٹھکانے لگا دیا ۔ مبارز خاں اپنے دو لڑکوں کے ساتھ مارا گیا اور بہت سے سردار مثلاً بہادر خاں پنی سردار میمنہ ، مکرم خاں خانزماں سردار میسرہ ، غالب خاں (سردار) ہراول ، ابوالفتح خاں (سردار) قلب ، علی مردان خاں حیدرآبادی کا لڑکا حسینی خاں ، امین خاں دکنی و جگدیو راؤ جادون کہ دونوں اس طرف (آصف جاہ) سے جا کر ادھر (مبارز خاں) شامل ہوئے تھے ، محمد فائق خاں کسمیری کہ جو آں مرحوم (مبارز خاں) کی سرکار کا دیوان اور اپنے زمانے کے صاحب کمال لوگوں میں سے تھا ، تین ہزار اور پانسو آدمی کے ہمراہ مارے گئے ۔

اس بات کو تجربہ کار جانتے ہیں کہ اس ناکام خان (مبارز خاں) نے اس کام میں حالات کی نامساعدت سے سستی اور چشم پوشی دکھائی کہ جس میں نہیں دکھانی چاہیے تھی ۔ لیکن اگر وہ فرمان (شاہی) وصول ہونے کے بعد گڑھی پھولچری سے دست بردار [۱۳۷] ہو کر (اپنے معاملات کی طرف) متوجہ ہو جاتا تو بات یہاں تک نہ پہنچتی ۔ اس کے بعد بھی یہ

نہیں معلوم ہوتا تھا کہ معاملہ اتنا طول کھینچے گا ورنہ وہ ساز و سامان اور کثیر فوج جمع کر سکتا تھا ۔ یہاں تک کہ جنگ کے زمانے میں مرہٹہ سرداروں نے بھی پیغام رفاقت بھیجا تھا خاص طور سے کانہو بھونسلہ پانچ ہزار سواروں کے ہمراہ مدد کو تیار تھا اگر اس کو کچھ تھوڑی سی مالی امداد دے دی جاتی ۔ لیکن (مبارز خاں نے یہ امداد) قبول نہیں کی کہ سب اس کے تنبیہ کردہ اور سزا یافتہ تھے ۔ آئندہ بھی ان سے نبٹنا تھا ۔ اس لیے وہ ان کا احسان مند نہیں ہوا ۔ اگر وہ بغیر معاوضہ کے رفاقت اختیار کریں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے ۔

غرض وہ (مبارز خاں) اس قصبے کے نواح میں مدفون[۱] ہوا کہ جو ایک دلفزا جنگل ہے ۔ وہ اپنے زمانے کے ممتاز امرا میں تھا ۔ بلکہ وہ اپنے زمانے کے امرا میں کسی سے مناسبت نہیں رکھتا تھا ۔ اس میں امرائے قدیم کی آن بان تھی ۔ وہ بہادر ہونے کے ساتھ عقلمند بھی تھا ، امارت کے ساتھ سیاست کو بھی پیش نظر رکھتا تھا ۔ استقلال و متانت کے اعتبار سے گویا وہ پہاڑ تھا کہ انقلاب روزگار کی آندھیوں سے اس کے عزم و ثبات میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا تھا ۔ درست اندیشی اور حسن تدبیر کا ایسا صحیح اندازہ رکھتا تھا کہ اس کی فکر کا تیر مقصود کے نشانے سے دائیں بائیں نہیں کرتا تھا (بلکہ نشانے پر بیٹھتا تھا) ۔ کسی کو رنجیدہ نہیں کرتا تھا اور اختلاط میں مخل نہیں ہوتا تھا ۔ رنجیدہ کرنے والے سے دور رہتا تھا اور خلل ڈالنے والے سے اختلال نہیں کرتا تھا ۔ وہ یارباشی اور دوستی کے جذبے سے خالی نہیں تھا ۔ بہت نوکر پرور اور رفیق نواز تھا ۔ عیش پرست اور آرام طلب نہ تھا [۷۴۳] ۔ سپاہیانہ طریقہ رکھتا تھا ۔ شجاعت و بہادری کا مالک تھا اور معاملہ فہم بھی تھا ۔ ہر معاملے کی تہ کو پہنچ جاتا تھا ۔ لڑائی اور جھگڑے کو پسند نہیں کرتا تھا ۔ افسوس بلا وجہ مارا گیا اور اپنے ترقی و اقبال کی انتہائی بلندی کو نہیں پہنچا ۔

۱۔ ملاحظہ ہو راحت افزا از سید محمد علی (مرتبہ خورشید علی) (حیدر آباد دکن ۱۹۴۷ء) ، ص ۱۰۲-۱۰۷ - (ق)

عنایت اللہ خاں کی لڑکی سے اس کے یہاں پانچ لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی ۔ دو چھوٹے لڑکے اسعد خاں اور مسعود خاں تھے جن میں سے ایک مطلب خاں ابن مطلب بنی مختار کی لڑکی کے ساتھ اور دوسرا خان زماں مکرم خاں ابن خانخاناں بہادر شاہی کی لڑکی کے ساتھ بیاہا گیا ۔ عین شباب میں وہ دونوں باپ کے ہمراہ مارے گئے ۔

سب میں بڑا خواجہ احمد خاں ہے کہ جس کو باپ (مبارز خاں) اپنے نائب کی حیثیت سے شہر میں چھوڑتا تھا ، اگرچہ سارے کام جلال الدین محمود خاں کی رائے پر منحصر تھے ۔ اس نے اپنی قدیم رفاقت اور راست مزاجی کی وجہ سے مبارز خاں کے دل میں ایسی جگہ پیدا کر لی تھی کہ اس کے انجام دیے ہوئے کاموں پر کوئی اعتراض کی انگلی نہیں اٹھا سکتا تھا ۔

باپ کے مرنے کے بعد وہ (خواجہ احمد خاں) فوج لے کر محمد نگر عرف گولکنڈہ کے قلعے پر پہنچ گیا اور صندل خاں خواجہ سرا کو جو قلعےدار تھا بیدخل کر دیا ۔ (خواجہ احمد خاں) مال و متاع اور قبائل وغیرہ کو قلعے میں لے آیا اور اس نے قلعے کو مستحکم کیا اور ایک سال تک اس قلعے کی حفاظت کی [۲۴۷] ۔ اس کو ان کاموں سے بالکل مناسبت نہیں تھی ۔ مجبور سا آدمی تھا ۔ ہمیشہ دن کو سوتا تھا اور رات کو جاگتا تھا ۔ اپنے خیر خواہوں کی رائے اور مشورے پر عمل کرتا تھا ۔

دلاور خاں اس کا خسر تھا اور اس کی حقیقی خالہ اس کو منسوب تھی ۔ اس نے اس کے معاملات کو درست کیا ، اور اس کے بعد اسے چھ ہزاری منصب ، شہامت خاں کا خطاب اور اسی صوبے میں جاگیر ملی ۔ نوکری معاف ہو گئی ۔ اس کے باپ (مبارز خاں) کے مال کی کوئی تحقیقات نہیں ہوئی اور اس نے قلعہ سپرد کر دیا ۔ کچھ دنوں کے بعد حیدر آباد کی جاگیر کی بجائے اسے رٹھ پور اور قول میں جاگیر مل گئی ۔ اب تو مدتوں سے وہ اورنگ آباد میں مقیم ہے ۔ اسے کسی سے کوئی واسطہ نہیں ہے ۔ خاندیس میں اسے جاگیر مل گئی ہے ۔

دوسرا (لڑکا) خواجہ محمود خاں ہے کہ لڑائی میں اس کو سخت زخم آئے تھے ۔ آصف جاہ نے پنج ہزاری منصب اور مبارز خاں کا خطاب عنایت کیا ۔ اس زمانے میں اس نے امانت خاں کا خطاب پایا اور (صوبہ) خاندیس میں آسیر (آمیر ؟) میں اسے جاگیر ملی ہے ۔ (مبارز خاں کا) لائق فرزند ہے۔ باپ کے زمانے میں قلعہ دار رہا ۔ وہ بہادر ، معاملہ فہم اور عمدہ کاموں کو انجام دینے والا ہے ۔ درویش دوست ہے ۔ ہر معاملے سے با خبر اور ہر خوبی سے آراستہ ہے ۔ آصف جاہ کی ہمراہی میں عزت سے زندگی گزار رہا ہے ۔ ایک اور لڑکا عبدالمعبود خاں ہے کہ جو باپ کی زندگی میں بادشاہ کے حضور میں چلا [۵۰۷] گیا تھا ۔ محمد شاہ نے باپ کے خون بہا کے عوض اسے عمدہ منصب ، مبارز خاں کا خطاب اور گرز برداروں کی داروغگی پر سرفراز فرمایا ۔ عرصہ ہوا کہ فوت ہوگیا ۔

اس (مبارز خاں) کی لڑکی عنایت‌اللہ خاں کے پوتے ثناءاللہ خاں کو منسوب تھی کہ جو (ثناءاللہ) اپنے خسر (مبارز خاں) کی حکومت کے زمانے میں سیکاکول کا فوج دار تھا ۔ اس کے بعد آصف جاہ نے اس کو بیجا پور کی صوبے داری پر متعین کر دیا ۔ وہاں اس نے مرہٹہ سردار اودا چوہان سے بری طرح شکست کھائی ۔ آخر پرینڈا کی قلعہ داری کے زمانے میں فوت ہو گیا ۔ اگرچہ وہ بیہودہ گو تھا مگر اس کی باتیں مزے دار ہوتی تھیں ۔

(مبارز خاں کے) اور بھی اولاد تھی ۔ ان میں سے ایک حامداللہ خاں ہے کہ نواب آصف جاہ نے ہندوستان کے طریقے کے مطابق کہ خون کی عداوت رشتہ داری کرنے سے نسیاً منسیاً ہو جاتی ہے ، اپنی بہن کا نکاح اس (حامد اللہ خاں) کے ساتھ کر دیا ، لیکن اس نسبت سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا ۔

۱۹۷

معزالدولہ حیدر قلی خاں

اس کا تعلق اسفرائن[1] سے ہے ۔ محمد رضا نام تھا ۔ پہلے وہ سلطان عظیم‌الشان کی سرکار میں نوکر ہوا اس لیے اس کے نام کی نسبت سے (عظیم‌الشانی) مشہور ہو گیا[2] ۔ جب ہندوستان کی سلطنت پر فرخ سیر قابض ہوا تو اس کے بعد پہلے سال جلوس فرخ سیری میں میر جملہ کی وساطت سے اسے حیدر قلی خاں کا خطاب اور دکن کی دیوانی کا عہدہ ملا ۔ اس کے ساتھ وہاں (دکن) کے صوبوں کی دیوانی اور خالصہ محال کی امانت کل اور دوسرے صیغہ جات کی ذمہ داریاں بھی اس کو ملیں ۔

اس صوبہ (دکن) میں پہنچنے کے بعد [۶۳۷] وہاں کے ناظم نظام‌الملک آصف جاہ سے اس کی نہ نبھ سکی ، لٰہذا وہ بادشاہ کے حضور میں چلا آیا ۔ اور پھر صوبۂ احمد آباد کی دیوانی ، بندر سورت کی متصدی گری ، گجرات کی نائب نظامت پر کہ جو اس زمانے میں اصالتاً خان دوراں کے نام تھی ، سرفراز ہوا اور وہاں چلا گیا ۔ وہاں کی مہمات کے انتظام میں مشغول ہوا ۔ اس نے بندرگاہ اور محال خالصہ کی آمدنی میں خاصا اضافہ کیا ۔ (محال خالصہ بھی) اس کے سپرد ہو گیا تھا ۔ صفدر خاں ثانی کی لڑائی میں اس نے بہت بہادری دکھائی اور وہ غالب آیا ۔ حالانکہ وہ بہت فوج لے کر مقابلے کے لیے آ گیا اور اس کے پاس جمعیت کم تھی ۔ لیکن اس کے درشتیٔ مزاج کی وجہ سے وہاں کی رعایا اس سے ناراض تھی اور اس صوبے کے جاگیر دار اس سے پوری طرح شاکی تھے ۔ اس بات سے قطب‌الملک (عبداللہ خاں) ناراض ہو گیا ۔ وہاں سے وہ تبدیل ہو کر سلطان رفیع‌الدرجات کے زمانے میں دربار میں پہنچا ۔ جب وہ آگرہ پہنچا تو تقاضائے وقت کے مطابق اس نے

۱- یہ شمالی ایران میں ہے ۔ (ب)

۲- خافی خاں ، جلد دوم ، ص ۷۴۰ ۔ (ق)

سید عزت خاں بارہہ سے خوب تعلقات پیدا کر لیے اور اس کے مشورے سے راجا رتن چند سے اتحاد کیا ۔ حسین علی خاں کی سفارش سے قطب‌الملک عبداللہ سے رسم و راہ ہو گئی اور پھر دونوں بھائیوں کے شریک مشورہ رہا ۔

جب سلطان رفیع‌الدولہ کی سلطنت کے زمانے میں حسین علی خاں ، نیکوسیر بن سلطان محمد اکبر بن عالم گیر [۴۷ے] کے فساد کو رفع کرنے کی غرض سے اکبر آباد کی طرف گیا تو اس کو بہادر کا خطاب ملا اور بطور ہراول کے وہ آگے چلا گیا ۔ قلعہ اکبر آباد کے محاصرے میں اس نے بہت بہادری دکھائی ۔

محمد شاہ بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں وہ ایک شائستہ فوج کے ساتھ گردھر بہادر کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا کہ جو اپنے چچا چھبیلا رام ناگر کے مرنے کے بعد بغاوت و سرکشی پر آمادہ تھا ۔ اور جب راجا رتن چند کے مشورے سے اس معاملے میں صلح ہو گئی تو وہ وہاں سے واپس آ گیا اور جب دربار میں پہنچا تو اسی سال سید خان جہاں بارہہ کے انتقال کی وجہ سے اس کو میر آتشی کا عہدہ ملا ۔ حسین علی خاں کے مارے جانے کے بعد سید عزت خاں بارہہ اور خان مذکور (عزت خاں) کے دوسرے رفقا بادشاہ (محمد شاہ) کی طرف آ گئے تو خان مذکور (حیدر قلی خاں) بھی سوار اور پیادہ فوج کے ہمراہ (شاہی) خدمت کے لیے تیار ہو گیا اور اس نے نہایت دلاوری و بہادری کا مظاہرہ کیا ۔ اس کے بدلے میں اصل و اضافہ کے بعد اسے چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار کا منصب اور ناصر جنگ کا خطاب ملا [۴۸ے] ۔

وہ جنگ جو قطب‌الملک (عبداللہ خاں) سے سلطان ابراہیم پسر سلطان رفیع‌الشان کے لیے ہوئی تھی ، اس میں وہ ہراول فوج پر مامور تھا اور اس نے توپ خانے کے ذریعے خوب کوشش و سعی کا مظاہرہ کیا ۔ اس کے بعد تلوار سے دشمن کا مقابلہ کیا اور بہت بہادری دکھائی ۔ وہ قطب‌الملک بہادر (عبداللہ خاں) کو کہ جو زخمی ہو گیا تھا ، ہاتھی پر بٹھا کر بادشاہ کے پاس لایا ۔ اس حسن خدمت کے صلے میں اس کو سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کا منصب اور معزالدولہ کا خطاب ملا ۔

۱۱۳۳ھ (۲۱-۱۷۲۰ء) میں وہ اجیت سنگھ کے تبادلے کی وجہ سے گجرات کی صوبے داری پر اور قمرالدین خاں بہادر کے تبادلے کی وجہ سے بندر سورت کی متصدی گری پر مقرر ہوا اور ساتھ ساتھ میر آتش کا عہدہ بھی اس کے پاس رہا ۔ دوسرے سال جلوس محمد شاہی میں جب بادشاہ کے حسب طلب نظام الملک آصف جاہ دکن سے دربار میں پہنچا تو محمد امین خاں بہادر اعتمادالدولہ کے انتقال کی وجہ سے وہ خلعت وزارت سے سرفراز ہوا ۔ وہ (حیدر قلی خاں) بہت زبان آور اور دلیر [۴۹ے] تھا ۔ ملکی و مالی معاملات میں دخل انداز ہوتا تھا ۔ یہ بات وزیر (آصف جاہ) کو پسند نہ آئی اور بادشاہ نے اس (وزیر) کی خاطر سے حیدر قلی خاں کو (دخل اندازی سے) منع کر دیا ۔ اس کو یہ بات برداشت نہ ہوئی اور وہ اجازت لے کر احمدآباد چلا گیا اور وہاں محالات خالصہ اور جاگیرداروں کی جاگیر کی آمدنی پر متصرف ہو گیا ۔ اس لیے اس کی جاگیر جو دارالخلافہ (دہلی) کے قرب و جوار میں تھی ، ضبط ہو گئی ۔

جب اس نے یہ خبر سنی تو دربار کے متصدیوں کو لکھا کہ چونکہ میری جاگیر ضبط ہوگئی ہے ، پس میں اب سرکار کا نوکر اور اطاعت گزار نہیں ہوں ۔ لہٰذا وہاں کی صوبے داری پر نظام الملک آصف جاہ بہادر کا تقرر ہوا اور بہادر مذکور (آصف جاہ) اس صوبے کے لیے روانہ ہوا ۔ جب اس کو یہ بات معلوم ہوئی کہ (آصف جاہ) نے بہت فوج جمع کر لی ہے تو وہ پاگل بن گیا اور دربار کا راستہ لیا ۔ جب شاہجہاں آباد دو منزل رہ گیا تھا تو وہ صوبہ اجمیر کی تسخیر پر متعین ہوا کہ جس پر اجیت سنگھ نے قبضہ کر لیا تھا [۵۰ے] ۔ جب گڑھ پٹلی فتح ہو گیا تو وہ پھر دربار میں آ گیا ۔

۱۱۳۷ھ (۲۵-۱۷۲۴ء) میں وہ ایک رات کو اپنی بیوی کے ہمراہ خس خانے میں سو رہا تھا کہ اچانک آگ لگ گئی کہ جس سے وہ جل کر مر گیا ۔

وہ کام انجام دینے میں طبع رسا رکھتا تھا ۔ کارگزار ہونے کے ساتھ ساتھ وہ بہادر بھی تھا ۔ لیکن اس کے مزاج میں درشتی اور خود رائی تھی ۔ کہتے

رہی کہ وہ گرم کھانا کھاتا تھا ، یہاں تک کہ اس کے دستر خوان پر کھانا پکانے کے برتنوں کو آگ سے بھری ہوئی انگیٹھی پر لا کر رکھتے تھے ۔

۱۹۸

موتمن‌الملک جعفر خاں

اصل میں وہ ایک برہمن کا لڑکا تھا ۔ حاجی شفیع اصفہانی نے اسے خرید کر اس کا نام محمد ہادی رکھا ، (اپنے) بچوں کی طرح اس کی پرورش و تربیت کی اور وہ اس (حاجی شفیع) کے ہمراہ ایران گیا ۔ اس کے مرنے کے بعد وہ (جعفر خاں) دکن آ گیا اور صوبۂ برار کے دیوان حاجی عبداللہ خراسانی کا نوکر ہوا ۔ اس کے بعد وہ بادشاہی ملازم ہو گیا ۔ عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں اسے مناسب منصب اور کار طلب کا خطاب ملا [۵۱ے] اور صوبۂ دکن کے معاملات میں مشغول ہوا ۔ کچھ دنوں حیدر آباد کا دیوان رہا ۔ پھر ضیاء اللہ خاں کے تبادلے کے بعد وہ صوبۂ بنگالہ کی دیوانی اور مرشد قلی خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا[۱] ۔

جس زمانے میں کہ محمد فرخ سیر اپنے چچا جہاندار شاہ سے جنگ کرنے کے ارادے سے اکبر آباد کی طرف روانہ ہوا تو اس نے حیدر بیگ کو ایک جماعت کے ساتھ صوبۂ بنگالہ بھیجا کہ خزانہ لے آئے ۔ اس (جعفر خاں) نے اس سے مقابلہ کیا اور اسے شکست دے دی ۔ جب فرخ سیر سلطنت کا مالک ہوا تو وہاں (بنگالہ) کی صوبے داری پر افراسیاب خاں مرزا اجمیری کا بھائی رشید خاں مقرر ہوا[۲] ۔ جدال و قتال کا بازار گرم ہوا اور وہ (رشید خاں) مارا گیا ۔ (مرشد قلی خاں) نے حکمت سیٹھ ساہو کی معرفت کہ جو اس صوبہ (بنگالہ) کا قابل اعتبار دولت مند تھا ، روپیہ خرچ

۱- وہ ۱۱۱۳ھ (۱۷۰۱ء) میں بنگال کا دیوان مقرر ہوا ۔ ہسٹری آف بنگال از اسٹیوارٹ ، ص ۳۵۲ ریاض‌السلاطین ، ص ۲۵۲ ۔ (ب)

۲- ریاض‌السلاطین ، ص ۲۶۸ ۔ (ب)

کر کے وہاں (بنگالہ) کی صوبے داری ، سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کا منصب اور موتمن‌الملک علاءالدولہ جعفر خاں بہادر اسد جنگ کا خطاب حاصل کیا ۔ مدتوں وہاں رہا ؛ ۱۱۳۸ھ (۲۶-۱۷۲۵ء) میں وہ فوت ہوا[۱] ۔

مرشد آباد اس کا آباد کیا ہوا ہے ۔ کہتے ہیں کہ عمل داری کے معاملات میں وہ بہت تجربہ رکھتا تھا ۔ اس نے ایک زمین (از قسم خندق) غاست سے بھری ہوئی بنوائی تھی اور اس کا نام بیکنٹھ رکھا تھا ۔ لفظ بیکنٹھ میں (ب) پر زبر ہے اور ی ساکن ہے اور کاف کے اوپر پیش ہے اور نون ساکن ہے اور اس کے بعد ٹھ موقوف ہے [۵۲ب] ۔ اور ہندو اس لفظ سے جنت مراد لیتے ہیں اور اپنے اعتقاد میں اس کو نیک بندوں کے لیے مخصوص سمجھتے ہیں ۔

اس کے بعد اس کا داماد شجاع‌الدین محمد خاں بہادر یلغار کر کے مرشد آباد میں داخل ہو گیا ۔ (شجاع‌الدین کا) عرف مرزا دکنی تھا اور وہ برہان پور کا رہنے والا تھا ۔ اس کے باپ کا نام نورالدین تھا کہ جو افشار قبیلے سے تھا کہ جس کے بزرگوں میں ایک شخص علی یار سلطان طہماسپ کے زمانے میں خراسان کے مضاف ہراہ کا حاکم تھا ۔ وہ خود (شجاع‌الدین) کچھ دنوں سے صوبہ حیدرآباد کے مضاف ایلکندل کا تعلقہ دار تھا اور بنگالہ میں جعفر خاں کی صوبے داری کے زمانے میں وہ اڑیسہ کی حکومت پر سرفراز ہوا ۔

محمد شاہ بادشاہ کے حضور سے اس (شجاع‌الدولہ) کو عمدہ منصب اور موتمن‌الملک شجاع‌الدولہ بہادر اسد خاں کا خطاب مرحمت ہوا اور وہ اس ملک (بنگالہ) کے انتظام پر مامور ہوا ۔ اس نے زمین مذکور (از قسم خندق) ختم کر دی اور تمام زمین داروں کو رہا کر دیا ۔ وہ تیرہ سال وہاں (بنگال) کی حکومت پر برقرار رہا ۔ ۱۱۵۲ھ (۴۰-۱۷۳۹ء) میں وہ فوت ہوا ۔

۱۔ ریاض‌السلاطین (ص ۲۸۷) میں ۱۱۳۹ھ دیا ہے ۔ (ب)

اس کے مرنے کی تاریخ 'رونق از بنگالہ رفت' سے نکلتی ہے[1] [۵۳ے] -

اس کے بعد اس کے لڑکے علاءالدولہ سرفراز خاں بہادر حیدر جنگ کو کہ جس کا نام مرزا اسدالدین تھا ، وہاں (بنگالہ) کی حکومت ملی - وہ (سرفراز خاں) دس ماہ کے بعد ۱۱۵۳ھ (۱-۱۷۴۰ء) میں علی وردی خاں کے ہاتھ سے مارا گیا کہ جو اس کے باپ (شجاع الدین) کا ساختہ پرداختہ تھا -

مرشد قلی خاں بہادر رستم جنگ ، سرفراز خاں کا بہنوئی ہے - اس کا نام مرزا لطف اللہ ہے - اس کے باپ حاجی شکراللہ تبریزی نے ایران سے ہندوستان میں آکر سورت میں سکونت اختیار کی اور مرزا لطف‌اللہ وہیں پیدا ہوا - جب وہ سن تمیز کو پہنچا تو اس نے تحصیل علم کی اور تجارت کے ارادے سے بنگالہ گیا - شجاع‌الدولہ نے جب اس کو قابلیت کا مالک پایا تو اس کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا - پہلے اسے لطف علی خاں کا خطاب ملا اور جعفر خاں کے مرنے کے بعد اس نے مرشد قلی خاں کا خطاب پایا - وہ اس زمانے میں اڑیسہ کا حاکم تھا - جب سرفراز خاں کے قتل کے بعد علی وردی خاں اس سمت روانہ ہوا تو اس نے بھی ایک فوج جمع کر کے جنگ شروع کر دی - وہ شکست کھا کر دکن کی طرف چلا گیا - ۱۱۵۴ھ (۱۷۴۱ء) میں وہ دوبارہ فوج جمع کر کے اڑیسہ میں آیا [۵۴ے] اور اس نے حاجی محمد کے لڑکے سعید محمد خاں کو کہ جو علی وردی خاں کا بھتیجا ہوتا تھا اور اڑیسہ کا نائب تھا ، گرفتار کر لیا - علی وردی خاں دونوں کے ساتھ اڑیسہ پہنچا اور اس نے وہاں کے حاکم کو شکست دے دی - اس کے بعد وہ (مرشد قلی خاں) دکن آیا - نظام‌الملک آصف جاہ بہادر نے اس پر مہربانی فرمائی - اس کے لیے جاگیر مقرر کی اور اپنا مصاحب بنا لیا - ۱۱۶۴ھ (۱۷۵۱ء) میں وہ فوت ہوا ، وہ شعر کہتا تھا - مخمور تخلص تھا ، یہ شعر اسی کا ہے :

۱- وہ حقیقت میں ۱۳ ذی‌الحجہ ۱۱۵۱ھ کو فوت ہوا ، ملاحظہ ہو ریاض‌السلاطین ، ص ۳۰۷ - اگر یہ تاریخ 'رونق ز بنگالہ رفت' پڑھیں تو صحیح ہو جاتی ہے - (ق)

بیت

پندار از ضعیفاں کار سگیں سر نمی آید
کہ کوہے می شود صورت بذیر از خامہ موئے[۱]

اس کی بیوی جو شجاع الدولہ کی بیٹی تھی ، مہماں بیگم کے نام سے مشہور تھی ۔ ایک مدت تک زندہ رہی ۔ وہ حیدر آباد میں اپنے شوہر کی خریدی ہوئی ایک حویلی میں رہتی تھی ۔ اس کا لڑکا بھولی خان کچھ دنوں حیدرآباد کے مضاف کھنپورہ کی قلعہ داری پر مقرر رہا ۔ اس تصنیف سے چند سال پہلے فوت ہوا ہے ۔

۱۹۹

مہاراجا اجیت سنگھ راٹھور

مہاراجا جسونت سنگھ کا لڑکا ہے ۔ جس زمانے میں اس کا باپ حمرود کی تھانے داری پر فوت ہوا[۲] تو وہ ماں کے پیٹ میں تھا [۱۰۸۹ھ] ۔ (ماں کے) لاہور آنے کے بعد وہ پیدا ہوا ۔ اس کے بعد عالمگیر کے حکم کے مطابق لوگ اس کو بادشاہ کے حضور میں لائے ۔ بادشاہ نے چاہا کہ اس کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لے ۔ راٹھوروں نے جو متوفی راجا کے قدیم ملازم تھے ، لڑائی شروع کر دی[۳] ۔ کچھ مارے گئے اور کچھ نے اس (اجیت سنگھ) کو وطن پہنچا دیا ۔ بادشاہ خود دو مرتبہ صوبۂ اجمیر گیا اور اس قوم (راٹھوروں) کے استیصال میں مشغول ہوا ۔ (بادشاہ نے) شاہزادہ

۱- اختلاف نسخ میں 'خانۂ مورے' ہے جو زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے ۔ (ب)

۲- وہ کابل میں اس کے قریب ۱۶۷۸ء میں فوت ہوا ۔ ایلیٹ جلد ہفتم ، ص ۱۸۷ - (ب)

۳- امرائے ہنود کے مؤلف نے یہ بیان وضاحت سے لکھا ہے ۔ ملاحظہ ہو ، ص ۶۷-۶۸ - (ق)

محمد اکبر کو اس (قوم) کے تعاقب پر مامور کیا ۔ انھوں نے مکاری سے شہزادے کو متاثر کر دیا اور اس کو راستے سے بھٹکا دیا یہاں تک کہ شاہزادہ ان لوگوں کے ہمراہ بادشاہی لشکر تک آ گیا کہ جہاں سے لشکر کا فاصلہ ڈیڑھ کوس تھا ۔ یہ (راٹھور) کسی وجہ سے (شاہزادے سے) بدگمان ہو گئے اور شاہزادے کو چھوڑ کر چلے گئے ۔ مجبوراً شہزادے کو بھی فرار ہونا پڑا ۔ بادشاہ نے جودھ پور میں ایک فوج دار متعین کر دیا ۔

بادشاہ (عالم گیر) کی زندگی تک وہ (اجیت سنگھ) دشوار گزار پہاڑوں میں مقیم رہا ۔ بادشاہ کے انتقال کے بعد اس نے جودھ پور کے فوج دار کو بےعزت کر کے قصبہ (جودھ پور) پر قبضہ کر لیا ۔ بہادر شاہ اول نے اعظم شاہ کی لڑائی میں اس کو طلبی کا فرمان بھیجا مگر وہ نہیں آیا ۔ لہٰذا اعظم شاہ کی جنگ کے بعد (بہادر شاہ) نے جودھ پور پر حملے کا ارادہ کیا اور منعم خان خانخاناں کے لڑکے خان زماں کو اس (اجیت سنگھ) پر متعین کر دیا ۔ خان مذکور (خان زماں) جب جودھ پور کے نزدیک پہنچا تو اس نے (خان سے) ملاقات کی اور مطمئن ہو کر شاہی دربار میں آ گیا ۔ خطاؤں کی معافی کے بعد وہ تین ہزاری منصب پر سرفراز ہوا [۵۶ء] ۔

جب بادشاہ (بہادر شاہ) کام بخش سے مقابلے کے لیے دکن روانہ ہوا تو اس نے راجا جے سنگھ کچھواہہ کے ہمراہ راستے سے ضروری سامان لے کر اور خیموں کو لشکر میں چھوڑ کر وطن (جودھ پور) کی راہ لی ۔ دکن سے واپسی کے بعد بادشاہ کو اس قوم (راٹھوروں) کی تنبیہ کی فکر تھی ، لیکن سکھوں کے فساد کی وجہ سے (بادشاہ کا ارادہ) ملتوی رہا کیوں کہ (ان کا فساد) پنجاب میں بری طرح پھیلا ہوا تھا ۔ مصلحت وقت کی وجہ سے اس کی کردہ اور نا کردہ (خطاؤں) سے چشم پوشی کی اور خان خاناں کی وساطت سے طے پایا کہ وہ راجا جے سنگھ کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو ، پھر وطن چلا جائے اور تیاری کے بعد بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو ۔

فلک فتنہ پرداز ہر وقت نیا تماشا دکھاتا ہے ۔ لاہور پہنچنے کے بعد بادشاہ کا انتقال ہوگیا اور پھر شاہزادوں میں جھگڑا ہوا یہاں تک کہ محمد فرخ سیر کی سلطنت کی نوبت آئی ۔ دوسرے سال جلوس فرخ سیری میں

امیر الامرا حسین علی خاں ایک فوج کے ساتھ اس (اجیت سنگھ) کی تنبیہ کے لیے متعین ہوا ۔ (اجیت سنگھ) خوف کے مارے مغلوب ہو گیا اور امیر الامرا کے حضور میں حاضر ہوا ۔ پیش کش قبول کرنے کے بعد اس کے گناہ معاف ہو گئے ۔ اس نے معمول کے موافق اپنی لڑکی بادشاہ سے عقد کی غرض سے بادشاہ کے حضور میں بھیج دی اور پھر گجرات کی صوبے داری پر سرفراز ہوا ۔ اس کے بعد اس نے سادات بارہہ (قطب الملک و امیرالامرا) سے تعلق پیدا کیا اور محمد فرخ سیر کے آخر زمانے میں حسب طلب حضور میں آیا اور مہاراجا کے خطاب سے مفتخر ہوا ۔ [۵۷]

بادشاہ مذکور (محمد فرخ سیر) کے قید کرنے میں سادات (قطب الملک و امیر الامرا) کے ساتھ وہ شریک مشورہ تھا لہٰذا وہ خاص و عام میں بری طرح بدنام ہوا اور محمد شاہ کے شروع عہد میں وہ گجرات کی نظامت سے معزول ہوا ۔ نیک فالی کے طور پر پہلے اس نے شہر اجمیر پر قبضہ کیا ۔ (شاہی) امرا ایک فوج کے ساتھ اس کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوئے ۔ اس نے اپنے وطن کا راستہ لیا ۔ اس کے آدمی گڑھ پتلی میں قلعہ بند ہو گئے ۔ بادشاہی فوج نے جا کر اس کا محاصرہ کرلیا ۔ آخر صلح کے بعد قلعہ فتح ہو گیا اور طے پایا کہ اس کا بڑا لڑکا ابھی سنگھ باپ کی طرف سے بادشاہ کے حضور میں رہے ۔

ابھی سنگھ جب بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو وہاں (دربار) کے ارکان کے طمع دلانے سے اس نے باپ کے حقوق ہی کو نظر انداز کر دیا اور اس نے اپنے چھوٹے بھائی بخت سنگھ[1] کو (ایسا منصوبہ) لکھا ۔ اس نے کسی بہانے سے سونے کی حالت میں اجیت سنگھ کو ختم کر دیا ۔ لہٰذا ابھی سنگھ کو [۵۸] مہاراجا کا خطاب ملا اور ۱۱۴۰ھ (۱۷۲۸ء) میں وہ گجرات کا صوبہ دار مقرر ہوا ۔ وطن گیا اور ایک سال تک وہاں کے بندوبست میں مشغول رہا ۔ گیارھویں سال جلوس محمد شاہی میں وہ گجرات میں داخل ہوا ۔

۱۔ انگریزی مترجم بیوریج اور امرائے ہنود مؤلف مولوی سعید احمد مارہروی نے اس کا نام بخت سنگھ لکھا ہے ۔ (ق)

صوبے کی چوتھائی آمدنی (چوتھ) مرہٹوں کو دیتا تھا ۔ جب اس نے روزبروز ان کا غلبہ و اقتدار بڑھتے دیکھا تو پندرھویں سال جلوس محمد شاہی میں وہ گجرات چھوڑ کر اپنے وطن چلا آیا اور صوبہ (گجرات) پر مرہٹوں کا قبضہ ہو گیا ۔

مہاراجا اجیت سنگھ کے دو لڑکے تھے : پہلا ابھی سنگھ کہ جس کا حال گزر چکا اور دوسرا بجت سنگھ کہ جو باپ کے مرنے کے بعد وطن پر قابض ہوا اور اس کے بعد اس کا لڑکا بجی سنگھ کتاب کی تصنیف کے زمانے (۱۱۶۰ھ) میں (وطن پر) قابض ہے ۔ اس کی رعایا پروری ، کم زوروں کی پاس داری اور ظالموں کی سرشکنی مشہور ہے ۔

سلطان محمد اکبر کا بقیہ حال اس طرح ہے کہ وہ اجمیر کے نزدیک سے بھاگ کر سنبھا بھونسلہ کے پاس پہنچا کیونکہ اس کو کسی طرف ٹھکانا نہیں ملا ۔ سنبھا نے اُس کے ساتھ (اچھا) سلوک کیا اور کچھ دنوں اپنے پاس رکھا ۔ جب عالم گیر بادشاہ نے دکن کی طرف رخ کیا اور چاروں طرف کافر کشی کا شور ہوا تو وہ (شاہزادہ) مرعوب ہوگیا اور جہاز پر سوار ہو کر ایران چلا گیا ۔ جب جہاز مسقط پہنچا تو وہاں کے حاکم نے اُس کو ٹھہرایا اور عالم گیر بادشاہ کو کیفیت لکھی ۔ اس دوران میں اس کے مسقط پہنچنے کی خبر شاہ سلیمان [۷۵۹] صفوی کو مل گئی کہ جس کو پہلے سے سلطان محمد اکبر نے اپنے ارادے کی اطلاع دے دی تھی ۔ شاہ (سلیمان صفوی) نے مسقط کے تعلقہ دار کو کہ جو ایران کے بادشاہ سے تعلق رکھتا تھا ، تاکید کے ساتھ لکھا کہ (شاہزادے کو اس کے پاس) بھیج دیا جائے ۔ شاہ نے (شہزادے کا) مناسب احترام کیا ۔ وہ ہمیشہ اس کے لیے ضیافت اور سیر کا انتظام کرتا تھا ۔ آخر سلطان (محمد اکبر) نے (فوجی) مدد کی درخواست کی ۔ شاہ (صفوی) نے کہا کہ ابھی تمھارا باپ زندہ ہے ، جب بھائیوں کی باری آئے گی تو اس وقت جو ضروری امداد و اعانت ہوگی وہ عمل میں آئے گی ۔ سلطان (اکبر) نے رنجیدہ ہو کر کہا کہ مجھ کو یہاں کی آب و ہوا پسند نہیں آتی ہے ۔ اجازت دیجیے کہ میں قندھار کے قریب گرم علاقے میں رہوں ۔ شاہ (صفوی) نے حسب درخواست اس کو

اجازت دے دی اور اس کے ضروری اخراجات کے واسطے اس نواح میں جاگیر مقرر کر دی ۔ سلطان (محمد اکبر) کے اس علاقے میں پہنچنے کے بعد ۱۱۱۵ھ (۱۷۰۳ء) میں اس کا انتقال ہو گیا[1] ۔

۲۰۰

میر احمد خاں ثانی

میر احمد خاں شہید کا لڑکا ہے کہ جو برہان پور کی صوبے داری میں مرہٹہ کفار سے بہادرانہ جنگ کرتے ہوئے مارا گیا۔ پہلے اسے محامد خاں کا خطاب ملا۔ اس کے بعد اسے باپ کا خطاب ملا ۔ کچھ دنوں تک صوبۂ پنجاب کے چکلہ امناباد کا فوج دار رہا ۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس کی بیوی کا انتقال ہو گیا کہ جس سے اس کو بہت محبت اور وابستگی تھی [۷۶۰] ۔ وہ صبر و ہوش کھو بیٹھا اور جزع و فزع کرنے لگا اور یہ دل خراش ناسور (بیوی کی موت) لالہ کے داغ کی طرح اس کے غم زدہ دل کو دامن گیر ہو گیا ۔ اس نے اس خاتون کا مقبرہ بنوانا شروع کیا اور ایک باغ لگوایا ۔

اس کے بعد وہ عنایت‌اللہ خاں کشمیری کی نیابت میں خطۂ کشمیر کی حکومت پر مقرر ہوا لیکن وہاں وہ کامیاب نہ رہا اور اس کو خفت و رسوائی اٹھانی پڑی ۔ مختصر بیان یہ ہے[2] کہ محتوی خاں ملا عبدالنبی کہ جو اپنے زمانے کا (نامور) عالم اور صاحب منصب تھا ، خدمت اسلام کے

۱- تاریخ محمدی (ص ۱۸) اور خافی خاں ، (جلد دوم ، ص ۵۴۶) میں ۱۱۱۷ھ (۱۷۰۵ء) دیا ہے - (ق)

۲- اس بیان میں محتوی خاں ملا عبدالنبی کا کردار نہایت مجروح نظر آتا ہے ۔ لیکن یہاں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ مؤلف صمصام‌الدولہ شاہنواز خاں خود ایک پارٹی ہیں ، کیوں کہ اس وقت ان کے دادا میر محمد کاظم خاں کشمیر کے دیوان تھے جیسا کہ انھوں نے اپنے دادا کے حال میں تحریر کیا ہے ملاحظہ ہو ، ص ۵۹۶ (کتاب ہذا) - (ق)

پردے میں ہمیشہ اپنے پیش نظر نفسانی اغراض رکھتا تھا ، وہ از راہ تعصب و عناد اس علاقے کے ہندوؤں کے ساتھ احتساب کی صورت میں زیادتی کرتا تھا ۔

چونکہ انقلاب روزگار اور سلطنت کی بد نظمی کی وجہ سے سرکشوں کی خود سری اور سرکشی شروع ہو جاتی ہے ، اس دلیر (محتوی خاں عبدالنبی) نے دوسرے سال جلوس محمد شاہی (۱۷۲۰ء) میں شہر کے عوام اور بےوقوفوں کو فقہ کی کمزور روایات کی بنا پر سرکشی کے لیے تیار کرکے اپنے ساتھ ملا لیا ۔ وہ (سب کو لے کر) نائب صوبہ (میر احمد خاں) اور قاضی کے پاس گیا اور ان پر زور دیا کہ جو شرعی احکام ذمیوں کے متعلق ہیں وہ عمل میں آنے چاہئیں ، مثلاً گھوڑے کی سواری سے ممانعت [۱۷۶] ہتھیار باندھنا اور اسی طرح کے جو بھی کام ہیں ، اور اس گمراہ فرقے کو گناہ آلود رسوم کے اعلان سے باز رکھنا چاہیے ۔ انھوں (نائب صوبیدار اور قاضی) نے جواب دیا کہ جو (رواج و رسوم) دارالخلافہ (دہلی) اور ہندوستان کے تمام شہروں میں شائع و مروج ہیں وہ (یہاں بھی) عمل میں آتے ہیں ۔ خلیفۂ وقت (بادشاہ) کے حکم کے بغیر کسی نئے حکم کا اجرا کس طرح ہو سکتا ہے ؟ وہ شورہ سر (محتوی خاں عبدالنبی) حکام کے منع کرنے سے بہت جھلایا ، باہر آیا اور اپنے ساتھیوں کی مدد سے ، جہاں کہیں ہندوؤں کو دیکھتا تھا ان کو ذلیل و خوار کرتا تھا ۔ اتفاق سے اسی زمانے میں ایک دن ایک شخص مجلس رائے کہ جو شہر کے ممتاز لوگوں میں سے تھا ، برہمنوں کے ساتھ ایک باغ کی سیر کو گیا اور وہاں کھانا کھانے اور کھلانے میں مشغول تھا کہ وہ تیز رفتار (محتوی خاں) موقع پر وہاں پہنچا اور اس نے پکڑ دھکڑ کا ہنگامہ برپا کر دیا اور بے تحاشہ ان کو مارا باندھا ۔ مجلس رائے بہت پھرتی سے فرار ہو گیا اور میر احمد خاں کے گھر پہنچا اور اس کو اپنے خیال سے امن کی جگہ سمجھا ۔ جب وہ سخت گیر (محتوی خاں) واپس ہوا تو اس نے ہندوؤں کے محلے کو آگ لگا

دی اور ان کو عاجز کر دیا ۔ اسی پر اس نے بس نہیں کیا ، خان مذکور (میر احمد خاں) کے گھر کو گھیر لیا اور جس کو پاتا تھا اس کو بے عزت کرتا تھا ۔ خان مشارٌ الیہ (میر احمد خاں) نے اس دن بلطائف الحیل اس کے شر کو اپنے اُوپر سے ٹالا ۔ دوسرے دن اس نے ایک جمعیت فراہم کی اور بادشاہی بخشی اور منصب داروں کے ساتھ [۶۲ے] تلافی و تدارک مافات کی غرض سے اس پر ناحت کی ۔ اس دلیر (محتوی خاں) نے ان ہی ساتھیوں کے ہمراہ مقابلہ کیا ۔ خوب تیر اور بندوق چلنے لگی اور اس کے بھکانے سے شہر کے مسلمان بھی جوش میں آ گئے ۔ ایک جماعت نے پیچھے سے اس پل کو جلا دیا کہ جس سے خان مذکور (میر احمد خاں) گزرا تھا ۔ اور لوگ راستہ اور بازار دونوں طرف سے تیر اور بندوق کی بارش کرتے تھے اور پتھر اور اینٹیں مارتے تھے ۔ عورتیں اور بچے کہ جو کچھ ان کو ملتا تھا ، چھت اور دروازوں سے پھینکتے تھے ۔ اس قیامت انگیز ہنگامے میں میر احمد خاں کا بھانجا سید ولی ایک جماعت کے ساتھ مارا گیا ۔ خان مذکور (میر احمد خاں) ہلاکت کے اس بھنور سے عاجز ہو گیا کہ نہ وہ آگے بڑھ سکتا تھا اور نہ پیچھے ہٹ سکتا تھا ۔ اس نے نہایت ذلت و خواری اُٹھائی اور اپنی جان بچانی غنیمت سمجھی ۔

اس کے بعد اس فساد سرشت (محتوی خاں) نے ہندوؤں کے باقی گھروں کو لوٹ کر برباد کر دیا ۔ (لوگ) مجلس رائے کو ایک جماعت کے ساتھ اس مامن (میر احمد خاں کے گھر) سے نکال لائے اور ان کے ناک اور کان کاٹ ڈالے اور مثلہ کرتے وقت بعضوں کے عضو مخصوص کے کاٹنے تک کی نوبت پہنچ گئی ۔

دوسرے دن محتوی خاں جامع مسجد پہنچا اور سارے مسلمانوں کے ساتھ مل کر میر احمد خاں کو حکومت سے معزول کیا ۔ وہ خود مسلمانوں کا حاکم بن بیٹھا اور دیندار خاں خطاب مقرر کیا ۔ پانچ مہینے تک کہ بادشاہ کے حضور سے کوئی حاکم وہاں نہیں پہنچا مقدمات کے فیصلوں اور احکام کے اجرا میں [۶۳ے] (محتوی خاں) مشغول رہا ۔ وہ مسجد میں بیٹھ کر ملکی و مالی امور انجام دیتا تھا ۔

مومن خاں نجم ثانی عنایت اللہ خاں کے نائب کی حیثیت سے ہنگامے کو رفع کرنے اور تجدید بندوبست کے لیے مقرر ہوا ۔ آخر شوال[1] میں کشمیر (سری نگر) سے تین کوس کے فاصلے پر پہنچا ۔ محتوی خاں کہ جو اپنے نامناسب کردار کی وجہ سے شرمندہ تھا ، شہر کے فضلا و اکابر کی ایک جماعت کے ساتھ خواجہ عبداللہ منصبدار کے ہمراہ کہ جو وہاں کے مشاہیر میں تھا ، نائب صوبیدار کے استقبال کے لیے گیا اور اس کو اعزاز کے ساتھ شہر میں لایا ۔ خواجہ مذکور (عبداللہ) نے از راہ دوستی یا از راہ شرارت کہ جو اس سرزمین (کشمیر) کے مزاج کا خاصہ ہے ، مشورہ دیا کہ وہ پہلے میر شاہ پور خاں بخشی کے گھر جا کر گذشتہ (خطاؤں) کی معذرت چاہے ، پھر اس کا عذر قبول ہوگا ۔ چونکہ اس کے افعال کی پاداش کا وقت آ پہنچا تھا اس نے موت کے فرشتے کا پیغام سنا اور چل پڑا (اور وہاں پہنچا) ۔ صاحب خانہ کہ جس نے اپنے مکان کے گوشوں اور کونوں میں گکھر منصبداروں وغیرہ اور محلہ جدی ملی کے آدمیوں کو تیار کر رکھا تھا ، تھوڑی دیر کے بعد کسی کام کے بہانے سے اٹھ کر چلا گیا ، وہ اچانک اس اجل رسیدہ کے سر پر ٹوٹ پڑے ۔ اول اس (محتوی خاں) کے دو کم عمر لڑکوں کو کہ جو ہمیشہ مولود پڑھتے ہوئے اس کے آگے چلتے تھے ، قتل کر ڈالا اور پھر اس کو طرح طرح کے عذاب دے کر ختم [۶۹۴] کر دیا ۔

دوسرے دن اس (محتوی خاں عبدالنبی) کے پیرو اپنے قائد کے خون کے دعوی کے لیے کمر بستہ ہو گئے اور وہ محلہ جدی ملی کہ جس کے رہنے والے زیادہ تر اہل تشیع مشہور تھے اور محلہ حسن آباد پر چڑھ دوڑے ۔ دو روز تک دونوں فریقوں میں خوب مقابلہ و مقاتلہ رہا - چوں کہ اس طرف سے عام بلوہ تھا اس لیے یہ غالب رہے ۔ ان دونوں محلوں کے دو تین ہزار آدمی مارے گئے جن میں زیادہ تر مسافر مغل تھے اور مستورات کی مختلف اعتبار سے بے عزتی ہوئی ۔ دو تین دن تک خوب نقد و جنس لوٹا گیا ۔ اس کے بعد وہ لوگ بخشی اور قاضی کے گھر دوڑے ۔ پہلا (بخشی) تو ایک

۱- شوال ۱۱۳۲ھ (اگست ۱۷۲۰ء) - (ب)

کونے میں چھپ گیا اور وہ اس کو نہ پا سکے اور دوسرا (قاضی) بھاگ گیا ۔ انھوں نے ان (دونوں) کے گھروں کی ایک اینٹ بھی نہ چھوڑی ۔

جب مومن خاں شہر میں داخل ہوا تو اس نے نرم گرم نبھائی اور میر احمد خاں کو زاد راہ دے کر چلتا کیا ۔ خان مذکور (میر احمد خاں) دارالخلافہ (دہلی) آیا ۔ اس کے بعد اس کو قمرالدین خاں بہادر اعتمادالدولہ کی طرف سے مراد آباد کی فوج داری ملی ۔ وہ وہاں بھی بہت خسارے میں رہا ۔ اس کی تاریخ انتقال معلوم نہ ہو سکی ۔

۲۰۱

معزالدولہ حامد خاں بہادر صلابت جنگ

خان فیروز جنگ کا سوتیلا بھائی ہے ۔ باپ کی زندگی ہی میں وہ عالم گیر بادشاہ کی خدمت میں روشناس ہو گیا اور اسے مناسب [۶۵ے] عہدہ ملا ۔ انتیسویں سال جلوس عالم گیری میں اسے خان کا خطاب اور ہتھنی مرحمت ہوئی اور وہ محمد اعظم شاہ کے لشکر میں خزانہ پہنچانے کے لیے مامور ہوا کہ جو بیجا پور کے محاصرے پر متعین تھا ۔ اور اس بادشاہ (عالم گیر) کے آخر زمانے تک دو ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کے منصب تک پہنچا ۔

عالم گیر بادشاہ کے انتقال کے بعد وہ اعظم شاہ کی ہمراہی میں ہندوستان (شمالی) گیا ، اور بہادر شاہ کی لڑائی میں وہ بائیں طرف کی فوج کا سردار تھا ۔ جب اعظم شاہ قتل ہو گیا تو اس کے بعد وہ بہادر شاہ اول سے وابستہ ہو گیا اور تیسرے سال جلوس بہادر شاہی میں وہ بیجا پور کی صوبے داری پر سرفراز ہوا ۔ اس کے بعد وہ اس جگہ سے معزول ہو کر بادشاہ کے حضور میں آیا ۔

محمد شاہ کی سلطنت کے آغاز میں جب کہ نظام‌الملک مالوہ سے دکن پہنچا اور اس نے سادات (قطب‌الملک و امیرالامرا) کے آدمیوں سے مقابلہ کیا تو وہ سید عبداللہ خاں قطب‌الملک کے ہمراہ شاہجہاں آباد روانہ ہوا ۔

اس کی جاگیر تبدیل ہو گئی اور وہ خانہ نشین ہوا ۔ اسی دوران میں حسین علی خاں امیرالامرا مارا گیا ، قطب‌الملک نے سلیم گڑھ کے قیدی (شاہزادوں) میں سے ایک شہزادہ طلب کیا [۶۶ے] ۔ اس کو لوگوں کی تالیف قلوب کرنے کا خیال ہوا ، اس (معزالدولہ) کو بھی جاگیر پر بحال کر دیا ۔ نقد روپے بھیجے اور اپنے ساتھ لے لیا ۔ جب قطب‌الملک گرفتار ہو گیا تو اعتمادالدولہ امین خاں بہادر اس کو ہاتھی پر بٹھا کر بادشاہ کے حضور میں لے گیا ۔ جب معزالدولہ حیدر قلی خاں کی بجائے صوبۂ گجرات کی نظامت نظام‌الملک آصف جاہ کو ملی اور وہ اس کے نائب کی حیثیت سے وہاں مامور ہوا تو معزالدولہ صلابت جنگ کے خطاب سے مخاطب ہوا اور یہ تجویز (آصف جاہ کی طرف سے) بادشاہ کے حضور میں ارسال کر دی گئی ۔

جب ۱۱۳۶ھ (۲۴-۱۷۲۳ء) میں گجرات کی صوبے داری آصف جاہ کی بجائے سر بلند خاں کو تفویض ہوئی تو محمد کاظم جامعہ دار کے لڑکوں شجاعت خاں اور رستم علی خاں نے معزالدولہ کے ساتھ جنگ کی اور مارے گئے ۔ (محمد کاظم) پہلے شجاعت خاں محمد بیگ کا نوکر تھا اور اس کے لڑکوں کو بہادری کی بنا پر حیدر قلی خاں کی کوشش سے بادشاہی منصب اور خان کا خطاب ملا تھا [۶۷ے] ۔ یہاں تک کہ سر بلند خاں خود وہاں پہنچا ۔ بخشی حامد خاں مارا گیا اور وہ تعلقے پر قابض ہو گیا ۔ اس وجہ سے نظام‌الملک آصف جاہ کے حسب طلب حامد خاں دکن پہنچا اور اس کے سپرد ناندیر کی صوبہ داری ہوئی ۔ کچھ دنوں کے بعد ۱۱۴۰ھ (۲۸-۱۷۲۷ء) میں جب کہ آصف جاہ کا لشکر کرناٹک کے متصل تھا ، گلبرگہ کی منزل پر وہ موت ہو گیا اور شاہ بندہ نواز قدس سرہ کے روضہ میں گنبد کے باہر دفن ہوا ۔

وہ خوش خلق ، غیور ، سپاہی اور صاحب ہمت تھا ۔ گفتگو نہایت بے باکانہ انداز سے کرتا تھا ۔ اس کے لڑکے مشہور ہیں ۔ خیراللہ خاں ، حفیظ‌اللہ خاں اور مرحمت خاں میں سے ہر ایک کو آصف جاہ کی قریبی رشتہ داری کی وجہ سے منصب ، مناسب جاگیر اور مدد خرچ کے لیے نقدی

ملی ہوئی ہے [۷۶۸] - عام طور سے یہ لوگ اپنی بد اطواری کے لیے مشہور ہیں - امیر مذکور (آصف جاہ) کی وجہ سے ان کو نوکری معاف ہے اور گھر میں بیٹھے زندگی گزارتے ہیں - ہر ایک صاحب اولاد ہے اور جاگیر کے سہارے عیش سے زندگی گزارتے ہیں - مرحمت خاں کے لڑکے کہ جو خود بھی اپنی سادگی کے لیے مشہور تھا ، تربیت یافتہ ہیں - پہلے کو فتح یاب جنگ کا خطاب اور دوسرے کو ظفر یاب جنگ کا خطاب ملا - اور ان کو پرگنہ مالکندہ کی جاگیر مرحمت ہوئی - مؤلف کتاب (شاہنواز خاں) کے شناسا ہیں -

۲۰۲

محمد غیاث خاں بہادر

اس کا نام غیاث بیگ ہے - اس کا باپ غنی بیگ خان فیروز جنگ کی سرکار میں نوکر تھا - (محمد غیاث خاں) نے نظام‌الملک آصف جاہ کا توسل پکڑا اور اس کی رفاقت اختیار کرلی - ابتدا میں توپ خانے کا داروغہ مقرر ہوا ، اس کے بعد وہ مراد آباد کی تعلقہ داری میں نائب فوج دار مقرر ہوا - چوں کہ وہ صحیح فکر اور درست منصوبے کا مالک تھا ، نیز بہادر اور تجربہ کار بھی تھا اس لیے وہ (آصف جاہ) کا مشیر و معتمد ہو گیا ، اور بڑے کام اس کے مشورے کے بغیر انجام نہیں پاتے تھے -

جب بہادر مذکور (آصف جاہ) صوبۂ مالوہ سے دکن کی طرف [۷۶۹] راہی ہوا اور سید دلاور علی خاں سے مقابلہ ہوا تو وہ (غیاث خاں) اس معرکے میں غالب رہا اور ہر موقع پر اس نے غلبہ دکھایا - اس کی ایک آنکھ میں پہلے سے روشنی نہ تھی ، اخیر مقابلے میں دوسری آنکھ میں تیر کا زخم لگا اور اس کی روشنی بھی جاتی رہی - بہادر مذکور (آصف جاہ) نے فتح کے بعد اس کی قدیم‌الخدمتی اور کارگزاری پر نظر رکھتے ہوئے بہادر کا خطاب ، پنج ہزاری ذات اور پنج ہزار سوار کا منصب اور صوبۂ خاندیس میں بکلانہ کی فوج داری مرحمت فرمائی - ایک زمانے تک وہ وہاں رہا - ۱۱۳۸ھ

(۱۷۳۵ء) میں وہ فوت ہو گیا ۔ اورنگ آباد میں مغل پورہ کے پاس مدرسہ میں دفن ہوا کہ جس کو اس نے بنوایا تھا ۔ آشنا پروری اور فیض رسانی کی صفات سے متصف تھا ۔

اس کے لڑکے رحیم‌اللہ خاں کو امیر مذکور (آصف جاہ) کی قدردانی سے مناسب منصب اور صوبۂ برار کے مضاف پرگنہ سیولا (سونی) کی جاگیر داری ملی ۔ پھر کچھ دنوں صوبۂ خاندیس میں سرکار بکلانہ کی فوج داری پر مقرر رہا ۔ بعد ازاں کچھ مدت اورنگ آباد کے نواح کے محالات کی ضلع داری پر مامور [۷۷۰] رہا ۔ صلابت جنگ کی عمل داری میں اسے عمدہ منصب اور منظورالدولہ متہور جنگ کا خطاب ملا ۔ چند سال ہوئے کہ اس کا انتقال ہو گیا ۔ اس کو شجاعت باپ سے میراث میں ملی تھی ۔ اس کے کئی لڑکے زندہ ہیں ۔ ان میں فضل‌اللہ لائق ہے کہ جس کو باپ کا خطاب ملا ، اور وہ محال مذکور کی جاگیرداری پر فائز ہے ۔

۲۰۳

محمد خاں بنگش

وہ ابتدا میں جماعہ داروں میں ملازم تھا[۱] ۔ سادات بارہہ (قطب‌الملک و امیرالامرا) نے اس کو آگے بڑھایا ۔ وہ بادشاہی نوکری اور بادشاہ کے حضور میں روشناسی سے سرفراز ہوا[۲] ۔ تیسرے سال جلوس محمد شاہی میں قطب‌الملک

۱۔ اس کے باپ کا نام عین خاں تھا ، جو رشید آباد مئو میں سکونت پذیر ہوا ؛ وہیں محمد خاں بنگش پیدا ہوا ۔ سال پیدائش تقریباً ۱۶۶۳ء ہے ۔ ملاحظہ ہو عہد بنگش ص ۴۹-۵۱ ، محمد خانی تاریخ از حسام‌الدین گوالیاری (قلمی) ص ۳-۶ (مملوکہ محمد ایوب قادری) ۔

۲۔ محمد خاں بنگش فرخ سیر کے حضور میں ۹ فروری ۱۷۱۳ء کو حاضر ہوا ۔ (ب)

(عبداللہ خاں) نے جو لڑائی سلطان ابراہیم کی سربراہی میں لڑی تھی[۱]، اس میں (محمد خاں بنگش) قطب‌الملک کے ہمراہ تھا ۔ پھر وہ اپنی جمعیت کے ہمراہ آیا اور بادشاہ کے ہم رکاب ہو گیا ، بہادری و کوشش کا مظاہرہ کیا ۔ عمدہ منصب اور غضنفر جنگ[۲] کا خطاب ملا ۔ ۱۱۴۳ھ (۳۱-۱۷۳۰ء) میں راجا گردھر بہادر کے مرنے کے بعد مالوہ کی صوبے‌داری پر فائز ہوا[۳] ۔ اس زمانے میں اس نے ستر سال بندیلہ پر چڑھائی کی ۔ ایک سال تک اس سے مقابلہ کرتا رہا ۔ اس نے بادشاہی علاقوں کو کہ جو اس (ستر سال) کے قبضے میں تھے ، آزاد کرایا [۱۷۷] ۔

ستر سال موقع کی تلاش میں رہا ۔ جب خان مذکور (محمد خاں بنگش) نے اضافہ شدہ جمعیت برطرف کر دی تو وہ (ستر سال) مرہٹوں سے مل گیا اور اس نے اچانک (محمد خاں بنگش) پر حملہ کر دیا اور اس کو گڑھی میں محصور کر دیا ۔ محاصرے کے چار مہینے بعد وبا پھیل گئی ، اس لیے مرہٹہ فوج (محاصرہ چھوڑ کر) چلی گئی ۔ ستر سال ابھی تک محاصرہ کیے ہوئے تھا کہ اس کا بیٹا قائم خاں فوج لے کر آ گیا ۔ لہٰذا ستر سال صلح پر آمادہ ہو گیا ۔ وہ آزاد ہو کر بادشاہ کے حضور میں آیا ۔ نادر شاہ کی جنگ میں وہ فوج کے پچھلے حصہ پر متعین تھا ۔ وقت موعود پر (محمد خاں بنگش کا) انتقال ہو گیا[۴] ۔

۱۔ محمد شاہ ۱۵ ذی قعدہ ۱۱۳۱ھ (۲۸ ستمبر ۱۷۱۹ء) کو تخت نشین ہوا ۔ ملاحظہ ہو لیٹر مغلس ، جلد دوم ، ص ۱ ۔ (پ) ۔

۲۔ متن میں قائم جنگ لکھا ہے جو غلط ہے ، اس کا خطاب غضنفر جنگ تھا ۔ (ق)

۳۔ راجا گردھر صوبہ مالوہ میں ۱۷۲۵ء میں متعین ہوا اور ۸ دسمبر ۱۷۲۸ء کو اجین کے قریب مارا گیا ۔ (لیٹر مغلس ، جلد دوم) ، ص ۱۵۲ ، ۲۴۳) اور محمد خاں بنگش ۱۷۳۰ء میں مالوہ میں متعین ہوا ۔ (پ)

۴۔ محمد خاں بنگش کے علاج کے لیے محمد شاہ بادشاہ نے حکیم علوی خاں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس کے مرنے کے بعد اس کا بڑا لڑکا قائم خاں صوبۂ اکبر آباد کے مضاف ، محال فرخ آباد وغیرہ کی فوجداری پر مقرر ہوا ۔ جب صفدر جنگ وزیر ہوا تو اس کے بعد اس کی تحریک سے (قائم خاں نے) سعد اللہ خاں پسر علی محمد خاں روہیلہ پر حملہ کر دیا اور بداؤں (بدایوں) میں اس کو محصور کر لیا ۔ اس نے ہر چند عاجزی کا اظہار کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا ، مجبوراً وہ مقابلے پر آ گیا اور اس نے جنگ کی ۔ قائم خاں ، اپنے بھائیوں کے ہمراہ مارا گیا[1] ۔ صفدر جنگ احمد شاہ بادشاہ کو (فرخ آباد) لے گیا تاکہ قائم خاں کے علاقے کو ضبط کر لے ۔ قائم خاں کی ماں حجاب پوش آئی اور ساٹھ لاکھ روپے پر معاملہ طے ہو گیا ۔ صفدر جنگ نے سارے پرگنوں کو ضبط کر لیا ۔ صرف فرخ آباد اور چند گاؤں کو چھوڑا کہ جو فرخ سیر کے زمانے سے قائم خاں کی ماں کے انعام التمغا (دوامی معافی) میں تھے ۔ (صفدر جنگ نے) نول رائے کو روپے کی تحصیل [۲۷۷] کے لیے چھوڑ دیا اور خود بادشاہ کے پیچھے پیچھے دہلی چلا گیا[2] ۔

قائم خاں کا بھائی احمد خاں افغانوں کے جمع کرنے میں مشغول ہوا اور اس نے نول رائے سے جنگ کی اور اس (نول رائے) کو قتل کر دیا ۔ صفدر جنگ نے کہ جو نول رائے کی مدد کی غرض سے دہلی سے روانہ ہوا

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ)

کو بھیجا ، لیکن علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور ۲ ذی قعدہ ۱۱۵۶ھ (۱۷۴۳ء) کو انتقال ہو گیا ، اور وہ حیات باغ میں دفن ہوا ۔ تاریخ فرخ‌آباد از ولیم ارون ، ص ۱۳۱ و عہد بنگش ، ص۸۷ ۔

۱- تفصیل کے لیے دیکھیے عہد بنگش ، ص ۱۱۱-۱۱۳ ، حیات حافظ رحمت خاں ، ص ۳۶-۴۷ اخبار الصنادید جلد اول ، ص ۲۱۰-۲۱۸ ، تاریخ فرخ آباد (ارون) ، ص ۱۹۹-۲۰۸ گلستان رحمت (قلمی) ، ص ۷۸-۹۷ - (ق)

۲- ملاحظہ ہو تاریخ اودھ جلد اول ، ص ۱۵۵-۱۵۷ و تاریخ فرخ آباد (ارون) حصہ دوم ، ص ۱۰-۱۲ - (ق)

تھا ، جب یہ واقعہ سنا تو سالی (پٹیالی) اور سہاور کے درمیان پہنچ کر ١١٦٣ھ (١٧٤٩-٥٠ء) میں (صفدر جنگ نے) احمد خان کے ساتھ مقابلہ کیا اور اس کو شکست فاش ہوئی ۔ وہ برنجی حوضے میں کہ جس پر وہ سوار تھا ، نادانستہ افغانوں کے چنگل سے رہائی پا کر دہلی چلا گیا ۔ وہ (صفدر جنگ) خود زخمی ہوا ، اس کا فیلبان اور سوار خواصی (ہاتھی پر ساتھ بیٹھنے والا) دونوں مارے گئے ۔

احمد خاں نے اپنے لڑکے محمود خاں کو صوبۂ اودھ کی ضبطی کے لیے بھیجا اور وہ خود الہ آباد کی طرف لوٹ آیا ۔ اس نے بستیوں کے جلانے اور لوگوں کو قید کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی[1] ۔

١١٦٤ھ (١٧٥٠-٥١ء) میں صفدر جنگ نے پھر فوج جمع کی اور ملہار راؤ ہولکر اور جی آپا سندھیا کے ساتھ مل کر بدلہ لینے کے لیے چل پڑا ۔ مرہٹوں نے پہلے شادی خاں کو بھگا دیا کہ جو احمد خاں کی طرف سے کول جلیسر کا حاکم تھا ۔ جب احمد خاں کو یہ خبر ملی تو وہ الہ آباد کے محاصرے کو چھوڑ کر فرخ آباد چل دیا ۔ مرہٹے بھی پیچھے سے آ گئے اور انھوں نے اس (احمد خاں) کو محصور کر لیا ۔ جب اس کو موقع ملا تو وہ وہاں سے [٧٧٣] نکل آیا اور حسین پور پہنچ گیا کہ جو زیادہ مستحکم جگہ تھی ۔

جس دن کہ سعد اللہ خاں پسر علی محمد خاں اس کی مدد کے لیے پہنچا اسی دن جنگ ہوئی اور وہ شکست یاب ہوا اور اس نے مداریہ پہاڑ کے دامن میں پناہ لی ۔ اس کا سارا ملک تباہ و برباد ہو گیا ۔ آخرکار وہ پناہ کا طالب ہوا اور صفدر جنگ کے حسب منشا صلح ہوئی ۔ ایک مدت تک وہ اپنے تعلقے میں انتظامی امور انجام دیتا رہا ۔ وہ نیکی میں مشہور زمانہ

١۔ ملاحظہ ہو عہد بنگش ، ص ١١٥-١١٨ ، تاریخ فرخ آباد (اردو) حصہ دوم ، ص ١٦-٣٢ ، کاشف الاستار از شاہ حمزہ مارہروی (قلمی) ، ص ٧٥-٧٧ ، تاریخ اودھ جلد اول ، ص ١٧٨-١٨٣ ۔ (ق)

تھا ۔ اعلیٰ خاندانوں کے اکثر لوگ کہ جن میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں ، دارالخلافہ (دہلی) کی خرابی کے بعد اس کے پاس پہنچے تھے ۔ وہ ان کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرتا تھا اور بغیر نوکری کے ہر ایک کو اس کے گھر بیٹھے ماہوار (وظیفہ) بھیجتا تھا اور لوگوں کے ساتھ اخلاق و تواضع کے ساتھ پیش آتا تھا ۔ اسی وجہ سے اس نے نیک نامی سے عمر گزاری ۔ وہ بغیر امید کے احسان کرتا تھا ۔ یہ طریقہ ایک زمانے تک یادگار رہے گا[1] ۔ اس کے خاندان کے پس ماندگان کے متعلق اطلاع نہ مل سکی[2] ۔

۲۰۴

موتمن الدولہ اسحاق خاں

اس کا باپ شوستر سے ہندوستان آیا ، شاہجہاں آباد میں [۷۷۴] اقامت پذیر ہوا ۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں اسے بادشاہی نوکری اور غلام علی خاں کا خطاب ملا اور وہ نکاولی (اہتمام باورچی خانہ) کی خدمت پر مقرر ہوا ۔

نامبردہ (اسحاق خاں) ہندوستان میں پیدا ہوا ۔ سن تمیز کے بعد تحصیل علم کی اور صاحب استعداد ہوا ۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں خانسامانی کا عہدہ اور تقرب حاصل ہوا ۔ بائیسویں سال جلوس محمد شاہی ۱۱۵۲ھ

۱۔ نواب احمد خاں کا انتقال ۲۸ ربیع الاول ۱۱۸۵ھ (۲۸ جولائی ۱۷۷۱ء) کو ہوا ۔ اپنے تعمیر کردہ مقبرے میں دفن ہوا ۔ 'حاتم ثانی نماندہ' سے تاریخ انتقال نکلتی ہے ۔ تاریخ فرخ آباد (اردو) حصہ دوم ، ص ۱۲۶- ۱۲۷ ، عہد بنگش ، ص ۱۲۲ ۔ (ق)

۲۔ اس کی اولاد کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو عہد بنگش کی سیاسی علمی ، اور ثقافتی تاریخ (مرتبہ محمد ایوب قادری) کراچی ۱۹۶۵ء ۔

(۱۷۳۹ء) میں وہ فوت ہوا[1] ۔ وہ شعر بھی کہتا تھا ۔ یہ اسی کا شعر ہے :

بیت

زبسکہ در دل تنگم خیال آں گل بود
نفیر خواب من امشب صفیر بلبل بود

اس کے تین لڑکے تھے : پہلا مرزا محمد تھا کہ اس کو بھی باپ کی طرح محمد شاہ بادشاہ کا تقرب حاصل تھا ۔ (اس ترقی پر) اس کے ہم عصر اس سے حسد کرتے تھے ۔ پہلے اسے اسحاق خاں کا اور پھر نجم الدولہ کا خطاب ملا ۔ چہارم بخشی تھا ۔ محمد شاہ بادشاہ نے [۵۷۷] نجم الدولہ کی بہن کی شادی شجاع الدولہ پسر صفدر جنگ سے کر دی ۔

محمد شاہ کے انتقال کے بعد احمد شاہ کے عہد میں بھی وہ بخشی گری کے عہدے پر بحال رہا اور اس کو شاہجہان آباد کی کروڑ گری بھی مل گئی کہ جو ایک نفع بخش عہدہ تھا ۔ جب صفدر جنگ کا تنکش افغانوں وغیرہ سے جھگڑا ہوا کہ جو صوبہ دہلی کے مشرق و شمال میں (برسر اقتدار) تھے اور قصبہ سالی (پٹیالی) اور سہاور کے درمیان جنگ ہوئی کہ جس میں صفدر جنگ نے شکست اٹھائی تو نجم الدولہ نے کہ جو صفدر جنگ کے ہمراہ تھا بہت بہادری دکھائی اور ۱۱۶۳ھ (۱۷۵۰ء) میں وہ فوت ہوا ۔

مؤتمن الدولہ (اسحاق خاں) کے دو لڑکے اور تھے : ایک مرزا علی افتخار الدولہ اور دوسرا مرزا محمد علی سالار جنگ ۔ (وہ دونوں) عالم گیر ثانی کے زمانے میں شاہجہاں آباد سے صفدر جنگ کے لشکر کے لیے روانہ ہوئے ۔ اتفاق سے اسی زمانے میں صفدر جنگ فوت ہو گیا اور دونوں بھائی ۱۱۶۸ھ میں شجاع الدولہ کے پاس شہر اودھ (اجودھیا فیض آباد) پہنچے ۔ اس کے بعد سالار جنگ کو شاہ عالم کے حضور سے بخشیٔ تن کا عہدہ ملا ۔

۱۔ اروِن نے لکھا ہے کہ مؤتمن الدولہ (اپریل ۱۷۴۰ء) میں فوت ہوا ۔ جنرل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۷۹ء ۱/ص ۶۷ ۔ (ب)

۲۰۵

متہور خاں بہادر خویشگی[1]

رحمت خاں نام ہے ، (اللہ کی اس پر رحمت ہو) ! وہ شگفتہ پیشانی ، کشادہ دست ، توانا دل ، قوی ہمت ، بلند نظر ، فراخ حوصلہ [۷۷٦] درست مشورہ ، پسندیدہ رائے ، نیک اندیش ، خیرخواہ ، مخلص ، منصف ، راست کیش ، صفا آئین ، باتدبر ، سنجیدہ تقریر ، ہر علم و فن سے آشنا اور لڑائی کے داؤں اور گھاتوں کا جاننے والا تھا ۔ یہ بوڑھا آسمان اگر ہزاروں چکر کھائے تو کہیں ایسی جامعیت کا شخص پیدا ہو ! اور دور کہن نہ جانے کتنی راتوں کو دن کرے تو ایسا در شاہوار وجود میں آئے ۔ وہ اپنے ساتھیوں میں عقل سلیم ، مزاج مستقیم ، ذہن بلند ، اور فکر رسا کے اعتبار سے ممتاز تھا ، اور اپنے ہم عصروں میں شرافت نفس ، علو ہمت ، حسن ملکات ، تہذیب اخلاق کی بنا پر بھی فائق تھا ۔ اس کے فراخی صدر اور شرح قلب کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی صنعت یا تدبیر اس کے ذہن میں آتی تو کم و بیش ہو کر وہ فوراً وجود میں آ جاتی تھی ۔ فرض کیجیے اگر متعدد اشخاص مختلف امور کے متعلق ایک وقت میں اس سے استفسار کرتے تو وہ جوابات کی کثرت سے پریشان نہ ہوتا اور دانش مندی سے شافی اور مسکت جواب دیتا ۔

اس کا دادا اسماعیل خاں حسین زئی تھا ۔ (حسین زئی) ، خویسگی (افغانوں) کے قبیلہ علی زئی کی ایک شاخ ہے ۔ (اسماعیل خاں) نظر بہادر خویشگی کے بڑے لڑکے شمس الدین خاں کا داماد ہے ۔ بادشاہی منصب اور سلطانی قرب کے اعتبار سے (نظر بہادر سے بڑھ کر) اس قوم (خویشگیوں) میں کوئی اور امیر نہیں ہوا ۔ (اسماعیل خاں) بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ملازموں

۱۔ یہ طویل حالات مؤلف نے دوستی اور تعلقات کی روشنی میں قلم بند کیے ہیں ۔ (پ)

میں شامل ہوگیا [۱۷۷] اور اسے بادشاہی التفات و امتیاز حاصل ہوا ۔ مہاراجا حسونت سنگھ کی جنگ کے بعد اسے جانباز خاں کا خطاب اور علم مرحمت ہوا ، اس کے منصب میں پانسو ذات اور سو سوار کا اضافہ ہوا اور دو ہزاری ذات اور چھ سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

چونکہ اس کے شیخ میر خوافی کے ساتھ ایک جہتی کے تعلقات تھے کہ جو بادشاہ کے خاص مقربین میں سے تھا لہذا (اسماعیل خاں نے) اس شیخ خوافی کے ہمراہ تمام بادشاہی معرکوں میں شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کیا کہ جو سلطنت کے دعویداروں کے ساتھ ہوئے تھے اور وہ عنایات خسروانی کا مورد ٹھہرا ۔ (عالم گیر) کی سلطنت کے آغاز میں وہ سلطان پور اور ندر بار کا فوجدار مقرر ہوا ۔ اس کے بعد وہ کابل کی مہم پر متعین ہوا ۔ اس صوبے (کابل) میں فرائض مفوضہ انجام دیتا رہا ۔

اس کے لڑکے عثمان خاں اور الہ داد خاں تھے ۔ پہلے (عثمان خاں) کو شمس الدین خاں سے بہت مال و دولت ہاتھ آیا کیونکہ لڑکی کی اولاد کے سوا اس (شمس الدین خاں) کا کوئی اور وارث نہ تھا ۔ وہ (عثمان خاں) وطن میں مقیم رہا اور اس نے اپنی زندگی نہایت آرام سے گزاری ۔

دوسرے (الہ داد خاں) نے مال و دولت پر توجہ نہیں کی بلکہ نوکری کی طرف متوجہ ہوا ۔ وہ متین اور سنجیدہ وضع آدمی تھا ۔ اس کی اصابت فکر کی وجہ سے وہاں کا ناظم امیر خاں بھی ڈرتا تھا کہ اس کا حسن انتظام ضرب المثل تھا ۔ ابتدا میں وہ غریب خانے کی تھانیداری پر مقرر ہوا ۔ اس کے بعد وہ ایک مدت تک مندر کا [۱۷۸] کہ جو بہار اور مرغزار کے اعتبار سے وہاں کا مشہور تھانہ ہے ، اور لنگر کوٹ کا تھانہ دار رہا ۔ (لنگر کوٹ) وہاں کا صدر مقام ہے کہ جو چند روز کے لیے رحمان داد خاں خویشگی کے لیے مقرر ہو گیا تھا ۔ اور پھر سینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ مقام خاں مذکور (الہ داد خاں) کو بحال ہو گیا اور اصل و اضافہ کے بعد اسے ایک ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب ملا ۔

جس زمانے میں کہ صوبۂ کابل کی نظامت بادشاہزادہ محمد معظم کے سپرد ہوئی اور یہ بات مشہور تھی کہ خویشگی (افغان) کلیۃً اعظم شاہ سے

وابستہ ہیں ، اور وہ (الہ داد خاں) سلطان احمد کا بہنوئی تھا کہ جو یقینی طور سے اعظم شاہ سے وابستہ تھا ، شاہزادے (معظم شاہ) نے اس (الہ داد خاں) کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا ۔ جب خان مذکور (الہ داد خاں) اس سے آگاہ ہوا تو اس نے شاہزادے کے حضور میں ایک معتبر آدمی تھا ۔ عجب اتفاق ہے کہ بادشاہزادہ (محمد معظم شاہ) کی حرم محترم امۃالحبیب نے سفارش کی ۔

اس اجمال کا بیان یہ ہے کہ بہت دنوں پہلے خان مذکور (الہ داد خاں) نے عالم‌گیر بادشاہ سے عرض کیا تھا کہ اس زمانے میں حضرت جہاد کر رہے ہیں لہٰذا سارے خانہ زادوں پر واجب ہے کہ حضور کے ہم رکاب ہو کر نیکیاں حاصل کریں ، اور اطاعت بالائے اطاعت یہ ہے کہ غلام مفوضہ خدمات انجام دینے میں مشغول ہے ۔ اس (علاقے) میں شاہزادہ بھی سنت کی پیروی میں ایک قوم سے جہاد میں مصروف ہے کہ جس کو کافر کہتے ہیں اور جو کابل کے سرحد کے پہاڑوں میں رہتی ہے اور [۹۷۷] (شاہزادہ اسی وجہ سے) وہاں تاخت و تاراج میں مصروف ہے ۔ اس (الہ داد خاں) نے قیدیوں میں سے چند لونڈیاں (بادشاہ کے حضور میں) بھیج دیں ۔ بادشاہ نے اس بات کو بہت پسند کیا اور حکم فرمایا کہ چونکہ وہ دارالحرب کے باشندے ہیں اس لیے وہاں سے چند لونڈیاں اور کنیزیں لائی اور اعلیٰ خدمت کے واسطے ہر سال بھیجی جائیں ۔

اتفاق سے دوسرے سال لڑائی نہیں ہوئی ۔ مجبوراً امۃ الحبیب کو کہ جو پہلے کے قیدیوں میں کی ایک کافر عورت تھی ، اور حلال خاں افغان کے حصے میں آئی تھی ، اس سے لے کر (بادشاہ کے حضور میں) بھیج دیا ۔ بادشاہ (عالم گیر) نے اس (امۃ الحبیب) کو سب سے بڑے شاہزادے (معظم شاہ) کو مرحمت فرمایا ۔ اس کے بعد وہ (امۃ الحبیب) بھی سہر پرور کی طرح کہ وہ بھی بادشاہ کی عطا کردہ تھی ، شاہزادے کی منظور نظر ہو گئی ۔ اور اس نے بہت احترام و اعتبار حاصل کر لیا اور وہ صاحب اقتدار و جاہ ہوگئی ۔ اس نے اپنے لیے سہر پرور مذکور کے مقابلے میں کہ جو اپنے بھائی نیاز بیگ قلیچ محمد خاں کی مقبولیت و ترقی کا سبب ہوئی

تھی ، افغان لڑکی ظاہر کیا ۔ اس (امۃ الحبیب) نے (اس معاملے میں) خان مذکور (الہ داد خاں) سے رجوع کرنا غنیمت جانا اور خواہش کی کہ وہ اس کے دعوے کو صحیح ثابت کرا دے ۔ لہٰذا (الہ داد خاں) نے اسی جلال خاں کو اس کے باپ بننے پر راضی کر لیا ۔ یہاں تک کہ اس (جلال خاں) نے بادشاہ کے حضور میں اس کا اقرار کر لیا (کہ امۃ الحبیب میری لڑکی ہے) ۔ اس کے بعد وہ خان مذکور (الہ داد خاں) کے کاموں کا وسیلہ بن گئی اور معظم شاہ کو (الہ داد خاں) کی طرف سے بالکل مطمئن کر دیا ۔

جب بہادر شاہ اورنگ زیب عالم گیر کے انتقال کے بعد محمد اعظم شاہ سے جنگ کرنے کے لیے پشاور سے روانہ ہوا [۱۷۰۸ء] ، اگرچہ (الہ داد خاں) ایک بڑی جماعت کے ساتھ شاہزادے کے پاس پہنچا لیکن متفرق فوج کی پریشانی کے علاوہ وہ شدید بیمار بھی ہو گیا ۔ (شاہزادے کے ساتھ) وہ نہ جا سکا اور لاہور میں رہ گیا ۔ اس کو اعظم شاہ کی فتح کی امید تھی ۔ اسی زمانے میں وہ فوت ہو گیا ۔

اس کے لڑکوں میں رحمت خاں ہر اعتبار سے لائق تھا اور اس پر سب بھائیوں سے زیادہ شاہزادے (محمد معظم شاہ) کی عنایات تھیں ۔ جب اس کا باپ (الہ داد خاں) بیماری کی وجہ سے لاہور میں ٹھہر گیا تو اس نے چاہا کہ اس کے لڑکوں میں سے کوئی بہادر شاہ کی رفاقت اختیار نہ کرے مگر مشارٌ الیہ (رحمت خاں) خواہ مخواہ اپنے سوتیلے بھائی خدا داد خاں کے ساتھ اکیلا چلا آیا اور دہلی میں شاہزادے (معظم شاہ) کی خدمت میں حاضر ہو گیا ۔ اسے بیس ہزار روپیہ جنگ (اعظم شاہ) سے پہلے اور اتنا ہی (بیس ہزار روپیہ) (جنگ کے) بعد بطور مدد ملا ۔ فتح کے بعد اس کے منصب میں اضافہ ہوا اور اسے متہور خاں کا خطاب ملا ۔ کئی مرتبہ اس کے لیے عہدے کی تجویزیں زیر غور آئیں ۔ کام بخش کی لڑائی کے بعد وہ لکھنؤ اور بیسواڑہ کی فوجداری پر روانہ ہوا ۔

وہ وہاں اچھی طرح انتظام نہ کر سکا اور بہادر شاہ کے انتقال کے بعد تبادلہ ہونے سے پہلے وہ دارالخلافہ (دہلی) چلا گیا ۔ چونکہ اسے جواب

طلبی کا خوف تھا اس لیے وہ دربار میں جانا نہیں چاہتا تھا اور راستے میں شاہزادہ اعز الدین سے وابستہ ہو گیا اور اس کی رفاقت اختیار کر لی کہ جو خان دوران خواجہ حسین کی اتالیقی میں فرخ سیر کے مقابلے کے آیا تھا ۔ وہ بزدل لڑائی کی رات کو کھجوہ سے تعاقب میں آیا ۔ خان مشارٌ الیہ اپنی جگہ پر رہا [۷۸۱] اور جب صبح ہوئی تو قطب الملک آ گیا ۔ اس نے سابقہ دوستی کی بنا پر مدد کی اور اپنے ہاتھی کے حوضے میں اپنے ساتھ بٹھا لیا ۔ وہ جہاندار شاہ کی لڑائی مں حسین علی خان کی فوج میں تھا ۔ جس وقت کہ سردار نے راہ فرار اختیار کی تو وہ اس کے ساتھ نہ جا سکا بلکہ دوسری طرف چلا گیا اور صحیح و سالم رہا ۔ امیرالامرا (حسین علی خان) کے یہاں اس کا بہت اعزاز و اعتبار تھا ۔

جب وہ (متہور خان) دکن میں آیا تو سرا کی فوجداری پر مقرر ہوا ۔ چونکہ افاغنۂ جنوبی سرکشی کرتے تھے ان کو یہ خیال ہوا کہ شاید ہم قومی کی وجہ سے (متہور خان) ان کے گزشتہ اور حالیہ معاملات کو درست کرا دے اور مخالفت صفائی سے بدل جائے ، اس لیے شروع میں بہادر خان پنی اور عبدالنبی خان میانہ نے (اس سے) ملاقات کی اور رفاقت اختیار کر لی مگر چونکہ اس میں خود غرضی اور مطلب پرستی شامل تھی ، اس لیے علیحدہ ہو گئے ۔

خان مذکور (متہور خان) کچھ دنوں بقایا پیشکش کے وصول کرنے میں مصروف رہا ، اس کو کوئی کامیابی نہ ہوئی اور سری رنگاپٹن کے زمیندار نے کہ اس کے مقابلے کا کوئی اور زمیندار نہ تھا ، اپنے معاملے کو امیرالامرا سے رجوع کیا ۔ مجبوراً وہ ایک زمیندار بھریا کی مدد سے کہ جو چتلدرگ کا زمیندار تھا اور جس کے کچھ علاقے پر وہ (زمیندار سری رنگاپٹن) قابض ہو گیا تھا [۷۸۲] ، اس کی طرف متوجہ ہوا ۔ وہ مغرور اور نخوت پسند (زمیندار سری رنگاپٹن) بیس ہزار سواروں اور ساٹھ ہزار پیادوں کے ساتھ جنگ کے لیے آمادہ ہو گیا ۔ آخر کار اس نے شکست کھائی اور (زمیندار مذکور) بھاگ گیا ۔ اسی دوران میں اس (متہور خان) کے تبادلے کی خبر پہنچی ۔

اس نے (ہر قسم کا) سارا مال فوج کی تنخواہ میں دے دیا ۔ وہ قرض اور قرض خواہوں کے تقاضے کی پریشانی لے کر اورنگ آباد پہنچا ۔ دکن کے صوبیدار عالم علی خاں نے اس کے پہنچنے پر اس کا بہت اعزاز و اکرام کیا اور اس کے لیے جاگیر مقرر کر دی ۔

اسی دوران میں آصف جاہ کے کوچ کی خبر مشہور ہوئی ۔ ہر چند سنکرا ملہار کہ جو سارے معاملات کا مختار تھا ، جنگ کے لیے راضی نہ تھا لیکن اس عجلت پسند جوان (عالم علی خاں) نے اپنی ذاتی بہادری اور سپاہیوں کی ترغیب سے لڑنے کا ارادہ کیا اور (آصف جاہ) کی ہراول فوج سے مقابل ہوا ۔ کوئی شخص کامیابی حاصل نہ کر سکا بلکہ صف میں جانیں برباد کیں ۔ خان مشارٌ الیہ (متہور خاں) بھی زخمی ہوا اور میدان میں گر پڑا ، اس کا بھائی تہور دل خاں مارا گیا ۔

اگرچہ اس سے قبل فتح جنگ نے اشارہ کیا تھا کہ وہ (آصف جاہ) کی رفاقت اختیار کر لے مگر اس نے ایسا نہیں کیا ۔ جب سادات (قطب‌الملک و امیرالامرا) کا معاملہ ختم ہو گیا اور ان کی طرف سے بالکل اُمید نہ رہی تو آصف جاہ کی عنایت سے اس کے حالات پھر درست ہو گئے ۔ اس کا منصب و جاگیر بحال ہو گئے ۔ اس کے بعد [۷۸۳] عوض خاں بہادر کی کوشش سے امین خاں دکنی کی بجائے وہ ناندیر کا صوبے دار مقرر ہوا ۔ وہ بہت بے سر و سامانی میں افتاں و خیزاں اپنے تعلقے کو روانہ ہوا ۔ معزول خود سر (صوبے دار) وہاں کے پرگنوں کے انتظام میں مخل ہوا اور بقایا زر کی ادائی کا حساب نہیں دیتا تھا ۔ عوض خاں کے لکھنے پڑھنے سے بھی کام نہیں بنا ۔ خان مذکور (عوض خاں) اس (سابق صوبے دار) سے ناراض تھا ، لہٰذا اس نے از راہ عداوت (متہور خاں کو) لکھا کہ اگر اس کے پاس سپاہ ہے تو تم بھی سپاہی ہو ، تم اپنے حق کو کیوں چھوڑتے ہو ؟ خواہ مخواہ انجام خانہ جنگی پر ہوا ۔ اس کے باوجود مشارٌ الیہ (متہور خاں) نے اپنی نیک باطنی سے اس کوتاہ نظر (صوبے دار) کو کہ جو چاہتا تھا کہ ناندیر سے گزر کر بالکنڈ جائے ، کہلا کر بھیجا کہ میں مزاحمت کے لیے مجبور ہوں ۔ اگر (ناندیر) سے ہٹ کر دور سے گزر جاؤ تو اس دور سے گزرنے کو

گفت و شنید کے موقع پر عدم مزاحمت کی دلیل سمجھا جائے گا ۔
اس بے وقوف مغرور نے اس بات کو سنا بھی نہیں اور اپنے سفر کو اسی راستے پر جاری رکھا ۔ خان شجاعت نشان (متہور خاں) نے پاس آبرو کی وجہ سے مرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور وہ تھوڑے سے آدمیوں کو لے کر کہ پچاس سے زیادہ نہیں ہوں گے راستہ روکنے کے ارادے سے آ گیا ۔ تائید غیبی کی بات ہے کہ (متہور خاں) کے راستہ طے کرتے وقت کمان دار وغیرہ بے طلب اس سے آ کر مل گئے اور سپاہیوں کا لشکر بن گیا ۔ شام کو دونوں فریق ایک دوسرے کے قریب آ کر ٹھہر گئے اور رات جاگنے میں گزاری ۔ جیسے ہی کہ صبح ہوئی قریب تھا کہ جنگ کی آگ [۳۸۷] بھڑک اٹھے کہ چند صلح پسندوں کی وجہ سے معاملہ رفع دفع ہو گیا اور طے پایا کہ باندیر آ کر زر بقایا کا حساب دے اور جواب دہی کرے ۔ اس کی بد نصیبی دیکھیے کہ اس کے ساتھ خوب منتخب سپاہی تھے ۔ اس نے یہ ذلت گوارا کر لی کہ دشمن کو گرفتار کر کے چلتا بنا اور اس کے پرا باندھے سپاہی کچھ فاصلے کے بعد متفرق ہو گئے ۔ اپنی بیوقوفی سے وہ مدتوں مقید رہا ۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ ایسا عجیب و غریب کام ہو گیا مگر اس عمل داری میں کچھ بات ہی نہیں ہوئی ۔ اس کی بے سر انجامی اور پریشانی سے کوئی ذرا بھی فکر مند نہ ہوا ۔ وہ معزول ہوا اور اس کے بعد اس کے سپرد کوئی خدمت نہ ہوئی ۔

یہ بات تعجب سے خالی نہیں ہے کہ وہ ایسا تو زیرک اور عقل مند تھا مگر وہ کہیں صحیح طریقے سے عمل داری نہ کر سکا ۔ ظاہر ہے کہ ریاست ، سیاست کے بغیر نہیں چلتی ہے ۔ اس کے یہاں رحم و مہربانی اور مروت و احسان کا معاملہ تھا وہ غیر ضروری باتوں پر اتنی توجہ اور انہاک دکھاتا تھا کہ معمول کی باتیں نظر انداز ہو جاتی تھیں ۔

اس کے علاوہ مبارز خاں کی جنگ میں وہ عوض خاں بہادر کی ہراول فوج میں دو ہزار سواروں کا سردار تھا کہ جن میں سے اکثر ہی افغان تھے ۔ اس نے دشمن سے طے کر لیا تھا کہ لڑائی کے وقت وہ طرح دے جائے گا اور علیحدہ کھڑا رہے گا ۔ جس وقت تک کہ دشمن میدان کار زار میں آ کر

لڑتا رہا ، وہ اکیلا اپنے ہاتھی کو بڑھا کر لے گیا [۵۸۵] - کچھ لوگوں نے اس کو الزام دیا کہ وہ دشمن سے ملا ہوا تھا - اتفاق سے اسی دوران میں بندوق کی ایک گولی اس کے دائیں ہاتھ کی کہنی پر لگی اور وہ زخمی ہو گیا مگر اچھا ہو گیا اور کچھ دنوں زندہ رہا -

اگرچہ ہمیشہ سردار اس کی بات منظور اور قبول کرتے تھے ، لیکن نواب نظام‌الدولہ کی عمل داری میں (اللہ اس کا اقبال ہمیشہ رکھے) اس کی درخواستیں سب سے زیادہ منظور ہوتی تھیں - اور اس کی للّٰہیت کی وجہ سے بہت سے لوگوں کے کام بنتے تھے - جس زمانے میں کہ آصف جاہ ہندوستان سے واپس آیا تو اس نے برہان پور جا کر ملاقات کی - نظام‌الدولہ کی طرف داری میں اس نے کڑوی ، کسیلی اور اوچھی نیچی گفتگو کی جو اس کو نہیں کرنی چاہیے تھی اور خود کو اس کا طرف دار ٹھہرایا - اگرچہ سردار (آصف جاہ) سے سابقہ تعلقات کی وجہ سے بظاہر کسی رنجش کا اظہار نہیں ہوا لیکن باطن میں کدورت ضرور پیدا ہو گئی اور صحبت کا مزہ اور محبت کی صفائی نہ رہی - جب چھبیسویں سال جلوس محمد شاہی میں فوجیں کرناٹک کے استیصال کے لیے روانہ ہوئیں تو اس کو اورنگ آباد میں چھوڑ دیا گیا -

ماہ صفر کے آخر عشرے میں کاہنی کا زخم سوج گیا اور ایک مہینے تک بیچش اور خارش میں مبتلا رہا - یکم ربیع‌الآخر ۱۱۵۶ھ (۲۴ مئی ۱۷۴۳ء) کی صبح کو اس کی زندگی کی شام آ پہنچی اور وہ فوت ہو گیا - اسی مہینے (ربیع‌الآخر) کی پہلی تاریخ کو وہ پیدا ہوا تھا - اس کی عمر ساٹھ سال ہوئی [۷۸۶] - مصرع

سبب حب علی احر دو صد عائد یافت ۱۱۵۶ھ

سے تاریخ نکلتی ہے اور لفظ دو صد کے دو سو لے لیے گئے ہیں ، دو صد کے حروف کے اعداد نہیں لیے ہیں -

اس کو علم صنعت کا بہت شوق تھا - اس نے اس فن کے بہت سے رسالے اور کتابیں جمع کی تھیں اور کہا کرتا تھا کہ ابھی میں اس علم میں

ماہر نہیں ہوا ہوں کہ میں اس پر عمل کروں ۔ اگرچہ وہ اپنے مطلوب و مقصود کی ابتدائی منازل میں تھا ، اس فن میں وابستگی کی وجہ سے اس پر دوسرا علم منکشف ہو گیا کہ جو متقدمین و متاخرین سے پوشیدہ تھا ۔ اور اکثر آیات اور کچھ قرآنی سورتوں کی تسریح اول سے آخر تک علم صنعت کی اصطلاحات کی روشنی میں کرتا تھا اور اس طرح بیان کرتا تھا کہ سننے والے کے دل نشیں ہو جاتا تھا ۔ اسی طرح وہ بہت سی احادیث ، اکابر کے کلام اور مشائخ اور عظیم صوفیا کے اشعار سے اپنے مطلوبہ معانی کی چیزیں نکال لیتا تھا ۔ اور تعجب کی یہ بات ہے کہ اس علم کے ذریعے سے مختلف مذاہب کے مشکل مسائل کو آیات اور احادیث سے مطابق کر دیتا تھا اور دلیل و برہان سے اس کو ثابت کر دیتا تھا ۔ افسوس کہ اس کی معلومات مدون نہ ہوئیں ۔ آخر میں اس کتاب کے مؤلف (صمصام‌الدولہ شاہنواز خاں) نے اس سلسلے میں تحریک بھی کی تھی ، لیکن افسوس کہ جلد ہی اس کا انتقال ہو گیا ۔ وہ بزرگ (متہور خاں) بھی افسوس کرتا تھا کہ راقم [۸۷ے] کو اس فن سے شوق اور دل چسپی نہیں ہے ۔ اس کتاب کی ابتدائی تحریر پر اس نے نظر ثانی بھی کی تھی ۔ اس نے تھوڑا سا اپنا حال بھی لکھ کر دیا تھا جو تھوڑی سی تخفیف کے ساتھ یہاں لکھا جاتا ہے :

”احقرالعباد (متہور خاں خویشگی) کو بچپن میں شکار کا بہت شوق تھا ، یہاں تک کہ مکتب میں مکڑی کے ذریعے مکھی کا شکار کرتا تھا ، اس لیے نوشت و خواند سے کچھ زیادہ حصہ نہیں ملا ۔ جب میں سن بلوغ کو پہنچا تو مجھے پرندوں کے شکار کا شوق ہوا ۔ اس فن کے استادوں سے پرندوں کی تربیت ، امراض اور علاج کے سلسلے میں جو کچھ سنتا تھا وہ دوسرے لوگوں سے لکھوا لیتا تھا ، کیونکہ وہ لکھنا نہیں جانتا تھا ۔ ناچار اس کو مفرد حروف کی مشق کا شوق ہوا اور کسی قدر ان حروف کو بغیر املا کے لکھنے لگا اور اپنے سمجھنے کی غرض سے ان پر اعراب لگا لیتا تھا ۔ چونکہ ایک مرض کی متعدد اور مختلف کیفیت کی دوائیں تھیں لہٰذا خیال ہوا کہ شاید مرض بھی مختلف قسم کے ہوں ۔ چنانچہ

کتابوں کی طرف رجوع کیا ۔ چونکہ اکثر دوائیں عربی اور یونانی تھیں لہذا ان کی اصلیت کا عجیب حوالہ ملا ۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم طلب کرنا بہت مفید ہے اور علم طیور اس کا ایک حصہ ہے ، للہذا کفایہ منصوری کو سند بنایا ۔ اس کے بعد معتبر کتابیں جمع کیں اور اس مبحث سے متعلق بہت سی چیزیں فراہم کیں اور علمی قوت سے پرندوں کی تشریح کی [۸۸۔] اور چاہا کہ علم طیور میں ایک کتاب لکھ دوں ۔ اس فن کے سلسلے میں تین علم ضروری ہیں : (۱) پرندوں کی تندرستی اور خوراک (۲) سواست (۳) اشتہائے عالب ۔ خاص طور سے آخر کا علم بہت ضروری ہے کہ اس کے ضمن میں پہلے دو بھی حاصل ہو جاتے ہیں ۔ چونکہ پرندوں کے علاج میں اکثر معدنیات بھی استعمال ہوتے ہیں لہذا کیمیا کے رسالوں پر نظر پڑی ۔ کچھ سہل الوقوع تجربے بھی کیے ، جن کو بزرگوں نے بیان کیا تھا ۔ اس بات کو پوری طرح سمجھتا تھا کہ مختلف معدنیات کی خصوصیات ان کے ذاتی جوہر کے ساتھ وابستہ ہیں ، پھر وہ سونے اور چاندی میں کس طرح بدل سکتی ہیں ؟ اگر یہ صورت ہوتی تو کوئی بھی غریب نہ ہوتا ۔ سماعی باتوں کو چھوڑ کر اس فن کی کتابوں کی طرف رجوع کیا ۔ ان میں بھی یہ بات پائی ۔ حیرت ہوئی کہ یہ کتابیں نیک کردار بزرگوں سے منسوب ہیں کہ جو ظاہری و باطنی علوم سے آراستہ تھے ۔ انھوں نے یہ کتابیں یقیناً اپنے پس ماندگان کے مال کو ضائع کرنے کی غرض سے لکھی ہیں اور ان کو آخرت میں وبال اور عذاب ملے گا ۔ تھوڑے سے غور سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاید انھوں نے رمز و اصطلاح کی زبان میں لکھا ہے ، لیکن اگر وہ رموز کتابوں سے معلوم نہ ہوں تو یہ ساری تحریریں لغو ہیں اور باکمال حضرات کا اس لغو بات کے لیے رنج اٹھانا نہایت تعجب کی بات ہے ۔ لہذا تجربہ کرنا چھوڑ دیا اور اس علم کی تحصیل شروع کر دی ۔ ۱۱۳۲ھ (۲۰-۱۹۷۱ء) میں اس جماعت

کی اصطلاح کی ساری تفصیلات حاصل کر لیں [۸۹ب] اور
علم ہیئت ، ہندسہ ، طب ، نجوم ، رمل ، تسخیر ، طلسم یہاں تک
کہ تیر اندازی اور کبوتر بازی میں بھی مہارت حاصل کر لی اور ہر
علم کے گہرے مطالب کو خود بیان کرنے لگا ۔ اس طرح علوم
نقلی یعنی تفسیر ، حدیث ، قصص ، فقہ ، سلوک اور حقائق وغیرہ
کے حاصل کرنے کا مجھے شوق ہوا اور ان میں بھی میں نے کچھ
واقفیت بہم پہنچائی ۔ اس کے بعد میں علم تصوف کی طرف متوجہ ہوا
اور اس کی اصلیت و حقیقت کو سمجھا ۔ یہ ایک ایسا علم ہے کہ
جو دین و دنیا کی میزان ہے یعنی غیب الغیب سے انسان کامل
اور اس کی حقیقت تک عالم صنعت ہی کا ظہور ہے ۔ اس سے
دین و دنیا کے حقائق متحقق اور منسوخ ہوتے ہیں اور امور باطلہ
بھی معلوم ہوتے ہیں ۔ اس سے قرآن کے اسرار و رموز اور مشکل
احادیث کے معانی ظاہر ہوتے ہیں ۔ پس اس علم کے بعد گویا میں
(علم کے) گہرے سمندر میں غرق ہو گیا اور کیمیا بلکہ تمام دنیا
کو بھول گیا ۔ اب منتظر ہوں کہ دیکھیے انجام کیا ہوتا ہے ۔"

اس تحریر کے بعد دو مہینے نہیں گزرے تھے کہ اس کا انتقال ہو گیا ۔
وہ کلمۂ خیر کے اظہار میں بہت بے باک تھا ۔ وہ ہر ایک کی سفارش کرتا تھا ۔
اس کی سفارش تعلق و تعارف پر موقوف نہ تھی ۔ ہر درد مند کی مدد کرتا
تھا اور ہر خستہ جگر کو مرہم فراہم کرتا تھا ۔ آصف جاہ نے پیغام بھیجا
کہ لوگوں کی ضرورتیں متصدیوں سے متعلق ہیں [۹۰ب] تم ہر ایک کے لیے
کیوں سفارش کرتے ہو ، تو کچھ دنوں تک وہ اس کام سے باز رہا ۔ اس کے
بعد پھر وہ اس کام (سفارش) میں لگ گیا ۔ اس کی باتیں دلچسپ اور
دل نشیں ہوتی تھیں ۔ وہ معقول تمہید کے ساتھ کہتا تھا کہ سردار
(آصف جاہ) کو پسند آتی تھیں ، اگرچہ (سردار کا) فائدہ ان کے نہ سننے میں
تھا ۔ وہ پنج ہزاری منصب دار تھا لیکن سپاہیانہ بلکہ درویشانہ زندگی گزارتا
تھا ۔ وہ آمدنی میں سے زیادہ حصہ نہیں لیتا تھا ۔ رحیم داد بکسریہ ایک لڑکا
(سرکاری) عامل تھا کہ جو بیسواڑہ کی فوج داری میں رہا اور وہیں اس نے

تربیت حاصل کی ۔ جو اس (رحیم داد) کی آزاد طبیعت میں آتا تھا ، وہ ہاتھ اٹھا کر دے دیتا تھا ۔ ہر چند لوگ اس کی شکایت کرتے تھے مگر وہ (متہور خاں) نہیں سنتا تھا ۔ کبھی اس سے جواب طلب نہیں ہوا ۔ وہ اپنی اور اپنی اولاد کی مہر شدہ فارغ خطی تیار رکھتا تھا ۔ امامیہ مذہب کا پیرو تھا ۔ وہ مختلف فیہ مسائل کو دلائل و براہین سے ذہن نشین رکھتا تھا ۔ وہ فروع کی زیادہ پروا نہیں کرتا تھا اور سادات کے اکرام و احترام میں بہت کوشش کرتا تھا ۔ اس کا اعتقاد تھا کہ یہ عالی گروہ کہ جو خاندان نبوت سے انتساب کا شرف رکھتا ہے ، اکثر شرعی احکام و حدود میں تمام لوگوں سے مستثنیٰ اور مخصوص ہونا چاہیے ۔ میں (مؤلف) نے کہا کہ اگر ان کے لیے کوئی تخصیص اور ترجیح ہوتی تو شارع (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو نہ چھپاتے اس نے جواب میں ایک نکتہ بیان کیا کہ جس سے میں مطمئن ہو گیا [۹۱ے] ۔ وہ یہ ہے کہ جب رحمت‌اللعالمیں (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی امت پر شفقت و مہربانی فرماتے ہوئے اپنی اولاد کو ان پر ترجیح نہیں دی اور مساوات کا حکم فرمایا تو اگر امت اس احسان کے بدلے میں اس مقدس گروہ (سادات) کو ایسا امتیاز مخصوص کر دے کہ جس میں کوئی اور شریک نہ ہو تو یہ آئین مروت سے بعید نہ ہوگا اور یہ بات محبت و بندگی کے طریقے کے خلاف نہ ہوگی ۔

اتفاق سے اس نے نادانستہ طور پر ایک سید زادی سے نکاح کر لیا کہ جس کا باپ حیدر علی خاں شاہ مرزا حیدر آبادی مشہور کا پوتا ہے کہ جو مازندران کے سادات سے ہے ۔ جب اس کو معلوم ہوا تو اس نے فسخ نکاح کر دیا اور معذرت کی ، افسوس کا اظہار کیا ۔ اس نے پہلے اپنی ہم قوم سے شادی کی اور دوسری کے بعد ایک مغل عورت سے شادی کی ۔ دونوں (عورتوں) سے اولاد ہے ۔ بہادر شاہ کے انتقال کے بعد ایک لڑکے کو امۃ الحبیب نے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا ۔ اس (امۃ الحبیب) کے مرنے کے بعد وہ لڑکا اپنے باپ کے پاس دکن آ گیا ۔ چونکہ اس نے شاہی خاندان میں پرورش پائی تھی لہذا لا ابالی اور آزاد تھا ۔ اس کے باپ (متہور خاں) کو مرے ہوئے چھ مہینے نہیں ہوئے تھے کہ وہ بھی فوت ہو گیا ۔

آج کل اس کے لڑکوں میں سے ایک لڑکا وطن میں ہے ۔ فخرالدین خاں اور دوسرے بھائی صاحب منصب اور جاگیردار ہیں ۔ مرحوم (متہور خاں) کا بھتیجا اور داماد جانباز خاں دو ہزار اور پانسو کا منصب دار ہے ۔

راقم سطور (صمصام الدولہ شاہنواز خاں) شروع میں آں مرحوم (متہور خاں) کی سعی و کوشش سے [۹۲ے] دکن میں اقامت پذیر ہوا ۔ پھر دنیا کے نشیب و فراز کی بدولت آصف جاہ کے عتاب میں آ گیا اور گوشہ نشیں ہو گیا اور وہ گوشہ نشینی اس کتاب کی تالیف کا سبب ہوئی ۔ اس بیکاری کے زمانے میں وہ میرا مددگار رہا اور کم و بیش دو سال مرحوم کے ساتھ ہم نشینی اور ایک ساتھ رہنے میں گزرے ۔ بے پروائی کے باوجود نشست و برخاست ، حفظ مراتب اور مناسب جزئیات کا پوری طرح سے خیال رکھتا تھا اور جو اس کی بزرگی کے لائق تھا وہ اس میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا تھا ۔ وہ محسن اور مخیر تھا ۔ اس پر اللہ کی رحمت ہو ! الحمد للہ کہ اس کا آغاز و انجام اللہ کی رحمت کے ساتھ ہوا اور اس کے حسن خاتمہ کا اندازہ ہوتا ہے ۔

۲۰۶

محتشم خاں بہادر

میر محمد خاں[1] نام اور محتشم خاں پسر[2] شیخ میر کا لڑکا ہے ۔ تمام بھائیوں میں لیاقت اور قابلیت کے اعتبار سے ممتاز تھا ۔ خان مذکور (محتشم خاں بہادر) نے اپنی پیدائش (خاندان) کی وجہ سے ترقی نہیں کی بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ محمد اعظم شاہ کی حقیقی بہن زینت النساء بیگم[3] نے

۱- متن میں غلطی سے ''خان'' کی بجائے 'جان' چھپ گیا ہے ۔ (پ)

۲- لفظ ''پسر'' بھی طباعت میں رہ گیا ہے ۔ (پ)

۳- اورنگ زیب عالم گیر کی دوسری صاحبزادی تھی ۔ اس کا انتقال ۱۸ مئی ۱۷۲۱ء کو ہوا (لیٹر مغلس ، جلد اول ، ص ۲) ۔ (پ)

میر مسعود نامی منصب دار کی لڑکی کو پرورش کیا اور اسے (محتشم خاں) سے بیاہ دیا ۔ (زینت النساء بیگم) ہمیشہ اپنے والد بزرگوار (عالم گیر) کی خدمت میں حاضر رہتی تھی ۔ بہادر شاہ کی تخت نشینی کے بعد اس کو بیگم صاحب کا خطاب ملا تھا [۹۳ا۷] اور بیگم کی سفارش سے عالم گیری عہد میں وہ سات سو کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ اسے خاصا علمی ذوق تھا ۔ اس نے ملا جیون امیٹھوی کی شاگردی اختیار کی اور وہ خود کو ملا (امیٹھوی) کے ارشد تلامذہ سے سمجھتا تھا ۔ (ملاجیون) اپنے زمانے کا نامور فاضل تھا ۔ وہ (ملا) بہت دنوں تک عالم گیر بادشاہ کے ہمراہ اور اس کے بعد بہادر بادشاہ کے ساتھ رہا[1] ۔ بہادر شاہ کے زمانے میں اسے باپ کا خطاب (محتشم خاں) ملا ۔

جب سلطنت کا مستقل نظام کمزور ہو گیا اور خاندانی زادی اور نوکری کا اعتبار جاتا رہا تو امیرزادوں اور اعلیٰ خاندان کے لڑکوں نے حوادث روزگار سے (مجبور ہو کر) کسی صاحب شوکت کی معارفت و حمایت تلاش کی ۔ خان مشارٌالیہ (محتشم خاں) نے بھی بیگم مرحومہ کے انتقال کے بعد نواب آصف جاہ فتح جنگ کی رفاقت حاصل کی اور صوبۂ مالوہ آ گیا ۔ اس کو ایک سو پچاس روپیہ ماہانہ بطور مدد خرچ کے ملتا تھا ۔

جب اس عالی جاہ امیر (آصف جاہ فتح جنگ) نے باقتضائے مصلحت دریائے نربدا کو عبور کیا[2] ، اپنے اقبال کی مدد سے جری دشمنوں کو اپنے

۱۔ ملا جیون کا نام احمد ابن ابوسعید تھا ۔ ۱۰۴۷ھ میں پیدا ہوئے ۔ اپنے زمانے کے نامور عالم ، فقیہ ، مفسر اور مدرس تھے ۔ ماہ ذی قعدہ ۱۱۳۰ھ (۱۷۱۸ء) میں دہلی میں فوت ہوئے ۔ نعش امیٹھی (وطن) لائی گئی کہ وہاں ۱۴ محرم ۱۱۳۱ھ کو دفن ہوئے ۔ ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند (اُردو ترجمہ) ص ۱۵۵-۱۵۶ الناظر لکھنو اگست ۱۹۱۱ء ، تاریخ امیٹھی مرتبہ شیخ خادم حسین ۔ (ق)

۲۔ ملاحظہ ہو خافی خاں ، جلد دوم ، ص ۸۵۲ ، لیٹر مغلس جلد دوم ، ص ۲۲ ۔ یکم رجب ۱۱۳۲ھ (۹ مئی ۱۷۲۰ء) کو اس نے دریائے نربدا عبور کیا ۔ (پ)

ہاری لشکر سے تہ تیغ کر دیا اور دکن کی وسیع حکومت اس کے قبضے میں گئی تو اس (محتشم خاں) کو تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ور کل دکن کے منصب داروں کی بخشی گری کا عہدہ اسے ملا اور جب آصف جاہ) فتح جنگ کو بادشاہ نے ہندوستان کی وزارت دینے کی غرض سے پنے [۴۹۷] حضور میں طلب کیا تو خان مذکور (محتشم خاں) نے اس کی رفاقت سے احتراز کیا اور وہ اپنے عہدے سے معزول ہوا ۔ کچھ دنوں کے بعد وہ دارالخلافہ (دہلی) سے دکن میں تعینات ہوا ۔ اور مبارز خاں کی جنگ کے بعد کہ جس میں وہ خود زخمی ہوا تھا ، مذکورہ خدمت (بخشی گری) پر پھر متعین ہو گیا ۔ وہ کہا کرتا تھا کہ یہ کام (بخشی گری) مجھے مرغوب ، محبوب اور میرا معشوق ہے ۔ تیس سال تک نہایت شائستہ طریقے سے اس نے اس خدمت کو انجام دیا ، اور اس کو بہادر کا خطاب اور پنج ہزاری منصب ملا ۔

وہ بہت صاف اور کھرا آدمی تھا ۔ مکر و فریب سے اسے کوئی واسطہ نہ تھا ۔ وہ خلوص اور صاف گوئی میں بے مثال تھا ۔ اپنے سردار کے ساتھ اخلاص و عقیدت رکھنے میں بھی ممتاز تھا ۔ وہ دربار کے آداب کو نظر انداز نہیں کرتا تھا ۔ سردار ہونے کے باوجود نوکری (خدمات مفوضہ) باحسن وجوہ انجام دیتا تھا ۔ (سردار سے) قرب و منزلت کے باوجود استفسار کے موقع پر بھی دخل نہیں دیتا تھا ۔ اس نے شروع سے آخر تک ایک انداز پر زندگی گزار دی اس لیے اس نے کوئی ٹھوکر نہ کھائی ۔ بظاہر ترش رو اور اکھڑ تھا لیکن مخلوق کی کار بر آری میں کوشش کرتا تھا ۔ حتی المقدور (کار برآری) کوشش کرتا تھا ۔ اگرچہ اس کے منصب کے اعتبار سے اس کے پاس فوج اور سامان نہیں تھا [د۴۹۷] لیکن اس کے پاس اسباب اور ہاتھی خوب تھے ۔ آخر میں وہ امرد پرستی میں علی الاعلان اور کھلم کھلا مشغول رہتا تھا ۔ اس نے خوبصورت اور (نو جوان) سبزہ آغاز لڑکے جمع کر لیے تھے اور ان کی آرائش و زیبائش پر توجہ دیتا تھا ، اور ان کے تمام مصارف برداشت کرتا تھا ۔

جس زمانے میں کہ نواب فتح جنگ نے قلعہ ترچناپلی کا محاصرہ کیا

ہوا تھا تو ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۱۵۶ھ (۱۷ جون ۱۷۴۳ء) کو وہ فوت ہو گیا ۔ باپ کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا حشمت اللہ خاں بخشی گری کے عہدے اور اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار اور پانسو ذات کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ ہمیشہ لوگوں کے ساتھ سلوک کرتا ہے اور اچھی طرح کام انجام دیتا ہے ۔

۲۰۷

مقرب خاں

امین خاں بہادر[۱] کا لڑکا ہے کہ جس کا حال علحدہ تحریر ہوا تھا ۔ نظام الملک آصف جاہ کی رعایتوں کے باوجود جب اس کے باپ نے اپنی کوتاہ اندیشی سے (آقا کے) حقوق سے چشم پوشی کر لی اور وہ مبارز خاں کے پاس حیدر آباد چلا گیا تو مقرب خاں فوج جمع کرنے میں مشغول ہوا ، آصف جاہ کے پاس آیا اور مبارز خاں کی جنگ میں شریک ہوا ۔ لڑائی کے ہنگامے میں اتفاق سے اس کا باپ دشمن کی طرف سے اس کے مقابلے پر آ گیا ؛ وہ (مقرب خاں) اہل دکن کی رسم کے مطابق ایک جماعت کے ہمراہ [۶۹۷] گھوڑوں سے نیچے اتر آیا ۔ خوب تلوار چلی ۔ اس نے اپنے ہاتھ سے کئی آدمیوں کو ختم کیا اور اپنے باپ کا سر کہ جو مجروح پڑا تھا تن سے جدا کیا ۔ فتح کے بعد اسے چار ہزاری منصب ملا ۔ وہ جاگیرداری اور آباد کاری کا خوب سلیقہ رکھتا تھا ۔

کہتے ہیں کہ بالکنڈہ کے دیہات میں اس نے اچھی زمین منتخب کر کے اپنے لیے مقرر کر لی تھی کہ اس علاقے کے لوگوں کی اصطلاح میں اس کو سیر کہتے ہیں ۔ کاشت کاری کا کام اس کے نمائندے کرتے تھے ،

۱۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۳۴۷- ۳۵۳ - (ق)

اور اس زمین کی کاشت کاری تمام تر اس سے متعلق تھی - یہاں تک کہ دیہات کی شیر فروشی اور تخم فروشی بھی اس کے انتظام سے ہوتی تھی - ان ہی وجوہ سے اس کو بہت منافع ہوتا تھا -

بالکنڈہ کے قلعے کا احاطہ اسی کا بنوایا ہوا ہے - اس کی فوج کی بڑی تعداد برگیوں میں سے تھی - دکن کے قدیم اور خاص طور سے اس خاندان کے ضابطے کے مطابق ہمیشہ عمل ہوتا تھا کہ (برگی کے لیے) دو بیں روپے یا کچھ زیادہ ملتا تھا - خان مذکور (مقرب خاں) عیش و عشرت کا دلدادہ نہیں تھا ، لیکن اسے گانے کا شوق تھا - دکن کے مشہور گانے بجانے والے اس نے جمع کر لیے تھے - جس قدر کہ ساز و سامان ایک ہفت ہزاری کے پاس ہوتا ہے ، اس قدر ساز و سامان اس نے سرکار ایلکندل کے ایک پرگنے اور دو تین محالوں سے فراہم کر لیا تھا - دو بیں سال سے اس کی پیٹھ پر سرطان (پھوڑا) نکل آیا تھا [۷-۹] - زخموں نے ناسور کی شکل اختیار کرلی - بار بار گوشت کاٹتے تھے اور خوب کاٹتے تھے ، زخم بھر جاتا تھا ، مگر پھر عود کر آتا تھا - موت کا بھیڑیا گھات میں تھا - آخر ۲۲ ربیع الاول ۱۱۵۸ھ (۱۳ اپریل ۱۷۴۵ء) کو وہ فوت ہو گیا - شروع میں مشہور تھا کہ اس میں قوت باہ اور رجولیت نہیں ہے - اس کے بعد اس نے شادی کی ، بیویوں سے استفادہ کیا ، لڑکے پیدا ہوئے - ابھی وہ (لڑکے) کم عمر تھے کہ فوت ہو گیا -

جب اس کے حقیقی بھائی نبی سرور خاں کو کہ جو تعلقات کی خرابی اور دشمنی کی وجہ سے قبیل جاگیر پر علیحدہ زندگی گزار رہا تھا ، بھائی (مقرب خاں) کی موت کا علم ہوا تو وہ اپنی ماں کے ساتھ کہ جو اس کے پاس رہتی تھی ، فوراً وہاں پہنچا اور اس نے متوفی (مقرب خاں) کے مال و متاع کے ساتھ قصبہ (مذکور) پر بھی قبضہ کر لیا - بزعم خود اپنے بھائی کا قائم مقام ہو گیا اور سرداری کا دعویٰ کرنے لگا - وہ جانتا تھا کہ اس کے لڑکوں کے ہوتے ہوئے مال و اسباب اس کو نہیں ملے گا اس لیے اس نے دربار میں نہیں آنا چاہا اور لالچ کی بنا پر اس نے سرکشی اختیار کی - بھائی (مقرب خاں) کے بچوں اور متعلقین کو نظر بند کر دیا اور قلعہ کو

مستحکم کر کے سامان و اسباب جمع کرنے لگا ۔
بظاہر وارثوں کی حق تلفی اور حقیقت میں کثرت خزانہ کی وجہ سے کہ مشہور زمانہ تھا ، (آصف جاہ نے) اس طرف کا ارادہ کیا ۔ آصف جاہ نے اس خود سر (منور خان) سے چھیننے اور اس مقام کو اس سے حاصل کرنے کے لیے ربیع الاول ۱۱۵۹ھ (اپریل ۱۷۴۶ء) کے تیسرے عشرے میں [۶۹۸] اس قصبے پر فوج کشی کر دی ۔ کارکن فوج کو درست کرنے اور مورچال کو قائم کرنے میں لگ گئے ۔ اس سرکش نے دو ہزار سے زیادہ سواروں اور تین چار ہزار مستعد پیادوں کے ساتھ مقابلے کا ارادہ کیا ۔ اس نے نہایت غرور کے ساتھ قصبے سے باہر آ کر مورچال قائم کی ۔ ہر مرتبہ ظفر مند فوج سے مقابلہ ہوتا تھا اور اس کے معتبر آدمی مارے جاتے تھے ، (کچھ) ناکام ہو کر واپس لوٹتے تھے ۔ لیکن اس کے پاس ہر چیز کا کافی ذخیرہ تھا اور وسیع شہرپناہ کی وجہ سے تمام شہر کا محاصرہ ممکن نہیں تھا ۔ وہ (اس صورت حال کی وجہ سے) بالکل خوف زدہ نہ تھا بلکہ وہ برسات کے موسم کے قریب ہونے کی وجہ سے بہت خوش تھا کہ بارش کی وجہ سے اس علاقے میں سیلاب آ جائے گا ، پھر لڑائی کا امکان نہیں رہے گا اور اغلب ہے کہ (محاصرہ کرنے والے) محاصرہ چھوڑ کر چلے جائیں ۔ چوں کہ عالی ہمتوں کا ارادہ قضائے مبرم کی طرح (اٹل) ہوتا ہے ، اس میں اضمحلال نہیں ہوتا ہے ، آصف جاہ نے وہیں چھاؤنی قائم کر دی اور محصورین میں سے کچھ لوگ ہمت ہار بیٹھے ۔

کہتے ہیں کہ اس محاصرے کے دوران تمام حزم و احتیاط کے باوجود کہ جو سردار (آصف جاہ) کی طبیعت کا خاصہ تھا ، ایک روز عجیب چوک ہو گئی ۔ ہر مقام پر ایک فوج مقرر تھی ۔ سردار (آصف جاہ) بیگمات کی سواریوں اور تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ کہ سب ایک ہزار بھی نہ ہوں گے [۶۹۹] شہر پناہ کے چاروں طرف سیر کرتا ہوا آیا ۔ جب وہ دروازے کے مقابل پہنچا کہ جہاں سے سرکاری فوج دو تین کوس سے کم فاصلے پر نہ ہو گی کہ لوگوں نے اس (منور خان) سے کہا کہ عجیب موقع ہاتھ آیا ہے ؛ جلدی سے پہنچیں کہ ان کے پاس کم ہتھیار اور آدمی ہیں اور گرفتار

کر لیں ۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے دکن کی صوبے داری کا دعویٰ نہیں ہے ، میں نے اس پرگنے کے لیے یہ ہنگامہ برپا کیا ہے ۔ بالآخر جمادی الاولیٰ کی آخری تاریخ (جولائی ۱۷۴۶ء) کو کہ محاصرے کو دو مہینے ہو چکے ہوں گے ، آصفی اقبال جلوہ گر ہوا اور قلعے کے لوگوں (محصورین) میں اختلاف پیدا ہو گیا ۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس بے مروت نے چاہا کہ اس متوفی (مقرب خاں) کے مجبور بچوں کو ختم کر ڈالے ۔ دکنی لوگ کہ جنھوں نے اس کی رفاقت اختیار کر لی تھی ، ان میں سے اکثر اس متوفی (مقرب خاں) کے نمک خوار اور پرورش یافتہ تھے ۔ جب ان کو اس کا ارادہ معلوم ہوا تو انھوں نے نمک حرامی کی بدنامی کو اپنے لیے گوارا نہیں کیا ۔ سارے کے سارے اس کو چھوڑ بیٹھے اور موقع نہ دیا کہ وہ ذرا دیر آرام کر لے ۔ بندوقیں اور توپیں اس پر سر کرنے لگے ۔ ناچار وہ بد نصیب ہوش و حواس کھو بیٹھا اور اسی رات کو پیدل اپنے متعلقین کو نکال لے گیا ۔ اس نے راجا رام چندر سین جادوں کے پاس پناہ لی ۔ دوسرے دن خان متوفی (مقرب خاں) کے لڑکے نااندیر کے صوبے دار حرز اللہ خاں بہادر کی معرفت (دربار آصفی میں) حاضر ہوئے ۔ ان کو مناسب منصب ملے ۔ وہ قصبہ کہ اس کے ساتھ چند گاؤں اور بھی تھے ، ان کی جاگیر میں مقرر ہوا ۔

چوں کہ عام رحمت اور کامل حلم ، سردار (آصف جاہ) کی فطرت میں [۸۰۰] ہے ، اگرچہ وہ (منور خاں) قتل کے لائق تھا ، لیکن راجا مذکور (رام چندر سین) کے وسیلے سے اس کی خطائیں معاف ہو گئیں اور اس نے دوبارہ زندگی پائی ۔ نو دس لاکھ روپے میں سے کہ جو اس نے اپنے تسلط کے زمانے میں برباد کر ڈالے تھے ، تقریباً دو لاکھ روپے ، دو سو اور کچھ گھوڑے ، چند ہاتھی سرکار میں ضبط ہوئے ۔ اس کے علاوہ غلے ، سیسے اور باروت کا بہت سا ذخیرہ بھی تھا کہ وہ بھی سرکار نے ضبط کر لیا ۔

اس تحریر کے زمانے میں اس کا چھوٹا لڑکا کہ جس کو باپ کا خطاب ملا تھا ، اس وقت جب کہ آصف جاہ نظام الدولہ کا لشکر قلعہ کلیان کے قریب ٹھہرا ہوا تھا ، وبا میں ۱۱۹۰ھ (۱۷۷۶ء) میں فوت ہوگیا ۔ اس کے

لڑکے کو کہ جو ابراہیم منور خاں کے نام سے مشہور ہے ، دوسری جاگیر ملی اور وہ اطمینان سے نوکری کرتا ہے ۔ اسی زمانے میں اسے خان زماں خاں کا خطاب ملا ہے ۔

۲۰۸

مبارز الملک سر بلند خاں بہادر دلاور جنگ

اس کا نام میر محمد رفیع ہے ۔ اور تون کا رہنے والا ہے ۔ عالم گیر بادشاہ کے عہد میں وہ اپنے باپ کے ساتھ ایران سے ہندوستان آیا کہ جس کا نام میر افضل تھا اور اس کو مقتدوی خاں کا خطاب ملا ۔ اس کا باپ اکبرآباد کے مضاف گوالیار کی دیوانی پر مقرر ہوا ۔ اپنے باپ کے مرنے کے بعد وہ اپنے ماموں بشارت خاں کے پاس آ گیا کہ جو صوبہ برار میں ملکر پور کا فوجدار تھا ۔ اس نے [۸۰۱] اس پرگنے کے دیہات کے سرکشوں کی تنبیہ میں نہایت سعی و کوشش کی اور اس تقریب سے اسے مناسب منصب مل گیا ۔ اس کے بعد وہ بادشاہی لشکر میں پہنچ گیا اور روح اللہ خاں بخشی[1] کی لڑکی ہدیہ بیگم کے ساتھ اس کی شادی ہو گئی ۔

چونکہ خاں مذکور (روح اللہ خاں) کی دوسری لڑکی عائشہ بیگم سلطان عظیم الشان کے گھر میں تھی[2] ، اس لیے شاہزادے کے ساڑھو ہونے کی وجہ سے اس کو امتیاز حاصل ہوا ۔ شاہزادہ (عظیم الشان) کی درخواست کے مطابق بہادر شاہ اول کے عہد میں اس کو سر بلند خاں کا خطاب ملا اور وہ شاہزادے کی سرکار کے معاملات میں دخیل ہوا ۔ اس کے بعد شاہزادے نے اس کو صوبہ بنگالہ کے بندوبست کی غرض سے متعین کیا ۔ جب عظیم الشان کے لڑکے محمد فرخ سیر سے کہ جو باپ کی طرف سے بنگالہ

۱۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد دوم (اُردو ترجمہ) ، ص ۳۱۳-۳۱۴ ۔ (ق)
۲۔ مآثر عالم گیری ، ص ۳۴۷ ۔ (ق)

کی نظامت پر مقرر تھا ، اس کی نہ لبھ سکی تو عظیم الشان نے اس کو دربار میں طلب کر لیا اور آدھے راستے سے اس کو صوبۂ الہ آباد میں کڑہ کی فوجداری پر متعین کر دیا ۔

بہادر شاہ اول کے انتقال کے بعد کہ جب عظیم الشان بھی بھائیوں کی لڑائی میں مارا گیا اور محمد فرخ سیر جہاندار کے ساتھ جنگ کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا تو (سربلند خاں) جہاندار شاہ کے پاس چلا گیا کیونکہ اس (فرخ سیر) کے تعلقے میں تحصیل زر کی وجہ سے (فرخ سیر سے) اس کی ناموافقت ہوگئی تھی ۔ اور جب وزارت کے ساتھ گجرات کی صوبیداری آصف الدولہ اسد خاں کے نام مقرر ہوئی تو ذوالفقار خاں نے اس (سربلند خاں) کو اس صوبہ (گجرات) کے بندوبست کے لیے نائب صوبیدار کی حیثیت سے مقرر کیا ۔

چونکہ فرخ سیر کامیاب ہو گیا اس لیے سید عبداللہ خاں قطب الملک کی وساطت سے [۸۰۲] اس کی خطائیں معاف ہو گئیں اور وہ اودھ کی صوبیداری پر سرفراز ہوا ۔ کچھ دنوں کے بعد معزول ہو کر دربار میں آ گیا اور میر جملہ کے تبادلے کے بعد وہ عظیم آباد پٹنہ کی صوبیداری پر مقرر ہوا ۔ وہاں پہنچنے کے بعد اس نے اس صوبے کے فسادی زمیندار دھرماجی[۱] کی تنبیہ کا ارادہ کیا ۔ اس نے مقابلے اور کوشش کے بعد اس کو بھگا دیا ۔ بھاگتے وقت (دھرماجی) زخمی ہو گیا اور مر گیا ۔

چونکہ فوج کے رکھنے کا اسے کوئی اندازہ نہیں تھا اور وہ تمن دار (کمانڈر) نوکر زیادہ تنخواہ دار رکھتا رہا ، وہاں (عظیم آباد) سے معزول ہونے کے بعد وہ دربار میں آ گیا اور مدتوں فوج کی تنخواہ کے تقاضے میں گرفتار رہا ۔ جس زمانے میں کہ بادشاہ ، وزیر اور بخشی میں اختلافات پیدا ہوئے تو انھوں (وزیر وغیرہ) نے کسی وقت کام آنے کی غرض سے اس کو پوشیدہ طور سے روپیہ بھیجا (تا کہ فوج کے تقاضے سے چھٹکارا مل

۱۔ ملاحظہ ہو خافی خاں ، جلد دوم ، ص ۶۸ے-۶۹ے ۔

جائے) ۔ اس کے بعد سلطان رفیع الدرجات کے زمانے میں وہ کابل کی صوبیداری پر مامور ہوا اور وہاں پہنچا ۔

محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں وہ وہاں سے تبدیل ہو کر حضور میں آ گیا اور ۱۱۳۸ھ (۲۶-۱۷۲۵ء) میں نظام الملک آصف جاہ کی بجائے وہ گجرات کا صوبیدار مقرر ہوا ۔ اس نے شجاعت خاں گجراتی کو اپنے نائب کی حیثیت سے (گجرات) بھیجا ۔ آصف جاہ کا چچا حامد خاں کہ جو اس کے نائب کی حیثیت سے احمد آباد میں [۸۰۳] تھا ، ساز و سامان کے بغیر (وہاں سے) چلا آیا اور موضع دوحد میں مقیم ہو گیا ۔ اس نے کنٹھا مرہٹے کو اپنی مدد کے لیے بلایا ۔ پھر گجرات پر چڑھائی کی اور شجاعت خاں سے لڑائی لڑی ۔ (شجاعت خاں) مارا گیا ۔

شجاعت خاں کا بھائی رستم علی خاں کہ جو سورت میں تھا ، جنگ کے لیے تیار ہو گیا ۔ اس نے پیلاجی گائیکواڑ کے ساتھ مل کر مقابلے کا ارادہ کیا اور دریائے مہی کے کنارے دونوں میں مقابلہ ہوا ۔ چونکہ پیلاجی پوشیدہ طور سے حامد خاں سے ملا ہوا تھا اس لیے رستم علی خاں بھی مارا گیا ۔ جب سر بلند خاں نے یہ خبر سنی تو ۱۱۳۸ھ (۱۷۲۶ء) میں اس نے بادشاہی خزانے سے بطور امداد رقم لی اور وہ اپنے تعلقے کو روانہ ہوا ۔ بخشی حامد خاں جنگ کے لیے آگے بڑھا اور مارا گیا اور خان مذکور (سر بلند خاں) وہاں قابض ہو گیا ۔

چونکہ وہ مستقل مزاج اور عاقبت اندیش نہیں تھا اس لیے اس کے معاملات میں اس قدر افراط و تفریط ہوئی کہ اس نے مذکورہ رقم کے علاوہ بادشاہی خالصے کے محالات اور جاگیر داروں کی جاگیر کی آمدنی کہ جو اس صوبے میں تھی ، خرچ کر ڈالی ، وہ ملازموں کا مقروض ہو گیا اور اس کا رعب باقی نہیں رہا ۔ اس کے نوکروں نے ظلم و جور شروع کر دیا ۔ شہر (احمد آباد) کے جس آدمی کو وہ مالدار سمجھتے تھے اس کو اپنے گھر میں بٹھا لیتے تھے اور زبردستی اس سے روپیہ حاصل کرتے تھے اور وہ خود بھی ظلم میں کوئی کمی نہیں کرتا تھا ۔ جب اس نے مرہٹوں کا غلبہ دیکھا تو ان کے لیے اس صوبے (گجرات) میں چوتھ مقرر [۸۰۴] ،

کر دی ۔ لہٰذا گیارھویں سال جلوس محمد شاہی میں صوبہ مذکور کا انتظام اس کی بجائے اجیت سنگھ کے لڑکے ابھی سنگھ عرف دھوکر سنگھ کے سپرد ہوا ۔

وہ (سر بلند خاں) دارالخلافہ چلا آیا ۔ مدتوں اپنی حویلی میں بیٹھا زندگی گزارتا رہا ۔ اس نے قرض خواہوں کے تقاضوں کی وجہ سے اس مکان کے دروازے کو جو بڑا تھا ، بطور کھڑکی کے بنا لیا تھا ۔ کہتے ہیں کہ جب بادشاہ اس کو بلاتا تھا تو سرکاری پالکی اور چند سپاہی ساتھ آتے تھے کہ جو راستے میں قرض خواہوں کو روک سکیں ۔

نادر شاہ کے آنے کے بعد دارالخلافہ (دہلی) کے باشندگان سے (بطور جرمانہ) روپیہ وصول کیا گیا ۔ برہان الملک سعادت خاں کے مرنے کے بعد کہ جو اس چیز (جرمانے) کا سب سے بڑا بانی تھا ، اس (جرمانے) کی تحصیل اس (سر بلند خاں) کے ذمے مقرر ہوئی ۔ لوگ اس (کے سخت رویے) کی داد و فریاد گلی اور بازار میں کرنے لگے ۔ وہ بہت درشت مزاج اور سخت گیر تھا اور بے اندازہ خرچ کرتا تھا ، لہٰذا کبھی کامیاب نہیں ہوا ۔ ۱۱۵۸ھ (۱۷۴۵ء) میں فوت ہو گیا[1] ۔

اس کا لڑکا خانہ زاد خاں بہادر اگرچہ [۸۰۵] چھ ہزاری منصب‌دار تھا لیکن وہ شاہجہاں آباد میں کم حیثیتی سے گزر کرتا تھا اور احمد شاہ کے شروع عہد حکومت میں وہ فوت ہو گیا ۔ اس کا دوسرا لڑکا میر گجراتی تھا ۔ اس نے کوئی ترقی نہیں کی ۔ خانہ زاد خاں کا لڑکا مہتدی خاں کبھی اس کی رفاقت اختیار کرتا ہے اور کبھی اس کی ، اور اس طرح زندگی گزار رہا ہے ۔

۱- ارون نے لکھا ہے کہ ۱۳ ذی قعدہ ۱۱۵۴ھ (۱۹ جنوری ۱۷۴۲ء) کو فوت ہوا ۔ (پ)

۲۰۹

سہا راؤ جانو جی جسولت نبالکر[۱]

وہ راؤ رنبھا کا لڑکا ہے کہ جو عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں عمدہ منصب دار اور دکن میں متعین تھا ۔ اس نے راجا ساہو بھونسلہ کے سرداروں کو بارہا پسپا کیا تھا ۔ ان کی جب حسین علی خاں سے صلح ہوگئی تو انھوں نے اس (جانوجی) کی شکایت کی ۔ اس نے ان (سرداران بھونسلہ) کی خاطر سے اس کو سرکشی کے الزام میں قید کر دیا ۔ جس زمانے میں کہ نظام الملک آصف جاہ بہادر مالوہ سے دکن روانہ ہوا اور اس نے دریائے نربدا کو عبور کیا تو محمد انور خاں کے حسب درخواست اس نے رہائی پائی اور برہان پور کی کمک پر متعین ہوا ۔

چونکہ وہ دل گرفتہ تھا اس لیے اس نے محمد غیاث خاں بہادر کے ذریعے سے سردار مذکور (آصف جاہ) تک رسائی حاصل کی اور ملاقات کی ۔ اس نے عالم علی خاں اور مبارز خاں عماد الملک کی لڑائی میں بہت بہادری دکھائی ۔ اسے سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کا منصب ملا ۔ اس (آصف جاہ) کے انتقال کے بعد اسے سابق منصب ملا اور اس کے موروثی محالات اس کو جاگیر میں ملے ۔ اس کو جاگیرداری کا سلیقہ خوب تھا ۔ اس نے جاگیر کو اچھی طرح آباد کیا اور شائستہ فوج فراہم کر لی ۔ لڑائی میں [۳۰۸] خوب بہادری دکھاتا تھا ۔ چونکہ وہ صائب رائے تھا اس لیے دکن کے مرہٹہ سرداروں سے گفت و شنید میں واسطہ بنتا تھا ۔

ناصر جنگ شہید کی عملداری میں اسے جسونت کا خطاب ملا ، اور پھلچری کی لڑائی میں اس نے سردار مذکور (ناصر جنگ) کے ہمراہ بہت بہادری دکھائی ، اگرچہ لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ (ناصر جنگ کی)

۱۔ طباعت کی غلطی سے نتالکر چھپ گیا ہے ؛ صحیح لفظ نبالکر ہے ۔ ہسٹری آف مرہٹہ پیپل ص ۷۳ ۔ (پ)

شہادت میں اس کا بھی ہاتھ تھا - ۱۱۷۶ھ (۶۳-۱۷۶۲ء) میں وہ فوت ہوا -

اس کا بڑا لڑکا انند راؤ جیونت کہ آثار لیاقت اس کے چہرے سے ظاہر تھے ، اس (باپ) کی زندگی ہی میں فوت ہو گیا - اب اس کے دوسرے لڑکے سہا راؤ اور جیونت مذکور کے لڑکے راؤ رنبھا کو اس کی جاگیر بطور میراث ملی اور وہ سرکار (آصفی) کی نوکری کرتے ہیں -

۲۱۰

مجد الدولہ عبدالاحد خاں

اس کے بزرگ کشمیر میں رہتے تھے - اس کا باپ عبدالمجید خاں وطن سے آیا اور عنایت‌الله خاں[1] کی ملازمت میں زندگی گزارنے لگا - اس کے مرنے کے بعد وہ (عبدالمجید خاں) اعتمادالدولہ قمرالدین خاں[2] کی رفاقت میں رہنے لگا اور وہ بادشاہی ملازمت میں آ گیا - چونکہ وہ پختہ کار متصدی تھا نادر شاہ کے واقعہ کے بعد محمد شاہ کے زمانے میں وہ آہستہ آہستہ خالصہ و تن کی دیوانی پر مقرر ہوا - پھر اصل و اضافہ کے بعد چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار کا منصب ملا - اسے علم ، نقارہ ، جھالردار پالکی اور مجد الدولہ بہادر کا خطاب مرحمت [۸۰۷] ہوا[3] -

اس (عبدالمجید خاں) کے دو لڑکے تھے : ایک محمد پرست خاں کہ جو جلد ہی فوت ہو گیا ، اور دوسرا عبدالاحد خاں کہ جس نے بادشاہ وقت

۱- ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد دوم (اُردو ترجمہ) ، ص ۸۲۱ - ۸۲۴ - (ق)

۲- ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد اول (اُردو ترجمہ) ، ص ۳۵۳ - ۳۵۶ - (ق)

۳- وہ ۱۷۴۸ء میں بخشی سوم مقرر ہوا اور ۱۷۵۳ء میں فوت ہوا - بحوالہ بیل ، اورینٹل بایوگرافیکل ڈکشنری (۱۸۸۱ء) ، ص ۶ - (پ)

شاہ عالم بہادر کے حضور میں بہت قرب و اعتبار حاصل کر لیا تھا[1] ۔ بادشاہی سرکار کے معاملات اس کی رائے پر موقوف رہتے تھے اور سلطنت کا ہر چھوٹا بڑا کام اس کے مشورے سے انجام پاتا تھا ۔ اسے باپ کا خطاب (مجد الدولہ) اور عمدہ منصب مرحمت ہوا ۔

۱۱۹۳ھ (۱۷۷۹ء) میں ایک شاہزادہ سربراہ مقرر ہوا ۔ اس نے شاہزادے کے ہمراہ فوج جمع کی اور تعلقہ سرہند کی جانب روانہ ہوا ۔ چونکہ وہاں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی اور وہ شاہزادے کے ہمراہ سکھوں کے مقابلے سے واپس لوٹ آیا کہ جنھوں نے پٹیالہ کے زمیندار امر سنگھ کو بھی اپنی مدد کے لیے بلا لیا تھا[2] ، اس وجہ سے بادشاہ اس سے ناراض ہو گیا ۔ چونکہ اس کے اور ذوالفقار الدولہ مرزا نجف خاں کے درمیان پہلے سے عداوت تھی اس لیے بادشاہ نے اس کو ذوالفقار الدولہ کے سپرد کر دیا ۔ اس تصنیف کے زمانے میں وہ مقید ہے ۔ اس کا گھر اور سارا سامان بادشاہی سرکار میں ضبط ہو گیا لیکن اس کی جاگیر بحال رہی[3] ۔ [۸۰۸]

۱۔ ملاحظہ ہو فال آف دی مغل امپائر (سرکار) جلد سوم ، ص ۸۸ ، ۸۹ ، ۱۰۷-۱۰۹ ، ۱۷۲-۱۸۹ ۔ (پ)

۲۔ اس کا نام شہزادہ فرخندہ بخت تھا ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ، فال آف دی مغل امپائر ، جلد سوم (سرکار) ، ص ۱۷۲-۱۸۲ ۔ (پ)

۳۔ ملاحظہ ہو عہد نگش ، ص ۲۳۵ ۔ عبدالاحد خاں کا انتقال ۱۷۸۸ء کو ہوا ۔ دیکھیے تاریخ ہندوستان جلد نہم از ذکاء اللہ ، ص ۳۲۱ ، ۳۲۹ ، ۳۳۱ ۔ (ق)

ن

۲۱۱

نیابت خاں

عرب نام ہے ۔ وہ میر ہاشم خاں نیشا پوری کا لڑکا ہے ۔ جب اکبر بادشاہ نے خانخاناں منعم بیگ[1] کو پورب کے علاقے کی تسخیر کے لیے روانہ کیا تو وہ (ہاشم خاں) بھی خان مذکور کے ہمراہ گیا اور وہ اس علاقے کی واقعہ نگاری پر مقرر ہوا ۔ بیسویں سال جلوس اکبری میں جنت آباد گوڑ کی چھاؤنی میں آب و ہوا کی خرابی کی وجہ سے امرا کی ایک بڑی تعداد ہلاک ہوگئی ۔ وہ (منعم بیگ) بھی وہیں فوت ہو گیا ۔

وہ باپ کی نیابت میں دربار میں رہتا تھا اور باپ کی عرضیاں حضور میں پیش کرتا تھا ۔ انیسویں سال جلوس اکبری میں اسے نیابت خاں کا خطاب ملا اور صوبہ بہار کی فتح کے بعد وہیں اس کو جاگیر ملی ۔ خانخاناں کے ہمراہ وہ بنگالہ کی فتح کے لیے متعین ہوا اور اس نے وہاں (بہت سے) کام انجام دیے ۔ کچھ دنوں کے بعد عمال خالصہ کی عملداری پر مقرر ہوا ۔ محاسبوں نے اس

۱۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد اول (اُردو ترجمہ) ، ص ۶۳۱ ۔ ۶۳۱ (ق)

کے ذمے زر بقایا نکالا ؛ اس نے (بقایا) رقم ادا [۸۰۹] نہیں کی اور سرکشی کر دی ۔ اس نے قصبہ کڑہ کا محاصرہ کر لیا کہ جو اسماعیل قلی خاں کی جاگیر میں تھا اور خان مذکور کے نوکر سے لڑائی شروع کر دی ۔ اس وجہ سے اسماعیل قلی خاں ایک جماعت کے ساتھ بادشاہ کے حضور سے (اس کے مقابلے کے لیے) متعین ہوا ۔ پچیسویں سال جلوس اکبری میں (اسماعیل قلی خاں) اس کے پاس پہنچا اور مقابلہ کیا ۔ اس کے ہمراہیوں کی ایک جماعت ماری گئی اور وہ (نیابت خاں) فرار ہو گیا ۔

اس کے بعد وہ معصوم خاں فرنخودی کے پاس پہنچا کہ جس نے سرکشی اختیار کر لی تھی اور اس کی ہمراہی اختیار کر لی ۔ جس جنگ میں شہباز خاں سے (معصوم خاں کا) مقابلہ ہوا تھا اس میں وہ (نیابت خاں) شریک تھا ۔ جب معصوم خاں غالب ہو کر معاوب ہو گیا اور اودھ سے بھاگ گیا تو شہباز خاں فوج جمع کر کے اس کے تعاقب میں گیا اور نیابت خاں اس سے علیحدہ ہو گیا ۔

چھبیسویں سال جلوس اکبری میں اس نے عرب بہادر وغیرہ کے ہمراہ [۸۱۰] سنبھل کے حدود (بریلی) میں بغاوت کی ۔ چونکہ حکیم عین الملک نے بریلی کے قلعے کو مستحکم کر لیا اور اس نواح کے جاگیرداروں کے جمع کرنے میں مشغول ہوا اس (نیابت خاں) نے کچھ زمینداروں کے مشورے سے اطاعت اختیار کر لی اور بادشاہی فوج میں شامل ہو گیا ۔ اس نے مریم مکانی (والدہ اکبر بادشاہ) کا توسل حاصل کر لیا اور اس نے اپنی رہائی کے لیے مریم مکانی سے ایک امان نامہ حاصل کر لیا اور ستائیسویں سال جلوس اکبری میں وہ بادشاہ کے حضور میں آیا ۔ بادشاہ نے مصلحت وقت کی بناپر اس کی خطائیں معاف کر دیں ۔ اس کے مرنے کی تاریخ نظر سے نہیں گزری ۔

۲۱۲

نور قلیج

وہ التون قلیج کا لڑکا اور قلیج اکبری کے رشتہ داروں میں ہے ۔ اکبری عہد میں وہ پانسو کے منصب تک پہنچا ۔ جب اکیسویں [۸۱۱] سال جلوس اکبری میں اکبر بادشاہ اجمیر سے رانا کے تعلقے کوکندہ کی طرف روانہ ہوا تو وہ قلیج خان کے ہمراہ ایدر کی طرف گیا اور وہاں کے زمیندار کی لڑائی میں اس نے نمایاں کوشش کا مظاہرہ کیا اگرچہ اس کا بازو زخمی ہو گیا تھا مگر اس کے باوجود وہ لڑائی سے باز نہ رہا ۔

چھبیسویں سال جلوس عالم اکبری میں وہ شاہزادہ سلطان مراد کے ہمراہ مرزا محمد حکیم کی مہم پر مقرر ہوا ۔ تیسویں سال جلوس اکبری میں گجرات کے حاکم قلیج خان نے اس کو امین خان غوری کی کو مک پر روانہ کیا ، اور بتیسویں سال جلوس اکبری میں وہ خانخاناں کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور شرف باریابی حاصل کیا ۔

۲۱۳

نقیب خان میر غیاث الدین علی

وہ قزوین کے سیفی سادات سے ہے اور یہ خاندان ایران میں بحیثیت اہل سنت و جماعت مشہور ہے ۔ اس کا دادا امیر یحییٰ حسنی سیفی علوم نقلی اور عقلی میں دستگاہ کامل رکھتا تھا اور سیر و تاریخ کے فن میں یگانۂ روزگار اور ممتاز زمانہ تھا ۔ ع

کس دریں تاریخ مثل او ندید

کہتے ہیں کہ وہ ابتدائے اسلام سے اپنے زمانے تک کے ہر سال کے واقعات ، سلاطین ، مشائخ ، علما اور شعرا کے حالات مفصل و مشرح تاریخ پیدائش و انتقال کی صراحت کے ساتھ [۸۱۲] بیان کرتا تھا اگر کوئی اس

سلسلے میں اس سے استفسار کرتا تھا ۔ لب التواریخ[1] اس کی تالیفات میں سے ہے ۔

شروع میں وہ شاہ طہماسپ صفوی کی خدمت میں بہت معزز و معتبر تھا ۔ بادشاہ اس کو یحییٰ معصوم کہتا تھا ۔ دشمنوں نے بادشاہ کے مزاج کو اس سے منحرف کر دیا کہ میر یحیی اور اس کا لڑکا میر عبداللطیف اہل سنت و جماعت کے مذہب کے پابند اور قزوین کے سنیوں کے سرگروہ ہیں ۔ بادشاہ نے آذربائیجان کے حدود سے قورچی (ہتھیار بند سپاہی) مقرر کر دیے کہ میر (یحیی) کو اس کے اہل و عیال کے ہمراہ صفاہاں لا کر قید کر دیں ۔ اس موقع پر اس کا دوسرا لڑکا میر علاء الدولہ کامی تخلص ، مؤلف تذکرہ نفائس المآثر ، آذر بائیجان میں تھا ؛ اس نے ایک تیز رفتار پیغامبر بھیجا کہ وہ یہ خبر اس کے باپ (میر یحیی) کو پہنچائے ۔ بڑھاپے کی وجہ سے میر یحیی فرار نہ ہو سکا - وہ قورچی کے ہمراہ صفاہان آیا اور ایک سال نو مہینے کے بعد ۹۶۲ھ (۱۵۵۵ء) میں ستتر (۷۷) سال کی عمر میں انتقال کر گیا ۔ لیکن میر عبداللطیف اس وحشت ناک خبر کے ملتے ہی گیلانات کو چلا گیا ، اور اس کے بعد ہمایوں بادشاہ کے حسب طلب وہ ہندوستان روانہ ہوا ۔ اس کے پہنچنے سے پہلے ہمایوں بادشاہ کا انتقال ہو گیا ۔

میر (عبداللطیف) اکبر بادشاہ کے آغاز جلوس میں [۸۱۳] اپنے اولاد و احفاد کے ساتھ ہندوستان پہنچا اور بادشاہ کے حضور میں شرف باریابی حاصل کیا ۔ وہ شاہی اعزاز و اکرام سے سرفراز ہوا ۔ دوسرے سال جلوس اکبری میں وہ بادشاہ کا معلم مقرر ہوا ۔ وہ عالی جاہ بادشاہ (اکبر) لکھنا نہیں جانتا تھا ۔ وہ (اکبر) تھوڑی سی دیر لسان الغیب (حافظ شیرازی) کی کچھ غزلیں میر سے پڑھتا تھا ۔

میر (عبد اللطیف) فنون ، علوم ، فضائل ، تقریر اور اطمینان قلب کے اعتبار سے نہایت ممتاز تھا ۔ وسعت مشرب اور بے تعصبی کی وجہ سے وہ

۱۔ لب‌التواریخ کے لیے دیکھیے برٹش میوزیم کا پرشین کیٹالاگ مرتبہ ریو ، (ص ۱۲۹) - (پ)

ہندوستان میں شیعہ مشہور ہو گیا اور ایران میں وہ سنی مشہور تھا ۔ اس مشرب پر رہتے ہوئے اس نے صلح کل کا طریقہ اختیار کیا اور اس کے ساتھ رہنے لگا ۔ ہر گروہ کے غالی حضرات نے اس کو مطعون کیا ۔ کہتے ہیں کہ وہ تقوی اور پرہیزگاری میں اللہ کی ایک نشانی تھا ۔ وہ اہل حاجت کی (ضروریات) کے پورا کرنے میں بہت کوشش کرتا تھا ۔ وہ پرہیزگاری اور تجربہ کی زندگی گزارتا تھا ۔

جب اکبر بادشاہ کا مزاج بیرام خاں سے منحرف ہو گیا اور وہ (بیرام خاں) آگرہ سے نکل کر الور کی طرف روانہ ہؤا اور یہ مشہور ہوا کہ اس (بیرام خاں) کا ارادہ ہے کہ پنجاب میں پہنچ کر بغاوت کرے ، اکبر بادشاہ دہلی سے آیا اور اس نے میر (عبداللطیف) کو [۸۱۴] بیرام خاں کے پاس بھیجا کہ وہ اپنے مقربین میں دانش اور عقیدت کے اعتبار سے اس کو ممتاز سمجھتا تھا اور اس سے کہا کہ وہ جا کر اس کو سمجھائے کہ وہ واہی خیالات (سرکشی) سے باز رہے ۔ میر (عبداللطیف) ۹۸۱ھ (۱۵۷۳ء) میں قصبہ سیکری میں فوت ہوا ۔ قاسم ارسلان نے ''فخر آل یٰس'' سے تاریخ نکالی ہے ۔

اس کا لائق فرزند میر غیاث الدین علی خیرخواہی ، ذاتی نیکی اور دوام خدمت کے اعتبار سے بادشاہ (اکبر) کے حضور میں اختصاص رکھتا تھا اور بادشاہ کی ہمیشہ اس پر نظر عنایت رہتی تھی ۔ چھبیسویں سال جلوس اکبری میں اسے نقیب خاں کا خطاب ملا ۔ چالیسویں سال جلوس اکبری تک اگرچہ وہ ایک ہزار کے منصب تک پہنچا لیکن بادشاہ کے حضور میں اس کو بہت خصوصیت حاصل تھی ۔

اکبر بادشاہ نے مرزا محمد حکیم کی بہن سکینہ بانو بیگم کو اس کے چچا کے لڑکے شاہ غازی خاں کے ساتھ بیاہ دیا ، اور اس کا چچا قاضی عیسیٰ کہ جو مدتوں ایران میں عہدۂ قضا پر رہا تھا ، ہندوستان آیا اور شاہی ملازمت میں منسلک ہو گیا ۔ ۹۸۰ھ (۷۳ - ۱۵۷۲ء) میں اس (قاضی عیسیٰ) کا انتقال ہو گیا ۔

اڑتیسویں سال جلوس اکبری میں نقیب خاں نے بادشاہ کے حضور

میں عرض کیا کہ قاضی عیسیٰ نے اپنی لڑکی کو حضرت (اکبر بادشاہ) کی نذر کیا تھا اور وہ عفت مآب پردہ نشین خاتون مدت سے اس تمنا (بادشاہ کی زوجیت) میں بیٹھی ہوئی ہے ۔ اکبر بادشاہ نقیب خاں کے گھر گیا اور اس کے بزرگوں کے طریقے پر اس سے [۸۱۵] شادی کی ۔

جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں اس کے منصب میں اضافہ ہوا اور اس کو مزید اعتبار و اعزاز حاصل ہوا ۔ نویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۳ھ (۱۶۱۴ء) میں جب کہ جہانگیر بادشاہ اجمیر پہنچا تو اس کا انتقال ہوا ۔ وہ خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے روضے میں سنگ مرمر کے احاطے کے اندر اپنی بیوی کے پاس دفن ہوا کہ جو صاحب مرتبہ اور عقل مند خاتون تھی ۔

نقیب خاں بھی حدیث ، سیر اور اسماء رجال میں مہارت تامہ رکھتا تھا اور تاریخ دانی میں تو کوئی اس کی مثال ہی نہیں رکھتا تھا ۔ کہتے ہیں کہ روضۃ الصفاء[1] کی ساتوں جلدیں اسے یاد تھیں اور علم جفر میں بھی وہ مہارت رکھتا تھا ۔ جہانگیر بادشاہ نے اپنی سوانح عمری (تزک جہانگیری) میں لکھا ہے کہ نقیب خاں خوب اندازہ و قیاس رکھتا ہے اور خوب دور اندیش ہے ۔ کبوتروں کے ایک جھنڈ کو کہ جو ہوا میں ہوتے تھے ، وہ دیکھ کر بتا دیتا تھا کہ کتنے ہیں ، اور جب شمار کرتے تھے تو (اس کی بتائی ہوئی تعداد سے) ایک کم نہیں ہوتا تھا ۔ نقیب خاں نے بہت عمر پائی ۔ کہتے ہیں کہ وہ اعتمادالدولہ اور میر جمال الدین حسین انجو کے ساتھ بہت دنوں تک رہا ۔

اس کا لڑکا میر عبداللطیف بھی جو کہ اپنے دادا کے نام سے موسوم تھا ، صاحب فضل و کمال [۸۱۶] تھا ۔ مرزا یوسف خاں رضوی کی بہن اس کو منسوب تھی ۔ اسے عمدہ منصب ملا تھا ۔ آخر میں اس کا دماغ خراب ہو گیا تھا ، پھر فوت ہو گیا ۔

۱- روضۃ الصفاء کے لیے دیکھیے قانون ہمایونی از خواند میر (مرتبہ مولوی ہدایت حسین (کلکتہ ۱۹۴۰ء) کے مقدمہ کا ص xxix تا xxxi ۔) (ق)

۲۱۴

نورالدین قلی

جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں وہ مستقر الخلافہ (آگرہ) کی کوتوالی پر مقرر تھا ۔ بارھویں سال جلوس جہانگیری میں وہ ایک ہزاری ذات اور تین سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ جب مہابت خاں سے گستاخی کا صدور ہوا اور وہ بھاگا تو جو فوج کہ اس (مہابت خاں) کے تعاقب پر مقرر ہوئی تھی ، اس کے ہمراہ وہ اجمیر پہنچا اور وہیں توقف کیا ۔

جب جہانگیر بادشاہ کا انتقال ہو گیا اور شاہجہاں اجمیر پہنچا تو وہ اس کے حضور میں حاضر ہوا اور پہلے سال جلوس شاہجہانی میں وہ اپنے سابقہ منصب پر بحال ہوا کہ جو دو ہزاری ذات اور سات سو سوار کا تھا ، اور وہ خان جہاں لودی کے ہمراہ کہ جو ججھار سنگھ بندیلہ کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا تھا ، روانہ ہوا ۔ تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں جبکہ بادشاہ دکن میں تھا اور تین فوجیں تین سرداروں کی سربراہی میں خان جہاں لودی کی تنبیہ اور نظام الملک دکنی کے ملک کی پامالی کے لیے مقرر ہوئی تھیں کیونکہ اس نے (خان جہاں لودی کو) پناہ دی تھی ، وہ (نورالدین قلی) اعظم خاں کی ہمراہی میں مقرر ہوا ۔ پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں ۲۵ شعبان ۱۰۴۱ھ (۷ مارچ ۱۶۳۲ء) کو جب وہ [۸۱۷] دربار سے گھر واپس آ رہا تھا ، جسونت سنگھ راٹھور کے لڑکے کشن سنگھ نے دشمنی میں اسے سخت زخم پہنچائے اور اس کا کام تمام ہوگیا ؛ کیونکہ جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں نورالدین قلی کے آدمیوں نے اس کے باپ کو مار ڈالا تھا ۔ پھر وہ (کشن سنگھ) بھاگ گیا ۔

۲۱۵

نظر بہادر خویشگی

اس کا مولد و منشا قصور ہے کہ دارالسلطنت لاہور سے اٹھارہ کوس کے فاصلے پر باری دوآب میں ایک قصبہ ہے اور خویشگیوں کا مسکن ہے۔ (خویشگی قبیلہ) افغانوں میں نیکی اور بزرگی کے لیے مشہور ہے۔ مشار الیہ (نظر بہادر) شاہزادہ پرویز کے ممتاز نوکروں میں سے تھا۔ جب وہ جہانگیری ملازمین میں شامل ہوا تو اسے ایک ہزار اور پانسو کا منصب ملا۔ شاہجہانی دور میں اس کے اخلاص و عقیدت کی وجہ سے اس کے اعتبار میں اضافہ ہوا اور دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں وہ سرکار سنبھل کا فوجدار مقرر ہوا۔

دولت آباد کے محاصرے میں اس کے ساتھیوں پر اس کی بہادری اور مردانگی کا سکہ بیٹھ گیا۔ جس دن کہ عنبر کوٹ بادشاہی قبضے میں آیا تھا اس دن قلعہ نشینوں نے اس دیوار کے اوپر سے کہ جس کو توڑ کر نقب لگا لیا تھا اور وہاں ہجوم کر لیا تھا، تیروں، توپوں اور بانوں کی ایسی بارش کی کہ جو لوگ قلعے میں داخل ہونے کے لیے مقرر ہوئے تھے، انھوں نے مورچال [۸۱۸] کے ساتھ پناہ لی اور وہ قدم آگے نہیں بڑھا سکے۔ نصیر خاں خان دوراں نے ہمت کی اور وہ نظر بہادر کے ہمراہ جرأت کرکے قلعے میں داخل ہو گیا اور جاں ستانی اور سر افشانی کا ہنگامہ گرم ہو گیا۔ انھوں نے سخت مقابلہ کرکے محصورین کو دوسرے قلعے کی خندق میں دھکیل دیا کہ جس کا نام مہاکوٹ تھا اور اس حسن خدمت کے صلے میں بادشاہ نے اس کے حال پر نوازش فرمائی۔ اس کے بعد کسی وجہ سے تقریباً دو سال نوکری سے دست کش رہ کر گوشہ نشیں رہا۔

چونکہ اس کی راست کرداری، حاضر باشی اور کارگزاری کا سکہ بیٹھا ہوا تھا اس لیے چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے پھر دو ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کا منصب مرحمت ہوا۔ پندرھویں سال

جلوس شاہجہانی میں اس نے چکتا کی مہم اور قلعہ مئو اور تارا گڑھ کی تسخیر میں نمایاں بہادری کا مظاہرہ کیا اور بادشاہ نے اس کی خدمات کو سراہا ۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے تین ہزاری ذات اور دو ہزار اور پانسو سوار کا منصب ملا ، اور شاہزادہ مراد بخش کے ہمراہ بلخ و بدخشاں کی جانب روانہ ہوا ۔ چونکہ شاہزادہ (مراد بخش) کو ایسی موروثی مملکت مفت میں ہاتھ لگ گئی اس لیے اس نے اس کی کوئی وقعت نہیں سمجھی اور آرام طلبی کی وجہ سے وہ واپس چلا ایا ۔ مدارالمہام سعداللہ خاں کی تجویز سے نظر بہادر خویشگی [۸۱۹] قلیج خاں کی ہمراہی میں بدخشاں کی محافظت پر مقرر ہوا اور وطن دوستی کی وجہ سے بڑے راجاؤں کے ہمراہ وہاں سے پشاور آ گیا ۔ چونکہ دریاے اٹک کا عبور کرنا ممنوع تھا اس لیے وہ ٹھہر گیا اور پھر شاہزادہ محمد اورنگ زیب کی ہمراہی میں اسی علاقے (بدخشاں) کو روانہ ہو گیا ۔

تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں قندھار کی مہم میں وہ رستم خاں دکنی کے ساتھ ہراول فوج میں تھا کہ جو تیس ہزار ایرانیوں کے ساتھ جنگ کر رہا تھا ۔ خان مذکور (نظر بہادر) نے استقلال دکھایا اور بہت بہادری کا مظاہرہ کیا اور خوب کارنامے انجام دیے ۔ دشمن کثرت کے باوجود کامیاب نہ ہو سکا ۔ اسے واپس ہونا پڑا اور دوسری فوجوں کے ساتھ شامل ہو گیا ۔ اس فتح کے بعد اس کے حسن خدمت کے جائزے میں اس کے منصب میں ایک ہزار ذات اور ایک ہزار سوار کا اضافہ ہؤا اور وہ چار ہزاری ذات و سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ بائیسویں[1] سال جلوس شاہجہانی ۱۰۶۲ھ (۱۶۵۲ء) میں لاہور میں اس کا انتقال ہوا ۔

اس کا بڑا لڑکا شمس الدین اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار اور پانسو ذات و سوار اور دوسرا لڑکا قطب‌الدین منصب مذکور (ایک ہزار اور پانسو ذات) اور ایک ہزار اور چار سو سوار پر سرفراز ہوا ۔ اس کا ایک اور بھی لڑکا تھا ، اس کا نام اسداللہ تھا ۔ یہی منصب اس کا بھی تھا ۔

۱- بائیسواں سال جلوس تو بظاہر غلط ہے ۔ (پ)

مشارٌ الیہ (نظر بہادر) خدا ترسی اور دینداری سے [۸۲۰] متصف تھا۔ امارت کے ساز و سامان کے باوجود اس میں تکلف نہیں تھا ۔ درویشوں کی طرح زندگی گزارتا تھا ۔ سارے نوکر خویشگی (پٹھان) اور اس کی قوم کے آدمی تھے ۔ ان کے ساتھ بھائیوں جیسا سلوک کرتا تھا اور وہ ایک وقت کا کھانا سپاہیوں کے ساتھ کھاتا تھا ۔ اس کی دیانت کا یہ حال تھا کہ وہ سپاہ کے خرچ اور اپنے ضروری مصارف وضع کرنے کے بعد جاگیر کی آمدنی اور جمع خرچ کا کاغذ من و عن بادشاہ کے حضور میں بھیج دیتا تھا اور اس میں سے (مزید) کچھ نہیں لیتا تھا ۔

۲۱۶

نجابت خاں مرزا شجاع

مرزا شاہ رخ والی بدخشاں کا تیسرا لڑکا ہے ۔ لیاقت اور شہرت کے اعتبار سے وہ اپنے بھائیوں میں ممتاز تھا ۔ جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں ہندوستان میں پیدا ہوا[۱] ۔ اگرچہ اپنے بڑے بھائی مرزا بدیع الزماں کے مار ڈالنے کے سبب کہ جو قہر و شر کی ایک تصویر تھا ، دوسرے بھائیوں کے ساتھ معتوب اور مقید ہوا لیکن بادشاہ کی عنایت سے اسے پھر عہدہ اور منصب ملا اور اس نے حسن خدمت اور کارگزاری میں ترقی کی ۔ دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں اسے نجابت خاں کا خطاب اور دو ہزاری منصب مرحمت ہوا اور اسے سرکار کول[۲] کی فوجداری ملی ۔ چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں اضافہ ہوا اور اسے نقارہ مرحمت ہوا اور وہ صوبہٗ ملتان کا فوجدار مقرر ہوا کہ جو یمین الدولہ کی جاگیر میں تھا ۔

۱۔ غالباً وہ اکبر کے زمانے میں پیدا ہوا ۔ بیل کی بائگرافیکل ڈکشنری (ایڈیشن ۱۸۹۴ء ، ص ۲۸۹) کے مطابق وہ ۱۶۰۳ء میں پیدا ہوا ۔ (پ)

۲۔ علی گڑھ (یو پی ۔ انڈیا) کا پرانا نام ہے ۔ (ق)

اس کے بعد اسے [۸۲۱] دامن کوہ کالگڑہ کی فوجداری ملی ۔ اس نے نہایت شائستگی سے اس کام کو انجام دیا ۔ وہ تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ خیرخواہی اور کارگزاری کی بدولت اس نے سری نگر کی مہم کو سر کرنے کا عہد کیا کہ یا تو میں اس علاقے کو فتح کروں گا یا وہاں کے حاکم سے نمایاں پیش کش وصول کر کے سرکار میں داخل کروں گا ۔ بادشاہ کے حضور سے دو ہزار سوار بطور کمک مقرر ہوئے ۔

جس زمانے میں کہ سہارن پور اور میرٹھ کا تعلق (نجابت خاں سے) تھا تو اسی زمانے میں سری نگر کا راجا فوت ہو گیا کہ جو پہاڑی راجاؤں میں ممتاز تھا ۔ اس کا ملک وسیع تھا اور وہاں سونے کی کان بھی تھی ۔ اس کی بیوی (رانی) نے دوست مغل کے مشورے سے کہ جو راجا کے زمانے سے وہاں کے کاموں میں دخیل تھا ، اقتدار حاصل کر لیا ۔ جو کوئی اس کا حکم نہیں مانتا تھا وہ اس کی ناک کٹوا لیتی تھی ، اسی لیے وہ نک کٹی رانی کے نام سے مشہور ہو گئی ۔ کچھ کوتاہ اندیش بدمعاشوں نے نجابت خاں کو لڑائی کے لیے آمادہ کیا کہ اس علاقے کے سابق کروڑی مرزا مغل نے کیلا گڑھی میں کہ جو پہلے راجا (سری نگر) سے متعلق تھا ، بادشاہی تھانہ قائم کر دیا ہے ، اگر یہی حال رہا تو وہ اس تمام علاقے پر قبضہ کر لے گا ۔ اس عورت کی کیا طاقت ہے کہ تمھارے مقابلے پر ٹھہر سکے ۔ ناتجربہ‌کار خاں کی رگ حمیت حرکت میں آ گئی اور نویں سال جلوس شاہجہانی میں اس نے ادھر کا ارادہ کر لیا ۔ اس نے مضبوط قلعوں مثلاً شیر گڑھ کو کہ جسے سری نگر کے زمیندار نے اپنی سرحد [۸۲۲] پر دریائے جمنا کے کنارے بنایا تھا اور کالی کے قلعے کو کہ جو پہلے سرمور کے زمیندار سے متعلق تھا ، فتح کر لیا اور زمیندار (سرمور) کے سپرد کر دیا ۔ اور ننور کے قلعے کو بھی فتح کر لیا ۔ اس نے ہردوار کے قریب دریائے گنگا کو پار کیا ۔ اگرچہ اس علاقے کے حاکم نے بہت سے پیدل سپاہی جمع کر لیے تھے ، دروں اور گھاٹوں کو بند کر دیا تھا اور دریاؤں کے تنگ راستوں کو چونے اور پتھروں سے بند کر کے مضبوط مورچے بنا

لیے لیکن (بہادر) خان نہایت بہادری سے جبراً و قہراً آگے بڑھتا رہا ، یہاں تک کہ سری نگر سے تیس کوس کے فاصلے پر پہنچ گیا ۔ وہ راجا مسلسل مقابلوں سے پریشان ہو گیا ۔ اس نے فریب دینے کے لیے اطاعت اختیار کی ، اپنا وکیل بھیجا اور دس لاکھ روپے پیشکش طے ہوئی ۔ تکمیل وعدہ کے لیے اس نے دو ہفتے کی مہلت چاہی اور بہت حیلوں بہانوں کے بعد اس نے صرف ایک لاکھ روپیہ پیش کیا ۔

اس ناتجربہ کار سردار (نجابت خان) نے متواتر فتوحات کے غرور میں اس وقفے کو زیادہ اہمیت نہیں دی ، یہاں تک کہ رسد کی اتنی کمی ہو گئی کہ سرداروں کی جان پر بن آئی ۔ ان کو روٹی نہیں ملتی تھی ۔ چونکہ پہاڑی آدمیوں نے راستے بند کر دیے تھے اس لیے اگر رسد کی تلاش میں جاتے تھے تو وہ ان کو لوٹ لیتے تھے ۔ اب کوئی چیز ملتی نہیں تھی اور جان پر آ بنی تھی ۔ دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا ۔ [۸۲۳] اب وہ نوجوان خان (نجابت خاں) خواب غفلت سے بیدار ہوا ۔ واپس ہونے کے سوا کوئی اور تدبیر نظر نہ آئی ، مجبوراً کوچ کرنا پڑا ۔ کچھ غیرت مند لوگوں نے اس طرح واپس لوٹنا پسند نہیں کیا ، چنانچہ مقابلہ کیا اور مارے گئے ۔ بہت سے پیدل ہو گئے کہ شاید وہاں سے نکل سکیں اور منتشر ہوئے ۔ وہ سب مارے گئے ۔ نجابت خان پا پیادہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے کہ جہاں سے پرندے کا گزرنا دشوار تھا ، گرتا پڑتا دس روز کے بعد سنبھل کے قریب پہنچا ۔ راستے میں پیڑوں کے پتے کھانے پڑے ۔ اس بے تدبیری کی وجہ سے وہ کچھ دنوں منصب اور جاگیر سے معزول رہا[1] ۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اس کا منصب بحال ہو گیا اور قلیچ خاں کی بجائے وہ ملتان کی صوبیداری پر مقرر ہوا[2] ۔

---

۱ - ملاحظہ ہو خافی خان ، جلد اول ، ص ۵۰۵-۵۰۶ - بادشاہنامہ ، حصہ دوم ، ص ۹۰۹-۹۳ - ہسٹری آف شاہجہاں ، ص ۱۲۳ - (پ)

۲ - وہ یوسف محمد خان تاشکندی کی بجائے ۱۰۴۹ھ (۱۶۳۹-۴۰ء) میں ملتان کا گورنر مقرر ہوا ، بادشاہنامہ ، جلد دوم ، ص ۱۵۵ - (پ)

جب پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں ملک چکتا میں سے مئو ، نور پور ، تارا گڑھ اور پٹھان (کوٹ) فتح ہو گئے تو وہ مفتوحہ ملک اس کے سپرد ہوا ۔ تیئسویں سال جلوس شاہجہانی میں قندھار کی مہم سے واپس آنے کے بعد اسے پنج ہزاری منصب ملا اور اس نے ہمیشہ عمدہ خدمات انجام دیں ۔

شاہجہاں بادشاہ کے آخر زمانے میں وہ شاہزادے (اورنگ زیب) کے کومکیوں میں شامل ہوا کہ جو بیجا پور کی مہم پر مقرر ہوا تھا ۔ اسی زمانے میں بادشاہ کی بیماری کی وجہ سے ہر طرف انتشار پیدا ہو گیا اور ولی عہد محمد داراشکوہ کے طلب کرنے کی وجہ سے [۸۲۴] دکن کے کومکی امیر دربار کی طرف چل دیے ۔ شاہزادہ محمد اورنگ زیب کے ساتھ بادشاہی امیروں میں سے اس سے اعلیٰ اور کوئی شخص نہ تھا ۔ چونکہ شاہزادہ (اورنگ زیب) نے حصول سلطنت کا پختہ ارادہ کر لیا تھا وہ سارے کاموں میں اس کا شریک غالب تھا ۔ سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ شروع جمادی الاولیٰ ۱۰۶۸ھ (جنوری ۱۶۵۸ء) میں وہ بادشاہزادہ محمد سلطان کے ہمراہ اورنگ آباد سے بطور ہراول روانہ ہوا ۔ ۔ جو لڑائی کہ مہاراجہ جسونت کے ساتھ ہوئی تھی اس میں وہ سلطان محمد کی ہراول فوج کے میسرہ کا سردار تھا اور اس نے بہت بہادری اور مردانگی کا مظاہرہ کیا ۔ اسے ایک لاکھ روپیہ انعام اور خانخاناں بہادر سپہ سالار کا خطاب ملا ۔

چونکہ نجابت خاں سبک مزاج اور ہلکی وضع کا آدمی تھا ، اس رفاقت کی وجہ سے مغرور ہو گیا اور آقا سے سرتابی کرنے لگا ۔ غرور کی وجہ سے استغنا دکھاتا تھا ۔ بادشاہوں کے مزاج غیور ہوتے ہیں اور خاص طور سے عالم گیر بادشاہ کہ اس نے باپ اور بھائیوں کے ساتھ جو کیا (وہ ظاہر ہے) نہیں چاہتا تھا کہ دنیا میں کوئی سرخ رو اور با امتیاز رہے ۔ (عالم گیر) اس کے طریقوں کو برداشت نہ کر سکا ۔ اس نے تخت نشینی کے بعد اس کو کچھ تنبیہ کی ۔ جس وقت کہ [۸۲۵] داراشکوہ کے تعاقب کے سلسلے میں دہلی کے قریب (عالم گیر کی) فتح مند فوجیں جمع ہوئیں ، نجابت خاں

کسی وجہ سے خانہ نشین ہو گیا اور یہ سراسر اس کی اپنی نالایقی تھی ، عالم گیر بادشاہ نے میر ابوالفضل معموری کو کہ قدیم خدمت گزار ہونے کی وجہ سے جس پر شاہی عنایت تھی اور معمور خاں کا خطاب ملا تھا اور اس سے اور خان مذکور (نجابت خاں) سے بہت مستحکم تعلقات تھے ، (بادشاہ نے) اصلاح مزاج اور کچھ پیغام بھیجنے کے لیے مقرر کیا ۔ میر (ابوالفضل) نے ہرچند مخلصانہ نصیحت کی اور اس نے چاہا کہ اس کا تکدر خاطر رفع ہو جائے مگر اس (نجابت خاں) نے نہایت بے باکی سے فوراً کوئی بات بادشاہ کی جناب میں گستاخانہ کہہ دی ۔ میر (ابوالفضل) تقاضائے ادب اور حق نمک کی وجہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور چل دیا ۔ اس پاگل نے کہ جو بری طرح دیوانگی میں مبتلا تھا خیال کیا کہ شاید کچھ گل کھلے لہذا وہ پیچھے کہ جو مسند پر رکھا ہوا تھا پیچھے سے معمور خاں کے ایسا مارا کہ اس مظلوم کے دو ٹکڑے ہو گئے ۔ اس عظیم خطا کے صدور کی بنا پر وہ منصب و جاگیر سے معزول ہوا اور اس کا عمدہ خطاب ضبط ہوگیا کہ جو اس نے نہایت کوشش سے حاصل کیا تھا ۔

جب بادشاہ (عالم گیر) ملتان سے واپس آ کر دہلی میں مقیم ہوا تو شیخ میر کے بھائی ندیر خاں کے توسط سے وہ (بادشاہ کے) حضور میں [۸۲۶] باریاب ہوا ۔ تیسرے سال جلوس عالم گیری میں کہ اس وقت تک وہ حضور میں بغیر ہتھیاروں کے آتا تھا ، اسے تلوار مرحمت ہوئی ۔ پانچویں سال جلوس عالم گیری میں اسے پنج ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کا منصب بحال ہوا اور جو سابق خطاب تھا وہ ملا ۔ اس طرح اس کو پہلا جیسا اعزاز و اکرام حاصل ہو گیا ۔ چھٹے سال جلوس عالم گیری میں جب مالوہ کا صوبیدار جعفر خاں تفویض وزارت کی غرض سے حضور میں طلب ہوا تو اس وسیع مملکت (مالوہ) کی حکومت پر نجابت خاں مقرر ہوا ۔ وہیں ساتویں سال جلوس عالم گیری میں وہ (نجابت خاں) فوت ہو گیا ۔

جرأت ، مردانگی ، تہور اور شجاعت میں وہ یکتائے زمانہ تھا ۔ اپنے ساتھ منتخب سپاہی رکھتا تھا ۔ شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر جب سلطنت کے ارادے سے (دکن سے) ہندوستان کی طرف روانہ ہوا تو جنگ

اور مقابلے کے معاملات اکثر اس کی رائے پر موقوف رہتے تھے ۔

چوں کہ اس کے پاس کافی فوج اور بہادر سپاہی تھے ، اس لیے شاہزادہ (اورنگ زیب) بھی اس سے چوکنا رہتا تھا ، اس لیے اس کی دل دہی اور تسلی کے لیے بہت مناسب سلوک کرتا تھا ۔ کہتے ہیں کہ جب مہاراجا جسونت سنگھ کی جنگ کے بعد شاہزادہ (اورنگ زیب) نے آگرہ کا رخ کیا ، دارا شکوہ نے مقابلے اور جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں ۔ شاہجہاں بادشاہ نے فرمایا کہ مناسب حال یہ ہے کہ میں خود چلوں ، اغلب یہ ہے کہ جنگ نہ ہو ، کیوں کہ اس (اورنگ زیب) کے بہت سے ساتھی بادشاہی ملازم ہیں ، ان کو اس صورت میں سوائے اطاعت کے [۸۲۷] کوئی چارا نہ ہوگا ۔ اور جو بادشاہی ملازم تمھارے (دارا شکوہ کے) ساتھ ہیں ، وہ ہماری موجودگی میں نہایت تندہی اور محنت سے کام کریں گے ۔

جب یہ خبر آگرہ کی تحریرات سے شاہزادے (اورنگ زیب) کو معلوم ہوئی تو وہ ان خطوط کو لے کر پریشانی کی حالت میں نجابت خاں کی قیام گاہ پر آیا اور چاہا کہ اس مقدمے سے اس کو اطلاع دے ۔ نجابت خاں نے عرض کیا کہ میرے سونے کا وقت ہے ، آپ بھی یہیں پر آرام فرمائیں ۔ چنانچہ شاہزادہ (اورنگ زیب) بیٹھا رہا ، وہ چلا گیا ۔ قیلولہ کرنے اور کافی بھنگ پینے کے بعد کہ اس کے نشے سے اس کا دماغ تازہ ہو گیا تو وہ شاہزادے کی خدمت میں آیا ۔ اور یہ بات معلوم ہونے کے بعد اس نے کہا کہ حضرت ہم نے تم کو صاحب عزیمت دیکھ کر یہ ارادہ کیا ہے اور اپنے آقا (شاہجہاں) سے بگاڑ بیٹھے ہیں ۔ اب تمھیں اختیار ہے ۔ میں تو ایک مرتبہ اگر جوش آ جائے تو اپنے جہانگیر (دنیا کے بادشاہ) پر بھی تلوار چھوڑ دوں ، پھر جو چاہے ہو ۔ شاہزادے کو تقویت ہوئی اور اس نے اس (نجابت خاں) کے پختہ ارادے کی تعریف کی ۔ (نجابت خاں) کے لائق لڑکے تھے ۔ بعض کا اس کتاب میں حال تحریر ہے ۔

۲۱۷

نوازش خاں مرزا عبدالکافی

اصالت خاں[1] اور خلیل‌اللہ خاں میر بخشی[2] کا سوتیلا بھائی ہے ۔ اس کے دادا میر خلیل‌اللہ یزدی کے تذکرے میں اس خاندان کا حال تفصیل سے لکھا گیا ہے [۸۲۸] اور بقیہ حال جو ضروری تھا وہ اس کے بھائیوں کے ضمن میں آ گیا ہے ۔ مختصر سا (حال) یہاں کی مناسبت (سے بھی) لکھا جاتا ہے ۔

جب میر خلیل‌اللہ یزدی ایران کے بادشاہ شاہ عباس ماضی کی دشمنی کی وجہ سے وطن چھوڑ کر ہندوستان آئے تو جہانگیر بادشاہ نے ان کے آنے کو بہت غنیمت سمجھا اور ان پر بہت مہربانیاں اور نوازشیں فرمائیں ۔ کچھ دنوں کے بعد ان کا لڑکا میر میراں بادشاہ (ایران) کے یہاں سے بھاگ کر آیا ، گرتا پڑتا جہانگیر بادشاہ کی پناہ میں پہنچ گیا اور اس نے زمانے کی پریشانیوں سے نجات پائی ۔ وہ اس ہنگامے اور پریشانی میں اپنے کم عمر لڑکوں اصالت خاں اور خلیل‌اللہ خاں کو اپنے ساتھ نہ لا سکا اور وہ ایران میں رہ گئے ۔ جب خانعالم سفارت پر ایران گیا تو اس (میر میراں) کی درخواست پر جہانگیر بادشاہ نے اس کے لڑکوں کو بھیجنے کے سلسلے میں (ایران کے) بادشاہ کو پیغام بھیجا اور اس مروت کیش (شاہ ایران) نے بغیر کسی ملال کے ان (میر میراں کے لڑکوں) کو خان مذکور (خانعالم) کے ہمراہ بھیج دیا ۔

چوں کہ میر میراں نے ہندوستان کی سکونت اختیار کر لی ، اس کی

۱۔ ملاحظہ ہو ماثرالامرا ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۱۷۰۔ ۱۷۳ - (ق)

۲۔ ملاحظہ ہو ماثرالامرا ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۷۶۶۔ ۷۷۳ - (ق)

شرافت و نجابت اظہرمن‌الشمس اور اس کا اعتبار و اعزاز گزشتہ کل سے واضح تھا - اسی لیے یمین‌الدولہ آصف خاں کی بڑی لڑکی صالحہ بیگم کی شادی اس کے ساتھ ہوئی[1] - اس عفت مآب خاتون کے بطن سے مرزا عبدالکافی اور اس کی بہن شاہزادہ بیگم پیدا ہوئی - اور (شاہزادہ بیگم) مرزا حسن صفوی کے لڑکے صف شکن خاں کو منسوب تھی [۸۲۹] -

اس (مرزا عبدالکافی) نے ہمیشہ شاہجہاں بادشاہ کی سرپرستی میں اس کی مہربانیوں کے ساتھ تربیت پائی - اُنیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے نوازش خاں کا خطاب ملا اور اس نے بتدریج دو ہزار اور پانسو کے منصب تک ترقی پائی - تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں مرزا سلطان صفوی کی بجائے اسے قوربیگی کا عہدہ ملا - عالم گیر بادشاہ کی حکومت کے زمانے میں وہ مانڈو کی فوج داری پر روانہ ہوا کہ جو صوبۂ مالوہ کے بڑے قلعوں میں سے ہے - اور آٹھویں سال جلوس عالم گیری میں وہیں وہ فوت ہو گیا -

۲۱۸

نامدار خاں

وہ جملۃالملکی جعفر خاں[2] کا بڑا لڑکا ہے - اس کی ماں فرزانہ بیگم ممتازالزمانی (ممتاز محل) کی بہن تھی - اُنیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب کہ بادشاہ نے کابل کا ارادہ فرمایا ، اور جعفر خاں کو لاہور کی صوبے داری پر متعین کیا تو اس (نامدار خاں) کو پانسو ذات اور ایک سو سوار کا منصب

۱- صالحہ بیگم ، شاہجہاں بادشاہ کی بیوی ممتاز محل کی بڑی بہن تھی - (پ)

۲- ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد اول (اُردو ترجمہ) ، ص ۵۲۸ - ۵۳۱ - (ق)

مرحمت ہوا ۔ تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب کہ خان مذکور (جعفر خاں) صوبۂ دارالخلافہ (دہلی) کی نظامت پر مقرر ہوا تو اصل و اضافہ کے بعد وہ ایک ہزاری ذات اور دو سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب کہ اس کے باپ (جعفر خاں کو) بہار کی صوبے داری ملی تو اس کے منصب میں پانسو ذات اور چار سو سوار کا اضافہ ہوا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے علم مرحمت ہوا ۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ [۸۳۰] حیات خاں کی بجائے دولت خانۂ خاص کا داروغہ مقرر ہوا ، اور وہ دو ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ جب سلطان محمد اورنگ زیب بہادر دکن سے آیا اور سمو گڑھ کے قریب سلطان محمد دارا شکوہ سے اس کا مقابلہ ہوا اور سلطان دارا شکوہ بھاگ کر لاہور کی طرف گیا تو اکثر شاہی ملازم عالم گیر کی خدمت میں حاضر ہوئے ، اس نے بھی شرف باریابی حاصل کیا ، اور اسے خلعت عنایت ہوا ۔

کچھ دنوں کے بعد وہ مہاراجا جسونت سنگھ کی کومک کے لیے دکن پہنچا اور وہاں نمایاں کارنامے انجام دیے ۔ ساتویں سال جلوس عالم گیری میں وہ حسب طلب حضور میں حاضر ہوا ۔ پہلے بادشاہی خزانہ آگرہ سے دہلی آ گیا تھا ، اب بادشاہ (عالم گیر) نے تجویز کیا کہ پھر وہیں پہنچا دیا جائے ۔ لہٰذا نویں سال جلوس عالم گیری میں وہ خزانے کو (آگرہ) لے جانے کی خدمت پر مامور ہوا ۔ اسی سال (عالم گیر) بادشاہ اور شاہ عباس ثانی والئی ایران کے درمیان نزاع ہو گیا ۔ سلطان معظم ایک فوج کے ساتھ بطور ہراول کابل روانہ ہوا ۔ اس (نامدار خاں) کو بھی خلعت اور گھوڑا مرحمت ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ وہ بھی شاہزادہ مذکور (معظم شاہ) کی ہمراہی میں روانہ ہوا ۔ دسویں سال جلوس عالم گیری میں اسے سرکار مراد آباد کی فوج داری ، خلعت اور گھوڑا مع طلائی ساز مرحمت ہوا [۸۳۱] ۔ تیرھویں

سال جلوس عالم گیری میں وہ حضور میں آیا اور شرف باریابی حاصل کیا ۔ اسی سال اس کے باپ جعفر خاں کا انتقال ہو گیا کہ جو وزارت کے کام انجام دیتا تھا ۔ سلطان محمد اعظم اور محمد اکبر مراسم تعزیت کی ادائی کے واسطے نامدار خاں اور کامگار خاں کے گھر جانے کے لیے مامور ہوئے ۔ ان دونوں (بھائیوں) کے واسطے خلعت خاصہ اور ان کی ماں کے لیے توڑہ (روپوں کی تھیلی) مرحمت ہوا ۔ سلطان محمد اکبر ان دونوں کو ماتم سے نکال کر بادشاہ کے حضور میں لایا ۔ دونوں کو مرصع خنجر مع علاقہ مروارید مرحمت ہوا اور مزید نوازشیں ہوئیں ۔ ان کی سوگواری ختم ہو گئی ۔

چودھویں سال جلوس عالم گیری میں (نامدار خاں) [۸۳۲] صوبۂ اکبر آباد کی نظامت پر مقرر ہوا ۔ سترھویں سال جلوس عالم گیری میں کسی وجہ سے اس پر عتاب ہوا ؛ منصب سے برطرف ہوا اور اسے چالیس ہزار روپیہ سالانہ مقرر ہو گیا اور وہ اوب گڑھ میں گوشہ نشیں ہو گیا ۔ اٹھارھویں سال جلوس عالم گیری میں اس پر پھر شاہی نوازش ہوئی ، اس کا منصب بحال ہو گیا ۔ وہ چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا اور سادات خاں کی بجائے اودھ کی صوبے داری پر مقرر ہوا ۔ اس کے بعد وہ وہاں سے تبدیل ہو کر بادشاہ کے حضور میں آ گیا ، پھر اس کا انتقال ہو گیا ۔

مرحمت خاں دین دار اس کا لڑکا ہے کہ جو پچیسویں سال جلوس عالم گیری میں عظیم‌الشان کے ہمراہ اجمیر کی جانب مقرر ہوا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ دکن کے مضاف گڑھ نمونہ کی تھانے داری پر مقرر ہوا ۔ انتیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ بیجا پور خزانہ پہنچانے کے لیے مامور ہوا ۔

۲۱۹

ناصر خاں محمد امان

حسین بیگ خاں کا لڑکا ہے[1] ۔ وہ عالم گیری دور میں صوبہ کابل پر تعینات ہوا ۔ وہاں اس نے ترقی کی اور اسے ناصر خاں کا خطاب ملا ۔ بہادر شاہ بادشاہ کے شروع دور سلطنت میں ابراہیم خاں کابل کا صوبے دار مقرر ہوا ، اور جیسا کہ وہاں کا انتظام ہونا چاہیے وہ نہ ہو سکا[2] ، اور اپنی جاگیر سودھرہ میں آ کر مقیم ہو گیا[3] ۔ پھر وہاں (کابل) کی صوبے داری پر ناصر خاں [۸۳۳] کا تقرر ہوا ۔ محمد فرخ سیر کی سلطنت کے آخر زمانے غالباً ۱۱۲۹ھ (۱۷۱۷ء) میں اس کا انتقال ہو گیا ، اور باپ کی جگہ اس کا لڑکا نصیری خاں صوبے دار مقرر ہوا ۔ چوں کہ اس کی ماں افغان قوم سے تھی اس لیے اس نے صوبہ (کابل) اور راستوں کا خوب انتظام کیا - دوسرے سال جلوس محمد شاہی میں جب نظام‌الملک وزارت پر مقرر ہوا تو اس کو اس کے متعلقہ (عہدے) کی مستقلی کا فرمان ملا اور باپ کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔

جس زمانے میں کہ نادر شاہ ہندوستان کے ارادے سے کابل آیا تو وہ پشاور میں تھا ۔ جب بادشاہی فوج ۱۱۵۱ھ (۱۷۳۸ء) میں پشاور پہنچی اور لڑائی ہوئی تو نصیری خاں گرفتار ہو گیا اور کچھ دنوں نظر بند رہا ۔ لاہور پہنچنے کے بعد نادر شاہ نے اس کی خطائیں معاف کر دیں اور بدستور سابق کابل کا صوبیدار مقرر ہو گیا ۔ شاہجہاں آباد سے واپس ہونے کے بعد بھی (نادر شاہ نے) اس کو بحال رکھا اور وہ ایک مدت تک وہاں رہا ۔

۱- ملاحظہ ہو ماثرالامرا ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۵۸۷- ۵۸۹ - (ق)

۲- متن میں 'نگشتہ' کی بجائے 'بگشتہ' چھپ گیا ہے - (ق)

۳- یہ واقعہ ۱۷۱۳ء کا ہے ۔ ملاحظہ ہو لیٹر مغلس ، جلد دوم ، ص ۱۰۲ - (پ)

شاہ درانی کے ہنگامے کے زمانے میں کابل کی حکومت اس سے نکل گئی - وہ شاہ نواز خاں مرزا پھلوری کے پاس آ گیا - پھر وہ دہلی آیا - ۱۱۶۱ھ (۱۷۴۸ء) میں وہ اعتماد الدولہ قمرالدین خاں کے ساتھ شاہ درانی سے جنگ کرنے کے لیے گیا - اس کے بعد وہ معین الملک کے ہمراہ پنجاب پہنچا اور کچھ محال اس کے سپرد ہوئے - جب دونوں کے درمیان ناخوش گواری ہوگئی تو وہ پھر دہلی میں آ گیا - اور انتظام الدولہ کی وزارت کے زمانے میں [۸۳۴] وہ احمد خاں بنگش کے پاس فرخ آباد چلا گیا - جو کچھ (نواب) اسے پیش کر دیتا تھا اسی سے زندگی بسر کرتا تھا - وہیں اس کا انتقال ہو گیا[۱] -

۲۲۰

نصیر الدولہ صلابت جنگ

عبد الرحیم خاں کے نام سے مشہور ہے - وہ خان فیروز جنگ کا سوتیلا بھائی ہے - عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں اسے خاں کا خطاب ملا ، اور بہادر شاہ اول کے زمانے میں اسے چین قلیچ کا خطاب اور جونپور کی فوجداری ملی - اس کے بعد وہ نظام الملک آصف جاہ کا رفیق رہا - جب نظام الملک آصف جاہ نے مالوہ سے دکن کا رخ کیا تو وہ اس کے ہمراہ گیا اور سید دلاور علی خاں کی لڑائی میں وہ ہراول فوج کا سردار تھا - اور عالم علی خاں کی جنگ میں وہ میمنہ میں تھا - فتح حاصل ہونے کے بعد جب اورنگ آباد آیا تو ۱۱۳۲ھ (۱۷۲۰ء) میں اسے اصل و اضافہ کے بعد پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب اور نصیر الدولہ صلابت جنگ کا خطاب مرحمت ہوا - اگلے سال مرحمت خاں کی بجائے وہ برہان پور کی صوبیداری پر فائز ہوا -

---

۱- ناصر خاں کا انتقال ۱۷۵۱ء سے قبل ہوا - ملاحظہ ہو عہد بنگش ص ۱۶۲ - ۱۶۳ نیز تاریخ فرخ آباد (ارون) ، ص ۹۶ - (ق)

جب آصف جاہ بہادر بادشاہ کے حضور میں گیا اور وزارت پانے کے بعد وہ حیدر قلی خاں کی تنبیہ پر احمد آباد کی جانب مقرر ہوا تو وہ بھی (آصف جاہ کے) حسب طلب اپنے تعلقے سے اس کے پاس پہنچا اور اس کے ساتھ شامل ہو گیا ، اور اس معاملے سے نبٹنے کے بعد [۸۳۵] وہ اپنے تعلقے کو واپس آ گیا ۔ مبارز خاں عماد الملک کی لڑائی میں وہ میسرہ کا سردار تھا ۔ جب فتح حاصل ہو گئی تو اصل و اضافہ کے بعد اسے سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کا منصب ملا ۔ عضد الدولہ کے انتقال کے بعد آصف جاہ کے حسب طلب وہ اس کے پاس گیا اور اورنگ آباد کی حفاظت پر مقرر ہوا ؛ برہان پور کی نظامت حفیظ الدین خاں کے سپرد ہوئی ۔

جب آصف جاہ دوبارہ بادشاہ کے حضور میں گیا اور اس نے ناصر جنگ شہید کو اپنی نیابت میں اورنگ آباد میں چھوڑا تو ۱۱۴۸ھ (۱۷۳۵ء) میں وہ دوبارہ برہان پور کا صوبیدار مقرر ہوا ۔ جب نادر شاہ کے (دہلی) آنے اور جانے کے بعد آصف جاہ بادشاہ سے رخصت ہو کر دکن کی طرف روانہ ہوا اور برہان پور کے نزدیک پہنچا تو وہ استقبال کے لیے آیا اور دونوں ایک دوسرے سے مل کر بہت خوش ہوئے ۔ جب آصف جاہ دوبارہ سرچناپلی کے سفر پر روانہ ہوا تو برہان پور کی نظامت کے ساتھ ساتھ اورنگ آباد کی حفاظت بھی اس کے سپرد ہوئی ۔ اسی سال ۱۱۵۶ھ (۱۷۴۳ء) میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

وہ بہت خلیق اور متواضع تھا ۔ سیر و تفریح کا اسے بہت شوق تھا ۔ برہان پور میں بھی اس نے ایک (شاندار) مکان بنایا ۔ اورنگ آباد کے باہر خضری تالاب کے پاس ایک بنگلہ تماشا منزل کے نام سے [۸۳۶] اس کا بنوایا ہوا ہے ۔ اس کی سرکار میں مغل خوب فیض پاتے تھے ۔ اس کا ایک لڑکا تھا جس کا خطاب مجاہد خاں تھا ۔ آصف جاہ اس پر بہت مہربانی کرتا تھا لیکن وہ سیدھا سادہ آدمی تھا ۔ آخر کار اس نے درویشی اختیار کر لی ۔ اس نے اپنے باپ کی برہان پور کی جائداد کا عملہ ایک زمانے تک بیچ بیچ کر کھایا ۔ معلوم نہیں کیا کہ کیا انجام ہوا ۔

۲۲۱

نظام الملک آصف جاہ طاب ثراہ

اس کا نانا شاہجہان بادشاہ کا وزیر اعظم سعداللہ خاں ہے ، اور اس کا دادا عابد خاں ہے کہ جس کا باپ عالم شیخ ، سمرقند کے عظیم اکابر اور شیخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد میں تھا ۔ عابد خاں شاہجہان بادشاہ کے زمانے میں ہندوستان آیا ۔ اسے بادشاہ کی روشناسی حاصل ہوئی اور وہ شاہزادہ اورنگ زیب کے ملازمین میں منسلک ہو گیا ۔ جب (اورنگ زیب عالمگیر) تخت نشین ہوا تو اسے چار ہزاری منصب ملا ۔ چوتھے سال جلوس عالمگیری میں اسے صدارت کل کا عہدہ اور پھر پنج ہزاری منصب اور قلیچ خاں کا خطاب مرحمت ہوا ۔ صدارت سے معزول ہونے کے بعد ۱۶ جمادی الاخریٰ ۱۰۹۲ھ (۲۳ جون ۱۶۸۱ء) کو وہ دوبارہ [۸۳۷] صدارت کے منصب پر فائز ہوا ۔ قلعہ گلکنڈہ حیدر آباد کے محاصرے میں ۲۴ ربیع الاول ۱۰۹۸ھ (۲۹ جنوری ۱۶۸۷ء) کو اس کے توپ کا گولہ لگا اور وہ فوت ہو گیا ۔

عابد خاں کے لڑکے میر شہاب الدین غازی الدین خاں نے بلند مراتب حاصل کیے اور اس کا ترجمہ حرف غین کے تحت لکھا گیا ہے ۔ نواب نظام الملک آصف جاہ نواب غازی الدین خاں کا لڑکا ہے ۔ اس کا اصلی نام میر قمر الدین ہے ۔ وہ ۱۰۸۲ھ (۱۶۷۱ء) میں پیدا ہوا ۔ عالم جوانی میں عالم گیر بادشاہ کی اس پر نظر عنایت تھی ۔ اسے چار ہزاری ذات اور چین قلیج خاں کا خطاب ملا ۔ قلعہ واکنکیرہ کی تسخیر میں [۸۳۸] اس نے نمایاں بہادری دکھائی ۔ اس کے منصب میں ایک ہزار کا اضافہ ہوا اور وہ پنج ہزاری منصب پر سرفراز ہوا ۔

عالم گیر کے انتقال کے بعد وہ بر بنائے احتیاط شاہزادوں کی لڑائی میں کسی طرف شامل نہیں ہوا ۔ اور جب شاہ عالم بادشاہ تخت سلطنت پر بیٹھا تو اسے خاندوراں بہادر کا خطاب ، اودھ کی صوبیداری اور لکھنؤ کی

فوجداری مرحمت ہوئی - اس زمانے میں وہاں (لکھنؤ) کا فوجدار علیحدہ بادشاہ کے حضور سے مقرر ہوتا تھا - علامہ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی نے اس کے خطاب کی تاریخ اسی لفظ ''خان دوراں بہادر'' سے نکالی ہے (۱۱۲۴ھ-۱۷۱۲ء) - نواب نظام الملک امرائے جدید اور امرائے قدیم کی گرم بازاری کی وجہ سے نوکری سے مستعفی ہو کر بہت جلد دارالخلافہ شاہجہاں آباد میں آ گیا اور درویشانہ لباس پہن کر گوشہ نشین ہو گیا -

شاہ عالم کے انتقال کے بعد جب چند روز کے لیے محمد معز الدین بادشاہ بنا تو اسے اصل منصب اور سابقہ خطاب مرحمت ہوا - اور جب محمد فرخ سیر تخت نشین ہوا تو اسے نظام الملک بہادر فتح جنگ کا خطاب اور سات ہزاری منصب مرحمت ہوا اور وہ دکن کی نظامت پر مقرر ہوا - جب دکن کی حکومت امیرالامرا سید حسین علی خان کے لیے مقرر ہوئی تو نواب (نظام الملک) دربار میں پہنچا ؛ اس کو مراد آباد کی حکومت مل گئی - [۸۳۹]

جب امیرالامرا (حسین علی خاں) دکن سے واپس آیا اور اس نے محمد فرخ سیر کو معزول کرکے نئے بادشاہ (محمد شاہ) کو تخت پر بٹھایا تو مالوہ کی حکومت نواب نظام الملک کے لیے مقرر ہوئی - نواب نظام الملک مالوہ آ گیا - جب اس نے دیکھا کہ دارالسلطنت کے امرا آپس میں برسر نزاع ہیں تو دوسرے سال جلوس محمد شاہی ۱۱۳۲ھ (۱۷۲۰ء) میں وہ دکن کی طرف متوجہ ہوا - یکم رجب (۲۸ اپریل ۱۷۲۰ء) کو اس نے دریائے نربدا عبور کیا اور طالب خاں سے قلعہ آسیر کو اور محمد انور خاں برہانپوری سے شہر برہان پور کو صلح کے ذریعہ لے لیا - امیرالامرا (سید حسین علی خاں) نے ایک لشکر جرار سید دلاور خاں کی سرداری میں اس کے تعاقب میں روانہ کیا - نواب (نظام الملک) مقابلے کے لیے الٹے پاؤں لوٹ پڑا - سرکار ہنڈیہ کے موضع حسین پور میں ۱۳ شعبان (۹ جون ۱۷۲۰ء) کو دونوں میں مقابلہ ہوا - سید دلاور خاں مارا گیا اور نظام الملک مظفر و منصور برہان پور پہنچا - ابھی زخمیوں کے زخم نہیں بھرے تھے [۸۴۰] کہ امیرالامرا (حسین علی خاں) کے بھتیجے سید عالم علی خاں

نائب (صوبے دار) دکن نے تدارک کا ارادہ کیا ۔ (نواب نظام الملک) اورنگ آباد سے نہایت تیزی سے برہان پور کی طرف آیا اور ۶ شوال (۳۱ جولائی ۱۷۲۰ء) کو صوبۂ برار کے مضاف بالاپور کے قریب ایک سخت لڑائی ہوئی ۔ عالم علی خاں نے بہت بہادری دکھائی مگر مارا گیا ، اور نواب نظام الملک مظفر و منصور اورنگ آباد میں داخل ہوا ۔

چونکہ سادات بارہہ (عبداللہ خاں و حسین علی خاں) کا زوال ہونا مقدر ہو چکا تھا ، اعتمادالدولہ محمد امین خاں نے ایک شخص کو مقرر دیا ؛ اس نے امیرالامرا حسین علی خاں کو عین پالکی کی سواری میں خنجر سے مار ڈالا اور یہ حادثہ ۹ ذی الحجہ سنہ مذکور (۲۸ ستمبر ۱۷۲۰ء) کو نورہ[1] کی منزل پر واقع ہوا ۔ امیرالامرا (حسین علی خاں) کے بھائی قطب الملک (عبداللہ خاں) نے جب یہ وحشت اثر خبر سنی تو اس نے ایک شاہزادے کو دارالخلافہ (دہلی) کے قلعے سے نکال کر سلطنت [۸۳۱] کے مدعی کی حیثیت سے کھڑا کر دیا ، اور ایک فوج جمع کرکے مقابلہ کے لیے حل پڑا ۔ وہ لڑائی کے بعد قید ہو گیا ۔

جب نواب نظام الملک ممالک دکن کے انتظام میں مشغول ہوا تو وزارت کے منصب پر محمد امین خاں فائز ہوا ۔ محمد امین خاں ، خواجہ بہاءالدین کا لڑکا ہے کہ جو نواب عابد خاں مذکور کا بھائی اور شہر سمرقند کا قاضی تھا ۔ محمد امین خاں ، محمد فرخ سیر کے زمانے سے بخشی دوم کے عہدے پر سرفراز تھا اور جس طریقے سے وہ وزارت اعلیٰ کے منصب پر پہنچا اس کا بیان ہو چکا ہے ۔ لیکن وزارت کے بعد موت نے اسے مہلت نہ دی اور چند روز میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

نواب نظام الملک دکن سے دارالخلافہ (دہلی) پہنچا اور خلعت وزارت سے سرفراز ہوا ۔ اس نے چاہا کہ عالم گیری عہد کے قواعد و قوانین کا اجرا کرے کہ جو منسوخ ہو چکے ہیں ، لیکن آزاد اور بے پروا امرا نے اس کو اپنے مقاصد میں مخل سمجھا اور بادشاہ کے مزاج کو اس سے منحرف

۱- یہ مقام ٹوڈہ بھیم ہونا چاہیے - (پ)

کر دیا ۔ ان ہی دلوں ۱۱۳۵ھ (۲۳-۱۷۲۲ء) میں گجرات کے ناظم حیدر قلی خاں نے بغاوت کر دی ۔ نواب (نظام الملک) اس کی تادیب کے لیے مقرر ہوا اور اس تقریب سے امرائے (دربار) نے اس کو بادشاہ کے حضور سے علیحدہ کر دیا ۔ جب نواب گجرات کے قریب جھابوا کی منزل پر پہنچا تو حیدر قلی خاں نے کہ جو جنگ کے ارادے سے کافی مسافت طے کر کے آیا تھا ، اپنے میں مقابلے کی طاقت نہ دیکھی اور اس نے خود کو [۸۴۲] دیوانہ بنا لیا ۔ نواب دارالخلافہ (دہلی) میں واپس آ گیا اور اس حسن خدمت کے صلے میں اسے دکن کی حکومت اور وزارت کے ساتھ مالوہ و گجرات کی صوبیداری بھی مل گئی لیکن امرا کے نفاق کی وجہ سے سخت تکدر طبع ہو گیا ۔ ۱۱۳۶ھ (۱۷۲۳ء) میں تمام ملک دکن کی حکومت نواب (نظام الملک) کی بجائے مبارز خاں کے سپرد ہوئی کہ جو مدت سے حیدر آباد کا ناظم تھا ، اور اب پوشیدہ رنجش ظاہر ہو گئی ۔ نواب نے ظاہر کیا کہ دارالخلافہ (دہلی) کی آب و ہوا اس کے مزاج کو موافق نہیں ہے ، اور مراد آباد کی آب و ہوا موافق ہے کہ پہلے وہاں کی حکومت اس سے متعلق رہی تھی ۔ اس بہانے سے اس نے بادشاہ سے مراد آباد جانے کی اجازت لی ۔ چند منزل طے کرنے کے بعد اس نے دکن کا ارادہ کر لیا اور نہایت تیزی سے وہ دکن پہنچ گیا ۔ مبارز خاں نے مقابلہ کیا ۔ اورنگ آباد سے ساٹھ کوس کے فاصلے پر شکر کھیڑہ کے قریب دونوں فریقوں میں مقابلہ ہوا ۔ ۲۳ محرم ۱۱۳۷ھ (یکم اکتوبر ۱۷۲۴ء) کو سخت جنگ ہوئی ۔ مبارز خاں مارا گیا اور سارے ملک دکن پر نواب (نظام الملک) کا قبضہ ہو گیا ۔ اس کے بعد بادشاہ نے نواب کی دلدہی کی ۔ بادشاہ ہمیشہ اپنی عنایات سے (نواب کو) فرامین اور انعامات سے نوازتا رہا ۔ اسی زمانے میں اس کو [۸۴۳] آصف جاہ کا خطاب ملا ۔

۱۱۵۰ھ (۳۸-۱۷۳۷ء) میں بادشاہ نے بہت کوشش کر کے نواب کو اپنے حضور میں بلایا ۔ نواب نے اپنے لائق فرزند نظام الدولہ ناصر جنگ بہادر کو دکن میں اپنا نائب مقرر کیا ، وہ خود دارالخلافہ (دہلی) چلا گیا ۔ اور بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا ۔ فضل علی خاں نے (نواب کے) آنے

کی تاریخ اس طرح نظم کی ہے :

قطعہ

صد شکر کہ ذات دیں پناہی آمد
رونق دہ ملک بادشاہی آمد
تاریخ رسیدنش بگوشم ہاتف
گفت ''آیت رحمت الٰہی آمد''
۱۱۵۰ھ (۳۸-۱۷۳۷ء)

نواب نے (فضل علی خاں) کو صلے میں ایک ہزار روپیہ نقد اور چاندی کے ساز کے ساتھ گھوڑا مرحمت کیا ۔

اس کو دہلی آئے ہوئے دو ماہ ہوئے تھے کہ بادشاہ نے نواب کو مرہٹوں کی تنبیہ کی غرض سے دکن بھیجا ۔ نواب (نظام الملک) جب اکبر آباد پہنچا تو بعض وجوہ کی بنا پر اس نے جنوب کے متعارف راستے کو چھوڑ دیا اور مشرق جانب کا راستہ اختیار کیا ۔ اٹاوہ اور مکن پور کے راستے سے گزرتے ہوئے کالپی کے نیچے اس نے دریائے جمنا کو عبور کیا ، وہاں سے وہ جنوب کی طرف چل پڑا اور مالوہ کے ملک میں داخل ہو گیا ۔ (کئی) منزلیں طے کرنے کے بعد وہ صوبۂ مالوہ کے شہر بھوپال میں داخل ہو گیا ۔ اور دکن کے مرہٹوں کی فوج سے مقابلہ کیا ۔ اور اسی سال ماہ رمضان میں بھوپال کے قریب سخت لڑائیاں ہوئیں ۔ چونکہ [۸۴۴] نادر شاہ کے آنے کی خبر گرم تھی ، اس لیے نواب نے مصلحت کی وجہ سے صلح کرنا مناسب سمجھا اور وہ دارالخلافہ (دہلی) کو چلا آیا ۔

جب نادر شاہ کا غلبہ ہو گیا تو جو ہونا تھا وہ ہوا ۔ وہ (نادر شاہ) نواب کے ساتھ تمام امرا کے مقابلے میں بہت عنایت اور مہربانی کرتا تھا ۔ چونکہ امیرالامرا خان دوراں خاں[1] نادر شاہ کی جنگ میں مارا گیا تھا ،

۱۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۸۰۵-۸۱۱ - (ق)

لہٰذا نادر شاہ کے خلیے کے بعد[1] دوسرے مناصب کے ساتھ نواب کو امیرالامرائی کا بھی منصب مل گیا اور نادر شاہ کے جانے کے بعد (بھی امیرالامرائی کا) منصب بحال رہا - ۱۱۵۳ھ (۱۷۴۰-۴۱ء) میں نواب بادشاہ سے اجازت لے کر دکن کو روانہ ہوا -

جب وہ مسافت طے کرنے کے بعد برہان پور کے قریب پہنچا تو ورغلانے والوں نے نواب نظام‌الدولہ ناصر جنگ کو اس بات کے لیے تیار کر لیا کہ وہ نواب (نظام الملک) کا راستہ روک لے ، اور دکن کے بہت سے سرداروں اور فوج نے پہلے تو اس بات سے اتفاق کر لیا لیکن پھر نواب آصف جاہ کی نمک حوارگی پر نظر کرتے ہوئے لڑائی میں انھوں نے تساہل برتا - جب نظام الدولہ نے فوج کا رنگ دیکھا تو وہ شاہ برہان الدین غریب کے روضے میں گوشہ نشیں ہو گیا -

جب آصف جاہ ملک کے نظم و نسق اور جدید حکام کی تقرری سے فارغ ہوا تو وہ برسات کے شروع میں اورنگ آباد پہنچا - نواب نظام الدولہ نے یہ سوچا کہ کہیں جھڑپ نہ ہو جائے اس لیے وہ روضہ (شاہ برہان الدین) سے نکل کر ملہیر کے قلعے کو چلا گیا - نواب آصف جاہ نے مروجہ قاعدے کے موافق برسات کے موسم میں فوج کو گھر جانے کی اجازت دی [۵۳۸] - (جانوروں) کو چراگاہ بھیج دیا اور وہ بغیر فوج کے اورنگ آباد میں رہنے لگا -

چونکہ شیطان لعین اولاد آدم کا رہزن ہے ، یہاں تک کہ (بعض اوقات) وہ انبیائے کرام کی کوششوں کو بھی اپنے فریب کے ذریعے راستے سے ادھر اُدھر کر دیتا ہے - چنانچہ :

تاللہ انک لفی ضلالک القدیم ؕ

آپ اپنی اسی پرانی خود رفتگی میں ہیں[2]

۱- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ متن میں لفظ 'پس' کی بجائے 'پیش' چھپ گیا ہے - (پ)

۲- سورۃ یوسف ، آیت ۹۵ -

کے تحت گستاخ بنا دیتا ہے[1] ، نظام الدولہ نے سرکشوں کی تحریک سے اورنگ آباد پر قبضہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا ۔ تقریباً سات ہزار سوار جمع کیے اور یلغار کر کے وہ اورنگ آباد کے قریب پہنچ گیا ۔ آصف جاہ نے ان آدمیوں کے ساتھ کہ جو اس کے پاس موجود تھے ، توپ خانہ لے جا کر شہر سے باہر عیدگاہ کی طرف مدافعت کی غرض سے قیام کیا ۔ ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۱۵۴ھ (۲۴ جولائی ۱۷۴۱ء) کو شام کے وقت جنگ ہوئی ۔ آصف جاہ کے توپ خانے ، شام کی اندھیری اور وقت کی کمی کی وجہ سے دوسری (نظام الدولہ ناصر جنگ کی) طرف کی فوج منتشر ہو گئی ۔ نواب نظام الدولہ ہاتھی کو دوڑا کر چند آدمیوں کے ساتھ نواب آصف جاہ کے قریب پہنچ گیا ۔ وہ زخمی ہو گیا اور باپ کے قبضے میں آ گیا ۔

نواب آصف جاہ نے ۱۱۵۶ھ (۱۷۴۳ء) میں ملک کرناٹک کے فتح کرنے کا ارادہ کیا ۔ جب اس علاقے میں پہنچا تو پہلے ترچناپلی کے قلعے کا محاصرہ کیا اور اس کو فتح کر لیا ۔ (ترچناپلی کا قلعہ) مرہٹوں کے قبضے میں تھا ۔ اس کے بعد ارکاٹ کے ملک کو نوایت قوم کے قبضے سے نکالا کہ جو مدت سے اس علاقے پر قابض تھے ، اور وہاں کی حکومت پر [۸۴۶آ] انورالدین خان شہامت جنگ گوپاموی کو اپنی طرف سے مقرر کیا ۔ ۱۱۵۷ھ (۱۷۴۴ء) کو نواب آصف جاہ اورنگ آباد واپس آ گیا ۔

۱۱۵۹ھ (۱۷۴۶ء) میں اس نے حیدرآباد کے مضاف بالکنڈہ کے قلعے کا کہ جو دکن کے بعض امرا کے قبضے میں تھا ، محاصرہ کیا اور تھوڑی سی مدت میں اس کو فتح کر لیا ۔ ۱۱۶۱ھ (۱۷۴۸ء) میں احمد خان ابدالی کی کابل سے شاہجہان آباد آنے کی خبر گرم ہوئی ۔ نواب

۱- یہ اس وقت کا ذکر ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کی قمیص لے کر چلے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کی خوشبو آ رہی ہے ۔ اس پر ان کے بیٹوں نے ان الفاظ میں تبصرہ کیا ۔ یہاں مصنف کا یہ انداز بیان اور استدلال کچھ مناسب نہیں ہے ۔ (ق)

ملک مصلحت کے تقاضے کی بنا پر اورنگ آباد سے برہان پور کی طرف روانہ ہوا ۔ برہان پور میں خبر ملی کہ احمد شاہ (دہلی) نے فتح پائی اور احمد خان ابدالی شکست کھا کر کابل کو چلا گیا ۔

اسی زمانے میں نواب آصف جاہ سخت بیمار ہو گیا ۔ اسی حالت میں ۷۔ جمادی الاولیٰ (۱۴ مئی ۱۷۴۸ء) کو اورنگ آباد کی روانگی کا ارادہ ہوا ۔ مرض کی شدت کی وجہ سے شہر برہان پور کے باہر وہ خیمے میں ٹھہرا ۔ بیماری روز بروز شدید ہوتی جا رہی تھی ، یہاں تک کہ ۴ جمادی الاخریٰ ۱۱۶۱ھ (۲۱ مئی ۱۷۴۸ء)[1] کو عصر کے وقت اس کا انتقال ہو گیا ۔ جنازہ اٹھاتے وقت مخلوق میں ایسی چیخ و پکار برپا تھی کہ زمین و زماں لرزے میں تھے ۔ امرائے عظام نے اس کے جنازے کو کندھوں پر میداں میں پہنچایا اور نماز ادا کر کے شاہ برہان الدین [۷۰۸] غریب قدس سرہ کے روضے کو لے کر چلے ۔ شیخ (برہان الدین) کے مرقد کے پائیں ، قبلہ کی طرف دفن کر دیا ۔ 'متوجہ بہشت' اس کے انتقال کی تاریخ ہے جو میر غلام علی آزاد نے نکالی ہے ۔

۲۲۲

نظام الدولہ بہادر ناصر جنگ شہید

وہ دین پرور ، عادل ، غیرت مند ، صاحب عزم اور بزم و رزم کو آراستہ کرنے والا امیر تھا ۔ احکام شریعت کے اجرا میں وہ بہت کوشش کرتا تھا ۔ وہ بے سہارا مظلوموں کی فریاد رسی کی طرف پوری توجہ کرتا تھا ۔ اس کی تقریر بہت فصیح ہوتی تھی اور وہ شاعری کی باریکیوں کے سمجھنے میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا ۔ سابقہ اولوالعزم سلاطین کے ذکر سے سننے والوں کو خوب مستفید کرتا تھا ۔ اس نے مرزا صائب کی تقلید میں شاعری

۱۔ سید محمد علی مؤلف راحت افزا نے ۵ جمادی الاخریٰ تاریخ لکھی ہے ۔ (ق)

کی ایسی مشق کی کہ شاعری کے دقائق کو سمجھنے والے اور شعر و سخن کے لطائف کو پرکھنے والے اس کی باریکیوں کو نہیں پہنچ سکتے تھے ۔ اس نے تحقیق و تقلید کا ایک علیحدہ راستہ اختیار کیا ۔

جب وہ سن شعور کو پہنچا تو عالی ہمت اور شجاع ہونے کی وجہ سے ممالک عظیم کی تسخیر کا ارادہ رکھتا تھا ۔ جب ۱۱۵۰ھ (۱۷۳۷ء) میں آصف جاہ محمد شاہ بادشاہ کے حسب طلب دارالخلافہ دہلی گیا اور صوبجات دکن کا انتظام و انصرام اپنے نائب کی حیثیت سے اپنے لڑکے (ناصر جنگ) کے سپرد کیا تو نواب [۸۴۸] نظام الدولہ نے ملکی معاملات کے انتظام ، شہروں اور بستیوں میں امن قائم کرنے اور عام مخلوق کی فلاح و بہبود کے لیے ٹھوس تدابیر اور عمدہ کوششیں کیں ۔ اور حکومت سے متعلق کم حیثیت اور اعلیٰ حیثیت اشخاص جو بھی تھے ، ان کو انعامات ، مناصب ، خطابات اور جاگیریں دے کر نوازا اور دشمن مرہٹوں کی خوب گوش مالی کی ۔ (مرہٹوں) کا دکن میں بہت تسلط ہو گیا تھا اور انھوں نے صوبۂ مالوہ پر بھی قبضہ کر لیا تھا یہاں تک کہ دہلی کے قرب و جوار تک تاخت و تاراج کرتے تھے ۔ (مرہٹوں کو سزا دے کر) (نظام الدولہ ناصر جنگ نے) دکن کو مرہٹوں کے حملوں سے مامون و محفوظ کر دیا ۔

جب نواب آصف جاہ دہلی سے دکن کی طرف آیا تو بعض ورغلانے والوں نے نواب نظام الدولہ کو مخالف پر آمادہ کر دیا اور جنگ ہوئی جس کا بیان نظام الملک (آصف جاہ) کے حالات میں ہوا ہے[۱] - ۱۱۵۵ھ (۱۷۴۲ء) میں نواب آصف جاہ اپنے لائق فرزند (ناصر جنگ) سے رضامند و مطمئن ہو گیا ۔ اور ۱۱۵۸ھ (۱۷۴۵ء) میں حیدر آباد میں (بلا کر) اس پر نوازش فرمائی ۔ اورنگ آباد کی صوبیداری عنایت کی اور وہاں جانے کی اجازت دی - ۱۱۵۹ھ (۱۷۴۶ء) میں جب نواب آصف جاہ حیدرآباد سے دھارور پہنچا [۸۴۹] تو اس نے اپنے لڑکے (ناصر جنگ) کو اورنگ آباد

۱- نواب آصف جاہ کے حالات میں اس کا ذکر نہیں ہے ۔ (پ)

سے اپنے پاس بلایا ۔ نواب نظام الدولہ اس کے حضور میں پہنچا اور باپ بیٹے ملکی بہبود کی غرض سے واکنکیرہ کی طرف گئے ۔ وہاں سے نواب آصف جاہ نے بیٹے (ناصر جنگ) کو میسور کی طرف بھیجا کہ تا کہ میسور کے راجا سے پیشکش وصول کر لے ، اور وہ خود اورنگ آباد واپس آ گیا ۔

نواب شہید (ناصر جنگ) نے سری رنگ پٹن پہنچنے کے بعد کہ جو میسور کے راجا کا صدر مقام تھا ، پیشکش وصول کی اور وہ اپنے باپ کے پاس اورنگ آباد پہنچ گیا ۔ پھر جلد ہی دونوں باپ (آصف جاہ) بیٹے (ناصر جنگ) دارالسرور برہان پور کی طرف چلے گئے ۔ نواب آصف جاہ کا انتقال ہو گیا ۔ نواب نظام الدولہ (ناصر جنگ) نے دکن کی حکومت کی مسند کو زینت بخشی اور وہ برہان پور سے اورنگ آباد کی طرف روانہ ہوا کہ جو حکومت دکن کا صدر مقام تھا اور برسات کا موسم اس نے وہیں گزارا ۔

اس دوران میں ہندوستان (دہلی) کے بادشاہ احمد شاہ نے امور سلطنت کی اصلاح کی غرض سے اس کی طلبی میں خاص اپنے ہاتھ سے فرمان لکھا کیونکہ دربار کے امرا کے نزاع و نفاق کی وجہ سے بڑا فساد شروع ہوگیا تھا ۔ نواب (ناصر جنگ) محض بادشاہ کے حکم کی تعمیل اور سلطنت کے کاموں کی اصلاح کی غرض سے بھاری فوج اور توپ خانہ لے کر ہندوستان کو روانہ ہوگیا ۔ اگرچہ بعض موانع ، دکن کے تنازعات اور نواب آصف جاہ کے نواسے ہدایت محی الدین خان (مظفر جنگ) کی بغاوت کا اندیشہ (لاحق) تھا کیونکہ وہ (ہدایت محی الدین خاں) آصف جاہ کے زمانے سے رائچور اور ادونی کی حکومت پر [۸۵ .] فائز تھا ۔ نواب (ناصر جنگ) نہایت تیری سے دریائے نربدا کے قریب پہنچا ۔ اسی دوران میں بادشاہ کے دستخط کا خاص فرمان پہنچا اور اس میں تحریر تھا کہ ابھی حضور میں نہ آئے ۔ (اس کے ساتھ) ہدایت محی الدین خاں کی سر کشی اور بے اعتدالی کی خبریں بھی متواتر ملیں ، لہٰذا (ناصر جنگ) اورنگ آباد کو واپس آ گیا اور اس نے برسات کا موسم وہیں گزارا ۔

اسی دوران میں ارکاٹ کے نوائت کے رئیسوں میں سے حسین دوست خاں عرف چندا ، ہدایت محی‌الدین خاں (مظفر جنگ) سے مل گیا ۔ اور اس

نے اس (ہدایت محی‌الدین خان) کو ارکاٹ پر قبضہ کرنے کے لیے اُکسایا ۔ ہدایت محی‌الدین خان نے ارکاٹ کا رخ کیا اور وہاں چندا کی وساطت سے بندر پھلچری (پانڈیچری) کے رہنے والے فرانسیسیوں کی ایک بہتہ بڑی تعداد ہدایت محی‌الدین خاں کی فوج کے ساتھ مل گئی اور ان سب سے مل کر انورالدین خاں گوپاموی کے اوپر چڑھائی کر دی کہ جو نواب آصف جاہ کے زمانے سے ارکاٹ کا ناظم تھا اور ناصر جنگ کی عمل‌داری میں اسے شہامت جنگ کا خطاب ملا تھا ۔ ۱۶ شعبان ۱۱۶۲ھ (۲۱ جولائی ۱۷۴۹ء) کو جنگ ہوئی ۔ اتفاق کی بات کہ شہامت جنگ شہید ہوگیا [۸۵۱] ۔

یہ بات معلوم رہنی چاہیے کہ اس وقت تک فرانسیسی اور انگریز (نصاریٰ) بندرگاہوں (میں) رہتے تھے اور انھوں نے اپنی حد سے باہر قدم نہیں نکالا تھا ۔ ہدایت محی‌الدین خان نے ان کو اپنا رفیق بنا کر جری کر دیا ۔ نواب نظام‌الدولہ کی شہادت بھی کہ جس کا بیان عنقریب آ رہا ہے فرانسیسیوں کی مدد سے واقع ہوئی ۔ اس کے بعد نصاریٰ (فرانسیسی و انگریز) بہت مغرور اور جری ہو گئے ، اور فرانسیسیوں کی جرأت دیکھ کر انگریز نصاریٰ بھی حرکت میں آ گئے اور ملک ارکاٹ کے کچھ حصے پر فرانسیسی اور کچھ حصے پر انگریز قابض ہو گئے ۔ انگریزوں نے بنگالہ کے ناظم سے بھی چھیڑ چھاڑ شروع کر دی اور لڑائی کر کے بنگالہ پر قابض ہو گئے ۔ بندر سورت اور کنبایت پر بھی انھوں نے قبضہ کر لیا ۔ پس نصاریٰ کے کے تسلط کی بنیاد ہدایت محی‌الدین خاں کی رکھی ہوئی ہے ۔

القصہ جب نظام‌الدولہ (ناصر جنگ) نے شہامت جنگ کی شہادت کی خبر سنی تو اس نے فوج کی فراہمی ؛ دکن کے نامی سرداروں کو جمع کرنے اور سامان جنگ کے اضافے کی کوشش کی ۔ ستر ہزار سواروں ، بے شمار توپ خانے اور ایک لاکھ پیدل فوج سے باغیوں کی تنبیہ کا ارادہ کیا اور وہ نہایت تیزی سے بندر پھولچری (پانڈیچری) پہنچ گیا کہ جو اورنگ آباد سے پندرہ جریبی کوس کے فاصلے پر ہے [۸۵۲] ۔ پھر میدان جنگ آراستہ ہوگیا ۔ ۲۶ ربیع‌الآخر ۱۱۶۳ھ (۲۴ مارچ ۱۷۵۰ء) کو تین پہر تک مسلسل

فرنگی توپ خانہ گولیاں برساتا رہا ۔ آخر کار ۲۷ ربیع الآخر (۲۵ مارچ) کو مسلمانوں کے رعب و جلال سے فرنگی شکست کھا گئے ۔ ہدایت محی الدین خاں زندہ گرفتار ہوا ۔ نواب (ناصر جنگ) نے بحکم :

لا تثریب علیکم الیوم[1] آج کے دن تم پر کچھ ملامت نہیں

ہدایت محی الدین خاں کو زندہ نگرانی میں رکھا اور اس کے مصاحبوں اور لشکریوں کو پورے طور سے جان و مال کی امان بخشی ۔ خیر خواہوں نے ہرچند نواب (ناصر جنگ) سے بدلائل عرض کیا کہ ہدایت محی الدین خاں کا زندہ رکھنا فتنہ و فساد کا موجب ہوگا ، اس کو ختم کر دینا چاہیے ، نواب نے رحم کی پالیسی اختیار کی اور ہرگز اس کے قتل پر راضی نہ ہوا ۔ اس نے اس کو حفاظت سے رکھا اور اس کی ضروری خدمات کے لیے آدمی مقرر کر دیے ۔ ان نا انصافوں نے اس غیر مترقبہ نعمت کی قدر نہیں کی اور

کل یعمل علی شاکلتہ[2] سب اپنے کینڈے پر کام کرتے ہیں

کے مصداق وہ جان بخشی کے احسان کو بھول گئے ۔ اور وہ پوشیدہ طور سے بد خواہی میں مصروف ہو گئے ۔

فرنگیوں نے شکست فاش کھانے کے باوجود شورش اور فتنہ انگیزی کا سلسلہ جاری رکھا ۔ نواب (ناصر جنگ) نے اس فساد کی جڑ کو ختم کرنے کی غرض سے کچھ دنوں وہاں قیام ضروری سمجھا اور وہ ارکاٹ کی طرف متوجہ ہوا [۸۵۳] ۔ اس نے ایک فوج اس گمراہ گروہ (فرانسیسیوں) کی مدافعت کے لیے روانہ کر دی ۔ قضا و قدر کی نیرنگی ملاحظہ ہو کہ مسلمانوں کی فوج کو نقصان اٹھانا پڑا (شکست ہو گئی) اور نصرت گڑھ چنجی کا قلعہ کہ جو علاقہ کرناٹک کا صدر مقام تھا ، فرانسیسیوں کے قبضے میں چلا گیا ۔

۱۔ سورہ یوسف ، آیت ۹۲ ۔

۲۔ سورہ بنی اسرائیل ، آیت ۸۴ ۔

نواب (ناصر جنگ) نے دین متین کی غیرت و حمیت اور ملک‌داری کے رسم و آئین کی وجہ سے بذات خود ان کافروں کی تنبیہ کا ارادہ کیا - (ملک داری کا آئین یہ ہے) کہ جو بات ظہور پذیر ہو اس کا تدارک کرنا چاہیے اور سرکشوں کو عبرت دلانی چاہیے - برسات کے موسم اور سیلاب کی کثرت کی وجہ سے راستوں کا عبور کرنا اور غلہ کی رسد کا پہنچانا مشکل تھا (مگر اس کے باوجود) ۱۱ شوال ۱۱۶۳ھ (۲ ستمبر ۱۷۵۰ء) کو اس نے ارکاٹ سے کوچ کر دیا - اور ۱۷ شوال (۸ ستمبر) کو ایک درویش کے کہنے سے (نواب ناصر جنگ نے) سارے منہیات شرعیہ سے توبہ کی کہ مرتے وقت تک وہ اس توبہ پر قائم رہے -

یہ شعبدہ باز آسمان ذرا سی دیر میں ایک نیا رنگ دکھاتا ہے - کرناٹک کے افغان سردار کہ جو اس مہم میں (ناصر جنگ کے) شریک تھے، ملک و مال کے لالچ میں پوشیدہ طور سے بے دین فرنگیوں سے مل گئے - انھوں نے مختلف قسم کی رعایات اور پرورس کے حقوق کو نظر انداز کر دیا اور آقا کی نمک خوارگی کا مطلق لحاظ نہیں کیا - انھوں نے احسان فراموشوں کی ایک اور جماعت [۸۵۴] کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور اپنے جاسوس بھیج کر فرنگیوں کو سب خون کے ارادے سے بلایا کہ جو چنجی کے قلعے کے نیچے جمع تھے - ۱۷ محرم ۱۱۶۴ھ (۵ دسمبر ۱۷۵۰ء) کو آخر رات میں وہ پہنچے اور فوراً جنگ شروع ہو گئی - اگر اعدا ، نصرانیوں (فرانسیسیوں) کے شریک نہ ہوتے تو وہ جماعت (فرانسیسی) جو بہت قلیل تھی ، اتنی قدرت نہیں رکھتی تھی کہ مقابلے کے لیے لشکر لاتی - ہر چند بعض خیر خواہوں نے اس سے قبل نواب (ناصر جنگ) کو بتایا کہ افغان غداری کر رہے ہیں ، لیکن اُس نے اپنے صفائی باطن کی وجہ سے اعتبار نہیں کیا (اور جواب دیا) کہ میں نے ان کے ساتھ کیا برائی کی ہے ؟ اس نے خیال کیا ہاتھی کو لے کر افغانوں کے پاس پہنچنا چاہیے اور ان کی مدد سے ان فرنگیوں کو ختم کرنا چاہیے - جیسے ہی نواب (ناصر جنگ) کا ہاتھی افغانوں کے سردار ہمت خاں کے ہاتھی کے قریب پہنچا تو نواب (ناصر جنگ) نے بطور تواضع اس کے مجرے سے پہلے اپنا ہاتھ اُٹھا دیا - لیکن اس طرف (ہمت خاں) سے

مجرا پیش نہیں کیا گیا ۔ چوں کہ ابھی پوری طرح صبح نہیں ہوئی تھی ، نواب نے گمان کیا کہ شاید ان لوگوں نے مجھے پہچانا نہیں ؛ اس نے تھوڑا سا اپنے کو عماری سے بلند کیا ۔ اسی وقت ہمت خاں اور اس آدمی نے کہ جو اس کے ساتھ ہاتھی پر بیٹھا ہوا تھا ، اچانک بندوقیں سر کر دیں ۔ تیر اور گولیاں نواب کے سینے [۸۵۵] میں لگیں اور اس کا کام تمام ہو گیا۔

افغانوں نے نواب کے سر کو کاٹ کر نیزے پر بلند کیا اور جیسا سلوک ماہ محرم میں امام الشہدا رضی‌اللہ عنہ کے ساتھ لوگوں نے کیا تھا ، وہ نواب کے نوکروں نے کیا ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ لشکر کے آدمیوں نے شام کو نواب کے سر کو تن سے جوڑ دیا (سی دیا) اور جنازے کو اورنگ آباد روانہ کر دیا ۔ نواب (ناصر جنگ) کی شہادت پھلچری (پانڈیچری) سے بیس کوس کے فاصلے پر چنجی کے قلعے کے قریب واقع ہوئی ۔ میر غلام علی آزاد نے (تاریخ) کہی ہے :

قطعہ

نواب عدل گستر عالی جناب رفت
فرصت نداد تیغ حوادث شتاب رفت
در ہفدہم ز ماہ محرم شہید شد
تاریخ گفت نوحہ گرے آفتاب رفت ۱۱۶۴ھ

اس رات کو کہ جس کی صبح قیامت تھی ، دستار باندھتے وقت (نواب ناصر جنگ نے) آئینہ طلب کیا اور دستار باندھنے میں مشغول ہو گیا ۔ اسی حالت میں اس نے اپنے عکس سے کئی مرتبہ خطاب کیا کہ اے میر احمد ! تیرا خدا حافظ ہے ۔ اس کا اصلی نام میر احمد ہے ، سوار ہوتے وقت اس نے تازہ وضو کیا اگرچہ پہلے سے اس کا وضو تھا [۸۵۶]۔ دو رکعت نماز ادا کی ۔ تسبیح اور دعائیں پڑھتا ہوا ہاتھی پر سوار ہوا ۔ اور نواب (ناصر جنگ) کا یہ معمول تھا کہ وہ لڑائیوں میں سر سے پیر تک لوہے کے ہتھیار اور ساز و سامان پہنے ہوتا تھا ، اور اس رات اس نے اکہرے

لباس کے سوا کچھ نہ پہنا اور اسی حالت میں وہ شہید ہو گیا ۔ نواب شہید (ناصر جنگ) بہت تیز طبع اور ذہین تھا ۔ تھوڑی سی دیر میں مرصع طویل غزل کہہ لیتا تھا ۔ اس کے مندرجہ ذیل چند اشعار یاد رہ گئے ہیں[1]۔

شعر

کدام گل بچمن گوشۂ نقاب شکست
کہ شبنم آئینہ بر روے آفتاب شکست

ولہ

اے دل ز زلف یار مدد می نواں گرفت
سر رشتہ ہا ز عمر ابد می‌تواں گرفت
گر بیخودی بیکدہ مال سفر زند
از حشم مست یار بلد می نواں گرفت

ولہ

اے شوخ ہوائی مفکن تیر نگہ را
ایں ناوک بیداد بکار جگرے کن [۸۵۷]

ولہ

مرنجاں خاطرم جاناں مزاح ناز کے دارم
نو گر از حسن مغروری من از عشق تو مغرورم

ولہ

از گل گوشہ دستار بخود می لرزد
قد او نازہ نہا لے ست کہ من می دانم

۱۔ مولوی محمد عبدالجبار خاں ملکا پوری نے ناصر جنگ کے کلام کا اقتباس چودہ صفحات میں دیا ہے ، ملاحظہ ہو محبوب‌الزمن تذکرہ شعرائے دکن حصہ دوم (مطبع رحمانی ، حیدر آباد ۱۳۲۹ھ) ، ص ۱۱۰۴- ۱۱۱۸ - (ق)

نواب نظام الدولہ کی شہادت کے بعد افغانوں اور نصاریٰ نے ہدایت محی الدین خان کو سردار بنا لیا ، اور افغانوں نے اس حرکت کے بدلے میں ہدایت محی الدین خاں سے بہت سے قلعے اور ملک تحریری طور سے لے لیا ۔

ہدایت محی الدین خاں افغانوں کے ساتھ پھلچری گیا ، اس نے کپتان یعنی (فرانسیسیوں کے) حاکم سے ملاقات کی اور نصاریٰ (فرانسیسیوں) کی فوج کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر وہ حیدر آباد کے لیے روانہ ہوا ۔ ارکاٹ کی سرحد کو پار کرکے وہ افغانوں کے ملک میں داخل ہو گیا ۔ قدرت نے نواب نظام الدولہ کے انتقام کے اسباب مہیا کر دیے ۔ ہدایت محی الدین اور افغانوں میں اختلاف پیدا ہو گیا ۔ جس دن کہ لکریت پلی (لکھریدی پلی) کی سرزمین میں خیمے نصب ہوئے تو طرفین کے اختلاف کا اعلان ہو گیا اور لڑائی کے لیے تیار ہو گئے ۔ ایک طرف سے ہدایت محی الدین خاں اور نصاریٰ (فرانسیسی) اور دوسری طرف سے افغان [۸۵۸] لڑائی کے لیے تیار تھے ۔ جنگ کے لیے صف آرائی ہوئی ۔ ہمت خاں اور افغانوں کے دوسرے سردار مارے گئے ۔ اور ہدایت محی الدین خاں بھی ایک تیر کے زخم سے کہ جو اس کی آنکھ کی پتلی میں لگا تھا ، ختم ہو گیا ۔

لشکر کے سرداروں نے نواب آصف جاہ کے صاحبزادے نواب صلابت جنگ کو سردار بنا لیا ۔ انھوں نے ہمت خاں اور دوسرے افغان سرداروں کے سروں کو نیزوں پر اٹھا لیا اور شادیانے بجاتے ہوئے خیموں میں داخل ہو گئے ۔ یہ سانحہ ۱۷ ربیع الاول ۱۱۶۴ھ (۲ فروری ۱۷۵۱ء) کو واقع ہوا ۔ نواب شہید (ناصر جنگ) کے خون کا عجیب انجام ہوا ۔ جن لوگوں نے نواب شہید سے دغا کی تھی ، ان سب نے سزا پائی ۔ ساٹھ دن کے بعد وہ سب قاتل آن واحد میں مارے گئے :

شعر

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

اتفاق کی بات یہ ہے کہ جس روز کہ یہ جنگ واقع ہوئی یعنی ۱۷ ربیع الاول کو مقتولوں کے دفن کرنے کی فرصت نہیں ملی - ۱۸ ربیع الاول کو میدان جنگ سے اٹھا کر لے گئے اور ایک لق و دق صحرا میں کہ جو جنگلی جانوروں اور درندوں کا مسکن تھا ، ان کو دفن کر دیا اور نواب نظام الدولہ کا تابوت اسی ۱۸ تاریخ (ربیع الاول) کو روضہ مقدسہ (شاہ برہان‌الدین غریب) پہنچا اور شام کے بعد اولیاء اللہ کے قریب دفن ہوا - سبحان اللہ ! پہلے نواب کے قاتل [۸۵۹] دفن ہوئے اور اس کے بعد وہ خود زمین کے نیچے گیا (دفن ہوا) - فاعتبروا یا اولی الابصار ! راستے میں جہاں جہاں اس کا جنازہ رکھا گیا ہے لوگوں نے اس جگہ کو مخصوص کر دیا ہے - وہاں کی زیارت کرتے ہیں اور نیاز دلاتے ہیں -

جن افغان سرداروں نے نواب شہید (ناصر جنگ) کے ساتھ دغا کی ، ان میں عبدالمجید خاں ہے کہ اس کا دادا عبدالکریم میانہ سلاطین بیجا پور کے عمدہ امرا میں سے تھا اور اس کی اولاد آج تک کرناٹک کے توابع بنکا پور وغیرہ میں حکومت کرتی ہے - عبدالمجید خاں نے اپنے لڑکے بہلول خاں کو نصیب یاور خاں کی اتالیقی میں نواب (ناصر جنگ) کے ہم رکاب کیا ، لیکن پوشیدہ طور سے اس کا لڑکا اور دوسرے افغان سردار غداری کر رہے تھے اور انھوں نے غائبانہ طور سے دغا و فریب کے منصوبے بنا رکھے تھے -

ہمت خاں کہ جس نے نواب (ناصر جنگ) کو شہید کیا وہ الف خاں (ابن ابراہیم خاں ابن خضر خاں پنی) کا لڑکا ہے - خضر خاں ، عبدالکریم میانہ مذکور کا مختار کار تھا ، اور داؤد خاں پنی نے امیرالامرا حسین علی خاں سے بیوفائی کی اور جنگ کرکے مارا گیا - وہ (بھی) خضر خاں کا لڑکا ہے -

جب دکن کی صوبے داری شاہ عالم اول کے عہد میں اسد خاں وزیر کے صاحبزادے ذوالفقار خاں کے سپرد ہوئی تو اس کا نائب داؤد خاں پنی [۸۶۰] مقرر ہوا - داؤد خاں نے اپنے بھائی ابراہیم خاں کو حیدر آباد میں (اپنا) نائب مقرر کر دیا - محمد فرخ سیر کے شروع زمانے میں جب حیدر قلی خاں دکن کا دیوان مقرر ہوا تو اس نے ابراہیم خاں کو کرنول کا فوجدار

مقرر کیا ۔ اس وقت سے کرنول ابراہیم خاں کی اولاد کے قبضے میں ہے ۔

انتقام کی جنگ میں ہمت خاں ، اس کا دیوان امانت اللہ خاں کہ جو اس سارے فساد کا بانی مبانی تھا ، بہلول خاں ، نصیب ناور خاں اور دونوں طرف کے دوسرے بدخواہ مارے گئے ۔ جب لشکر کرنول آیا تو اس نے شہر کو لوٹ لیا اور ہمت خاں کے تمام اہل و عیال کو قید کر لیا ۔ اور اس کے شامت عمل سے کہ جو اس بے ہمت (ہمت خاں) سے صادر ہوا ، اس کی جان و مال و آبرو سب برباد ہو گیا ۔ جب دنیا میں یہ حالت ہوئی تو (اللہ جانے) آخرت میں کیا انجام ہوگا ۔

و سیعلم الذین ظلموا[۱]	اور اب ظالم جانا چاہتے ہیں کہ
ای مقلب یقلبون ۔	کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے ۔

اور حسین دوست خاں عرف چندا بھی انتقام کی تلوار سے مارا گیا اور اس کا سر بھی نیزے پر بلند ہوا ۔

اس واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ انورالدین خاں گوپاموی کا لڑکا محمد علی خاں باپ کی شہادت کے بعد ترچنا پلی کے قلعے پر قابض ہو گیا ۔ جب نواب نظام الدولہ کا جھنڈا ارکاٹ میں لہرایا تو محمد علی خاں خدمت [۸۶۱] میں حاضر ہوا اور اس کو باپ کا خطاب (انورالدین خاں) ملا ۔ نواب نظام الدولہ کی شہادت کے بعد وہ ترچنا پلی کے قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا ۔ اسی دوران میں ارکاٹ پر چندا کا اقتدار قائم ہو گیا کہ جو پھلچری میں مقیم تھا اور فرانسیسی نصاریٰ کی اسی جماعت کو کہ جس نے نواب نظام الدولہ پر شبخون مارا تھا اور ایک دوسری جماعت کو پھر ساتھ لے کر ترچناپلی پر حملہ آور ہوا ۔ انورالدین خاں نے دیواناں پٹن کے رہنے والے انگریزوں کو اپنا مددگار بنا لیا ۔ وہ اپنی فوج اور ان کو ساتھ لے کر مقابلے کے لیے آ گیا ۔ کچھ دیر لڑائی ہوئی ۔ آخر انورالدین خاں غالب آیا ۔ چندا کو زندہ گرفتار کر لیا اور یکم شعبان ۱۱۶۵ھ (۳ جون ۱۷۵۲ء) کو

۱۔ سورہ شعراء ، آیت ۲۲۷ ۔

چندا قتل کر دیا گیا اور اس کے سر کو نیزے پر لٹکا کر گھمایا گیا ۔ اسی طرح فرقہ گاردی کے علاوہ فرانسیسی افسران ، ایک ہزار ایک سو (۱۱۰۰) ولایتی سفید فام فرنگیوں کے ساتھ زندہ گرفتار ہوئے ۔ جس جماعت نے کہ نواب نظام الدولہ پر سب خون مارا تھا ، نواب نظام الدولہ کی شہادت کے بعد اس جماعت میں سے کسی آدمی نے آرام نہیں پایا اور انجام‌کار یہ حال ہوا :

ان فی ذالک لذکریٰ لمن کان[1] لہ قلب او القی السمع و ھو شہید ۔ [۸۶۲]

بیشک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو ۔

۲۲۳

نجیب الدولہ شیخ علی خاں بہادر

وہ سید الطائفہ سیخ جنید بغدادی کی اولاد سے ہے ۔ اس کے باپ شیخ علی خاں کلاں اور اس کے چچا بہروز خاں ، شیخ محمد جنیدی کے لڑکے ہیں کہ جن کی لڑکی شیخ منہاج بیجاپوری کو بیاہی تھی اور شیخ منہاج بیجاپور کے امرا میں سے تھا ۔ سترھویں سال جلوس عالمگیری میں جب بہلول خاں نے عبدالکریم خواص خاں کو کہ جو سکندر عادل شاہ کے معاملات کا وکیل تھا ، گرفتار کر لیا اور خود مختار ہو گیا تو چونکہ وہ دکنیوں سے مطمئن نہیں تھا اس لیے اس نے شیخ (شیخ منہاج) کو ایک جماعت کے ساتھ سیوا بھوسلہ کی تنبیہ کے بہانے سے بھیج دیا اور پیچھے سے اس نے خضر خاں پنی کو بظاہر مدد کے لیے اور بباطن شیخ کو قتل کرنے کے لیے متعین کیا ۔ جس دن کہ خضر خاں نے شیخ کو دعوت پر بلایا وہ اس کے مافی الضمیر سے آگاہ ہو گیا تھا ۔ اس نے چستی دکھائی ، خان مذکور (خضر خاں) کو مار ڈالا ۔

۱۔ سورہ ق ، آیت ۳۷ ۔

اور خود اپنی فوج میں چلا گیا ۔ بہلول خاں اپنی فوج کو لے کر پہنچا اور اس نے شیخ سے سخت جنگ کی اور شیخ گلبرگہ آ گیا ۔

پندرھویں سال جلوس عالم گیری[1] میں جب کہ بہادر خاں کوکہ بادشاہ کے حکم کے مطابق اورنگ آباد سے عبدالکریم کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا تو شیخ مذکور آیا اور بادشاہی فوج میں شریک ہو گیا ۔ اور صلح کے بعد کوکلتاش مذکور (بہادر خاں) نے شیخ کو گلبرگہ بھیج دیا ۔ شیخ نے لکھا کہ اگر ایک فوج بھیج دی جائے تو قلعہ فتح ہو سکتا ہے ۔ خان مذکور نے وزیر بیگ پسر قلندر [۸۶۳] خاں قلعہ دار بیدر کو کہ جس کو آخر میں جان نثار خاں کا خطاب ملا تھا ، ایک جماعت کے ساتھ بھیج دیا ۔ شیخ نے قلعے کے اندر جا کر قلعے کے محافظوں کو قید کر لیا اور قلعہ وزیر بیگ کے حوالے کر دیا ۔

جب داؤد خاں نلدرک کے قلعے کو چھوڑ کر بادشاہی فوج میں آ گیا تو بہادر خاں نے اس کی خاطرداری کی وجہ سے شیخ منہاج کو حیدر آباد کے حاکم کے پاس بھیج دیا ، اور حیدر آباد کی فتح کے بعد اسے بادشاہی نوکری میں اعتبار حاصل ہو گیا ۔ وقت مقررہ پر وہ فوت ہو گیا ۔ شیخ محمد جنیدی بیجاپور کے حاکم کے یہاں نوکری کرتا تھا ۔ بیجاپور کی فتح کے بعد وہ بھی بادشاہی نوکری کرنے لگا ۔ اس کے مرنے کے بعد سرداری بہروز خاں کو ملی اور اس کے مرنے کے بعد شیخ علی خاں سردار مقرر ہوا ۔

محمد شاہ بادشاہ کی سلطنت کے شروع میں جب کہ نظام الملک آصف جاہ نے دکن کا بڑا علاقہ سادات بارہہ کے قبضے سے نکال لیا اور دکن کا ہر چھوٹا بڑا اس کے پاس پہنچا تو وہ اس بات کو پسند نہیں کرتا تھا ۔ پہلے دن جب وہ ملاقات کے لیے گیا اور سلام گاہ کے پاس کھڑا ہوا تو اچانک اس پر فالج گر گیا اور وہ اسی بیماری میں مر گیا ۔

۱- بہادر خاں سولھویں سال جلوس عالم گیری میں دکن کو روانہ ہوا ۔ مآثر عالم گیری ، ص ۱۲۳-۱۲۴ (ق) ۔

اس کے بعد سارے کام کا سربراہ شیخ علی خان بہادر مقرر ہوا ۔ وہ ہمیشہ نظام الملک آصف جاہ کی رفاقت میں رہتا تھا ۔ ایک دفعہ وہ ناندیر کی صوبیداری پر فائز ہوا اور اس کو عمدہ منصب ملا ۔ صلابت جنگ کی عمل داری میں اسے نجیب الدولہ کا خطاب [۸٦۴] ملا ۔ لیکن وہ اس بات سے خوش نہیں ہوتا تھا کہ کوئی اس کو اس نام سے یاد کرے ۔ بڑے ڈیل ڈول کا آدمی تھا ۔ لیکن اس کو گھوڑے کی سواری کی خوب مشق تھی ۔ ۱۱۸۲ھ (٦۹-۱۷٦۸ء) میں فوت ہو گیا ۔

اس کا بڑا لڑکا عبدالقادر ہے ؛ اس کے مرنے کے بعد صوبۂ برار کے پرگنہ پاتھری میں اشٹی وغیرہ دیہات کی جاگیرداری اس کو ملی (یہ جاگیرداری) بادشاہی فرامین کے مطابق بطور سیورغال اس کے قبضے میں تھی اور تا حیات اس کے لیے مقرر تھی لیکن اس (عبدالقادر) کا انتقال جلدی ہو گیا ۔ اس کے دوسرے لڑکوں میں کسی نے ترقی نہیں کی ۔

۲۲۴

نجیب الدولہ نجیب خان

وہ قوم کا افغان تھا[1] ۔ وہ جماعہ دار کی حیثیت سے زندگی گزارتا تھا[2] ۔ جس زمانے میں غازی الدین خان عماد الملک اور ابو المنصور خان کے درمیان اختلاف ہوا تو اس نے غازی الدین خان کی نوکری اختیار کر لی ۔ اس کی

۱- نجیب التواریخ کے مؤلف مرزا نصیر الدین نے مختلف شواہد کی روشنی میں اس کی پیدائش کا سن ۱۱۱۹ھ قرار دیا ہے ۔ ملاحظہ ہو نجیب التواریخ قلمی (مملوکہ محمد ایوب قادری) ، ص ۸-۹ ۔ اس کے باپ کا نام اصالت خان عرف سمند خان تھا ۔ ملاحظہ ہو شجرہ نجیب الدولہ مرتبہ عزیز احمد خان راولپنڈی ۱۹۳۸ع ۔ (ق)

۲- پہلے نواب علی محمد خان اور پھر نواب دوندے خان کی فوج میں جماعہ دار تھا ۔ نجیب التواریخ ، ص ۹-۱۰ ۔

دربار میں آر جار ہوگئی اور اسے امتیاز حاصل ہو گیا ۔ عمادالملک کی تجویز سے اسے سات ہزاری منصب اور نجیب الدولہ بہادر ثابت جنگ کا خطاب ملا ۔

۱۱۷۰ھ (۱۷۵۷ع) میں جب (احمد) شاہ درانی دارالخلافہ (دہلی) میں آیا تو آنے کے بعد اس (درانی) نے اس سے ملاقات کی ۔ ہم قوم ہونے کی وجہ سے وہ اہل حل و عقد میں محسوب ہوا [۸۶۵] ۔ اسے عمدہ منصب ملا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ امیرالامرا اور عمادالملک کا حریف قرار پایا[1] ۔

جب عمادالملک فرخ آباد سے لوٹا اور اس نے رگھناتھ راؤ اور ملہار راؤ ہولکر کو دکن سے بلا کر دہلی کا محاصرہ کر لیا تو نجیب الدولہ نے ہولکر سے ساز باز کر لی ۔ وہ اپنا سارا ساز و سامان نکال لایا اور دریائے جمنا کے اس پار اپنے تعلقے کو روانہ ہو گیا[2] ۔ وہاں شکرتال میں دتا سندھیا نے ۱۱۷۳ھ (۱۷۵۹ء) میں اس کو محصور کر لیا ۔ وہ بہت مصیبت میں گرفتار ہو گیا ؛ شجاع الدولہ کی مدد سے اسے اس مصیبت سے نجات ملی ۔ اسی دوران میں شاہ درانی آ گیا ۔ نجیب الدولہ ، شاہ (درانی) کی ہراول فوج میں شامل ہو کر سداسیو راؤ بھاؤ پر حملہ آور ہوا اور اس نے بہادری دکھائی ۔

اس کے بعد جب شاہ عالم بہادر کی سلطنت کی باری آئی اور شاہ درانی اپنے ملک کو چلا گیا تو امیرالامرائی مستقل طور سے اس (نجیب الدولہ) کے لیے مقرر ہو گئی ۔ ۱۱۷۹ھ (۶۶-۱۷۶۵ع) میں اس نے سورج مل کے لڑکے جواہر سنگھ جاٹ سے خوب مقابلہ کیا کہ جو اپنے باپ کی مدد کے لیے شاہجہاں آباد پر حملہ آور ہوا تھا[3] ۔ (نجیب الدولہ نے) شاہ عالم بادشاہ کے صاحبزادے مرزا جواں بخت کو حکومت کی دست آویز بنا رکھا تھا اور وہ استقلال سے دارالخلافہ (دہلی) میں رہتا تھا ۔ میاں دو آب کا بڑا علاقہ

۱۔ فال آف دی مغل امپائر ، جلد دوم (سرکار) ، ص ۱۳۰-۱۳۱ ۔ (پ)

۲۔ ایضاً ، ص ۱۵۲-۱۵۳ ۔

۳۔ ایضاً ، ص ۳۱۷-۳۶۸ ۔

اس کی [۸۶۶] جاگیر میں تھا ۱۱۸۵ھ (۱۷۷۱ع) میں اس کا انتقال ہوگیا[۱]۔

اس کا لڑکا ضابطہ خاں باپ کی جاگیر پر قابض ہوا ۔ جب شاہ عالم بادشاہ صوبۂ الہٰ آباد سے شاہجہاں آباد کی طرف روانہ ہوا تو مجدالدولہ کی وساطت سے کہ وہ نائب وزارت کے منصب پر فائز تھا ، بادشاہ کی طرف سے اسے تسلی دی گئی اور وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ بادشاہ شاہ عالم دارالخلافہ (دہلی) سے بارہ کوس کے فاصلے پر باؤلی میں تھا کہ بادشاہ کے حسب طلب مرزا نجف خاں بہادر نواح اکبر آباد سے آیا اور اس نے شرف باریابی حاصل کیا ۔ اس زمانے میں سرکاری متصدیوں نے صوبہ شاہجہاں آباد کے میاں دوآب کے محالات کے متعلق کہ جو ضابطہ خاں کے قبضے میں تھے ، زرنقایا کے متعلق خان مذکور (ضابطہ خاں) سے حساب طلب کیا ۔ اس نے متصدی کل کے اختلاف اور (نجف خاں) بہادر کے بادشاہی لشکر میں آنے کے بعد مجلس کا رنگ دگرگوں دیکھا اور وہ اپنی کارگزاریوں کی وجہ سے بھی متشکک تھا ، اس لیے رات کے وقت وہ (ضابطہ خاں) بادشاہی لشکر سے فرار ہو گیا ، اور دریائے گنگا کے اس پار غوث گڑھ پہنچا کہ جو مدتوں سے اس کا مسکن و ماوا تھا ۔ اور وہاں قلعہ بند ہو گیا ۔

بادشاہ (شاہ عالم) جب دارالخلافہ (دہلی) میں داخل ہوا تو وہ مرزا نجف خاں کے ہمراہ ایک فوج لے کر اس کے اوپر چڑھ دوڑا ۔ لڑائی ہوئی [۸۶۷] اور اس کے ٹھکانے کا محاصرہ کر لیا ۔ وہ (ضابطہ خاں) قلعے (غوث گڑھ) سے بھاگ کر سکھوں کے پاس چلا گیا کہ پنجاب کے اضلاع میں خود سری اور سرکشی کر رہے تھے اور ملتان سے لاہور تک نیز

---

۱ - یہ تاریخ صحیح نہیں ہے ۔ بیل (ص ۳۰۴) نے نجیب‌الدولہ کی تاریخ انتقال رجب ۱۱۸۴ھ (اکتوبر ۱۷۷۰ء) ، اور سرکار نے (فال آف دی مغل امپائر جلد دوم ، ص ۵۰۴) نے ۳۱ اکتوبر ۱۷۷۰ء بتائی ہے ۔ نجیب‌الدولہ کے سلسلے میں ملاحظہ ہوں ''نجیب آباد'' از مولانا اکبر شاہ خاں ۔ رسالہ عبرت نجیب آباد ، فروری ۱۹۱۶ء تا مئی ۱۹۱۶ء ۔ (ق)

شاہجہاں آباد کے بعض محالات پر قابض ہو گئے تھے ۔ بہت دنوں تک وہ (ضابطہ خاں) ان (سکھوں) کی فوج کی مدد سے شاہی محالات پر لوٹ مار کرتا رہا ۔ مرزا نجف خاں نے اس کی دلدہی کی اور اپنے پاس بلا کر بادشاہ سے اس کی خطاؤں کی معافی کی درخواست کی اور اس کے قدیم محالات میں سے کچھ حصہ اس کو دے کر وہاں کے بندوبست کے لیے روانہ کر دیا ۔ اس تالیف کے زمانے تک وہ زندہ ہے[1] ۔

۲۲۵

نظام الملک نظام الدولہ آصف جاہ

نظام الملک آصف جاہ کا چوتھا لڑکا ہے ۔ اس کا اصلی نام میر نظام علی ہے ۔ اس نے اپنے بزرگ باپ کی سرپرستی میں تربیت حاصل کی اور خان اور اسد جنگ بہادر کا خطاب پایا ۔ چونکہ اس کی پیشانی سے بہادری کے آثار ظاہر تھے اس لیے کم عمری ہی میں شیخ علی خاں بہادر کی اتالیقی میں وہ مرہٹوں کی تنبیہ کے لیے متعین ہوا ۔ صلابت جنگ کی عملداری ۱۱۶۹ھ (۵۶ - ۱۷۵۵ء) میں وہ برار کا صوبیدار مقرر ہوا ۔ اس کے بعد وہ اپنے بھائی (صلابت جنگ) کے پاس اورنگ آباد میں آیا اور ولی عہد مقرر ہوا ۔ جس زمانے میں کہ راؤبالاجی سے بغاوت کے آثار [۸٦۸] ظاہر ہونے تو اس نے اس کا دفعیہ ضروری سمجھا ۔ اس نے اپنے بھائی (صلابت جنگ) کو تو اورنگ آباد میں چھوڑا اور وہ ساری فوج لے کر خود مقابلے کے لیے پہنچا اور آخر میں صلح ہو گئی ۔

اسی زمانے میں فرانسیسیوں کا سردار موسی بوسی کہ جو صلابت جنگ کے ملازموں میں شامل تھا ، حیدر آباد سے آیا ۔ چونکہ اس (نظام‌الدولہ) نے اس (موسی بوسی) کے کارندے حیدر جنگ سے منافقت کے آثار دیکھے

۱- ضابطہ خاں کے لیے دیکھیے عجیب التواریخ ، ص ۱۱۴-۱۴۴ ۔ ضابطہ خاں کا انتقال ۱۷۸۵ء میں ہوا ۔ (ق)

لہٰذا اس نے اس (حیدر جنگ) کو ختم کر دیا اور وہ فوراً برہان پور پہنچا ۔ اس نے وہاں ساز و سامان فراہم کیا اور پھر برار چلا گیا ۔ اس نے جانوجی پسر رگھوجی بھونسلہ سے کئی مرتبہ جنگ کی اور وہاں کا بندوبست کیا ۔ (جانوجی) اس صوبے میں مرہٹوں کی چوتھ وصول کرنے کے لیے مقرر تھا ۔ اس کے بعد وہ صلابت جنگ کی ملاقات کے ارادے سے روانہ ہوا کہ جو اس زمانے میں صوبۂ حیدرآباد کے شہر مچھلی بندر کے پاس ٹھہرا ہوا تھا ۔ جب اس کے چھوٹے بھائی بسالت جنگ کو اس کے آنے کی خبر ہوئی تو وہ اپنے بڑے بھائی (صلابت جنگ) سے علیحدہ ہو گیا اور دریائے کشنا کو عبور کر کے اپنے متعلقہ صوبے کو چلا گیا ، ۱۱۷۳ھ (۶۰ - ۱۷۵۹ء) میں جب بالاجی راؤ نے احمد نگر کے قلعے پر قبضہ کر لیا اور (مزید) ملک کو غصب کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے اس سے جنگ کرنے کی تیاری کی اور (پختہ) ارادہ کر لیا ۔ تقدیر کی بات [۸٦۹] کہ اس کی فوج کے پچھلے حصے کو شکست ہو گئی ، اس کی فوج کے سردار مارے گئے اور زخمی ہوئے ۔ مصلحت وقت کی بنا پر اس نے ساٹھ لاکھ روپیہ مرہٹوں کو دے کر صلح کر لی ۔ اس نے صلابت جنگ سے اجازت لی اور صوبۂ مذکور میں ۔ راجندری کی طرف پیش کشی وصول کرنے کے لیے روانہ ہوا ۔ چونکہ صلابت جنگ کی سرکار کی فوج کی تنخواہ بہت بڑھ گئی تھی اور اس کی ادائی کا کوئی انتظام نہیں ہو سکا تھا لہٰذا صوبۂ حیدر آباد کے چند اضلاع سپاہ کی تنخواہ کی ادائی کے قدر اس نے اپنے نام مقرر کرا لیے اور برسات ہی میں وہ گیا اور صوبۂ مذکور (حیدر آباد) کے مضاف ایلکندل میں اس نے (برسات) گزاری ۔

دوسرے سال جب بالاجی کا بھائی رگھناتھ راؤ ایک فوج لے کر آیا اور اس نے بہت مشکلات پیدا کر دیں تو (نظام الدولہ) نے ہمت نہ ہاری اور وہ لڑائی لڑتا ہوا قصبہ میدک تک پہنچ گیا کہ جو صوبۂ مذکور (حیدر آباد) کے مضافات میں ہے ، اور وہاں مصالحت ہو گئی ۔ اس کے بعد وہ بیدر کی طرف گیا اور اس نے میر مقتدیٰ خاں سے قلعہ لے لیا ۔ چند دن وہ وہاں ٹھہرا اور پھر حیدرآباد کی طرف چلا گیا ۔

اس زمانے میں بسالت جنگ ، صلابت جنگ کو صوبۂ بیجاپور کے زمینداروں سے کہ (بیجاپور) اس سے متعلق تھا (پیشکش کا) روپیہ وصول کرنے کی غرض سے دریائے کشنا کے اس پار لے گیا ۔ چونکہ وہاں کوئی فائدہ نہیں ہوا لہٰذا صلابت جنگ اس کو چھوڑ کر گلبرگہ کے قلعے کو چلا گیا ۔ جب (نظام الدولہ) نے یہ خبر سنی تو وہ فوراً قلعۂ مذکور (گلبرگہ) پہنچا ۔ بھائی کو تسلی دی اور برسات گزارنے کے لیے اپنے ہمراہ (صلابت جنگ کو) [۸۷۰] بیدر لے آیا ۔

چونکہ اسی سال بالاجی فوت ہوا ۔ اس کے بھائی رگھناتھ راؤ اور لڑکے مادھو راؤ میں منافقت تھی ، لہٰذا (نظام الدولہ نے) ان کی تنبیہ کے لیے یہ موقع غنیمت سمجھا اور ۱۱۷۵ھ (۶۲ - ۱۷۶۱ء) میں وہ جنگ کرتا ہوا پونا سے چھ کوس کے فاصلے پر پہنچ گیا کہ جو مرہٹوں کا مسکن اور مرکز تھا اور صلح ہونے کے بعد وہ بیدر واپس چلا آیا ۔

اسی سال دکن کی صوبیداری کی سند بادشاہ (دہلی) کے حضور سے اس کے نام پہنچی ، لہٰذا اس نے بھائی (صلابت جنگ) کو گوشہ نشین کر دیا اور وہ خود اس علاقے (دکن) کے معاملات کا سر براہ بن گیا ۔ دوسرے سال اس نے مرہٹوں کی تادیب کا پختہ ارادہ کیا اور اس نے دریائے بھیمرا کو پار کیا ۔ رگھناتھ راؤ فوج کی کمی کی وجہ سے مقابلہ نہ کر سکا اور بھاگ گیا ۔ اس کے تعاقب میں یلغار کی ۔ یہاں تک کہ کبھی پندرہ کوس اور کبھی بیس کوس پر منزل ہوتی تھی ۔ وہ پایاں گھاٹ برار کی سرحد تک گیا اور وہاں سے مسافت طے کرنے کے بعد صوبۂ اورنگ آباد کے قصبہ پٹن میں پہنچا ۔

جب رگھناتھ راؤ نے لوٹ مار کے ارادے سے حیدر آباد کا رخ کیا تو وہ خود پونا پہنچا ۔ اس نے اس قوم (مرہٹوں) کو سزا دینے اور اس علاقے کو برباد کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ۔ اس کے بعد وہ اوسا کے قلعے میں آیا ، وہاں کچھ بوجھ ہلکا کیا اور اورنگ آباد کے ارادے سے چل دیا ۔ چونکہ دریائے گنگا (گوداوری) میں طغیانی تھی لہٰذا عبور

کرنے کے لیے چند روز انتظار کیا ۔ اس نے فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ۔ ایک حصہ اس کے ساتھ اورنگ آباد [۸۷۱] آ گیا اور دوسرا حصہ اس کے دیوان پیتھل داس کے ہمراہ ادھر ہی رہا ۔ مرہٹوں نے جو موقع کی تلاش میں تھے ، (دوسرے حصے پر) اچانک حملہ کر دیا ۔ کچھ قتل ہو گئے اور باقیوں کو لوٹ لیا ۔ بعد ازاں اس کے اور مادھو راؤ کے درمیان کہ جو اپنے چچا رگھناتھ راؤ پر مسلط ہو گیا تھا ، صلح ہو گئی ۔

۱۱۷۸ھ (۶۵ - ۱۷۶۴ء) میں وہ فوراً قمر نگر کرنول پہنچا کیونکہ وہاں کا تعلقہ دار سر کشی پر آمادہ تھا ۔ مصلحت کے ساتھ اس کو ہموار کیا اور پیشکش وصول کی ۔ کنجی کوٹہ ، تربتی اور دریائے کشنا کے اس طرف سے راستہ طے کیا اور صوبہ گجرات کے مضاف بجوارہ کے قریب اس نے دریائے مذکور (کشنا) عبور کیا ۔ ۱۱۸۲ھ (۶۹ - ۱۷۶۸ء) میں تعلقہ سری رنگ پٹن پہنچا ۔ وہاں کے تعلقہ دار حیدر علی خاں سے کہ جس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے ، معاہدہ کیا اور اس کے ساتھ مل کر کرناٹک حیدر آباد کے نصاریٰ (فرانسیسیوں) پر حملہ کر دیا لیکن اس کا انجام خاطر خواہ نہ ہوا ، لٰہذا پھر مصالحت کی غرض سے حیدر آباد پہنچے ۔

مادھو راؤ مر گیا ، اس کے بھائی نرائن راؤ کو رگھناتھ راؤ نے مار ڈالا اور ۱۱۸۷ھ (۷۴ - ۱۷۷۳ء) میں وہ اس کے ملک میں برے ارادے سے آیا لٰہذا وہ (نظام الدولہ) اپنی موجودہ فوج کے ساتھ بیدر تک آیا ۔ تقریباً ایک ماہ تک توپ [۸۷۲] اور رہکلہ سے لڑائی ہوئی ۔ آخر صلح کے ذریعے معاملہ ختم ہوا ۔

چونکہ رگھناتھ راؤ اس زمانے میں بہت مغرور ہو رہا تھا لٰہذا اس نے ایفائے عہد نہیں کیا اور اس نے واپسی کے وقت بلا دغدغہ اس کے علاقے سے روپیہ وصول کیا ۔ اس زمانے میں راؤ بالاجی کے قدیم کار کنوں نے کہ جو رگھناتھ راؤ کی تلون مزاجی سے بد دل تھے ، اور نرائن راؤ کے ناحق مارے جانے کی وجہ سے دل میں عداوت رکھتے تھے ، (نظام الدولہ سے) رجوع کیا اور مدد کے خواستگار ہوئے ۔ اس نے ان کی امداد کا ارادہ کر لیا اور قلعہ کلیان کے قریب سے قلعہ مرج تک اور وہاں سے برہان پور تک رگھناتھ راؤ

کے تعاقب میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ۔ بارش کا موسم گزارنے کی غرض سے وہ (نظام الدولہ) اورنگ آباد آ گیا ۔

دوسرے سال اس نے پھر اس طرف کا رخ کیا یہاں تک کہ رگھناتھ راؤ دریائے نربدا کے اس طرف چلا گیا ۔ اس کے بعد وہ صوبۂ برار کے معاملات کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوا اور ادھر کا رخ کیا کیونکہ رگھوجی بھونسلہ کے لڑکے ساباجی اور مادھوجی آپس میں بر سر نزاع تھے اور اسماعیل خاں بہادر نائب ناظم سے سر کشی کرتے تھے ۔ وہ (نظام الدولہ) ناگپور تک پہنچا کہ جو رگھو کے لوگوں کی بود و باش کا مقام تھا ۔ اگرچہ ساباجی اس کے پہنچنے سے پہلے اپنے بھائی کے ہاتھ سے مارا گیا لیکن ناگپور سے واپسی کے وقت مادھوجی بھی صلح کو امن کا باعث سمجھا اور دشمنی سے باز آ گیا ۔

اسی زمانے میں اس کی سرکار کا دیوان [۸۷۳] کہ جس کا خطاب رکن الدولہ تھا اور جو بہت اچھے اخلاق کا آدمی تھا ، اسماعیل خاں سپاہی کے ہاتھ سے ۱۱۸۹ھ (۷۶-۱۷۷۵ء) میں مارا گیا ۔ اسماعیل خاں مذکور بھی لشکر کے قریب پہنچ گیا ۔ اس نے سرکار کی فوج سے مقابلہ کیا اور مارا گیا ۔ اس کے بعد سے وہ بہ نفس نفیس سرکاری کاموں کی طرف توجہ دیتا ہے اور ہر کلی و جزوی کام کی خبر رکھتا تھا ۔

سچی بات یہ ہے کہ وہ ملکی تدابیر میں بہت بال کی کھال نکالتا ہے ۔ قبیلہ پروری اور اعزہ کے ساتھ سلوک کرنے میں وہ بہت فراخ دل ہے ۔ دکن کے چھوٹے بڑے اپنی قسمت کے مطابق اس سے فیض یاب ہوتے ہیں ۔ اگرچہ وہ نرم اخلاق اور کم غیض و غضب کا آدمی ہے لیکن اس کی مجلس بہت بارعب ہوتی ہے ۔ اگرچہ اس کی شان و شوکت سلاطین کے درجے کو پہنچی ہوئی ہے لیکن وہ غربا کا خیال رکھتا ہے ۔ سپاہ گری ، تیر افگنی ، برقندازی اور گھوڑے کی سواری کے فنون سے خوب واقف ہے ۔ اللہ سے ڈرنے کے طریقے ہر کار بند ہے اور ہر کام میں اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس کی تمام نیک توفیقات کو رو بعمل فرمائے اور اس کے ساتھ اس کی عمر دراز ہو !

اس کا بڑا لڑکا میر احمد خاں بہادر ہے کہ جس کو امیر الممالک عالی جاہ کا خطاب ملا ہوا ہے۔ اس کی پیشانی سے لیاقت کے آثار ظاہر ہیں۔ دوسرا لڑکا میر اکبر علی خاں عرف میر فولاد خاں ہے۔ اگرچہ کم عمر ہے لیکن اس کے طرز زندگی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ادب شناس ہے۔ اس کے اور بھی اولاد ہے، خدا تعالیٰ ان سب کو اس کے زیر سایہ کامیاب و کامران رکھے[1] [۸۷۴]۔

۲۲۶

(نظام الملک) نواب آصف جاہ غفران پناہ المتخلص بہ آصف[2]

اس کا نانا، شاہجہاں بادشاہ کا وزیر اعظم سعد اللہ خاں ہے[3]، اور اس کا دادا عابد خاں ہے کہ جو سمرقند کا رہنے والا اور شیخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد میں ہے۔ عابد خاں شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں ہندوستان آیا اور وہ شاہزادہ اورنگ زیب کے ملازمین میں شامل ہو گیا اور شاہزادہ (اورنگ زیب) کی تخت نشینی کے بعد وہ بتدریج پنج ہزاری منصب پر سرفراز ہوا، اور دو مرتبہ صدارت کل کے منصب پر فائز ہوا۔ ۲۴ ربیع الاول ۱۰۹۸ھ (۲۹ جنوری ۱۶۸۷ء) کو قلعہ گلکنڈہ کے محاصرے میں گولہ لگنے سے وہ فوت ہو گیا۔

۱- نظام الملک نظام الدولہ کا انتقال ۱۷ اگست ۱۸۰۲ء کو ہوا۔ (پ)

۲- مولوی محمد عبدالجبار خاں ملکا پوری نے آصف کے کلام کا بہت طویل اقتباس دیا ہے۔ ملاحظہ ہو محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن، حصہ اول، ص ۳-۹۳۔ (ق)

۳- شاہجہاں بادشاہ کے وزیر نواب سعد اللہ خاں کے عہد سے نظام علی خاں کے عہد ۱۲۱۱ھ کے (حالات ہیں)۔

اس کا لڑکا میر شہاب الدین عالم گیر کے بڑے امرا میں سے ہے ۔ رفتہ رفتہ اس کو سات ہزاری منصب اور غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ کا خطاب ملا ۔ اس نے جو بہادری اور کوشش بیجا پور کی فتح میں دکھائی تھی اس کے صلے میں اس کے ساتھ القاب میں لفظ 'فرزند ارجمند' کا اضافہ ہوا اور وہ شاہ عالم بادشاہ کے زمانے میں گجرات کی صوبیداری پر فائز ہوا اور وہاں کی حکومت کے زمانے میں [۸۷۵] ۱۱۲۲ھ (۱۷۱۰ء) میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

اس کا لڑکا نواب آصف جاہ ہے کہ اس کا اصلی نام میر قمر الدین ہے ۔ اس کی پیدائش کا سال ۱۰۸۲ھ (۱۶۷۱ء) ہے ۔ عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں اسے چین قلیج خاں کا خطاب اور پنج ہزاری منصب ملا ۔ (عالم گیر کے) آخر زمانے میں وہ بیجا پور کی صوبیداری پر مقرر ہوا ۔ اور شاہ عالم کے زمانے میں اسے 'خان دوراں بہادر' کا خطاب اور اودھ کی صوبیداری ملی ۔ شاہی امرا کے نفاق کی وجہ سے وہ بہت کم مدت میں ترک منصب کر کے آ گیا ۔ درویشانہ لباس پہن کر اس نے دارالخلافہ (دہلی) میں گوشہ نشینی اختیار کر لی ۔

جہاندار شاہ کے زمانے میں وہ گوشہ نشینی سے باہر نکلا اور اسے اصل منصب اور خطاب مرحمت ہوا ۔ محمد فرخ سیر بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں اسے نظام الملک بہادر فتح جنگ کا خطاب ، سات ہزاری منصب اور دکن کی صوبیداری مرحمت ہوئی ۔ جب دکن کی حکومت امیرالامرا حسین علی خاں کے لیے مقرر ہوئی تو وہ دربار میں پہنچا ۔ اس خیال سے کہ وہ بغیر ساز و سامان کے بادشاہ کی طرح بیکار بیٹھے ، اسے بادشاہ کے حضور سے مراد آباد کی حکومت مرحمت ہوئی ۔ رفیع الدرجات کی سلطنت کے زمانے میں اسے مالوہ کی صوبیداری ملی ۔ جب اس نے دیکھا کہ دارالسلطنت کے امرا آپس میں برسر نزاع ہیں تو اس نے دکن کی تسخیر کا ارادہ کیا [۸۷۶] ۔ ۱۱۳۲ھ (۱۷۲۰ء) میں وہ مالوہ سے دکن کی طرف متوجہ ہوا اور طالب خاں سے قلعہ اسیر کو اور محمد خاں انور سے شہر برہان پور کو کہ جو

رفیع الدرجات کے زمانے میں برہان پور کی صوبیداری پر مامور ہوا تھا ، صلح کے ساتھ لے لیا ۔ ۱۳ شعبان سال مذکور (۹ جون ۱۷۲۰ء) کو اس نے سرکار ہنڈیہ کے موضع حسن پور میں سید دلاور خاں پر فتح پائی کہ جو بادشاہ کے حضور سے نواب سے جنگ کرنے کے لیے متعین ہوا تھا ۔ پھر وہ (آصف جاہ) برہان پور واپس آ گیا ۔ ٦ شوال سال مذکور (۳۱ جولائی ۱۷۲۰ء) کو امیرالامرا سید حسین علی خاں کے بھتیجے سید عالم علی خاں پر بالا پور کے قریب فتح حاصل کی کہ جو دکن کا نائب صوبیدار تھا ۔

جب سادات بارہہ کی جماعت ختم ہو گئی اور محمد امین خاں بھی فوت ہو گیا کہ جو سادات کے بعد محمد شاہ بادشاہ کا وزیر ہوا تھا ، نواب (آصف جاہ) ۱۱۳۴ھ (۱۷۲۲ء) میں دکن سے بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور ۵ جمادی الاول (۱۰ فروری ۱۷۲۲ء) کو وہ وزارت کی خلعت سے سرفراز ہوا ۔ فقیر (مؤلف) اس زمانے میں دارالخلافہ (دہلی) میں مقیم تھا ۔ اسی زمانے میں گجرات کے ناظم معز الدولہ حیدر قلی خاں اسفرائنی نے بغاوت کر دی ۔ محمد شاہ بادشاہ نے وزارت اور دکن کی حکومت کے ساتھ ساتھ نواب (آصف جاہ) کو گجرات اور مالوہ کی صوبیداری بھی مرحمت کر دی ، حیدر قلی خاں [۷۷۸] کی مہم بھی اس کے سپرد ہوئی اور وہ گجرات کے قریب جھابوا پہنچا ۔ حیدر قلی خاں نے اپنے میں مقابلے کی طاقت نہ دیکھی اور اس نے خود کو دیوانہ بنا لیا ۔ نواب (آصف جاہ) نے اپنے چچا حامد خاں کو گجرات اور اودھ کی نائب صوبیداری دے دی اور خود (نواب) مالوہ آ گیا اور مالوہ کی نائب صوبیداری اپنے چچا کے لڑکے عظیم الدین خاں کے سپرد کر دی ۔ اسی سال کے جمادی الاولیٰ کے شروع (جنوری ۱۷۲۴ء) میں وہ دارالخلافہ (دہلی) واپس آ گیا ۔ بادشاہ کے دربار کے امرا نہیں چاہتے تھے کہ نواب (آصف جاہ) بادشاہ کے حضور میں رہے ، انھوں نے بادشاہ کے مزاج کو اس سے برگشتہ کر دیا اور ۱۱۳٦ھ (۱۷۲۴ء) میں نواب (آصف جاہ) کی بجائے دکن کی حکومت حیدر آباد کے ناظم مبارز خاں کے سپرد ہوئی ۔ نواب نے ظاہر کیا کہ دارالخلافہ (دہلی) کی آب و ہوا اس کے مزاج کو موافق نہیں ہے اور مراد آباد کی آب و ہوا

موافق ہے کہ پہلے وہاں کی حکومت اس سے متعلق تھی ۔ اس بہانے سے اس نے بادشاہ سے مراد آباد جانے کی اجازت لے لی اور چند منزل طے کرنے کے بعد اس نے دکن جانے کا ارادہ کر لیا اور نہایت تیزی سے وہ دکن پہنچ گیا ۔ مبارز خاں سے مقابلہ و مقاتلہ ہوا اور ۲۳ محرم‌الحرام ۱۱۳۷ھ (یکم اکتوبر ۱۷۲۴ء) کو شکر کھیڑا میں سخت لڑائی ہوئی ۔ مبارز خاں [۷۸۸] مارا گیا اور سارے ملک دکن پر نواب (آصف جاہ) کا قبضہ ہوگیا ۔ جب بادشاہ کے حضور میں یہ خبر پہنچی تو نواب (آصف جاہ) کی معزولی کے بعد مبارز الملک سر بلند خاں تونی صوبۂ گجرات اور گردھر صوبۂ مالوہ پر مقرر ہوا ۔ (اس کے بعد) محمد شاہ بادشاہ نواب (آصف جاہ) کی دل دہی کی طرف متوجہ ہوا ۔ اور ۱۱۳۸ھ (۲۶-۱۷۲۵ء) میں اس کو آصف جاہ کا خطاب مرحمت ہوا ۔ ۱۱۵۰ھ (۳۸-۱۷۳۷ء) میں بادشاہ نے بہت کوشش کر کے نواب کو اپنے حضور میں بلایا ۔ نواب نے اپنے لڑکے نواب نظام الدولہ ناصر جنگ کو دکن کا نائب (صوبیدار) مقرر کیا اور وہ خود بادشاہ کے حضور میں روانہ ہو گیا ۔ سال مذکور کے ماہ ربیع الاول کے آخر (جولائی ۱۷۳۷ء) میں دارالخلافہ (دہلی) میں داخل ہوا ۔ دو مہینے کے بعد محمد شاہ بادشاہ نے نواب (آصف جاہ) کو دشمن (مرہٹوں) کی تنبیہ کے لیے روانہ کیا ۔ راجا جے سنگھ کی بجائے اکبرآباد کی صوبیداری اور باجی راؤ کی بجائے مالوہ کی صوبیداری نواب (آصف جاہ) کو عنایت کی اور (بادشاہ خود) اکبرآباد آیا ۔ (نواب نے) محی الدین قلی خاں کو کہ جو آصف جاہ کا وزیر اور عزیز تھا ، اکبر آباد کا نائب صوبیدار مقرر کیا اور وہ خود مالوہ کو روانہ ہو گیا ۔

چونکہ دریائے چمبل کے کنارے بہت گہرے اور پیچ در پیچ غار ہیں ، اور جب نواب (آصف جاہ) دکن سے آیا تھا تو دریائے چمبل کے کنارے کے چوروں نے لشکر کو بہت ستایا تھا ، اس لیے (اس مرتبہ) نواب نے اکبر آباد کے نیچے دریائے جمنا کو عبور کیا اور پورب کی طرف چلا ۔ بغیر دیکھے ہوئے راستے کی وجہ سے وہ مکن پور سے گزرا اور کالپی کے نیچے دوبارہ دریائے جمنا کو عبور کیا اور بندیلہ کے ملک میں آ گیا ۔

بندیلہ راجا اپنی فوج کے ساتھ اس کے ہم رکاب ہو گیا ۔ (کئی) منزلیں طے کرنے کے بعد صوبۂ مالوہ کےتوابع بھوپال میں [۸۷۹] پہنچے ۔ باجی راؤ بھی دکن سے ایک بہت بڑی فوج لے کر مقابلے کے لیے آ گیا اور اسی سال ماہ رمضان میں بھوپال کے قریب بہت سخت لڑائی ہوئی ۔ چونکہ نادر شاہ کے آنے کی خبر گرم تھی (اس لیے آصف جاہ نے صلح کر لی اور نادر شاہ کے غلبے کے بعد) دوسرے امرا کے مقابلے میں آصف جاہ کے ساتھ بہت اچھا سلوک ہوا ۔ چونکہ امیرالامرا صمصام الدولہ خاندوراں نادر شاہ کی لڑائی میں مارا گیا تھا اس لیے دوسرے مناصب کے ساتھ نواب (آصف جاہ) کو امیرالامرائی کا منصب بھی ملا ۔

اسی زمانے میں دکن کے نائب نواب نظام‌الدولہ ناصر جنگ نے ورغلانے والوں کے بہکانے سے سرکشی اختیار کی ۔ نواب (آصف جاہ) نے اصلاح شر کی عرض سے ۱۱۵۳ھ (۴۱-۱۷۴۰ء) میں ملک کرناٹک کی تسخیر کا ارادہ کیا ۔ پہلے وہ بادشاہ سے اجازت لے کر دکن میں آیا ، اور ۲۰ جمادی‌الاول ۱۱۵۴ھ (۲۴ جولائی ۱۷۴۱ء) کو اورنگ آباد سے پچھم کی طرف باپ اور بیٹے میں جنگ ہوئی ۔ نواب نظام‌الدولہ زخمی ہوا اور اپنے باپ کے قبضے میں آ گیا ۔

نواب (آصف جاہ) نے ۱۱۵۶ھ (۱۷۴۳ء) میں ملک کرناٹک کے فتح کرنے کا ارادہ کیا ۔ پہلے ترچناپلی کے قلعے کا محاصرہ کیا اور اس کو فتح کر لیا ، اس کے بعد ارکاٹ کو لوایت قوم کے قبضے سے نکالا ۔ ۱۱۵۷ھ (۱۷۴۴ء) میں اس نے حیدر آباد کے مضاف بالکنڈہ کے قلعے کا محاصرہ کیا اور مقرب خاں دکنی کے قبضے سے نکال کر [۸۸۰] اپنے قبضے میں لے آیا ۔

۴ جمادی‌الآخر ۱۱۶۱ھ (۲۱ مئی ۱۷۴۸ء) کو برہان پور کے قریب اس کا انتقال ہو گیا ۔ اس کے جنازے کو لائے اور روضۂ منورہ میں کہ جو

۱۔ متن عبارت گنجلک ہے ، یہاں تھوڑی سی عبارت رہ گئی ؛ ملاحظہ ہو متن کا ص ۸۴۵ ۔ (ق)

قلعہ دولت آباد کے قریب ہے ، شاہ برہان الدین غریب کے مزار کے پائین دفن کیا ۔ اسی سال محمد شاہ بادشاہ اور وزیر اعتمادالدولہ قمرالدین خاں نے انتقال کیا ۔ مؤلف نے کہا ہے :

قطعہ

سہ رکن مملکت ہند از جہاں رفتند
فتاد حیف سہ در یگانہ از کف دہر
برائے رحلت این ہر سہ یافتم تاریخ
" نماند شاہ زماں با وزیر و آصف دہر "

۱۱۶۱ھ

نواب (آصف جاہ) ہندوستان کی سلطنت تیموریہ کے بڑے امرا میں سے ہے ۔ وہ عالم گیر کے زمانے سے محمد شاہ بادشاہ کے آخر دور حکومت تک امارت کے منصب پر فائز و کامران رہا اور اس نے تقریباً تیس سال تک دکن کے چھ صوبوں پر حکومت کی کہ جو اتنے عالی قدر بادشاہوں کی سلطنت میں شامل رہا ۔ محمد ساہ کے عہد کے امرا کی جماعت اس کے متعلقین میں سے تھی ۔ وہ سب اس کا نہایت ادب و احترام کرتے تھے ۔ وہ فرشتہ صفت تھا اور نیکی اس کی فطرت میں داخل تھی ۔ اس کی سرکار سے فقرا ، علما ، صلحا اور ارباب استحقاق کو ان کی قسمت کے مطابق ملتا تھا ۔ اس کی قدر دانی کی شہرت سن کر ملک [۸۸۱] عرب ، ماوراء النہر ، خراسان ، عراق اور ہندوستان کے مختلف علاقوں کے علما و مشائخ دکن میں آتے تھے ، اور اس کے مختلف الانواع دستر خوان سے اپنا حصہ لے جاتے تھے ۔

برہان پور کی شہر پناہ اسی کی بنوائی ہوئی ہے کہ جس کی بنیاد ۱۱۴۱ھ (۱۷۲۸ء) میں رکھی گئی اور جو کچھ دنوں میں تیار ہوئی ۔ اس نے فردا پور کی پہاڑی کے اوپر نظام آباد کی بستی تعمیر کرائی کہ جو ایک ویران جگہ تھی ۔ مسجد ، کارواں سرا ، دولت خانہ (محل) اور پل بنوائے ۔ حیدر آباد کے شہر کے لائق اس کی شہر پناہ تعمیر کرائی اور اس نے دریائے پرسول سے ایک نہر نکلوائی کہ جو شہر اورنگ آباد کے درمیان سے

گزرتی ہے -

نواب آصف جاہ کو شعر و شاعری کا بھی ذوق تھا - اس کا ایک ضخیم دیوان ہے - یہ اسی کے اشعار ہیں :

بیت

تا مقابل کرد با خود حسن یار آئینہ را
تازہ آبے آمدہ بر روئے کار آئینہ را [۸۸۲]

ولہ

سوخت با داغ محبت دل دیوانۂ ما
شمع گردید بگرد سر پروانۂ ما[۱]

نواب (آصف جاہ) کا انتقال ہوا تو اس کے چھ لڑکے تھے - میر محمد اور میر احمد ، دونوں ایک ہی ماں سے ہیں - میر سید محمد ، میر نظام علی ، میر محمد شریف اور میر مغل ، یہ چاروں مختلف ماؤں سے ہیں - اور ہر ایک کو عمدہ مختلف خطاب ملے ہوئے ہیں اور وہ صاحب اعزاز ہیں - امتیاز کی غرض سے مؤلف نے پہلے کو امیرالامرا ، دوسرے کو نظام‌الدولہ ، تیسرے کو امیرالممالک ، چوتھے کو آصف جاہ ثانی ، پانچویں کو برہان‌الملک اور چھٹے کو ناصرالملک لکھا ہے -

جب نواب آصف جاہ دکن سے دہلی پہنچا ، اس نے شرف باریابی حاصل کیا اور اس کے اعزاز میں اضافہ ہوا تو نواب آصف جاہ غفران پناہ کے لڑکے امیرالامرا فیروز جنگ غازی‌الدین خاں بہادر نے بادشاہ کے حضور سے اپنے دادا کا خطاب پایا اور ناموری حاصل کی -

جب نواب آصف جاہ ۱۱۵۳ھ (۴۱-۱۷۴۰ء) میں محمد شاہ بادشاہ سے اجازت لے کر دکن کو روانہ ہوا تو اس نے اپنی نیابت میں امیرالامرائی کا

۱- خزانۂ عامرہ از میر غلام علی آزاد بلگرامی (کان پور ۱۹۰۰ء) ، ص ۳۵-۳۹ -

وہ منصب کہ جو خواجہ عاصم صمصام‌الدولہ خاندوراں کے نادر شاہ کی لڑائی میں مارے جانے کے بعد اس کو ملا تھا اپنے لڑکے فیروز جنگ کے سپرد کر دیا۔ نواب آصف جاہ کے مرنے کے بعد [۸۸۳] احمد شاہ کے زمانے میں امیرالامرائی کا منصب بشارت خاں کو ملا۔ اور چند روز کے بعد امیرالامرائی کا خلعت اس (بشارت خاں) کی بجائے شہادت خاں فیروز جنگ کو عنایت ہوا۔

نواب نظام‌الدولہ کی شہادت کے بعد امیرالامرا نے دکن کی حکومت حاصل کرنے کا ارادہ کیا۔ بعض وجوہ کی بنا پر دربار (دہلی) کے امرا پہلے تو راضی نہ ہوئے بعد کو راضی ہوئے۔ جیسا کہ صفدر جنگ کے حالات میں بیان ہوگا، امیرالامرا کو ۳ رجب ۱۱۶۵ھ (۶ مئی ۱۷۵۲ء) کو احمد شاہ کے حضور سے دکن کی حکومت کا خلعت ملا اور وہ عین برسات میں دکن کی طرف روانہ ہوا۔ چوں‌کہ دکن میں تیسرا بھائی امیرالممالک با اقتدار تھا اس (امیرالامرا) نے ہولکر مرہٹہ کو کہ جو ایک بڑی فوج کے ساتھ دہلی کے قریب موجود تھا، اپنا رفیق بنا لیا، اور مسافت طے کرنے کے بعد سال مذکور کے ۲۰ ذی قعدہ (۱۸ ستمبر) کو وہ اورنگ آباد میں داخل ہو گیا۔

امیرالممالک نے کہ جو اس وقت حیدر آباد میں تھا، مقابلے کے لیے مسافت طے کی۔ دشمن (ہولکر مرہٹہ) کو موقع مل گیا۔ اس نے امیرالامرا سے پورا خاندیس اور اورنگ‌آباد کے توابع سگم نیر اور جالنہ وغیرہ مانگے۔ چوں کہ وہ اس ملک میں نیا آیا تھا اور (حالات سے) واقف نہیں تھا اور سب سے بڑی بات یہ کہ اُسے امیرالممالک سے نبٹنا تھا، لہٰذا امیرالامرا نے ملک خاندیس [۸۸۴] وغیرہ کی سند اپنی مہر لگا کر دشمن (ہولکر مرہٹہ) کے حوالے کر دی اور مفت میں اتنا بڑا ملک (مرہٹوں) کے قبضے میں چلا گیا۔

چوں‌کہ یہ بات تقدیر کے قلم نے لکھ دی تھی کہ ملک دکن کی حکومت امیرالممالک کے لیے بحال رہے امیرالامرا اورنگ‌آباد میں داخل ہونے کے سترہ دن بعد ۷ ذی‌الحجہ سال مذکور بوقت شام (۱۶ اکتوبر ۱۷۵۲ء)

فوت ہو گیا ۔ اس کے ساتھی کہ جنھوں نے بہت سی امیدوں کے ساتھ اس کی رفاقت اختیار کی تھی مایوسی کے کنوئیں میں گر گئے ۔ انھوں نے تسلی خاطر کے لیے طے کیا کہ پرامن راستے سے حفاظت کے ساتھ اس کے تابوت کو اورنگ آباد سے دہلی لے جائیں ۔ (تابوت کے) آگے پیچھے وہ خود رہیں ۔ آخر اسی طرح کیا ۔ جنازے کے ساتھ وہ منتشر ہوکر چلے، دہلی پہنچ گئے اور وہیں اس کے جنازے کو دفن کیا ۔

عمادالملک بن امیر الامرا فیروز جنگ بن نواب [۸۸۵] آصف جاہ غفران پناہ ، وزیرالممالک اعتمادالدولہ قمرالدین خاں مرحوم کا نواسا ہے اور اس کا اصلی نام میر شہاب الدین ہے ۔ اس کو موروثی خطاب غازی الدین خاں فیروز جنگ بھی ملا ۔ جب اس کا باپ دکن گیا تو اتفاق سے وہاں فوت ہو گیا ۔ اس کو یہ وحشت اثر خبر دارالخلافہ (دہلی) میں ملی ۔ عمادالملک وزیرالممالک صفدر جنگ کے گھر گیا اور وہاں بیٹھ گیا اور اتنا مغموم ہوا کہ صفدر جنگ کو اس پر رحم آ گیا ۔ اور احمد شاہ (بادشاہ) سے اس کی موروثی امیرالامرائی اس کو دلوا دی ۔ لیکن دونوں میں مخلصانہ تعلقات نہیں رہے ۔ عمادالملک نے چاہا کہ صفدر جنگ کو نقصان پہنچائے چنانچہ اس کی تفصیل صفدر جنگ کے حالات میں آئے گی ۔

عمادالملک نے مذکورہ لڑائی کے دوران ہولکر کو مالوہ سے اور جے آپا کو ناگور سے اپنی مدد کے لیے بلا لیا ۔ لیکن ان (مرہٹوں) کے آنے سے پہلے اس کی صفدر جنگ سے مصالحت ہو گئی ۔ عماد الملک ، ہولکر اور جے آپا تینوں مل کر سورج مل جاٹ پر چڑھ دوڑے اور انھوں نے بھرت پور ، کمیر اور ڈیگ کا کہ تینوں جاٹوں کے علاقے کے مضبوط قلعے ہیں ، محاصرہ کر لیا ۔ چونکہ قلعہ گیری کا عمدہ سامان توپ خانہ ہے ، عماد الملک نے غنیم (مرہٹوں) کی درخواست پر ایک عریضہ احمد شاہ کے حضور میں عاقبت محمود خاں کشمیری [۸۸۶] کے ذریعے بھیجا کہ جو اس کا مدارالمہام تھا ، اور بادشاہ سے توپ خانہ بھیجنے کی درخواست کی ۔

اعتمادالدولہ قمرالدین خاں مرحوم کے بیٹے انتظام الدولہ وزیر نے عمادالملک کی دشمنی میں بادشاہ کو توپ خانہ بھیجنے سے روک دیا ۔

عاقبت محمود خاں نے اکثر بادشاہی منصب داروں اور توپ خانے کے آدمیوں سے یہ وعدہ کیا کہ اگر انتظام الدولہ کا معاملہ ختم ہو جائے تو تمھارے ساتھ ایسا ایسا سلوک کیا جائے گا ۔ اس طرح ان کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اس نے چاہا کہ انتظام الدولہ کو ختم کر دے ۔ ایک دن طے کیا اور سب انتظام الدولہ پر چڑھ دوڑے ۔ خوب ہنگامۂ دار و گیر گرم رہا ۔ اس دن ان کو کامیابی نہ ہوئی اور وہ دامنہ کی طرف فرار ہو گئے ۔ انھوں نے لوٹ مار شروع کر دی ۔ بادشاہی محالات اور منصب داروں کی جاگیروں میں کہ جو دارالخلافہ (دہلی) کے قرب و جوار میں تھیں ، فتنہ وفساد پھیلایا ۔

اسی دوران میں سورج مل جاٹ نے احمد شاہ سے امداد کی درخواست کی کیونکہ اہل محاصرہ نے اس کی حالت خراب کر دی تھی ۔ احمد شاہ بظاہر سیر و شکار اور اس علاقے کے انتظام کے لیے اور بباطن (سورج مل) جاٹ کی مدد کی غرض سے دہلی سے نکلا اور سکندرہ میں قیام کیا ۔ (بادشاہ نے) عاقبت محمود خاں کی کہ جو اس علاقے میں ہنگامے برپا کر رہا تھا ، دل دہی کی اور اس کو اپنے حضور میں بلایا ۔ عاقبت محمود خاں خورجہ سے اکیلا [۸۸ب] بادشاہ کے حضور میں آیا اور پھر خورجہ واپس لوٹ گیا ۔

خدا کی قدرت دیکھیے کہ ہولکر کے ذہن میں یہ آیا کہ احمد شاہ نے توپ خانہ دینے میں تغافل کیا اور اب وہ (دہلی سے) باہر آ گیا ہے لہٰذا چل کر اس کی رسد اور لشکر کی گھاس بند کر دینی چاہیے اور اس کے قافلے کو تنگ کر کے توپ خانہ لینی چاہیے، اور اس نے یہ سوچا کہ یہ کام بغیر کسی ساتھی اور شریک کے کرنا چاہیے ۔ عمادالملک اور جی آپا کو اس نے خبر نہیں کی اور رات کو چل پڑا ۔ متھرا کے گھاٹ سے اس نے دریائے جمنا کو عبور کیا ۔ جس رات کہ عاقبت محمود خاں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور خورجہ کو واپس گیا ، اسی رات ہولکر احمد شاہ کے لشکر کے قریب پہنچا اور اس نے شروع رات میں اتنے بان چھوڑے کہ لوگوں کو خیال ہوا کہ عاقبت محمود خاں از راہ شرارت واپس آ گیا ہے اور اس نے یہ آگ بھڑکا رکھی ہے ۔ انھوں نے اس کو معمولی بات سمجھا ، جنگ کی

تیاری نہیں کی اور بھاگنے کا بھی خیال نہیں کیا ورنہ اتنی خرابی پیش نہ آتی۔ آخر رات میں تحقیق ہوئی کہ ہولکر آ گیا ہے۔ ہاتھ پیر پھول گئے کہ اب نہ جنگ کی تیاری کا وقت ہے اور نہ بھاگنے کا موقع ہے۔ ناچار احمد شاہ، بھاؤ راؤ، صمصام الدولہ میر آتش پسر امیرالامرا صمصام الدولہ خاندوران، بیگمات اور سارے ساز و سامان کو چھوڑ کر چند لوگوں کے ساتھ دارالخلافہ (دہلی) کو چلتے بنے۔ بادشاہ (احمد شاہ) کے بچپن، نا تجربہ کاری اور بے حیثیتی کی وجہ سے تیموری عزت و ناموس کو بہت نقصان پہنچا۔ ہولکر نے آ کر بغیر کسی منازعت کے سلطنت کے تمام ساز و سامان کو لوٹ لیا۔ [۸۸۸] ملکہ زمانیہ دختر فرخ سیر بادشاہ کہ جو محمد شاہ بادشاہ کی ملکہ تھی، اور دوسری بادشاہی بیگمات کو قید کر لیا۔ ہر چند ہولکر نے ان سب کو نہایت احترام سے رکھا لیکن احترام پر خاک پڑے (کیا حاصل؟)۔

جب عماد الملک نے یہ خبر سنی تو وہ محاصرہ چھوڑ کر دارالخلافہ (دہلی) آیا۔ جب جی آپا نے دیکھا کہ یہ دونوں سردار ہولکر و عماد الملک چلے گئے اور وہ تنہا محاصرے کو قائم نہیں رکھ سکتا تو وہ خود بھی محاصرہ چھوڑ کر نارنول چلا گیا، اور سورج مل جاٹ کو خود بخود محاصرے کی مصیبت سے نجات مل گئی۔ عمادالملک نے ہولکر کی مدد اور دربار کے امرا خصوصاً صمصام الدولہ میر آتش کی سازش سے انتظام الدولہ سے وزارت لے لی اور امیرالامرائی صمصام الدولہ میر آتش کو دلوادی۔

جس دن کہ اس نے وزارت لی تو صبح کو (وزارت کا) خلعت پہنا اور دوپہر کو احمد شاہ کو اس کی ماں کے ساتھ قید کر دیا۔ معز الدین جہاندار شاہ کے لڑکے عزیز الدین[1] کو ۱۰ شعبان ۱۱۶۷ھ (۲ جون ۱۷۵۴ء) بروز اتوار تخت سلطنت پر بٹھایا اور عالمگیر ثانی کا لقب دیا اور قید کرنے کے ایک ہفتے بعد احمد شاہ اور اس کی ماں کی آنکھوں میں کہ تمام فساد اسی کی بدولت برپا ہوا تھا، سلائی پھروا دی (اندھا کر دیا) اور کچھ دنوں کے

۱۔ متن میں اعز الدین ہے جو غلط ہے، عزیز الدین ہونا چاہیے۔ (پ)

بعد وہ صوبۂ پنجاب کے ارادے سے لاہور گیا[1] ۔ [۸۸۹]

یہ بات معلوم رہنی چاہیے کہ ۱۱۶۱ھ (۱۷۴۸ء) میں لاہور کی صوبیداری معین الملک کو ملی اور معین الملک کے مرنے کے بعد لاہور کی حکومت اس کی عورت کے پاس گئی ؛ چنانچہ اس کا مفصل بیان شاہ درانی کے واقعات میں ہوا ہے ۔ عمادالملک نے عالم گیرثانی کو دہلی میں چھوڑا اور خود شاہزادہ عالی گہر کی سر براہی میں ہانسی و حصار کے راستے سے لاہور روانہ ہوا ۔ جب وہ لدھیانہ[2] پہنچا تو آدینہ بیگ خاں کے حسب طلب اس نے فوج سید جمیل الدین سپہ سالار اور عباد اللہ خاں کشمیری مدارالمہام کی سرکردگی میں راتوں رات لاہور روانہ کر دی کہ وہاں سے (لاہور کا) چالیس کوس کا فاصلہ تھا ۔ یہ سب بھی ایک رات اور دن میں لاہور پہنچ گئے ۔ (عمادالملک نے) خواجہ سراؤں کو حرم میں بھیجا ؛ انھوں نے بیگم (معین الملک) کو جو غافل سو رہی تھی ، جگایا اور قید کر لیا ۔ محلات سے نکال کر خیمے میں ٹھہرایا ۔ بیگم (معین الملک) عمادالملک کی ممانی تھی اور اس کی لڑکی بھی عمادالملک سے منسوب تھی ۔ عمادالملک نے تیس لاکھ روپے کی پیشکش کے ساتھ لاہور کی صوبیداری آدینہ بیگ خاں کو دے دی اور وہ دہلی واپس آ گیا ۔

جب یہ خبر شاہ درانی نے سنی تو اس کو بہت برا لگا اور وہ قندھار سے فوراً لاہور پہنچا ۔ آدینہ بیگ خاں لاہور سے ہانسی و حصار کے جنگل کی طرف ایسے بھاگا جیسے روز آدینہ (جمعہ کے دن) بچے کتابوں سے آزاد ہو کر بھاگتے ہیں ۔ شاہ درانی نہایت تیزی سے دہلی سے [۸۹۰] بیس کوس کے فاصلے پر پہنچا ۔ عماد الملک کے پاس ساز و سامان نہیں تھا ، اس نے اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا اور وہ شاہ درانی کی خدمت میں حاضر ہو گیا ۔ پہلے وہ معتوب ہوا ، آخر بیگم مذکور (معین الملک) اور درانی کے وزیر

۱۔ اس سلسلے میں ملاحظہ ہو فال آف دی لیٹر مغلس ، جلد دوم ، ص ۵۰-۸۱ ۔

۲۔ متن میں برداانہ ہے جو غلط ہے لدھیانہ ہونا چاہیے ۔

اشرف الوزرا (شاہ ولی خان) کی سفارش سے وہ مامون و محفوظ رہا اور بغیر پیشکش کے اس کو وزارت بھی مل گئی ۔ جب شاہ درانی نے جہاں خان کو سورج مل جاٹ کے قلعوں کی تسخیر کے لیے متعین کیا تو خان جہاں کے ہمراہ عماد الملک بھی گیا اور اس نے میدان جنگ میں خوب بہادری دکھائی اور شاہ (درانی) کے حضور میں تحسین و آفرین کا مستحق ٹھہرا ۔

جب وزارت کے سلسلے میں (عمادالملک سے) پیش کش کی طلبی ہوئی تو عمادالملک نے شاہ (درانی) سے عرض کیا اگر تیموری خاندان کا شاہزادہ اور درانیوں کی ایک فوج میرے ہمراہ کر دی جائے تو میں انترپید (دوآبہ) سے بہت سی رقم وصول کرکے سرکار میں داخل کر دوں ۔ شاہ درانی نے دو شاہزادوں کو دہلی سے طلب کیا ۔ ان میں ایک عالمگیر ثانی کا لڑکا ہدایت بخش اور دوسرا عالم گیر ثانی کے بھائی عزیز الدین کا داماد مرزا بابر تھا اور جانباز خان کو کہ جو اس کے ہم رکاب سرداروں میں سے تھا ، عمادالملک کے ساتھ کر دیا ۔

عمادالملک نے دونوں شاہزادوں اور جانباز خان کے ہمراہ نہایت بے سر و سامانی کی حالت میں دریائے جمنا عبور کیا اور احمد خان پسر محمد خان بنگش کے شہر فرخ آباد میں پہنچا ۔ احمد خان نے استقبال کیا اور خیمہ ، خرگاہ (بڑا خیمہ) ، ہاتھی اور گھوڑے شہزادے کے نذر گزرانے ۔ عماد الملک وہاں سے آگے بڑھا اور دریائے گنگا کو عبور کرکے صوبۂ اودھ کا رخ کیا ۔ اودھ کا ناظم شجاع الدولہ [۸۹۱] جنگ کرنے کے ارادے سے لکھنؤ سے نکل آیا اور وہ سانڈی و پالی کے میدان میں کہ جو صوبہ اودھ کی سرحد پر واقع ہے ، پہنچ گیا ۔ دونوں طرف کے ہراول سپاہیوں میں دو مرتبہ جھڑپیں ہوئیں ۔ آخر سعداللہ خان کی وساطت سے پانچ لاکھ روپے پر صلح ہو گئی جن میں سے کچھ نقد دیے اور باقی کا وعدہ ہو گیا ۔ عمادالملک نے شاہزادے کے ہمراہ ۷ شوال ۱۱۶۰ھ (یکم اکتوبر ۱۷۴۷ء) کو نہایت تیزی سے میدان جنگ سے کوچ کیا اور دریائے گنگا کو عبور کرکے

فرخ آباد آ گیا[۱] ۔

چونکہ شاہ درانی کے لشکر میں وبا پھیل گئی لہٰذا اس نے اکبر آباد کے قرب و جوار سے فوراً ولایت (افغانستان) جانے کا ارادہ کر لیا ۔ جس دن کہ وہ دارالخلافہ کے مقابل پہنچا تو عالم گیر ثانی نجیب الدولہ کے ہمراہ مقصود آباد کے تالاب پر آیا اور شاہ (درانی) سے ملاقات کی اور اس نے عماد الملک کی بہت شکایت کی ۔ لہٰذا شاہ نے ہندوستان کی امیرالامرائی کا منصب نجیب الدولہ کو دیا اور وہ لاہور کے لیے روانہ ہو گیا ۔

نجیب الدولہ افغان قوم سے ہے ۔ چونکہ اس کی پیشانی سے لیاقت کے آثار ظاہر تھے ، لہٰذا عماد الملک نے اس کو اپنی سرکار میں رکھ لیا ۔ جب شاہ درانی ہندوستان آیا تو اس نے اپنے ذاتی جوہر اور ہم قومی کی وجہ سے بادشاہ کا تقرب حاصل کر لیا یہاں تک کہ امیرالامرا ہو گیا اور عماد الملک سے مقابلہ کرنے لگا ۔ اب عماد الملک نجیب الدولہ کو نقصان پہنچانے کی فکر کرنے لگا اور وہ اسی ارادے سے فرخ آباد سے دہلی آیا ۔ اس نے بالا جی راؤ کے سوتیلے بھائی رگھناتھ راؤ [۸۹۲] اور ہولکر کو بہت اصرار کرکے دکن سے بلایا اور ان کے ساتھ مل کر دہلی کا محاصرہ کر لیا ۔ عالم گیر ثانی اور نجیب الدولہ محصور ہو گئے اور پینتالیس روز تک توپ اور رہکلہ کی لڑائی ہوتی رہی ۔ آخر ہولکر نے نجیب الدولہ سے بہت بڑی رشوت لے کر صلح کی ۔ نجیب الدولہ کو اس کے خاندان اور مال و اسباب کے ساتھ وہ قلعے سے نکال لایا ، اپنے خیمے کے قریب ٹھہرایا اور وہ (نجیب الدولہ) اپنے علاقے پر کہ جو دریائے جمنا کے پار ہے قابض ہوگیا ۔ اس کے تعلقے میں سہارنپور ، چاندپور اور بارہہ کے تمام قصبات شامل ہیں ۔

جب مرہٹہ سردار نے نجیب الدولہ کا شکرتال میں محاصرہ کر لیا جس کا بیان شجاع الدولہ کے ضمن میں آئے گا ، تو اس (مرہٹہ) نے عمادالملک

۱۔ فال آف دی مغل امپائر ، جلد دوم ، ص ۱۲۰-۱۳۶ ۔ (ق)

کو دہلی سے مدد کے لیے طلب کیا ۔ عماد الملک خانخاناں انتظام الدولہ سے ناراض تھا اور عالم گیر ثانی سے بھی اس کی صفائی نہیں تھی کہ یہ لوگ خفیہ طور سے شاہ درانی سے خط و کتابت رکھتے ہیں اور میرے اوپر نجیب الدولہ کا غلبہ چاہتے ہیں ۔ پہلے اس نے خانخاناں کو قتل کیا اور تین دن کے بعد ۸ ربیع الآخر ۱۱۶۳ھ (۶ مارچ ۱۷۵۰ء) بروز جمعرات عالم گیر ثانی کو اس نے قتل کر دیا اور اسی تاریخ (محی الملت کو) تخت سلطنت پر بٹھا دیا اور اس کو شاہجہاں کا لقب دیا ۔ وہ محی السنہ بن کام بخش بن عالم گیر بادشاہ کا لڑکا تھا ۔ بادشاہ اور خانخاناں کے قتل کے بعد وہ دتا (مرہٹہ) کے حسب طلب کمک کے لیے روانہ ہوا ۔ [۸۹۳] اور اسی زمانے میں اس علاقے میں شاہ درانی کی آمد آمد کا شور برپا ہوا ۔ دتا (مرہٹہ) شکرتال کے قرب و حوار سے چلا آیا اور وہ شاہ درانی سے مقابلہ کرنے کے ارادے سے سرہند کی طرف روانہ ہوا ۔ عمادالملک شاہجہاں آباد آیا ۔ جب اس نے شاہ درانی کے ہراول دستے کے ساتھ دتا کے مقابلے کی خبر سنی تو اس نے سمجھ لیا کہ درانی غالب اور چچا (دتا مرہٹہ) مغلوب ہوگا کیونکہ اس نے دیکھا کہ جب دو پہلوان آپس میں کشتی لڑتے ہیں تو طاقتور کمزور کو اپنے بازوؤں کی طاقت سے اٹھا کر پچھاڑ دیتا ہے ۔ درانیوں نے یلغار کرکے اس کے چچا (دتا مرہٹہ) کو دہلی کی طرف دھکیل دیا ۔ عمادالملک نے اندازہ لگایا کہ شاہ درانی عنقریب اس کے چچا (دتا) کو ختم کر کے دہلی پہنچ جائے گا ۔ وہ اس کے خوف سے تازہ بادشاہ (محی الملت) کو دہلی میں چھوڑ کر خود سورج مل جاٹ کے پاس چلا گیا ۔

لیکن نواب آصف جاہ غفراں پناہ کا دوسرا لڑکا نظام الدولہ ہے کہ جو امرا میں ایسا ہے جیسے موتیوں کی لڑی کے بیچ میں بیش قیمت موتی ہوتا ہے اور شعرا کے قصیدے کا بہترین شعر ہے ۔ اس کا مفصل حال اس کے بیانہ میں گزر چکا ہے ۔ لیکن یہاں صفحات کی زینت کے لیے مختصر سا حال لکھا جاتا ہے ۔ جب نواب آصف جاہ ۱۱۵۰ھ (۱۷۳۷ء) میں شاہجہاں آباد گیا تو وہ اپنے لائق فرزند (نظام الدولہ) کو دکن میں اپنا نائب مقرر کر گیا ۔

اس نے اپنی نیابت کے زمانے میں باجی راؤ[1] کو مغلوب کیا کہ جو بہت مغرور ہو گیا تھا ، جیسا کہ مرہٹوں کے ضمن میں بیان ہوا ہے ۔ نواب آصف جاہ کے انتقال کے بعد وہ دکن کی حکومت پر سرفراز ہوا اور اس کا رعب [۸۹۴] مرہٹوں پر ایسا غالب آیا کہ انھوں نے اپنی حد سے آگے قدم نہیں بڑھایا ۔ ہندوستان کے بادشاہ احمد شاہ نے سلطنت کے معاملات کی اصلاح کے لیے خاص اپنے ہاتھ سے نظام الدولہ کو شقہ لکھا ۔ نواب (نظام الدولہ) نہایت تیزی سے دریائے نربدا تک پہنچا ۔ اسی دوران میں احمد شاہ کا شقہ (پھر) ملا کہ حضور میں آنے کا ارادہ مسوخ کر دیا جائے۔

مظفر جنگ نے بھی کہ جس کا حال آگے آ رہا ہے ، سرکشی کا ارادہ کیا ۔ نواب نے نربدا سے واپس آ کر ستر ہزار جرار سواروں اور ایک لاکھ پیادوں سے مظفر جنگ کی تنبیہ کا ارادہ کیا اور وہ نہایت تیزی سے نندر پھلجری پہنچا کہ جو اورنگ آباد سے پانسو جریبی کوس کے فاصلے پر ہے ۔ ۲۶ ربیع الآخر ۱۱۶۳ھ (۲۳ مارچ ۱۷۵۰ء) کو معرکہ کارزار آراستہ ہوا ۔ نظام الدولہ فتح یاب ہوا اور مظفر جنگ زندہ گرفتار ہوا ۔ نظام الدولہ نے برسات کا موسم ارکاٹ میں گزارا ۔

کرناٹک کے افغانوں اور ہمت خاں وغیرہ نے کہ جو اس مہم میں نواب (نظام الدولہ) کے ہم رکاب تھے تربیت اور نمک خوارگی کے حقوق کو نظر انداز کر دیا اور ملک و مال کے لالچ میں غداری پر آمادہ ہوگئے ۔ انھوں نے نصاریٰ کے ساتھ مل کر جنتری کے حساب سے ۱۷ محرم ۱۱۶۴ھ (۵ دسمبر ۱۷۵۰ء) اور رویت (ہلال) کے اعتبار سے ۱۶ محرم ۱۱۶۴ھ کو شب خون مارا اور نواب نظام الدولہ کو [۸۹۵] شہید کر دیا ۔ بعض ارباب توفیق نے اس (نظام الدولہ) کے تابوت کو شاہ برہان الدین غریب کے روضے تک پہنچا دیا اور وہ نواب آصف جاہ کی قبر کے پاس دفن ہوا ۔

۱۔ متن میں راجا راؤ ہے ، باجی راؤ صحیح ہے ۔ کیمبرج ہسٹری ، جلد چہارم ، ص ۳۸۳ ۔ (پ)

اس کی شہادت کے بعد لوگوں نے مظفر جنگ کو کہ جو اس کے ہمراہ قید تھا ، دکن کی حکومت پر بٹھا دیا ۔ اس نے پھلچری سے حیدرآباد کا ارادہ کیا ۔ قدرت نے نواب نظام‌الدولہ کے انتقام کے اسباب مہیا کر دیے ۔ مظفر جنگ اور افغانوں کے درمیان نفاق پیدا ہو گیا ۔ جس دن کہ وہ لکریت پلی (لکریدی پلی) میں آ کر مقیم ہوئے اس دن مخالفت کھلم کھلا ظاہر ہو گئی ۔ ۱۷ ربیع‌الاول سال مذکور کو دونوں فریق اپنے اپنے ٹھکانوں سے (میدان میں) آ گئے اور لڑائی کا ہنگامہ گرم ہو گیا ۔ دونوں طرف کے سردار مظفر جنگ اور ہمت خاں وغیرہ کے ساتھ مارے گئے، نواب نظام‌الدولہ کے خون نے ایک دم اپنے قاتلوں کو خاک ہلاکت میں لتھیڑ دیا ۔

مظفر جنگ کا اصلی نام ہدایت محی‌الدین خاں ہے ۔ دو واسطوں سے اس کا نسب صاحب قران ثانی شاہجہاں بادشاہ کے وزیر سعداللہ[1] سے ملتا ہے اور وہ نواب آصف جاہ کا نواسا ہے ۔ نواب آصف جاہ کے زمانے میں وہ بیجا پور کی حکومت پر مقرر ہوا اور نواب نظام‌الدولہ شہید کے عہد میں اس نے مخالفت کی ۔ نواب حسین دوست خاں عرف نواب چندا صاحب کہ جو ارکاٹ کے نوائت کے سرداروں میں سے تھا ، اس سے مل گیا [۸۹۶] اور اس نے ارکاٹ پر قبضہ کرنے کی ترغیب دلائی ۔ مظفر جنگ ارکاٹ پہنچ گیا ۔ وہاں اس نے پھلچری کے رہنے والے فرانسیسیوں کی ایک بڑی جماعت کو نواب چندا صاحب کی وساطت سے اپنے ساتھ ملا لیا اور انورالدین خاں گوپاموی کے اوپر چڑھ دوڑا کہ جو نواب آصف جاہ کے وقت سے ارکاٹ کا ناظم تھا ۔ ۱۶ شعبان ۱۱۶۲ھ (۲۱ جولائی ۱۷۴۹ء) کو سخت خونریز جنگ ہوئی ۔ شہامت جنگ نے بہت بہادری دکھائی مگر مارا گیا ۔

نواب نظام‌الملک (نظام‌الدولہ) کی شہادت کے بعد افغانوں اور فرانسیسیوں نے مظفر جنگ کو ریاست کی مسند پر بٹھا دیا ۔ مظفر جنگ

۱۔ متن میں عبداللہ چھپا ہے جو غلط ہے ۔ (ق)

نے رام داس کو اپنا دیوان مقرر کیا اور (اس کو) راجا رگھناتھ داس کا خطاب دیا ۔ یہ رام داس برہمن ، ایک سپاہی اور سیکاکول کا رہنے والا ہے ۔ نظام الدولہ کی سرکار میں متصدیوں میں ملازم تھا ۔ اس کا (کوئی خاص) مرتبہ نہیں تھا لیکن نواب نظام الدولہ کے قتل میں اس نے بہت کوشش کی تھی اور مظفر جنگ سے محبت (خلوص) کا اظہار کیا تھا ، لہٰذا مظفر جنگ نے اس کو اس مرتبے پر پہنچایا ۔ وہ (رام داس) افغانوں کے ہمراہ پھلچری گیا ، کپتان یعنی وہاں کے حاکم سے ملاقات کی ، فرانسیسیوں کی فوج کی ایک جماعت کو ہمراہ لے کر حیدر آباد روانہ ہوا اور ارکاٹ سے گزر کر افغانوں کے علاقے میں داخل ہوا ۔

قدرت کی نیرنگی دیکھیے کہ مظفر جنگ اور افغانوں کے درمیان اختلاف ہو گیا ۔ جس روز کہ مظفر جنگ لکریت پلی (لکریدی پلی) میں مقیم ہوا ، چھپی ہوئی عداوت [۸۹۷] ظاہر ہو گئی ۔ لڑائی کا آغاز ہوا ۔ ایک طرف سے مظفر جنگ اور فرانسیسی اور دوسری طرف افغان مستعد ہوئے اور معرکۂ کار زار آراستہ ہو گیا ۔ ہمت خاں اور دوسرے افغان سردار مارے گئے اور مظفر جنگ بھی ایک تیر کے زخم سے ختم ہو گیا کہ جو اس کی آنکھ کی پتلی میں لگا تھا ۔ اور یہ سانحہ ۱۷ ربیع الاول ۱۱۶۴ھ (۲ فروری ۱۷۵۱ء) کو واقع ہوا ۔

مظفر جنگ علم کا شائق تھا ۔ تہذیب المنطق اس کو زبانی یاد تھی ۔ شعرا سے وہ کوئی تعلق نہیں رکھتا تھا ۔ اس کی ریاست کے زمانے میں کہ دو ماہ سے زیادہ نہ تھا تقریباً آٹھ روز فقیر (مؤلف) کو بھی اس کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا ۔ رات کو وہ علمی بحث میں مشغول رہتا تھا ۔ اس میں کچھ زیادہ پاکیزگیٔ نفس نہ تھی ۔ جب وہ خود ستائی شروع کرتا تھا تو حاضرین اس کی تائید و تصدیق کرتے تھے ۔

مظفر جنگ کی عمل داری کے زمانے میں بالاجی پونا سے ایک فوج لے کر اورنگ آباد آ گیا ۔ وہاں کے ناظم رکن الدولہ نے پندرہ لاکھ روپیہ دے کر اس مصیبت کو ٹالا ۔ اور یہ رکن الدولہ نواب آصف جاہ کے بڑے

امرا میں سے ہے - ۱۱ رجب ۱۱۷۰ھ (یکم اپریل ۱۷۵۷ء) کو اس کا انتقال ہوا -

مظفر جنگ پہلا شخص ہے کہ جو نصاریٰ (فرانسیسیوں) کو نوکر رکھ کر مسلمانوں کے ملک میں لایا - اس سے پہلے نصاریٰ اپنے بندرگاہوں میں [۸۹۸] رہتے تھے اور اپنی حد سے باہر قدم نہیں نکالتے تھے - نواب نظام‌الدولہ کی شہادت کے بعد مظفر جنگ نے فرانسیسیوں کو نوکر رکھا اور ان کو اپنا مددگار بنایا اور مظفر جنگ کے مارے جانے کے بعد نصاریٰ امیرالممالک کی سرکار میں بھی نوکر ہوئے - سیکاکول ، راج بندری اور دوسرے مقامات کو انھوں نے اپنی جاگیر میں لے لیا - ان کو بہت اقتدار حاصل ہو گیا کہ دکن میں ان ہی کا حکم چلتا تھا - نصاریٰ (فرانسیسیوں) کے سرگروہ موسی بوسی کو عمدۃالملک کا خطاب ملا -

چوں کہ انگریزوں اور فرانسیسیوں میں ہمیشہ سے عداوت ہے ، اور دونوں فرقوں (انگریزوں و فرانسیسیوں) کے بندرگاہ قریب قریب واقع ہیں انگریزوں کو بھی بادشاہی ملک میں مداخلت کا شوق چرایا کہ اَلسّو کو دیکھ کر اَلسّو رشک کرتا ہے - انھوں نے ارکاٹ کے بعض حصوں پر قبضہ کر لیا - بنگالہ پر بھی انھوں نے قبضہ جما لیا - اور بندر سورت کے قلعے پر بھی وہ قابض ہو گئے - ۱۱۷۴ھ (۶۱-۱۷۶۰ء) میں انھوں نے پھلچری (پانڈیچری) کا بھی محاصرہ کر لیا ، اسے فرانسیسیوں کے قبضے سے نکال لیا اور پھلچری (پانڈیچری) کی عمارات کو مسمار کر دیا - سیکاکول ، راج بندری اور دوسرے مقامات کہ جو فرانسیسیوں کی جاگیر میں چلے گئے تھے سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کس طرح ان کے ہاتھ سے آزاد ہوں گے - (اتفاق سے) خود بخود (ان کے قبضے سے) نکل آئے [۸۹۹] -

نواب آصف جاہ غفران پناہ کا تیسرا لڑکا امیرالممالک ہے کہ اس کا اصلی نام سید محمد خاں ہے - پہلے اس کو صلابت جنگ کا خطاب ملا اور پھر عالم گیر ثانی کے عہد میں امیرالممالک (کے خطاب سے) مخاطب ہوا - مظفر جنگ کے قتل کے بعد راجا رگھناتھ داس اور تمام امرا نے اس کو

سردار بنا لیا ۔ راجا نے فرانسیسیوں کی اس جماعت کی کہ جسے مظفر جنگ پھلچری سے نوکر کر کے اپنے ہمراہ لایا تھا ، دلدہی کی اور اسے امیرالممالک کا رفیق بنا دیا ۔ امیرالممالک (بہت سی) منزلیں طے کرنے کے بعد اورنگ آباد میں آیا اور برسات کا موسم اس نے وہیں گزارا ۔ ۱۱ ذی‌الحجہ ۱۱۶۴ھ (۲۰ اکتوبر ۱۷۵۱ء) کو پچاس ہزار سوار لے کر وہ بالا جی کی تنبیہ کے ارادے سے آگے بڑھا ۔ ۱۲ محرم ۱۱۶۵ھ (۲۰ نومبر ۱۷۵۱ء) کو جنگ شروع ہوئی ۔ اسلام کے بہادروں نے لڑتے لڑتے دشمن (مرہٹوں) کو پونا تک پہنچا دیا ، اور مرہٹوں کی ان آبادیوں کو جو راستے میں تھیں جلا کر خاک کر دیا اور دوزخ کا نمونہ سا دیا ۔

ان لڑائیوں میں فرنگیوں (فرانسیسیوں) نے اپنے توپ خانے سے مرہٹوں کو بہت نقصان پہنچایا ۔ خاص طور سے ۱۴ محرم (۲۲ نومبر) کو جب کہ چاندگرہن تھا ، فرانسیسیوں نے مرہٹوں پر شب خون مارا[1] ۔ ان (مرہٹوں) کی بہت بڑی تعداد ماری گئی ۔ بالا جی کہ جو (چاند گرہن کے سلسلے میں) پوجا پاٹ [۔۔۹] کر رہا تھا ، ننگے سر ، گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بھاگا اور اسی میں اس نے اپنی نجات دیکھی ۔ ہتھیار اور سونے کا ساز و سامان مسلمانوں کو غنیمت میں ملا ۔ لیکن آپس کے نفاق اور خانہ جنگی کی وجہ سے ان تمام کارروائیوں اور کوششوں کا انجام کچھ نہ نکلا ۔ جنگ کے خاتمے کے بعد امیرالممالک نے حیدر آباد کا رخ کیا ۔ فرانسیسیوں نے بھالکی[2] کے میدان میں ۱۳ جمادی‌الاخریٰ ۱۱۶۵ھ (۱۷ اپریل ۱۷۵۲ء) کو راجا رگھناتھ داس کو مار ڈالا ۔ نواب امیرالممالک حیدر آباد چلا گیا اور اس کے حسب طلب رکن‌الدولہ اور صمصام‌الدولہ اورنگ آباد سے حیدر آباد پہنچے ۔ رکن‌الدولہ وکیل مطلق مقرر ہوا ۔

۱۔ یہ شب خون آرن گاؤں اور سرولا کے درمیان مارا گیا ۔ کیمبرج ہسٹری آف انڈیا ، جلد چہارم ، ص ۳۸۷ ۔ (ق)

۲۔ متن میں تھالکی چھپ گیا ہے ، بھالکی صحیح ہے ۔ (پ)

اچانک خبر ملی کہ نواب آصف جاہ کے فرزند امیرالامرا فیروز جنگ کو احمد شاہ (دہلی) کے حضور سے دکن کی صوبے داری مرحمت ہوئی ہے اور وہ دکن آ رہا ہے ۔ رکن‌الدولہ نے وکالت سے پہلوتہی کی اور وہ جانو جی نبالکر کے پاس مرملا چلا گیا[1]۔ امیرالامرا ہولکر مرہٹہ کے ہمراہ دکن آ رہا تھا ۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ جانو نبالکر اور بالا جی کی وساطت سے کہ جس کے ساتھ آصف جاہ غفران پناہ کے زمانے سے تعلقات تھے ، امیرالامرا کے پاس پہنچے اور اس کی موافقت و اعتماد حاصل کرے ۔

جب رکن‌الدولہ حیدر آباد سے چلا گیا صمصام‌الدولہ وہاں رہا اور اس کو امیرالامرا کی طرف سے حیدر آباد کی صوبے داری ملی ۔ جب امیرالامرا اورنگ آباد [۱۰۹] پہنچا تو سترہ دن کے بعد اس کا انتقال ہوگیا ۔ ان سترہ دن میں کون سی ایسی خرابی تھی کہ جو ظاہر نہیں ہوئی ۔ مرہٹوں نے کہ جو امیرالامرا کی سرکار میں صاحب اختیار و اقتدار ہو گئے تھے صوبۂ خاندیس ، سرکار سنگم نیر اور جالنہ وغیرہ امیرالامرا سے سند لکھوا کر لے لیے اور اس علاقے سے اسلام کی شان و شوکت اٹھ گئی ۔

امیرالامرا کے مرنے کے بعد مرہٹے امیرالممالک کے ساتھ ہوگئے کہ جو امیرالامرا کے مقابلے کے لیے حیدر آباد سے آیا تھا اور انھوں نے اس ملک کی سند کہ جو امیرالامرا سے لیا تھا ، امیرالممالک سے بھی حاصل کر لی ۔ اس کے بعد رکن‌الدولہ بھی مرملا سے آ گیا اور امیرالممالک کے پاس پہنچ گیا اور وکیل مطلق کے عہدے پر مقرر ہو گیا ۔ صمصام‌الدولہ کو معطل کر کے اورنگ آباد بھیج دیا ۔ جب برسات کا موسم قریب آیا تو امیرالممالک رکن‌الدولہ کے ساتھ اورنگ آباد آ گیا ۔ عمدۃالملک موسی بوسی

۱- متن میں نبالکر کی بجائے ہنالکر اور مرملا کی بجائے کرملا چھپ گیا ہے ۔ (پ)

بھی رکن‌الدولہ کے پاس پہنچ گیا[۱] ۔

۱۴ صفر ۱۱۶۷ھ (۱۱ دسمبر ۱۷۵۳ء) کو وکالت کا عہدہ رکن‌الدولہ کی بجائے صمصام‌الدولہ شاہنواز خان اورنگ آباد (مؤلف کتاب) کو ملا ۔ صمصام‌الدولہ چار سال تک اس جلیل‌القدر منصب کی خدمات انجام دیتا رہا اور اپنی وکالت کے زمانے میں ایسی صائب تدابیر اس نے اختیار کیں کہ کسی طرح مرہٹوں کو اپنی حد سے آگے نہیں بڑھنے دیا اور وہ مطلق سرکشی نہ کر سکے ۔ اس کی تفصیل کتاب ماآثرالامرا کے دیباچے میں پیش کی گئی[۲] ہے [۹۰۲] ۔

میر نظام علی اور میر محمد شریف مدت سے خالی امیر الممالک کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے ، صمصام الدولہ نے ۱۱۶۹ھ (۵۶-۱۷۵۵ء) میں پہلے (میر نظام علی) کو برار کی صوبیداری اور دوسرے (محمد شریف) کو بیجاپور کی صوبیداری امیر الممالک سے دلوائی اور ہر ایک کو ان کے صوبوں کو بھیج دیا ۔ میر. نظام علی کو آخر میں آصف جاہ ثانی کا خطاب ملا ۔ اور محمد شریف کو پہلے شجاع الملک اور پھر برہان الملک کا خطاب ملا ۔

۶ ذی قعدہ ۱۱۷۰ھ (۲۳ جولائی ۱۷۵۷ء) میں وکالت مطلق کا عہدہ صمصام الدولہ کی بجائے برہان الملک کو ملا کہ جو صوبہ بیجا پور سے امیرالممالک کے حضور میں اورنگ آباد آیا تھا ۔ اسی زمانے میں آصف جاہ ثانی ایک شائستہ فوج لے کر برار سے اورنگ آباد آیا اور اس نے برہان الملک کو معطل کرکے ریاست کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیے ۔

چونکہ برہان الملک وکیل مطلق کی حیثیت سے کام کر رہا تھا لہذا اس کا لقب 'ولی عہد' مقرر ہوا ۔ اسی سال بالاجی راؤ فساد کے ارادے سے

۱- متن میں عمدۃ الملک اور موسی بوسی کے درمیان واؤ عاطفہ چھپ گیا ہے جس سے دو آدمی سمجھے جاتے ہیں ، حالانکہ یہ ایک ہی آدمی ہے ۔ موسی بوسی کو مظفر جنگ کا خطاب ملا تھا ۔ ملاحظہ ہو متن ، ص ۸۹۹ - (ق)

۲- ملاحظہ ہو ماآثرالامرا ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۳۹-۴۹ (ق) ـ

اورنگ آباد کے قریب آیا ۔ آصف جاہ ثانی نے نواب امیر الممالک کو قید کرکے اورنگ آباد میں چھوڑا اور وہ خود برہان الملک سے جنگ کرتا ہوا سند کھیر تک آ گیا کہ جو اورنگ آباد سے تیس کوس کے فاصلے پر ہے ۔ آخرکار [۹۰۳] صلح اس پر ہوئی کہ مرہٹوں کو جاگیر مقرر کر دی جائے ۔ دکن کے صوبوں میں سے ستائیس لاکھ روپیہ (سالانہ آمدنی) کا ملک ان کے لیے مل گیا اور مسلمانوں کی حکومت کی شوکت اس علاقے سے اٹھ گئی ۔

نواب آصف جاہ ثانی صلح کے بعد سند کھیر سے اورنگ آباد آ گیا اور موسی بوسی کا مدارالمہام حیدر جنگ فرانسیسیوں کا سرگروہ بن بیٹھا ۔ جب اس نے دیکھا کہ نواب آصف جاہ ثانی کے ہوتے ہوئے اسے اقتدار حاصل نہیں ہو سکتا تو اس نے نواب آصف جاہ ثانی کے ختم کرنے کا ڈول ڈالا ۔ اس نے مختلف حیلوں بہانوں سے ابراہیم خاں گاردی اور نواب آصف جاہ کی ساری فوج کو نواب سے جدا کرکے موسی بوسی کے نوکروں میں داخل کر دیا اور فوج کی تنخواہ کے آٹھ لاکھ روپے کی ادائی بھی اس سے منظور کرالی ۔ نواب (آصف حاہ ثانی) کو (بغیر فوج کے) اکیلا کر دیا ۔ اس کے بعد صمصام الدولہ کو قید کرکے وہ دونوں طرف سے مطمئن ہو گیا اور اس نے چاہا کہ نواب آصف جاہ کو حیدر آباد کی صوبیداری کے بہانے سے حیدر آباد بھیج دے اور پھر گلکنڈہ کے قلعے میں نظر بند کر دے ، پھر اس کو میدان خالی مل جائے گا ۔

اس کو معلوم نہیں تھا کہ تقدیر نے تدبیر کو شکست دے دی ۔ ۳ رمضان ۱۱۷۱ھ (۱۱ مئی ۱۷۵۸ء) بوقت دوپہر حیدر جنگ نواب آصف جاہ کے خیمے میں آیا ۔ نواب آصف حاہ پہلے سے اپنے مشیروں کے ساتھ حیدر جنگ کے قتل کے لیے طے کر چکا تھا ۔ (آصف جاہ ثانی) کی مجلس کے حاضرین اور خاص لوگوں نے حیدر جنگ کو پکڑ لیا اور [۹۰۴] قتل کر ڈالا ۔ نواب آصف جاہ گھوڑے پر سوار ہو کر تنہا لشکر سے نکل آیا ۔ فرانسیسیوں کا سارا توپ خانہ دھرا کا دھرا رہ گیا ۔ اس نے ایسی جرأت دکھائی کہ رستم و اسفندیار کے کارنامے منسوخ ہو گئے ۔

حیدر جنگ کے قتل ہونے سے موسی بوسی اور لشکر کے دوسرے سرداروں کے ہوش اڑ گئے۔ اسی افراتفری میں مفسدوں نے نواب صمصام‌الدولہ (مؤلف) یمین الدولہ اور نواب صمصام الدولہ کے لڑکے میر عبدالنبی خان کو شہید کر دیا ۔ اس ہنگامے کے بعد امیر الممالک ، برہان الملک اور موسی بوسی حیدر آباد آ گئے ۔ حیدر جنگ کے قتل کے بعد نواب آصف جاہ ثانی برہان پور چلا گیا اور ابراہیم خان گاردی کہ جس کو حیدر جنگ نے زبردستی نواب آصف جاہ سے علیحدہ کر دیا تھا ، اس زمانے میں نواب کے پاس پہنچ گیا ۔ نواب آصف جاہ ۱۳ رمضان سال مذکور (۲۱ مئی ۱۷۵۸ء) کو برہان پور کے قریب پہنچا ۔ اس نے شہر کے مالداروں اور محمد انور برہان پوری وغیرہ سے تاوان وصول کیا ۔ خان مذکور (محمد انور خان) تاوان وصول کرنے والوں کی سختی اور تاوان کے غم سے ۱۷ ذی قعدہ سال مذکور (۲۳ جولائی ۱۷۵۸ء) کو فوت ہو گیا اور شاہ برہان الدین غریب کی درگاہ میں دفن ہوا ۔ نواب آصف جاہ برہان پور سے برار چلا گیا اور اس نے قصبہ بسین[1] میں کہ جو برار کے بڑے قصبات میں سے ہے ، چھاؤنی ڈالی ۔ چھاؤنی قائم کرنے کے بعد جانوجی پسر رگھو بھونسلہ مکسدار برار سے لڑائیاں ہوئیں اور آخر میں صلح ہو گئی ۔ اس کے بعد وہ امیر الممالک کے پاس [۵۰۹] پہنچا کہ جو حیدر آباد کے قریب تھا ۔ ملاقات کے بعد تینوں بھائیوں میں لڑائی جھگڑا ہوا ۔ آخرکار صورت یہ ہوئی کہ نواب امیر الممالک اور نواب آصف جاہ ثانی ایک طرف ہو گئے ۔ اور نواب برہان الملک اپنے صوبے بیجا پور کو چلا گیا ۔

۱۸ ربیع الاول ۱۱۷۳ھ (۹ نومبر ۱۷۵۹ء) کو عجب گل کھلا کہ نظام شاہیوں کے پایۂ تخت قلعہ احمد نگر کو سدا سیو نے دو بھائیوں (بالاجی کے چچا کے لڑکوں) کے ساتھ قلعہ دار سے سازش کرکے لے لیا ۔ اور اسی تاریخ کو اس کے آدمی قلعے میں داخل ہو کر قابض ہو گئے ۔

۱۔ متن میں پانم چھپ گیا ہے جو غلط ہے ۔ (پ)

شہر احمد نگر، احمد نظام شاہ کا آباد کیا ہوا ہے کہ ۹۰۰ھ (۹۵-۱۴۹۴ء) میں اس نے اس کی بنیاد رکھی اور اپنے نام پر اس کا نام رکھا اور دو تین سال میں وہ شہر نہایت خوبی کے ساتھ آباد ہو گیا۔ پھر تھوڑے دنوں میں پتھر اور مٹی کی ایک چار دیوری بھی تعمیر ہو گئی اور اس شہر کے اندر اس نے دل کش عمارتیں اور اپنے رہنے کے لیے نقش و نگار کے محل بنوائے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد اس قلعے کی وارث ہوتی رہی۔ شاہزادہ دانیال ابن اکبر شاہ نے سپہ سالار خانخاناں کے ہمراہ ۱۰۰۹ھ (۱۶۰۰ء) کے شروع میں (احمد نگر کے) قلعے کو نظام شاہیوں سے نکال کر اپنے قبضے میں کر لیا۔ اس کے بعد سے تیموری بادشاہوں (دہلی) کے قلعہ دار اس قلعے کی حفاظت کے لیے [۹۰۶] مقرر ہوتے تھے، اور تقریباً دو سو ستر سال کے بعد یہ قلعہ مسلمانوں کے پاس سے کافروں (مرہٹوں) کے قبضے میں چلا گیا۔

اسی سال یادو راؤ نے ایک اور سکیم سوچی اور چاہا کہ مسلمانوں کی ریاست کو دکن سے ختم کر دے اور کافروں کا اقتدار بڑھائے۔ اس نے ابراہیم خاں گاردی کو کہ جو آزر بت تراس سے بھی بد تر تھا، نوکر رکھ لیا تھا۔ یہ ابراہیم خاں ایک کم حیثیت طبقے کا آدمی تھا۔ فرانسیسیوں میں اس نے تربیت حاصل کی اور یورپی طریقے پر قواعد جنگ سیکھے۔ اس کے پاس لڑائی کا سامان اور ایک اچھا توپ خانہ تھا۔ اول اس نے آصف جاہ ثانی کے پاس نوکری کی اور افراط و تفریط کی وجہ سے نواب (آصف جاہ) سے علیحدہ ہو کر مرہٹوں سے مل گیا۔ مرہٹے پونا سے چلے اور ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۱۷۳ھ (۱۱ جنوری ۱۷۶۰ء) کو وہ اودگیر کے قریب (نظام کی) فوج سے مقابل ہوئے۔ اس وقت مرہٹوں کی فوج ساٹھ ہزار تھی۔ امیرالممالک اور آصف جاہ ثانی نے چاہا کہ وہ اودگیر سے دھارور پہنچیں اور بعض سرکاری فوجوں کو کہ جو دھارور کے قریب تھیں اپنے ساتھ لے کر دارالحرب پونا (مرہٹوں کے مرکز) پر چڑھائی کر دیں۔

یہ بات معلوم رہنی چاہیے کہ (مرہٹے) اس سے پہلے قزاقی کی لڑائی لڑتے تھے۔ ان کا یہی ہنر تھا کہ مسلمانوں کے لشکر پر رسد اور چارہ بند کردیتے

تھے اور جب قابو پا لیتے تھے تو ہتھیاروں سے لڑتے تھے اور مسلمانوں کی فوج کا دار و مدار توپ خانے پر تھا کہ وہ لشکر کے گرد توپ خانے سے ایک حلقہ بنا لیتے تھے اور پھر دشمن کا دفعیہ کرتے تھے ۔ اس مرتبہ ابراہیم خاں کی رفاقت کی وجہ [۹۰۷] سے مرہٹوں کے ساتھ جنگ قزاق اور جنگ فرنگی (جنگ توپ خانہ) دونوں ہوئیں ۔ مرہٹوں نے توپ خانہ اپنے ہمراہ لیا ۔ مسلمانوں کی فوج مجموعی طور سے توپ خانے کے گھیرے میں تھی اور اجتماعی طور سے راستہ طے کر رہی تھی ۔ مرہٹوں کے توپ خانے کا تیر کم خالی جاتا تھا اور مسلمانوں کے توپ خانے کا تیر اتفاقیہ وہاں پہنچتا تھا ۔

ابراہیم خاں (گاردی) اگرچہ اپنے کو مسلماں کہتا تھا مگر اس نے اسلام کی شکست پر کمر باندھ رکھی تھی ۔ کوچ اور مقام دونوں حالتوں میں وہ رات دن توپ خانے کو مقابل رکھتا تھا اور کام لیتا تھا ۔ وہ حرکت و سکون اور خواب و بیداری ہر حالت میں توپیں داغتا تھا اور ذرا مہلت نہیں دیتا تھا ۔ اس وجہ سے مسلمانوں کے لشکر میں پریشانی رونما ہوئی اور بڑی تعداد شہید ہو گئی ۔

۶ جمادی‌الاخریٰ سال مذکور (۲۵ جنوری ۱۷۶۰ء) کو مسلمانوں کا لشکر توپ خانے کے گھیرے سے باہر آ گیا اور اس نے ابراہیم خاں اور دوسرے لشکر پر ہلہ بول دیا ۔ تلواروں سے دشمنوں کو مقتول و مجروح کیا اور ابراہیم خاں گاردی کی جماعت کے علم وہ آثار کر لے آئے ۔ اسی طرح وہ لڑتے لڑتے قلعہ اوسا[1] تک پہنچ گئے کہ جو دھارور سے تین کوس کے فاصلے پر ہے ۔ مرہٹوں نے دیکھا کہ اگر مسلمانوں کا لشکر دھارور پہنچ گیا تو وہاں کی فوج ان سے مل جائے گی اور پھر نبٹنا مشکل ہوگا ، ۱۵ جمادی‌الاخریٰ سال مذکور (۳ فروری) کو (مرہٹوں) نے تقریباً چالیس ہزار سواروں کے ساتھ مسلمانوں کے لشکر کے پچھلے حصے پر حملہ کر دیا ۔ چوں کہ دشمن کی جماعت [۹۰۸] بہت زیادہ تھی اور مسلمانوں کی فوج دو

۱۔ متن میں اودیسہ چھپا ہے جو صحیح نہیں ہے ۔ (پ)

تین ہزار سے زیادہ نہ تھی ، بہت کشش و کوشش کے بعد انھوں نے (مسلمانوں کی فوج) کے پچھلے حصے کو لوٹ لیا اور مسلمانوں کو بہت نقصان اٹھانا پڑا ۔ دوسرے دن واپس لوٹنا بھی مشکل ہو گیا ۔ مجبوراً ایسی صلح کرنی پڑی جس میں ہزار فساد شامل تھے ۔

مرہٹوں نے ساٹھ لاکھ روپیہ (آمدنی) کی جاگیر لی کہ جس میں شہر ، پرگنہ اور حویلی کے علاوہ اورنگ آباد کے تمام محالات ، پرسول ، ستارہ ، نصف صوبہ بیدر ، بیجا پور ، قلعہ دولت آباد ، قلعہ آسیر اور قلعہ بیجا پور کہ جن میں سے ہر ایک مسلمان سلاطین کا پائے تخت رہا تھا ، شامل تھے ۔ سرکار خالصہ ، امرا اور منصب داروں کی بہت سی جاگیریں مرہٹوں نے تنخواہ میں لے لیں ۔ تقدیر کی بات ہے قتل عام بھی خوب ہوا ۔ صوبۂ حیدرآباد ، صوبۂ برار اور صوبۂ بیجا پور کے کچھ حصوں اور بیدر کے قلعوں کے علاوہ آصف جاہ کی اولاد کے قبضے میں کچھ نہ رہا اور اس میں بھی (دوسرے لوگ) غالباً چہارم کے حصہ دار تھے۔ ملک کی رگوں میں فاسد خون سرایت کر گیا (مرہٹوں کا عمل دخل ہو گیا) ۔ اگرچہ مسلمانوں کو بہت نقصان اٹھانا پڑا ، لیکن یادو کی وہ خواہش پوری نہ ہوئی کہ یک قلم مسلمانوں کی ریاست دکن سے ختم ہو جائے ۔ چوں کہ اس نقصان کا آغاز قلعہ احمد نگر کے جانے سے ہوا لہٰذا کسی شخص نے ساٹھ لاکھ روپیہ (آمدنی) کے ملک کے جانے کی تاریخ اس طرح کہی ہے [۹۰۹] :

قطعہ

کافر دشمن اسلام گرفت
حصن بسیار حصین از فن
سال تاریخ رقم کرد خرد
رفت احمد نگر و ملک دکن

صلح ہو جانے کے بعد مرہٹوں نے ایک فوج دولت آباد پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجی ۔ وہاں کے قلعہ دار شجاعت جنگ نے کہ جو سید محمد قنوجی کی اولاد میں تھا ، مقابلہ کیا ۔ مرہٹوں نے امیرالممالک کے احکام

کہ جو شجاعت جنگ کے نام تھے ، اس کے آدمیوں کو بلا کر دکھائے اور کہا کہ اس قرارداد کے مطابق کہ جو ہمارے (اور امیرالممالک کے) درمیان ہوئی ہے ، اس کو ماننا چاہیے ۔ ناچار ۱۹ شعبان ۱۱۷۳ھ (۶ اپریل ۱۷۶۰ء) کو (شجاعت جنگ نے) قلعہ مرہٹوں کے آدمیوں کے حوالے کر دیا ۔ کسی شخص نے تاریخ نظم کی ہے :

قطعہ

گرفتند کفار احمد نگر را
دگر دولت آباد حصن علم رفت
خرد سال تاریخ بر لوح گیتی
چنیں زد رقم دولت آباد ہم رفت [۱۰۹۱]

[یہاں یہ بیان قلم بند کیا جاتا ہے کہ دولت آباد کس وقت اور کس طریقے سے مسلمانوں کے قبضے میں آیا]

مؤرخین کا بیان ہے کہ جلال الدین خلجی سلطان دہلی کے بھتیجے اور داماد سلطان علاؤالدین خلجی نے ہندوستان کے بادشاہ بننے سے پہلے یہ سنا کہ دکن کے راجا رام دیو کے پاس مدتوں کا موروثی خزانہ ہے اور وہ ۷۰۴ھ (۱۳۰۴-۵ء) میں ہندوستان سے سات سے آٹھ ہزار تک سوار لے کر دیو گیر یعنی دولت آباد کی تسخیر کے ارادے سے دکن روانہ ہوا اور دور و دراز کی مسافت طے کرنے کے بعد وہ ایلچ پور پہنچا ۔ وہاں سے یلغار کر کے وہ دیو گیر کو روانہ ہوا ۔ رام دیو نے کہ جو غفلت کی شراب میں مست ہو رہا تھا ایک جماعت کو کہ جو اس وقت موجود تھی ، مقابلے اور مدافعت کے لیے بھیج دیا اور دیو گیر سے دو کوس پہلے سلطان کے ہراول سپاہیوں سے ان کا مقابلہ ہوا ۔ چوں کہ دکن کے ہندوؤں نے مسلمانوں کو کبھی دیکھا نہیں تھا اور انھوں نے بہادر مسلمانوں کی تیر اندازی اور لڑائی مشاہدہ نہیں کی تھی اس لیے وہ پہلے حملے ہی کی تاب نہ لا سکے اور دیو گیر کے شہر تک کسی جگہ وہ استقلال نہ دکھلا سکے ۔ رام دیو نے جب یہ حالت دیکھی تو وہ دیو گیر کے قلعے میں محصور ہو گیا اور

سلطان علاؤالدین نہایت تیزی کے ساتھ دیو گیر شہر میں آ گیا ۔ اس نے وہاں کے بہادروں اور [۹۱۱] مال داروں کو قید کر لیا ، اور ان سے ڈیڑھ سو من سونا ، چند من مروارید اور قیمتی ساز و سامان لیا ۔ دو سو ہاتھی اور کئی ہزار گھوڑے خاص رام دیو کے طویلے سے ہاتھ لگے ۔ رسد ختم ہو جانے کی وجہ سے رام دیو نے (سلطان علاؤالدین کے پاس) سفیر بھیجے اور نہایت عاجزی سے صلح کا پیغام دیا اور صلح اس پر ہوئی کہ اس نے دکن کے وزن کے مطابق ایک ہزار من سونا ، سات من مروارید ، دو من مختلف جواہر ، ایک ہزار من چاندی ، چار ہزار ریشمی بوٹے کی بنی ہوئی چادریں ، چاندی ، سونا اور دوسری چیزیں کہ عقل اس کی تصدیق کرنے میں تامل کرتی ہے ، لینی طے کیں ۔ اس نے پیش کش وصول کی ، رام دیو پر ہر سال کا خراج مقرر کر دیا ، قیدیوں کی جماعت کو قید سے رہا کر دیا اور محاصرے سے پچیس دن کے بعد وہ لوٹ پڑا ۔ صحیح و سلامت مال غنیمت لے کر ہندوستان آ گیا ۔ اس نے سلطان جلال الدین کو بھی ختم کیا اور وہ خود (دہلی کے) تخت پر بیٹھ گیا ۔

جب رام دیو نے سرکشی اختیار کی اور تین سال تک اس نے پیشکش اور خراج نہیں بھیجا تو سلطان نے ۷۰۶ھ (۷-۱۳۰۶ء) میں ملک نائب کافور کو کہ جو اس کے عمدہ ترین امرا میں سے تھا ایک لاکھ سوار دے کر دکن کی تسخیر کے لیے روانہ کیا ۔ جب ملک نائب دولت آباد کے قریب پہنچا تو رام دیو نے خود میں مقابلے اور لڑائی کی طاقت نہ دیکھی ۔ اس نے اپنے لڑکے سکندر دیو کو قلعے میں چھوڑا اور خود تمام لڑکوں [۹۱۲] ، تحائف اور ہدیوں کو لے کر قلعے سے نکل آیا اور ملک نائب سے ملاقات کی ۔ ملک نائب اس کو ساتھ لے کر ۷۰۷ھ (۸-۱۳۰۷ء) میں سلطان علاءالدین کی خدمت میں پہنچا ۔ سلطان نے اس پر نوازش فرمائی ۔ سفید چتر ، رائے رایاں کا خطاب اور بہت سے قدیم ملک کے ساتھ دیو گیر کو بھی تفویض کیا ۔ قصبہ نو ساری کو کہ جو سورت بندر کے متصل ہے ، اسے انعام میں دیا ۔ ایک لاکھ نقد تنکہ مرحمت کیا ۔ تمام لڑکوں اور قبیلے کے ساتھ (واپس) جانے کی اجازت دی ۔

رام دیو جب دیوگیر پہنچا تو جس قدر ملک کہ سلطان سے اس کو ملا تھا ، اس پر وہ قابض ہوا اور اس نے تمام عمر اطاعت سے منہ نہیں پھیرا ۔ سلطان نے ۷۰۹ھ (۱۰-۱۳۰۹ء) میں ملک نائب کافور کو ایک بھاری لشکر دے کر دیوگیر کے راستے سے ورنگل کی تسخیر کے لیے بھیجا ۔ جب وہ دیوگیر پہنچا ، رام دیو نے اس کا استقبال کیا اور نہایت شائستہ خدمات انجام دیں اور اس مہم میں بہت مدد کی ۔ ورنگل کی فتح کے بعد ملک نائب نے وہاں کے راجا لکد دیو کو امان دی ۔ اور بھاری پیش کش لے کر وہ ہندوستان (دہلی) واپس لوٹ آیا ۔

۷۱۰ھ (۱۱-۱۳۱۰ء) میں (سلطان نے) پھر ملک نائب کو دکن کے ایک بندرگاہ دھور سمندر کہ جو آج کل سمندر کی طغیانی کی وجہ سے خراب ہو گیا ہے اور بعض دوسرے بندرگاہوں کی تسخیر کے لیے [۹۱۳] بڑا لشکر دے کر روانہ کیا ۔ جب وہ دیوگیر پہنچا تو معلوم ہوا کہ رام دیو مر چکا ہے اور اس کا لڑکا اس کا قائم مقام ہوا ہے ۔ جب اس نے لڑکے میں باپ جیسا اخلاص نہ دیکھا تو بر بنائے احتیاط اس نے ایک فوج جالنہ میں چھوڑی اور آگے بڑھ گیا ۔ تین ماہ کے بعد وہ ان بندرگاہوں تک پہنچا کہ جو اس کے منزل مقصود تھے اور اس ملک کو غارت کر دیا ۔ کرناٹک کے راجا بلال دیو کو گرفتار کر لیا ۔ ملتہا مدت کے جمع کیے ہوئے خزانے اور جواہر اس کو ملے کہ ان کی تعداد اللہ ہی جانتا ہے ۔ وہ سلامتی کے ساتھ جالنہ واپس آ گیا ۔ وہاں اس نے کرناٹک کے (راجا) بلال دیو اور دوسرے مشاہیر کو رہا کر دیا کہ جن کو وہ قید کر کے لایا تھا اور سلطان پور و نذر باد کے راستے سے ۷۱۱ھ (۱۳۱۱ء) میں دہلی پہنچا ۔ تین سو بارہ ہاتھی ، چھیانوے من سونا ، جواہر اور مروارید کے صندوق اور بیس ہزار گھوڑے سلطان (علاء الدین خلجی) کے حضور میں پیش کیے ۔

چند روز کے بعد (ملک نائب کافور نے) سلطان سے عرض کیا کہ رام دیو مر چکا ہے ، مجھے اس کے لڑکے پر اعتماد نہیں ہے ، اگر حکم ہو تو میں دکن جاؤں اور جنگ کر کے اتنے برسوں کا خراج وصول کروں اور رام دیو

کے ملک کو بھی بادشاہی مملکت میں شامل کروں ۔ سلطان نے اس کے التماس کو قبول کیا اور وہ دکن روانہ ہو گیا [۹۱۴] ۔

جب ملک نائب[۱] دیوگیر پہنچا تو اس نے رام دیو کے لڑکے کو گرفتار کر کے قتل کر دیا اور قلعے پر خود قبضہ کر لیا اور اس سر زمین میں اسلامی جھنڈا نصب کر دیا اور رام رام کی بجائے تحیتہ و سلام کا رواج ہو گیا ۔ اس وقت سے یہ قلعہ برابر مسلمانوں کے قبضے میں رہا یہاں تک کہ صاحبقران ثانی شاہجہاں بادشاہ کے ایک امیر مہابت خاں نے ۱۹ ذی الحجہ ۱۰۴۲ھ (۱۷ جون ۱۶۳۳ء) کو یہ قلعہ نظام شاہیوں کے قبضے سے نکال لیا اور اس وقت سے ہندوستان کے شاہان مغلیہ کے قلعدار یکے بعد دیگرے اس قلعے کی حفاظت کرتے رہے اور تقریباً چار سو ساٹھ سال کے بعد یہ قلعہ مسلمانوں کے قبضے سے نکل کر کافروں (مرہٹوں) کے قبضے میں پہنچا ۔

وتلک لایام نداولہا بین الناس[۲]

اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں

راجاؤں کے زمانے میں دیوگیر میں قلعہ ، دروازہ اور خندق مستحکم نہ تھی ؛ مسلمان بادشاہوں نے متعدد قلعے بنوائے اور سلطان محمد بن تغلق شاہ نے دیوگیر کا نام دولت آباد رکھا ۔ قلعے کے چاروں طرف پتھر تراش کر ایک گہری خندق بنوائی اور بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں ۔ اس نے اس کو دارالحکومت بنانے کا ارادہ کیا اور سوچا کہ دہلی کو ویران کر کے وہاں کے رہنے والوں کو یہاں لا کر آباد کرے ۔ آخر کار اس کا یہ منصوبہ پورا نہیں ہوا[۳] ۔

۱- ملک کافور کی مہمات کے لیے ملاحظہ ہو کیمبرج ہسٹری آف انڈیا ، جلد سوم ، ص ۲۱۵ - ۲۱۶ -

۲- سورہ آل عمران ، آیت ۱۳۹ -

۳- ملاحظہ ہو رائز اینڈ فال آف محمد بن تغلق (طبع ۱۹۳۸ء) ، ص ۱۲۱ - ۱۲۳ - (پ)

بیجا پور کا قلعہ دار ساز و سامان نہ ہونے کی وجہ سے استقلال نہ دکھا سکا [۹۱۵] - جیسے ہی کہ مرہٹوں نے امیر الممالک کا حکم حاصل کرکے اس کے پاس بھیجا اس نے قلعہ مرہٹوں کے آدمیوں کے سپرد کر دیا - بیجا پور کا قلعہ یوسف عادل شاہ کا بنوایا ہوا ہے کہ عادل شاہی خاندان کا بانی ہے - پہلے (وہ قلعہ) مٹی کا بنا ہوا تھا ، یوسف عادل شاہ نے ساتویں صدی کے آخر میں مٹی کی دیواروں کو توڑ کر قلعے کو پتھر اور گچ سے بنوایا - اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثا قابض رہے -

عالم گیر نے ذی قعدہ ۱۰۹۷ھ کے شروع (ستمبر ۱۶۸۶ء) میں اس قلعے کو سکندر سے ، کہ جو عادل شاہی خاندان کا آخری حکم ران تھا ، حاصل کیا اور اس وقت سے اس قلعہ کی حفاظت مغلیہ بادشاہوں کے قلعہ‌دار کرتے تھے - دو سو ستر اور کچھ سال کے بعد یہ قلعہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل کر کفار (مرہٹوں) کے قبضہ میں چلا گیا -

لیکن آسیر کے قلعہ دار میر نجف علی خاں نے حمیت اسلام کی بنا پر قلعہ مرہٹوں کے آدمیوں کے حوالے کرنے سے منع کر دیا - مرہٹوں نے اس کا محاصرہ کر لیا - خان مذکور (نجف علی خاں) نے تقریباً ایک سال تک لڑائی لڑی اور قلعے کو قبضے میں رکھا - آخرکار جب رسد ختم ہو جانے کی وجہ سے بہت پریشانی ہو گئی تو ۱۲ ربیع الآخر ۱۱۷۴ھ (۲۱ نومبر ۱۷۶۰ء) بروز جمعہ قلعہ صلح کے ذریعے مرہٹوں کے آدمیوں کے سپرد کر دیا - مؤلف کہتا ہے :

قطعہ

دژ شاہ اسلام کافر گرفت
بدیں شکل فرمان تقدیر رفت [۹۱۶]
دبیر خرد سال تاریخ او
رقم زد عجب حصن آسیر رفت (۱۱۷۴ھ)

آسیر کا قلعہ آسا اہیر کا بنوایا ہوا ہے کہ کثرت استعمال سے (یہ لفظ) مخفف ہو گیا اور درمیان کے تین حروف گر گئے - آسا ایک شخص کا نام اور

اہیر اس کا لقب ہے ۔ اہیر ، ہندی زبان میں گائے چرانے والے کو کہتے ہیں ۔ آسا اہیر خاندیس کے معتبر زمینداروں میں سے تھا ۔ اس کے آبا و اجداد تقریباً سات سو سال سے اس پہاڑی (علاقے میں) رہتے چلے آ رہے تھے اور انھوں نے اپنے مویشیوں اور اموال کی حفاظت کی غرض سے ایک قلعہ پتھر اور مٹی کا بنوایا تھا اور اسی میں رہتے چلے آ رہے تھے ۔ جب آسا اہیر کا زمانہ آیا اور اس نے مویشیوں اور مال کے اعتبار سے اپنے باپ دادا سے زیادہ ترقی کی تو اس نے پرانی چار دیواری کو توڑ ڈالا اور ایک قلعہ پتھر اور گچ سے بنوایا اور قلعہ اسی کے نام سے مشہور ہو گیا ۔

برہان پور کے حکمران نصیر خاں فاروقی نے کہ جو ۸۰۱ھ (۹۹-۱۳۹۸ء) میں تخت نشین ہوا (اس) قلعے کو آسا اہیر کے قبضے سے نکال لیا ۔ اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ آسا کو پیغام بھیجا کہ نکلانہ اور انتور کے راجا نے بہت فوج جمع کر لی ہے اور مجھ سے دشمنی پر آمادہ ہے ، میں چاہتا ہوں کہ تم میرے اہل و عیال کو (اپنے) قلعے میں پناہ دے دو تاکہ میں اطمینان کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کر سکوں ۔ آسا نے یہ بات مان لی ۔ نصیر خاں نے پہلے دن عورتوں کی چند ڈولیاں قلعے میں بھیجیں [۱۹ع] اور ان کو سکھا دیا کہ اگر آسا کی عورتیں تمھارے پاس ملاقات کے لیے آویں تو جس قدر ہو سکے اتنی تواضع کرنا ۔ دوسرے دن اس نے بہادر آدمیوں کو ڈولیوں میں نتھا کر بھیج دیا ۔ جب ڈولیاں قلعے میں داخل ہوگئیں تو سپاہی ایک دم ڈولیوں سے نکل آئے ۔ انھوں نے شمشیریں میان سے نکال لیں اور آسا کے زنان خانہ کی طرف متوجہ ہوئے ۔ اتفاق سے آسا اور اس کے لڑکے غفلت میں مست تھے اور وہ استقبال کے لیے آ رہے تھے ۔ جب آدمیوں سے مڈ بھیڑ ہوئی تو ان کو سب کو قتل کر ڈالا ۔ قلعے کے باقی لوگ امان طلب کر کے باہر نکل آئے ۔ جب نصیر خاں نے یہ خبر سنی تو جس جگہ وہ مقیم تھا وہاں سے نہایت عجلت کے ساتھ وہ آسیر پہنچا ۔ وہ دوبارہ قلعے کی تعمیر میں مصروف ہوا اور شکست و ریخت کو درست کیا ۔ اس وقت سے یہ قلعہ نصیر خاں کی اولاد کے قبضے میں رہا ، یہاں تک کہ ۱۰۰۹ھ (۱-۱۶۰۰ء) میں اکبر بادشاہ نے راجا علی

خاں فاروقی کے لڑکے بہادر سے چھین لیا ۔ اس وقت سے سلاطین تیموریہ کے قلعدار اس کی حفاظت پر مقرر ہوتے چلے آ رہے تھے ۔ چھ سو ساٹھ اور کچھ سال کے بعد یہ قلعہ مسلمانوں کے قبضے سے نکل گیا اور کفار کے قبضے میں پہنچ گیا ۔

الحاصل ساٹھ لاکھ روپے (کی آمدنی) کا ملک اور تین قلعے حاصل کرنے کے بعد بادو بہت مغرور ہو گیا ۔ اس نے ایک بڑے لشکر اور فرنگی توپ خانے کے ساتھ ہندوستان کا رخ کیا تاکہ [۹۱۸] دتا کی شکست کا تدارک کر سکے ۔ وہ اس بات سے غافل تھا کہ تقدیر تدبیر پر خندہ زن ہے ۔ اس کی موت کے قاصد نے اس کی رہبائی کی کہ وہ ہندوستان پہنچا ۔ اگرچہ فوج کا سردار بالاجی راؤ کا لڑکا بسواس راؤ اور مدارالمہام بادو تھا لیکن (حقیقت میں) سب کچھ بادو تھا ۔ جب وہ ہندوستان پہنچے اور شاہ درانی سے جنگ ہوئی تو بسواس راؤ ، بادو اور دوسرے (مرہٹہ) سردار مارے گئے ۔ ساری فوج ، توپ خانے اور بے اندازہ مال کو درانیوں نے خوب لوٹا جیسا کہ شاہ درانی کے واقعات میں مفصل ذکر ہوا ہے ، اور یہ واقعہ ۶ جمادی الاخری ۱۱۷۴ھ (۱۳ جنوری ۱۷۶۱ء) کو وقوع پذیر ہوا ۔ ۱۹ ذی قعدہ سال مذکور (۲۲ جولائی ۱۷۶۱ء) کو دکن میں بالاجی راؤ بھی اپنے لڑکے اور بھائی کے پاس پہنچ گیا (مر گیا) ۔ ریاست اس کے لڑکے مادھو راؤ کو ، کہ جو کم عمر تھا ، اور حقیقی بھائی رگھناتھ راؤ کو ملی ۔

۱۱۷۵ھ (۶۲-۱۷۶۱ء) میں آصف جاہ ثانی نے فوجیں جمع کیں اور وہ امیرالممالک کے ہمراہ بیدر کے قلعے سے کہ وہاں چھاؤنی پڑی ہوئی تھی ، بعض وجوہ کی بنا پر پہلے اورنگ آباد کی طرف متوجہ ہوا ۔ رگھناتھ راؤ اور مادھو راؤ بھی زبردست فوج اور توپ خانہ پونا سے لے کر آ گئے ۔ شاہ گڑھ کے میدان میں مسلمانوں اور کافروں کی فوجیں مقابل ہوئیں ۔ اورنگ آباد تک جھڑپیں ہوتی رہیں ۔ آصف جاہ ثانی نے زائد اسباب و سامان کو اورنگ آباد چھوڑ دیا اور ۲۳ ربیع الاخری ۱۱۷۵ھ (۲۱ نومبر ۱۷۶۱ء) [۹۱۹] کو وہ وہاں سے پونا کے ارادے سے روانہ ہوا اور وہ مرہٹوں کو دھکیلتا

ہوا لے گیا کہ پونا سات کوس رہ گیا ۔ اس نے راستے میں ٹوکا[1] کو جلا کر خاک کر دیا کہ جو دریائے گوداوری کے کنارے ایک شہر ہے ۔ وہاں عالیشان مندر تھے اور مرہٹوں نے اپنی عملداری کے زمانے میں وہاں عالی شان عمارتیں بنوائی تھیں ۔ بتوں کو توڑ ڈالا اور عمارتوں کو ڈھا کر زمین برابر کر دیا ۔ قریب تھا کہ پونا کا بھی یہی حال ہو کہ نواب آصف جاہ غفران پناہ کا چھوٹا لڑکا ناصر الملک کہ جو اپنے بھائی سے کبیدہ خاطر تھا اور راجا رام چندر کہ جو مسلمانوں کے لشکر کا عمدہ سردار تھا ۔ مرہٹوں سے مل گئے اور ۲۷ جمادی الاولیٰ (۲۴ دسمبر ۱۷۶۱ء) کو وہ مسلمانوں کے لشکر سے نکل کر مرہٹوں کے لشکر میں چلے گئے اور وہ کام جو نہیں کرنا چاہیے تھا ، کیا ۔

اس قصے کے بعد مرہٹوں نے مسلمانوں کو بےحقیقت سمجھا اور دوسرے دن چاروں طرف سے چڑھائی کر کے جنگ شروع کر دی ، توپوں کو لا کر گولہ باری شروع کی ۔ مجاہدین اسلام توپ خانے کے زنجیرے سے باہر نکل آئے اور دست بدست لڑائی شروع ہو گئی اور تلواروں کی مار سے دشمن کی صفیں اُلٹ دیں اور بہت سوں کو قتل کر ڈالا ۔ دشمن تاب نہ لا سکا اور میدان سے بھاگ کھڑا ہوا ۔

جب (مرہٹوں) نے دیکھا کہ مسلمان اس قدر دور و دراز کا [۹۲۰] فاصلہ طے کر کے یہاں تک آ گئے کہ پونا سات کوس رہ گیا ہے تو انھوں نے مادھو راؤ کے پاس جا کر فریاد کی اور کہا کہ ہر چند ہم نے مسلمانوں کو روکنے کی کوشش کی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا ۔ کل وہ پونا کو آگ لگا دیں گے ۔ اور پونا کے رہنے والوں نے بھی رگھناتھ راؤ سے فریاد و واویلا کیا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ ہمارے اہل و عیال (اور مال و اسباب) مسلمانوں کے ہاتھوں برباد ہوں ۔ مجبوراً رگھناتھ راؤ اور مادھو راؤ نے سفیروں کو بھیجا اور صلح کا پیغام دیا اور صلح کے نتیجے میں انھوں نے اورنگ آباد کا

۱۔ متن میں توکا کی بجائے لونکر چھپ گیا ہے جو صحیح نہیں ہے ۔ (پ)

ستالیس لاکھ روپے (کی آمدنی) کا ملک اور صوبۂ بیدر آصف جاہ ثانی کو دینا قبول کیا ۔ یہ صلح ۲ جمادی الاخری ۱۱۷۵ھ (۲ جنوری ۱۷۶۲ء) کو ہوئی[۱] ۔ عجیب بات ہے کہ گزشتہ سال اسی تاریخ کو شاہ درانی نے یادو پر فتح حاصل کی تھی ۔

نواب آصف جاہ ثانی نے پونا سے سات کوس کے فاصلے سے کوچ کیا اور وہ راجا رام چندر کے علاقے میں آیا اور اس لغو حرکت کی پاداش میں کہ جو اس سے ظاہر ہوئی تھی ، اس نے اس کے ملک کو لشکر سے پامال کرا دیا ۔ موسم برسات کے شروع میں ۱۳ ذی الحجہ ۱۱۷۵ھ (۶ جولائی ۱۷۶۲ء) کو وہ چھاؤنی کے ارادے سے قلعۂ بیدر میں امیر الممالک کے ہمراہ داخل ہوا ۔ اسی روز اس نے امیر الممالک کو قلعۂ مذکور (بیدر) میں قید کر دیا ۔ وہ ایک سال ، تین ماہ اور چھ روز قید میں رہا اور اس کتاب کی تحریر کے بعد [۹۲۱] ۸ ربیع الاول ۱۱۷۷ھ (۱۵ ستمبر ۱۷۶۳ء) کو وہ فوت ہوگیا اور شیخ محمد ملتانی قدس سرہ کے مرقد کے قریب دفن ہوا اور اس کے انتقال کی تاریخ میر اولاد محمد ذکا نے کہی ہے :

قطعہ

خدیو دکن روح والائے او
بہ پرواز از دام محنت شدہ
رقم کرد تاریخ فوتش ذکا
"امیرالممالک بجنت شدہ"

جب نواب آصف جاہ ثانی قلعہ بیدر میں آیا تو اس کے بعد اس کو شاہ عالی گہر کا فرمان موصول ہوا جس میں اس کے لیے امیرالممالک کی بجائے دکن کی صوبے داری تفویض کی گئی تھی ۔ نواب نے اس کا استقبال کیا اور نہایت تعظیم سے اس کا خیر مقدم کیا ۔ وہ ریاست کی مسند

۱۔ ملاحظہ ہو ، گرانٹ ڈف ، ص ۵۳۵-۵۳۶ ۔ (ق) ۔

پر مستقل طور سے جلوہ افروز ہوا ۔ اس نے راجا پرتاب ونت[1] کو اپنا مختار کل قرار دیا کہ جو سنگم نیر کا رہنے والا ایک برہمن ہے ، اور سارے مالی و ملکی معاملات اس پر چھوڑ دے ۔ ۶ جمادی الاخریٰ سال مذکور (۲ جنوری ۱۷۶۲ء) کو ایک خاص ارادے سے کہ جس کا ذکر عنقریب آئے گا ، رگھناتھ راؤ اور مادھو راؤ نے دارالحرب پونا میں چھاؤنی کی ۔ اسی زمانے میں ان دونوں میں مخالفت ہو گئی اور مادھو راؤ کے متصدیوں نے چاہا کہ [۹۲۲] موقع پا کر رگھناتھ راؤ کو قید کر دیں ۔ رگھناتھ راؤ کو اس بات کی اطلاع ہو گئی ۔ ۳ صفر ۱۱۷۶ھ (۲۴ اگست ۱۷۶۲ء) کو چند سواروں کے ساتھ وہ پونہ سے نکل آیا اور اس نے ناسک کا راستہ اختیار کیا ۔ محمد مراد خاں بہادر اورنگ آبادی کہ جو نواب آصف جاہ ثانی کے عمدہ نوکروں میں سے ہے ، نواب کی طرف سے غنیم (رگھناتھ راؤ) کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے مقرر ہوا ۔ وہ اورنگ آباد میں مقیم رہا ۔ جب اس نے رگھناتھ راؤ کا (پونا سے) نکلنا سنا تو ۱۴ صفر سال مذکور (۴ ستمبر ۱۷۶۲ء) کو وہ اورنگ آباد سے ایک جماعت کے ساتھ نکل کر آیا اور ناسک کے قریب رگھناتھ راؤ سے ملا ۔ رگھناتھ راؤ نہایت بے سر و سامانی اور پریشانی کی حالت میں تھا ۔ محمد مراد خاں بہادر کے آنے کو اپنے حق میں بہت غنیمت سمجھا اور نہایت اعزاز سے اس کے ساتھ پیش آیا ۔ مرہٹہ سرداروں نے محمد مراد خاں کی رفاقت سے سمجھا کہ نواب آصف جاہ رگھناتھ راؤ کی طرف ہے لہٰذا اکثر اس کی طرف ہو گئے اور انھوں نے مادھو راؤ کی رفاقت میں لیت و لعل کیا ۔ اس طرح ایک شائستہ جماعت رگھناتھ راؤ کے ساتھ ہوگئی ۔ ۲۵ ربیع الاخریٰ (۱۳ نومبر ۱۷۶۲ء) کو وہ اورنگ آباد سے احمد نگر آیا ۔ مادھو راؤ بھی ایک فوج لے کر پونا سے نکلا ۔ احمد نگر سے بارہ کوس کے فاصلے پر ۲۵ ربیع الاخریٰ کو مادھو راؤ نے شکست کھائی اور میدان سے بھاگ گیا ۔ دوسرے دن اس نے پناہ چاہی اور اپنے چچا رگھناتھ راؤ [۹۲۳] کے پاس پہنچا ۔

۱۔ متن میں پرماسرت چھپ گیا ہے جو صحیح نہیں ہے ۔ (پ)

نواب آصف جاہ رگھناتھ راؤ کی مدد کے لیے بیدر سے آیا اور وہ میدان جنگ کے قریب پہنچا تھا کہ یہاں معاملہ طے ہو گیا ۔ جب آصف جاہ کی سواری پیر گاؤں پہنچی تو رگھناتھ راؤ بھی وہاں آیا اور جمادی‌الاول سال حال کے پہلے عشرے (نومبر ۱۷۶۲ء) میں آپس میں ملاقاتیں اور ضیافتیں ہوئیں ۔ رگھناتھ راؤ نے پچاس لاکھ روپے کا ملک اور دولت آباد کا قلعہ اس عنایت کے بدلے میں نواب آصف جاہ کو دیا اور اسناد مرتب کر کے سرکار (آصف جاہ ثانی) کے وکیلوں کے سپرد کر دیں ۔

چونکہ یہ شاندار کام محمد مراد خاں کی حسن سعی سے عمل میں آیا ، راجا پرتاب ونت اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ اس کے عمل و دخل سے کسی کا عمل و دخل ملک اور قلعہ دولت آباد میں بڑھ جائے ۔ اس نے صلح ختم کرا دی اور اس نے نواب آصف جاہ کو اس بات کے لیے تیار کر لیا کہ رگھناتھ راؤ کو معطل کر دینا چاہیے اور جانوجی پسر رگھو بھونسلہ مکاسدار برار کو یہ لالچ دے کر بلایا کہ تجھ کو رگھناتھ راؤ کی بجائے سرداری دی جائے گی اور وہ نواب آصف جاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ۔

نواب آصف جاہ غفران پناہ کا چھوٹا لڑکا ناصرالملک کہ جو غنیم (مرہٹوں) کے پاس چلا گیا تھا ، ان کی نا قدردانی کی وجہ سے بہت کبیدہ خاطر ہوا اور ۱۴ شعبان سال حال (۲۸ فروری ۱۷۶۳ء) کو وہ نواب آصف جاہ کے پاس آ گیا ۔ نواب (آصف جاہ) ایک بھاری فوج کے ساتھ رگھناتھ راؤ کی تنبیہ کے لیے متوجہ ہوا ۔ رگھناتھ راؤ نے اپنے میں مقابلے کی طاقت نہ دیکھی ۔ اس نے ملک کی تا راجی اور بربادی کا طریقہ اختیار کیا کہ جو مرہٹوں کا اصل شیوہ ہے ۔ [۹۲۴] اس نے تیس ہزار سواروں کے ساتھ اورنگ آباد پر چڑھائی کر دی اور شہر کے مغربی اطراف میں داخل ہوا اور شہریوں سے بہت روپیہ طلب کیا ۔ اورنگ آباد کے ناظم موتمن‌الملک بہادر نے فوج اور سامان جنگ کی کمی کے باوجود بہت ہوشیاری اور احتیاط سے کام لیا ۔ اس نے قلعے اور شہر پناہ کو مستحکم کیا ۔ اس نے مورچالیہ

محمد مراد خاں بہادر کے حقیقی بھائی ہمت خاں بہادر کوتوال شہر ، دوسرے متصدیوں اور شہر کے لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیں اور نواب آصف جاہ کی کومک کے انتظار میں وہ بہ لطائف الحیل دشمن کو ٹالتا رہا ۔

رگھناتھ راؤ نے یہ بات سمجھ لی اور شہر پر قبضہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا ۔ اس نے قلعے پر چڑھنے کی سیڑھیاں تیار کرائیں اور ۲۰ شعبان سال حال (۶ مارچ ۱۷۶۳ء) کی صبح کو کہ جیسے ہی سورج نکلا لٹیرے اس کی ہمراہی میں شہرپناہ کی باہر کی آبادی پر ٹوٹ پڑے اور اس کو تاخت و تاراج کیا ۔ رگھناتھ راؤ خود فوج کے ساتھ شمال کی طرف کھڑا رہا اور اس کے سپاہیوں نے قلعے کے نیچے زینے کھڑے کیے ۔ وہ ہاتھی (قلعے کی دیوار) کے ساتھ لے آئے ۔ چند آدمی دیوار پر چڑھ گئے اور انھوں نے چاہا کہ دروازے کے تختوں کو کہ جو قلعے کے باغ کی بڑی دیوار میں تھا ، توڑ کر اندر داخل ہو جائیں ۔

ہمت خاں بہادر ، مرزا محمد باقر خاں اور شہر کے تماشائیوں نے بندوق ، پتھر اور جوتوں کی بارش کرنے میں وہ سعی اور کوشش کی کہ بہت سے احمق (مرہٹے) قلعے کی دیوار سے نیچے دھکیل دیے گئے اور دوسری طرف بھی لٹیروں (مرہٹوں) [۹۲۵] کی ایک بڑی جماعت شہریوں کے ہاتھ سے مقتول و مجروح ہوئی ۔ عین معرکۂ کارزار میں جب کہ تیروں اور بندوقوں کی بارش ہو رہی تھی بندوق کی ایک گولی رگھناتھ کے ہاتھیوں میں گری اور اسی گولی نے میدان کارزار کا فیصلہ کر دیا ۔ رگھناتھ راؤ حسرت زدہ اور خاک آلودہ میدان جنگ سے بھاگا اورجب اس نے نواب آصف جاہ کے آنے کی خبر سنی تو وہ نکلانہ کی طرف بھاگ گیا ۔ ۲۶ شعبان سال مذکور (۱۲ مارچ ۱۷۶۳ء) کو نواب آصف جاہ اورنگ آباد میں آیا ۔ جب مرہٹوں نے چاہا کہ برار میں داخل ہو کر تاخت و تاراج کریں تو نواب (آصف جاہ) یکم رمضان (۱۶ مارچ ۱۷۶۳ء) کو طولانی منزلیں طے کرکے بالا پور کے قریب پہنچا اور اس نے راستہ روک لیا ۔ مرہٹے اس طرف سے واپس آ گئے اور شہر اورنگ آباد کے نزدیک سے گزرتے ہوئے حیدرآباد کی طرف متوجہ ہوئے ۔ نواب نے بھی راستہ بدل دیا اور اس نے دریائے

گوداوری تک ان کا تعاقب کیا ۔ وہاں یہ مصلحت قرار پائی کہ تعاقب کی بجائے مرہٹوں کے ملک کو برباد کرنا چاہیے ۔ نواب تعاقب کو چھوڑ کر دارالحرب پونا کی طرف متوجہ ہوا اور احمد نگر کے درے سے گزرنے کے بعد فوج کے گروہ کے گروہ ہر طرف مقرر کر دیے کہ وہ مرہٹوں کے علاقوں اور مساکن کو برباد کر ڈالیں ۔ وہ خود بھی پونا سے دو کوس کے فاصلے پر پہنچ کر مقیم ہو گیا ۔ پونا کے رہنے والے اس سے پہلے ہی بھاگ کر قریب کے قلعوں اور بستیوں میں چلے گئے تھے ۔

فاصبحوا لایری الا مساکنھم[1]

(ترجمہ) پس صبح رہ گئے کہ نظر نہ آتے تھے مگر ان کے (سونے) مکان

لشکر اسلام کے سپاہیوں نے پونا کی عمارتوں کو آگ لگا کر یک قلم خاک سیاہ [۹۲۶] کر دیا اور فوج نے پونا کے اطراف اور ملک کوکن کے تاخت و تاراج کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ۔ سبحان اللہ ! بالاجی اور یادو کے زمانے میں حدود دکن سے لاہور تک کس میں یہ طاقت تھی ان (مرہٹوں) کی گھاس پر بھی ہاتھ ڈال سکے ۔ آج ان کے مال و متاع لوٹے گئے ۔ وہ عمارتیں جو لاکھوں روپے کے صرفے سے بنائی گئی تھیں ، غضب الٰہی کی آگ کا ایندھن بن گئیں ۔ میر اولاد محمد ذکا کہتے ہیں :

قطعہ

آصف جاہ دویم سلیمان اعلام
آبادی قوم برہمن سوخت تمام
تاریخ شنو ز شعلۂ طبع ذکا
آتش زدہ پونہ را سپاہ اسلام ۱۱۸۱ھ

رگھناتھ راؤ حیدر آباد گیا اور یکم ذی قعدہ سال حال (۱۴ منی

۱۔ سورہ الاحقاف ، آیت ۲۵ ۔

۱۱۷۳ھ) کو اس نے شہر (حیدر آباد) پر یورش کی اور شہر پر قبضہ کرنے کی بے حد کوشش کی ۔ حیدر آباد کے ناظم شجاع‌الدولہ بہادر دل خاں اورنگ آبادی نے ایک شائستہ فوج رکھی اور اس نے شہر کا (خوب) بندوبست کیا ۔ اس کے آدمیوں نے بڑی ہمت کے ساتھ جہاد کیا اور توپوں ، بندوقوں اور تیروں کی بارش کو رد کر دیا اور بہت سے غازیوں نے اس کی فوج کو جہنم میں پہنچا دیا ۔ وہاں سے بھی رگھناتھ راؤ مایوس و نامراد لوٹا [۹۲۷] ۔

و

۲۲۷

وزیر جمیل[1]

وہ اکبر بادشاہ کے منصب داروں میں سے ہے ۔ ہفت صدی منصب تک وہ پہنچا اور سفر و حضر میں بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوتا تھا ۔ علی قلی خاں خان زماں کے قتل کے بعد اسے پورب کے علاقے میں جاگیر ملی اور انیسویں سال جلوس اکبری میں وہ خانخاناں منعم بیگ کے ہمراہ بنگالہ کی مہم پر روانہ ہوا ۔ اس صوبے میں اس نے بہت سے کام انجام دیے ۔ اچانک شعبدہ باز آسمان نے فساد برپا کر دیا ۔ اس صوبے کے حاکم مظفر خاں اور قاقشالوں کے درمیان اختلاف ہو گیا ۔

چونکہ وزیر جمیل کی فطرت میں دو رنگی تھی اس لیے پچیسویں سال جلوس اکبری میں اس نے آقا کے پرورش کے حقوق کو نظر انداز کر دیا اور وہ مخالفوں سے مل گیا ۔ کچھ دن وہ ان بد باطنوں کے ساتھ رہا یہاں تک کہ اٹھائیسویں سال جلوس اکبری میں قاقشالوں نے معصوم خاں کابلی

۱۔ آئین اکبری ، جلد اول (طبع دوم ، انگریزی ترجمہ ، ص ۵۲۷-۵۲۸) میں اس کا نام وزیر بیگ جمیل لکھا ہے ۔ (پ)

سے علیحدگی اختیار کر لی اور بادشاہ کے حضور میں عاجزی کا اظہار کیا ۔ معصوم خاں ، قاقشالوں کے اہل و عیال وغیرہ کو لوٹنے کی غرض سے روانہ ہوا ۔

اس صوبے کے حاکم خان اعظم کوکہ نے ترسون محمد خاں کو ایک جماعت کے ساتھ [۹۲۸] قاقشالوں کی مدد کے لیے بھیجا ۔ وزیر جمیل ، خان مذکور (ترسون محمد خاں) کے پاس آیا ۔ انتیسویں سال جلوس اکبری میں وہ دربار میں آیا اور باریابی سے مشرف ہوا ۔ اس وقت سے مرتے دم تک نوکری میں سرگرم رہا ۔

۲۲۸

وزیر خاں ہروی

آصف خاں عبدالمجید[1] کا بھائی ہے کہ اس سے پہلے اس کے حال میں اس واقعے کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب دونوں بھائی خان زماں شیبانی کے پاس سے رہائی پا کر آئے تو وہ کڑہ مانکپور پہنچے ۔ وزیر خاں فوراً آگرہ چلا گیا ۔ جس زمانے میں کہ اکبر بادشاہ ملک پنجاب میں تھا اور مظفر خاں دیوان اعلیٰ بادشاہ کے حسب الحکم حضور میں روانہ ہوا تو خان مذکور (وزیر خاں) دہلی میں اس کے ساتھ شامل ہو گیا ۔ اس نے بادشاہی عنایات کا امید وار بنا کر اسے اپنے ساتھ لے لیا ۔ جب وہ (مظفر خاں) بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا تو دونوں بھائیوں کی خطاؤں کی معافی کے لیے درخواست کی ۔ بادشاہ نے جرم بخشی اور مجرم نوازی فرمائی ، اس پر از سر نو شاہی نوازش ہوئی ۔ اور آصف خاں کے نام بھی مہربانی کا فرمان صادر ہوا ۔

جب گجرات کے ناظم مرزا کوکہ پر بادشاہی عتاب ہوا تو اکیسویں

۱۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۸۸۔ ۹۳ - (ق)

سال جلوس عالم گیری میں اگرچہ (گجرات کی) نظامت مرزا خاں کے نام مقرر ہوئی ، لیکن اس صوبے (گجرات) کے تمام (ملکی و مالی) معاملات وزیر خاں کی رائے پر موقوف [۹۲۹] تھے ۔ جب مرزا خاں بادشاہ کے حضور میں آ گیا تو سپہ سالاری بھی اس کو مل گئی ۔

جب بائیسویں سال جلوس اکبری میں معلوم ہوا کہ وزیر خاں کی بے پروائی سے اس علاقے (گجرات) میں فتنہ و فساد اور بد امنی ہے تو راجا ٹوڈرمل کہ تجربہ کاری اور بہادری میں یکتائے روزگار تھا ، اس کی مدد کے لیے مقرر ہوا ۔ اتفاق سے اسی سال مہر علی کولابی نے کہ جو ابراہیم حسین باغی کے ملازموں میں سے تھا ، اس کے کم عمر لڑکے مظفر حسین کو دکن سے لا کر سرکشی شروع کر دی ۔ وزیر خاں اگرچہ مقابلے کی جرأت نہیں کر رہا تھا لیکن راجا (ٹوڈر مل) کی بہادری اور ہمت نے جیسا کہ اس (راجا) کے بیان میں ذکر ہوا ہے[1] ، دشمن کو بھگا دیا ۔ جب راجا بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو مہر علی نے دوبارہ فتنہ و فساد شروع کر دیا ۔ وزیر خاں جنگ کے ارادے سے احمد آباد سے آیا ۔ بہت سے ذلیل نوکر اس سے علیحدہ ہو کر دشمن (مہر علی) سے مل گئے ۔ مجبوراً وہ (وزیر خاں) شہر میں واپس آ کر قلعہ بند ہو گیا ۔ اس فتنہ پرداز (مہر علی) کی ہمت بڑھ گئی اور اس نے محاصرہ کر لیا ۔ جس دن کہ محصورین کی سازش سے اس نے زینے لگا کر داخل ہونے کی کوشش کی اسی روز تقدیر کی بات کہ مہر علی کے ایک گولہ لگا اور وہ مارا گیا ۔ مظفر حسین مرزا ناتجربہ کاری کی وجہ سے ہمت ہار بیٹھا اور بھاگ کھڑا ہوا ۔

چونکہ گجرات کے معاملات وزیر خاں سے درست نہ ہو سکے اور بد امنی کے علاوہ وہاں بے انصافی [۹۳۰] بھی شروع ہو گئی ، اس لیے (وزیر خاں) معزول کر دیا گیا اور وہ بادشاہ کے حضور میں آ گیا ۔ پچیسویں

۱۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد دوم (اردو ترجمہ) ، ص ۱۲۵۔ ۱۲۷ - (ق)

سال جلوس اکبری میں منصور شیرازی کی بجائے اسے وزارت کا منصب ملا اور اسی زمانے میں اسے اودھ کی حکومت بھی سپرد ہوئی ۔ اٹھائیسویں سال جلوس اکبری میں جب خان اعظم ، معصوم خاں عاصی کے دفعیہ اور بنگالہ کو دشمنوں کے قبضے سے نکالنے کے لیے متعین ہوا تو وزیر خاں اس کی کومک کے لیے نامزد ہوا ۔

معصوم خاں کی شکست کے بعد ، وہاں (بنگالہ) کی آب و ہوا کی ناسازگاری کی وجہ سے جب مرزا کوکہ صوبہ بہار میں چلا آیا تو وہاں کے لشکر کی سپہ سالاری اس وقت تک کے لیے وزیر خاں کے سپرد ہوئی جب تک وہاں بادشاہ کے حضور سے (دوسرا) صوبیدار نہ پہنچے ۔ خاں مذکور (وزیر خاں) نے قتلو خاں لوہانی پر کہ جس نے صوبہ اڑیسہ پر قبضہ جما لیا تھا ، فوج کشی کر دی ، اور اس کو جنگلوں میں بھگا دیا ۔ مجبوراً قتلو خاں نے انتیسویں سال جلوس اکبری میں پیشکش ارسال کر کے اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا ۔ وزیر خاں نے اڑیسہ اس کے سپرد کر دیا اور وہ خود ٹانڈہ چلا آیا ۔ اس نے صادق خاں اور شہباز خاں کنبو کو مدد دی اور اس ملک کے انتظام و انصرام میں کوشش کی ۔

اکتیسویں سال جلوس اکبری میں ہر صوبہ دو تجربہ کار امیروں کے سپرد ہوا کہ اگر ایک بادشاہ کے حضور میں آئے یا بیمار پڑ جائے تو دوسرا اس کا کام انجام دے سکے ۔ (اس موقع پر) بنگالہ کی حکومت وزیر خاں کے اور محب علی خاں کے سپرد ہوئی ۔ بتیسویں سال جلوس اکبری ۹۹۵ھ (۱۵۸۷ء) میں مرض اسہال [۱۳۹] میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

وہ چار ہزاری امرا میں سے تھا ۔ اس کے مرنے کے بعد شہباز خاں نے کہ جو اس زمانے میں اس علاقے کی فوج کا بخشی تھا ، اس کے ملازموں (سپاہیوں) کو اس کے لڑکے محمد صالح کے سپرد کر دیا ۔ چونکہ سرداری اور سپہ سالاری میں ، رشتہ داری اور بزرگوں کی شائستہ کرداری کارگر نہیں ہوتی ہے ، جب تک کوئی شخص زمانے کا مزاج شناس ، فراخ حوصلہ ، خیر اندیش اور ہر معاملے سے واقف و آگاہ نہ ہو اس وقت تک وہ اس (سرداری اور سپہ سالاری) کے لائق نہیں ہو سکتا ہے ۔ وہ بد کردار

(محمد صالح) یا وہ گویوں کی ہم نشینی کی وجہ سے اپنی بہادری کی ڈینگیں مارنے لگا اور اس نے سرکشی کا ارادہ کیا۔

اسی دوران میں میر مراد بادشاہ کے حضور سے متعین ہوا کہ وہ وزیر خاں کی سپاہ کو اس کے لڑکے (محمد صالح) کے ہمراہ حضور میں لائے۔ محمد صالح نے راستے میں سرکشی دکھائی۔ میر مراد مجبوراً فتح پور ہنسوہ میں محصور ہو گیا۔ یہاں تک کہ قرب و جوار کے جاگیر دار جمع ہو گئے اور انھوں نے اس (محمد صالح) کو قید کیا۔ جب وہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو اکبر نے اس (محمد صالح) کو کچھ دنوں قید میں رکھا۔

۲۲۹

وزیر خاں مقیم

(مقیم نام تھا)، اکبر بادشاہ کے زمانے میں اسے مناسب منصب اور وزیر خاں کا خطاب ملا۔ جب جہانگیر بادشاہ تخت نشین ہوا تو اصل و اضافہ کے بعد اسے ایک ہزار اور پانسو کا منصب [۹۳۲] ملا اور وزیر الملک جان بیگ کی شرکت میں کہ جو اس بادشاہ (جہانگیر) کے والا شاہیوں میں سے تھا، وہ ممالک محروسہ کی وزارت پر مقرر ہوا۔ اس کے بعد اسے بنگالہ کی دیوانی ملی۔ وہ اس صوبے کو روانہ ہو گیا، اور مذکورہ خدمت (وزارت پر) غیاث بیگ اعتماد الدولہ مقرر ہوا۔

تیسرے سال جلوس جہانگیری میں وہ بادشاہ کے حکم کے مطابق بنگالہ سے بادشاہ کے حضور میں چلا آیا۔ جب بادشاہزادہ سلطان پرویز دکن کی مہم پر متعین ہوا تو وہ (وزیر خاں) بادشاہزادہ کی ہمراہی میں روانہ ہوا۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ بادشاہزادے ہی کی خدمت میں رہا۔ گیارھویں سال جلوس جہانگیری میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔ بارھویں سال جلوس جہانگیری میں اسے علم مرحمت ہوا اور اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ

ہوا ۔ اس کے بعد اس کا حال معلوم نہ ہوا[1] ۔

۲۳۰

وزیر خاں حکیم علیم الدین[2]

وہ چنیوٹ (پنجاب) کا رہنے والا ہے ۔ طبابت میں بڑا ملکہ رکھتا تھا ۔ عنفوان شباب اور آغاز جوانی میں وہ شاہزادہ شاہجہاں کے ملازمین میں شامل ہو گیا ۔ جب وہ طبابت کی بدولت بادشاہ کا مقرب اور مزاج شناس ہو گیا تو شاہزادہ (شاہجہاں) نے اس کو اپنی کمال عنایت سے اپنے لشکر کی عدالت کا داروغہ مقرر کر دیا ۔ اس نے مقدمات (باحسن وجوہ) طے کر کے اپنی دیانت اور معاملہ فہمی کا نقش بٹھا دیا اور شاہزادے (شاہجہاں) کے دل میں واقعی جگہ حاصل کر لی ۔ رانا کی مہم میں جب کہ وہ دیوان بیوتات تھا ، [۹۳۳] اس نے نہایت عمدہ خدمات انجام دیں اور وہ اعلیٰ رتبے پر پہنچا ۔

ہنگامہ و پریشانی (مابین شاہجہاں و جہانگیر) کے زمانے میں وہ (شاہجہاں) کے ساتھ رہا ۔ اس نے کسی چیز کی درخواست نہیں کی ۔ بلکہ اس مدت میں جو کچھ اس نے جمع کیا تھا وہ تقریباً دس بارہ لاکھ روپیہ تھا ۔ وہ سب اس نے شاہزادے (شاہجہاں) کی ضروریات میں صرف کر دیا اور جنیر کے قیام کے زمانے میں وہ شاہزادے کی سرکار کا دیوان مقرر ہوا ۔ اس زمانے میں مہابت خاں کے بعد اس سے بہتر کوئی اور امیر (شاہجہاں کے) ہمراہ نہ تھا ۔

۱- وہ دوبارہ چودھویں سال جلوس جہانگیری میں بنگال کی دیوانی پر مقرر ہوا ۔ (تزک جہانگیری ، انگریزی ترجمہ ، جلد دوم ، ص ۹۴) اور پندرھویں سال جلوس جہانگیری میں اس کا انتقال ہوا ۔ تزک جہانگیری ، انگریزی ترجمہ ، جلد دوم ، ص ۱۶۷ - (پ)

۲- بعض کتابوں میں 'علم الدین' لکھا ہے - (ق)

جس روز شاہجہاں بادشاہ تخت نشین ہوا ، اس دن اسے پنج ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب ، علم ، نقارہ اور ایک لاکھ روپیہ کا انعام مرحمت ہوا ۔ جب فتح خاں دولت آبادی نے اطاعت کے اظہار کے باوجود پیشکش کے بھیجنے میں دیر لگائی تو پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ شاہجہاں نے سواروں کے اعتبار سے وزیر خاں کے منصب میں اضافہ کیا ۔ وہ پنج ہزاری ذات اور پنج ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا اور دس ہزار سواروں کے ساتھ اس کو برہان پور سے رخصت کیا تاکہ وہ قلعہ دولت آباد کی تسخیر میں مشغول ہو اور اس خواب غفلت میں سوئے ہوئے کو بیدار کرے ۔ جب فتح خاں اس بات سے آگاہ ہوا تو وہ ڈر گیا اور اس نے اپنے بڑے لڑکے کو پیشکش کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں روانہ کیا لہٰذا وزیر خاں بادشاہی حکم کے مطابق راستے سے واپس آ گیا اور حضور میں باریاب ہوا ۔

چوں کہ اس نے دکن کی مہم میں بہت فوج [۹۳۴] فراہم کر لی تھی ، اس لیے اس پر بادشاہ کی بہت عنایات ہوئیں ۔ اسی سال جب وہ برہان پور سے واپس آ رہا تھا تو صوبۂ پنجاب کی نظامت اس کے سپرد ہوئی ، کیوں کہ وہ قدیم الخدمت معتمد تھا[1] ۔ اور وہ راستے ہی میں سے (پنجاب) کو روانہ ہو گیا ۔ (صوبۂ پنجاب) یمین الدولہ کی جاگیر میں تھا اور وہاں خالصہ محالات ، دوسرے صوبوں کے مقابلے میں زیادہ تھے ۔ ان کا نظم و نسق جیسا کہ ہونا چاہیے اس (یمین الدولہ) کے نائب سے ویسا نہیں ہوتا تھا ۔ وزیر خاں مستقل طور سے سات سال سے زیادہ اس صوبہ (پنجاب) کی صوبے داری پر مقرر رہا ۔ بادشاہ کے تشریف لانے کے موقعوں پر وہ ہمیشہ لائق پیش کش (اور تحائف) گزرانتا تھا ۔ چودھویں سال جلوس اکبری میں وہ اکبر آباد کی صوبے داری پر فائز ہوا[2] ۔ دس ماہ تک وہ (اس

۱- بادشاہنامہ ، جلد اول ، حصہ اول ، ص ۴۲۵ ۔

۲- بارھویں سال جلوس شاہجہانی کے آخر میں ۱۶۴۹-۵۰ء میں وہ پنجاب کی گورنری سے علیحدہ ہوا ۔ بادشاہنامہ جلد دوم ، ص ۱۵۸ ۔ (پ)

عہدے پر) رہا ۔ ۱۰۵۰ھ (۱۶۴۰-۴۱ء) میں درد قولنج میں اس کا انتقال ہو گیا[1] ۔

کہتے ہیں کہ ایک دن وہ شہر کے باہر سے آیا اور قلعے میں داخل ہو رہا تھا ، جب وہ ہتھیاپول دروازے کے قریب پہنچا تو گھوڑے کا پیر پھسل گیا اور وہ گر پڑا ۔ اس کی حالت خراب ہو گئی ۔ اسی حالت میں اس نے بلا کمی بیشی کے اپنے ہر قسم کے مال کی ایک فہرست مرتب کی اور بادشاہ کے حضور میں بھیج دی ۔

دنیا میں بہت سے آثار خیر اس سے یادگار ہیں ۔ لاہور میں اس نے حمام ، بازار اور متعدد حویلیاں بنوائیں[2] ۔ (لاہور میں) اس نے ایک جامع مسجد تعمیر کرائی کہ مرور ایام اور امتداد زمانہ کے باوجود اس کا نام دنیا میں یادگار رہے گا[3] ۔ لاہور کے نزدیک اس نے وزیر آباد آباد کیا ۔ قصبہ چنیوٹ کے گردا گرد اس نے پختہ اینٹوں کی ایک چار دیواری [۹۳۵] بنوائی ۔ اس نے پختہ اور سنگین عمارتیں بنوا کے اپنے اہل وطن (باشندگان چنیوٹ) کو دیں ۔ اس نے بازاروں کے راستے ، دکانیں ، مسجدیں ، سرائے ، مدرسہ ، شفاخانہ ، کنواں اور تالاب بنوائے اور وہاں کے لوگوں کے لیے وقف کر دیے ۔ اس نے اہل حرفہ سے لین دین کی تکالیف ختم کر دیں ۔

۱۔ بادشاہنامہ جلد اول ، حصہ اول ، ص ۱۱۷ ، نقوش لاہور نمبر ، حکیم محمد موسیٰ امرتسری کا مضمون 'اطبا' ، ص ۸۰۲-۸۰۳ ۔ (ق)

۲۔ وزیر خاں کی بارہ دری کے لیے دیکھیے تحقیقات چشتی ، از مولوی نور احمد چشتی (پنجابی اکیڈیمی ، لاہور ۱۹۶۴ء) ، ص ۸۹۴-۸۹۵ ۔ (ق)

۳۔ لاہور کی جامع مسجد کے لیے دیکھیے نقوش لاہور نمبر ، مولوی محمد عبداللہ قریشی کا مضمون 'مساجد' ، ص ۵۴۹-۵۵۷ ، تحقیقات چشتی ، ص ۹۹۹-۱۰۲۸ ۔ گزیٹیر لاہور ڈسٹرکٹ مرتبہ جی ۔ سی والکر (لاہور ۱۸۹۴ء) ، ص ۲۹۱-۲۹۲ ، کیمبرج ہسٹری آف انڈیا ، جلد چہارم ، ص ۵۶۱ ، لاہور کی کہانی آثار کی زبانی از ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی (کتب خانہ نورس ، لاہور) ، ص ۸-۹ ۔ (ق)

(محاصل سے ان کو بری‌الذمہ کر دیا) ۔ اس نے اپنے وطن (چنیوٹ) کو اس طرح آراستہ کیا کہ یہ بات ہندوستان میں کسی اور امیر کو حاصل نہ ہوئی ۔ لیکن اسے وطن دیکھنا نصیب نہ ہوا ، ہمیشہ وہ اسی آرزو میں رہا ۔

کہتے ہیں کہ سلیم‌الطبع اور مستقل مزاج انسان تھا ۔ اس نے تمام عمر سادگی اور بے تکلفی میں بسر کی ۔ وہ خانہ داری اور لباس پر کم خرچ کرتا تھا ۔ لاہور میں جو (شاہی) خرید و فروخت ہوتی تھی ، وہ اکثر اس کی سرکار کے ذریعے سے ہوتی تھی ۔ اس نے بہت دولت جمع کی ، لیکن افسوس کہ وہ سخی اور کریم نہیں تھا ۔ ذرا سی بات میں اس کا حال بدل جاتا تھا اور فوراً اس کا غصہ رفع ہو جاتا تھا ۔ وہ ارادت اور خیر خواہی کی بنا پر بادشاہی کام کو عبادت سمجھتا تھا ۔

اس کا لڑکا صلاح خاں تھا کہ جو مدتوں عالم گیری دور میں میر توزک رہا ۔ اُنتیسویں سال جلوس میں اسے انور خاں کا خطاب اور خواصوں کی داروغگی ملی ۔ چھتیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ فوت ہو گیا ۔

۲۳۱

وزیر خاں محمد طاہر خراسانی

وہ مشہد مقدس کا رہنے والا ہے ۔ وہاں کے رہنے والوں پر اللہ کی سلامتی ہو ۔ مشار؃ الیہ (وزیر خاں محمد طاہر) عالم‌گیر بادشاہ کی شاہزادگی کے زمانے کے معتبر ملازمین [۹۳۶] اور عقیدت مند مقربین میں ممتاز و منتخب تھا ۔ وہ ایک زمانے تک شاہزادہ (اورنگ زیب) کی سرکار کی دیوانی پر مقرر رہا ۔ اس نے شائستہ کارنامے انجام دیے اور فوج کشیاں بھی لائق طریقے سے انجام دیں ۔

دسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب شاہزادہ (اورنگ زیب) اپنی شادی کے بعد بادشاہ کے حضور سے دکن کی صوبے داری پر روانہ ہوا تو بگلانہ کا علاقہ کہ جو گجرات اور دکن کے درمیان اپنی زرخیزی کے لیے

مشہور ہے ، شاہزادے کی جاگیر میں مقرر ہوا ۔ لہٰذا وہ (شاہزادہ) اس پر قبضہ کرنے کے لیے مامور ہوا ۔ جب شاہزادہ اس علاقے میں پہنچا تو اس نے محمد طاہر کو مالو جی دکنی کے ہمراہ اس ولایت کی تسخیر کے لیے متعین کیا ۔ مشارٌ الیہ (محمد طاہر) نے بہادری اور حکمت سے تین فوجیں ترتیب دیں اور تین طرف سے ملہیر کے قلعے (کے جنوبی حصے) باری[1] پر کہ جو وہاں کے حاکم بھر جی کا مسکن اور ٹھکانا تھا ، یورش کی اور اس پر قبضہ کر لیا ۔ وہ زمیں دار گھبرا گیا اور اس قلعے میں جا کر قلعہ بند ہو گیا کہ جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا ۔ اس بہادر سردار نے غلے کی رسد بند کردی ؛ مورچالیں قائم کیں اور مقابلے کی تیاریاں کیں ۔ وہ زمیں دار خوف زدہ اور مرعوب ہو گیا ۔ گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں عہد و پیمان کے بعد اس (زمیں دار) نے ملاقات کی ۔ اس مفتوحہ علاقے کا بندوبست اور قلعہ ملہیر کی حفاظت کہ جو اس علاقے کا صدر مقام تھا ، محمد طاہر کے سپرد ہوئی ۔ جب ۱۰۶۲ھ (۱۶۵۲ء) میں [۹۳۷] دوسری مرتبہ دکن کی نظامت شاہزادے (محمد اورنگ زیب) کو تفویض ہوئی تو وہ (محمد طاہر) مستقل طور سے خاندیس میں نائب صوبے دار مقرر ہوا ۔

۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۰۶۸ھ (۲۰ مارچ ۱۶۵۸ء) کو جب اورنگ زیب ، دارا شکوہ کے دفعیے کی غرض سے برہان پور سے روانہ ہوا تو (محمد طاہر کی) قدیم خدمات ، کارگزاری ، رازداری اور قرب و منزلت (کے پیش نظر) بدستور سابق اس کو خاندیس کی حکومت پر برقرار رکھا ، اور اسے علم ، نقارہ اور وزیر خاں کا خطاب مرحمت ہوا ۔

جب اورنگ زیب عالم گیر کامیاب ہو گیا اور اس نے ہندوستان کے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا تو خاندیس کا صوبہ معظم خان میر جملہ کے لیے تجویز ہوا کہ جو مصلحت وقت کی بنا پر دولت آباد میں نظر بند

۱۔ متن میں بارہ چھپا ہوا ہے ۔ باری ہونا چاہیے (ملاحظہ ہو بادشاہنامہ ، ص ۱۰۵-۱۰۸) یہ بھی ایک چھوٹا سا قلعہ تھا ۔ ملاحظہ ہو سرکار ، جلد اول ، ص ۴۵ ۔ (پ)

تھا ۔ خان مذکور (وزیر خاں) شاہی حکم کے مطابق شاہزادہ محمد معظم کے پاس اورنگ آباد گیا اور اس کے بعد وہ شاہزادہ مذکور (محمد معظم) کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر باریابی سے مشرف ہوا ۔

تیسرے سال جلوس عالم گیری میں وہ اکبر آباد کا صوبے دار مقرر ہوا ۔ جب چھٹے سال جلوس عالم گیری میں شائستہ خاں امیرالامرا بادشاہزادہ محمد معظم دکن کی نظامت پر روانہ ہوا تو آگرہ سے خان مذکور (وزیر خاں) شاہزادے کی ہمراہی میں روانہ ہوا [۹۳۸] ۔ خاندیس کی حکومت دوبارہ اس کو مرحمت ہوئی ، اور ساتویں سال جلوس عالم گیری میں نجابت خاں کے انتقال کی وجہ سے وہ مالوہ کی صوبے داری پر مقرر ہوا ۔ اسے پنج ہزاری ذات اور پنج ہزار سوار کا منصب ملا جن میں سے دو ہزار سوار دو اسپہ ، سہ اسپہ تھے ۔ ایک زمانے تک وہ اس علاقے میں رہا ۔ پندرھویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۸۳ھ (۱۶۷۲-۷۳ء) میں وہ فوت ہوا ۔

اس نے خاص شہر اورنگ آباد میں ایک باغ لگوایا ۔ اگرچہ آج کل وہ کچھ زیادہ سرسبز و شاداب نہیں ہے لیکن اس کے نام سے مشہور ہے ۔ شہر کے باہر محمود پورہ کہ جو چھوٹے تالاب اور اسلام خاں مشہدی کے روضے کے درمیان واقع ہے ، اس کے بڑے بھائی مرزا محمود کا آباد کیا ہوا ہے کہ جس (مرزا محمود) کے لڑکے محمد تقی خاں کو چھٹے سال جلوس عالم گیری میں صوبۂ اورنگ آباد کی بخشی گری اور واقعہ نویسی مرحمت ہوئی ، اور دسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ (محمد تقی خاں) طبعی موت سے مر گیا ۔

(وزیر خاں نے) ایک عالی شان حویلی مذکورہ بستی (محمود پورہ) میں بنوائی کہ جو سیرگاہ تھی ، اور شاہزادہ بیدار بخت خلف محمد اعظم شاہ جیسے لوگ اس میں ٹھہرتے تھے ۔ اس کا لڑکا مرزا عبدالرحیم کم منصب ہونے کے باوجود ایک زمانے تک اس دل نشیں حویلی میں داد عیش و عشرت دیتا رہا ۔ اس (عبدالرحیم) نے ایک لڑکا چھوڑا ۔ اب اس کی اولاد سے کوئی باقی نہیں ہے اور وہ مکان ابھی تک [۹۳۹] موجود ہے ۔

وزیر خاں کا دوسرا بھتیجا رفیع خاں ہے کہ جس کا تخلص باذل ہے ۔

وہ ایک زمانے تک بانس بریلی کا فوج دار رہا ۔ اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کو شاہنامہ فردوسی کی زمین میں نظم کیا ہے اور اس کا نام حملۂ حیدری[1] رکھا ہے ۔ میں نے اس کو بہت کوشش سے حاصل کیا ۔ تقریباً چالیس ہزار اشعار ہیں ۔

۱۔ ڈسکرپٹو کیٹا لاگ آف پرشین مینو سکرپٹس ، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (۱۹۲۴ء) ، ص ۳۷۷-۳۷۸ ۔ (پ)

۵

۲۳۲

ہاشم خاں

قاسم خاں میر بحر کا لڑکا ہے ۔ جب اس کا باپ اتالیسویں سال جلوس اکبری میں کابل میں مارا گیا اور وہاں کی حکومت پر قلیج خاں مقرر ہوا تو وہ بادشاہ کے حضور میں چلا آیا اور شاہی نوازش سے سرفراز ہوا ۔ اکتالیسویں سال جلوس اکبری میں وہ مرزا رستم قندھاری کی ہمراہی میں شمالی کوہستان کے راجا باسو وغیرہ زمینداروں کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا ، اور اس نے قلعہ مئوکے فتح کرنے میں بہت کوشش کی ۔ اس کے بعد وہ بادشاہ کے حضور میں آ گیا ۔

چوالیسویں سال جلوس اکبری میں وہ [۹۰۸] شیخ فرید بخشی کے ہمراہ اسیر کی تسخیر پر مامور ہوا ۔ اس کے بعد وہ سعادت خاں کے ہمراہ ناسک کی جانب روانہ ہوا ۔ (سعادت خاں) دکن کے حکام کی طرف سے کالنہ اور تربنگ کا قلعہ دار تھا اور اپنی قسمت کی یاوری سے اس نے بادشاہی ملازمت اختیار کر لی ۔ قلعہ تربنگ فتح کرنے کے بعد وہ چھیالیسویں سال جلوس اکبری میں بادشاہ کے حضور میں آیا اور شرف باریابی حاصل کیا ۔ سینتالیسویں سال جلوس اکبری میں وہ ایک ہزار اور پانسو کے منصب پر

سرفراز ہوا ۔

پہلے سال جلوس جہانگیری میں وہ اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا ، اور اسے خاصہ کا گھوڑا مرحمت ہوا ۔ دوسرے سال جلوس عالم گیری میں اسے تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور ملک اڑیسہ کی صوبیداری ملی ۔ پانچویں سال جلوس جہانگیری میں وہ غائبانہ طور سے کشمیر کی حکومت پر سرفراز ہوا ۔ اس کا چچا خواجگی محمد حسین وہاں (کشمیر) روانہ ہوا تا کہ اس کے پہنچنے تک وہ ملک کی نگرانی رکھے ۔ اسی سال کے آخر میں وہ دربار میں آیا اور کشمیر کی طرف روانہ ہوا ۔ اس کا لڑکا محمد قاسم خاں میر آتش شاہجہانی ہے کہ جس کا حال اس کتاب میں لکھا جا چکا ہے ۔

۲۳۳

ہادی داد خاں

رشید خاں انصاری کا بھائی ہے ۔ شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں اسے پانصدی منصب ملا ۔ آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ سید خان جہاں بارہہ [۱۰۹۴] کے ہمراہ ججھار سنگھ بندیلہ کی تنبیہ کے لیے متعین ہوا ۔ نویں سال جلوس شاہجہانی میں جب کہ شاہجہاں بادشاہ دکن پہنچا اور تین فوجیں تین آدمیوں کی سرداری میں ساہو بھونسلہ کی تنبیہ اور عادل خاں کے ملک کی بربادی کے لیے متعین ہوئیں تو وہ خاندوراں کی ہمراہی میں مقرر ہوا ۔ گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب ملا ۔

بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب کہ اس کا بھائی رشید خاں فوت ہو گیا تو وہ دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ، اور اپنے بھائی کے بجائے صوبہ تلنگانہ کے انتظام پر مامور ہوا ۔ (تلنگانہ سے) ناندیر وغیرہ کے مفتوحہ محالات مراد ہیں ۔ چوبیسویں سال جلوس

شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کے منصب اور خان کے خطاب سے مفتخر ہوا ۔ انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے علم و نقارہ مرحمت ہوا ۔ اسی سال اسے بادشاہ کے حضور سے حکم اور شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کی طرف سے اشارہ ہوا اور وہ منصب داروں کی ایک جماعت کے ساتھ کیسر سنگھ پسر کوکنا زمیندار دیو گڑھ سے بقایا پیشکش وصول کرنے کے لیے اس طرف روانہ ہوا اور ایلچ پور کا صوبیدار مرزا خاں بھی دوسری طرف سے (دیو گڑھ کو) چلا ۔ وہ (کیسر سنگھ) پریشان ہو گیا ؛ اس نے ایلچ پور کے صوبہ دار کے ساتھ معاملہ طے کر لیا اور وہ پیشکش کے ساتھ شاہزادے کے پاس روانہ ہو گیا ۔ [۹۳۲] تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ بادشاہی حکم کے مطابق محمد سلطان شاہزادے کے ہمراہ قلعہ گلکنڈہ کی جانب روانہ ہوا ۔ بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے وہاں پہنچنے کے بعد اس سے نمایاں کوششیں ظاہر ہوئیں اور شاہزادے کی واپسی کے وقت وہ ناندیر کو روانہ ہو گیا ۔ اسی سال ۱۰۶۶ھ (۱۶۵۶ء) میں وہ فوت ہو گیا ۔ ناندیر میں دفن ہوا ۔ اگرچہ اس کے تیس[1] لڑکے تھے لیکن الہام اللہ پسر رسید خاں کہ جو اس کا بھتیجا تھا اس کی جمعیت (سپاہیوں) کی نگہداشت کے واسطے مقرر ہوا ۔ بادشاہ نے اس (الہام اللہ) کو اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز کیا اور اس کا حقیقی بیٹا عبدالرحیم تیسویں سال جلوس تک[2] پانسو ذات اور ایک سو بیس سوار کے منصب تک پہنچا ۔

۱۔ متن میں سی (تیس) ہے لیکن خطی نسخے میں بسی (بہت) ہے ۔ (ب)

۲۔ عالم گیری سال ہوگا ۔ (ب)

۲۳۴

ہوشدار خان میر ہوشدار

ملتفت خان مخاطب بہ اعظم خان عالم گیری کا لڑکا ہے ۔ ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اپنے چچا مفتخر خان ، خان زماں کی بجائے دکن کے توپ خانے کی داروغگی پر مقرر ہوا اور نو سو ذات اور چار سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ اور اس با برکت عہد (شاہجہانی) کے آخر میں وہ ایک ہزاری ذات اور چھ سو سوار کے منصب پر پہنچا ۔

جب دکن کا ناظم شاہزادہ محمد اورنگ زیب مستقر الخلافہ [۳۴۹] آگرہ کے ارادے سے برہان پور میں آیا تو اس کے منصب میں پانسو ذات اور ایک سو سوار کا اضافہ ہوا اور وہ ایک ہزار اور پانسو ذات اور سات سو سوار کے منصب اور خان کے خطاب سے مفتخر ہوا ۔ وہ ہر معرکے اور لڑائی میں عالم گیر کے ہم رکاب رہا ۔ جب دارا شکوہ کی لڑائی کے دن فتح حاصل ہونے کے بعد اس کا باپ گرم ہوا (لو) سے مر گیا تو قدر دان بادشاہ (عالم گیر) نے اس کو شاہی عنایات سے نوازا ۔ وہ میدان جنگ سے اس کو لایا ، اس کی دلدہی اور تشفی فرمائی اور غسل خانہ (دولت خانہ) کی داروغگی اس کو مرحمت فرمائی کہ جو سوائے مخلص معتمدین کے کسی اور کو نہیں ملتی تھی ۔ وہ نہایت خوبی اور مزاج شناسی سے اس خدمت کو ایک مدت تک انجام دیتا رہا اور شاہی عنایات کا مستحق ٹھہرا ۔ شجاع کی جنگ کے بعد اسے تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ملا ۔

پانچویں سال جلوس عالم گیری میں اصل و اضافہ کے بعد وہ چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ اسی زمانے میں جب بادشاہ کشمیر کی سیر کے ارادے سے پنجاب کی طرف روانہ ہوا تو وہ دارالخلافہ شاہجہاں آباد کی صوبیداری پر مقرر ہوا ۔ چھٹے سال جلوس عالم گیری میں اسلام خان کے انتقال کی وجہ سے مستقر الخلافہ اکبر آباد کی حکومت کا فرمان اس کے نام صادر ہوا اور وہ اس کام میں مشغول ہوا ۔

آٹھویں سال جلوس عالم گیری [۳۳۹] میں (اس خدمت کے ساتھ) اس بڑے شہر کے نواح کی فوج داری بھی خان مذکور (ہوشدار خاں) کے سپرد ہوئی اور اس کے منصب میں ایک ہزار سوار کا اضافہ ہوا ۔ چونکہ خان مشارٌ الیہ (ہوشدار خاں) کی صداقت و فدویت کے ساتھ نیک معاملگی اور راست کرداری عالم گیر کے دلنشیں تھی ، اس لیے وہ مدتوں آگرہ کی صوبیداری پر فائز رہا ۔ چودھویں سال جلوس عالم گیری میں وہ خاندیس کی صوبیداری پر مقرر ہوا ۔ اور پندرھویں سال جلوس عالم گیری کے آغاز ۱۰۸۲ھ (۱۶۷۱ء) میں وہ برہان پور میں فوت ہوا ۔

خان مشارٌ الیہ (ہوشدار خاں) بندوق چلانے کے فن میں اپنے ہم‌عصروں میں یگانہ تھا ۔کچھ دنوں شاہزادہ محمد اعظم کو بھی (اس فن کی) تعلیم دی تھی کہ شاہزادہ بھی اس فن میں نہایت مشاق تھا ۔

اس کے لڑکے کامگار اور جعفر[۱] باپ کے مرنے کے بعد بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے ۔ پہلا (کامگار) بہادری اور شجاعت میں مشہور زمانہ تھا ۔ سپاہ گری کے اصولوں کی پابندی وہ اپنے اوپر لازم سمجھتا تھا ۔ اس کا تکیہ اور لحاف بھی بغیر زرہ کے نہیں ہوتا تھا ۔ ایک جماعت کو وہ اپنی رفاقت میں رکھتا تھا اور ان کو 'چہل تن' کہتا تھا ۔ خانہ زادی کے غرور میں اکثر بے باکی کے کام کر بیٹھتا تھا ، اس لیے معتوب ہوتا تھا ۔

تیئیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب بادشاہ اجمیر پہنچا تو کسی وجہ سے وہ اپنے منصب سے برطرف ہو گیا[۲] ۔ اس نے اپنے پیٹ میں جمدھر سے چار زخم لگائے ؛ ناچار [۳۵۹] خانہ زاد نوازی کی وجہ سے اس پر (بادشاہی) توجہ ہوئی ۔ وہ بہت زور آور اور طاقت ور تھا ۔ اس کے متعلق عجیب عجیب حکایتیں بیان کی جاتی ہیں ۔ چنادہ گڑھ کی قلعداری کے زمانے میں اس نے مگرمچھ سے جو لڑائی کی تھی وہ سب کو معلوم ہے ۔ رائے سین

۱- مآثر عالم گیری ، ص ۱۱۴ ۔
۲- ایضاً ، ص ۱۵۶ ۔

(مالوہ) کی قلعداری کے زمانے میں وہ فوت ہو گیا ۔ کوئی اس سے یادگار نہیں ہے ۔

۲۳۵

بزبر خان خلف الہ وردی خان

عالم گیری عہد کے ساتویں سال جلوس میں وہ رہتاس کی قلعہ داری پر مقرر ہوا ۔ بعد ازاں اپنے بھائی ارسلان خان کے بجائے بنارس کی فوجداری پر فائز ہوا ۔ پھر اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار اور پانسو ذات اور سات سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ اٹھارھویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۸۵ھ (۱٦۷۴ء) میں وہ جگدلک کی تھانیداری پر مقرر ہوا کہ جو کابل کے راستے میں واقع ہے اور افغانوں کے ساتھ لڑائی میں وہ اپنے لڑکے کے ہمراہ آقا کے کام میں مارا گیا ۔

۲۳٦

ہمت خان میر عیسیٰ

اسلام خان بد خشی کا لائق فرزند اور صحیح جانشین ہے ۔ اپنے آغاز جوانی بلکہ بچپن سے عالم گیر بادشاہ کی عنایات سے سرفراز رہا ۔ اس پسندیدہ خصائل بادشاہ نے اپنی نوازش سے اس کی تربیت فرمائی ۔ وہ قابلیت و کمال کا مالک تھا ۔ اس کی عادات پسندیدہ تھیں ۔ ممتاز علما اور نکتہ پرداز شعرا اس کے پاس جمع رہتے تھے ۔ وہ سلیم النفس ، نیک ذات ، کریم الاخلاق اور مخلوق کا خیر خواہ تھا ۔ ہر نوع کے ارباب ہنر اس کی محفل میں باریاب و کامیاب [۹۴٦] تھے ۔ موزوں طبع تھا ۔ یہ اسی کا شعر ہے :

بیت

بجز خارے کہ مجنوں داشت در دل
بیابان جنوں خارے ندارد

مشارٌ الیہ (ہمت خاں) اس اقتدار و اعتبار کی وجہ سے کہ جو اس کے باپ کو شاہزادگی کے زمانے میں عالم گیر کی سرکار میں حاصل تھا ، خود بھی اعزاز و احترام سے زندگی گزارتا تھا ۔ جسونت کی لڑائی کے بعد اسے دو ہزاری منصب اور ہمت خاں کا خطاب ملا کہ اس کا باپ بھی کچھ دنوں اسی خطاب سے مخاطب رہا تھا ۔ جب چھٹے سال جلوس عالم گیری میں اس کا باپ مستقر الخلافہ آگرہ کی صوبیداری پر سرفراز ہوا تو اس کو اس مرکز سلطنت (آگرہ) کے نواح کی فوج داری ملی ۔ اس کے منصب میں سے کہ جو ایک ہزار سوار کا تھا ، پانسو سوار دو اسپہ سہ اسپہ قرار پائے ۔ نویں سال جلوس عالم گیری میں وہ گرز برداروں کی داروغگی پر مقرر ہوا ۔ بارھویں سال جلوس عالم گیری میں وہ دیوان خاص کا داروغہ مقرر ہوا ۔ اس کے بعد وہ تین ہزاری منصب اور بخشی گری سوم کے عہدے پر سرفراز ہوا ۔

چودھویں سال جلوس عالم گیری میں وہ اسد خاں کی بجائے بخشی دوم مقرر ہوا اور پندرھویں سال جلوس عالم گیری میں سر بلند خاں کی بجائے وہ اکبرآباد کا صوبیدار مقرر ہوا ۔ سترھویں سال جلوس عالم گیری میں جب بادشاہ حسن ابدال کی طرف روانہ ہوا تو اسے غسل خانہ کی داروغگی مرحمت ہوئی ۔ انیسویں سال جلوس عالم گیری میں حسن علی خاں کی بجائے [۷۴۹] وہ الہ آباد کا صوبیدار مقرر ہوا ، اور اسے ایک لاکھ روپیہ مرحمت ہوا ۔

تیئیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ اجمیر میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ، اور اجازت لے کر اودے پور سے اپنے تعلقے کو روانہ ہوا ۔ اسی سال سر بلند خاں میر بخشی کا انتقال ہوا اور بادشاہ کے حضور میں ہمت خاں کی طلبی ہوئی ۔ چوبیسویں سال جلوس عالم گیری میں ۱۰ شوال (۴۔ نومبر ۱۶۸۰ء) کو وہ اجمیر میں بخشی اول کی جلیل القدر خدمت پر فائز ہوا ، اور شاہی نوازش سے سنہرے دوپٹہ کے ساتھ خلعت اس کے گھر بھیجا گیا ۔ اسی سال اکبر کی سرکشی اور بغاوت کے عین ہنگامے میں عالم گیر بادشاہ نے ہمت خاں کو کہ جو شدید مرض میں مبتلا تھا ، اجمیر کی حفاظت کی غرض سے قلعے میں چھوڑا اور بادشاہ خود (مقابلے کے لیے) شہر سے نکلا ۔

(اکبر) مغرور راٹھوروں اور بادشاہی لشکر کے کچھ سرداروں کے ہمراہ اپنی بے توفیقی اور بے سعادتی سے عالی قدر باپ (عالم گیر) کے مقابلے کے لیے اس وقت آیا جب کہ بادشاہ کے ہمراہ دس ہزار سے زیادہ سوار نہیں تھے۔
۵ محرم ۱۰۹۲ھ (۱۶ جنوری ۱۶۸۱ء) کو اس کا انتقال ہوا۔

وہ (ہمت خاں) اپنے زمانے کے مستند لوگوں میں سے تھا اور اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھا۔ فصیح و بلیغ نظم و نثر اس سے یادگار ہے۔ ہندی زبان کا بھی خوب شوق اور سلیقہ رکھتا تھا۔ میرن تخلص تھا۔

محمد مسیح مرید خاں [۹۰۸] اور روح اللہ نیک نام خاں اس کے لڑکے تھے۔ پہلا (محمد مسیح مرید خاں) چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں میر توزک کی خدمت پر سرفراز ہوا[1]۔ پھر اس کو خانہ زاد خاں کا خطاب ملا۔ اٹھائیسویں سال جلوس عالم گیری میں صلابت خاں کی بجائے بندگان جلو کا داروغہ مقرر ہوا۔ اس کے بعد اورنگ آباد کی قلعہ داری پر اور پھر بندر سورت کی قلعہ داری پر مقرر ہوا۔

دوسرا لڑکا (روح اللہ نیک نام خاں) ایک ہزاری منصب دار تھا اور شاہزادہ محمد بیدار بخت کی فوج کا بخشی تھا۔

۲۳۷

ہمت خاں محمد حسن و سپہ دار خاں محمد محسن

خان جہاں بہادر کوکلتاش کے لڑکے ہیں۔ پہلے مناسب منصب اور خان کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ اس کے بعد پہلے کو مظفر خاں کا اور دوسرے کو نصیری خاں کا خطاب ملا۔ ستائیسویں سال جلوس عالم گیری میں خان جہاں کی عرض داشت بادشاہ کے ملاحظے سے گزری کہ غنیم

۱- ہسٹری آف شاہجہاں، ص ۲۷۳۔

(مرہٹے) دریائے کشنا کے کنارے فاسد ارادے سے جمع ہوا ہے[۱] ۔ مشار' الیہ (خان جہاں) نے تیس کوس تک ان (مرہٹوں) کا تعاقب کیا ۔ ان کو سزا دی ، بہت سوں کو قتل کیا اور بہت سوں کو قیدی بنا لیا ۔ بادشاہ نے اس کو تحسین و آفریں کا فرمان بھیجا ۔ ان کے اقربا کے مناصب میں اضافے ہوئے اور ان کو خطابات مرحمت ہوئے ۔ مظفر خاں کو ہمت خاں کا اور نصیری خاں کو سپہ دار خاں کا خطاب مرحمت ہوا ۔

انتیسویں[۲] سال جلوس عالم گیری میں پہلے (ہمت خاں) کو خلعت [۹۰۹] ، تلوار اور ہاتھی مرحمت ہوا اور بیجا پور جانے کی اجازت ملی ۔ وہاں (بیجا پور) کی فتح کے بعد تیسویں سال جلوس عالم گیری میں اسے مرصع ساز کے ساتھ گھوڑا ، اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار اور پانسو ذات اور دو ہزار دو سو سوار کا منصب ، بہادر کا خطاب اور اسی لاکھ دام بطور انعام مرحمت ہوئے اور صوبہ' الہ آباد اس کو تفویض ہوا ۔ تیتیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب خان جہاں کوکلتاش الہ آباد کا گورنر ہوا تو ہمت خاں کو اودھ کی صوبے داری اور گورکھ پور کی فوج داری ملی ۔ چونتیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ پھر الہ آباد سے متعلق ہو گیا ۔ اس کے بعد بادشاہ کے حضور میں طلب ہوا ۔ سینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا اور سلطان معزالدین کے متعلقین کو قلعہ پرنالہ کو پہنچانے کے لیے بھیجا گیا[۳] ۔

انتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب بادشاہی امرا روح اللہ وغیرہ گھورپرہ[۴] میں مرہٹوں کے سردار سنتا سے مغلوب ہو گئے کہ جس کی

۱۔ ملاحظہ ہو مآثر عالم گیری ، ص ۲۰۱ ۔ اس میں چھوٹے لڑکے کا نام نصرت خاں اور خطاب سپہ دار خاں دیا ہے ۔ (ب)

۲۔ متن میں 'بست و نہم' کی بجائے صرف نہم چھپ گیا ہے ، ملاحظہ ہو مآثر عالم گیری ، ص ۲۷۳ ۔ (ب)

۳۔ مآثر عالم گیری ، ص ۳٦ ۔

۴۔ ہسٹری آف مرہٹا پیپل ، ص ١٦٦-١٦٧ ۔ (ب)

تفصیل قاسم خان کرمانی کے حال میں تحریر ہوئی ہے تو وہ (ہمت خاں) بادشاہی حکم کے مطابق یلغار کر کے پہنچا اور سنتا مرہٹے سے مقابلہ کیا۔ بہت سخت لڑائی ہوئی۔ اگرچہ اس نے دشمن (سنتا) کو سامنے سے ہٹا دیا۔ (مغلوب کر دیا) لیکن تقدیر کی نیرنگی دیکھیے کہ بندوق کی گولی اس کے سینے پر لگی اور ۱۱۰۶ھ (۱۶۹۴ء) میں اس کا کام تمام ہو گیا[1]۔

دوسرا (سپہ دار خان) [۹۵۰] تیسویں سال جلوس عالم گیری میں مکرم خان کی بجائے دکن کا صوبے دار ہوا۔ سینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں بزرگ امید خان کے انتقال کے بعد وہ الہ آباد کا ناظم مقرر ہوا اور اس کے ساتھ جون پور کی فوج داری بھی ملی۔ اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب اور ایک کروڑ دام بطور انعام مرحمت ہوئے۔ اکتالیسویں سال جلوس میں وہ وہاں سے معزول ہوا۔

مآثر عالم گیری کا مؤلف لکھتا ہے[2] کہ اڑتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں الہ آباد کے ناظم سپہ دار خاں کو جون پور کے زمین دار مہابت کی تنبیہ کے صلے میں اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری ذات اور تین ہزار اور پانسو سوار کا منصب ملا اور انچاسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کے منصب میں ایک ہزاری ذات کا اضافہ ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ (سپہ دار خاں) دوسری مرتبہ پھر الہ آباد کا صوبے دار مقرر ہوا۔

عالم گیر بادشاہ کے انتقال کے بعد بہادر شاہ اول کے زمانے میں اسے خان جہاں اعزالدولہ بہادر کا خطاب ملا اور غالباً تیسرے سال جلوس بہادر شاہی میں بادشاہ مذکور (بہادر شاہ) نے اس کو بنگال کی صوبے داری

۱۔ مآثر عالم گیری (ص ۳۷۹) اور خافی خاں (جلد دوم، ص ۴۴۳) میں ۱۱۰۷ھ دیا ہے جو صحیح ہے۔ (ب)

۲۔ مآثر عالم گیری، ص ۴۸۱۔

پر متعین کیا۱ ۔ اس کے مرنے کی تاریخ نظر سے نہیں گزری ۔ اورنگ آباد میں دہلی دروازے کے قریب اس نے ایک عالی شان حویلی یادگار چھوڑی کہ جس کے سامنے ایک نہایت پاکیزہ حمام بنوایا ۔ اب وہ عمارت شکست و ریخت ہو گئی [۱۵۱] ۔

۱۔ ملاحظہ ہو خافی خاں ، جلد دوم ، ص ۷۰۷ ۔

ی

۲۳۸

یوسف محمد خاں کوکلتاش

خان اعظم انگہ کا بڑا لڑکا ہے ۔ اکبر بادشاہ کے ساتھ رضاعت کا رشتہ رکھتا تھا ۔ جب اس کا باپ[1] ایک جماعت کے ساتھ بادشاہ کے حضور سے اس بات کے لیے مقرر ہوا کہ بیرام خان پنجاب کی طرف جا رہا ہے ، اور وہ اس کا راستہ روکے تو وہ بھی اپنے باپ کی ہمراہی میں متعین ہوا ، اگرچہ اس کی عمر بارہ سال تھی ۔ مقابلے کے دن وہ اس جماعت میں تھا کہ جو قلب اور ہراول دستے کی حیثیت سے متعین تھی ۔ جب اتگہ خاں نے اپنی میمنہ اور میسرہ فوجوں کے منتشر ہونے کے بعد یہی مناسب سمجھا کہ بیرام خاں کی فوج پر چڑھائی کر دی جائے تو وہ باپ سے آگے آگے رہا اور اس نے نمایاں بہادری دکھائی ۔ اسے خان کا خطاب ملا ۔

جب اس کا باپ ادھم خاں کوکہ کے ہاتھ سے مارا گیا تو وہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ مسلح ہو گیا اور [۹۵۲] ادھم خاں اور ماہم انگہ کا راستہ روک لیا ۔ جب بادشاہ نے ادھم خاں کو سزا دی تو وہ کسی قدر

۱۔ اکبر نامہ ، جلد دوم ، ص ۱۱۰ ۔

مطمئن ہوا ۔ اس کے بعد خان مذکور (یوسف محمد خان) اور اس کے بھائی عزیز محمد کوکلتاش پر بادشاہی عنایات ہوئیں اور رزم و بزم ہر موقع پر بادشاہ کے حضور میں انھیں تقرب حاصل ہوا ۔

دسویں سال جلوس اکبری میں جب علی قلی خان زمان ، بہادر خان اور اسکندر خاں کی فتنہ پردازی اور سرکشی کی خبر اکبر بادشاہ کو ملی تو بادشاہ نے خود اس بدنصیب اور خطا کار گروہ کی تنبیہ کا ارادہ کیا اور وہ آگرہ سے روانہ ہوا ۔ جب بادشاہ نے دریائے گنگا کو عبور کیا تو معلوم ہوا کہ ابھی تک اسکندر خاں لکھنؤ میں اپنی جگہ موجود ہے ۔ اکبر بادشاہ نے اس طرف توجہ کی اور حکم ہوا کہ خان مذکور (یوسف محمد خاں) شجاعت خاں اور کچھ دوسرے اخلاص پسند بہادروں کے ہمراہ ہراول کے طور پر آگے آگے روانہ ہو ۔ اکبر بادشاہ کے زیر عاطفت اس نے پنج ہزاری منصب تک ترقی کی اور عین عالم شباب میں بکثرت مے نوشی کی وجہ سے وہ بیمار ہو کر گیارھویں سال جلوس اکبری ۹۷۳ھ (۱۵۶۵ء) میں فوت ہو گیا[۱] [۹۵۳] ۔

التباہ

حکما نے شراب کو مناسب تجربات کے بعد مزاج انسانی کے لیے تقویت دینے والا اور فوائد کا حامل بتایا ہے ۔ اس کے استعمال کے لیے مقدار اور وقت تجویز کیا ہے اور ہمیشہ (بکثرت) شراب پینے سے منع کیا ہے ، کیونکہ اس سے عقل زائل ہو جاتی ہے ، بہت سے امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور اس سلسلے میں بہت تہدید کی ہے ۔ چنانچہ مذہبی کتابوں سے یہ بات واضح اور روشن ہے ۔ لیکن شریعت مصطفوی[ع] نے کہ اس کے صاحب (نبی کریم[ع]) پر درود و سلامتی ہوا اور جو بہترین طور سے اور عمومی مصلحت کی بنا پر نازل ہوئی ہے ، اس کے نقصان کے پیش نظر کم یا زیادہ کے استعمال کی

۱۔ اکبر نامہ (جلد دوم ، ص ۲۷۲) میں تاریخ انتقال ۵ ذی قعدہ ۹۷۴ھ دی ہے ۔ (ب)

اجازت نہیں دی ہے اور تھوڑے سے نفع کی خاطر زیادہ نقصان کو جائز نہیں رکھا ہے قرآن کی آیت :

اثمھما اکبر من نفعھما[1]

ان دونوں (شراب اور جوئے) کا گناہ ان دونوں (شراب اور جوئے) کے نفع سے بڑا ہے

اس کی وضاحت کرتی ہے ۔

۲۳۹

یوسف خاں کشمیری

اس کا باپ علی خاں چک ، کشمیر کا حکمران ہے ۔ جب چوگان بازی کے کھیل میں زین کی اگلی کاٹھی کی چوٹ سے وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کو سردار (حکمران) بنا لیا ۔ اس نے سب سے پہلے اپنے چچا ابدال کے گھر کا محاصرہ کیا کہ جو سرداری کا دعویدار تھا اور اس لڑائی میں ابدال مذکور بندوق سے مارا گیا ۔ وہاں کے آدمیوں نے سید مبارک کو سردار بنا لیا اور عید گاہ کے میدان میں لڑائی شروع کر دی ۔ یوسف خاں کا ہراول (سردار) جنگ میں [۹۵۴] مارا گیا ۔ یوسف خاں میدان جنگ میں نہ پہنچا اور فرار ہو گیا ۔

چوبیسویں سال جلوس اکبری میں وہ (یوسف خاں) بادشاہ کے حضور میں آیا اور اس پر طرح طرح کی نوازشیں ہوئیں[2] ۔ دو مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ اس سے پہلے ہی کشمیر کے سرکشوں نے سید مبارک کو گم نامی کے گوشے میں بٹھا دیا (ختم کر دیا) اور خان مذکور (یوسف خاں) کے چچا زاد بھائی لوہر چک کو سردار بنا لیا ۔

۱- سورہ البقر ، آیت ۲۱۹ ۔

۲- ملاحظہ ہو اکبر نامہ ، جلد سوم ، ص ۲۷۹-۲۸۰ ۔

چھبیسویں سال جلوس اکبری میں اسے بادشاہ (اکبر) کے حضور سے روانگی کی اجازت ہوئی اور پنجاب کے امرا کو حکم ہوا کہ وہ ایک فوج اس (یوسف خاں) کے ہمراہ بھیجیں ۔ اس خبر کو سنتے ہی کشمیری خوشامد پر اتر آئے اور انھوں نے اس (یوسف خاں) کو اکیلا بلایا ۔ وہ امرائے (پنجاب) کے بغیر اطلاع وہاں چلا گیا ، بغیر لڑائی کے لوہر چک کو اپنے قبضے میں لے آیا اور وہاں کی حکومت پر قابض ہو گیا ۔

جب صالح دیوانہ نے اس کی کامیابی کی داستان بادشاہ کے حضور میں عرض کی تو ستائیسویں سال جلوس اکبری میں بادشاہ نے شیخ یعقوب کشمیری کو کہ بادشاہ کے معتمدین میں سے تھا ، اس کے لڑکے حیدر کے ساتھ (یوسف خاں کی) دلدہی کے لیے بھیجا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس اکبری میں اس نے اپنے لڑکے یعقوب کو اس ملک کے تحائف کے ساتھ بادشاہ (اکبر) کے حضور میں روانہ کیا ۔

تیسویں سال جلوس اکبری میں جب بادشاہ پنجاب گیا تو (اکبر) نے اس (یوسف خاں) کو وہاں طلب کیا ۔ یعقوب خوف زدہ ہو کر فرار ہو گیا ۔ (بادشاہ کے حضور سے) حکیم علی اور بہاءالدین کنبو کو حکم ہوا کہ وہ (جا کر) اس کو نصیحت و مشورہ دیں اور راہ راست پر لائیں ۔ اگر وہ (یوسف خاں) خود بادشاہ کے حضور میں نہ آ سکے تو اپنے آشفتہ مزاج لڑکے کو روانہ [۹۵۵] کرے ۔

جب ایلچی واپس آئے تو اس کی نخوت پسندی کا اظہار کیا ۔ (بادشاہ نے) مرزا شاہ رخ کو ایک بڑی فوج کے ساتھ اس ملک کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا ۔ جب (شاہ رخ) پکھلی کے راستے سے بولیاس پہنچا تو (یوسف خاں) عاجز ہو گیا اور اس نے اس کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا اور امرا (اکبری) سے آ کر ملاقات کی ۔ ان (امرا) نے چاہا کہ اس کو ساتھ لے کر واپس چلے آئیں ۔ یہ رائے بادشاہ (اکبر) نے پسند نہیں کی اور ملک (کشمیر) کے فتح کرنے کی تاکید کی ۔ اس وجہ سے کشمیریوں نے پہلے حسین خاں چک کو اور پھر یوسف خاں کے لڑکے یعقوب خاں کو سردار بنایا ۔ انھوں نے لڑائی لڑی اور پھر منتشر ہو گئے ۔

آخر (کشمیریوں نے) پیغام بھیجا کہ یہاں کا حاکم (بادشاہ) کے حضور میں آ رہا ہے ۔ درہم اور دینار کے سکے بادشاہ (اکبر) کے نام پر مضروب ہوں گے ۔ دارالضرب ، زعفران ، ریشم اور شکاری جانور (بادشاہ کی) سرکار سے متعلق رہیں گے ۔ چونکہ برف پڑنے کی وجہ سے امرا (شاہی) پریشان ہو گئے تھے ، لہٰذا انھوں نے متعلقہ کاموں پر داروغہ مقرر کردیے اور اس معاملے کے طے ہو جانے کے بعد وہ (امرا) یوسف خاں کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں پہنچے اور اکتیسویں سال جلوس اکبری میں انھوں نے باریابی کا شرف حاصل کیا ۔ خان مذکور (یوسف خاں) ٹوڈرمل کے حوالے ہوا ۔

جب یعقوب وغیرہ کشمیریوں سے بغاوت کے آثار ظاہر ہوئے تو (بادشاہ نے) قاسم خاں کو ایک زبردست فوج کے ساتھ (کشمیر) روانہ کیا ۔ اس نے مناسب تدبیر سے ملک (کشمیر) کو فتح کرلیا ۔ اس نے یوسف خاں کے لڑکے یعقوب خاں اور دوسرے کشمیریوں سے بارہا مقابلے [۹۵۶] کیے اور وہ غالب آیا ۔

بتیسویں سال جلوس اکبری میں اس (یوسف خاں) کو قید خانے سے نکالا ۔ بہار کی سرحد پر اس کو جاگیر ملی اور وہ صوبۂ بنگالہ میں تعینات ہوا ۔ سینتیسویں سال جلوس اکبری تک وہ اس صوبے میں خدمات انجام دیتا رہا ۔

اس کا لڑکا یعقوب خاں ہے ۔ جب وہ (یوسف خاں) بادشاہ کے حضور میں چلا آیا تو کشمیریوں نے یعقوب خاں کے بہانے سے سرکشی کی اور وہ ایک مدت تک (کشمیر میں) حکمران رہا ۔ جب قاسم خاں میر بحر اس صوبہ (کشمیر) کی تسخیر کے لیے متعین ہوا تو بادشاہ (اکبر) کے اقبال سے ان کشمیریوں) کی جماعت میں پھوٹ پڑ گئی اور اس تقریب سے خان مذکور (قاسم خاں میر بحر) سری نگر میں داخل ہو گیا ۔ اس کے بعد بھی (یعقوب خاں) نے سرکشی دکھائی ۔ چونتیسویں سال جلوس اکبری میں جب بادشاہ کشمیر میں تھا ، تو اس کی دل جمعی کی کوشش کی گئی اور وہ

بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا[1] -

۲۴۰

یوسف خاں ولد حسین خاں ٹکریہ

باپ[2] کے مرنے کے بعد اس پر اکبر بادشاہ کی عنایات ہوئیں - اسے مناسب منصب ملا - پچاسویں سال جلوس اکبری میں وہ دو ہزاری ذات اور تین سو سوار کے منصب پر سرفراز تھا - جہانگیر بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد اس کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور پانچویں سال جلوس جہانگیری میں وہ خان اعظم کے ہمراہ دکن کی مہم پر تعینات ہوا - جب ان کوششوں کا حال کہ جو اس نے اس صوبے میں انجام دی تھیں بادشاہ کو معلوم ہوا تو آٹھویں سال جلوس جہانگیری میں اسے علم مرحمت ہوا ، اور بارھویں سال جلوس جہانگیری میں [۹۵۷] شاہزادہ سلطان خرم کی درخواست پر اصل و اضافہ کے بعد وہ تین ہزاری ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کے منصب اور گونڈوانہ کی فوجداری پر سرفراز ہوا اور اسے خلعت اور ہاتھی مرحمت ہوا[3] -

---

۱- بدایونی نے لکھا ہے کہ یعقوب اور یوسف کشمیری قید خانے میں فوت ہوئے - منتخب التواریخ ، جلد دوم ، ص ۳۵۴ - (ب)

۲- حسین خاں ٹکریہ کے لیے دیکھیے مآثرالامرا ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۵۴۸ - ۵۵۱ - (ق)

۳- یوسف خاں سولھویں سال جلوس جہانگیری میں دکن میں فوت ہوا (ملاحظہ ہو تزک جہانگیری ، ص ۳۳۴) اس کا لڑکا عزیز اللہ خاں تھا جس کے لیے دیکھیے مآثرالامرا ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۷۸۳ - (ق)

۲۴۱

یعقوب خاں بد خشی

شروع میں وہ نو سو ذات اور پچاس سوار کے منصب پر فائز تھا اور خانخاناں عبدالرحیم کے ہمراہ دکن میں تعینات ہوا - جس جنگ میں کہ شاہ نواز خاں مرزا ایرج نے عنبر حبشی کو شکست دی تھی اور نمایاں کارنامہ دکھایا تھا ، اس میں خانخاناں نے زمام کار پورے طور سے (یعقوب خاں بد خشی) کے ہاتھ میں دے دی تھی - چونکہ اس نے بہت بہادری دکھائی اس لیے آٹھویں سال جلوس جہانگیری میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزاری ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا - آخر میں صوبۂ کابل میں متعین ہوا -

پہلے سال جلوس شاہجہانی میں جب بلخ کے حاکم نذر محمد خاں نے کابل کے نواح میں آ کر محاصرہ کر لیا اور اس نے تہدید آمیز پیغام بھیجے اور چاہا کہ شہر مذکور (کابل) پر (اس طرح) قبضہ کر لے اس وقت وہ (یعقوب خاں بد خشی) کابل میں تھا - اس نے نمک خوارگی کے حق کو سب سے مقدم رکھا اور اس نے صاف اور کھرا جواب کہلا بھیجا - وقت موعود پر وہ فوت ہو گیا -

۲۴۲

یاقوت خاں حبشی

وہ خداوند خاں[۱] کا غلام ہے کہ جو یاقوت خداوند خاں کے نام سے مشہور ہے - وہ اپنی لیاقت اور شجاعت کی بدولت [۹۵۸] نظام شاہی حکومت کا خاص اور معتمد افسر تھا اور ملک عنبر کے بعد اس سے بہتر

۱- ملاحظہ ہو مآثرالامرا ، جلد اول (اُردو ترجمہ) ، ص ۶۵۴ - ۶۵۵ - (ق)

کوئی اور امیر نہ تھا ۔ بلکہ ملک عنبر کی زندگی میں بھی لشکر کشی اور فوجوں کا انتظام اس سے متعلق تھا ، چنانچہ کئی بار اس نے بادشاہی ملک پر تاخت کی ، اس کو غارت کیا اور برہان پور کا محاصرہ کر لیا ۔

جب نظام شاہ نے ، حمید خاں حبشی غلام کو اپنا سردار بنا لیا اور مالی و ملکی سارے معاملات اس کے سپرد کر دیے ، اس میں اس (حمید خاں) کی بیوی کی فریب کاری شامل تھی ، کیونکہ وہ دوسرے لوگوں کی عورتوں کو مکر و فریب سے بھگاتی تھی اور (نظام شاہ) کے عشرت کدے میں پہنچاتی تھی ۔ نظام شاہ اس پر ایسا شیفتہ اور فریفتہ ہوا کہ وہ برائے نام حکومت ہی سے خوش تھا اور حکومت کا سارا نظم و نسق اس مکار کٹنی کے سپرد کر دیا ۔

چنانچہ ایک مرتبہ عادل شاہ نے نظام شاہ کی سرحد پر ایک فوج بھیجی ۔ اس عورت نے جرأت اور بہادری کی وجہ سے لشکر کی سرداری کی درخواست کی ، چنانچہ نقاب ڈال کر گھوڑے پر سوار ہوئی ۔ مقابلے کے لیے گئی اور اس فوج (عادل شاہی) میں سے بہت سے سرداروں کو مقتول و مقید کیا اور سلامتی کے ساتھ لوٹ کا مال لے کر واپس آئی ۔

چونکہ وہ لوگوں کو بہت روپیہ دیتی تھی لہذا آہستہ آہستہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ فوج کے افسر اور ملک کے امیر اس کی رکاب میں پیدل چلتے تھے اور اپنی حاجتیں پیش کرتے تھے[1] ۔ اس وجہ سے یاقوت خاں نے کہ جو نامور سردار اور صاحب جمعیت تھا ، دل برداشتہ ہو کر نظام شاہ کی نوکری چھوڑنے کا ارادہ کر لیا اور بادشاہی ملازمت اختیار کرنے میں اپنی بھلائی سوچی ۔ [۹۵۹]

اکیسویں سال جلوس جہانگیری میں وہ پانسو سواروں کو لے کر جالنہ پور کے قریب آیا اور راؤ رتن ہادا کو کہ جو بالاگھاٹ کی حفاظت پر مقرر تھا ، لکھا کہ میں نے ملک عنبر کے لڑکے فتح خاں اور دوسرے

۱۔ حمید خاں کی بیوی کا حال اقبال نامہ جہانگیری ، (ص ۲۸۴ - ۲۸۵) سے مقتبس ہے ۔ (پ)

نظام شاہی سرداروں کے ساتھ بادشاہ کا وفا دار رہنا طے کر لیا ہے اور میں اس سعادت کو حاصل کرنے والوں میں آگے ہوں ۔ راؤ رتن نے اس کی دلدہی اور دل جوئی کی اور اس سلسلے میں اس کی ہمت افزائی کی ۔ اس نے خان جہاں لودی کو اطلاع دی کہ جو اس زمانے میں دکن کا صوبے دار تھا ۔ خان جہاں لودی نے اس (یاقوت خاں) کو پنج ہزاری ذات و سوار کا منصب اور اس کے ساتھیوں میں سے کچھ کے لیے مناسب منصب تجویز کیے کہ جن کی مجموعی حیثیت بیس ہزاری ذات اور پندرہ ہزار سوار کی تھی ، اور ان کو بادشاہی ملازمین میں منسلک کر لیا ۔

شاہجہاں بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں اسے علم اور نقارہ بھیجا گیا ۔ چونکہ وہ دکن کے امرا میں ممتاز تھا ، اس لیے اس سلطنت (مغلیہ) میں اس کی بہت قدر و منزلت ہوئی اور اس ملک (دکن) کے صوبے دار اس کے مشورے کے بغیر کوئی بڑا کام نہیں کرتے تھے ۔

جب چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں مہابت خاں خانخاناں نے دولت آباد کے مضبوط قلعے کا اپنی زبردست فوج سے محاصرہ کیا ، مورچالیں قائم کیں اور قلعہ فتح کرنے کی غرض سے نقب لگائے ، راستے بنانے اور دوسرے کام انجام دینے میں مصروف ہوا تو بوڑھے یاقوت خاں نے کہ بادشاہی نوکری کے باوجود نظام شاہ کی خیر خواہی کو نہیں چھوڑا تھا [۹٦۰] سمجھ لیا کہ قلعہ فتح ہونے والا ہے اور اس کے بعد اس خاندان کا کلی طور سے استیصال ہو جائے گا اور وہ علاقہ پورے طور سے بادشاہی حکومت میں شامل ہو جائے گا ، اس نے پوشیدہ طور سے محصورین قلعہ کی مدد کرنی چاہی ۔ اس نے ہر چند کوشش کی کہ رسد ، توپچی[1] اور قلعہ داری کا دوسرا سامان محصورین کو پہنچائے مگر مورچال کے لوگوں کی نگہبانی سے وہ ایسا نہ کر سکا ۔ جو غلہ کہ اس منافق (یاقوت خاں) کے بازار سے قلعے میں جاتا تھا وہ دوبارہ پکڑ لیا جاتا تھا ۔ اس طرح اس کی سازش ظاہر ہوگئی ۔ وہ خائن خوف زدہ ہو کر بھاگا کہ جو غلاموں کا شعار ہے ،

۱- متن میں تفنگچی ہے ۔ تفنگ ہونا چاہیے ۔ (م)

اور عادل شاہیوں سے مل گیا ۔

چونکہ شاہی اقبال روز بروز ترقی پر تھا اس لیے وہ کام جو بظاہر نقصان کا سبب تھا باطن میں دشمن کی شکست کا سبب بن گیا ۔ اس احسان فراموش (یاقوت خاں) نے اپنی سپاہ گری کا ڈھنڈورا پیٹا اور بیجا پور کے چند سرداروں، کو سرزنش کی ۔ عنبر کوٹ کی فتح کے بعد ، کہ جس سے دولت آباد کی شہر پناہ مراد ہے ، رندولہ خاں اور ساہو بھونسلہ ، خان زماں کے مقابل ہونے کہ جو کاعدی واڑہ کے گھاٹ پر تھا ۔ یاقوت خاں ، عادل شاہ کے صاحب اختیار (افسر) مراری دت کے ہمراہ ایک بڑا لشکر لے کر آیا ۔ خانخاناں نے اپنے لڑکے مرزا لہراسپ کو ایک فوج کے ساتھ متعین کیا اور تھوڑے سے بہادروں کو لے کر وہ خود بھی چلا ۔ لہراسپ کی مدد کرنے سے پہلے ہی دشمن کی فوج کے ایک حصے سے مقابلہ [۹۶۱] ہو گیا اور وہ ڈرپوک بھاگ کھڑے ہوئے ۔ اسی دوران میں ایک دوسرا گروہ پہاڑ کی گھاٹی سے برآمد ہوا اور معلوم ہوا کہ بیرہ باطن اور سیاہ فام یاقوت اس فوج میں ہے ۔ مراری نے اس فوج کو پیچھے رکھا اور ہراول دستے کو لہراسپ کے مقابلے کے لیے بھیجا ، تاکہ اس سے مقابلہ کرکے پیچھے ہٹ آئے اور اس کو (یاقوت کی فوج) کی طرف کھینچ لائے ۔

سپہ سالار (مہابت خاں) نے سوائے جنگ کے کوئی چارہ نہ دیکھا اور فوج کی کمی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر بھروسہ کیا اور مقابلے کے لیے تیار ہو گیا ۔ وہ انتقام کی تلوار نیام سے نکال کر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دشمن پر ٹوٹ پڑا ۔ اس کی بہادرانہ لڑائی اور مقابلے سے دشمن ہمت ہار بیٹھا اور بھاگ کھڑا ہوا ۔ اتفاق سے بھاگتے وقت ان کے سامنے ایک پل آ گیا اور راستے کی تنگی کی وجہ سے وہ ادبار زدہ فوج مصیبت میں پڑ گئی اور پیچھے سے تعاقب کرتے ہوئے (شاہی) بہادر سپاہی اجل رسیدہ یاقوت خاں کے پاس پہنچ گئے ۔ اگرچہ حبشیوں نے اپنے سردار (یاقوت خاں) کی حفاظت کے لیے خوب مردانہ اور ہمت ورانہ مقابلہ کیا لیکن بہادروں نے بہت سوں کو ختم کر دیا اور کچھ لوگوں نے یاقوت خاں کو زد پر لے لیا ۔ نیزے اور تلوار کے ستائیس زخم لگے اور وہ (یاقوت خاں) مارا

گیا ۔ حبشی مور و مگس کی طرح (بہت بڑی تعداد) میں جمع ہو گئے ۔ انھوں نے چاہا کہ اس بد قسمت حبشی (یاقوت خاں) کی لاش اٹھا کر لے جائیں ۔ [۹۶۲] فتح مند بہادروں نے نہایت شجاعت سے اس گروہ کو ناکام رکھا اور اس کی لاش پر قبضہ کر لیا ۔

ایسے بڑے سردار کے مارے جانے سے کہ سپاہ کشی اور فوج آرائی میں کوئی اس کا ثانی نہ تھا ، اس وقت دشمن کے سرداروں میں بہت بد دلی پھیل گئی ۔ محصورین قلعہ ہمت ہار بیٹھے اور اب قلعہ کی فتح کا راستہ صاف ہو گیا ۔

اس (یاقوت خاں) کا لڑکا فخر الملک بھی اس وسیع سلطنت (مغلیہ) میں تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے امرا میں شامل تھا ۔ باپ کے فرار ہونے سے پہلے پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ طبعی موت سے مر گیا ۔ یاقوت خاں کے مارے جانے کے بعد فخر الملک کے لڑکوں حسن خاں وغیرہ نے عادل شاہ کی نوکری اختیار کر لی ۔

حسن خاں کا لڑکا اپنے نصیبے کی رہنائی سے شاہجہاں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر شاہی ملازمین میں داخل ہو گیا ۔ نویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہوا ۔ وہ تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ، اور اس کے لیے دکن میں جاگیر مقرر ہوئی ۔

۲۴۳

یوسف محمد خاں تاشکندی

تاشکند (ریاست) فرغانہ کا ایک شہر ہے کہ جو پانچویں اقلیم میں واقع ہے اور دنیا کی آبادی کے کنارے پر ہے ۔ اس کے مشرق میں کاشغر ، مغرب میں سمرقند ، جنوب میں بد خشاں کی سرحد کے پہاڑ اور شمال میں ، اس سے پہلے الالیغ ، الماتو اور یانگی کے شہر آباد تھے [۹۶۳] کہ جو تراز کہلاتے تھے ۔ اب اوزبکوں کے ختم ہو جانے اور نقل مکانی کرنے کی

وجہ سے ان (شہروں) کا کوئی نام و نشان اور کھنڈر بھی باقی نہیں ہیں ۔ مغربی طرف کے علاوہ کہ وہاں پہاڑ نہیں ہے اور کسی طرف سے دشمن کے داخلہ کا امکان نہیں ہے ۔ دریائے سیحوں کہ جو دریائے خحند کے نام سے مشہور ہے ، اس ملک میں شمال مشرق کی طرف سے داخل ہوتا ہے اور مغرب کی طرف بہتا ہے ۔ وہ (دریا) خحند کے شمال اور فناکت کے جنوب سے کہ جو شاہرخیہ کے نام سے مشہور ہے ، گزرتا ہے اور ترکستان کے نیچے بہتا ہوا ریگستان میں جا کر غائب ہو جاتا ہے ۔

اس علاقے میں سات قصبے آباد ہیں ۔ جنوب کی طرف پانچ قصبے ، اندجان ، اوش ، مرغینان ، اسفرہ اور خحند ہیں اور شمال کی طرف (دو قصبے) آخسی (تراز) اور شاش (کاسان) ہیں کہ جو قدیم شہر ہیں اور پہلے بیاکت کے نام سے مشہور تھے اور اب تاشکند اور تاشکنیت کہلاتے ہیں ۔ وہاں کے لالہ کے باغ بخارا کے سرخ گلاب کی طرح لوگوں میں مشہور ہیں ، خصوصاً سات رنگ کا لالہ کہ جو خاص اسی علاقے میں پیدا ہوتا ہے[1] ۔

غرض جب خان مذکور (یوسف محمد خان) اپنے وطن مالوف سے ہندوستان میں آیا تو اس نے کچھ دن عبداللہ خان فیروز جنگ کی رفاقت میں گزارے ، پھر اپنی سعادت اور نیک بختی سے شاہزادہ شاہجہاں کی خدمت میں باریاب ہو گیا ۔ شاہزادے کے حضور میں اچھی طرح خدمت انجام دیتا تھا ۔ سفر و حضر میں شاہزادے (شاہجہاں) کے ہم رکاب رہ کر خدمت کرتا تھا ۔ [۹٦۴]

شاہجہاں بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد اسے دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب ، علم ، نقارہ ، گھوڑا ، ہاتھی اور پندرہ ہزار روپیہ نقد انعام مرحمت ہوا ، اور مالدو کے نواح میں اسے جاگیر ملی ۔ چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں دکن کی مہم میں وہ تقدیر کی نیرنگ پردازی سے

۱۔ یہ تزک بابری سے مقتبس ہے (انگریزی ترجمہ ، ص ۱۰۱) ۔

اچانک غیبی حادثے کا شکار ہو گیا ۔ یعنی جس روز کہ وہ بہادر خاں روہیلہ کے ہمراہ ہراول دستے کے طور پر متعین تھا ، اس کا مقابلہ عادل شاہی سرداروں رندولہ خاں اور بہلول خاں سے ہو گیا ۔ اس نے بہت بہادری دکھائی لیکن زخمی ہو کر میدان میں گر پڑا ۔ مخالف نے اس بات کو بڑی کامیابی سمجھا اور وہ اس کو بہادر خاں کے ساتھ اٹھا کر لے گئے ۔ بہت دنوں تک وہ بیجا پور میں مقید و محبوس رہا ۔

پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں جب یمین الدولہ آصف خاں حوالی بیجاپور کی تاخت و تاراجی پر مقرر ہوا ، اور اس نے محاصرہ کیا تو عادل شاہ نے دونوں (یوسف محمد خاں و بہادر خاں) کو یمین الدولہ کے پاس بھیج دیا ۔ جب وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے تو قدر شناس بادشاہ کی اس نوازش سے کہ جو وہ اپنے وفا شعار اور عقیدت مند خدام پر فرمایا کرتا ہے ، گزشتہ (نقصان کی) تلافی ہو گئی ۔ (دونوں میں سے) ہر ایک کو خلعت ، تلوار طلائی اور میناکار سامان کے ساتھ ڈھال ، گھوڑا اور ہاتھی مرحمت فرمایا ۔ یوسف محمد خاں کو اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ، نقارہ اور بیس ہزار روپے مرحمت ہوئے ۔ اس کے بعد وہ ٹھٹہ کی صوبیداری پر سرفراز ہوا ۔ [۹۶۵]

کہتے ہیں کہ وہ پہلے تورانی مغلوں کو نوکر رکھتا تھا ، جب اس نے اس سانحے میں غیر متوقع طور پر ان (تورانی مغلوں) سے بے وفائی اور بزدلی ملاحظہ کی کہ اپنے آقا (یوسف محمد خاں) کو دشمنوں کی قید میں چھوڑ کر خود صحیح و سالم میدان جنگ سے چلے آئے اور اپنی اپنی جاگیروں کو چلے گئے ، خان مذکور (یوسف محمد خاں) کے باپ سے کہ جو ترک علائق کرکے درویشانہ زندگی بسر کرتا تھا ، انھوں نے سرکشی کی اور زبردستی اس (باپ سے) بقایا واجب الادا وصول کر لیا ۔ اس وجہ سے وہ مغلوں کو کم نوکر رکھتا تھا اور اکثر ہندوستانیوں کو نوکر رکھا کرتا تھا ۔ اس کے بعد وہ بھکر کی فوجداری پر مامور ہوا ۔

جب گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں قندھار کا قلعہ (شاہجہاں) بادشاہ کے قبضے میں آ گیا تو وہ سیوستان کے فوجدار کے ہمراہ اس علاقے

میں اس وقت تک کے لیے متعین ہوا کہ وہاں بندوبست ہو جائے -
خان مشار الیہ (یوسف محمد خاں) نے اس علاقے کے ناظم قلیچ خاں کی ہمراہی
میں بست کے قلعے کی تسخیر میں بہت کوشش کی - بارھویں سال جلوس
شاہجہانی میں وہ بھکر کی فوجداری سے تبدیل ہو کر ملتان کی صوبیداری پر
مقرر ہوا ، اور اس سال ۱۰۴۹ھ (۴۰-۱۶۳۹ء) میں وہ مر گیا -

اس کے دو لڑکے مرزا روح اللہ اور مرزا بہرام تھے- پہلا (مرزا روح اللہ)
اٹھائیسویں سال جلوس کے آخر میں ایک ہزار اور پانسو ذات اور آٹھ سو
سوار کے منصب اور مانڈو کی فوجداری اور جاگیرداری پر سرفراز ہوا -
وہ کسی وجہ سے معتوب ہو گیا اور ایک ہزاری منصب پر بحال رہا - پھر
[۹۶۶] کانگڑہ کی فوجداری اور قلعہ داری پر مقرر ہوا -

عالم گیر بادشاہ کے تخت نشیں ہونے کے آغاز میں اس سے کوئی بات
بادشاہ کی مرضی کے خلاف صادر ہو گئی ، لہٰذا وہ منصب اور جاگیر سے
معزول ہو گیا اور اس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی - اس کے لڑکوں کو
خانہ زادی کے باوجود عالم گیر بادشاہ کی ناراضی کی وجہ سے منصب نہیں
ملے - وہ لوگ کچھ دنوں خان جہاں بہادر کوکلتاش کی رفاقت میں رہے -
اس کے بعد مرزا عبد اللہ شاہزادہ محمد اعظم شاہ کی سرکار میں نوکر
ہوا اور اسے قور بیگی کا منصب ملا - اس نے نہایت اعزاز و اعتبار حاصل
کیا - اس کی حیثیت بحال ہو گئی اور وہ میر آتش کے منصب پر سرفراز ہوا -
اس نے جاجو کی جنگ میں حق نمک ادا کر دیا اور اس نے اس عالی ہمت
شاہزادے (محمد اعظم شاہ) کی ہمراہی میں اپنی جان نچھاور کر دی -

اس کا لڑکا مرزا فتح اللہ کم عمر تھا - بسالت خاں سلطان نظر اعظم
شاہی نے مرزا (عبداللہ سے) خواجہ تاشی اور دوستی کی وجہ سے اس کی تربیت
پر توجہ کی - اس (بسالت خاں) کے مرنے کے بعد وہ آصف جاہ نظام الملک
کی سرکار میں نوکر ہوا اور دیوانخانے اور ہرکاروں کا داروغہ مقرر ہوا
اور اس بادشاہ جیسے امیر کی عنایت سے اسے منصب اور موروثی خطاب
ملا - اس کتاب کی تالیف کے زمانے میں وہ زندہ ہے اور اس کتاب کے
مؤلف کے ساتھ محبت والفت کے تعلقات ہیں - [۹۶۷]

۲۴۴

یکہ تاز خاں عبداللہ بیگ

وہ منصور حاجی بلخی کا لڑکا ہے کہ جو نذر محمد خاں والی بلخ و بدخشاں کی حکومت کا امیر اور عقلمند و تجربہ کار شخص تھا ۔ خان مذکور (نذر محمد خان نے) (منصور حاجی بلخی کو) بارھویں سال جلوس (شاہجہانی) میں تحایف دے کر سفارت پر شاہجہاں بادشاہ کے پاس بھیجا ۔ بادشاہ (شاہجہاں) کے حضور سے اس کو پچاس ہزار روپے نقد اور دوسرے عطیات مرحمت ہوئے اور اسے روانگی کی اجازت ملی ۔ اس کے لڑکے بھی اس کے ہمراہ تھے ۔ اس کے ہر ایک لڑکے کو بھی مناسب عطیات ملے اور وہ بھی اپنے وطن کو واپس چلے گئے ۔

جب شاہزادہ مراد بخش کی کوشش سے بدخشاں و بلخ کا ملک بادشاہی قبضے میں آ گیا اور نذر محمد خاں آوارہ دشت ہو گیا تو حاجی مذکور (منصور حاجی بلخی) ترمذ کے قلعے کی حفاظت و حکومت پر مقرر ہوا ۔ اس نے اپنی صوابدید اور دور اندیشی سے محمد منصور[1] اور عبداللہ بیگ کو شاہزادہ (مراد بخش) کی خدمت میں بھیج دیا اور انھوں نے اطاعت کا اظہار کیا ۔ اسی وقت شاہزادے کی طرف سے ایک تسلی نامہ اور خلعت ایک معتمد آدمی کے ذریعے اس کے پاس بھیجا گیا اور زین خاں کوکلتاش کا پوتا سعادت خاں ترمذ کی حفاظت پر مقرر ہوا ۔ اس (منصور حاجی) نے قلعہ مذکور (ترمذ) کو خان مذکور (سعادت خاں) کے سپرد کر دیا اور وہ شاہزادے سے وابستہ ہو گیا ۔ غائبانہ طور سے اسے دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب [۹۶۸] اور بلخ کی صدارت ملی[2] اور اس کے لڑکوں کو بھی مناسب منصب ملے ۔ اس زمانے میں اس کا بڑا لڑکا محمد محسن بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا ، اور اسے اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں ایکہ

۱۔ دیکھیے بادشاہنامہ ، جلد دوم ، ص ۵۴۵ ۔ (ب)

۲۔ بادشاہنامہ ، جلد دوم ، ص ۵۵۵ ۔ (ب)

ہزاری ذات اور چار سو سوار کا منصب اور خان کا خطاب ملا۔ وہ بنگالہ میں تعیناب ہوا اور تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شراب نوشی کی کثرت کی وجہ سے فوت ہو گیا ۔

اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں عبداللہ بیگ بلخ سے آیا اور اس نے شرف باریابی حاصل کیا ۔ اسے خلعت اور مرصع خنجر مرحمت ہوا ۔ اس کے منصب میں اضافہ ہوا اور پانچ ہزار روپے اسے انعام ملے ۔ چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں اضافہ ہوا اور وہ ایک ہزار اور پانسو ذات اور پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے میر توزک کا عہدہ اور مخلص خاں کا خطاب ملا اور اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزاری ذات اور آٹھ سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

شاہجہاں بادشاہ کے آخری زمانے میں وہ مہا راجا جسونت کی ہمراہی میں مالوہ میں متعین ہوا ، اور جب دارا شکوہ کی طرف سے ، کہ سلطنت کے سارے اختیارات اس کے ہاتھ میں تھے ، حکم ہوا کہ دکن و گجرات کا کوئی صوبیدار (اورنگ زیب و مراد) اگر بادشاہ کے حضور میں آئے تو اس کو آگے بڑھنے کی ہرگز اجازت نہ دی جائے ، اس دوران میں اورنگ زیب عالمگیر دریائے نربدا کو عبور کر کے مستقر الخلافہ [۹۶۹] (آگرہ) کی طرف روانہ ہوا ۔ راجا (جسونت) نے فوج کو مرتب کیا اور اس نے اوجین سے سات کوس کے فاصلے پر راستہ روک لیا ۔ سخت جنگ ہوئی ۔ مخلص خاں توران کے مشہور سپاہیوں کی ایک جماعت کے ساتھ ہراول دستے میں تھا ، جب راجپوت سردار بری طرح مارے گئے تو راجا نے بھاگنا مناسب سمجھا ۔ اس نے اس شرمناک بات کو پسند کر لیا اور وہ زخمی راجپوتوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا ۔ اکثر بادشاہی امرا بھی جان بچانے کی غرض سے بھاگ گئے ۔ مشارٌ الیہ (مخلص خاں) ایک جماعت کے ساتھ دشمن (جسونت) کی فوج سے علیحدہ ہو گیا اور اپنی قسمت کی رہنمائی سے عالم گیر کی خدمت میں حاضر ہوا ۔

اس سے پہلے جب عالم گیر بادشاہ دکن سے روانہ ہوا تو مخلص خاں کو

طاب قاضی نظاماتی کرہرودوی کو مل چکا تھا ، اس لیے اس کو
ہ تاز خاں کا خطاب ، تین ہزاری ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کا
صب اور بیس ہزار روپیہ انعام مرحمت ہوا ، اور جت کھجوہ کی لڑائی کے
د شکست خوردہ شجاع بنگالہ کی طرف بھاگ گیا تو وہ بھی شاہزادہ
طان محمد کی ہمراہی میں اس کے تعاقب پر متعین ہوا ۔

جب شاہزادہ (سلطان محمد) اپنی کوتاہ اندیشی اور ناسمجھی سے شجاع
ے مل گیا تو معظم خاں جو اس مہم کا سربراہ اور بادشاہی لشکر کا
ہ سالار تھا ، برسات گزرنے کے بعد بل گھٹہ کے[1] قریب [۷۰۹] ایک
ہرے نالے کے پیچھے مقیم ہوا کہ جو اکبر نگر (راج محل) سے چوبیس
وس کے فاصلے پر ہے ، اور اس نالے پر آدھے کوس کے فاصلے سے دو پل
نے گئے اور پلوں کے اس طرف مورچال قائم کی گئی اور توپ خانے کا
را ساز و سامان مرتب و مستحکم کیا گیا ۔

دوسرے سال جلوس عالم گیری کے ماہ ربیع الآخر (دسمبر ۱۶۵۸ء)
ں شجاع مقابلے کے لیے آ گیا اور توپ و بندوق چلنے لگی ۔ جب اس نے
یکھا کہ معظم خاں کے لشکر کے سامنے کا پل توپ خانے کی وجہ سے
ت مستحکم ہے تو وہ سلطان محمد کی ہراولی میں دوسرے پل کی طرف بڑھا ۔
کہ تاز خاں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نہایت بہادری اور جرأت کے ساتھ
افعت کے لیے دریا کے پار مورچال کے پاس آ گیا ۔ معظم خاں کو جب
، خبر ملی تو اس نے ذوالفقار خاں کو اغزان اور روز بہان گروہوں کے
اتھ اس کی مدد کے لیے بھیجا ۔ شجاع کی طرف سے مقصود بیگ مخاطب
، قدر انداز خاں اور سر مست افغان مارے گئے اور اس طرف سے
کہ تاز خاں اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ مارا گیا ۔ اس کے علاوہ کچھ اور
وگ بھی ختم ہوئے اور بہت سے زخمی ہوئے ۔

۱- عالم گیر نامہ ، ص ۵۱۹ -

۲۴۵

یلنکتوش خاں بہادر

چودھویں سال جلوس عالم گیری میں اسے تلوار ، جمدھر اور برچھی مرحمت ہوئی اور وہ اپنے ساتھیوں میں ممتاز ہوا ۔ انیسویں سال جلوس عالم گیری میں اسے شادی کے دن خلعت ، زمرد کا سر پیچ ، طلائی ساز کے ساتھ گھوڑا [۱۷۱] اور نقرئی ساز کے ساتھ ہاتھی مرحمت ہوا ۔ بیسویں سال جلوس عالم گیری میں اصل و اضافہ کے بعد اسے دو ہزاری ذات اور سات سو سوار کا منصب مرحمت ہوا اور پچیسویں سال جلوس عالم گیری میں ابو نصر خاں کے معزول ہونے کے بعد قوربیگی کے عہدے پر سرفراز ہوا ۔

اس کے بعد وہ معتوب ہوا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کا منصب بحال ہوگیا اور وہ سابقہ حیثیت پر آ گیا ۔ بختاور خاں کے انتقال کے بعد وہ خواصوں کی داروغگی پر مقرر ہوا ۔ انتیسویں سال جلوس عالم گیری میں پھر وہ خدمت اور منصب سے معزول ہوا اور اس پر (شاہی) عتاب ہوا ۔ اس کا بقیہ حال معلوم نہ ہو سکا ۔ [۱۷۲]

خاتمہ

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ یہ کتاب بقیہ لوگوں کے احوال کے ساتھ مآثرالامرا کا ضمیمہ بن کر اتمام کو پہنچی ؛ اب تکملہ لکھنے والا قلم مدعا عرض کرتا ہے -

بیت

اگرچہ نیک نیم خاک پاک نیکانم
عجب کہ تشنہ بمانم سفال ریحانم

اس بات کے پیش نظر میں اپنے مختصر سے حالات قلم بند کرتا ہوں -

اس بےبضاعت کا نام عبدالحئی ہے - ۱۱۴۲ھ (۳۰-۱۷۲۹ء) میں پیدا ہوا - سن تمیز کو پہنچنے کے بعد کچھ کتابیں مدارس میں پڑھیں اور درسی علوم کی تحصیل میں مشغول ہوا - کچھ دنوں فنون ادبیہ و عربیہ کی تحصیل کی اور کچھ مدت نظری و عملی علوم کی کتابوں کے مطالعے میں بھی گزاری - ۱۱۶۲ھ (۴۹-۱۷۴۸ء) [۱۷۴۳] میں منصب اور خان کا خطاب ملا اور ناصر جنگ شہید کی طرف سے صوبہ برار کی دیوانی اور اس سردار (ناصر جنگ) کی جاگیر کے محالات کی متصدی گری پر مامور ہوا کہ جو اس صوبے (برار) میں تھی - اور صلابت جنگ کی عملداری میں اورنگ آباد کی نظامت اور قلعہ دولت آباد کی قلعہ داری ملی -

جب باپ (صمصام الدولہ شاہنواز خاں) مارا گیا اور دشمن با اختیار

ہو گئے تو کچھ دنوں گوشہ نشین رہا اور ہر طرف سے مایوس تھا کہ اچانک نظام‌الدولہ نے اس ضعیف کی مدد فرمائی اور طرح طرح سے نوازا۔ پہلے قدیم منصب پر بحال ہوا اور پھر موروثی خطاب مرحمت ہوا۔ اس کے بعد دکن کے صوبوں کی دیوانی تفویض ہوئی کہ جس پر میرے دادا فائز رہے تھے اور میں اپنے ساتھیوں میں ممتاز ہوا۔ (نظام‌الدولہ نے) مجھے بزم و رزم کا جلیس بنایا۔ لڑائیوں اور مقابلوں میں مجھ پر تحسین و نوازش ہوتی تھی۔ اس زمانے میں میں اس بے نظیر امیر (نظام الدولہ) کی ہم‌نشینی کے قرب سے ممتاز و مفتخر ہوں اور اس زمانے کے اعلیٰ منصب پر فائز ہوں اور مجھے صمصام الملک کا خطاب ملا ہے۔ اسی مناسبت سے میں نے صارم تخلص اختیار کیا ہے[1] اور اپنے چند شعر اس کتاب میں بطور یادگار پیش کرتا ہوں[2] : [۹۷۴]

شعر

دیدن آسان نیست حسن آتشیں خوئے ترا
آفتاب آئینہ باشد جلوۂ روئے ترا

۱۔ میر عبدالحئی کا خطاب پہلے شمس الملک دلاور جنگ تھا ، اس وقت وقار تخلص اختیار کیا ؛ جب صمصام الملک خطاب ملا تو صارم تخلص کرنے لگے۔ محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن ، جلد دوم ، ص ۶۰۵ ، نیز دیکھیے ، عقد ثریا از غلام ہمدانی مصحفی (مرتبہ مولوی عبدالحق) (اورنگ آباد ۱۹۳۴ء) ، ص ۳۷ - خزانۂ عامرہ (لکھنو ۱۸۷۱ء) ، ص ۲۹۶-۲۹۷ -

۲- میرعبدالحئی صارم کا انتقال ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۱۹۶ھ (۲۸ اپریل ۱۷۸۲ء) کو ہوا ۔ حیدر آباد (دکن) میں دفن ہوئے ۔ محبوب الزمن جلد دوم ، ص ۶۰۶ ، خزانۂ عامرہ ، ص ۲۹۶-۲۹۷ - (ق)

ولہ

بدیہا نیک گردد چون مناسب با مزاج افتد
کہ باشد آب حیوان آتش سوزان سمندر را

ولہ

بغرور کے تواند دید زیر چرخ آرامے
در غلطان ندارد یار شکل آرمیدن ہا

ولہ

ز خط پشت لبش نقش و نگار می‌کند پیدا
عقیق از کندن نام اعتبارے می‌کند پیدا

ولہ

غنچہ ساں تا بفکر در باشی
نتواں دید دل کشائیہا

ولہ

ناتواناں را نمی باشد غم از آشوب دہر
موج دریا از برائے کاہ بازوے شنا ست

ولہ

بعد استعمال بوئے عطر کاہد دم بدم
قدر کم تر ساز خوباں ہرچہ ہست آمیزش است [۹۷۵]

ولہ

آئینہ تا صفای رخ یار دیدہ است
در چشم خویش سرمۂ حیرت کشیدہ است

ولہ

غافل مشو ز فتنۂ مکر زبان نرم
باسنگ کار تیشہ کند آب عاقبت

ولہ

دامانِ زلف را ز کف من کشید و رفت
گفتم کہ من شکار تو ام دام چید و رفت

ولہ

گہے تغافل و گہ ناز و گہ جفا دارد
برائے کشتن عشاق شیوہا دارد

ولہ

سخن بقدر ضرورت بود بزرگاں را
کہ جز جواب نگردد صدا ز کوہ بلند

ولہ

دل دیوانہ از چشم تو ہر دم کام می خواہد
ز خود رفتست مست ما و دیگر جام می خواہد

ولہ

ماتم کدہ گر نیست جہاں بہرچہ ہر صبح [۹۷۶]
شد ہر کہ دوچار دگرے دشت بسر زد

ولہ

دل شد ز شوق خطش محبوس زندان ذقن
عاقبت ایں طفل ناداں را پری در چاہ برد

ولہ

از خم قامت پیریست عیان شکل فنا
آہ دیوار چو گردید دوتا می افتد

ولہ

گران جانان نمی دانند رسم راز داری‌ہا
برآری گر سخن از لب بکوہستان صدا گردد

ولہ

دل نازک مزاجان از نسیمے می شود برہم
صبا در گلستان بر خویشتن لرزیدہ می آید

ولہ ، قطعہ

خار را گل می دہد جا در پناہ خویشتن
دست شفقت برمگیر از خیر خواہ خویشتن
لازم افتادست در عالم مکافات عمل
چاہ کن اول رود در قعر چاہ خویشتن

ولہ

تا ز باغ دیدۂ من رفتی اے جان نگاہ [۹۷۸]
ہر سر مژگان من شد خار دامان نگاہ

ولہ

مپیچ با سخن لغو سنگدل ہرگز
کہ منتفع نشود از جواب کوہ کسے

ولہ

قدے کہ خم شدہ از طول عمر محراب است
ازان بترس کہ با پیر بے‌ادب باشی

رباعیه

هر کس که زند بر لب خود مهر ادب
بدخواهش را بود هم بسته دو لب
اے شمع خموش تا بمحفل باشی
هرگز نکشی ز جور مقراض تعب

رباعیه

با خلق ز حسن خلق بیکار مباش
سود ار نرسانی بے آزار مباش
چون گل نکنی اگر دل کس را خوش
بارے بخراش دامن خار مباش

رباعیه

دنیا که براه چار سو می ماند
هر کوچهٔ تنگ او بمو می ماند
تا در گزری ازو نکوئی می کن
کز مرد همیں نام نکو می‌ماند

رباعیه

بگزشت شباب و عهد پیری چو رسید
حیف است سیاه کردن موے سفید
اے محو خیال خواب غفلت تاچند
شب آخر شد سفیدهٔ صبح دمید

رباعیه

اے خاتم انبیا چه عالی شانی
آنی تو که خود مرتبه ات می دانی
چون ذات خدا که خالق بے مثل است
تو مخلوق ولے نداری ثانی

رباعیہ

اے راکب دوش فیض آمائے نبی
وے ذات تو عین ذات والائے نبی
زیں روست کہ در مکہ کسے فرق نکرد
چوں خوابیدی شبے تو بر جائے نبی[1] [۹۷ء]

اب کتاب کے اختتام پر خدائے علام کی حمد کرتا ہوں اور رسول خیر انام صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے حضور میں درود و سلام پیش کرتا ہوں -

تمت

مآثرالامرا کی تیسری جلد اللہ تعالیٰ کی مدد سے ختم ہوئی کہ جو فیاض مالک ہے ، اور اس کی طرف ہم کو جانا اور واپس لوٹنا ہے -

---

۱- میر عبدالحئی صارم ، کا کچھ اردو کلام مؤلف محبوب الزمن نے نقل کیا ہے جس میں سے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں :

اک آن میں حیف کھل گئیں آنکھیں
پھر موند پلک میں وہ نہ دیکھا رویا
میں مدت کے بعد ایک دم جو سویا
دیکھوں تو مجھ کنے ہے صنم گویا

مجھے گر جاں کنی کا حکم وہ شیریں دہاں کرتا
کہا اس کا خدا کی سوں ارے یارو بجاں کرتا
فلک گرتا زمین پھٹتی چمن سے رنگ اڑ جاتا
اگر میں اپنے دل کا حال اے ظالم بیاں کرتا

سجن تجھ زلف میں ہل ہل رہا ہے
ہمارے ہاتھ میں دل کب رہا ہے
نہیں کھلتا بہار و باغ سوں باغ
یہی عقدہ مجھے مشکل رہا ہے

تاریخ طبع مآثرالامرا

(اُردو ترجمہ)

از رشحات قلم جناب رئیس امروہوی صاحب

بر کوچک بزرگ تر خطہ !
بر کوچک عظیم تر دنیا

کشور ہند و ارض پاکستان — دونوں اپنی جگہ بہشت نما
ایشیا کا یہ مرکز افکار — ارض مشرق کا گلشن زیبا
اس کی تاریخ ، حاصل تاریخ — اس کا جغرافیہ ، جہاں آرا
برّ کوچک ، نشیمن اقوام — مدرسہ ، مختلف مذاہب کا
آریہ عہد سے بہت پہلے — یہی سرچشمۂ تمدن تھا
غربا اس کے قانع و خود دار — امراء ، اس کے معرکہ آرا

برّ کوچک کی زندگی میں رئیس
مغلیہ عہد ، عہد زریں تھا

آگرہ ، شالامار ، تاج محل — قلعۂ دہلی و لب جمنا
مغلیہ عہد کے مآثر میں — یہ مناظر ہیں کس قدر رعنا
برّ کوچک کی ساری تاریخیں — دفتر دانش و خیال افزا

ہند کے دفتر سوانح میں منتخب ہے ، مآثرالامراء
امرائے قدیم کی تاریخ تذکرہ مغلیہ بزرگوں کا
علم تاریخ و فن دانش کی
ہے "قلم رو مآثرالامرا" ۱۳۹۰ھ

خان و نواب و میر شاہ نواز اس کا معجز بیان مصنف تھا
دولت مغلیہ کا وہ صمصام[۱] وہ مورخ وہ معرکہ آرا
صاحب سیف اور اہل قلم ہمہ اوصاف و تمام صفا
ہاں یہی تھا بصورت اول نقش بند مآثرالامرا
ناکمل تھا کچھ ابھی یہ نقش کہ عمل کا بدل گیا نقشا
قبل تکمیل تذکرہ صد حیف خان ذی مرتبت شہید ہوا

"خان و نواب ، نام شاہ نواز" ۱۱۷۷
۱۱۷۷ ۲۱۳
وہ "معالی نژاد" تھا گویا ۱۳۹۰ھ
۲۱۳

اور اس کشتۂ جفا کے بعد فکر آزاد[۲] نے ظہور کیا
وہ غلام علی گرامی قدر بلگرامی ز نسبت آبا
اس نے اس تذکرے کو ازسر نو جمع و ترتیب سے درست کیا

"وہ غلام علی لقب آزاد" ۱۳۳۷
۱۳۳۷ ۵۳
علم اس کا "پیام" سر تا پا ۱۳۹۰ھ
۵۳

پسر خان ، میر عبدالحئی ان کے ہاتھوں یہ کام ختم ہوا

"ہے یہ تالیف میر عبدالحئی" ۹۲۶
۹۲۶ ۴۶۴
تذکرہ سر بہ سر 'جلالت' کا ۱۳۹۰ھ
۴۶۴

۱- صمصام الدولہ شاہ نواز خان ۔
۲- میر غلام علی آزاد بالگرامی ۔

نکتہؔ اہل فن میں ہے 'مقبول' "صاف اُردو میں ترجمہ اس کا"

۱۷۸ ۱۲۱۲

۱۲۱۲
۱۷۸
———
۱۳۹۰ھ

مترجم ، محمد ایوب

۷۹۴ ۷۹۴

قادری ، بے بہا جہاں آرا ۵۹۶

۵۹۶
———
۱۳۹۰ھ

وہ کہ جس کا بیاں سخن افروز وہ کہ جس کا قلم بصیرت زا
فکر ، پر مغز و نکتہ داں اس کی شغل ، تاریخ و تذکرہ ، اس کا

"مرکزی اُردو بورڈ زندہ باد" ۷۷۳

۷۷۳ ۶۱۷

اس 'روایت' کا کر دیا احیا

———
۱۳۹۰ھ ۶۱۷

———

ضمیہ جات

(۱) شاہان مغلیہ

۱۔ ظہیرالدین بابر (ابن عمر شیخ مرزا) ۹۳۲ھ تا ۹۳۷ھ
۱۵۲۶ء ۱۵۳۰ء

۲۔ نصیرالدین ہمایوں (ابن بابر) ۹۳۷ھ تا ۹۶۳ھ
۱۵۳۰ء ۱۵۵۶ء
[شیر شاہ نے ۹۴۷ھ میں ہمایوں کو ہندوستان بدر کر دیا؛ تقریباً ۱۵ سال کے بعد ۹۶۱ھ میں ہمایوں نے دوبارہ ہندوستان حاصل کیا]

۳۔ جلال‌الدین اکبر (ابن ہمایوں) ۹۶۳ھ تا ۱۰۱۴ھ
۱۵۵۶ء ۱۶۰۵ء

۴۔ نورالدین جہانگیر (ابن اکبر) ۱۰۱۴ھ تا ۱۰۳۷ھ
۱۶۰۵ء ۱۶۲۷ء

۵۔ شہاب‌الدین شاہجہاں (ابن جہانگیر) ۱۰۳۷ھ تا ۱۰۶۸ھ
۱۶۲۸ء ۱۶۵۸ء

		میں معزول ہوا اور ۱۶۲۶ء میں انتقال ہوا۔
۶۔ محی الدین اورنگ زیب عالم گیر	(ابن شاہجہاں)	۱۰۶۸ھ تا ۱۱۱۸ھ ۱۶۵۸ء ۱۷۰۷ء
۷۔ شاہ عالم بہادر شاہ اول	(ابن عالم گیر)	۱۱۱۸ھ تا ۱۱۲۴ھ ۱۷ ۷ء ۱۷۱۲ء
۸۔ جہاندار شاہ	(ابن شاہ عالم)	۱۱۲۴ھ تا ۱۱۲۵ھ ۱۷۱۲ء ۱۷۱۳ء قتل کیا گیا
۹۔ فرخ سیر	(ابن عظیم الشان)	۱۱۲۵ھ تا ۱۱۳۱ھ ۱۷۱۳ء ۱۷۱۹ء مارا گیا
۱۰۔ رفیع الدرجات	(ابن رفیع الشان)	۹ ربیع الثانی تا ۲۰ رجب ۱۱۳۱ھ ۱۱۳۱ھ ۱۷۱۹ء ۱۷۱۹ء سوا تین ماہ بادشاہ رہا ۔
۱۱۔ رفیع الدولہ	(ابن رفیع الشان)	۲۰ رجب تا ۱۷ ذی قعدہ ۱۱۳۱ھ ۱۱۳۱ھ ۱۷۱۹ء ۱۷۱۹ء چار ماہ بادشاہ رہا ۔
۱۲۔ محمد شاہ	(ابن جہاں شاہ)	۱۱۳۱ھ تا ۱۱۶۱ھ ۱۷۱۹ء ۱۷۴۸ء
۱۳۔ احمد شاہ	(ابن محمد شاہ)	۱۱۶۱ھ تا ۱۱۶۷ھ ۱۷۴۸ء ۱۷۵۴ء اندھا کر کے قید کر دیا گیا ۔

۱۴- عالم گیر ثانی	(ابن معزالدین)	۱۱۶۷ھ تا ۱۱۷۳ھ ۱۷۵۴ء ۱۷۵۹ء
۱۵- شاہ عالم ثانی	(ابن عالم گیر ثانی)	۱۱۷۳ھ تا ۱۲۲۱ھ ۱۷۵۹ء ۱۸۰۶ء
۱۶- اکبر شاہ ثانی	(ابن شاہ عالم ثانی)	۱۲۲۱ھ تا ۱۲۵۳ھ ۱۸۰۶ء ۱۸۳۷ء
۱۷- بہادر شاہ ظفر	(ابن اکبر شاہ ثانی)	۱۲۵۳ھ تا ۱۲۷۴ھ ۱۸۳۷ء ۱۸۵۷ء جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصہ لینے کی وجہ سے جنوری ۱۸۵۸ء میں قید ہو کر رنگون پہنچے اور وہیں ۷ نومبر ۱۸۶۲ء کو فوت ہوئے ۔

خاندان آصفیہ

۱- نظام‌الملک آصف جاہ	نظام اول	۱۱۳۲ھ تا ۱۱۶۱ھ ۱۷۲۰ء ۱۷۴۸ء
۲- نظام‌الدولہ بہادر ناصر جنگ شہید	نظام دوم	۱۱۶۱ھ تا ۱۷ محرم ۱۱۶۴ھ ۱۷۴۸ء ۱۷۵۰ء
۳- ہدایت محی‌الدین مظفرجنگ	نظام سوم	۱۷ محرم تا ۱۷ ربیع‌الاول ۱۱۶۴ھ ۱۱۶۴ھ ۱۷۵۰ء ۱۷۵۱ء
۴- نواب صلابت جنگ	نظام چہارم	۱۷ ربیع‌الاول تا ذی‌الحجہ ۱۱۶۴ھ ۱۱۷۵ھ ۱۷۵۱ء ۱۷۶۲ء

نظر بند کیے گئے اور ربیع الاول ۱۱۷۷ھ ۱۵ ستمبر ۱۷۶۳ء کو فوت ہوئے ۔

۵۔ نواب نظام علی خان	نظام پنجم	۱۱۷۵ھ تا ۱۷ ربیع الآخر ۱۲۱۸ھ ۱۷۶۲ء ۱۸۰۲ء
۶۔ نواب سکندر جاہ	نظام ششم	۱۲۱۸ھ تا ۱۲۴۴ھ ۱۸۰۲ء ۱۸۲۹ء
۷۔ نواب ناصرالدولہ	نظام ہفتم	۱۲۴۴ھ تا ۱۲۷۳ھ ۱۸۲۹ء ۱۸۵۷ء
۸۔ نواب افضل‌الدولہ	نظام ہشتم	۱۲۷۳ھ تا ۱۲۸۵ھ ۱۸۵۷ء ۱۸۶۹ء
۹۔ میر محبوب علی خان	نظام نہم	۱۲۸۵ھ تا ۱۳۲۹ھ ۱۸۶۹ء ۱۹۱۱ء
۱۰۔ میر عثمان علی خان	نظام دہم	۱۳۲۹ھ تا ستمبر ۱۹۱۱ء ۱۹۴۸ء میں سقوط حیدر آباد ہوا اور ۲۴ فروری ۱۹۶۷ء کو انتقال ہوا ۔

نوابان و شاہان اودھ

۱۔ سعادت خان برہان‌الملک	(ابن محمد نصیر)	۱۱۳۲ھ تا ۱۱۵۱ھ ۱۷۲۹ء
۲۔ ابوالمنصور خان صفدر جنگ	(ابن جعفر خان)	۱۱۵۱ھ تا ۱۱۶۷ھ ۱۷۲۹ء ۱۷۵۴ء

نام	نسبت	از		تا
۳- جلال الدین حیدر شجاع الدولہ	(ابن صفدرجنگ)	۱۱۶۷ھ ۱۷۵۴ء	تا	۱۱۸۸ھ ۱۷۷۵ء
۴- محمد یحییٰ آصف الدولہ	(ابن شجاع الدولہ)	۱۱۸۸ھ ۱۷۷۵ء	تا	۱۲۱۲ھ ۱۷۹۷ء
۵- وزیر علی خاں	(متبنٰی آصف الدولہ)	ربیع الثانی ۱۲۱۲ھ	تا	شعبان ۱۲۱۲ھ
۶- سعادت علی خاں	(ابن شجاع الدولہ)	شعبان ۱۲۱۲ھ ۱۷۹۸ء	تا	۱۲۲۹ھ ۱۸۱۴ء
۷- غازی الدین حیدر	(ابن سعادت علی خاں)	۱۲۲۹ھ ۱۸۱۴ء	تا	۱۲۴۳ھ ۱۸۲۷ء
۸- نصیر الدین حیدر	(ابن غازی الدین حیدر)	۱۲۴۳ھ ۱۸۲۷ء	تا	۱۲۵۳ھ ۱۸۳۷ء
۹- محمد علی شاہ	(ابن سعادت علی خاں)	۱۲۵۳ھ ۱۸۳۷ء	تا	۱۲۵۸ھ ۱۸۴۲ء
۱۰- امجد علی شاہ	(ابن محمد علی شاہ)	۱۲۵۸ھ ۱۸۴۲ء	تا	۱۲۶۳ھ ۱۸۴۷ء
۱۱- واجد علی شاہ	(ابن امجد علی شاہ)	۱۲۶۳ھ ۱۸۴۷ء	تا	۱۲۷۲ھ ۱۸۵۶ء

فروری ۱۸۵۶ء میں واجد علی شاہ معزول ہوئے اور مٹیا برج کلکتہ میں نظر بند کر دیے گئے اور وہیں ۱۳۰۴ھ (۱۸۸۷ء) میں فوت ہوئے۔

نوابان فرخ آباد

نام	ولدیت	از		تا
۱- نواب محمد خاں بنگش غضنفر جنگ	(ابن ملک عین خاں)	۱۱۲۵ھ ۱۷۱۳-۱۴ء	تا	۱۱۵۳ھ ۱۷۴۳ء
۲- نواب قائم خاں بنگش قائم جنگ	(ابن محمد خاں بنگش)	۱۱۵۳ھ ۱۷۴۳ء	تا	۱۱۶۲ھ ۱۷۴۹ء
۳- نواب امام خاں بنگش[1]	(ابن محمد خاں بنگش)	ذی‌الحجہ ۱۱۶۲ھ ۱۷۴۹ء	تا	شعبان ۱۱۶۳ھ ۱۷۵۰ء
۴- نواب احمد خاں غالب جنگ	(ابن محمد خاں بنگش)	شعبان ۱۱۶۳ھ ۱۷۵۰ء	تا	۱۱۸۵ھ ۱۷۷۱ء
۵- نواب دلیر ہمت حاں مظفر جنگ	(ابن احمد خاں بنگش)	۱۱۸۵ھ ۱۷۷۱ء	تا	۱۲۱۱ھ ۱۷۹۶ء
۶- نواب امداد حسین خاں ناصر جنگ	(ابن نواب دلیر ہمت خاں)	۱۲۱۱ھ ۱۷۹۶ء	تا	۱۲۲۸ھ ۱۸۱۳ء
۷- نواب خادم حسین خاں شوکت جنگ	(ابن امداد حسین خاں)	۱۲۲۸ھ ۱۸۱۳ء	تا	۱۲۳۸ھ ۱۸۲۳ء
۸- نواب تجمل حسین خاں مظفر جنگ	(ابن خادم حسین خاں)	۱۲۳۸ھ ۱۸۲۳ء	تا	۱۲۶۲ھ ۱۸۴۶ء
۹- نواب تفضل حسین خاں	(ابن نصرت جنگ ابن امداد حسین خاں ناصر جنگ)	۱۲۶۲ھ ۱۸۴۶ء		

۱- قائم خاں کے قتل کے بعد امام خاں مسند نشین ہوا، مگر صفدر جنگ اُس کو بہانے سے قید کر کے لے گیا اور قید ہی میں اسے قتل کر دیا گیا۔

انہوں نے جنگ آزادی
۱۸۵۷ء میں حصہ لیا
۱۸۵۹ء میں مکہ معظمہ
جلا وطن کیے گئے اور
وہیں ۱۸۸۲ء میں ان کا
انتقال ہوا۔

نوابان رام پور

۱- نواب فیض‌اللہ خاں	(ابن نواب علی محمد خاں والی روہیل کھنڈ ف ۱۱۶۲ھ ۱۷۴۹ء)	۱۱۶۸ھ ۱۷۵۴ء	تا	۱۲۰۸ھ ۱۷۹۴ء
۲- نواب محمد علی خاں	(ابن فیض‌اللہ خاں)	۱۸ ذی‌الحجہ ۱۲۰۸ھ ۱۷۹۴ء	تا	۱۴ محرم ۱۲۰۹ھ ۱۷۹۴ء
۳- نواب غلام محمد خاں	(ابن فیض‌اللہ خاں)	۱۴ محرم ۱۲۰۹ھ ۱۷۹۴ء	تا	یکم ربیع‌الثانی ۱۲۰۹ھ ۱۷۹۴ء
۴- نواب احمد علی خاں	(ابن محمد علی خاں)	۱۲۰۹ھ ۱۷۹۴ء	تا	۱۲۵۶ھ ۱۸۴۰ء
۵- نواب محمد سعید خاں	(ابن غلام محمد خاں)	۱۲۵۶ھ ۱۸۴۰ء	تا	۱۲۷۱ھ ۱۸۵۵ء
۶- نواب یوسف علی خاں	(ابن محمد سعید خاں)	۱۲۷۱ھ ۱۸۵۵ء	تا	۱۲۸۲ھ ۱۸۶۵ء
۷- نواب کلب علی خاں	(ابن یوسف علی خاں)	۱۲۸۲ھ ۱۸۶۵ء	تا	۱۳۰۴ھ ۱۸۸۷ء

۸۔ نواب مشتاق علی خاں (ابن کلب علی خاں)	۱۳۰۴ھ ۱۸۸۷ء	تا	۱۳۰۶ھ ۱۸۸۹ء
۹۔ نواب حامد علی خاں (ابن مشتاق علی خاں)	۱۳۰۶ھ ۱۸۸۹ء	تا	۱۳۴۹ھ ۱۹۳۰ء
۱۰۔ نواب رضا علی خاں (ابن حامد علی خاں)	۱۳۴۹ھ ۱۹۳۰ء	تا	۱۳۶۶ھ ۱۹۴۷ء

۱۹۴۷ء میں ریاست رامپور انڈین یونین میں ضم ہوگئی اور مارچ ۱۹۶۶ء میں نواب رضا علی خاں کا انتقال ہو گیا۔

اشاریہ

اعلام

الف

پ

ت

چ

ح

ش

ط

ظ

ع

غ

ف

ک

گ

ل

م

ن

اماکن

الف

ٹ

ج

خ

د

ڈ

ر

ز

س

ش

ص

ط

ظ

ع

غ

ف

ق

ک

گ

ل

م

ن

ی

١

کتب

صحت نامہ

نوٹ : مطالعے سے پہلے مندرجہ ذیل غلطیاں درست فرما لیجیے ۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۶	۸	فتح جنگ حاں میاں	فتح جنگ حاں میانہ
۸۳	۷	تونے محراب خاں	تو محراب خاں نے
۸۹	۶	ذانی	ذاتی
۱۲۲	۱۲	حبد اللہ	جمد اللہ
۱۲۷	۲۱	حسب	حبب
۱۶۰	۱۳	بے گناہو	بے گناہوں
۲۵۲	۲	مرز	مرزا
۳۳۵	۲۰	گالی گلوچ	گالی گلوج
۳۷۱	۶	رائے سال دربار	رائے سال درباری
۳۷۷	۹	وجود	موجود
۳۸۶	۲۳	میں	نہیں
۴۳۵	۱۸	مرحمت ہوا	مرحمت ہو
۶۱۱	۲۷	حنگ کے تیار	جنگ کے لیے تیار
۶۲۸	۱۶	شورہ سر	شوریدہ سر
۶۷۶	۲۳	۔ رد	سپرد
۷۶۳	۷	باشداہ	بادشاہ
۷۸۳	۲	داہم	درہم